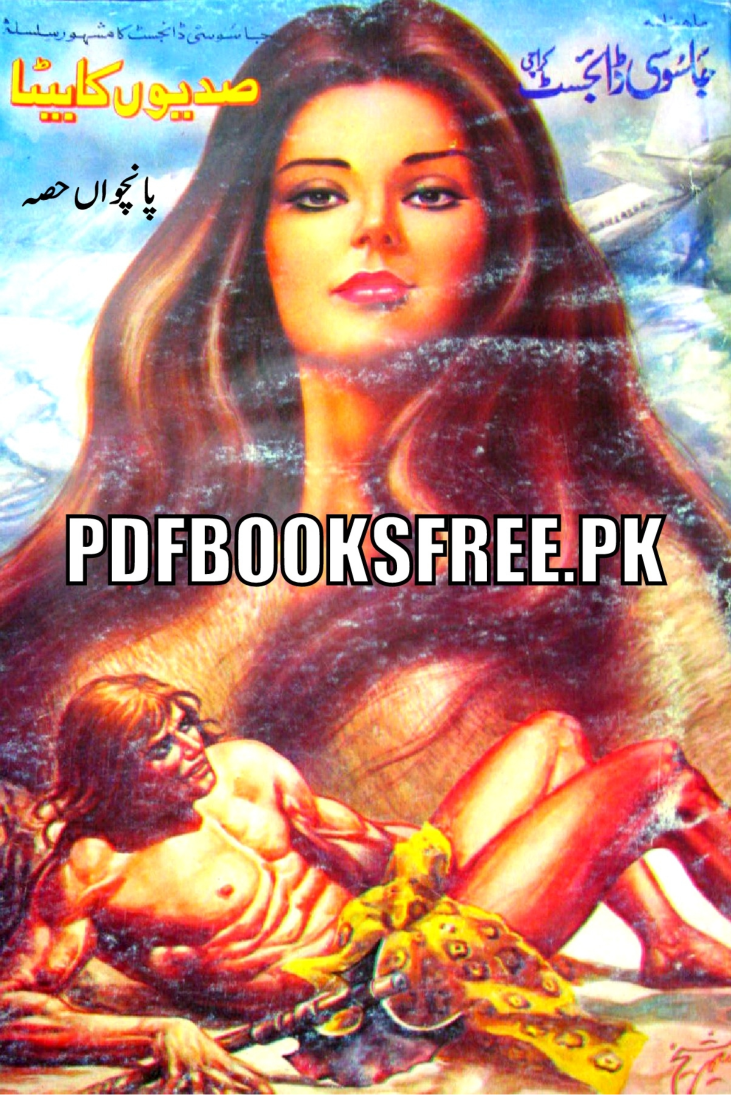

جاسوسی ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
صدیوں کا بیٹا
ماہنامہ
جاسوسی ڈائجسٹ کراچی
پانچواں حصہ
PDFBOOKSFREE.PK

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

اس انسان کی کہانی جو صدیوں سے زندہ ہے اور شاید آج بھی کہیں موجود ہو

صدیوں کا بیٹا

ایم اے راحت



صدیوں کا بیٹا

صدیوں پر محیط ایک ناقابلِ فراموش داستان ● ایم اے راحت

لیکن اس میں ایک قباحت تھی۔ ان پتھروں سے گھوڑے بھی ہلاک اور زخمی ہو جاتے اور سامان بھی خراب ہوتا جبکہ ہمیں ان دونوں چیزوں کی ضرورت تھی۔ تاہم اس کا ایک نعم البدل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے مشیروں کو طلب کر لیا۔ اور وہ میرے سامنے پہنچ گئے۔

"ابھی تھوڑے وقت کے بعد وہ قافلہ یہاں سے گزرے گا جو ہمارا شکار ہوگا۔ ہم اگر چاہیں تو یہاں سے چٹانیں گرا کر بھی انہیں ہلاک کر سکتے ہیں لیکن اس طرح ہمارا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ہمیں ان کے گھوڑے اور دوسرا ساز و سامان درکار ہے۔"

"درست کہا تم نے راس۔"

"لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور ترکیب بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"فوری طور پر عمل شروع کرا دو۔ ایک مخصوص وزن کے پتھر جمع کر لو اور جگہ جگہ ان کی ڈھیریاں بنا لو۔ اپنے آدمیوں کو مختلف جگہوں پر چھپا دو۔ اور جب قافلے والے زد میں آ جائیں تو ان پر سنگباری شروع کر دو۔ لیکن خیال رہے کہ نشانہ گھوڑے نہ بنیں۔ بلکہ ان پر بیٹھے ہوئے سوار نشانہ ہوں۔ جتنی تیزی سے ہو سکے ان میں سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زخمی کر دیا جائے اور اس کے بعد بچے کھچے لوگوں کو سنبھالنا مشکل نہ ہوگا۔"

مشیروں نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر اپنی اپنی ٹکڑیوں میں چلے گئے اور پھر ان لوگوں کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ ذرا سی دیر میں پتھروں کے انبار لگا دیئے گئے۔ اور پھر ہم انتظار کرنے لگے۔

نوماس اور نوحاز عقب کے گئے تھے اور انہوں نے پگڈنڈی کا راستہ استعمال نہیں کیا۔ اس کا مقصد صاف تھا کہ قافلہ زیادہ دور نہیں تھا اور ان لوگوں کو خطرہ تھا کہ اگر وہ پگڈنڈی کے راستے آئے تو اوپر چڑھتے دیکھ لئے جائیں گے۔

"ہم کافی پیچھے گئے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ قافلے والے سست رفتار سفر کر رہے ہوں گے۔ لیکن وہ کافی آگے نکل آئے ہیں اور اب اس علاقے سے زیادہ دور نہ ہوں گے۔" نوماس نے اطلاع دی۔

"ان کی تعداد وہی ہے؟"

"ہاں۔ چار سو سے زیادہ جوان نہ ہوں گے۔ لیکن ان کے ساتھ سامان بہت ہے۔" نوماس نے جواب دیا۔

"یہ خوش خبری ہے۔ ہمیں بھی اس وقت زیادہ سے زیادہ سامان کی ضرورت ہے۔" میں نے جواب دیا۔ نوماس اور اس کے ساتھی نے گھوڑے کافی دور نیچے لے جا کر پتھروں سے باندھ دیئے اور پھر میں نے انہیں بھی اپنی ترکیب بتا دی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دور سے ہمیں بدنصیب قافلہ آتا نظر آیا۔ لوگ ہنس رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے۔ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے جا رہے تھے، لیکن میری نگاہ میں وہ بدنصیب تھے۔ کیونکہ ان کی زندگی کے لمحات ان کی ہر جنبش کے ساتھ مختصر ہوتے جا رہے تھے۔ میرے ہاتھ میں بھی پتھر تھا اور پھر جونہی وہ زد پر آئے، پہلا پتھر میرے ہاتھ سے ہی نکلا۔ اور جو شخص سب سے آگے تھا اس کے بھیجے کو سمیٹتا ہوا دور جا گرا۔

اور اس کے بعد قافلے والوں پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ نیچے کہرام مچ گیا تھا۔ لوگ سمجھ بھی نہیں پائے تھے کہ ہوا کیا۔ کوئی انسانی حرکت ہے یا کوئی اور آفتِ ناگہانی، لیکن سمجھنے کی کوشش میں ہی ان کا کام تمام ہو جاتا۔

قیدیوں نے وہ سنگباری کی کہ ان میں سے ایک بھی خود کو نہ بچا سکا۔ آٹھ سو پتھر بیک وقت ان کے ہاتھوں سے نکل کر گھڑ... سواروں پر پڑ رہے تھے لیکن سارے کے سارے نشانہ باز نہیں تھے۔ بہت سے گھوڑے بھی زخمی ہوئے تھے۔ چند مر بھی گئے تھے۔

اور پھر میں نے سنگباری بند کرا دی اور دوسرے لمحے ہمارے آدمی پہاڑی سے نیچے اترنے لگے۔ تباہ شدہ قافلے والے اب اس قابل نہیں تھے کہ مدافعت کرتے۔ وہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر خاموشی سے قتل ہو گئے۔ اور بہرحال یہ بات مجھے پسند نہیں آئی تھی۔

جو ہو چکا تھا اسے واپس نہیں لایا جا سکتا تھا۔ لیکن میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس طرح آئندہ نہیں ہو گا۔ زخمی گھوڑوں کو چھوڑ دیا گیا، اور سامان اور اچھے گھوڑے قبضے میں کر لئے گئے۔ میرے ساتھیوں کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ تمام لوگوں کے لباس بھی اتار لئے گئے۔ ہمیں ان کی بھی ضرورت تھی۔ کھانے پینے کی بے شمار اشیاء موجود تھیں۔ اس کے علاوہ ہتھیار، ظاہر ہے ان لوگوں کے پاس بھی ساری اشیاء ضروریات کی تھیں۔ چنانچہ ہم انہیں لے کر اسی راستے سے واپس چل پڑے۔ ہاں خاص طور سے ہم نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اپنے پیچھے ایسے نشانات نہ چھوڑ جائیں جن سے ہم تک پہنچا جا سکے۔ اور بالآخر ہم اپنی پناہ گاہ تک پہنچ گئے۔

ہمارے ساتھی خوشی سے اچھلنے لگے تھے۔ طویل ترین عرصے کے بعد انہیں وہ چیزیں ملیں جن سے وہ عرصہ دراز سے محروم تھے، میں نے نہایت انصاف سے وہ تمام چیزیں قیدیوں میں تقسیم کر دیں۔ اور چاروں طرف خوشیاں بکھر گئیں۔

میں اپنے دوست نوماس کے ساتھ بیٹھا ان کے دلچسپ مشغلے دیکھ رہا تھا۔ خون آلود کپڑے دھو کر خشک ہونے کے لئے لٹکا دیئے گئے تھے تب میں نے نوماس کو مخاطب کیا۔

"اب گھوڑوں کے لئے چراگاہ کا بندوبست بھی کرنا ہو گا۔"

"ہاں یقیناً۔ لیکن یہ مشکل کام نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"جس راستے سے ہم گئے تھے وہ بے حد سرسبز ہے۔ وہاں سے گھوڑوں کی خوراک حاصل کی جا سکتی ہے۔" نوماس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں چاہتا ہوں۔ ہمیں ایک طویل مہم سر انجام دینا ہے۔"

"مثلاً؟"

"یہ تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال لوبیا بستی کے لئے تیاریاں کرو۔ ہمیں وہاں سے اناج کے ذخائر کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہاتھ لگے۔"

"کب کا ارادہ ہے؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ تاکہ اگر ان لاشوں کے بارے میں تحقیقات شروع ہو تو ہمارے پاس پوشیدہ رہنے کے لئے طویل وقت ہو۔"

"اوہ ٹھیک ہے اب تو ہمارے پاس گھوڑے ہیں اور ہم قافلے والوں کے لباسوں میں ہوں گے۔ اس لئے کوئی ہم پر شک بھی نہیں کر سکے گا۔" نوماس نے کہا۔

"بالکل۔"

"تب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم ان لوگوں کو تیار کر لو۔ تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے اس سلسلے میں میرے مشیر تمہاری مدد کریں گے۔" چنانچہ تیاریاں ہونے لگیں۔ خوش و خرم لوگ میری قیادت کی اس پہلی کامیابی پر بے حد مسرور تھے دوسری بات یہ کہ انہیں عمدہ خوراک ہتھیار اور لباس مل گئے تھے۔ چنانچہ ہر شخص اس دوسری مہم کے لئے تیار تھا۔ لیکن میں نے صرف دو سو افراد کا انتخاب کیا۔

ان تندرست و توانا لوگوں کو لے کر میں نکل پڑا۔ نوماس میرا رہبر تھا۔ اس نے دبے دبے لہجے میں کہا تھا کہ اس کام کو وہ تنہا بھی انجام دے سکتا ہے۔ لیکن میں نے اسے سمجھایا اور کہا کہ ابھی میں کسی مہم کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔

ہم لوگ ترانا گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے لوبیا میں داخل ہو گئے اور نوماس کا کہنا بالکل درست تھا۔ لوبیا تو اناج کا گڑھ تھا۔ اتنے عظیم الشان ذخیرے تھے کہ بس! چنانچہ ہم نے بستی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

اور پھر میں بستی کے قلب میں پہنچ گیا: "لوبیا کے لوگو ــ میں ایمنوس کی طرف سے آیا ہوں۔ اور ایمنوس کے حکم سے تمہارے اناج کے ذخائر اور دوسری ضرورت کی اشیاء لے جانا چاہتا ہوں۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

بستی کے لوگ خوف سے گنگ ہو گئے۔ تب میں نے ان میں سے کچھ بولنے والوں کو طلب کیا۔ اور بستی کے بوڑھے میرے سامنے پہنچ گئے۔

"میں نے ایمنوس کا حکم تم تک پہنچایا کیا جواب ہے تمہارا؟"

"روئے زمین پر بسنے والے کسی انسان کی مجال ہے کہ وہ شاہ ایمنوس کے حکم کے سامنے بول سکے۔ لیکن ہمیں بھی دوسری فصل تک زندہ رہنا ہے کم از کم ہماری زندگی کے لئے تو کچھ چھوڑ دیا جائے۔ اتنا کہ ہم دوسری فصل اگا سکیں۔"

"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ نوماس میری اس ترکیب سے بھی بہت خوش ہوا تھا۔ بستی کے معصوم لوگوں کی ہلاکت کسی کو پسند نہیں تھی اور سارے کام بغیر کسی دقت کے پورے ہو گئے۔ ہاں بستی والے اداس ضرور تھے۔ لیکن یہ اداسی موت سے بہتر تھی۔

اناج کے ذخائر غاروں میں منتقل ہو گئے۔ اب مجھے تیسرا کام انجام دینا تھا اور اس کے بعد اپنی جدوجہد کا رخ بدلنا تھا۔

چنانچہ میں اور نوماس اپنے مشیروں کو ہدایات دے کر وہاں سے

چل پڑے۔ ہمارے پاس ایمنوس کا حکم نامہ موجود تھا۔ جسے ہم نے بستی کے باج گزار کو دکھایا۔ اور باج گزار نے ہمیں خوش آمدید کہا۔

"ایمنوس نے مجھے عزت بخشی۔ اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔ فوری طور پر بندوبست کرنے کے لئے کچھ وقت درکار ہے۔"

"لیکن ایمنوس کی ہدایت ہے کہ یہ کام جلد از جلد کیا جائے۔"

"میں نے اس کا حکم نامہ پڑھ لیا ہے اور میں اس پر جلد عمل کرنے کا خواہشمند بھی ہوں تاکہ وہ مجھ سے خوش رہے۔"

اور پھر مقامی سردار نے زیادہ وقت نہ صرف کیا۔ لاتعداد گھوڑے ساز و سامان سے لیس کر دیئے گئے اور پھر صرف دس آدمی ہماری تحویل میں دیئے گئے۔ میں نے خود ہی اس کے لئے کہا تھا۔ اور ہم سامان لے کر چل پڑے پروفیسر کوئی دقت نہیں ہوئی مجھے۔ اور میں یہ عظیم الشان ذخیرہ لے کر چل پڑا۔ ان دس آدمیوں کو بھی میں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے دورانِ سفر جب وہ آرام کرنے کے لئے لیٹے تو ہم نے ان کی رگیں دبا کر انہیں بے ہوش کر دیا اور یہ جگہ ہماری پناہ گاہ سے زیادہ دور نہیں تھی، چنانچہ ہمارے اشارے پر ہمارے مشیر اپنے آدمیوں کو لے کر دوڑ پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ ذخیرے بھی غاروں میں منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد ان دس آدمیوں کو گھوڑوں پر سوار کیا اور ہمارے آدمی انہیں لے کر چل پڑے۔

اس جگہ سے کافی دور انہیں ایک ایسی جگہ ڈال دیا گیا جہاں سے ان پر نگاہیں پڑیں اور لوگ ان کی مدد کریں۔ اس کے بعد ہمارے آدمی واپس آ گئے۔ اب ہمارے پاس خوراک اور ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز وافر مقدار میں موجود تھی اور میرے ساتھی میرے جان نثار بن گئے تھے۔ اب وہ مجھ سے والہانہ محبت کرنے لگے تھے۔

میں ان مطمئن لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو اب ان غاروں میں اس طرح خوش تھے جیسے اپنے مکانوں میں ہوں۔

"ارمناس کے موسیقار میں آج تک تیری اس سرشت کو نہیں سمجھ سکا۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے بس تحت الثریٰ میں ہی کوئی نمایاں تبدیلی واقع ہو گئی ہو۔ حالانکہ میں بار بار تجھ سے یہ بات کہہ چکا ہوں لیکن یقین نہیں آتا کہ تو اتنا بدل چکا ہے۔"... نوماس نے کہا۔

"اور نوماس میری بھی تجھے یہی رائے ہے کہ اس موضوع پر گفتگو کرنا چھوڑ دے۔ اور وہ باتیں کر جو ہمارے لئے آئندہ بہتر ثابت ہوں گی۔"

"ہاں یہی بہتر ہے۔ مجھے تیری بدلی ہوئی شخصیت کو قبول کر ہی لینا چاہیے اور یہ سوچ لینا چاہیئے کہ ارمناس کی وادیوں میں بربط بجانے والا نغمہ نواز اپنی ساری زندگی کا خراج ادا کر رہا ہے اور تحت الثریٰ کے ماحول میں ایک نئی تبدیلی لانے کا خواہشمند ہے۔"

"ٹھیک ہے، تیری سوچ ہے جو بھی چاہے سوچ۔ بہرصورت میرے ذہن میں ایک اور بات ہے جس کا تذکرہ میں تجھ سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور اور یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ تو مجھے اس قابل سمجھتا ہے"

"نوماس ہم جو تین مہمات سر انجام دے چکے ہیں۔ کیا تیرے خیال میں وہ ساری باتیں ایمنوس سے پوشیدہ رہی ہوں گی؟"

"نہیں، وہ اتنا بے خبر بادشاہ نہیں ہے۔"

"تب پھر یہ لازمی امر ہے کہ ایمنوس اپنی ساری توجہ اس بات پر صرف کر دے گا کہ ہمارے بارے میں معلوم کرے۔"

"یقیناً" نوماس نے جواب دیا۔

"تو کیا اس سے قبل ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنی اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیں؟"

"یقیناً ضروری ہے اور میں تیرا یہی ارادہ جاننا چاہتا تھا کہ اب کونسا نیا کام کرنا ہے۔"

"نوماس ہمارے پاس خوراک اور دیگر ضروریات کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ اگر اب ہم چاہیں تو ایک طویل عرصے تک ایک ہی جگہ بند رہ کر آرام سے وقت گزار سکتے ہیں۔"

"بے شک۔ یہ میرے علم میں ہے راگی۔"

"اس لئے میں دوسری جانب توجہ دینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور نوماس مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"کس طرف۔۔؟ میں جاننے کا خواہشمند ہوں۔"

"نوماس۔ کیا ہم اس جگہ صرف قتل و غارتگری اور لوٹ مار کے لئے آئے ہیں؟"

"نہیں۔"

"تو پھر جبکہ یہ ابتدائی ضروریات پوری ہو چکی ہیں تو کیوں نہ ہم اپنا دوسرا کام شروع کر دیں۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" نوماس نے جواب دیا۔

"اس سلسلے میں تیرے ذہن میں کوئی مشورہ یا کوئی خیال ہے نوماس" میں نے نوماس سے سوال کیا۔

"ایمنوس کے خلاف مہمات کے سلسلے میں؟"

"نہیں ــ پہلے اس سے بچاؤ کے لئے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ بے شک۔ تو کیا اس کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ ہم ان غاروں میں پوشیدہ رہیں؟"

"نہیں۔ کیونکہ غار اور اسی قسم کی جگہیں ہی ہم جیسے لوگوں کے چھپنے کے لئے ہوا کرتی ہیں اور یہ بات ایمنوس جیسا زیرک جانور ضرور سوچے گا، اس میں نہ صرف انسانوں کی صلاحیتیں موجود ہیں بلکہ جانور کی عادات بھی اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یعنی کہ وہ دو آتشہ ہے۔ اس کے ذہن میں بہت ساری باتیں آ سکتی ہیں اور وہ ان غاروں کی تلاشی بھی لے سکتا ہے۔"

"بالکل درست ہے۔ تو پھر تیرا کیا ارادہ ہے؟"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے نوماس"

"کیا!"

"یہ بڑی بڑی چٹانیں جو ہم دیکھ رہے ہیں انہیں ان کی جگہ سے ہٹا دیا جائے اور ان غاروں کے دہانے پر اس طرح جما دیا جائے کہ یہ غار ہی کا ایک حصّہ معلوم ہوں، گویا ہم ان غاروں کے دروازے بند کر دیں اور چٹانوں کو اس طرح ان کے رخنوں میں نصب کر دیں کہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ یہاں کوئی غار موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام اتنی ہی چالاکی اور تندہی سے ہو تاکہ ایبنوس کا کوئی کارندہ ہم تک نہ پہنچ سکے"

"اوہ۔" نوماس کی آنکھیں حیرت زدہ انداز میں پھیل گئیں پھر اس نے کہا: "لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ چٹانوں کو اسی انداز میں تراشا جائے؟"

"یقیناً ممکن ہے۔ میں اس کے لئے کارروائی کر سکتا ہوں۔"

"ہاں سوچا جائے تو زیادہ مشکل نہیں ہے۔ لیکن میرے عزیز دوست کیا پھر ہم ان غاروں کے قیدی بن کر رہ جائیں گے؟"

"نہیں۔ بلکہ ان چٹانوں کو ہم اس طرح نصب کریں گے کہ یہ ہماری تھوڑی کوشش سے کھل سکیں۔"

"کیا یہ ساری باتیں اسی طور ممکن ہیں جیسے تم کہہ رہے ہو راتن؟" نوماس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک غار کا دہانہ بند کر کے دکھا سکتا ہوں۔"

"یقیناً تم ایسا کرو اور اس کے بعد یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تمہارے اصول کے مطابق تمام غاروں کو اسی انداز میں بند کرا دوں۔" نوماس نے کہا اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے نوماس میں جلد ہی یہ کام کر دوں گا۔" اور نوماس تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔

اس کے خیال میں یہ امر بے حد مشکل تھا کہ ان عظیم الشان غاروں کو چٹانوں کے ذریعہ بند کیا جا سکے۔ کیونکہ اتنی عظیم چٹانیں اکھاڑ کر لانا ہی کارِ دارد تھا۔ لیکن نوماس شاید یہ سوچ رہا تھا کہ میں صرف راتن کی قوت رکھتا ہوں۔ اپنی ذاتی حیثیت سے کوئی قوت نہیں رکھتا۔

اکیس آدمیوں کو قتل کرنا، یا ذہنی طور پر کچھ کارنامے انجام دے لینا کوئی مافوق الفطرت بات نہیں ہے، شاید نوماس یہی سمجھتا تھا کہ یہ ساری معمولی باتیں ہیں۔

بہرحال اس بات کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک اور بات آئی وہ یہ کہ نوماس یا سلاوس کو یہ پتہ نہیں چلنا چاہئے تھا کہ میں ماضی کے اس دور میں بھی اپنی قوت سے کام لے سکتا ہوں۔ اور میری قوتیں اسی حیثیت سے بحال ہیں جو میری حیثیت تھی۔

بہرحال میں کسی بھی طور ہار ماننا نہیں چاہتا تھا۔ سو میں نے انتخاب کیا ایک چوڑی چٹان کا جو زیادہ موٹی تو نہیں تھی لیکن جسے تراش کر غار کے ایک دروازے پر بآسانی رکھا جا سکتا تھا۔ گو غار کا یہ دروازہ

خاصا کشادہ اور وسیع تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ اس کے برابر کی کوئی چٹان دستیاب نہ ہو سکتی۔

ہم نے کام شروع کر دیا۔ میرے ساتھ میرے تقریباً سو ساتھی میری مدد کر رہے تھے۔ جبکہ ان کا کام چٹان کو تراشنا اور اس کے بعد اسے اٹھا کر غار تک لانا تھا۔ سو میں نے اپنے ذہن میں غار کا نقشہ محفوظ کیا اور یہ عظیم صلاحیت تھی مجھ میں کہ میں نے غار کے سارے نشیب و فراز کو اپنے ذہن میں محفوظ کیا اور انہیں چٹان کی تراش میں منتقل کر دیا۔

لوہے کے ہتھیاروں سے چٹان کو اسی انداز میں تراشا گیا اور پھر بے شمار لوگ اس چٹان کو لے کر غار کے دروازے کے نزدیک تک آ گئے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ غار کے دہانے کے نچلے حصّے میں ایک گہرا گڑھا تھا اور چٹان میں ایک مضبوط پتھر اس انداز میں تراشا گیا تھا کہ چٹان کا وہ حصّہ غار کے دہانے کے نچلے کھدے ہوئے حصّہ میں آ جاتا اور تھوڑا سا غار کے آخری کناروں سے اوپر رہتا۔ اس طرح اگر چند افراد مل کر اس چٹان کے اس حصّے پر زور لگاتے تو چٹان اس ابھری ہوئی جگہ جو گڑھے میں گھومتی تھی کی وجہ سے بآسانی گھوم سکے اور اس کا وزن صرف اس جگہ پر ہو، اور باقی چٹان آہستگی سے گھومتی ہو۔

لوگ اس وقت نہیں سمجھ پائے تھے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں، اور میرا مقصد کیا ہے۔ لیکن جب میں نے چٹان غار کے گڑھے میں نصب کی تو لوگ ششدر رہ گئے۔ کیونکہ دہانے کے نشیب و فراز ترشی ہوئی چٹان کی مناسبت سے بالکل درست تھے اور چٹان اس طرح غار کے دہانے میں نصب ہو گئی تھی کہ اس میں بہت ہی معمولی سا رخنہ باقی رہ جاتا تھا، جس کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ رخنہ کھل بھی سکتا ہے۔

چٹان بے شمار لوگوں کی مدد سے اس گڑھے میں اتری تھی اور بڑی مشکل سے نصب ہوئی تھی۔ پھر ہم نے دہانہ بند کر دیا اور دور سے دیکھنے والے حیران رہ گئے تھے۔

ان کا کہنا تھا کہ کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اس پہاڑ کے پیچھے کوئی غار موجود ہے، یا غار کے اس دہانے کو مصنوعی طریقے سے بند کر دیا گیا ہے۔ اس بات پر لوگوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔ نوماس نے میرے نزدیک آ کر میری پشت تھپتھپائی تھی۔ پھر اس نے خلوص سے کہا۔

"میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی ان لوگوں سے مختلف الفاظ تیرے لئے ادا کروں گا۔" اس نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

اس کے بعد نوماس بے شمار لوگوں کے ساتھ اس کام میں مصروف ہو گیا۔ میں ان کو غاروں کے نشیب و فراز کے نقشے سمجھایا کرتا تھا اور پتھر کے ایک ٹکڑے سے ان پر نشان لگا دیا کرتا تھا۔ یہ کام ان لوگوں کے لئے بے حد دلچسپ تھا اور سب کے سب اس کام کو بڑی تندہی سے انجام دے رہے تھے۔ اور جب اتنے افراد ایک کام کو انجام دینے کے لئے

پوری لگن سے جمع ہو جائیں تو اس کا جلد سے جلد نہ ہونا کیونکر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ سارے غار بند کر دیئے گئے۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ اگر ان غاروں کے دہانوں کو بند کر دیا جاتا تو صرف دو یا چار آدمی چٹانوں کو گھما کر بآسانی باہر نکل سکتے تھے۔ یعنی چٹان کو ذرا سا گھمانے سے دونوں جانب دو دروازے بن جایا کرتے تھے اور اگر انہیں باہر سے کھولنے کی کوشش کی جاتی تو یہ ایک ناممکن امر ہوتا ہم نے چٹان کی تراش کچھ ایسی ہی ترتیب دی تھی اور اس کے بعد ہم لوگ مطمئن ہو گئے۔ چنانچہ میں نے نوماس سے کہا۔

"نوماس اب ہمیں دوسرا کام کرنا ہے۔"

"کیا راتن۔؟" نوماس نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ ان غاروں میں سوراخ ہونے چاہئیں تاکہ ان سوراخوں سے ہوا دور دور تک اندر جا سکے۔"

"یہ بھی زیادہ مشکل کام نہیں ہے راتن۔ لیکن۔"

"لیکن کیا۔؟"

"میرے خیال کے مطابق تیری مدد کے بغیر ناممکن کام ہے یہ۔" نوماس نے کہا اور میں سر ہلانے لگا۔

سو پروفیسر اس طویل گفتگو کو مختصر کرنے کے لئے صرف اتنا کہوں گا کہ ان غاروں میں ایک عجیب و غریب دنیا آباد ہو گئی۔ بے شمار لوگ جن کے پاس کھانے کے لئے خوراک کے ذخائر تھے۔ وافر تعداد میں پانی کے کنوئیں کھودے گئے تھے اور مزید کنوئیں کھودے جا رہے تھے تاکہ پانی کی قلت نہ ہو۔

گویا ہم باہر کی دنیا سے مکمل طور پر محفوظ ہو گئے تھے۔ لیکن ہم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ کچھ عرصے کے بعد اس سلسلے میں بھی کارروائی کروں اور اپنے کچھ آدمیوں کو ایسی جگہوں پر منتقل کر دوں جہاں سے وہ بستی کی خبریں لا سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اپنا دوسرا کام بھی جاری رکھے ہوئے تھا۔

چنانچہ غاروں کی خوشگوار فضائیں کافی بہتر ہو گئیں۔ اب بھی غاروں کے باہر لوگ تعینات رہتے تھے لیکن مجھے یہ بھی پسند نہیں تھا۔ چنانچہ ایک وقت میں نے بیٹھ کر ایک نقشہ ترتیب دیا اور پھر نقشہ کے مطابق غاروں کے اندر ہی اندر کھدائی کروا دی۔ بڑا ہی عجیب و غریب کام تھا یہ پروفیسر ہم زیادہ طویل و عریض سوراخ نہیں بنا رہے تھے، بس ان سوراخوں کی چوڑائی اتنی تھی کہ دو آدمی بآسانی ان سوراخوں سے گزر سکتے۔ یوں ہم لوگ سوراخوں کا جال بچھاتے رہے اور چھوٹی چھوٹی سرنگیں غاروں میں پھیلتی رہیں۔ یوں غار آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے تھے۔ گویا ہم نے جتنے غاروں میں یعنی جن جن میں ہمارے آدمی پوشیدہ تھے ان سارے غاروں کو ایک دوسرے سے منسلک کر دیا تھا۔ ویسے اب ہمارا رابطہ باہر کی دنیا سے قطعی طور پر ختم ہو گیا تھا۔ اور اب ہمارا کوئی آدمی بھی باہر نہیں رہتا۔

حتّٰی کہ ماحول کی نگرانی کرنے کے لئے بھی ہم نے کسی آدمی کو نہیں چھوڑا تھا ہاں اگر کوئی غار مشتبہ ہو جاتا تو اس کے بعد باقی باتیں بعد میں سوچی جا سکتی تھیں۔ غار کے سوراخوں کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے سے ملنے جلنے آیا جایا کرتے تھے۔ نوماس اس عجیب و غریب کام سے بے حد خوش تھا۔

تب میں نے کچھ اور قدم آگے بڑھائے۔ اب میں نے نقشے کے ذریعہ سرنگیں کھدوانا شروع کر دیں۔

یہ سرنگیں دور دور تک جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ہم ان سرنگوں کے ذریعہ دور دور تک رسائی حاصل کر لیں گے اور اگر کبھی ہمیں شہنشاہ ایبنوس کی فوجوں پر حملہ آور ہونا پڑے تو ہم ہر اس جگہ جا پہنچیں جہاں تک پہنچنا بظاہر ناممکن ہو۔

کتنا مشکل کام تھا یہ پروفیسر، اس بارے میں تم خود سوچ سکتے ہو طویل و عریض سرنگوں کو کھودنا اور ان کی لمبائی کو ایک سمت لے جانا۔ حتّٰی کہ اس سمت کا کوئی تعین نہ ہو، کوئی آسان کام تھا۔ لیکن طویل عمروں والے یہ کام بآسانی کر رہے تھے۔ ان کے چہروں پر تھکن کے آثار نہیں تھے وہ جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں ان کے لئے بہتر ہے اور اس کام میں وہ بہت خوش تھے۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ میں ان کے دوسرے مسائل کا بھی تجزیہ کرتا رہتا تھا۔ یعنی خوراک کے ذخیروں کی دیکھ بھال اور اسی قسم کے دوسرے کام۔

چنانچہ اسی دوران ہم نے چند لوگوں کو لیکر چند قافلے اور لوٹے لیکن اب ہم نے لوٹنے کے طریقوں کی نوعیت بدل دی تھی۔ یعنی ہم قافلے والوں کو ہلاک کرنے کی بجائے انہیں اذیت دے کر اور پریشان کر کے بھگا دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک دو بار نوماس نے مجھ سے بات بھی کی تھی۔

"راتن آج کل تم ان مسئلوں میں کافی رحم دل ہو رہے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے سوال کیا تھا۔

"نہیں نوماس۔ رحم دلی کی بات نہیں ہے۔ لیکن اب ہم اپنا برا وقت ٹال چکے ہیں۔ اس وجہ سے کیا ضروری ہے کہ ہم ان لوگوں کو لوٹیں بھی اور قتل بھی کریں۔ سو یہی سوچا ہے اب میں نے کہ ان لوگوں کو لوٹ کر چھوڑ دیا جائے۔" میں نے جواب دیا تھا اور نوماس نے گردن ہلا دی تھی۔

"ٹھیک ہے راتن۔ تمہارے فیصلے عام طور سے درست ہوتے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور بات ختم ہو گئی۔

اسی طرح ہم نے ایک روز ایک قافلے کو لوٹا۔ ان کا سارا ساز و سامان حاصل کر لیا۔ لیکن اچانک ایک شخص میرے ہاتھ لگ گیا۔ جس نے مجھے حیران کر دیا۔ یہ انہی لوگوں میں سے ایک تھا جو ہمارے قید خانہ سے فرار ہوتے تھے۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا۔ یعنی ان قیدیوں میں سے ایک جو ہماری بات نہ مان کر راہِ فرار اختیار کر چکے تھے۔

میں نے اس شخص کو پہچانا تھا اور نوماس سے کہے بغیر میں نے

اس شخص کو گرفتار کر لیا۔

نوماس اس بات پر بہت حیران تھا کہ میں نے ایک اجنبی شخص کو اپنے غار میں لانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس نے مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھا۔ تب میں اس شخص کو لے کر غار کے ایک خفیہ حصے میں آ گیا تھا۔

گرفتار ہونے والا اس وقت بے ہوش تھا جب میں اسے ان غاروں میں لایا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں اسے ہوش میں لے آیا۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ شخص ان خوفناک غاروں کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”کیا نام ہے تمہارا۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”شوگا۔“ اس نے جواب دیا۔

”مجھے پہچانتے ہو۔؟“

”تت تمہیں۔؟“

”ہاں۔“

”نن۔ نہیں۔“ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا تم اس قید خانہ میں نہیں تھے جہاں پتھر اور چٹانیں توڑی جاتی تھیں اور جہاں سے قیدیوں نے بھرپور فرار کی کوششیں کی تھیں جن میں تم بھی شامل تھے۔“ میں نے کہا اور وہ شخص مجھے حیرت سے دیکھنے لگا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اب میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ آ۔ تم وہی ہو نا ارمناس کی وادی کے بر لبط نواز۔ رائن۔“

”ہاں میں وہی ہوں۔ لیکن تم یہاں کہاں۔؟“

”میں اس قافلے کے ساتھ تھا، جسے لوٹا گیا ہے۔“ شوگا نے جواب دیا۔

”تمہیں یاد ہے نا میں نے تم لوگوں کو ایک پیش کش کی تھی لیکن تم میری پیش کش پر غور کئے بغیر بزدلی سے فرار ہو گئے۔“

”آہ۔ میرے عزیز دوست، میرے عزیز ساتھی، تم نے واقعی ہم لوگوں کو جو پیش کش کی تھی ہم تا زندگی اس پر پچھتاتے رہیں گے۔“

”کیوں۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”تم سے جدا ہونے کے بعد ہم لوگوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ تم یقین کرو جتنے بھی لوگ فرار ہوئے تھے ان میں سے شاید چند ہی ہوں گے جو اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے، اور شاید میں بھی انہی میں سے ایک ہوں۔ انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ یا پھر انہیں تلاش کر لیا گیا۔ ہاں وہ لوگ جو تمہارے ساتھ تھے وہ بچ گئے ہیں، وہ آج تک شاہی دستوں کے ہاتھ نہیں لگ سکے اور قید خانے کے محافظ اور ایبنوس کے آدمی آج تک ان مفرور قیدیوں کو تلاش کر رہے ہیں۔“ شوگا نے جواب دیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

میں نے شوگا کی گفتگو پوری دلچسپی سے سنی۔ بلاشبہ اس کی کہانی میرے لئے کافی دلچسپ تھی اور اب میں اس سے دوسری باتیں معلوم کرنا چاہتا تھا۔

”تم اس قافلے میں کس طرح شامل ہوئے شوگا۔؟“ میں نے پوچھا۔

”میری کہانی زیادہ طویل نہیں ہے، اگر تم کہو تو سناؤں۔“

”ہاں میں تم سے بہت کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں تیار ہوں۔“

”پہلے یہ بتاؤ تمہارے اہلِ خاندان تم سے ملے؟“

”میرا کوئی نہیں ہے۔ پہلے بھی نہیں تھا۔“

”پھر تم وہاں سے کہاں گئے؟“

”میں آوارہ پھرتا رہا۔ ہمارے فرار کے بعد ایبنوس نے اپنے علم سے معلوم کر لیا کہ قید خانے سے قیدی فرار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس کے آدمی چاروں طرف پھیل گئے اور ہم میں سے بے شمار آدمی پکڑے گئے جو ہاتھ نہیں آئے ان کے عوض ان کے اہلِ خاندان کو ہلاک کر دیا گیا میں جس جگہ پوشیدہ تھا وہاں بھی کئی آدمی پکڑے گئے تھے۔ میں اتفاق سے ہی بچ گیا تھا کیونکہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ میں بھی وہاں موجود ہوں۔“

”پھر۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں وہاں سے بھی بھاگ گیا۔ اس کے بعد چار بار ایبنوس کے سپاہی میری تلاش میں چھاپے مار چکے ہیں۔ لیکن میں چالاکی سے نکل گیا اور اب بھی چھپا چھپا پھر رہا ہوں، اس قافلے کے ساتھ چل پڑا تھا۔ مقصد کچھ نہیں تھا بس سارے قافلے کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔“

”گویا تمہیں سکون نہیں ہے؟“

”تمہارے علاوہ یہی کہہ سکتا ہوں۔ تم تو پُرسکون نظر آ رہے ہو۔“

”نہ صرف پُرسکون بلکہ مکمل طور پر مطمئن بھی۔ اور وہ سب بھی جو میرے ساتھ آئے تھے۔“

”وہ سب بھی۔؟“ وہ حیرت سے بولا۔

”ہاں۔ تم ان سے مل چکے ہو۔“

”یعنی وہ جنہوں نے اس قافلے کو لوٹا تھا۔؟“

”ہاں۔ ہم ایبنوس کے خلاف محاذ بنا چکے ہیں۔“

”اوہ۔ اوہ تو تم۔ آہ کیا تم لوگ وہی تو نہیں ہو۔ جنہوں نے ایک پورے قافلے کو ہلاک کر دیا تھا۔ پھر لوئیا بستی کو لوٹا اور پھر شاہی احکام کا غلط استعمال کر کے بہت سی دولت لوٹ لے گئے۔“ وہ تعجب سے بولا۔

”ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔“

”آہ۔ تب تو مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی۔ کاش میں اس وقت تمہارے ساتھ ہی شامل ہو جاتا۔ لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ ارمناس کا بر لبط نواز ایک ناقابلِ تسخیر قوت بن کر ابھرے گا۔“

”تم اب بھی ہم میں شامل ہو سکتے ہو۔“

”کیا واقعی۔ اب تمہیں اس پر اعتراض نہیں ہو گا؟“

”ہرگز نہیں۔“

”تب میں خلوصِ دل سے تمہاری پناہ میں آنے کا خواہشمند ہوں اور وعدہ کرتا ہوں جو احکامات تم دو گے اس کی تعمیل کروں گا۔“

”باہر کی دنیا میں ہمارے لئے کیا تاثرات ہیں؟“

”تم نے جو کچھ کیا ہے وہ ابھی تک امراء اور سرکردہ لوگوں تک محدود ہے۔ ایبنوس تک یہ خبریں ضرور پہنچی ہوں گی۔ لیکن اس نے ابھی خود اس معاملے میں دلچسپی نہیں لی ہے۔“

”خوب۔ ایبنوس کے بارے میں تمہاری کیا معلومات ہیں؟“

”میں ترگش ہو آیا ہوں۔ وہاں میں نے دربار میں ایبنوس کو بھی دیکھا تھا۔“

”ترگش۔“ میں نے آہستہ سے دہرایا اور یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ ایبنوس ترگش میں ہی رہتا ہے۔

”ہوں۔ تو ایبنوس کے اندر کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی؟“

”نہیں وہ پہلے سے زیادہ قدآور ہے۔ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے اور خونخوار بھی۔ بھرے دربار میں اس نے دو آدمیوں سے ناراض ہو کر ان کی ٹانگیں چیر دی تھیں۔ البتہ عورتوں میں وہ بے حد خوش رہتا ہے۔“

”ایبنوس؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”ہاں کیوں؟“

”کیا عورتیں اسے پسند کرتی ہیں؟“

”جو اس کے قریب ہیں وہ اس پر جان دیتی ہیں۔“ شوگا نے جواب دیا اور میں متحیرانہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ بہرحال میرے لئے یہ کافی دلچسپ بات تھی۔ اور پروفیسر۔ کافی عرصے کے بعد میرے ذہن میں عورت کا خیال آیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ طویل عرصے سے میں نے عورت کے بارے میں سوچا بھی نہیں ہے اور وہ بن مانس عیش کر رہا ہے۔ بہرحال وقتی طور پر میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اور پھر مجھے کچھ اور یاد آ گیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

”کیا تم ایبنوس کے دربار میں موجود تھے؟“

”ہاں۔“

”تم نے اس کی ہمت کس طرح کی؟“

”بس زندگی کے خوف سے بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔ عجیب عجیب حرکتیں کی ہیں اس دوران۔ یعنی میں خاص طور سے ایسے لوگوں کے گھروں میں جا کر رہا ہوں جو میری تلاش پر مامور تھے۔ اور اسی چالاکی سے جان بچ بھی سکی ورنہ اب تک بچنا مشکل تھا۔“

”کیا ایپی ٹس زندہ ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”پرانا حکمراں؟“

”ہاں۔“

”نہ صرف زندہ ہے بلکہ صحتمند ہے۔ اس کی موت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دربار میں وہ ایبنوس کا مشیرِ خاص ہے۔“

”خوب۔“ میں نے گردن ہلائی۔ گویا میرے دونوں حریف زندہ تھے اور درحقیقت ان کی موت کا تصور میری حماقت تھی۔ یہ بات تو میرے علم میں تھی کہ وہاں کی زندگیاں بے حد طویل ہوتی ہیں اور موت یہاں ایک بھولا بھٹکا لفظ تھا۔

شوگا سے ملاقات کے بعد میرے ذہن میں بہت سی آرزوئیں جاگی تھیں۔ مثلاً عورت۔ اور اپنے دونوں حریفوں سے ملاقات۔ لیکن پروفیسر بہرحال میں ان میں سے تھا جو کسی بھی آرزو سے متاثر نہیں ہوتے مجھے وقت کا انتظار کرنا تھا۔ شوگا سے بہت سی قیمتی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں ذہن میں محفوظ کر لیا۔

اور پروفیسر اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن میرے ذہن میں بے شمار خیالات مچل رہے تھے اور میں بہت سے فیصلے کرتا رہتا تھا میرے ساتھی دن رات لمبی لمبی سرنگیں کھودنے میں مصروف تھے اور اکثر سرنگیں اتنی لمبی ہو گئی تھیں کہ اگر ہم ان سے دوسرے سرے تک جانا چاہتے تو ہمیں طویل وقت درکار ہوتا۔

اس کام سے میں مطمئن تھا اور اب یہ کام آخری منزل تک پہنچنے والا تھا۔ تب میں نے یہاں سے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ باہر کے کئی کام تھے میں نے اپنے مشیر اپنے دوست نوماس کو طلب کر لیا۔

نوماس خاصے طویل وقت میں میرے پاس پہنچا تھا۔ ”کون سے علاقے میں تھے نوماس۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”تقریباً اس علاقے میں جہاں ہمارا قید خانہ تھا۔“

”اوہ کیا اس طرف کی سرنگ مکمل ہو گئی؟“

”ہاں۔ اس سے تھوڑے پہلے تین دروازے بنائے گئے ہیں۔ ایک دروازہ دریائے ایلی کے کنارے پر ہے اور یہ وہ کنارہ ہے جو انسانی پہنچ سے دور ہے۔“

”خوب۔ تب پھر وہاں سبزیوں کی کاشت شروع کرا دو۔“

”میں خود بھی تم سے یہی مشورہ لینے کے لئے آنا چاہتا تھا۔ ہماری یہ شاخ بے حد کارآمد ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ اب ہمیں بہت جلد یہ کام بند کر کے نیا کام شروع کرنا ہے۔“

”اس سلسلے میں کوئی تفصیل معلوم ہو سکے گی؟“

”ہاں۔ ہمیں اب اپنے آدمیوں کو کاشت پر لگانا ہے۔ دوسرا کام ہتھیاروں کی تیاری کا ہے لیکن اس کے لئے لوہا جمع کرنا ہو گا۔“

”یقیناً۔“

”ان لوگوں کے کچھ اور مسائل تو نہیں ہیں؟“

”نہیں۔ حالانکہ جب انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو اس پر جنس کی بھوک سوار ہوتی ہے۔ ان میں سے چند نے سر ابھارا تھا لیکن ان کے سرداروں نے ان کے دماغ درست کر دیئے۔ انہوں نے انہیں وہ قید خانے یاد دلائے جہاں وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار تھے

انہوں نے ان سے یہ بھی کہاہے کہ وہ انتظار کریں اور اس وقت کے لئے خود کو تیار کریں جب وہ آزادانہ عورتوں میں جاسکیں گے!"

"ہوں!" میں نے گردن ہلائی۔ "بات ٹھیک ہے۔ بہرحال نوماس اب میں باہر جارہا ہوں!"

"باہر کہاں؟"

"میری مراد ہے ان علاقوں سے باہر۔ مجھے دوسرے مسائل کی طرف بھی نگاہ دوڑانی ہے"

"کون سے مسائل؟"

"لوہے کی تلاش۔ اس کے علاوہ یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ امینوس میرے خلاف کیا کر رہاہے؟ چنانچہ میرے دوست۔ غاروں کے معاملات میں آج سے تمہارے سپرد کر رہا ہوں!"

"میں خوشی سے یہ ذمہ داری سنبھالنے کو تیار ہوں، لیکن تمہارے بغیر بہت سی مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں!"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"بس میں الجھا رہوں گا۔"

"نہیں نوماس۔ تمہیں پوری ذمہ داری سے سارے کام کرنا ہوں گے!"

"اور اگر تم کسی الجھن میں پھنس گئے؟"

"میرے معاملے میں تم بے فکر رہو۔ میں آسانی سے ان لوگوں کے نرغے میں نہیں آؤں گا!" میں نے جواب دیا۔

"جیسی تمہاری مرضی!" نوماس نے کہا۔ اور پھر میں اسے بہت سی ہدایات دیتا رہا۔ جنہیں نوماس نے ذہن نشین کر لیا تھا۔ پھر میں نے مشیروں کو بلا کر نوماس کی نامزدگی کے بارے میں اطلاع دی اور اس کے بعد غاروں سے نکل آیا۔

بڑا ہی کامیاب تھا پرونیسر میں اپنے معاملات میں۔ یعنی میں ایسا کر رہا تھا جو میری سرشت کہہ رہی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ارضاس کی وادی کہاں ہے اور بربط نواز کون تھا۔ حالانکہ اگر میرے ہاتھ میں بربط آجاتا تو میری انگلیاں اس سے ناآشنا ہوتیں۔ لیکن۔ میں کسی طور سے اس کردار کی گرفت میں نہیں تھا۔ یوں بڑی آسانیاں مل گئی تھیں مجھے اور میں من مانی کرسکتا تھا۔

طویل تر فاصلہ میں نے گھوڑے کی پشت پر طے کیا اور پھر ایک درّے سے گزر رہا تھا کہ مجھے ایک خالی گھوڑا نظر آیا جس کی پشت پر زین کسی ہوئی تھی اور وہ ایک انسانی بدن کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اپنے گھوڑے کا رخ اس کی طرف کر دیا۔ تب میں نے ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جس کے دونوں بازو شدید زخمی تھے اور وہ شاید موت کی طرف گامزن تھا۔ وہ کون اور کیا ہے یہ دیکھنا تو بعد کی بات تھی اس وقت تو اسے کسی کی امداد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے اس کے حلق میں پانی ٹپکایا اس کا پورا بدن بخار سے تپ رہا تھا۔ میں نے اس کے بازوؤں کے زخم دیکھے یوں لگتا تھا جیسے انہیں کسی نے چبایا ہو۔ اور تو کوئی چیز میرے پاس نہیں تھی۔ البتہ میں نے سبز گھاس توڑ کر اس کے بازوؤں پر رکھی اور پھر بازو مضبوطی سے کپڑے سے کس دیئے۔ اس کے بعد میں نے اسے اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالا اور اس کے گھوڑے کی لگامیں اپنے گھوڑے سے باندھ لیں۔ اور پھر میں اسے لے کر بستی کی تلاش میں چل پڑا راستے میں اسے دو تین بار ہوش آیا اور اس نے پانی مانگا لیکن پانی پی کر وہ پھر بے ہوش ہو جاتا تھا۔

پھر مجھے ایک بستی نظر آئی اور بستی میں داخل ہو کر میں نے کوشش کی کہ اس کے لئے کسی دوا کا انتظام کروں اور مجھے ایک ایسا مدبّر مل گیا جو اس کے زخموں کا علاج کرسکتا۔ چنانچہ میں لوگوں سے پتہ پوچھ کر اس مدبّر کے گھر پہنچ گیا۔

بوڑھے حکیم نے فوری طور پر نوجوان کے زخموں کا علاج شروع کر دیا اور یہ علاج بھی عجیب تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو میں بوڑھے پر بگڑ گیا۔ بوڑھے نے نوجوان کے زخموں پر شراب ڈال کر ان میں آگ لگا دی تھی اور نوجوان اس قدر زخمی ہونے کے باوجود جس طرح زمین پر لوٹنے لگا اس پر مجھے بے حد ترس آیا تھا۔

"او پاگل بوڑھے۔ یہ تُو نے کیا کیا۔"

"علاج" بوڑھا سکون سے بولا۔

"تجھے۔ تجھے اس سے کیا دشمنی تھی؟"

"اس سے نہیں۔ لیکن اس کے زخموں سے ضرور تھی۔ میں دیکھتا ہوں اس کے بازوؤں پر یہ زخم کس طرح رہتے ہیں۔"

"اور اگر یہ مر گیا تو۔ ؟" میں نے کہا، بوڑھے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنا پیش قبض نکال کر مجھے دے دیا اور بولا۔

"تو تم اس سے میری گردن کاٹ دینا۔ میں اپنے اہلِ خاندان کو بلوا لیتا ہوں۔ اور ان سے کہے دیتا ہوں کہ میں نے شرط لگائی ہے اور پھر میرے منع کرنے کے باوجود اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے اہلِ خاندان مسکرانے لگے تھے۔ لیکن بوڑھے کا کہنا درست نکلا۔ اس نے بعد میں نوجوان کے زخموں پر مرہم لگایا تھا۔ اور نوجوان حیرت انگیز طور پر پُرسکون ہو گیا تھا۔

پھر بہت مختصر وقت میں نوجوان کی حالت سنبھلنے لگی۔ میں اکثر اس کے پاس رہتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار نظر آتے تھے۔ اور پھر وہ بولنے لگا پہلی بار اس نے میرے لئے شکریہ کے الفاظ ادا کئے تھے۔

"تم نے میرے لئے جو کچھ کیا ہے میں اسے زندگی بھر نہیں بھولوں گا!"

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"گو میں شدید زخمی تھا لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ میری ذہنی قوت عام لوگوں سے بہت زیادہ ہے اور میں سخت ترین حالات میں بھی اپنی ذہنی قوت نہیں کھوتا!"

"اس کا کیا مطلب ہے؟"

"مجھے زخمی ہونے کے وقت سے بعد کے حالات بھی معلوم ہیں اور میں جانتا ہوں کہ تم نے کس ہمدردی سے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے!"

"اگر تمہاری جگہ میں زخمی ہوتا تو کیا تم یہی سلوک میرے ساتھ نہ کرتے؟"

"یقیناً کرتا!"

"چنانچہ یہاں شکر گزار ہونے کا سوال ختم۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس رابطے سے اچھے دوست بن جائیں!"

"یہ تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں!" اس نے کہا۔

"لیکن میں اس طرح تم سے ہاتھ نہیں ملا سکتا!"

"کیوں؟" وہ تعجب سے بولا۔

"میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ ممکن ہے ہم کسی طرح ایک دوسرے کے دشمن نکل آئیں اس کے بعد ہماری دوستی کا کیا ہوگا؟"

"اوہ۔ بھلا ہماری کیا دشمنی ہوسکتی ہے" وہ مسکرا کر بولا۔

"لیکن میری بات بھی غیر حقیقی نہیں ہے!"

"چلو ٹھیک ہے، پھر بتاؤ تمہیں کیا کرنا چاہیے" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"دو میں سے ایک بات۔ یا تو یہ کہ ہم دوستی کا تصور ذہن سے نکال دیں یا پھر یہ بات طے کرلیں کہ خواہ بعد میں کچھ بھی ہو لیکن ایک دوسرے کی دوستی اور مفاد کو نہیں چھوڑیں گے"

"میں ایک تیسری ترکیب بھی بتا سکتا ہوں!" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کیا!" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہ پہلے ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں اس کے بعد ہم دوستی کا آغاز کریں!"

"اس میں ایک قباحت ہے میری نگاہ میں!" میں نے جواب دیا۔

"وہ کیا۔ ؟"

"وہ یہ کہ اس طرح ہم ایک مشروط دوستی کریں گے اور اس دوستی میں کوئی بے لوث جذبہ نہ ہوگا!"

"ہاں یہ تو درست ہے!" اس نے جواب دیا۔

"بس تو بہتر یہی ہے کہ میں نے تمہاری تھوڑی سی مدد کر دی۔ تم نے اس کا شکریہ ادا کر دیا۔ بات ختم ہوگئی، ہم کیوں دوستی کے جھگڑے میں پڑیں"

"میرا خیال ہے کہ اس انداز سے تم مجھے نظر انداز کرنا چاہتے ہو۔ بہر صورت میرے محسن میں اس بات کو ذہن میں رکھوں گا کہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے اور کوشش کروں گا کہ کبھی یہ احسان سر سے اتار دوں، باقی رہی دوسری بات تو میں ہر شرط سے آزاد ہو کر تم سے دوستی کرنا چاہتا تھا۔ یعنی اس شرط پر بھی ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنے بارے میں بتائے بغیر ایک دوسرے کی دوستی قبول کرلیں۔"

"ہاں میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے"

"تب ٹھیک ہے۔ ہاتھ ملاؤ۔ ہم کچھ بھی ہوں، لیکن ایک دوسرے کے دوست رہیں گے"

اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور پھر میں نے بھی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

"میرا نام راتموہے" میں نے اسے اپنے نام میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے بتایا۔

"اور میرا نام ارغماز ہے۔ میں امینوس کے خفیہ محکمے سے تعلق رکھتا ہوں!" اس نے کہا۔ اور میرے بدن میں ایک لمحے کے لئے گرم گرم لہریں سی اٹھنے لگیں۔ پُرلطف بات تھی کہ چند لمحات پہلے میں جو کچھ کہہ رہا تھا وہی سب کچھ نکلا یعنی وہ شخص سو فیصدی میرا دشمن تھا۔ لیکن پروفیسر اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ اس دوستی کو ذہن میں رکھ کر اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیتا۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور میں ایک آوارہ گرد ہوں!"

"آوارہ گرد سے تمہاری کیا مراد ہے!"

"ایک سیاح ہوں جو زمین کے کونے کونے کو چھانتا پھر رہا ہے۔ یہاں وہاں ہر جگہ۔ ہر شہر میں۔ ہر بستی میں۔ میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے اور بعض اوقات اس بے مقصد زندگی میں ننھے ننھے اور خوبصورت سے پھول نکل آتے ہیں۔ ایسے پھول جن سے روح کو فرحت ہوتی ہے۔ اب جیسے تم۔ یہ قطعی اتفاق تھا کہ میں اس وقت وہاں سے چلا آرہا تھا اگر میں نہ آتا اور تم زخموں سے دم توڑ دیتے تو مجھے بے حد افسوس ہوتا، بشرطیکہ مجھے معلوم ہو جاتا اور اگر میری نادانی سے کسی شخص کی جان جاتی تو یہ بے حد ظالمانہ بات ہوتی!" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے ہی کسی کام آگیا!"

"لیکن تم نے یہ عجیب بات بتائی کہ تم صرف ایک آوارہ گرد ہو، اور تمہارا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ زمین کی سیاحت کرو"

"ہاں۔ لیکن اس میں عجیب بات کیا ہے؟"

"یونہی کہہ رہا تھا۔ اس طرح تو ہماری دوستی کو اور جِلا مل سکتی ہے"

"وہ کس طرح؟"

"میں تم سے اپنے ساتھ چلنے اور کچھ عرصہ قیام کی درخواست بھی کرسکتا ہوں!"

"اوہ۔ ہاں یہ آسانی ہے۔ لیکن اس طرح مجھے یہ احساس ہوگا کہ تم میرے اس چھوٹے سے احسان کی قیمت ادا کرنا چاہتے ہو!"

"جب تم نے احسان کا لفظ ہی درمیان سے اُڑا دیا تو پھر قیمت کیسی

"ہاں میں بھول گیا تھا"

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہم چلیں۔ ہمارا قیام ٹرگش میں ہوگا۔"

"تم ٹرگش میں رہتے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایبنوس کے خفیہ محکمے کا سربراہ ہوں۔ اور اس کے اہم ترین کام کرتا ہوں۔"

"خفیہ محکمے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"ایبنوس کے دشمنوں پر نگاہ رکھنے کے لئے ایک محکمہ بنایا گیا ہے ہم لوگ بعض اوقات ان دشمنوں کو گرفتار کر کے ایبنوس کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور بعض اوقات کچھ ایسے دشمن بھی ہوتے ہیں جنہیں کوئی باقاعدہ سزا نہیں دی جاتی بلکہ خاموشی سے ختم کر دیا جاتا ہے۔"

"خوب۔ اور تم اس کے سربراہ ہو۔؟"

"ہاں" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تب تو تم بے حد خطرناک آدمی قرار پاتے۔"

"لیکن صرف دشمنوں کے لئے۔ دوستوں کے لئے نہیں" اس نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "تو کیا میں تیاریاں کروں۔؟"

"کیا تم سفر کے قابل ہو؟"

"تم جیسا مضبوط انسان ساتھ ہو تو سفر مشکل نہیں ہوگا۔ اچھا ہے گھر پہنچ جاؤں آرام کروں گا۔ یوں بھی ایک طویل سفر کیا ہے۔"

"میں ہر طرح حاضر ہوں، سفر گھوڑے پر کروگے؟"

"ہاں اگر میں چاہوں تو ٹرگش سے میرے لئے رتھ آسکتا ہے۔ لیکن میں اتنا بزدل بھی نہیں ہوں" اس نے اور میں نے گردن ہلادی۔

کچھ عرصے کے بعد ہم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے۔ میں بھی اس کی معیت سے خوش تھا۔ ارغماز کے زخم کافی حد تک ٹھیک ہو چکے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ ان زخموں پر پٹیاں کسے ہوئے تھا۔ اور خاصا چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ گھوڑے کی لگاموں کو ہاتھوں میں پکڑ کر وہ خاصا تیز گھوڑا بھگا سکتا تھا۔ میں نے اس شخص میں بے پناہ صلاحیتیں پائی تھیں اس وجہ سے وہ مجھے پسند بھی آیا تھا۔

لیکن اس کے باوجود اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ اس شخص کا بھی ہرکارہ ہے جس کے خلاف میں ایک عظیم الشان بغاوت کے منصوبے بنا رہا ہوں۔ البتہ وہ کسی مہم پر نکلا تھا اور اس کے بازوؤں کی یہ کیفیت کیونکر ہوئی تھی۔ یہ ساری باتیں ابھی صیغۂ راز میں تھیں۔ دورانِ سفر جب ہم نے ایک جگہ قیام کیا تو میں نے اس سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

"تمہارے بازوؤں پر یہ زخم کیسے ہیں ارغماز۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی جانور نے انہیں چبا ڈالا ہو۔"

"ہاں بڑی خوفناک داستان ہے رائمو۔"

"تو کیا تم یہ داستان اپنے دوست کو سنانا پسند نہیں کروگے؟"

"ہاں، کیوں نہیں ضرور۔ یوں سمجھو کہ نجانے زندگی نے مجھے یہ موقع کیوں عطا کیا۔ تم نے ڈیگرو تو دیکھے ہوں گے۔"

"نہیں۔"

"اوہ۔ خیر ان کے بارے میں میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ ڈیگرو انسانی بدن کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک آدھ جانور کہیں نظر آجائے تو وہ انسان کو دیکھ کر بھاگ بھی جاتا ہے۔ لیکن اگر ان کا کوئی غول تنہا انسان پر آپڑے تو یوں سمجھو کہ اس کے بعد زندگی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ تو میرے گھوڑے نے میری جان بچادی تھی۔"

"اوہو۔ یہ ڈیگرو کونسا جانور ہوتا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"تم ڈیگرو سے واقف نہیں ہو۔ عجیب سی بات ہے لیکن ہو سکتا ہے تمہیں کبھی واسطہ نہ پڑا ہو۔"

"ہاں یہی بات ہے دوست۔ میں نے کبھی ڈیگرو کو نہیں دیکھا۔"

"خیر بڑا موذی جانور ہے یہ۔ ہوا یہ تھا کہ میں ایک بار ڈیگروؤں کے غول میں جا پھنسا۔ تنہا تھا اس لئے وہ مجھ پر دوڑ پڑے۔ انہوں نے میرے گھوڑے کی ٹانگ زخمی کردی، گھوڑا بدکا تو میں گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور اتفاق کی بات یہ تھی کہ گھوڑے نے سامنے کی طرف دوڑ لگادی تھی۔

اور اچھا ہی ہوا اگر وہ نہ دوڑتا تو تمام ڈیگروز مجھ پر پل پڑتے لیکن وہ سب یہ سمجھے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اس لئے وہ گھوڑے کے پیچھے بھاگے دو ڈیگرو رہ گئے تھے انہوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے بازوؤں کو چبا ڈالا بہرصورت کافی دیر کے بعد میں انہیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن جو زخم انہوں نے لگائے تھے وہ رنگ لائے۔ میں نے بمشکل تمام گھوڑے کو پایا۔ لیکن پھر زیادہ برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہوگیا۔"

"اوہ۔ لیکن تم ان جنگلات میں کیوں بھٹک رہے تھے؟"

"ایبنوس نے ایک خدمت میرے سپرد کی ہے۔ چند خطرناک لوگوں نے تحت الثریٰ کی اس سرزمین پر وہ کچھ شروع کیا ہے جو یہاں کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔"

"یعنی۔؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"لوٹ مار، قتل و غارت گری۔ انہوں نے وحشت اور درندگی کی وہ اعلیٰ مثال پیش کی ہے کہ ایبنوس جیسا وحشی صفت بھی گھبرا گیا ہے۔"

"کون لوگ ہیں وہ؟"

"ایبنوس کے دشمن۔ یوں تو ایبنوس کے بےشمار دشمن ہیں۔ لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو اس کے قیدی تھے اور اس کے لئے دل میں بے پناہ نفرت رکھتے ہیں۔"

"قیدی تھے۔ تو کیا وہ فرار ہوگئے؟"

"ہاں۔ وہ محافظوں کو ہلاک کر کے نکل بھاگے۔"

"اوہ۔ کتنی تعداد ہے ان کی؟"

"ہزاروں۔ اور وہ یکجا ہوگئے ہیں ورنہ اتنے مضبوط نہ ہوتے۔"

"لیکن وہ کہاں پوشیدہ ہیں؟"

"یہی تو پتہ نہیں چل سکا۔ اور ہمارے محکمے کو اسی کام پر مامور کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک پتہ نہیں چل سکا کہ اتنی بڑی تعداد کہاں روپوش ہے۔"

"تعجب کی بات ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں کوئی پتہ چلا سکے؟"

"نہیں۔"

"بہرحال دلچسپ کام ہے۔ میرے شوق کے مطابق۔ تم ٹھیک ہو کر جب دوبارہ اپنی مہم پر نکلو تو مجھے ضرور ساتھ رکھنا میں تمہاری مدد کروں گا"

"شوق سے۔ ویسے کیا تمہیں فنونِ سپہ گری سے دلچسپی ہے۔"

"بہت زیادہ۔"

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایبنوس کی سپاہ میں کوئی مقام دلوا سکتا ہوں۔"

"کیا ایبنوس تک تمہاری اس حد تک پہنچ ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میں کسی ضرورت سے اس تک جا سکتا ہوں۔"

"خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ تم اعلیٰ منصب پر فائز ہو۔ میں ملازمت کا شوقین نہیں ہوں کافی مضبوط آدمی ہوں اور جب چاہتا ہوں محنت کر کے اپنے لئے اشیائے زندگی مہیا کرسکتا ہوں۔ لیکن مجھے اس حیرت انگیز شہنشاہ کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"اوہ۔ ہاں دور دراز کے لوگوں نے اس حکمراں بن مانس کو کبھی نہیں دیکھا۔" ارغماز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارغماز۔ تم اس کا نام ادب سے نہیں لے رہے۔"

"اس وقت یہاں کون ہے؟"

"لیکن میں نے سنا ہے اس کا جادو ہر جگہ موجود رہتا ہے اور اس کی قوتیں اس کے خلاف ہونے والی برائیوں کی نگراں ہوتی ہیں۔"

"تم صرف سنی سنائی باتوں کو دہرا رہے ہو، حالانکہ حقیقت اتنی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ایبنوس کی حکومت اس وقت تک چل رہی ہے جب تک بڑی فون کا باپ ایپی ٹس زندہ ہے۔ ایپی ٹس ختم ہوجائے تو پھر تماشا دیکھنے کے قابل ہے!"

"کیوں؟" میں نے تحیر کا اظہار کیا۔

"ایبنوس کی حرکات کے پیچھے ایپی ٹس کی زبان ہوتی ہے۔ یہ شخص حکومت چھوڑنے کے بعد بھی اسے نہیں چھوڑ سکا۔ اور اب اس جانور کی آڑ میں خود حکومت کر رہا ہے۔"

"اوہ۔ ارغماز۔ تم یہ باتیں اتنے سکون سے کہہ رہے ہو۔"

"کیوں؟ اس میں کیا حرج ہے؟"

"اگر ان لوگوں کو پتہ چل جائے؟"

"تم میرے دوست ہو کیا میرے ان خیالات کا تذکرہ تم کسی سے کروگے" رہ گئی ایبنوس کے جادو کی بات تو اگر اس کا جادو سچا ہوتا تو وہ اپنے دشمنوں کا کھوج نہیں لگا سکتا تھا؟"

"ہوں" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "بات تو درست ہے" اور ہم خاموش ہوگئے۔ اب اسے بھی اتفاق ہی کہا جائے تو مناسب ہوگا کہ میرے ہاتھ ایک ایسا شخص لگ گیا تھا جو میری بیشتر مشکلات کا حل تھا۔ ایبنوس کے بارے میں یہ سن کر مجھے سخت تعجب ہوا تھا لیکن مجھے اس بات کو چھپانا پڑا۔

"میرے گھر کے لوگ تمہاری بہت عزت کریں گے۔ خاص طور سے میری ماں کو جب معلوم ہوگا کہ تم نے کس طرح میری مدد کی ہے تو وہ تمہیں مجھ سے کم نہ چاہے گی۔"

"تمہارے دوسرے رشتہ دار بھی ہوں گے؟"

"ہاں گھر میں ماں ہے، ایک بہن ہے اور باپ۔ باقی دوسرے عزیز بہت سے ہیں۔ شاید ہم ٹرگش پہنچ رہے ہیں" اس نے کہا اور میں بھی دور سے ایک خوبصورت شہر کے آثار دیکھنے لگا۔ ایبنوس کا شہر ٹرگش۔

ٹرگش

ایک عظیم شہر جو بے پناہ خوبصورت تھا۔ اس وقت کا پایۂ تخت یہ شہر نہیں تھا جب میں ایپی لی کی حیثیت سے ایپی لٹس کے مقابلہ پر آیا تھا یہ پایۂ تخت پہلے پایۂ تخت سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔ بہر حال میرا دوست ارغماز مجھے لے کر اپنے گھر آ گیا۔

طویل ترین مکان جو کافی خوبصورت بنا ہوا تھا لیکن افرادِ خانہ بہت مختصر تھے۔ ایک بوڑھی لیکن خوبصورت عورت اور ایک مرد نے ہمارا استقبال کیا لیکن ارغماز کو زخمی دیکھ کر وہ دونوں فکرمند ہو گئے تھے وہ تیزی سے اس کے نزدیک پہنچ گئے اور متفکرانہ لہجے میں بولے:

"آہ ارغماز۔ میرے بیٹے میرے بچے۔ تیرے بازوؤں پر یہ پٹیاں کیسے بندھی ہوئی ہیں؟" بوڑھی عورت نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں بس زخمی ہو گیا تھا مادرِ مہربان! اور میرے دوست رائنو نے ایسے وقت میں میری مدد اور خدمت کی کہ میں اگر آپ کو مجسم نظر آ رہا ہوں تو یہ بات رائنو کی مرہونِ منت ہے۔"

"آہ۔ ہوا کیا تھا۔ کیا ہوا تھا۔" بوڑھی عورت خاصی متفکر اور ملول نظر آ رہی تھی۔

"بس جنگل کے وحشی جانوروں نے حملہ کیا تھا اور میں ان کا شکار ہو گیا۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"اب کیسے ہو؟" بوڑھے مرد نے اسے سہارا دیتے ہوئے پوچھا۔

"رائنو کی تیمارداری نے مجھے وقت سے کہیں پہلے صحت یاب کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے پہلے آپ اس سے ملیں اور اس کے لیے کسی مناسب قیام گاہ کا بندوبست کریں۔ میرا دوست کچھ عرصہ میرے ساتھ قیام کرے گا۔"

"یقیناً۔" بوڑھے مرد نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ "میں تم سے احسان مندی کے مخصوص الفاظ نہیں کہوں گا یوں سمجھو تم نے اپنے بھائی کی مدد کی ہے اور جب میرا بیٹا ارغماز تمہارا بھائی ہے تو پھر تم بھی میرے بیٹے ہو۔ چنانچہ والدین اور اولاد کے درمیان تکلف کے رشتے نہیں ہوتے، آؤ یہ پورا گھر تمہارا ہے، جو سکون کی جگہ نظر آئے اسے اپنا لو۔"

بوڑھے کے لہجے میں بے پناہ اپنائیت اور خلوص تھا۔ میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تب ہم اندر داخل ہو گئے اور اسی وقت ارغماز نے آہستہ سے پوچھا "شائنہ کہاں ہے؟"

"وہ۔ وہ اندر ہے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"کیا حال ہے اس کا؟"

"حسبِ معمول۔ میں تو اس لڑکی سے خوفزدہ رہنے لگا ہوں۔"

"کیوں؟"

"بس حسبِ معمول وہی احمقانہ باتیں ہمیشہ شہنشاہ کی مخالفت کرتی رہتی ہے۔ مجھے تو خطرہ ہے کہ کسی دن وہ کسی جنجال میں نہ پھنس جائے یا ہم سب کو کسی مصیبت میں نہ پھنسا دے۔"

"ہاں یہ مناسب نہیں ہے بابا۔ اسے علم ہے کہ اس کا بھائی سرکاری ملازم ہے اور شاہ کا معتمدِ خاص۔ مجھے آزمائش میں نہ ڈالا جائے تو بہتر ہے۔"

"میں نے محبت کرنے والے بھائی کی بات سنی لیکن یہ تو فرض سے غداری ہے کہ اپنے شاہ کا خادم اور معتمدِ خاص کسی سے اس کے بارے میں بری باتیں سنے اور اسے نظر انداز کر دے کہ وہ اس کی بہن ہے۔"

عقب سے ایک آواز ابھری اور میری نگاہیں اس طرف گھوم گئیں تب میں نے گھوم کر دیکھا۔ ایک شعلہ سراپا میرے سامنے کھڑی تھی۔ حسین قد و قامت، پُر تمکنت چہرہ جس پر ارغماز کے نقوش ملتے تھے لیکن لڑکی ہونے کے ناطے وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات زیادہ خوشگوار نہیں تھے۔

"او شائنہ! کیسی ہو۔ دیکھو میں زخمی ہو گیا ہوں۔" ارغماز جلدی سے بولا۔

"دیوتاؤں کا خدا تمہیں صحت دے۔ لیکن کیسی انوکھی بات ہے کہ تم ابھی میری مخالفت میں بول رہے تھے اور ابھی تم نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔" لڑکی کے لہجے میں طنز تھا۔

"ہمارے مہمان رائنو سے ملو۔" ارغماز نے پھر بات برابر کرنے کی کوشش کی اور لڑکی نے میری طرف دیکھ کر گردن جھکا دی۔

"او شائنہ! مہمان کی خدمت کرو۔ انہوں نے میری جان بچائی ہے۔"

"میں اس کی شکر گزار ہوں کہ اس نے میرے بھائی کی مدد کی لیکن تم موضوع سے کیوں ہٹ گئے؟"

"شائنہ! کیا مہمان کے سامنے ایسی گفتگو مناسب ہوتی ہے؟" ارغماز کے لہجے میں بالآخر تلخی آ گئی۔

"میرا تذکرہ بھی شاید مہمانوں کے سامنے ہی ہوا تھا۔"

"تم آج بھی اپنے ارادے پر اٹل ہو۔" ارغماز کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"فیصلے آن کی آن میں نہیں کیے جاتے اور جو لوگ جذباتی فیصلے کرتے ہیں وہ مخلص نہیں ہوتے۔"

"تو پھر جاؤ۔ پہاڑوں میں بھٹکتی پھرو۔ ان سرپھروں کو تلاش کرو جو ایب نوس کے باغی ہیں اور ان میں شامل ہو جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔ میں پہاڑوں میں چھپ کر نہیں موقع ملنے پر سامنے سے وار کروں گی۔ ہاں۔ اگر ان باغیوں نے کبھی میری مدد کی تو میں اپنی زندگی ان کے لیے وقف کر دوں گی۔" لڑکی پُر اعتماد لہجے میں بولی اور میرے کان کھڑے ہو گئے۔

"تم لوگوں میں تو ازلی بیر ہے۔ شائنہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا بھائی زخمی ہے۔ بجائے اس کے کہ تم اس سے اس کے زخموں کی تفصیل پوچھو تم اس سے لڑنے لگیں۔ کیا یہ مناسب بات ہے۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے مادرِ مہربان۔ میں اپنے بھائی ارغماز کو اپنی زندگی دے سکتی ہوں لیکن اپنے نظریات نہیں۔"

"تو اندر چلو، بیٹھو تو سہی۔ بیٹھ کر گفتگو کرو۔" بوڑھے نے کہا۔

"ہاں اس بداخلاقی کے لیے معافی کی خواستگار ہوں۔" لڑکی نے کہا۔ اور سب اندر آ گئے۔ ارغماز کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"ہمارے درمیان کونسا نظریاتی اختلاف ہے؟" نوجوان ارغماز نے پوچھا۔

"بنیادی۔ میں تو اپنے بھائی ہونے کی حیثیت سے یہ چاہتی تھی کہ تم ایب نوس کے باغیوں میں شامل ہوتے اور اس کی سرکوبی کے لیے کام کرتے اس کے برعکس تم اس کے وفاداروں میں ہو۔"

"ایب نوس سے تمہیں کیا اختلاف ہے؟"

"وہی جو ہر محبِ وطن کو ہو سکتا ہے۔ وہ جانور ہے، جنگلوں میں سینہ کوبی کرنے والا ایک گوریلا اور تم اب اس جانور کے غلام ہو۔ کیا یہ انسانی پستی اس کی ذات کی توہین نہیں ہے کہ وہ ایک جانور کا تابع ہو گیا ہے۔" لڑکی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"لیکن وہ ایپی لٹس کا نواسہ ہے اور پرسی فون کا بیٹا۔ وہ اس تخت کا جائز حقدار ہے اور تحت الثریٰ کے قانون کے مطابق بارہا خود کو اس کا اہل ثابت کر چکا ہے۔"

"یہ انسان کے خلاف ایک سازش ہے۔"

"آخر کیوں؟" ارغماز نے پوچھا۔

"اسے ایک انسان نے اپنے چھینے ہوئے وقار کی بحالی کے لیے تربیت دی ہے۔ وہ جنگ کر سکتا ہے سوچ نہیں سکتا۔ بول نہیں سکتا اس کی آواز میں کوئی اور بولتا ہے۔"

"اور تمہاری یہ معلومات ہمارے خاندان کی تباہی ہے۔" ارغماز نے کہا "بس یہی بنیادی اختلاف ہے مجھے تم سے۔ میں چاہتی ہوں انسان اگر برا ہو تو اپنی برائیوں سے مخلص ہو۔ اچھا ہو تو ہر برائی کے خلاف آواز اٹھائے اس میں کوئی ایک صفت ہونی چاہیے۔ تمہاری طرح خاندان کی زندگی کے خوف سے حق گوئی سے انحراف نہیں۔" شائنہ نے کہا اور ارغماز غصے سے تلملانے لگا۔

"اب بتاؤ۔ اب بتاؤ یار! کب تک اس سرپھری لڑکی کی حفاظت کرتے رہیں گے۔" اس نے کہا۔

"افسوس۔ تم لوگوں نے بلاوجہ خود کو محافظ سمجھ رکھا ہے میں کسی کی پناہ میں نہیں ہوں خود مختار ہوں اور وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"اگر یہ خیالات ایب نوس کو۔" ارغماز نے کہنا چاہا لیکن شائنہ نے درمیان سے اس کی بات کاٹ دی۔

"ایب نوس کو نہیں۔ اس کا نام لو۔"

"شائنہ۔" اس بوڑھے آدمی نے سرزنش کی۔

"میں منافقت کی زندگی نہیں بسر کر سکتی۔" لڑکی نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ کمرے میں خاموشی ہو گئی۔ سب کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ بوڑھی عورت اور مرد کبھی کبھی خوفزدہ نگاہوں سے میری شکل دیکھ لیتے تھے۔ تب میں نے کہا۔

"آپ لوگ میری موجودگی کو محسوس نہ کریں۔ ارغماز جانتا ہے کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور تحت الثریٰ کی حکومت اور اس کے مسائل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"وہ شدت پسند ہے اور خواہ مخواہ اس کے ذہن میں ایب نوس کے خلاف نفرت بیٹھ گئی ہے۔" بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور یہ نفرت بالآخر ایک دن ہمارے خاندان کو تباہ کر دے گی۔" ارغماز نے کہا۔

"میں کوشش کرتا ہوں کہ اسے باہر کے لوگوں میں نہ بیٹھنے دوں۔ اور اس کے خیالات دوسروں تک نہ پہنچنے دوں۔"

"آپ کب تک یہ کوشش کرتے رہیں گے بابا، اس کے ذہن کو آپ بدل نہیں سکتے۔"

"ہاں میں اس کے ذہن کو بدل نہیں سکتا۔"

"ٹھیک ہے پھر تباہی کا انتظار کریں۔" ارغماز نے کہا اور منہ بنا کر خاموش ہو گیا، پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "وقت کافی ہو گیا ہے رائنو! میرا خیال ہے تم آرام کر لو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جاؤں گا اپنی واپسی کی اطلاع دینا ہو گی۔"

میں نے پُر خلوص انداز میں گردن ہلا دی۔ گھر کے لوگوں نے بھی مجھے آرام کی اجازت دے دی اور شب بسری کیلئے ایک خوبصورت طور پر سجا ہوا کمرہ مخصوص کر دیا۔ میں نے ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور آرام کے لیے لیٹ گیا۔

تنہائی میں میرا ذہن لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا۔ میری ایک ساتھی اور ہمنوا تو یہیں مل گئی۔ لڑکی ضدی۔۔۔۔ اور شدت پسند بھی اس کے بشرے سے صاف اظہار ہوتا تھا۔ بہر حال اس سے گفتگو کی جا سکتی تھی اور ضرور اس کا موقع ملے گا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

اور پھر کافی دیر کے بعد میں جاگا۔ ارغماز واپس آ گیا تھا۔ کھانے پر اس سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ اب اس کا مزاج ٹھیک تھا۔ شائنہ بھی موجود تھی لیکن خاموش اس لیے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"اب کیا ارادہ ہے رائنو؟ اگر سفر کی تھکن دور ہو گئی ہو تو ٹرگش کی سیر کرو۔" ارغماز نے کہا۔

"ہاں۔ میں ٹرگش دیکھنے کا بے حد خواہش مند ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم نے کبھی ایب نوس کو دیکھا ہے؟" دفعتاً شائنہ نے پوچھا اس کے انداز میں ہلکا سا طنز تھا۔

سوال براہِ راست مجھ سے کیا گیا تھا۔ اس لیے میں نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میری جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

"نہیں، کبھی نہیں۔"

"کیوں، کیا تمہارا تعلق تحت الثریٰ سے نہیں ہے؟"

"ظاہر ہے یہیں سے ہے۔"

"کیا تم نے تقدیروں کا کوئی ایسا ملک دیکھا ہے جس کے بدن پر لمبے لمبے بال ہوں اور جو بول بھی نہ سکے۔"

"نہیں میں نے نہیں دیکھا۔"

"ژگش میں اگر دیکھو گے اپنے شہنشاہ کو ضرور دیکھنا تمہیں بے حد خوشی ہوگی۔"

"رائنو۔ تمہیں عورت کے پاگل پن سے واسطہ پڑا ہے کبھی؟" ارغماز نے تلملاتے ہوئے پوچھا اور اس بار میں نے اسے دیکھا۔

"میں نے عموماً زندگی جنگلوں اور آبادیوں سے دور گزاری ہے۔ اس لیے بہت سی چیزوں سے ناواقف ہوں۔"

"خوش نصیب ہو میرے دوست۔ رائنو اگر تم عورتوں کے درمیان رہتے تو اس کی حماقتیں تم سے تمہاری آدھی صلاحیتیں چھین لیتیں۔ یہ وہ مخلوق ہے جو سوچتی کم اور بولتی زیادہ ہے۔ اب میری بہن کو ہی لے لو۔ جسے خوبصورت شکل تو مل گئی ہے لیکن عقل اسے چھو کر بھی نہیں گئی اور وہ صرف طنزیہ لہجے میں گفتگو کرنا جانتی ہے۔"

"اور ژگش کے مرد صرف غلامی کے قائل ہیں۔" وہ نفرت سے بولی۔

"میں تمہیں آخری بار اطلاع دے رہا ہوں شانیہ کہ خود کو سنبھال لو۔ ورنہ میں ایک سرکاری فرض شناس کی حیثیت سے تمہیں گرفتار کرکے شہنشاہ ایب نوس کے سامنے پیش کردوں گا اور اس کے بعد ذمہ دار نہ ہوں گا۔"

"دل کی گہرائیوں سے اس بات کی خواہش مند ہوں اس طرح ممکن ہے یہاں کے بزدل بھائیوں کی غیرت جاگ اٹھے۔"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" ارغماز نے پوچھا۔

"شہنشاہ ایب نوس کا معتمدِ خاص اس بات سے ناواقف نہیں ہوگا کہ شاہ کو عورتوں سے بڑی رغبت ہے اور میری صورت خاصی دلکش ہے۔ شاہ مجھے سزا تو نہ دے گا لیکن میرے سفید بدن کی سرخ لکیریں تیرے لیے کافی دلکش ہوں گی۔"

"بات حد سے بڑھ گئی ہے شانیہ تو اتنی بیباک ہوگئی ہے، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میرا خیال ہے اب تجھے ہمیشہ کے لیے اس سلسلے میں اپنی زبان بند کر لینا چاہیے۔ آئندہ میں اس بارے میں کچھ نہ سنوں۔" بوڑھے نے دخل دیا۔

"صرف ایک بات کہہ دو بابا۔ میں خاموش ہو جاؤں گی۔"

"کیا؟" بوڑھے نے کہا۔

"میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"جھوٹ ہو یا سچ۔ تجھے کون اس کے پاس لے جا رہا ہے۔"

"لیکن میں جانا چاہتی ہوں۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میری سرزمین کی بہت سی لڑکیوں کے ساتھ یہی وحشیانہ سلوک ہوا ہے کیا صرف اس لیے کہ ان کا کوئی محافظ بھائی یا باپ نہیں ہے۔"

"ہوتا بھی تو کیا کر لیتا؟" بوڑھے نے کہا لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے لڑکی کے اس سوال نے اسے ذہنی اذیت پہنچائی ہے۔ وہ اس سے نگاہیں چرا رہا تھا۔

"اگر یہ بات ہے بابا تو پھر اس سرزمین کی ہر لڑکی اپنا تحفظ کھو بیٹھی ہے۔ میرا خیال ہے اس زمین سے رشتوں کا خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ نہ کوئی کسی کا باپ نہ کوئی کسی کا بھائی۔ یہ رشتے تحفظ کے غیرت کے رشتے ہوتے ہیں اگر یہ بات نہ ہو تو پھر ہر لڑکی آزاد۔ چنانچہ میں جو کہتی ہوں کرتی ہوں مجھے کرنے دیا جائے سوچ لیا جائے کہ شہنشاہ نے مجھے دیکھ لیا۔ اور آپ لوگ بے بس ہیں۔"

"شانیہ!" بوڑھا چیخ پڑا۔

"صرف کہہ دیں بابا کہ میں غلط کہہ رہی ہوں۔ آپ نہیں جانتے ایلا کے پورے بدن پر خراشیں تھیں اور ان خراشوں میں خون جما ہوا تھا۔ اس کے بدن سے جگہ جگہ بھورے بال چپکے ہوئے تھے۔"

"تو اسے بھول نہیں سکتی؟"

"بھول جاتی لیکن یہ بات ذہن سے نہیں نکلتی کہ میرا بھائی اس کا شریک کار ہے۔"

"ان معاملوں میں تو اس کا شریک نہیں ہوں۔" ارغماز چیخ پڑا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس کی درندگی کے مختلف شعبے ہیں ان میں سے ایک شعبہ تمہارے پاس ہے۔"

"میں کیا کروں بابا میں کیا کروں؟" ارغماز کے انداز میں ہیجان تھا۔

"میں تمہیں ایک اچھا مشورہ دوں میرے بھائی۔ یقین کرو تمہارے لیے اس سے عمدہ مشورہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"بتاؤ میں کیا کروں۔" ارغماز نے سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور شانیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے جا بیٹھی۔ اس نے اپنی گردن اونچی کرلی اور آنکھیں بند کرکے بولی:

"تمہارے پیش قبض کی دھار بہت تیز ہے اسے نکال کر میری گردن پر پھیر دو۔ جن لڑکیوں کے باپ اور بھائی زندہ ہیں انہیں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیے۔ اس میں ان کی نجات ہے۔ ورنہ پھر بیٹیاں کیا کریں۔ مجھے جواب دو میرے دلیر بھائی۔ ان بہنوں اور بیٹیوں کو کیا کرنا چاہیے؟"

"تیرا بھائی کیا کر سکتا ہے شانیہ۔ بول تیرا بھائی کیا کر سکتا ہے مجھے جواب دے۔" ارغماز جذباتی ہو گیا۔

"ارے شہنشاہ ایب نوس کے اہم لوگوں میں اتنے بزدل لوگ بھی ہیں تب تو لوگ خواہ مخواہ اس سے اتنا ڈرتے ہیں۔"

"جتنا چاہو ذلیل کر لو لیکن مجھے بتاؤ اگر تمہارے ذہن میں یہ خیالات ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"کیوں کر رہے ہو یہ سوال؟"

"میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ میں زخمی ہوگیا ہوں میں کہہ دوں گا کہ اب میں اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ تو کیا تم، تو کیا تم؟" شانیہ کی آنکھوں میں خوشی کی چمک لہرا گئی۔ وہ خوشی سے مسکرا پڑی تھی۔

"ہاں تو نے مجھے ذلیل کیا ہے۔" ارغماز نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"اب ساری بیٹیوں کو تحفظ مل جائے گا۔ اب شاید اس سرزمین کی تقدیر بدل جائے۔" شانیہ خوشی سے کہہ رہی تھی۔

"تو جو کہے میں وہی کروں گا۔ لیکن صرف تیرا بھائی تنہا اس کھیل کو ختم نہیں کر سکتا۔ میں کمزور ہوں۔"

"میرے بیشمار بھائی اس کے خلاف کھڑے ہو گئے ہیں۔ ان کا سہارا حاصل کرو۔ آج تک تم ان کی سرکوبی کے لیے انہیں تلاش کرتے رہے ہو۔ اب ان کے ساتھ شامل ہونے کے لیے انہیں تلاش کرو۔" شانیہ نے کہا۔ اور ارغماز سر جھکا کر غور کرنے لگا۔ پھر دفعتاً اس نے میری جانب دیکھا اور بولا:

"جیسا کہ تم نے کہا رائنو، تم صحرانوردی کرتے رہے ہو، کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو۔"

"مثلاً کیسی مدد؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی ایسا خیال ہے کہ وہ لوگ جو ایب نوس کے باغی ہیں کس علاقے میں ہو سکتے ہیں اور کیا تمہیں اس قسم کی باتوں سے واسطہ نہیں پڑا۔"

میں نے گہری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا، اگر میں چاہتا تو فوری طور پر انہیں اپنے بارے میں بتا سکتا تھا لیکن بہرصورت تھوڑا سا وقت تو ضرور درکار تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ارغماز شانیہ کی وجہ سے تو متاثر نہیں ہو گیا کیا وہ خلوص دل سے باغیوں کے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہے یا صرف وقتی طور پر اس کے ذہن میں یہ جذبہ جاگا ہے۔ اگر وہ باغیوں کا ساتھ دینے کو تیار ہے تو پھر اس کا باغیوں کو تلاش کرنا بے مقصد اور بے سود تھا کیونکہ اس کے لیے میں ہی کافی تھا۔

میں نے اس سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس سلسلہ میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ "تاہم اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ صحرانوردی کر سکتا ہوں۔"

"اوہ اگر تم میرے ساتھی بن جاؤ تو اس سے اچھی کیا بات ہے۔" ارغماز نے کہا۔

"لیکن میرے دوست میں تمہیں ایک اور عمدہ ترکیب بتا سکتا ہوں جو نہایت مناسب بھی ہوگی۔"

"کیا؟" سبھی میری جانب دیکھنے لگے۔

"تم جس طرح ایب نوس کے خصوصی محکمے کے آدمی ہو اور تمہارے سپرد ان لوگوں کی تلاش ہے تو کیوں نہ ایسا کرو کہ تم اسی حیثیت سے انہیں تلاش کرنے کے لیے سرکاری مراعات حاصل کرو۔ اور انہیں تلاش اپنے مقصد کے تحت کرو۔" میں نے کہا اور ارغماز خوشی سے اچھل پڑا۔

"ہاں ترکیب تو بے حد شاندار ہے بلاشبہ ایسا تو بآسانی ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر ایسا ہی کرو۔"

شانیہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن رائنو تعجب کی بات ہے کہ تم ذہنی طور پر نہ تو ان لوگوں کے خلاف معلوم ہوتے ہو جو بغاوت کرنے والے ہیں اور نہ ایب نوس کے جس وحشی درندے نے ہم سب کو تنگ کر رکھا ہے۔ گویا تم اپنے آپ کو اس طرح الگ ثابت کر رہے ہو جیسے تحت الثریٰ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔"

"دراصل نفرتیں وہاں جنم لیتی ہیں جہاں مسائل ہوتے ہیں اور حادثات پیش آتے رہتے ہیں جبکہ میں ان چیزوں سے بہت دور ہوں اور اس کی وجہ میرا اپنا شوق ہے۔ صحرانوردی کرتے کرتے میں اتنا بے حس ہو چکا ہوں کہ اب مجھے اپنی آبادیوں سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی ہے۔ بعض جانور میرے ہمنوا ہوتے ہیں اور جنگل میرے ہمراز۔ ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں کسی حد تک آبادیوں کے مسائل کو بھول چکا ہوں اس لیے ان سارے معاملات سے بے بہرہ ہوں۔"

"لیکن یہ تو اچھی بات نہیں ہے رائنو۔ تحت الثریٰ بالآخر تمہارا وطن ہے اور تمہیں اپنے وطن سے دلچسپی ہونی چاہیے۔"

"ہاں درست ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ ایب نوس کی ذات سے میرے وطن کے لوگوں کو کیا تکلیف ہے لیکن ارغماز کے کہنے سے میں اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"گویا تم میرے بھائی ارغماز کا ساتھ دینے کے لیے خوشی سے تیار ہو؟" شانیہ نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں اس کا ساتھ دینے کے لیے خوشی سے تیار ہوں۔" میں نے کہا اور شانیہ بہت خوش نظر آنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"اگر تم لوگ اس سرزمین کو ایک وحشی جانور سے نجات دلا دو تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ تمہارا عظیم کارنامہ ہوگا اور بے شمار انسانوں پر احسانِ عظیم۔ تمہیں نہیں معلوم کہ وہ وحشی درندہ انسانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے اور دکھ کی بات تو یہ ہے کہ انسان اسے صرف اس لیے قبول کیے ہوئے ہیں کہ اس نے ایک ایسی عورت کے پیٹ سے جنم لیا جو شہنشاہ کی بیٹی تھی۔"

ارغماز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور وہ تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے اٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر تفکرات کی لکیریں تھیں۔ میں اس کے ساتھ ہی تھا وہ میرا بازو پکڑے پکڑے اپنی خواب گاہ میں لے گیا۔

"بیٹھو رائنو!" اس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

ارغماز خاصا پریشان نظر آ رہا تھا اور میں اس کی صورت دیکھ رہا تھا تب اس نے گردن اٹھائی اور کہنے لگا۔

"کیسی عجیب بات ہے رائنو! کل تک میں ایب نوس کا وفادار تھا اور

میں نے یہ زخم بھی اسی لیے کھائے ہیں لیکن آج۔ آج میرے ذہن میں ایب نوس کے خلاف بغاوت جنم لے رہی ہے۔ رشتے کتنے مضبوط ہوتے ہیں اور انسان کس قدر سکڑ ورشا اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں ارغماز۔ انسان کو نہ رشتوں سے متاثر ہونا چاہیے اور نہ اپنی کمزوری اور طاقت سے۔ بات اگر حق گوئی کی ہو تو وہ صرف یہ فیصلہ کرے کہ وہ کون سے راستے کو بہتر سمجھتا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن کیا تم مجھے ابن الوقت کہو گے؟"

"کیوں؟"

"اس سے قبل بھی تم سے ایب نوس کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔"

"ہاں۔"

"تم نے میرے انداز میں کوئی خاص بات محسوس کی رائنو؟"

"مثلاً؟"

"کیا میں نے اس سے بہت زیادہ وفاداری اور التفات کا اظہار کیا ہے؟"

"نہیں۔ اس کے برعکس یہ بات تم نے پہلے بھی کبھی تھی کہ ایب نوس صرف بدن ہے ایک جانور کا بدن۔ اس کی زبان اپنی نہیں ہے۔"

"آہ۔ اتفاق سے تمہارے ساتھ یہ گفتگو ہو چکی ہے۔" ارغماز نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں لیکن اس سے مقصد؟"

"میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دلی طور پر میں بھی ایب نوس سے نفرت کرتا ہوں۔ مجھے اس کے طرزِ حکومت سے اختلاف ہے لیکن یہ میرے باپ کی کوششیں تھیں کہ میں اس عہدے پر پہنچ گیا۔ میرا کیا قصور تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"لیکن آج شانیہ کی باتوں نے میرے احساس کو جگا دیا ہے۔ سچ ہی تو کہا ہے اس نے۔ ایک جانور نسلِ انسانی کو کس بیدردی سے خراب کر رہا ہے کیا یہ مناسب ہے؟"

"قطعی نہیں۔"

"اسی لیے میں آج سے بالکل بدل گیا ہوں۔ میرے نظریات اس طرح بدل گئے ہیں کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"لیکن مجھے تمہاری اس بات سے اختلاف ہے۔" میں نے کہا اور ارغماز چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔

"کیا مطلب؟" اس نے پوچھا۔

"تم غور کرو ارغماز، کیا تم اتنی جلدی اپنے ذہن کو بدل سکتے ہو یا یہ صرف تمہارا کوئی جذباتی فیصلہ ہے۔"

"میں اتنا جذباتی نہیں ہوں۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمہارے باپ کی کوششوں نے تمہیں اس عہدے تک پہنچایا تھا؟"

"ہاں۔"

"گویا انہیں ایب نوس سے اختلاف نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں۔ بعد کے واقعات سے وہ بھی بہت نالاں ہیں۔ لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے۔ درحقیقت ایب نوس نے بڑے مظالم شروع کر دیے ہیں۔"

"ہوں۔ تو وہ تمہارے ہمنوا ہوں گے۔"

"ہاں پورے طور پر۔ اگر انہیں اختلاف ہوتا تو وہ اس میں مداخلت کرتے۔"

"اور اگر اس کوشش میں تمہارا خاندان مصائب کا شکار ہو گیا۔"

"میرے افرادِ خانہ بہت مختصر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی زندگی ختم ہو جائے تو دوسرے بے موت مر جائیں گے۔ چنانچہ اگر میری بہن اس طرح کام آگئی تو میرے ماں باپ اور خود میں بھی زندہ نہ رہ سکیں گے۔"

"تمہارا فیصلہ اٹل ہے؟"

"ہاں۔"

"تب پھر تمہارے لیے میرا ایک مشورہ ہے۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا اور ارغماز مجھے دیکھنے لگا۔

"میں محسوس کرتا ہوں میرے محسن کہ تم زیرک ہو۔ میں نے بھی بہر حال دنیا دیکھی ہے میں تمہارے مشورے چاہتا ہوں۔"

"تم ابھی ترگش سے باہر نہ جاؤ۔"

"اوہ، لیکن کیا میں تنہا اس کے خلاف کچھ کر سکتا ہوں۔"

"تم ایب نوس کی حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہو یا اسے اس کے عہدے سے معزول ہی کرنا چاہتے ہو یا اور کوئی خیال بھی تمہارے ذہن میں ہے۔"

"نہیں۔ میں بس یہی چاہتا ہوں۔"

"تو یہ کام تم بہتر طور پر محل میں رہ کر کر سکتے ہو۔"

"کس طرح؟"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ میں تمہیں مشورے دوں گا۔ وہ باغی جو پہاڑوں میں ہیں اور ایب نوس کے خلاف سرگرم عمل ہیں اتنی پہنچ نہیں رکھتے جتنی تم۔ تم مؤثر طور پر ایب نوس پر وار کر سکتے ہو۔"

"لیکن کس طرح؟"

"اس طرح کہ ایب نوس کی کمزوریاں تمہاری نگاہ کے سامنے رہیں گی تم محل میں رہ کر ان باغیوں کی مدد کر سکتے ہو۔"

"وہ کیسے؟"

"اس طرح کہ انہیں ایب نوس کی کارروائیوں سے مطلع کرتے رہو۔ تم اپنے محکمے کے ذریعے جو کام انجام دو اس میں ایب نوس کو ان راستوں سے بھٹکاتے رہو جن راستوں پر چل کر وہ باغیوں کی سرکوبی کرنے کا خواہش مند ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ لیکن باغیوں سے رابطہ۔ میرا مطلب ہے کہ ان سے رابطہ کس طرح قائم ہو گا۔ میں اس سلسلے میں انہیں مشورے یا رائے کیسے دے سکتا ہوں؟" ارغماز نے سوال کیا۔

"اس کے لیے بھی کوشش کر لی جائے گی اور یہ بعد کی بات ہے اگر میں اور تم مل کر یہ کوشش کریں تو بہر صورت یہ کام اتنا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کام میں آسانی کس طرح ہو گی۔ تم یقین کرو

میرے دوست میرے عزیز رائنو کہ میں ان کی تلاش میں کافی وقت ضائع کر چکا ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس وقت میرے نظریات دوسرے تھے اور اب دوسرے۔"

"کوئی بھی مشکل کام نہیں ہوتا ارغماز بشرطیکہ اس کے لیے مخلصانہ کوشش کی جائے۔ تمہارے نظریات بدلے ہوئے ہیں اور یہ نظریات کسی دوسرے جذبے کے حامل ہیں۔ بہر صورت میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے لیے تم سے بھرپور کوشش و تعاون کروں گا لیکن اس کے لیے تمہیں ایک اور کام کرنا پڑے گا۔"

"کیا؟" ارغماز نے پوچھا۔

"تم مجھے بھی محل ہی میں کوئی جگہ دلا دو۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں میں وہاں ایب نوس کا خادمِ خاص بننے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ارغماز حیرت زدہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"درحقیقت تم میری سمجھ میں نہیں آتے۔"

"کیوں؟"

"بس میں محسوس کرتا ہوں کہ میں آج تک تمہیں سمجھنے میں ناکام رہا ہوں۔"

"بہر حال ان باتوں کو چھوڑو۔ تم مجھے سمجھ کر کرو گے بھی کیا لیکن اگر تمہیں میری نیت پر شک ہے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور اگر ایسا نہیں ہے تو تم بھروسہ کرو کہ میں ہر طرح سے تمہارا دوست تمہارا خیر خواہ ثابت ہوں گا تمہیں میری ذات سے کوئی الجھن نہ ہو گی۔"

"مجھے یقین ہے میرے دوست مجھے تم پر بھروسہ ہے رائنو۔ میں تمہارے لیے ہر وہ کام کروں گا جو تمہاری خواہش ہو گی۔"

"کیا محل میں تم میرے لیے جگہ نکال سکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"کیا یہ مشکل تو نہ ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں رائنو! میں خود بھی اس قسم کے اختیارات رکھتا ہوں میں تمہیں ایب نوس کے خصوصی محافظوں میں جگہ دلوا سکتا ہوں اور اس بات پر کسی کو اعتراض نہ ہو گا۔ کیونکہ...... تقرریوں کا محکمہ میرے ہی سپرد ہے۔"

"اس سے عمدہ بات اور کیا ہو سکتی ہے ارغماز! میرا جہاں تک خیال ہے تم مجھے ایب نوس کے خصوصی محافظوں میں جگہ دلا دو۔"

"ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلنا۔" ارغماز نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

اس کے بعد آرام کا وقت آگیا۔ دن اور رات کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا جس کو جب تھکن محسوس ہوتی آرام کر لیا کرتا یا فرصت کے اوقات جب بھی مہیا ہوتے اسے آرام کے لمحات تصور کر لیا جاتا۔ سو میں بھی ارغماز سے اجازت لے کر اٹھ گیا۔

ارغماز خود بھی کام کرنے کے لیے اٹھ گیا اور میں اپنی آرام گاہ میں پہنچ گیا میرے ذہن میں بڑی خوشگوار سی کیفیت تھی۔ میں جو کچھ چاہ رہا تھا وہ بے حد آسانی سے ہو گیا تھا۔

کافی دیر تک میں سوتا رہا اس کے بعد نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ بجانے کب آنکھ کھلی تھی۔ اس کے بعد بھی بستر سے اٹھنے کو دل نہ چاہا اور میں توماس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اگر وہ یہ بات سنتا تو بجانے کتنا خوش ہوتا۔ اب مجھے اس وقت کا انتظار تھا جب میں محل میں پہنچ جاتا۔ وقت گزرنے میں بھلا دیر کہاں لگتی ہے میرے دوست ارغماز نے مجھے تیار ہونے کو کہا اور میں شاہی محل میں جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

ترگش کا شاہی محل میرے لیے اجنبی تھا۔ یہ اس گوریلے کا بنایا ہوا تھا جبکہ اس سے پہلے ایپی لٹس حکمران تھا تو میں اس شاہی محل میں رہ چکا تھا جو ایپی لٹس کا ذاتی محل تھا لیکن اب اس گوریلے نے دارالحکومت بدل دیا تھا اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ یہ بدلا ہوا دارالحکومت بدلتے ہوئے وقت یا بڑھے ہوئے وقت کے ساتھ بہت ہی خوبصورت تھا۔ میں نے ترگش کے اس شاہی محل کو بہت ہی اچھی طرح دیکھا اور میں اس سے متاثر بھی ہوا تھا۔

شاہی محل تک ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر گئے اور پھر ہم شاہی محل میں داخل ہو گئے۔ تب میں نے ارغماز کی حیثیت اور اس کے اختیارات دیکھے واقعی بہت کچھ دیکھا۔

شاہی محل کا تقریباً سارا انتظام ارغماز کے ہاتھ میں تھا جگہ جگہ اس کے آدمی تعینات تھے۔ وہ سب کے سب اس کا احترام کر رہے تھے پھر وہ مجھے لے کر ایک بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔

یہ کمرہ دیکھنے میں کسی دفتر سے مشابہ نظر آرہا تھا اور شاہی محل ہی کا کمرہ تھا پھر میں نے ارغماز کو ایک تخت پر بیٹھے دیکھا اور میں نے محسوس کر لیا کہ یہ ارغماز کا ہی دفتر ہے۔ یہاں ارغماز نے کچھ لوگوں کو طلب کیا اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں خود کو خادم ہی سمجھوں تاکہ دوسرے لوگ میری بڑھی ہوئی حیثیت پر کوئی تنقید نہ کر سکیں۔ سو میں نے ایسا ہی کیا۔

پھر اس نے کچھ لوگوں سے کہا۔ "یہ شخص ایب نوس کے خصوصی محافظوں میں سے ایک ہے۔ نہایت قابلِ اعتماد اور قابلِ بھروسہ شخص اور یہ ایب نوس کے کمرۂ خاص پر پہرہ دے گا۔"

لوگوں کو بھلا میری حیثیت پر کیا شک و شبہ ہو سکتا تھا کیونکہ بات ارغماز کی تھی لوگوں نے خلوصِ دل سے میری اس حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ اور انہوں نے مجھے مقامی محافظوں کا ایک لباس دیا جسے پہن کر میں نے ہتھیار ہاتھ میں لیا اور ایب نوس کے کمرۂ خاص پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

اور پروفیسر میری شکل و صورت بے شک بدلی ہوئی تھی لیکن مجھ میں جو شخصیت چھپی ہوئی تھی وہ اس لباس میں بھی عیاں تھی اور میں خصوصی طور پر اس کا استعمال بھی کر رہا تھا۔ پھر آرام کا وقت ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ قد آور گوریلا جو پہلے سے کہیں زیادہ قد آور ہو گیا تھا، محافظوں کی فوج میں

گھرا ہوا کمرۂ خاص کی طرف جا رہا تھا۔ واقعی اس میں ایک شہنشاہ کا مکمل وقار تھا۔

ایب نوس کی شخصیت اور اس کی جسامت پہلے سے کافی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ پُر وقار انداز میں چلتا ہوا وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ میں اس کے محافظ کی حیثیت سے اس کی خواب گاہ کے دروازے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ باقی محافظ اسے اپنی جگہ پہنچانے کے بعد منتشر ہو گئے تھے تب میں نے ایک اور شخصیت کو دیکھا اور اسے دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہوا۔

یہ ایپی ٹس تھا بوڑھا ایپی ٹس جو اب بھی اچھا خاصا جوان تھا گزرتے ہوئے وقت نے اس پر کوئی خاص اثر نہیں کیا تھا حالانکہ اسے اپنی حکومت چھوڑے ہوئے بھی ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا لیکن بہر صورت تحت الثریٰ میں تو عمروں کا تعین ایک بے حد عجیب چیز تھا۔

وہ اندر داخل ہو گیا۔ اور میں نے اپنی خصوصی توجہ اندر کی طرف منتقل کر دی۔

میں کھلے دروازے کے نزدیک ہو گیا، میری مکمل توجہ اندر ہونے والی گفتگو کی جانب تھی۔ دروازہ بھی اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا بلکہ کھلا ہوا تھا اور اس پر بہت ہی قیمتی پردے لہرا رہے تھے۔ تب مجھے ایپی ٹس کی آواز سنائی دی۔

شہنشاہ ایب نوس کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا شاید اور جواب میں میں نے خوں خوں کی آواز سنی، ایب نوس کے منہ سے اور کوئی الفاظ نہیں نکلا تھا۔

لیکن ایپی ٹس نے ہنستے ہوئے کہا "ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں جانتا ہوں کہ شہنشاہ کے ذہن میں بہت سے تردد ہیں لیکن کسی بھی تردد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ کوششیں کی جا رہی ہیں اور برابر جاری بھی ہیں ارغماز اپنی تلاش میں ناکام ہو کر واپس آ گیا ہے اور اس سلسلے میں میں اس سے بات کروں گا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہو گا۔"

جواب میں پھر خوں خوں کی آواز سنائی دی اور مجھے تعجب ہونے لگا اس کا مقصد یہ تھا کہ ایپی ٹس اس جنگلی گوریلے کی زبان بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔ تب ایپی ٹس پھر بولا۔

"بے شک ذہنی تردد دور کرنے کے لیے عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔"

"خوں خوں۔" گوریلے کی آواز پھر سنائی دی اور میں ایپی ٹس کے اگلے الفاظ سننے کی کوشش کرنے لگا۔

"اچھا۔ اچھا۔ میں بھیجتا ہوں۔ اب میں جاتا ہوں تم آرام کرو۔" پھر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

میں دروازے سے فوراً ہٹ گیا تھا۔ اور ایک کونے میں اس انداز میں جا کھڑا ہوا تھا جیسے میں نے کوئی بات سنی ہی نہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی توجہ دی ہو۔ بہر حال یہ میری چالاکی تھی اور کچھ نہیں۔

ایپی ٹس مجھ پر توجہ دیئے بغیر ایک جانب چلا گیا اور میں ایپی ٹس کے بارے میں غور کرنے لگا۔

درحقیقت یہ شخص بے حد چالاک تھا، اس نے سارا بندوبست سنبھالا ہوا تھا۔ اور اپنے جال میں اس گوریلے کو بھی پھنسایا ہوا تھا۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ اس کے بعد میں نے ایک اور منظر دیکھا۔

یہ بہت ہی حسین لڑکیاں تھیں، اچھے لباسوں میں مزین وہ ایب نوس کی خواب گاہ کی جانب آ رہی تھیں۔ اور پھر وہ اندر داخل ہو گئیں ان کے نقرئی قہقہے کمرے میں گونج رہے تھے۔ شاید وہ ایب نوس کو شراب پلا رہی تھی۔ اور پھر ایب نوس کی خونخوار غراہٹیں سنائی دینے لگیں۔ وہ شاید کسی پر بگڑ رہا تھا۔

بہر حال بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایب نوس کی غراہٹوں میں ان لڑکیوں کی چیخیں اور کراہیں بھی شامل تھیں۔ بڑا بے ہنگم شور تھا انسانوں کی غراہٹیں اور لڑکیوں کی چیخیں ایک عجیب سا ہنگامہ پیدا کر رہی تھیں پھر وہ سب بُری طرح چیختی ہوئی باہر نکل گئیں۔

ان کے لباس نچے ہوئے تھے اور جسموں پر جگہ جگہ خون نظر آ رہا تھا۔ شاید ایب نوس نے انہیں بری طرح زدوکوب کیا تھا بہر حال جسمانی طور پر انہیں اذیت کا شکار بنایا گیا تھا۔ اور میں حیران تھا۔ ایک وقت میں پانچ چھ خادماؤں کے ساتھ عجیب و غریب سلوک۔

میں نے ان لڑکیوں کے چہروں کی جانب دیکھا۔ ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔ چند ساعت کے بعد ایب نوس بھی نمودار ہوا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کسی کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا تھا چنانچہ میں تیزی سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ میرے ساتھ تین محافظ اور آگے بڑھ آئے تھے۔

ایب نوس آگے کی جانب چل پڑا۔ میں اس کے بالکل پیچھے تھا اور میرے پیچھے تین محافظ اور تھے۔ ایب نوس نے ایک مرتبہ رخ بدل کر میری جانب دیکھا اور پھر گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اب وہ محل کی ایک خوبصورت راہداری سے گزرتا ہوا ایک طرف جا رہا تھا۔ اور ہم چاروں خادم اس کے ساتھ تھے۔

ایک بار پھر اس نے پلٹ کر ہم لوگوں کو دیکھا اور مجھے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے ان تینوں خادموں کو جانے کو کہا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایب نوس ایک کمرے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ جہاں دو پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔ ان پہرے داروں نے ایب نوس کو دیکھا اور بھالے گرا دیئے اور دروازہ کھول دیا۔ اس نے مجھے گردن سے اندر آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں بڑے اعلیٰ قسم کے آرائشی ظروف موجود تھے۔ چاروں طرف رنگین پردے لہرا رہے تھے۔ ایک بہت ہی خوبصورت مسہری بچھی ہوئی تھی۔ اور اس خوبصورت مسہری پر جو کوئی موجود تھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں شدت حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

یہ پرسی فون تھی۔ ہیکی کی محبوبہ اور اس وحشی درندے ایب نوس کی ماں لیکن پروفیسر حسین و جمیل پرسی فون جو آج بھی اسی طرح جوان تھی اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ جس طرح ان لوگوں کی عمروں کا تناسب تھا ان کے خدوخال اسی مناسبت سے تبدیل ہوتے تھے۔ اُن کے انداز میں اسی طرح تغیر پیدا ہوتا تھا اور پرسی فون شاید تحت الثریٰ کے لحاظ سے ابھی نوجوان تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا بیٹا جوان ہو گیا تھا۔ پرسی فون نے اسے دیکھا اور اس کے انداز میں ایک دہشت پیدا ہو گئی میں اس وحشت کو سمجھ نہ سکا تھا۔

اس کے چہرے پر زردی کھنڈ گئی تھی۔ اس نے اس انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا جیسے وہ خود کو دہشت زدہ قیدی محسوس کر رہی ہو۔ پھر وہ اندر مسہری پر بیٹھ گئی اور نفرت سے بولی۔ "تو پھر آ گیا ایب نوس۔ غلام، کتے درندے۔" اس نے دہشت زدہ لہجے میں کہا اور ایب نوس اپنے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"میں تجھ پر لعنت بھیجتی ہوں۔ مجھے اس وقت کا افسوس ہے جب تو نے گندے کیڑے میرے بدن سے جنم لیا تھا۔" جواب میں ایب نوس نے کچھ نہ کہا۔ اس نے انسانوں کی طرح ایک مسند گھسیٹی اور اس پر بیٹھ گیا میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

"تو بھی دیکھ رہا ہے وحشی غلام۔ درندے کیا تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو اسے نکال کر باہر کر دے۔" اس نے میری جانب دیکھا اور میں نے گردن جھکا دی۔

"ہاں میں جانتی ہوں تو کہتا ہے کہ تو صرف ایک غلام ہے۔ تیری اپنی کیا حیثیت ہے۔ اگر تو مجھے اس شخص سے نجات دلا دے تو۔ میں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تجھے وہ حیثیت دوں گی جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اپنا یہ چوڑا بھالا اس کے سینے میں اتار دے۔ اتار دے۔ میں کہتی ہوں اتار دے۔ تو۔ تو اسے قتل کر دے۔ میں کہتی ہوں اسے قتل کر دے۔"

پرسی فون وحشیانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

اور ایک بار ایب نوس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا، اس کی سرخ سرخ آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔ میں لرزنے کی اداکاری کرتے ہوئے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور ایب نوس مطمئن ہو گیا۔

پرسی فون خوفزدہ نگاہوں سے کبھی مجھے دیکھ رہی تھی اور کبھی اسے۔

"تو۔ تو آخر کس ارادے سے آیا ہے۔ دیکھ میں تیری ماں ہوں۔ رشتے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں تو نے میرے پیٹ سے جنم لیا ہے۔"

جواب میں ایب نوس نے قریب رکھا ہوا گلدان زمین پر دے مارا گویا وہ پرسی فون کی اس بات سے نفرت کا اظہار کر رہا تھا پھر ایب نوس نے میری جانب دیکھا اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے مجھے دروازہ بند کرنے کو کہا۔ میں نے دروازہ بند کر دیا اور خود وہیں رہا۔

دروازے سے باہر جانے کی کوشش میں نے خود نہیں کی تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ پرسی فون اتنی خوف زدہ کیوں ہے اور یہ کیا قصہ ہے، پرسی فون .... کس عذاب میں گرفتار ہے۔ چنانچہ میں وہیں کھڑا رہا۔ ایب نوس نے ایک بار میری جانب دیکھا اور پھر اس طرح گردن گھمائی جیسے اسے میری موجودگی کی پرواہ نہ ہو۔ تب اس نے ایک جانب اشارہ کیا۔ میں نے اس طرف دیکھا وہاں شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ پرسی فون خوفزدہ ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی۔ پھر اس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں میں تجھے شراب نہیں پلاؤں گی میں تیری ماں ہوں تو میرے رشتے کو بھول گیا ہے لیکن میں۔ نہیں نہیں" اور ایب نوس کھڑا ہو گیا وہ خونخوار انداز میں آگے بڑھ رہا تھا اور پھر اس نے اپنے وحشی پنجے میں پرسی فون کے لباس کو پکڑ لیا اور پرسی فون اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا تقریباً سارا لباس اتر گیا تھا۔

"ذلیل، کتے کمینے" اس نے روہانسے لہجے میں کہا لیکن ایب نوس نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ دور جا گری۔ تب وہ مجبوراً اپنی جگہ سے کراہتی ہوئی اٹھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے لیکن آخر کار شراب کا سامان اسے لے کر آنا ہی پڑا۔

وہ کراہتی ہوئی شراب کا سامان لے آئی۔ ایب نوس اس کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ تب پرسی فون نے شراب پیالے میں انڈیلی اور اس کے سامنے بڑھا دی۔ ایب نوس نے شراب حلق میں انڈیلنا شروع کر دی مجھے شدید حیرت ہو رہی تھی۔ پرسی فون اب بھی رو رہی تھی۔ "آہ۔ غلام کو زوال۔ آہ، گزرے ہوئے وقت تو نے میرے ساتھ بڑا شدید دھوکا کیا ہے۔ میں اس شخص کی بددعائیں اپنے ساتھ رکھتی ہوں جس کے ساتھ میں نے بے وفائی کی تھی اور بلاشبہ وہ اس قابل نہ تھا کہ اس سے بے وفائی کی جاتی۔ آہ میرے محبوب! میرے ہیکی۔ میں نے تیرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا اور اس کے نتیجے میں مجھے یہ سزا مل رہی ہے۔ کاش، کاش میں اس جنگلی بھیڑیئے کو جنم نہ دیتی لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ درندہ درندہ ہی رہے گا۔ اور میرے ساتھ یہ سب کچھ ہو گا آہ ایپی ٹس کاش کاش تو کبھی میرے بارے میں بھی سوچتا۔ آہ یہ سب کچھ تیرے تعاون سے ہوا۔ آہ میرے باپ میرے منحوس باپ۔" پرسی فون روتی رہی اور ایب نوس اس کے آنسوؤں اور سسکیوں سے لاپرواہ شراب نوشی میں مصروف رہا۔

دفعتاً اس نے اپنے ہاتھ سے پیالہ پھینک دیا۔ اور صراحی اٹھا کر منہ سے لگا لی۔ گویا اسے اس انداز میں پینا پسند نہیں تھا۔ اور پھر وہ سیر ہو گیا۔ اس گوریلے کے منہ میں زبان نہیں تھی لیکن اس کے اشارے سو فیصدی انسانی تھے اور انہیں کوئی بھی سمجھ سکتا تھا۔

شراب پی کر اس نے پھر پرسی فون کی طرف دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔ "آہ میں ناتواں ہوں ایب نوس۔ میں تیری ماں ہوں تو نے۔ تو نے میرے بطن سے جنم لیا ہے لیکن تو ان باتوں کو کیا سمجھے گا تو انسان کہاں ہے؟"

گوریلا آگے بڑھا اور اس نے پرسی فون کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں ہرگز نہیں۔ وہی وحشت خیز سلوک کہ میرے ساتھ جو تو آ...

تک کرتا رہا ہے۔" اس نے کہا اور گوریلا غرانے لگا۔ اور پھر اس نے پرسی فون کو پکڑ لیا۔ وہ اسے بُری طرح نوچ رہا تھا۔ اور پھر چند ساعت کے بعد اس نے پرسی فون کا بقیہ لباس چندی چندی کر دیا۔

میری نگاہوں میں بس ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا تھا گو اب میں ہیکی نہیں تھا لیکن پروفیسر اس بات کو میں کس طرح نظر انداز کر سکتا تھا کہ صدیوں کی زندگی میں پہلی بار کسی شکست خوردگی کا احساس میرے ذہن میں ابھرا تھا۔ اور ان چند لوگوں سے انتقام کا خواہش مند تھا۔

گو اس سے قبل پرسی فون میرے ذہن میں نہیں تھی لیکن اب مجھے بُرا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بھی تو بے وفا تھی۔ اس نے بھی تو اپنے شوہر سے غداری کی تھی اور یہ اسی غداری کی قدرتی سزا تھی۔ اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کا بیٹا، اس کا دشمن تھا نہ جانے گوریلے کو اس سے رغبت کیوں ہو گئی تھی۔

میں نے پرسی فون کے بدن پر بے شمار خراشوں کے نشان دیکھے اور پھر ان خراشوں میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن ان نئی خراشوں سے خون رس رہا تھا اور پرسی فون کی کربناک چیخیں یقیناً باہر تک جا رہی ہوں گی۔

لیکن دروازے پر دستک نہ ہوئی۔ کسی نے اس کی کربناک چیخوں پر توجہ نہیں دی اور گوریلا غراتا رہا۔ اسے جھنجھوڑتا رہا۔ پرسی فون سخت مصیبت زدہ تھی۔ اور پھر اس کی آواز ڈوبتی چلی گئی۔

میں نے سوچا کہ شاید وہ مر گئی۔ گوریلے نے اس کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کے تحت اس کی زندگی مشکل ہی تھی۔ لیکن اب میری مجال نہیں ہو سکتی تھی کہ میں اس کے قریب جا کر اسے دیکھتا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔

گوریلا ایک بار پھر شراب کے برتنوں کے نزدیک آیا۔ اور اس نے شراب کا ایک جام اٹھا کر اس کی ساری شراب حلق میں انڈیل لی۔ شراب اس کے سینے پر بہہ رہی تھی۔ اور بڑا ہی خوفناک اور وحشت انگیز لگ رہا تھا وہ۔

پھر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھا اور میں نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ گوریلے نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ وہ سیدھا نکلا چلا گیا۔ اور ایک بار پھر وہ اپنی خواب گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ گویا اب وہ آرام کرنا چاہتا تھا۔ میں نے باہر سے دروازہ بند کر لیا اور دوسرے محافظوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

"کہاں گیا تھا وہ؟" ایک محافظ نے پوچھا۔

"یہ بتانا کیا ضروری ہے؟" میں نے کہا۔

"تمہارے خیال میں ہمیں معلوم نہیں ہے؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

"پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

"تم کہاں تھے؟"

"اندر ہی تھا۔"

"بڑا ہی وحشی جانور ہے۔" سپاہی نے کہا۔

"تم شہنشاہ کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟"

"شہنشاہ؟" سپاہی نے ہنس کر کہا۔ "ہاں ہے تو وہ شہنشاہ ہی۔"

"کیوں تمہیں اختلاف ہے؟"

"یار اگر تم پہرے داری میں نئے ہو تو محل کے معاملات میں بھی کورے ہی ہو گیا؟"

"ہاں، میں باہر کی فوجوں میں تھا۔ محل کے معاملات سے ناواقف ہوں۔" میں نے معصومیت سے کہا۔

"اوہ یہ بات ہے مگر اب تو تماشہ دیکھ لیا۔"

"ہاں۔ اور حیرت انگیز تماشہ۔"

"یہاں تو تم تماشے ہی دیکھتے رہو گے۔ شاہ ایپی ٹس نے جو جال پھیلایا ہے اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم کیا سمجھتے ہو کیا گوریلا کوئی ذی ہوش جانور ہے۔"

"پھر؟"

"وہ صرف گوریلا ہے خصوصی صلاحیتوں کا مالک ایک جانور۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"لیکن حکومت کون کرتا ہے؟"

"وہی جسے کرنا چاہیئے۔ یعنی شاہ ایپی ٹس۔ دراصل گہری کہانی ہے۔" سپاہی بہت باتونی معلوم ہوتا تھا۔

"میرے دوست کیا تم مجھے یہ کہانی نہیں سناؤ گے۔ مجھے تفصیل جاننے کا بے حد شوق ہے اور تمہاری بات پر حیرت بھی۔"

"حیرت کیوں ہے؟"

"تم کہتے ہو کہ وہ خصوصی صلاحیتوں کا مالک ایک گوریلا ہے لیکن میں آج تک یہی سنتا رہا ہوں کہ وہ ایک باہوش شہنشاہ ہے جو بڑی عمدگی سے حکومت کر رہا ہے گو تحت الثریٰ کی تاریخ میں یہ ایک حیرت انگیز واقعہ ہے لیکن پھر اسے حیرت انگیز یوں نہیں کہہ سکتے کہ بہرحال اس گوریلے نے ایک عورت کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس کی جو حرکات دیکھی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کافی سمجھدار ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ حکومت کر سکے۔"

"لیکن یہ سب کیا ہے؟"

"ایپی ٹس کی سازش۔ دراصل حکومت کے شوق نے ایپی ٹس کو انسانیت سے کافی گرا دیا ہے اس نے اپنی بیٹی کی شادی اس شخص سے کر دی جس نے خود کو اس کا اہل ثابت کیا لیکن پھر اس کے ذہن میں سازشوں نے جنم لیا اور اس نے ایک سازش کی۔ اس کی بیٹی نے ایک گوریلے کو جنم دیا تھا اور خیال ہے یہ گوریلا ہیکی کے نطفے سے نہ تھا۔ لیکن ایپی ٹس اور اس کی بیٹی چاہتے تھے کہ ان کی اولاد حکومت کرے چنانچہ ایپی ٹس نے گوریلے کی پرورش کی اور اسے کچھ خصوصی تربیتیں دیں اس طرح گوریلے نے ہیکی کو شکست دی۔ اور یہی ایپی ٹس کا منصوبہ تھا۔ اب گوریلا بظاہر شہنشاہ ہے۔

لیکن حکومت ایپی ٹس کر رہا ہے گوریلا ایک طاقتور جانور ہے چنانچہ اسے شکست دینے والے کا کوئی وجود نہیں ہے اور ایپی ٹس کی حکومت محفوظ ہے۔" سپاہی نے کہا۔

"اوہ بڑی انوکھی بات ہے۔"

"ہاں لیکن صرف باہر کے لوگوں کے لیے۔"

"میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا۔"

"لیکن میرے دوست ابھی میں نے ایک انوکھا واقعہ دیکھا ہے۔"

"کیا۔۔؟" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "پرسی فون تو اس کی ماں ہے نا!"

"ہاں لیکن ایک وحشی جانور کے لیے رشتے کیا اہمیت رکھتے ہیں اگر وہ کوئی انسان ہوتا تو اس سے یہ حرکت سرزد نہ ہوتی۔"

"تم تو جانتے ہو!"

"ہاں عام لوگ نہیں جانتے۔ یہاں تک کہ ہمارا آقا ارغماز بھی شاید اس بات سے ناواقف ہے لیکن کون اپنی زندگی کا خطرہ مول لے۔"

"ایپی ٹس کو بھی یہ بات نہیں معلوم ہو گی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایپی ٹس کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس طرف توجہ دے یا کسی کا حال جاننے کی کوشش کرے۔ وہ حکومت کر رہا ہے اور یہی اس کے لیے کافی ہے۔"

اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں سی چھوٹنے لگیں۔ بڑی عمدہ بات تھی۔ بڑا خوبصورت منصوبہ تھا۔ بلکہ میں تو یہ سوچنے لگا تھا کہ ایب نوس کو شکست دینے کے لیے میں نے جو طویل کارروائیاں کی ہیں وہ تو حماقت تھی۔ اسے تو اس محل میں اگر ہی شکست دی جا سکتی تھی۔

بہرحال اگر حالات یوں ہیں تو یوں ہی سہی لیکن ابھی فوری کارروائی مناسب نہیں ہے پہلے کچھ اور حالات جان لیے جائیں تو بہتر ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کی۔ ہاں جب میری ڈیوٹی کے اوقات ختم ہوئے اور میری جگہ ایک دوسرے پہرے دار نے لی تو میں ارغماز کے پاس پہنچ گیا۔

ارغماز نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا تھا اور پھر وہ بولا "تم تھک گئے ہو گے رائنو!"

"تھکن کا لفظ میری لغت میں نہیں ہے۔"

"خوب! ویسے تم بھی عمدہ صلاحیتوں کے مالک انسان ہو۔ میں نے تمہارے اندر کی خصوصی صلاحیتوں کو محسوس کیا ہے۔"

"شکریہ میرے دوست۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم نے ہمارے شہنشاہ ایب نوس کو دیکھا؟"

"ہاں اچھی طرح۔ اور اس گوریلے کو اس تحت الثریٰ کا عجوبہ کہا جا سکتا ہے۔ وہ تو بڑی اعلیٰ صلاحیتیں رکھتا ہے۔"

"ہاں وہ جانتا ہے کہ وہ ناقابل تسخیر ہے اور اسے ایپی ٹس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بہرحال چھوڑو ان باتوں کو، مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کرنا ہیں۔ میری فطرت میں ایک نمایاں کمزوری ہے۔" ارغماز نے کہا۔

"کیسی کمزوری؟"

"اس سے قبل میں ایب نوس کا وفادار تھا اور اس کی بہتری کے بارے میں سوچتا تھا۔ ذہن کی بات جو کچھ بھی تھی لیکن اس میں تردد نہیں تھا۔ اب صورت حال دوسری ہے۔ اب میں اس کا مخالف ہوں۔ چنانچہ دل چاہتا ہے کہ جو کچھ کر رہا ہوں جلدی سے کر ڈالوں۔"

"یہ جذبہ برا تو نہیں ہوتا ارغماز۔"

"ہاں لیکن میں ابھی تاریکیوں میں ہوں۔"

"کیوں؟"

"میرے ذہن میں کوئی واضح لائحہ عمل نہیں ہے۔"

"ان لوگوں کے خلاف کچھ کرنے کے لیے۔"

"ہاں۔"

"پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

"جلد از جلد باغیوں سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ان سے مل کر کیا کرو گے؟"

"ان کی جدوجہد میں حصے دار بنوں گا۔"

"کیا تم انہیں کوئی بڑا فائدہ پہنچا سکتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"ان کی تعداد بے شمار ہے اس لیے کسی ایک آدمی کے ان میں شامل ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر کوئی عمدہ منصوبہ ان تک پہنچایا جائے تو ان کی مدد ہو سکتی ہے۔"

"عمدہ منصوبہ کیا ہو؟"

"وہ میں بتا سکتا ہوں۔"

"تو بتاؤ میرے دوست!"

"ایب نوس کے خلاف بغاوت کا اعلان معمولی ہو گا؟"

"ہرگز نہیں کیونکہ ایب نوس کے بے شمار ہمنوا ہیں اور پھر فوجیں تو وہی کریں گی جس کا حکم انہیں ایب نوس دے گا۔"

"تو ان فوجوں سے جنگ کے لیے باغیوں کو کس چیز کی ضرورت ہو گی؟"

"کیا مطلب؟" ارغماز نے تعجب سے پوچھا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اس کے لیے انہیں اسلحہ درکار ہو گا۔"

"اوہ یقیناً۔"

"اور مجھے یقین ہے کہ اسلحہ باغیوں کی سب سے اہم ضرورت ہے۔"

"بے شک!"

"چنانچہ اگر تم ان کی مدد کر سکتے ہو تو مجھے ایک سوال کا جواب دو۔ کیا تمہاری پہنچ شاہی افواج کے اسلحہ خانے تک ہو سکتی ہے؟"

"ہاں گو اس کی سربراہی کسی اور کے سپرد ہے لیکن میں اسلحہ خانے

"... تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"اور اسلحے کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بھی حاصل کر سکتے ہو۔"

"یہ زیادہ آسان نہیں ہوگا لیکن کوشش کی جاسکتی ہے۔ اوہ میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن پھر ایک سوال آجاتا ہے۔"

"کیا؟"

"ہم اسلحہ باغیوں تک کیسے پہنچائیں گے جبکہ ہمیں ان کے ٹھکانے کا کوئی علم نہیں ہے۔"

"میں اس سلسلہ میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔"

"لیکن کس طرح؟"

"میرے اوپر بھروسہ رکھو دوست۔ جبکہ تم اس بات کو تسلیم کر چکے ہو کہ میں بہت سی انوکھی صلاحیتوں کا مالک ہوں۔" میں نے کہا اور ارغماز کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تم بھی مجھے بے حد پراسرار آدمی معلوم ہوتے ہو داتنو!"

"یہی سمجھ لو۔"

"اور اب تو میرے ذہن میں ایک اور شبہ جاگ اٹھا ہے۔"

"وہ بھی بتا دو۔"

"کہیں باغیوں سے تمہارا کوئی تعلق تو نہیں ہے؟"

"ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو کیا تم ان کے ٹھکانے سے واقف ہو؟"

"اب تم بچوں کی طرح سوالات کرنے لگے ارغماز۔ فی الوقت ان باتوں کو جانے دو۔ میرے بارے میں یہ تو سوچو کہ کیا تم سے ملاقات سے قبل میں ان معاملات میں دخیل تھا؟"

"میرا خیال ہے نہیں۔"

"پھر تم خود فیصلہ کر سکتے ہو۔ اب میری رائے ہے اس بارے میں ہر سوچ سے پہلے اس کا فیصلہ کر لو کہ اسلحہ خانے کے...... عظیم ذخائر کس طرح حاصل کیے جاسکتے ہیں۔"

"ہوں۔" ارغماز نے کہا۔ اور دیر تک یہی سوچتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس سلسلہ میں بھی کوئی تجویز سوچنا ہوگی۔" اور میں خاموش ہوگیا۔ میرا ذہن بہت سے خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پھر میں نے اچانک سوال کیا۔

"اسلحہ خانے کے محافظ کا کیا نام ہے؟"

"ایلطاس۔" اس نے جواب دیا۔

"کس قماش کا انسان ہے؟"

"عیاش طبع۔ عورت خور۔ جیسا کہ یہاں کے دوسرے لوگ ہیں۔ بہت سے لوگ تو ایب نوس سے صرف اس لیے خوش ہیں کہ اس کے دورِ حکومت میں عورت کی عزت و عصمت بے معنی ہوکر رہ گئی ہے اور کوئی بھی شخص کسی بھی عورت پر ہاتھ ڈال سکتا ہے اس کی کسی فریاد کی شنوائی نہیں ہوتی۔"

"وہ محافظ بھی عورتوں سے متاثر ہوتا ہے؟"

"ہاں۔"

"ایسے کتنے لوگ تمہارے ساتھ ہیں ارغماز جو خفیہ طور پر صرف تمہاری ذات کے لیے کام کریں اور یہ نہ سوچیں کہ تم کیا کر رہے ہو؟"

"ایسے لوگ؟" ارغماز نے کہا، اور کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا "کم از کم بیس آدمی ایسے ضرور مل جائیں گے۔"

"کافی ہیں۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ۔"

"ضرور۔"

"کیا تم اس بغاوت کی کامیابی کے لیے اپنی بہن کو داؤ پر لگا سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے اس کے لیے کوئی خطرہ مول لے سکتے ہو؟"

"کیسا خطرہ؟"

"میری مراد ہے کہ وہ ایلطاس کو اپنے جال میں پھانس لے اور ہمارے آدمی اسلحہ خانہ خالی کر دیں۔" میں نے کہا اور ارغماز کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"گو یہ خطرناک کام ہے لیکن اگر شانیہ سے اس کے لیے کہا جائے تو وہ فوراً تیار ہو جائے گی وہ اس سلسلہ میں اتنی ہی پُرجوش ہے۔"

"ہر تحریک کی تکمیل کے لیے خطرات سے کھیلنا ہی پڑتا ہے ارغماز اب یہ اس کی چالاکی ہوگی کہ وہ خود کو ایلطاس کی ہوس سے بچائے۔ اسے اتنی شراب پلائے کہ ایلطاس حواس میں نہ رہے اور اس کے لیے ایک اور ترکیب بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تم خود شانیہ کو ایلطاس سے روشناس کراؤ تاکہ ایلطاس فوراً بدحواس نہ ہو۔"

ارغماز نے میری باتوں پر خوب غور کیا پھر بولا "ٹھیک ہے فرض کرو ہم اس طرح اسلحہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر اسے یہاں سے کس طرح لے جائیں گے؟"

"تمہیں روانگی کے احکامات کہاں سے ملتے ہیں؟" میں نے پوچھا

"ایپی لُش سے!"

"براہِ راست؟"

"ہاں۔"

"اور ایپی لُش تمہارے اوپر بھروسہ کرتا ہے؟"

"ہاں۔ وہ مجھے اپنے معتمدوں میں سمجھتا ہے۔"

"بس تو اگر تم اس سے اسلحہ حاصل کر لو تو اسے ایک تجویز پیش کرو۔ اس سے کہو کہ تم ایک قافلہ لے کر جانا چاہتے ہو۔ باغی قافلے لوٹتے ہیں۔ وہ تمہارے قافلے کو بھی لوٹیں گے اور اس طرح تم ان کے ٹھکانے کا کھوج لگا لو گے۔"

ارغماز عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بہت ہی عمدہ ترکیب ہے۔ واقعی تمہارا ذہن لاجواب سوچتا ہے میں تو اب دل سے تمہارا قائل ہوتا جارہا ہوں۔" میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر جب ہم نے شانیہ سے اس تجویز کا تذکرہ کیا تو وہ خوشی سے پاگل ہو گئی

"میں ایپی لُش کے خلاف ہونے والی ہر کارروائی میں بھرپور حصہ لوں گی اور خلوصِ دل سے تمہاری تجاویز پر عمل کروں گی۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

صورتِ حال گو بہت اچھی نہیں تھی تاہم میں اور ارغماز اس سلسلہ میں عمل کرنے پر تیار تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خود شانیہ نے ہمیں اس بات کا یقین دلایا تھا کہ وہ اپنا کام بآسانی کرے گی اور اپنے آپ کو محفوظ بھی رکھے گی۔ چنانچہ شانیہ محل پہنچ گئی۔

منصوبے کے مطابق میں سپاہی کی حیثیت سے ارغماز کے ساتھ تھا اور ارغماز شانیہ کے ساتھ ایلطاس کے پاس پہنچ گیا۔ ایلطاس ہی وہ خاص شخص تھا جو اسلحہ خانے کا محافظ تھا۔

صورت ہی سے بوالہوس اور عیاش معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہمارا خیر مقدم کیا اور ارغماز سے کہنے لگا۔

"آہ میرے دوست ارغماز آج تمہارا گذر یہاں کیسے ہوا؟"

"بس کوئی خاص بات نہیں ایلطاس۔ شانیہ نے کہا کہ اسلحہ خانے کی طرف سے ہوتے ہوئے چلو۔ سو میں یہاں آگیا۔ ہاں تم خیریت سے تو ہو نا؟"

"بالکل خیریت سے ہوں دوست۔ ہاں میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا کہ تم بری طرح زخمی ہوئے تھے۔ بڑی آرزو تھی تم سے ملنے کی ہمتیں دیکھنے کی۔ لیکن بس میری معروفیت تم دیکھو مجھے یہاں ہر وقت رہنا ہوتا ہے اور میں دوسرے لوگوں پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ اور تم نے دیکھا ہوگا کہ میرے محافظ مجھ سے اتنی دور ہیں کہ اسلحے خانے تک ان کا سایہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میں خود ہی ہر چیز کی نگرانی کا قائل ہوں اور یہ فرض شناسی میرے نزدیک اچھی چیز ہے۔"

"بے شک بے شک ایلطاس تمہاری اس فرض شناسی کے چرچے تو عام ہیں۔"

"اوہو تمہارا شکریہ۔ تمہاری مہربانی۔ ہاں یہ خاتون جس کا نام تو نے شانیہ بتایا کون ہے؟" ایلطاس کی نگاہیں بدستور شانیہ پر لگی ہوئی تھیں۔

"میری بہن شانیہ ہے۔ محل دیکھنے کی خواہش مند تھی۔ بڑی ہی بچکانہ فطرت کی مالک ہے لڑکی۔ کہنے لگی اسلحہ خانے بھی دیکھوں گی اور میں اسے یہاں تک لے آیا۔ ظاہر ہے تم میرے دوست ہو اور اسلحہ خانہ دکھانے کے لیے مجھے تم سے بہتر اور کون مل سکتا تھا۔ سو میں یہاں تک آگیا۔"

"یہ ایلطاس ہیں۔" شانیہ نے خوابناک لہجے میں سوال کیا "کیسی حسین شخصیت ہے ان کی۔ آہ۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایلطاس کی شخصیت اتنی حسین ہوگی۔ سچ بھائی مجھے تو محل کے عہدیداروں کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی ہے پہلے میں سوچتی تھی کہ نجانے یہ لوگ کیسے ہوتے ہوں گے۔ لیکن آہ۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان میں ایسی ایسی حسین شخصیتیں پوشیدہ ہیں۔ میں آپ سے بہت متاثر ہوئی ہوں ایلطاس۔ کیا میں اکثر آپ سے مل سکتی ہوں۔"

"کیوں نہیں خاتون کیوں نہیں! میرے لائق جو بھی خدمت ہوگی میں اسے انجام دے کر بڑی خوشی محسوس کروں گا۔"

"شکریہ ایلطاس۔ بہت بہت شکریہ۔" اور ایلطاس کا حلیہ بگڑ گیا پھر اس نے ارغماز سے کہا۔ "آپ بے فکر رہیں محترم ارغماز میں خاتون شانیہ کو اسلحہ خانے کی بھرپور سیر کراؤں گا۔"

"ٹھیک ہے تو میں اسے آپ کے پاس چھوڑے جارہا ہوں اور شانیہ میری طرف سے اجازت ہے کہ تم جب چاہو ایلطاس کے پاس آجا سکتی ہو۔ یہ میرا بہت ہی اچھا بلکہ بہت ہی پیارا دوست ہے۔" ارغماز نے کہا اور شانیہ نے مسکرا کر ایلطاس کی جانب دیکھا۔ ایلطاس کے منہ سے رال بہہ رہی تھی بڑا ہی کمینہ صفت انسان معلوم ہوتا تھا۔

چنانچہ ہم شانیہ کو اس کے پاس چھوڑ کر چلے آئے۔ واپسی پر ارغماز کسی قدر سنجیدہ تھا۔ "گو مجھے اپنی بہن پر اعتماد ہے لیکن اس کے باوجود....."

"وہ قابلِ اعتماد لڑکی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ عمدگی سے اپنا کام انجام دے گی۔ لیکن اب تم اپنے لوگوں کو تیار کر لو۔"

"کون سے لوگوں کو؟"

"وہ جو اسلحہ خانے سے اسلحہ غائب کریں گے۔"

"وہ ہر وقت تیار ہیں اور اسی محل میں موجود ہیں۔"

"اب ہم یہاں سے جائیں گے تو انہیں ساتھ لے جائیں گے تاکہ ہمارا راز افشا نہ ہو۔ یہ احتیاط ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے گو ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اعتماد نہ کیا جاسکے لیکن اس کے باوجود یہ احتیاط غیر مناسب نہیں ہے۔" ارغماز نے جواب دیا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ میرے پاس بتماویز کے جو ذخائر بچے اور جس راستے سے میں کام کرنا چاہتا تھا انہیں زینہ بہ زینہ خرچ کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے پرسی فون وغیرہ کی بات چھپائے رکھی۔

پھر وقت گزار کر شانیہ نے مسکراتے ہوئے ہمیں اپنا کام ہونے کی خوشخبری سنائی۔ ارغماز اس کے لیے پریشان تھا۔

"وہ تو عورت کے معاملے میں پرلے درجے کا بے وقوف ہے میرا دعویٰ ہے کہ اگر میں طویل عرصہ تک بھی اس کے پاس رہی تو وہ میرے بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ میں اسے شراب میں ڈبو دیتی ہوں اور اس کے محافظوں کی مجال نہیں کہ وہ اس طرف آسکیں گویا پھر میرا راج ہوتا ہے۔"

"تم ہمیں ان جگہوں کی تفصیل بتاؤ۔" ارغماز نے خوش ہو کر کہا۔ شانیہ نے اسلحہ خانے کا نقشہ اس تفصیل سے بتایا کہ ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہم خود اس کی سیر کر چکے ہوں۔

چنانچہ اس تفصیل کے تحت ارغماز کے لوگوں نے اپنا کام شروع کر دیا

اس کام کو نہایت سست رفتاری سے کیا جارہا تھا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے چرایا جانے والا اسلحہ ارغماز کے مکان میں جمع کیا جارہا تھا اور اب صورتحال یہ تھی کہ ارغماز کے گھر میں رہنے کی جگہ نہیں تھی اور اس کے ماں باپ اس اسلحے..... کو دیکھ کر خوب ہنستے تھے۔

میں نے ایک عظیم کام کر لیا تھا یعنی اتنا اسلحہ جمع ہو گیا تھا کہ باغیوں کی پوری تعداد کے لیے کافی تھا اور اب مزید اسلحے کی ضرورت نہیں تھی دوسری طرف ایب نوس کی فوجیں عین وقت پر اسلحے سے محروم ہو جائیں گی اس طرح دوہرا فائدہ ہوا تھا۔

بالآخر اسلحے کا کام ختم ہو گیا۔ اور ارغماز نے پوچھا "اب ہمیں کیا کرنا ہے رائنو؟"

"گویا میں ایپی ٹس سے اپنی اسکیم کا تذکرہ کروں۔"

"ہاں۔ اور اس کے لیے تم کہہ سکتے ہو کہ تمہیں ایک شخص سے کچھ نشانات ملے ہیں۔"

"اگر ایپی ٹس اس سلسلہ میں اس شخص سے ملنا چاہے تو کیا میں تمہارا نام پیش کر دوں؟"

"کیا حرج ہے؟"

"تب ٹھیک ہے۔" اور پھر ارغماز نے اپنا کام شروع کر دیا اور مجھے اس کی کامیابی کی اطلاع دی۔

"ایپی ٹس خود بھی باغیوں کی جانب سے پریشان تھا۔ اس کا خیال ہے کہ ایب نوس کے خلاف زہر پھیلتا جارہا ہے اور باغیوں کی جماعت پوری طرح سرگرم ہے۔ وہ میرے اوپر ناراض بھی ہو رہا تھا۔"

"کیوں تمہارے اوپر ناراض کیوں ہو رہا تھا؟"

"یہی کہ باغیوں کی تلاش اور ان کی سرکوبی کی ذمہ داری میرے سپرد ہے اور میں ہنوز ان کی تلاش میں ناکام رہا ہوں۔ بہرحال میں نے اپنی تجویز پیش کر دی اور ایپی ٹس نے مجھے اجازت دے دی ہے۔"

"کیا کہا ہے اس نے؟" میں نے ارغماز سے سوال کیا۔

"اس نے کہا ہے کہ میں جو کچھ کرنا چاہوں کروں لیکن باغیوں کو ضرور گرفتار کروں۔ وہ باغیوں سے خاصا خوفزدہ نظر آتا ہے۔"

"وہ خوفزدہ ہے لیکن اس نے ابھی تک ایسی کوئی کوشش نہیں کی جو انتہائی مؤثر ہو۔ کیوں؟"

"بس اس کی جس قدر پہنچ ہے وہ کر رہا ہے؟"

"کیا انفرادی طور پر؟"

"نہیں انفرادی طور پر نہیں بلکہ وہ اپنے محکمے کے ذریعے اس کام کو انجام دے رہا ہے اور انہی کے ذریعے یہ کام کرنے کا خواہش مند ہے اس کے محکمے میں زیادہ تر لوگ مجھ جیسے ہیں اور میں جو کچھ کر رہا ہوں تمہیں معلوم ہے رائنو!"

"ٹھیک۔ بہرصورت اس نے تمہیں اجازت دے دی ہے تم نے اس سے کیا کہا کہ تم کس انداز میں کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"میں نے اس سے یہی کہا تھا کہ میں ایک قافلہ لے کر سفر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس بے شمار گھوڑے ہوں گے اور ان پر کافی ساز و سامان۔"

"تو کیا اس نے اس قافلے کی وجہ دریافت کی؟" میں نے سوال کیا

"ہاں۔ میں نے اسے جواب دیا تھا کہ میں باغیوں کی سرکوبی کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ قافلے لوٹتے ہیں۔"

"تو کیا اس کے بعد ایپی ٹس نے تم سے یہ سوال نہیں کیا کہ اگر تم کسی ایسے گروہ کے ہتھے چڑھ گئے تو کیا کرو گے؟"

"ہاں اس نے پوچھا تھا۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا۔"

"میں نے اسے بتایا تھا کہ میں چند افراد کو لے کر جاؤں گا اور جب وہ لوٹ مار کر رہے ہوں گے تو میں غائب ہو جاؤں گا اور چھپ کر ان کا تعاقب کروں گا۔ اور یہ دیکھوں گا کہ وہ ان اشیاء کو کہاں لے کر جاتے ہیں۔ گویا میں اس وقت اس قافلے کو چھوڑ دوں گا جب وہ لوٹ مار کر رہے ہوں گے۔ میں نے یہ بات ایپی ٹس سے کہی اور ایپی ٹس نے بہرحال ایک حد تک اسے منظور بھی کر لیا۔"

"اوہ۔ تو ایپی ٹس نے اس بات پر کوئی تجویز پیش نہیں کی۔"

"ہاں کی تھی۔"

"وہ کیا؟"

"اس نے کہا تھا کہ قافلے والوں کی تعداد زیادہ ہونا چاہیئے۔"

"اس کی وجہ اس نے کیا بتائی؟"

"صرف یہ کہ اگر کوئی گروہ قافلے والوں پر آپڑے تو ان میں سے چند بچ کر گروہ کا جائزہ لے سکیں۔"

"پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ باغی گروہ پر حملہ آور ہی نہ ہوں، وہ ہمیں تعداد میں زیادہ دیکھ کر ہماری چال کو سمجھ جائیں اور حملہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"پھر؟"

"اس نے مجھ سے اتفاق کیا اور اجازت دے دی کہ میں جس طرح چاہوں کروں۔"

"تو پھر میرے دوست تم نے کیا سوچا ہے اور اب تم کب روانہ ہو گے؟" میں نے سوال کیا۔

"بس کچھ وقت لگے گا اس دوران میں گھوڑوں کا انتظام کروں گا۔ اور اس قسم کے معاملات مکمل کر لوں گا کہ مجھے یہاں سے نکلنے میں دقت نہ ہو۔"

"اسلحے کا کیا ہو گا؟"

"ظاہر ہے رائنو اسلحہ ہی تو خاص چیز ہے ہمیں اس کی خاص حفاظت کرنا ہو گی بلکہ اسے چھپا کر لے جانا ہو گا۔ میں اسے پہلے ہی ایسی جگہ بھیج دوں گا تاکہ شہر سے نکل کر ہم گھوڑوں سے سامان اتروالیں اور اسلحہ کو بار کروالیں شہر کے اندر تک ہم گھوڑوں پر صرف وہی چیزیں بار کریں گے جو ہمارے ذہن میں ہیں اور جو ایپی ٹس کے سپاہیوں کو مشکوک نہ کر سکیں ظاہر ہے میں ایپی ٹس کو بھی وہ اشیاء دکھاؤں گا تاکہ وہ سب مطمئن ہو سکیں۔"

"مناسب خیال ہے اس کام میں تمہیں جتنا بھی وقت درکار ہو میں بھی تمہارے ساتھ شامل ہوں۔"

"نہیں بس ٹھیک ہے۔ باقی سارے انتظامات میں خود ہی مکمل کروں گا۔" ارغماز نے جواب دیا۔ "ہاں ایک بات اور شاہینہ کو اب وہاں نہ جانے دیا جائے۔"

"ہاں اب اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ایپا اس سے کہہ دیں گے کہ شاہینہ بیمار ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر کچھ بندوبست کر لیں گے اور اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے اس کی پہنچ اتنی دور تک بھی نہیں ہے۔" چنانچہ یہ بات طے ہو گئی کہ اس روز سے شاہینہ کا محل جانا بند ہو گیا۔ اور ارغماز اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

بالآخر وہ وقت آگیا جب ارغماز اپنی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ اسلحہ آبادی سے کافی دور جمع کر دیا گیا تھا، یہ جگہ ویران تھی۔ یہاں ارغماز نے بے شمار گھوڑوں پر بہت سا سامان لدوایا تھا لیکن اپنے ساتھ صرف بیس افراد کو لیا تھا اور یہ بیس افراد وہی تھے، جو اس کے اپنے ہمراز اور ساتھی تھے دوسرے معنوں میں یہ سب باغی تھے۔

اس بے شمار سامان والے قافلے میں ان بیس افراد کے علاوہ میں اور ارغماز بھی شامل تھے ارغماز نے کسی ایسے آدمی کو ساتھ نہیں لیا تھا جو اس کے لیے برا ثابت ہو سکتا۔

جس وقت ایپی ٹس نے ہمیں رخصت کیا تو میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ ایپی ٹس نے گھوڑوں پر لدے ہوئے سامان کو بھی دیکھا تھا۔ پھر اس نے ہمیں کامیابی کی دعائیں دیں ایک ایسے انسان کی حیثیت سے جو ایب نوس کے امور کا نگران ہو۔

سو ہم چل پڑے۔ ارغماز بہت خوش تھا جانے اس کے ذہن میں میرے لیے کیا تھا لیکن وہ میری بے پناہ عزت کرتا تھا۔

پھر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں گھوڑوں پر سے لدا ہوا سامان اتار کر اسلحہ بار کرنا تھا۔ ہم نے اسلحہ بار کیا اور کھانے پینے کی اشیاء ساتھ لے لیں باقی سامان گڑھوں میں دفن کر دیا گیا۔

اور اس کے بعد ہم نے وہاں سے کوچ کر دیا۔ اس نے میری جانب معنی خیز نگاہوں سے.... دیکھتے ہوئے پوچھا تھا اور میں اس خیال کو اچھی طرح جان گیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔

"ہمیں کونسا رخ اختیار کرنا چاہیے رائنو!" اس نے معنی خیز انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے خیال میں کیا میں تمہیں چند لمحات ہی میں صحیح جگہ پر لے جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"میرے خیال کی بات نہ کرو رائنو! میرے ذہن میں جو کچھ بھی ہے میں تم سے اس کا اظہار نہیں کروں گا۔ ہاں یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجھ سے مخلص ہو اور میرے ہمدرد بھی۔ ہاں اگر تم خود کو کسی مسئلہ میں چھپانا چاہتے ہو تو پھر بھی میرا فرض ہے کہ میں تم سے مکمل تعاون کروں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک گیا۔

"نن نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے رائنو! بس بعض باتیں روا روی میں ہو جاتی ہیں جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔"

"اوہ۔" میں نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں اپنے دونوں ہونٹ سکوڑ لیے۔ ویسے میں سمجھ گیا تھا کہ ارغماز میرے بارے میں کچھ کچھ جان گیا ہے۔ میں سمجھ چکا تھا کہ ارغماز مجھ سے مشکوک ہو چکا ہے، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرصورت اس شک کی کوئی غلط صورت نہیں تھی۔ اس نے کھل کر مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے خود سے مخلص سمجھتا ہے چنانچہ اب جبکہ نوبت یہاں تک آگئی تھی اور کچھ دیر کے بعد جب مجھے ارغماز پر یہ بات عیاں کر ہی دینا تھی تو پھر میں کسی بات کی..... تردید کیوں کرتا۔ ظاہر ہے کچھ دیر کے بعد مجھے ارغماز کے علم میں یہ بات لانا تھی کہ میرا تعلق خود بھی باغیوں کے گروہ سے ہے تو میں کیوں شدت سے اس بات کو چھپانے کی کوشش کرتا سو میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

البتہ ارغماز کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں کچھ جاننے کی سی چمک۔

اب ارغماز کچھ بے چین رہنے لگا تھا اور ہم آبادیوں سے دور کسی ایسے علاقے کی جانب جارہے تھے جو ہمیں باغیوں کے علاقے تک لے جاتا یعنی اس جگہ جہاں میں نے سرنگیں پھیلائی ہوئی تھیں اور یہ سرنگیں ہماری ہی کاوشوں کا نتیجہ تھیں۔ وہ جگہ یہاں سے قریب ترین تھی جہاں ہم لوگ موجود تھے میں اگر چاہتا تو ایک طویل فاصلے سے ارغماز کو اس ٹھکانے تک لے جاتا لیکن اسلحے سے لدے ہوئے گھوڑے میرے لیے بہت قیمتی تھے۔ یہ ہماری بہت معمولی محنت سے حاصل ہوئے تھے۔ یعنی پہلے لوہے کا حصول اور اس کے بعد ہتھیار سازی۔ گویا ایک طویل کام ایک مختصر سے وقت میں طے ہو گیا تھا اور ایک ایسا کام جس کے لیے ہمیں اچھی خاصی دشواریوں سے گزرنا ہوتا۔

مجھے اندازہ تھا کہ سرنگوں کے آس پاس پوشیدہ رہنے کی جگہیں اور کمین گاہیں کہاں کہاں ہیں چنانچہ تھوڑے سے سفر کے بعد ہم ایک کمین گاہ تک پہنچ گئے۔

اس دوران میں نے دوسرے اور بھی کام کیے تھے یعنی میں نے یہ بات ذہن میں رکھی تھی کہ ٹرگش تک پہنچنے کا مختصر ترین راستہ کون سا ہو سکتا ہے اور اگر ہم ایک سرنگ ایسی بنالیں جو کسی قریبی سرنگ سے جاکر مل جائے اور

اس کا ایک راستہ شہر میں کھلے تو اس کے لیے نہیں کتنے فاصلے تک سرنگ کھودنا ہوگی اور اس کے لیے کیا نقشہ ترتیب دینا ہوگا۔

یہ ایک بڑا کام تھا جو ہمیں انجام دینا تھا اور سب سے بڑا کام ہو چکا تھا یعنی ہتھیاروں کی بازیابی۔ اور یہ ایب نوس کے لیے خاصا سخت ہونا تھا جس میں اس کی شکست ایک یقینی امر تھی۔

چنانچہ میں نے کمین گاہوں سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ارغماز کی جانب دیکھا اور مسکرا کر کہا۔

"ارغماز ہم باغیوں کی سرزمین تک پہنچ گئے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" ارغماز حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں۔"

"کیا کہہ رہے ہو رائنو؟"

"جو کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"وہ تو درست ہے لیکن۔ باغی کہاں ہیں؟"

"باغی بہت ہی قریب موجود ہیں ان پہاڑیوں میں۔"

"ان پہاڑیوں میں؟" ارغماز نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لل لیکن۔" ارغماز ایک دم ہکلا گیا۔

"تمہیں اتنا تعجب کیوں ہے؟"

"میں نہیں مان سکتا، دیوتاؤں کی قسم میں نہیں مان سکتا یہ پہاڑیاں تو ٹرگش سے بہت نزدیک ہیں اور ایب نوس کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے کہ باغی اس کی شہ رگ سے اس قدر نزدیک ہیں۔ ہمیں تو زیادہ سفر بھی نہیں کرنا پڑا۔ اور میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں نے جن باغیوں کی تلاش کے لیے اتنے دور دراز علاقے کا سفر کیا ہے وہ ہم سے اس قدر قریب ہوں گے اور بلاشبہ اگر باغی یہاں موجود ہیں تو پھر انہوں نے انتہائی مہارت کا ثبوت دے کر ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا ہے جس کے بارے میں ٹرگش کے رہنے والے سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"کیا میں ان باغیوں سے رابطہ قائم کر لوں؟" میں نے ارغماز سے پوچھا۔

"ضرور کر لو۔" ارغماز نے مسکرا کر کہا۔ اور پھر بولا "میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ میری تقدیر بہت بلندی پر ہے لیکن حیثیت بدلنے کے بعد، اگر تم ٹرگش کے باغیوں کی حیثیت سے اس وقت مجھے ملتے جب میں باغیوں کی تلاش میں تھا اور ٹرگش کا وفادار تھا تو اس وقت بلاشبہ باغیوں کی بدنصیبی ہوتی لیکن یوں لگتا ہے کہ بغاوت کامیاب ہو کر رہے گی۔ اور تم میرے دوست جس قدر پراسرار انسان تھے اس کا اندازہ تو مجھے پہلے ہی ہو چکا تھا اور میرے دوست رائنو میں اپنی باتوں سے تمہیں زیادہ پریشان نہیں کروں گا۔ تم جلدی سے ان سے رابطہ قائم کرو۔" اور میں نے گردن ہلا دی۔

اس کے بعد میں نے اپنے مخصوص اشارے کرنا شروع کر دیئے۔ میرے ہاتھ ایک مخصوص انداز میں چل رہے تھے گویا یہ ایک طویل داستان تھی جو میں باغیوں کو سنا رہا تھا اور پھر میں نے اپنا اشارہ نشر کرنے کے بعد ارغماز کی جانب دیکھا جو بغور میرے اشاروں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا

"ارغماز تم اپنے آدمیوں کو قیام و طعام کا بندوبست کرنے کا حکم دو۔"

"کیا تم یہاں قیام کرو گے؟"

"ارغماز تم مجھے ایک بات کا جواب دو۔" میں نے ارغماز کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ضرور رائنو! ضرور!"

"کیا یہ سارے آدمی تمہارے قابل بھروسہ ہیں؟ کیا یہ ہمارے خلاف تو نہیں جا سکتے؟"

"تم رازوں کی بات کر رہے ہو نا رائنو!"

"بالکل۔ میرا مقصد یہی ہے۔"

"اور تمہارا مقصد یہ ہے کہ باغی ان کے سامنے اپنے خفیہ ٹھکانوں سے باہر آئیں یا نہ آئیں۔"

"ہاں یہ بھی صحیح ہے۔"

"تو اس کے لیے میں تمہیں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"ان تمام لوگوں کو باغیوں کے حوالے کر دیا جائے اور اس میں سے صرف چند افراد ساتھ رہنے دیئے جائیں جنہیں ہم واپس لے جائیں جن پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے واپس جا کر باقی لوگوں کے بارے میں ہمیں کوئی نہ کوئی کہانی تو سنانا ہی پڑے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جب ہم واپس ایپی لس کے پاس پہنچیں گے تو کیا اسے یہ نہیں بتائیں گے کہ ہمارا سارا سامان کیسے لوٹا گیا اور قافلے کے آدمی کس طرح ہلاک کر دیئے گئے۔ اس وقت تمہارے خیال کے مطابق ہمیں کیا جواب دینا ہوگا۔" ارغماز نے مجھ سے سوال کیا۔

"ظاہر ہے ایسا جواب جس سے ایپی لس مکمل طور پر مطمئن ہو سکے۔" میں نے جواب دیا۔

"بالکل درست رائنو۔ دراصل اس سلسلے میں بھی مجھے تم سے ہی مشورہ لینا تھا۔ ظاہر ہے کوئی نہ کوئی جواب تو دیں گے ہی۔"

"ایپی لس کو اس بات کا علم ہے کہ باغیوں کے گروہ بہت زیادہ مضبوط ہیں۔ ان کی کارروائیاں ہماری کارروائیوں سے زیادہ مؤثر ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ اگر ہم اسے کوئی کہانی سنائیں گے تو وہ اس کہانی پر شبہ نہیں کرے گا۔"

"خوب تو واپس لے جانے والے آدمی کتنے ہوں گے؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف پانچ۔ چھٹا میں اور ساتواں تم۔"

مناسب۔" میں نے جواب دیا اور ارغماز دوسرے کام انجام دینے لگا پھر اس نے اپنے آدمیوں کو قیام کا حکم دے دیا۔ گھوڑوں کے اوپر سے سامان اتارا جانے لگا۔ اور یہ قافلہ قیام پذیر ہو گیا۔

لیکن زیادہ دیر نہ لگی تھی کہ پہاڑی چٹانوں نے گھوڑے اگلنا شروع کر دیئے۔ گھوڑے سوار اس برق رفتاری سے قافلے کے چاروں طرف جمع ہو رہے تھے کہ تعجب ہوتا تھا۔

میں نے اپنے لوگوں کی کارروائی دیکھی اور متاثر ہوا۔ یہ لوگ بہت ہی زیادہ ذہانت کا ثبوت دے رہے تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کارروائی میں نوماس بھی شریک تھا یقیناً اسے اطلاع دی گئی ہوگی کہ کوئی قافلہ یہاں آگر رکا ہے اور اس سے اشارے نشر کیے جا رہے ہیں لیکن دلچسپ بات یہ تھی کہ نوماس نے سرنگوں کے درمیان اتنا طویل سفر اتنی جلدی طے کر لیا تھا۔ کیونکہ جس جگہ ہمارا خصوصی ٹھکانہ تھا وہاں سے اس سرنگ تک کا فاصلہ کافی طویل تھا اور اگر سرنگوں میں گھوڑے بھی دوڑائے جاتے تو یہ فاصلہ اتنی جلدی طے نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال ہر بات سے قطع نظر یہ اعلیٰ کارکردگی کی ایک عمدہ مثال تھی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ نوماس یہیں کہیں قریب ہی موجود ہو۔

پھر میں نے نوماس کو دیکھا اور نوماس نے مجھے۔ باغی ہمارے چاروں طرف پھیل گئے اور پھر نوماس دو آدمیوں کے ساتھ میرے سامنے پہنچ گیا۔ وہ گھوڑے سے اترا اور میرے نزدیک آ کر جھک گیا۔

"عظیم سربراہ!" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "کیا حکم ہے؟"

اور میں نے ارغماز کی جانب دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں کچھ جاننے کی چمک تھی۔ بہرحال میں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے نوماس سے کہا۔

"نوماس یہ سارا اسلحہ حاصل کر لو۔ میرا خیال ہے یہ تمہاری تمام تر فوجوں کے لیے کافی ہے۔"

"یقیناً۔ کیا یہ سارا سامان اسلحہ ہے؟"

"ہاں۔ تم اسے بآسانی لے جا سکتے ہو۔"

"اور یہ لوگ؟" نوماس نے سوال کیا۔

"سب ہمارے وفادار ہیں اور سب ہمارے ساتھی۔"

"واہ۔ گویا تو نے وہاں بھی ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے" نوماس نے سوال کیا۔

"جو چاہے سمجھ لو۔ میں تجھے کچھ سوچنے سے نہ روک سکوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

اور نوماس اسلحہ سرنگوں کے ذریعے اپنے خفیہ خانوں تک پہنچانے لگا ارغماز کے تمام ساتھی متحیرانہ انداز میں باغیوں کو دیکھ رہے تھے خود ارغماز کی حالت بھی حیرت انگیز تھی۔ وہ حیرت سے منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا اور میں اس کی وجہ سمجھ گیا تھا۔ وہ نوماس کے الفاظ پر حیران تھا جو اس نے میری شان میں کہے تھے۔ پھر جب میں ارغماز اور اس کے ساتھیوں کو لے کر سرنگ کے اندر داخل ہوا تو ارغماز نے آہستہ سے پوچھا۔

"کیا یہ درست ہے میرے دوست رائنو!"

"ہاں ارغماز تم نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ کیا تم نے کبھی اس بات پر سوچا کہ باغیوں کا سربراہ کون ہے۔"

"میں نے سنا تھا کہ اس کا نام رائن ہے۔ اوہ" اچانک ارغماز کو اپنی بات کا احساس ہوا اور اس کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹ گئیں "کیا میں رائنو کو رائن بھی کہہ سکتا ہوں۔"

"ہاں میں رائن ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ارغماز کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس کا چہرہ شدتِ حیرت سے سرخ ہو گیا تھا۔ پھر وہ کافی دیر تک کچھ نہ بول سکا۔ اب وہ پتھر کے ایک بت کی طرح میرے ساتھ چل رہا تھا جیسے اسے اپنی ناواقفیت پر شدید حیرت ہو۔

سرنگوں کا یہ جال جتنا طویل تھا۔ ارغماز اس کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ آخر کار اسلحہ سرنگوں میں منتقل ہو گیا اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ ارغماز کو ان سرنگوں کی سیر کراؤں گا۔ میں نے اس کے پندرہ ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔ اور ارغماز نے انہیں یہ بات بتا دی تھی کہ انہیں یہاں کس طرح رہنا ہے۔

باقی پانچ آدمی جو اسے واپس لے جانا تھے ان کو بھی اسی نے منتخب کر لیا تھا۔ یوں ان کے لیے ایک الگ جگہ منتخب کر دی گئی تھی اس کے بعد میں ارغماز کو لے کر چل پڑا۔

اور پھر میں نے ارغماز کو وہ عظیم الشان غار دکھایا جو قیدیوں کی رہائش گاہ تھی اور غار میں موجود سرنگوں کے ذریعے وہ دور دور کے علاقوں میں جا سکتے تھے۔

یہاں ہمارا جتنا بھی وقت صرف ہوا صرف ارغماز کو ان علاقوں کو دکھانے میں صرف ہوا تھا اور اس کے بعد میں نے یہ کھیل ختم کر دیا۔ اب ہم واپسی کا پروگرام بنائے تھے۔

ارغماز نے جو کچھ دیکھا اور اسے میری شخصیت کے بارے میں جو کچھ بھی معلوم ہوا وہ اس کے لیے باعثِ حیرت تھا۔ اور اب وہ اکثر حیران ہی میں رہا کرتا تھا۔ اکثر وہ تنہائی میں میری شکل دیکھا کرتا تھا۔ ایک دو بار میں نے اس سے پوچھا تو وہ مسکرا کر کہنے لگا۔

"میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا رائنو کہ تم کون اور کیا ہو گئے افسوس میں تمہارے ساتھ اتنی اچھی طرح پیش نہیں آیا جتنا مجھے آنا چاہیے تھا"

"اس بات کو ذہن سے نکال دو ارغماز۔ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ تم میرے ہمنوا بن گئے ہو۔"

"ہاں اور شاید یہ میری خوش نصیبی ہے ورنہ تم تو میرے سر تک پہنچ گئے تھے اگر میں تمہارا دشمن ہی ہوتا تو کیا تمہارے ہاتھ بآسانی میری گردن تک نہ پہنچ جاتے تم تو مجھے نہایت اطمینان سے قتل کر سکتے تھے۔"

ارغماز نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں اس کے لیے وقت کا شکر گذار ہوں ارغماز کہ اس نے یہ موقع نہ آنے دیا۔ یہ حقیقت ہے ارغماز کہ اگر تم تبدیل نہ ہوتے اپنے ارادوں میں تو میں تمہیں زیادہ دیر تک زندہ نہ رہنے دیتا لیکن بہرحال تمہارے روپ میں نہ صرف مجھے اپنا ایک ہمنوا ملا بلکہ اتنا عظیم دوست بھی ملا جس کی دوستی پر میں بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں سچ کہا اور اس کا سہرا میری بہن کے سر ہے۔" ارغماز نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"میرا خیال ہے ارغماز اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

"بالکل میں خود بھی اس کام میں اب جلدی کرنا چاہتا ہوں" اور پھر ہم سرنگوں کے سفر سے واپس چل دیے۔

نوماس اسلحے کے یہ ذخیرے دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا اس کے پاس رہنے کے لیے مجھے بہت کم وقت ملا تھا۔ لیکن اسے نقشے اور ہدایات تو دینا ہی تھیں۔ میں نے اسے پوری تفصیل سمجھا دی اور نوماس گردن ہلانے لگا۔

"تونے جو کچھ کیا رائن میں اس پر سخت حیران ہوں لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ارغمانوں کی وادیوں نے ایک ناقابل یقین کارنامہ انجام دیا ہے اور وہ کارنامہ ہے تیری پیدائش اور تیری پرورش۔"

"حیرت چھوڑ نوماس کیا تو اس اسلحے سے مطمئن ہے؟"

"اسلحہ پہلے بھی ہمارے پاس کافی موجود ہے لیکن اس عظیم الشان ذخیرے کے بعد تو ہماری ساری ضروریات پوری ہو گئیں۔"

"سرنگ کا نقشہ سمجھ لیا۔"

"ہاں!"

"اور اب ہماری اور تمہاری ملاقات سرنگ کے اختتام پر ٹرگش میں ہی ہونا چاہیے۔ اس کام میں تم جلدی جتنی کر لو بہتر ہے۔"

"تم مطمئن رہو رائن سارے کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوں گے۔"

"خوراک کی کیا کیفیت ہے!"

"محفوظ ذخائر ابھی تک موجود ہیں بلکہ ان میں کافی اضافہ ہوا ہے ہمارے ساتھی بہترین غلہ اور سبزیاں پیدا کر رہے ہیں ان کی لگن اور جذبہ قابل داد ہے۔"

"یقیناً اس کے بعد ان کی زندگی میں جو خوشگوار تبدیلیاں آئیں گی وہ ان کی محنتوں کا ثمر ہوں گی۔ اس کے علاوہ رائن ہمارے ہاتھ ایسے لوگ بھی لگے ہیں جو انہی قیدیوں میں شامل تھے جو ہمارے ساتھ فرار ہوئے تھے۔"

"اوہ کتنی تعداد ہے ان کی؟"

"بیس آدمی تھے۔"

"کہاں مل گئے؟"

"ویرانوں میں بھٹک رہے تھے۔ موت کے نزدیک تھے اگر ہم ان کی زندگی نہ بچاتے تو وہ موت کا شکار ہو گئے ہوتے۔"

"اچھا کیا تم نے!"

"لیکن ان سے ان کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئیں اس نے ہم سب کے حوصلے اور بڑھا دیے ہیں۔"

"خوب، وہ کیا معلومات تھیں؟"

"ان لوگوں پر عرصہ حیات تنگ تھا۔ ایسی اذیتیں برداشت کرنا پڑی تھیں کہ سن کر خوف آ رہا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے ساتھیوں نے تو بہترین وقت گذارا ہے۔"

"کہاں ہیں وہ لوگ؟"

"ہم نے انہیں خود میں شامل کر لیا ہے اور وہ لوگ بھی اب ہمارے مشن سے بہت مخلص ہیں۔"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے لیکن ہر شخص کو مصروف رکھو۔ کسی کو کاہلی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"وہ سب کاشت کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے نوماس کوئی اور سوال؟"

"نہیں۔"

"میری ہدایات پر تم نے غور کر لیا ہے؟"

"ہاں بخوبی۔ اور تم یہاں کے معاملات سے بے فکر رہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم کوئی ناقابل یقین کارنامہ انجام دینے میں مصروف ہو گے۔ بہرحال میں بذریعہ سرنگ ٹرگش پہنچ رہا ہوں۔"

نوماس کی یقین دہانی کے بعد ہم وہاں سے چل پڑا۔ پانچ ساتھی ہمارے ساتھ تھے اور ہم نے ان کی حالت خستہ بنا دی تھی اور اب ہم ٹرگش واپس سفر کر رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال بھی تھا جس کا تذکرہ میں نے ارغماز سے کیا۔

"ارغماز کیا اسلحے کی گمشدگی کا راز کھل گیا ہو گا؟"

"اوہ ممکن ہے۔"

"کیا ان کا شبہ ہمارے اوپر بھی جا سکتا ہے۔"

"ناممکن۔"

"پھر وہ کیا سوچیں گے؟"

"دوسری بات ہے کہ وہ اسے باغیوں کی حرکت سمجھیں اور تحقیقات کر دیں کہ ٹرگش میں باغی کہاں سے گھسے۔"

"اس صورت میں تو ہم محفوظ ہیں۔"

"سو فیصد۔ ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔" ارغماز نے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور پھر میں نے اسے مزید تفصیل بتانے کا فیصلہ کیا۔

"اس کے علاوہ میں ایک اور انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ اب اور کوئی انکشاف باقی رہ گیا ہے کیا۔ مجھے تو آج تک حیرت ہے کہ باغیوں کا عظیم سربراہ میرے ساتھ ہے۔"

ارغماز نے تحیر خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ وہ بات میری ذات سے متعلق نہیں ہے۔"

"پھر؟"

"محل ہی کی ایک بات ہے لیکن میرے خیال میں تم خود بھی اس سے لاعلم ہو۔ ورنہ اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔"

"ایسی کونسی بات ہے۔"

"تم نے کبھی مجھے پرسی فون کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"پرسی فون، ایب نوس کی ماں؟"

"ہاں۔"

"اس کے بارے میں کوئی قابل ذکر بات ہی نہیں تھی۔"

"کیا وہ زندہ ہے؟"

"ہاں اور محل کے ایک گوشے میں رہتی ہے۔"

"کیا وہ گوشہ نشین ہے؟"

"ہاں اس نے خود ہی یہ زندگی اختیار کی ہے لیکن اس کا بیٹا ایب نوس اس کا پورا پورا خیال رکھتا ہے اور اس نے اسے محل ہی کے ایک حصے میں رکھا ہوا ہے۔"

"کیا ایب نوس اس سے ملنے بھی جاتا ہے؟"

"میں سنا ہے کہ وہ اپنی ماں کی خدمت میں حاضری دیتا رہتا ہے۔"

"تمہارے کسی سپاہی نے تمہیں اس حاضری کی تفصیل نہیں بتائی۔"

"نہیں۔ کوئی خاص بات ہے؟" ارغماز کی آنکھوں سے تجسس جھانک رہا تھا لیکن اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور ایک اور سوال داغ دیا۔

"کیا ایپی لٹس اپنی بیٹی سے ملنے... کبھی نہیں جاتا؟"

"ایپی لٹس؟" ارغماز نے چونک کر پوچھا۔ "نہیں میرا خیال ہے وہ اس سے نہیں ملتا۔"

"کیوں؟"

"وہ بیٹی سے زیادہ خوش نہیں ہے۔ شاید اس کے ذہن میں یہ بات ہے کہ پرسی فون کی وجہ سے اس کی حکومت چھن گئی تھی۔"

"کیا اسے اس سے محبت بھی نہ ہو گی؟"

"ایسی بات بھی نہیں ہے لیکن وہ اپنے ہی جوڑ توڑ میں مصروف ہے اسے باغیوں کا بھی خوف ہے اس لیے وہ ہر وقت جاگتا رہنا چاہتا ہے۔"

"ہوں تو پھر وہ ضرور لاعلم ہو گا۔"

"کونسی بات سے؟"

"وحشی درندہ سو فیصدی جانور ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ انسان کی اولاد کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"یعنی؟"

"گوریلا اپنی ماں کو صرف عورت سمجھتا ہے اور پرسی فون کا بدن اس کے ناخنوں کی خراشوں سے بھرا ہوا ہے وہ مجبور ہے اور بیٹے سے سخت نفرت کرتی ہے۔"

"کیا؟" ارغماز کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"ہاں ارغماز۔ ظاہر ہے کہ ایک جانور سے اس سے زیادہ کیا توقع رکھتے ہو اور یہ تمہاری اس دنیا کا سب سے المناک پہلو ہے تم تابع ہو ایسے جس کی چیرہ دستیوں نے سمت الشرق کا مستقبل تاریک کر رکھا ہے۔ وہ صرف ایک جانور ہے انسانوں کی صفات رکھنے والا جانور۔"

"بڑی بھیانک بات کہی تم نے رائن۔ ایسی خوفناک بات کہ اگر ٹرگش کے لوگوں کو معلوم ہو جائے تو ایک طوفان کھڑا ہو جائے۔"

"اس طوفان کا نتیجہ کیا ہو گا؟" میں نے ارغماز کو گھورتے ہوئے کہا۔

"قتل و غارت گری اور بے پناہ خونریزی۔ کیونکہ بہرحال ایب نوس کے ہمنوا اس کے لیے سب کچھ کر رہے ہیں گے۔ اور وہ طاقتور ہیں۔"

"خود ایپی لٹس کا کیا ردعمل ہو گا۔" میں نے دوسرا سوال کیا اور ارغماز سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر گردن ہلا کر بولا۔

"اس کے بارے میں نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے ایپی لٹس کا نظریہ بدل جائے اور وہ ایب نوس کا دشمن بن جائے۔"

"اس کے امکانات موجود ہیں۔"

"کافی حد تک۔ کیونکہ اگر خود ایپی لٹس اس پہلو کو نظر انداز کرنا چاہے تو اس کے بس کی بات نہیں ہے اس کے خلاف اس قدر نفرت پھیل جائے گی کہ وہ اس نفرت کا سامنا نہیں کر سکے گا۔"

"گویا دونوں پہلو ہمارے حق میں ہیں۔"

"کیا مطلب!"

"میں ایپی لٹس کو اس المیے سے روشناس کرانا چاہتا ہوں ارغماز اور اب واپس جانے کے بعد تمہارا کام یہ ہو گا کہ میری مستقل ڈیوٹی ایب نوس پر ہی لگا دو۔"

"آہ۔ اس سے تم کیا حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"ان دونوں میں اختلاف، لیکن اس کا اظہار میں اس وقت کروں گا جب میرا کام مکمل ہو جائے گا۔"

"اوہ تم کس قدر خطرناک ہو رائن بلاشبہ تمہیں اس کا حق پہنچتا ہے کہ تم باغیوں کی سربراہی کرو۔ اور اس کے بعد اس ملک کا نظم و نسق سنبھالو۔" ارغماز نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ احمق نوجوان غلط فہمیوں کا شکار تھا اسے کیا معلوم میں کون تھا۔ اگر وہ میرے بارے میں کچھ اور جانتا ہوتا تو حیرت کا مجسمہ ہو جاتا۔

بہرحال ہم ٹرگش میں داخل ہو گئے اور ارغماز نے پہلے شاہی محل کا رخ کیا تھا میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں تھی لیکن جس وقت ارغماز ایپی لٹس کے سامنے پہنچا تو میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔

ارغماز نے بڑے پشیمان لہجے میں اپنی ناکامی کی داستان سنائی تھی

اس نے بتایا کہ قافلہ لوٹ لیا گیا۔ باغیوں کی نگاہوں سے وہ روپوش نہ ہو سکا اور ولسے اور اس کے ساتھیوں کو زخمی کر کے ڈال دیا گیا۔

ایپی ٹس کا غصہ شباب پر تھا "میں لگتا ہے ارغماز کہ تم اپنے عہدے کے قابل نہیں ہو۔ باغیوں کی سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں اور تم ہمیشہ اپنی ناکام صورت لے کر میرے سامنے آتے ہو۔"

"میں شرمسار ہوں۔" ارغماز نے کہا۔

"لیکن تمہاری شرمساری ایب نوس کے باغیوں کو ختم نہیں کر سکتی میں ایب نوس سے مشورہ کر کے کسی اور شخص کو تمہاری جگہ تعینات کروں گا اس وقت تک تم اپنے عہدے کو چھوڑ کر محل کے محافظوں کے گھروں کی خدمت انجام دو۔"

ارغماز نے سر کو جھکا دیا۔ اور پھر وہاں سے چلا آیا لیکن اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی "کیا خیال ہے دائن ہمارے دوست ایپی ٹس نے تو ہمارے اوپر عنایت کی ہے۔"

"بے شک ہمیں اس کا شکر گزار ہونا چاہیے۔"

"اور میرا خیال ہے اب تم اپنا کام انجام دو۔"

"کونسا کام؟"

"تم ایپی ٹس کو اس کی بیٹی پرسی فون کے بارے میں بتا دو۔ یہ ایک دلچسپ کام ہوگا۔"

"لیکن اب تو تمہاری خدمت بدل چکی ہے ارغماز کیوں نہ یہ کام اب تم کرو۔ ظاہر ہے تم محل کے محافظوں کے نگران بن گئے ہو۔"

"اوہ جیسا تم کہو۔" ارغماز نے کہا اور ہم اس سلسلے میں لائحہ عمل مرتب کرنے لگے۔

اسلحہ خانے سے اسلحے کی چوری کی بات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ بہرحال ارغماز نے محل کے نگران کی حیثیت سے معاملات سنبھال لیے میں حسب معمول گوریلے شہنشاہ ایب نوس کا خادم بن گیا تھا۔ اور مستقل طور پر اس کی خواب گاہ میں تعینات تھا تاکہ اس پر نگاہ رکھوں۔ اور بلاشبہ اس گوریلے کے کارنامے بے حد گھناؤنے اور قابل نفرت تھے۔ مجھے اس کی ذات سے بے پناہ گھن آنے لگی تھی اور میں نے یہ بات بخوبی محسوس کی تھی کہ دوسرے پہرے دار اور محل کے دوسرے بے شمار لوگ اس سے بے پناہ نفرت کرتے تھے وہ اس کی رعیت میں تھے لیکن خوش نہیں تھے۔

نوجوان اور نوخیز لڑکیاں گوریلے کی خواب گاہ میں پہنچائی جاتی تھیں اور اس کے بعد یا تو ان کی لاشیں برآمد ہوتیں یا پھر وہ اس حالت میں ہوتیں کہ ان کے جسم لہولہان ہوتے۔ بڑی دردناک کیفیت ہوتی تھی ان کی اور اس کے بعد جب ایب نوس اپنی خواب گاہ سے برآمد ہوتا تو دل چاہتا کہ اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں لیکن ابھی کچھ وقت باقی تھا۔

سارے کام آہستگی سے کرنا تھے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق تھا میں اگر چاہتا تو یہ سارے کام کر سکتا تھا لیکن بات صرف اس گوریلے کی نہیں تھی بلکہ تحت الثریٰ کی پوری حکومت کو تبدیل کرنا تھا اور اس سلسلے میں بہرصورت اس کم بخت جانور کے ہمدرد کافی تھے بہت سے کیوں!

سو میں نے محسوس کیا کہ گوریلا حسین ترین لڑکیوں کے درمیان رہنے کے باوجود پرسی فون سے خاص رغبت رکھتا تھا۔ اس کی وجہ میں نے محسوس کی تھی جو شاید یہ تھی کہ گوریلا جب بھی مجھے کسی قسم کی پریشانی کا شکار نظر آتا تو پرسی فون کے کمرے کی جانب چلا جاتا تھا بعض اوقات یہ بھی ہوتا تھا کہ کوئی خوبصورت حسینہ اس کی خواب گاہ میں بیٹھی اور تھوڑی ہی دیر بعد واپس آ گئی معلوم ہوا کہ ابھی اس کی بدنصیبی کے دن نہیں آئے اور میں نے اسے پرسی فون کی خواب گاہ کی جانب جاتے دیکھا۔

اور ہوتا اس وقت یہی تھا کہ خادموں میں سے ایک خادم ضرور اس کے ساتھ پرسی فون کی خواب گاہ میں رہا کرتا تھا لیکن اس بات کا مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔

بڑا ہی گھناؤنا کردار تھا پرسی فون کے اس بیٹے کا جس کا نطفہ ایک غلام کو ڈال کا تھا اور میں نے بارہا محسوس کیا کہ پرسی فون اب اپنی اس حرکت پر کس قدر پچھتاتی ہے۔ سو اس دن گوریلے کی ذہنی کیفیت زیادہ درست معلوم نہیں ہوتی تھی اور میں نے محسوس کیا کہ وہ پریشان ہے۔

اتنے دنوں میں مجھے اندازہ تھا کہ میں نے اس کی شخصیت کے کچھ پہلو سمجھ لیے ہیں اور اسی وقت مجھے... اپنا کام انجام دینا تھا اور اس وقت میرے اندازے کے مطابق گوریلے کی بے چینی اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ وہ پرسی فون کی جانب ضرور جائے گا کیونکہ اس سے قبل بھی کئی بار ہی ایسا ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے دوست ارغماز کو اطلاع دی۔

ارغماز نے مستعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا تھا اور پھر وہ کہنے لگا "کیا تمہیں یقین ہے کہ آج وہ وہاں ضرور جائے گا۔"

"ہاں میرے دوست میرا خیال ہے اگر اسے موقع پر ہی دیکھ لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ میں اس کی بے چینی سے یہی محسوس کرتا ہوں کہ آج وہ ضرور پرسی فون کی جانب جائے گا۔"

"تو پھر میں ایپی ٹس سے بات کروں۔"

"یقیناً۔"

"تم میرے ساتھ چلو گے؟"

"ضروری ہے کیونکہ اطلاع دینے والوں میں تو میں ہی ہوں۔"

"تب پھر آؤ ہمیں دیر نہیں کرنا چاہیے اور بہتر یہی ہوگا دائن کہ تم اس وقت خواب گاہ میں موجود رہو جب ایپی ٹس کو میں وہاں لے جاؤں۔"

"میں پوری کوشش کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں ایپی ٹس کی جانب چل دیے۔ ایپی ٹس تک رسائی زیادہ مشکل نہیں تھی اس نے اطلاع ملنے پر ہمیں اپنی آرام گاہ میں بلا لیا۔

"ارغماز کیا تم اپنے عہدے کی بحالی کی بات کرنے آئے ہو لیکن میں اس سلسلے میں گستاخی کا انتخاب کر چکا ہوں اور میں نے اسے ہدایت بھی دے دی ہے کہ وہ باغیوں کی سرکوبی کے لیے انتہائی اقدامات کرے اور تم اب اس کا نتیجہ دیکھو گے۔"

"ایپی ٹس زیرک اور دانشمند ہے اور اس کے جو فیصلے ہوتے ہیں وہ تحت الثریٰ کی بقا کے لیے ہوتے ہیں چنانچہ ایب نوس کے وفادار کی حیثیت سے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ ایپی ٹس کے فیصلوں کی اطاعت کرے اس لیے مجھے جو نیا منصب بخشا گیا ہے وہ میرے لیے کم نہیں ہے اور میں اپنے پرانے منصب کی بحالی کے لیے نہیں آیا۔"

"پھر۔ پھر کیا بات ہے؟" ارغماز کے الفاظ سے ایپی ٹس کا رویہ نرم نظر آنے لگا۔

"اس سے قبل میری توجہ باغیوں کی جانب مبذول تھی لیکن محل میں آ کر میں نے حسب استطاعت محل کے حالات کو پرکھا ہے اور اس وقت میں ایک دردناک اطلاع لے کر تیرے پاس آیا ہوں۔ ایپی ٹس اور یہ میرا فرض تھا۔"

"دردناک اطلاع؟" ایپی ٹس نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں ایپی ٹس کی غیرت اور وطن دوستی میری نگاہوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ایب نوس اس کا نواسہ ہے لیکن میں جانتا ہوں شاہی وقار اور دبدبہ اسے ایپی ٹس نے ہی عطا کیا ہے اور ایپی ٹس اس کا نگران ہے لیکن میرے علم میں کبھی یہ بات نہیں آئی کہ ایپی ٹس نے بذات خود اپنے اجداد یا تحت الثریٰ کے قانون یا عزت و حمیت کے قانون کی دھجیاں اڑائی ہوں۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ ہم نے ایب نوس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی لیکن خود کبھی تحت الثریٰ کے قوانین کو علیحدہ نہیں کیا۔"

"اس لیے مجھے یقین ہے کہ اس معاملے کی ایپی ٹس کو اطلاع نہیں ہے۔"

"کس معاملے کی بات کر رہے ہو ارغماز۔ بات کو الجھائے بغیر صاف صاف کہو۔"

"ہمارے اس خادم کا نام ایپک ہے اور یہ میری جانب سے ایب نوس کی خواب گاہ پر تعینات تھا۔" ارغماز نے میری طرف اشارہ کیا۔

"تو پھر تمہارے اس خادم نے ایسی کیا بات دیکھی جس سے تم نے محسوس کیا کہ تحت الثریٰ کا قانون زخمی ہوا ہے۔"

"خادم کی یہ مجال نہیں ہے شاہ ایپی ٹس کہ وہ کسی قسم کی مداخلت یا اپنی طرف سے کوئی ایسی بات کرے جو اس کی حیثیت سے برتر ہو لیکن شہزادی پرسی فون نے اس سے خود مظلومانہ درخواست کی کہ وہ کم از کم ایک بار تو ایپی ٹس کو اس کا پیغام دے اور اسے بتلائے کہ جب سے اس نے پرسی فون کی جانب سے نگاہیں پھیری ہیں۔ پرسی فون کی حیثیت اس محل میں کیا ہو گئی ہے اور وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو نہیں ہونا چاہیے۔"

"پرسی فون۔" ایپی ٹس کی آواز میں لرزش تھی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا "کیا ہوا پرسی فون کو؟"

"شاہ ایپی ٹس کیا تم نے اسی دوران کبھی پرسی فون کی خیریت جاننے کی کوشش کی ہے کیا تم اس سے ملے ہو؟"

"نہیں۔ طویل عرصے سے نہیں۔"

"اور اس کی وجہ کیا ہے، یہ پوچھنے کا حق ایک خادم کو تو نہیں ہے لیکن۔" ارغماز نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں پرسی فون کی کچھ باتوں سے شدید ناراض تھا۔ میں منتظر تھا اس بات کا کہ پرسی فون خود مجھ سے رابطہ قائم کرتی۔ اس کے انداز میں بے پناہ بے چینی تھی لیکن اس نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا اور میں اس سے برگشتہ رہا۔"

"افسوس۔ وہ اس قابل ہی نہیں تھی کہ تم سے رابطہ قائم کرتی شاہ ایپی ٹس۔" ارغماز نے کہا۔

"کیوں۔ ایسی کیا بات ہوئی؟"

"تمہیں شاید اس بات کی اطلاع نہیں ہے کہ...... شاہ ایب نوس بعض معاملات میں انسانوں سے قطعی مختلف ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"پھر جب تمہیں اندازہ تھا۔ شاہ ایپی ٹس تو کیا تمہیں معلوم ہے کہ تحت الثریٰ کی تاریخ میں کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو کہ کسی ماں کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ اپنی ماں کا رشتہ ذہن سے مٹا دے اور اسے بھی ایک عورت سمجھے۔"

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔" ایپی ٹس کی آواز میں خوف کے آثار تھے۔

"ہاں۔ میرا یہ خادم اپنی نگاہوں سے وہ درندگی دیکھ چکا ہے۔ جس کے نشانات پرسی فون کے بدن پر کسی ثبوت کی مانند موجود ہیں۔ اس کا پورا جسم زخمی کیا جا چکا ہے اور وقفے وقفوں سے اس کے بدن کی سرخ خراشوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ وہ وحشت خیز سلوک ہے جو ایک درندہ اپنی ماں کے ساتھ کرتا ہے وہ خراشیں ایب نوس کے ناخنوں سے بنتی ہیں۔ حتیٰ کہ بیچاری پرسی فون اس قابل نہیں رہ جاتی کہ خود اٹھ سکے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔" ایپی ٹس کے لہجے میں وحشت تھی۔

"یہ بالکل درست ہے ایپی ٹس، میرا خادم اس بات کا چشم دید گواہ ہے اور خود پرسی فون نے اس بات کے لیے کہا ہے کہ کم از کم ایپی ٹس کو اس کی حالت زار کی اطلاع دی جائے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ وحشی درندے، وحشی کتے، تو نے ایپی ٹس کی مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ تو نے ایپی ٹس کے سینے میں سوراخ کیا ہے ایپی ٹس جس نے تجھے کسی قابل بنایا۔ جس نے تجھے عروج پر پہنچایا۔ وہ تجھے فنا بھی کر سکتا ہے۔ پرسی فون میری بیٹی میری بچی تیرے ساتھ بہت برا سلوک ہوا ہے

نوجوان ایبک تم مجھے ساری باتیں سچ سچ بتاؤ۔ کیا تم نے اپنی آنکھوں سے میری بیٹی کے ساتھ بہیمیت اور درندگی کا سلوک دیکھا ہے۔"

"ہاں۔ شاہ ایپی لٹس۔ وہ چیختی ہے کراہتی ہے لیکن ایب نوس اس پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ وہ پرسی فون کو نوچتا کھسوٹتا ہے اسے اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹختا ہے اور اسے بالکل نڈھال کر دیتا ہے۔ پرسی فون ایک قیدی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اسے اپنے کمرے سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ اپنی آواز دروازے پر کھڑے ہوئے پہرے داروں کو نہیں سنا سکتی۔"

ایپی لٹس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا تب اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"ایب نوس، ایب نوس۔ اب تیری زندگی میرے لیے مناسب نہیں ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تو وحشت اور درندگی کی یہ بدترین مثال قائم کرے گا۔ ایب نوس تو نے میرے خوابوں کو درہم برہم کر دیا ہے۔ آہ میں نے تیرے بارے میں کیا سوچا تھا۔ لیکن تو نے میرے سینے میں ہی خنجر بھونک دیا ہے۔ ارغماز۔ ارغماز تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے بےشک تو میرا مخلص اور ہمدرد ہے۔ میں نے تیرے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا میں ابھی پرسی فون سے ملوں گا۔ آہ میری بچی کس اذیت کا شکار ہے۔"

ایپی لٹس غصے اور رنج کی کیفیت سے نڈھال ہو گیا تھا۔

"شاہ ایپی لٹس۔ میری ایک درخواست ہے۔"

"کیا؟" اس نے غم واندوہ کے لہجے میں کہا۔

"ابھی آپ انتظار کریں۔"

"کیا انتظار کروں؟"

"اگر آپ کچھ انتظار کریں تو بہتر ہے میں اس وقت آپ کو وہاں پہنچاؤں جب ایب نوس درندگی کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ دوسری صورت میں وہ ہم سب کو جھوٹا بھی ثابت کر سکتا ہے۔"

"لیکن میں کیسے انتظار کروں۔ میں اپنی بچی کے لیے بے چین ہوں"

"ہمیں مصلحتاً ایسا کرنا پڑے گا۔"

"کیسی مصلحت؟ میں آج بھی قادر ہوں وہ کیا سمجھتا ہے خود کو اس نے تو اپنی ماں کا خیال کیا نہ میرا۔ میں نے اس کے لیے کیا نہیں کیا لیکن آج بھی میری آواز اس سے برتر ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ بولو کیا سمجھتے ہو تم۔"

"کس کے بارے میں شاہ ایپی لٹس؟"

"تحت الثریٰ پر کس کی حکومت ہے؟"

"ایب نوس کی۔"

"دوسروں کی طرح تم بھی احمق ہو۔ ذرا بھی سمجھدار ہوتے تو سمجھ جاتے ایب نوس ہوتا کون ہے ایک وحشی۔ صرف ایک جانور جسے میں نے انسان بنایا ہے جب وہ اپنی.... ہیئت نہیں بدل سکا تو اور کیا کر سکتا ہے۔ نہیں ارغماز۔ تحت الثریٰ پر آج بھی میری حکومت ہے اور اس کے وفادار میری قوت سے نہیں ٹکرا سکتے۔"

"شاہ بہتر جانتا ہے۔"

"لیکن میں تمہاری بات مانوں گا خادم۔ جاؤ اپنا کام انجام دو۔ اور ارغماز تم میرے ساتھ رہو۔ میں اسے عالم وحشت میں دیکھنا چاہتا ہوں"

میں نے سر جھکا دیا۔ اور پھر میں واپس ایب نوس کی خواب گاہ پر آ گیا۔ وحشی درندہ اندر غرا رہا تھا۔ اور پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ آندھی اور طوفان کی طرح باہر نکلا۔ اس کے انداز میں وحشت تھی۔

تمام خادم مؤدب ہو گئے۔ اس نے کسی سے کچھ نہیں کہا اور آگے بڑھ گیا۔ کسی کی ہمت نہ ہوئی تھی کہ اس کے پیچھے جائے۔ لیکن پروفیسر مجھے کسی بات کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔ میں اس کے پیچھے دوڑا اور میں نے محسوس کر لیا کہ اس کا رخ پرسی فون کی خواب گاہ کی طرف ہی تھا۔

تب میں نے اس کے ساتھ اندر جانا مناسب نہیں سمجھا۔ اور میں ایپی لٹس کی طرف چل پڑا۔

ارغماز ایپی لٹس کے پاس موجود تھا۔ دونوں مجھے دیکھ کر اچھل پڑے تھے۔

"وہ۔ وہ۔ شہزادی کے کمرے کی جانب گیا ہے۔" میں نے خادموں کے سے انداز میں کہا۔

"اوہ چلو۔ چلو ارغماز۔ آؤ۔" ایپی لٹس نے بڑا خنجر اپنے لباس میں چھپا لیا۔ اور پھر وہ باہر لپکا۔ میں اور ارغماز اس کے پیچھے تھے۔ ارغماز نے مسکراتے ہوئے مجھے آنکھ ماری اور میں بھی مسکرانے لگا۔

تب ہم تینوں پرسی فون کی خواب گاہ پر پہنچ گئے۔ خواب گاہ کا دروازہ بند نہیں تھا اور اندر سے پرسی فون کی وحشت زدہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں کبھی کبھی یہ آوازیں کربناک چیخوں میں بھی بدل جاتی تھیں۔

ایپی لٹس دیوانہ وار اندر داخل ہو گیا اور ارغماز بھی اس کے پیچھے ہی اندر چلا گیا۔

اندر کا منظر میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ شراب کے برتن زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ پرسی فون بے لباس تھی۔ اس کے بدن پر نئی خراشیں نظر آ رہی تھیں اور قوی ہیکل گوریلا درمیان میں کھڑا ہوا تھا۔

"ایب نوس"۔ ایپی لٹس کی آواز سنائی دی اور گوریلے کے اندر ایپی لٹس کی آواز سے ایک نمایاں تبدیلی نظر آئی۔ وہ پلٹ کر ایپی لٹس کو دیکھنے لگا اور پھر اس نے مجھے اور ارغماز کو دیکھا۔

ایپی لٹس آگے بڑھ گیا۔ اور اب وہ گوریلے کے مقابل نظر آ رہا تھا۔

"ایب نوس یہ تو ہے۔" ایپی لٹس نے کہا اور اسی وقت پرسی فون آگے بڑھ آئی۔

"صرف اسے دیکھ رہا ہے ایپی لٹس مجھے بھی تو دیکھ یہ میں ہوں" اس نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کا بے لباس جسم دیکھ کر ایپی لٹس کی آنکھیں جھک گئیں۔

"مجھے نہیں معلوم تھا پرسی۔ میری بچی مجھے نہیں معلوم تھا۔"

"ایب نوس۔ ایب نوس۔ اسے نہیں معلوم تھا سمجھا تو۔ میرے بچے میرے بیٹے! اسے کچھ نہیں معلوم تھا کہ اس کی بیٹی کس حال میں ہے آ میرے نزدیک آ۔ اسے بتا کہ تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ دیکھ میرا بدن تیرے لیے ہے۔" ایپی لٹس کو اپنی قوت کے مظاہرے دکھا ایب نوس اس نے گوریلے کو جھنجھوڑ ڈالا لیکن ایپی لٹس نے پرسی کو پکڑ کر اور گھسیٹ لیا

"جنگلی کتے۔ تو نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ تیری ماں ہے تو نے اس کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔ وحشی جانور مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا لگایا ہوا پودا اس قدر زہریلا بن جائے گا اور اب مجھے بتا میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں۔"

گوریلا بول نہیں سکتا تھا لیکن یہ بات سب جانتے تھے کہ وہ انسانوں کی مانند سمجھ دار ہے اور ہر بات پر غور کر سکتا ہے۔

اس کے چہرے پر بے پناہ خوفناک کیفیت طاری تھی تب اس نے منہ سے خون خوار آوازیں نکالیں اور ایپی لٹس کو باہر چلے جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے انداز میں بغاوت نظر آ رہی تھی۔

"میں کہتا ہوں فوراً یہاں سے چلا جا اور کسی جنگل میں جا کر پناہ لے۔ اب تیری یہاں گنجائش نہیں ہے چلا جا ورنہ میں۔ میں تجھے قتل بھی کر سکتا ہوں۔" ایپی لٹس نے اپنا خنجر نکال لیا ہم دونوں پیچھے ہٹ گئے تب گوریلے کے انداز میں وحشت ابھر آئی۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی غراہٹیں نکلنے لگیں پھر اس نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور آگے بڑھا۔

یقیناً کوئی خاص واقعہ ہونے والا تھا اور یہ بات میں اور ارغماز دونوں ہی جانتے تھے کہ ایپی لٹس اس گوریلے کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ گوریلا بے پناہ طاقتور تھا اور ایپی لٹس کسی حادثے کا شکار ہونے والا تھا۔

گوریلا قدم قدم آگے بڑھتا رہا۔ ایپی لٹس نے پرسی فون کو اپنے پیچھے کر لیا لیکن دوسرے لمحے پرسی فون نے اپنے باپ کو دھکا دیا اور آگے آ گئی۔ "نہیں ایپی لٹس تو اسے قتل نہیں کر سکتا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے اس کی وحشت کا مظاہرہ بھی دیکھنا ہوگا۔ تجھے دیکھنا ہوگا کہ آج تک تیری بیٹی کے ساتھ کیا سلوک ہوتا رہا ہے اور تو کس طرح مجرمانہ غفلت برتتا رہا ہے"

"پرسی فون میری وحشت کو آواز نہ دے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ تو کس کیفیت میں ہے۔ ہٹ جا سامنے سے ہٹ جا۔" ایپی لٹس نے پرسی فون ... کو ایک طرف کر دیا اور خود چند قدم آگے۔ بڑھ گیا۔

تب اچانک گوریلا اپنی جگہ رک گیا اور پروفیسر تمہیں شاید اس بات پر یقین نہ آئے لیکن میں نے گذری ہوئی صدیوں میں ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ اگر تم میرے سامنے کوئی عجیب ترین چیز لا کر بھی رکھ دو تو مجھے حیرت نہ ہوگی۔

گوریلا اس انداز میں رکا تھا جیسے اب وہ ایپی لٹس پر حملہ آور ہونا چاہتا ہو۔ ایپی لٹس کے انداز میں وہی کیفیت تھی۔ وہ بے حد خون خوار نظر آ رہا تھا اور اس کا لمبا خنجر اس کے ہاتھ میں لہرا رہا تھا۔

"رک کیوں گیا بزدل۔ آگے بڑھ اور مجھ سے مقابلہ کر میں آزمانا چاہتا ہوں کہ میرے بازوؤں میں اب کتنی قوت ہے اور کیا اب میں اس مجرم کو شکست نہیں دے سکتا جس نے تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت کی ہے اور جو ہمارے اجداد کے بنائے ہوئے اصول توڑنے کا مرتکب ہوا ہے تو نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے تجھے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ پرسی فون تیری ماں ہے۔"

"بکواس بند کرو" اچانک گوریلے کے منہ سے آواز نکلی اور ایپی لٹس .... کا منہ بھی حیرت سے پھیل گیا۔

"میں اس کا بیٹا نہیں ہوں۔ میں کوزال کا بیٹا بھی نہیں ہوں۔ میں کون ہوں اس کے بارے میں اس وقت بتاؤں گا جب تم زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہو گے"۔ اور یہ ایسی اچانک اور ایسی حیرت انگیز بات تھی کہ نہ صرف میں اور ارغماز بلکہ پرسی فون اور ایپی لٹس بھی ششدر رہ گئے تھے انہوں نے کبھی اس گوریلے کو بولتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ تب گوریلے نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور ایک ناقابل یقین واقعہ رونما ہوا۔

گوریلے نے اپنے بدن سے پوری کھال اتار دی تھی ایک گوریلے کی کھال اور اس کھال کے نیچے سے جو انسان برآمد ہوا تھا وہ میرے لیے پرسی فون کے لیے اور ایپی لٹس کے لیے تحیر خیز تھا۔ ہاں نوجوان ارغماز اسے نہیں جانتا تھا۔

"تو۔ تو کون ہے؟" ایپی لٹس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایک کہانی ایک داستان ہے۔ میری صورت تیرے لیے اور تیری بیٹی کے لیے اجنبی نہ ہوگی۔" اس نے جواب دیا۔

"فیرونا۔ تو۔ یہ تو ہے۔"

"ہاں۔ اور اب تجھے معلوم ہو گیا ہوگا ایپی لٹس کہ پرسی فون میری ماں نہیں میری محبوبہ ہے۔"

"لیکن لیکن تو تو مر چکا تھا؟"

"ہاں میں مر چکا تھا لیکن میرا علم میرا جادو زندہ تھا۔ میں نے تجھ سے کہا تھا نا، میں ایک داستان ہوں ایک انوکھی داستان اور اب وقت آ گیا ہے کہ میں خود کو افشا کر دوں کہ اس سے مناسب وقت اور کوئی نہیں ہے۔"

اور پروفیسر! یہ تحت الثریٰ کی داستان کا سب سے عجیب اور پراسرار موڑ تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ گوریلا فیرونا کیسے بن گیا اس نے تو پرسی فون کے بطن سے جنم لیا تھا اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا پروفیسر کہ وہ جادوگر میری اس وقت کی حیثیت سے بھی واقف تھا یا نہیں تمہیں فیرونا یاد ہے نا۔ وہی جادوگر جس نے ہیکی سے کہا تھا کہ پرسی فون اسے دے دے اور حکومت خود لے لے۔ اور پھر اس نے خود کو ہیکی کے سامنے ہلاک کر لیا تھا

کی کھال زمین پر پڑی تھی اور خنجر ایپی ٹس کے ہاتھ میں لرز رہا تھا۔ سب تصویرِ حیرت بنے ہوئے تھے۔ ایپی ٹس گویا سب کچھ بھول گیا تھا بس وہ آنکھیں پھاڑے فیرونا کو گھور رہا تھا۔

"ناممکن۔ ناقابلِ یقین۔ مرنے والے اس طرح زندہ نہیں ہوتے" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں وہ جو کسی مشن کی خاطر اپنی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں کیا انہیں اپنی بقیہ زندگی کے استعمال کا حق نہیں ہے؟"

"لیکن لیکن فیرونا ۔ تو ۔ تو ۔ ؟"

"میں نے پوری زندگی میں صرف دو کام کیے ہیں ایپی ٹس، پوشیدہ علوم کا حصول یا پرسی فون سے عشق۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب میں نے صرف پرسی فون کے عشق میں اپنے سارے علم قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا لیکن پرسی فون میری نہ بن سکی اور اس نے ہیکی کو اپنا لیا۔ تب میں نے ہیکی سے کہا کہ وہ ساری زندگی خوش نہ رہ سکے گا۔ میں اسے سکون نہ لینے دوں گا اور ... ایپی ٹس اس کے بعد میں نے اپنی زندگی کے تین حصے کیے۔ ایک جگہ میرا علم ناکام رہا تو میں نے پوری توجہ اپنے علم پر دی۔ تین حصوں میں پہلا حصہ وہ تھا۔ جب میں غلام کوزال کی حیثیت سے پرسی فون کے سامنے آیا۔ غلام کوزال کو میں نے فنا کر دیا تھا۔ اور پھر میں نے اپنی اس زندگی کو بھی قربان کیا اور خود کو پرسی فون کے بطن میں محفوظ کر لیا اور پھر فیرونا کو ہیکی کے سامنے قتل کر کے میں نے اس زندگی کا خاتمہ کر دیا تاکہ تیسری زندگی میں داخل ہو جاؤں جو بظاہر ایک جانور کی زندگی ہو لیکن اس کے اندر فیرونا پرورش پا رہا ہو۔ میں نے جانور کا روپ اس لیے اختیار کیا تھا ایپی ٹس کہ ساری سازشوں سے محفوظ رہوں اور دوسرے میرے لیے سازشیں کرتے رہیں اور اس بار میں فیرونا کی طرح کمزور نہیں تھا چنانچہ میں نے اپنے رقیب کو شکست دی اور ہیکی میرے ہاتھوں مارا گیا۔ اب پرسی فون میرے سوا کسی کی نہیں تھی اور میں فیرونا کی مانند کمزور نہیں تھا۔ پہلی بار میرے علم نے میری کوئی مدد نہیں کی لیکن دوسری بار وہ میرا بھرپور ساتھی تھا۔" فیرونا کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

اور واقعی انوکھی کہانی تھی یہ پروفیسر، میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے ایپی ٹس بھی اس کہانی کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہو۔ اس کے انداز میں ہیجان نظر آ رہا تھا۔

تب تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے کہا "تیرے علوم اپنی جگہ فیرونا لیکن تحت الثریٰ کے کسی شیطان نے بھی اس عورت کی حرمت کی ہے جس کے بطن سے اس نے جنم لیا تو کیا تو نے اس مٹی کو بھی فراموش کر دیا جس نے تجھے تشکیل کیا؟"

"اگر ایسا ہوا ہو تو؟" فیرونا نے پوچھا۔

"تب تو ناکی اوولے کے عتاب سے محفوظ نہیں رہے گا اور ناکی اوولا قوتیں سلب کرنے والوں میں سے ہے وہ ماؤں کا محافظ ہے اور اس کے عتاب سے کسی کو مفر نہیں ہے میں اس کی قوتوں کو آواز دوں گا۔"

فیرونا کی شیطانی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ "ہوتا یوں ہے کہ جب تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت ہوتی ہے۔ علمی اور روحانی بغاوت تو وہ آ پہنچتا ہے اس جگہ جہاں اسے پکارا جائے لیکن تو نے دیکھا تیری آواز بے اثر ہے اور ناکی اوولا کا یہاں کوئی وجود نہیں ہے۔" "آخر کیوں؟" اس نے کہا۔

"صرف اس لیے کہ تیری کہانی جھوٹ ہے تیرے علم کی داستان جھوٹی ہے۔" ایپی ٹس نے کہا اور فیرونا نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے روشنی پھوٹنے لگی اور اس نے اپنا ہاتھ ایپی ٹس کی سمت کر دیا۔

ایپی ٹس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا تھا اور یوں لگا جیسے فضاؤں کی حرارت فنا ہو گئی ہو۔ سخت ٹھٹھرا دینے والی خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ فیرونا نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا "میرا علم نہ کمزور ہے نہ جھوٹا تو نے دیکھ لیا محسوس کر لیا لیکن تو بے حد چالاک ہے اور کیسول تو ہو عرصہ دراز تک تحت الثریٰ کا حکمراں رہا ہے لیکن ایپی ٹس، زیادہ بہتر تھا کہ تو حسبِ معمول حکمرانی کرتا رہتا اور میرے معاملات میں دخل نہ دیتا۔"

"میں نے تیرے دوسرے معاملات میں کبھی دخل نہیں دیا .... اینوس! لیکن پرسی فون میری بیٹی ہے اور تیری ماں ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں وہ صرف میری محبوبہ ہے میں نے غلام کوزال کی حیثیت سے اسے حاصل کیا اور اس کا بطن میری اولاد سے آباد ہو گیا۔"

"لیکن اپنے علم کی مدد سے تو نے اس کے بطن میں گھر کیا۔"

"ہاں لیکن اس نے جس بچے کو جنم دیا وہ میں نہ تھا۔ ہاں اس وقت میں بھی اس کے نزدیک تھا جب میری آنکھوں نے اس بچے کو دیکھا۔"

"اور اس کا بچہ؟"

"وہ میری تحویل میں تھا۔"

"تو نے اسے ہلاک کر دیا؟"

"نہیں، غلام کوزال کو ہلاک کر کے میں نے اس کا بدن حاصل کیا لیکن وہ بچہ میری ہی اولاد تھا اس لیے میں اسے ہلاک کیوں کرتا۔"

"پھر وہ کہاں ہے؟"

"دیکھنا چاہتے ہو اسے لیکن تم کیا سمجھتے ہو میری اولاد صاحبِ علم نہ ہو گی؟" اور پھر اس نے ایک ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا "ایب لاس تو کہاں ہے ان کے سامنے اپنا وجود پیش کر" اور پروفیسر! دوسرے ہی لمحے کمرے میں ایک قوی ہیکل سیاہ فام نظر آیا۔ جس کے آنے کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن اس کی شکل دیکھ کر سب دنگ رہ گئے کیونکہ وہ کوزال کی جوانی تھی۔ سو فیصدی اس کا ہم شکل۔ سب دنگ رہ گئے تھے یہاں تک کہ پرسی فون بھی۔ سب متحیر نگاہوں سے اس غلام کو دیکھ رہے تھے۔ پرسی فون کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

"یہ ۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ آہ ذلیل فیرونا تو نے میرے بیٹے کی پیدائش کے فوراً بعد اسے مجھ سے جدا کر دیا تھا۔ میرا بیٹا۔"

فیرونا کے ہونٹوں پر بدستور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے نوجوان کی طرف دیکھا اور بولا "وہ میرا بھی بیٹا ہے اور اس نے میری آغوش میں پرورش پائی ہے۔ وہ ماں کے وجود سے ناواقف ہے پرسی فون اس لیے تمہاری آواز اس کے لیے بیکار ہے۔"

"آہ تو نے ۔ تو نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے فیرونا!"

"اور تو آج بھی میرے ساتھ ناانصافی سے کام لے رہی ہے پرسی فون! میری محبت کو دیکھ میری پائداری کو دیکھ میں کب سے تجھے چاہتا ہوں اگر میں جسمانی طور پر کمزور نہ ہوتا تو اس وقت تیری محبت تیرا وجود حاصل کر لیتا جب تیرے لیے مقابلے ہوئے تھے لیکن میری محبت کی آگ سرد نہ پڑی اور پھر تیرے لیے میں نے اپنا وجود فنا کر دیا اور اس فنا کے بعد تو مجھے حاصل ہوئی کس طرح کس مصیبت سے اور کس کسمپرسی کے عالم میں میں نے تجھے پایا۔ ہاں پرسی فون آج بھی میں تجھے سارے عالم کی حسیناؤں پر ترجیح دیتا ہوں لیکن کتنا بدنصیب ہوں میں کہ آج بھی تیری محبت حاصل نہیں کر سکتا۔"

"تو شیطان ہے اور میں ہر عالم میں تجھ سے نفرت کرتی رہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے تجھے محبت کے لیے مجبور نہیں کیا۔" اس نے کہا اور ایب لاس کو جانے کا اشارہ کیا۔ نوجوان غائب ہو گیا تھا۔

تب فیرونا ایپی ٹس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا چہرہ اب خشک اور بے رونق معلوم ہو رہا تھا "اب تیرا کیا خیال ہے ایپی ٹس۔ تیری پریشانی ختم ہوئی کہ نہیں ... میں نے تحت الثریٰ کے قوانین کو نہیں ٹھکرایا۔ میں اس کا بیٹا نہیں اس کا عاشق ہوں۔ اب بھی تجھے کوئی اعتراض ہے؟"

"لیکن ۔ لیکن تو نے ایپی ٹس کو دھوکا دیا ہے فیرونا!"

"ہرگز نہیں ۔ دیکھ لے آج بھی میں حکومت پر محبت کو ترجیح دیتا ہوں میں نے حکومت کی خواہش نہیں کی جو تو نے چاہا کیا۔ میں نے حکومت کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ بہتر یہی تھا کہ تو حکومت کرتا رہتا۔ تو نے میرے معاملات میں مداخلت کیوں کی؟"

"لیکن فیرونا! کیا تو مجھے ہمیشہ دھوکا دیتا رہے گا۔"

"تو بھی تو لاکھوں انسانوں کو دھوکا دیتا رہا ہے۔ جواب دے کیا تو نے میری آڑ میں اپنی حکومت برقرار نہیں رکھی، کیا ہیکی کو حکومت سے ہٹانے کے لیے تو نے اس بن مانس کا سہارا نہیں لیا جو میری چال تھی۔"

"لیکن ۔" ایپی ٹس کچھ پریشان نظر آنے لگا۔

"پرسی فون میری ہے۔ میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تو چونکہ ایک ایسی بات کے لیے چراغ پا ہو رہا تھا جو یہاں کے قوانین کے خلاف ہے اس لیے میں تجھے معاف کر سکتا ہوں لیکن آئندہ میرے معاملات میں مداخلت نہ کرنا اور تم دونوں۔ تم دونوں ایپی ٹس کی وفاداری کے زعم میں اپنی زندگیاں خطرے میں نہ ڈالنا۔ میں ہر شے کو فنا کرنے کی قوت رکھتا ہوں تم غلام ہو غلام رہو گے۔ میرے یا ایپی ٹس کے۔ تمہارا کام صرف غلامی ہے اس لیے تم اپنی زبان بند رکھنا۔"

اور میں نے سکون کی گہری سانس لی پروفیسر! گویا اس کا علم محدود تھا مگر بےشمار پراسرار باتوں نے بہرا بہرا تعلق دہ بندہ میری شخصیت اور باغیوں کے بارے میں ضرور معلوم کر لیتا۔ میں نے ایپی ٹس کی جانب دیکھا۔ ایپی ٹس اب بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"جاؤ ایپی ٹس اور آئندہ میرے اور پرسی فون کے درمیان مداخلت کی کوشش مت کرنا۔" اس نے آگے بڑھ کر دوبارہ اپنی کھال اوڑھ لی اور اب کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کہ وہ ایک گوریلا نہیں۔

ایپی ٹس گردن جھکائے باہر نکل گیا۔ ہم دونوں اس کے ساتھ تھے۔ باہر نکل کر ایپی ٹس نے کہا۔ "تم لوگ جاؤ میں دوبارہ تمہیں طلب کروں گا۔"

اور ہم دونوں واپس چل پڑے ہماری ترکیب بری طرح ناکام ہوئی تھی یعنی ہم نے جو سوچا تھا معاملہ اس کے برعکس ہو گیا تھا۔

پھر جب ہم اپنی رہائش گاہ پر آ گئے تو ارغمانہ نے میری طرف دیکھا اور بولا "تم ضرورت سے زیادہ خاموش ہو رائن! کیا بات ہے؟"

"انہی حالات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"ہم ناکام ہو گئے۔"

"ہاں واقعی۔ وقتی طور پر یہی لگتا ہے لیکن اس انکشاف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"تعجب خیز، انتہائی تعجب خیز!"

"میں فیرونا کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا اور یہ کہانی میرے لیے اجنبی ہے لیکن وہ بڑا باعلم ہے اور ایپی ٹس جیسے انسان کو بے وقوف بنا تا رہا ہے گویا آج تک قریب سے جاننے والے یہی سمجھتے رہے کہ بن مانس صرف ایک کھلونا ہے جس کے عقب میں ایپی ٹس کا چہرہ ہے لیکن ایپی ٹس تو نرا احمق نکلا اور وہ چالاک۔ کیا تمہیں فیرونا کی کہانی معلوم ہے رائن؟"

"ہاں میں جانتا ہوں!"

"اوہ مجھے اس سے بے حد دلچسپی ہے کیا مختصراً تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟"

"فیرونا نے جو الفاظ استعمال کیے تمہیں یاد ہیں؟"

"ہاں۔"

"تب کہانی مختصر رہ جاتی ہے، وہ ایک صاحبِ علم لیکن کمزور آدمی تھا لیکن اس کا علم اسے جسمانی برتری نہیں دے سکا۔ لیکن وہ ایپی ٹس کی بیٹی پرسی فون ... کو چاہتا تھا اور پرسی فون اس سے نفرت کرتی تھی۔ پھر ایپی ٹس نے تحت الثریٰ کے قانون کے تحت لوگوں کو پرسی فون اور حکومت کے حصول کے لیے مقابلہ کی دعوت دی اور اس مقابلے میں ایک چرواہے کا بیٹا ہیکی بھی شامل تھا جو پرسی فون کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ فیرونا خود تو مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اس نے ہیکی کو پیشکش کی کہ وہ چاہے تو فیرونا اس کی مدد کر سکتا ہے اور کوئی اسے شکست نہیں دے سکتا۔ لیکن شرط یہ ہو گی کہ ہیکی صرف حکومت کرے گا۔"

پرسی فون ایکی ہو گی۔ ہیکی نے یہ رشتہ تسلیم نہ کی اور فیرونا کے علم کو بھی شکست دے دی۔ تب فیرونا نے وہ چالیس چلیں جن کا اس نے تذکرہ کیا۔ اور اس نے اپنے علم کو مضبوط بنایا۔ اس نے بظاہر ہیکی کے سامنے خود کو ختم کر لیا لیکن دوسری شکل میں زندہ ہو گیا۔ یہ اس کا علم تھا۔ ایپی لٹس جو حکومت چھوڑ کر اس احساس کا شکار ہو گیا تھا کہ اب اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی اس سازش کا شریک رہا لیکن وہ بھی حالات سے لاعلم تھا اور آج تک وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ پرسی فون کا عجیب الخلقت بیٹا اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہے۔"

"آہ کیسی عجیب کہانی ہے کتنی پراسرار اور حیرت انگیز کون کون اس کہانی میں عیاں ہوا ہے۔ لیکن اب کیا ہو گا؟"

"ہماری جدوجہد میں کچھ اور تیزی آ جائے گی۔"

"تم پریشان نہیں ہو۔"

"کیوں؟ پریشانی کی وجہ؟"

"اوہ، تم بھی تو معمولی انسان نہیں ہو۔ لیکن تمہارا اب کیا خیال ہے کیا ایپی لٹس اس انکشاف کے بعد خاموش ہو جائے گا؟"

"اگر خاموش ہونا چاہے گا تو ہم اسے خاموش نہیں رہنے دیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم اس کے اس احساس کو ہوا دو گے کہ اسے فیرونا نے شکست دی ہے۔"

"پھر کیا ہو گا؟"

"ہم اسے ایک ترکیب بتائیں گے۔"

"کیسی ترکیب؟" اور میں ارغماز کو اپنی تجویز کے بارے میں بتانے لگا۔ ارغماز پُر خیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا پھر وہ بولا "ایپی لٹس کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔"

"یہ تمہاری ذہانت کی بات ہے، ویسے وہ ذہنی طور پر سخت پریشان ہے اور ایسے حالات میں انسان دوسروں کے سہارے تلاش کرتا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد؟"

"اس کے بعد کیا ہو گا؟"

"یہی میں پوچھ رہا ہوں۔ یعنی بغاوت؟"

"ان دونوں میں سے ایک کو زندہ رہنا چاہیے ارغماز۔ دونوں کی زندگی زیادہ خطرناک ہے۔"

"تمہارے خیال میں کون زیادہ خطرناک ہے؟"

"ہر حال میں فیرونا، خاص طور پر نئی شکل میں آنے کے بعد!"

"وہ زبردست جادوگر ہے۔"

"میں نہیں مانتا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ ہم سے لاعلم ہے حالانکہ اگر اس کا علم زیادہ طاقتور ہوتا تو وہ یہ جان جاتا کہ اس کی حکومت کے اصل باغی اس کے نزدیک موجود ہیں۔"

"اوہ۔ ہاں یہ تو درست ہے!"

"کچھ بھی ہو ارغماز ہمیں اپنے مشن کو پورا کرنا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی کی حکومت نہیں ہونا چاہیے۔ اور تم میرے ہمنوا ہو۔ ویسے ایپی لٹس کو زبردست شکست ہوئی ہے۔ اب اس کی سوچ کیا رخ اختیار کرتی ہے یہ دیکھنا ہے۔"

اور پھر۔ ایپی لٹس کے دو سپاہی ہمیں بلانے آ گئے۔ اس خادم کو بھی طلب کیا گیا جو ایب نوس کی خواب گاہ پر تعینات تھا۔ سپاہی نے خاص طور سے کہا اور پھر ہم دونوں تیار ہو گئے۔

"یہ بھی بہتر ہی ہوا ہے رائن کہ تم میرے ساتھ ہو۔ اس طرح میں بھی مطمئن رہوں گا لیکن ایپی لٹس سے جو کچھ بات چیت کرنا ہے اس سے تم مطمئن ہو گے پوری طرح۔ بات یہ ہے ارغماز کہ ہمیں ہر جوا کھیلنا ہے۔ ہم نے چاروں طرف پاؤں پھیلا رکھے ہیں اور ہم کسی طور پر محدود نہیں ہیں۔ اگر ہم ایک پہلو سے شکست کھاتے ہیں تو ہمارے پاس دوسرا ذریعہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ سرنگ مکمل ہو جائے تو ہماری طاقت بھی ٹرگش میں بڑھ سکتی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے تحت الثریٰ کے دوسرے علاقوں میں ایب نوس کے اتنے حامی اور ہمدرد نہ ہوں گے جتنے کہ ٹرگش میں موجود ہیں گویا اگر ہمیں کسی جگہ سے خطرہ ہو سکتا ہے تو وہ صرف ٹرگش ہے اگر ہم نے یہاں ایب نوس پر قابو پا لیا تو باقی معاملات سے بآسانی نمٹا جا سکتا ہے۔"

"یقیناً۔" ارغماز نے جواب دیا "لیکن رائن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔" وہ پُر خیال انداز میں بولا۔

سپاہی ہم سے فاصلے پر جا رہا تھا اس لیے ہمیں یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہ ہماری گفتگو سن لے گا۔

"کیا سوال پیدا ہوتا ہے ارغماز؟" میں نے پوچھا۔

"ان دونوں کا مسئلہ۔ تمہارے خیال میں ان میں سے کس کی زندگی زیادہ اہم ہے۔ ایب نوس کی یا ایپی لٹس کی" ارغماز نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"آہ۔ میرے دوست ارغماز تم اس بات سے قطعی ناواقف ہو کہ ایب نوس درحقیقت کیا ہے۔ تم نے اس کی ایک شکل دیکھی اور دوسری شکل بھی دیکھ لی جس میں وہ فیرونا کی حیثیت سے سامنے آیا۔ فیرونا ایک شیطان ہے۔ اسے شیطان صفت کہنا میرے خیال کے مطابق مناسب نہیں ہے۔ ہاں اگر ہم اسے مکمل شیطان کہیں تو یہ زیادہ مناسب ہے۔

میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور اس بات سے اچھی طرح واقف ہوں کہ ایپی لٹس اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے تم نے دیکھا اس نے ایپی لٹس کی زندگی بھر کی کاوشوں کو شکست دی ہے اور کس طرح اس نے اپنے آپ کو ایپی لٹس کی نگاہوں سے محفوظ رکھا۔ بہت ہی چالاک انسان ہے یہ۔ گو مشیات کی زندگی میں کیا ڈوبا رہا لیکن حکومت مکمل طور پر اس کی رہی یعنی باہر کے لوگ یہی بات جانتے ہیں کہ ایب نوس شہنشاہ ہے اور ایپی لٹس نے بھی یہی بات مشہور کی کہ ایب نوس کی بادشاہت میں اس کی شخصیت کا کوئی خاص عمل دخل نہیں ہے اور ادھر ایپی لٹس

اپنے طور پر یہی سمجھتا رہا کہ حکومت وہ خود کر رہا ہے اور ذریعہ ایب نوس ہے" لیکن ایب نوس کی سوچ زیادہ خطرناک تھی۔ اس نے یہی سوچا کہ ایپی لٹس حیثیت کیا رکھتا ہے اسے جب چاہے وہ ہٹا سکتا ہے چنانچہ اس لحاظ سے ایب نوس ذہنی طور پر بہت زیادہ طاقتور ہے اور بلاشبہ اس کے علوم حیرت انگیز ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں نت نئے تجربات کر سکتا ہے جو میں نے تحت الثریٰ کے کسی دوسرے شخص میں نہیں پائے۔ اسی لیے میں نے یہ بات کہی کہ فیرونا مکمل شیطان ہے۔"

"بالکل درست، تو اس لئے تمہارا خیال یہ ہے رائن کہ اگر ایب نوس ہمارے راستے سے ہٹ جائے تو زیادہ بہتر ہے۔"

"زیادہ بہتر کیا۔ بلکہ ایب نوس کو ہمارے راستے سے ہٹنا ہی چاہیے اور اب خاص طور سے ان حالات میں جبکہ اس کی شخصیت کھل گئی ہے، ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

"بہت خوب۔ گویا تم یہ چاہتے ہو کہ ایب نوس راستے سے ہٹ جائے۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں لیکن تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا ایب نوس کا راستے سے ہٹنا اتنا آسان ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ جو کچھ تم نے بتایا ہے اس کے تحت تو یہ اتنا آسان نہیں معلوم ہوتا۔"

"دیکھنا یہ ہے ارغماز کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اس وقت جب تک میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ایب نوس صرف ایک طاقت ور گوریلا ہے اور ایپی لٹس اصل ذہن ہے جو اس کی پشت پر کام کر رہا ہے میرے ذہن میں کوئی تردد نہیں تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ میں ایب نوس کو شکست دوں گا۔ لیکن جب سے مجھے اس کی اصلیت معلوم ہوئی ہے میرے ذہن میں بہت سے خیالات ہیں۔"

"تم مایوس ہو رائن!؟" ارغماز نے پوچھا۔

"نہیں ارغماز۔ لیکن اب معاملہ بدل گیا ہے۔"

"وہ بہت طاقتور ہے!"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے خاص طور سے اس کے علوم ہیں دشمن کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔"

"پھر اب تم نے کیا سوچا ہے ارغماز۔"

"میں بھلا کیا سوچوں میں تو ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔" ارغماز نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تو پھر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ الجھو نہیں ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے۔ اگر حل نہ ہو تو مشکل بھی نہیں ہوتی۔"

"یہ تو درست ہے۔" ارغماز نے کہا گفتگو کرتے ہوئے ہم دونوں محل کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایپی لٹس کے سامنے تھے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں عام لوگوں کا گذر نہیں تھا یعنی ایپی لٹس کی وہ پوشیدہ رہائش گاہ جس کے گرد سخت پہرہ رہتا تھا اور ایپی لٹس اپنے شیطانی کارنامے وہیں بیٹھ کر انجام دیتا تھا۔ باہر کی دنیا میں وہ صرف پرسی فون کا باپ یعنی معزول شہنشاہ اور ایب نوس کا نانا تھا لیکن یہاں اس کے تغیرات لامحدود تھے۔

ایپی لٹس کے چہرے سے فکر مندی کا اظہار صاف طور سے ہوتا تھا۔ وہ ایک آرام کرسی میں دراز تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا۔ ہم دونوں کو اس نے اپنائیت کی نگاہ سے دیکھا۔

"آؤ۔ بیٹھو۔ تم دونوں اس سے قبل جس حیثیت سے آئے تھے اب اسے بھول جاؤ کیونکہ تم میرے ایک ایسے راز کے شریک ہو گئے ہو جس سے کوئی اور واقف نہیں ہے لیکن کیا تم قابل اعتماد ہو؟" ایپی لٹس نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔

"اس کا فیصلہ ایپی لٹس کرے۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"ایپی لٹس فیصلے کرنے کا اہل ہے کیونکہ اس نے ایک طویل عرصہ تک حکومت کی ہے اور اس کا ذہن آج بھی اس کا ساتھی ہے۔"

"درست کہا شہنشاہ نے۔" ارغماز بولا۔

"اور ہر دور میں کچھ لو اور کچھ دو کے اصول کا پابند رہا ہے۔ میں صرف تم لوگوں کی وفاداری نہیں مانگوں گا بلکہ اس کا صلہ بھی دوں گا۔"

"حقیقت پسند شہنشاہ کی بات دانشمندانہ ہے۔" ارغماز نے کہا۔

"سو یہ سوچ لو کہ مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی کچھ نہیں دے گا اور جو تم مانگو گے میں اسے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"شہنشاہ کی یہ بات کافی ہے۔"

"گویا میرے وفادار بن کر تم کسی اور کے وفادار بننے کی کوشش نہیں کرو گے کیا تم اس بات کا وعدہ کرتے ہو؟"

"شاہ ایپی لٹس ہماری نیت پر شک نہ کرے اور اس بات کا یقین کرے کہ ہم نے جو کچھ کیا اپنی وفاداری کے تحت ہی کیا۔ اور آئندہ بھی جو کچھ کریں گے اس میں یہ احساس مزید شامل ہو گا کہ شاہ کی نگاہوں میں منفعت پانے کے بعد ہماری حیثیت مختلف ہو گی لیکن اس کے باوجود ہماری وفاداری مشکوک نہیں ہو گی۔۔۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ شاہ ایپی لٹس کے وفاداروں میں رہیں گے اس کی بھلائی کے خواہاں رہیں گے۔"

"تمہاری زبان سے سچائی کی جو بو آتی ہے خادم! اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟" ایپی لٹس نے سوال کیا۔

"میں پشت ہا پشت سے ایپی لٹس کے وفاداروں میں سے ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے اگر ایسے وفادار مجھے حاصل ہیں تو بہر صورت میں مایوس نہیں ہوں۔ فیرونا کیسے ہی علوم کا ماہر کیوں نہ ہو لیکن میری ذہنی قوتیں اور میرے وفاداروں کا تعاون اسے شکست دے گا اور مجھے اس بات کا بھرپور یقین ہے میں اپنے معتمدوں کے ساتھ تنہا نہیں ہوں اور فیرونا کو حیرت

ہوگی جب وہ یہ محسوس کرے گا کہ خود محل میں میرے بیشمار دوست ہیں،" شاہ ایپی لٹس نے کہا۔

"یقیناً یقیناً شاہ کی قوت محدود نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سو میرے دوستو! مجھے تمہارا مشورہ بھی درکار ہے اور میں یہ مشورہ تم سے لے رہا ہوں تمہاری اُس حیثیت سے نہیں جو اس سے قبل تھی بلکہ میں اپنے مخصوص ساتھیوں کی حیثیت سے تمہارا مشورہ چاہتا ہوں۔"

"ہم خلوصِ دل سے تیار ہیں شاہ ایپی لٹس۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"تو کیا کہتے ہو تم اس سلسلے میں جب کہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ ایب نوس کے سلسلے میں ہمیں نے دھوکا کھایا ہے۔ گویا ایب نوس وہ نہیں تھا جو میں نے اسے سمجھا بلکہ وہ کچھ اور نکلا اور اس نے اپنی قوتوں کو مستور رکھا لیکن محل کے لوگ جن کے تحت حکومت کے کاروبار چلتے ہیں وہ اس بات سے واقف ہیں کہ زبان ایب نوس کی اور ذہن ایپی لٹس کا ہے۔ اور زبان ظاہر کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ اس سے قبل وہ فیرونا کو اس کی اصل حیثیت سے نہیں جانتے تھے۔ یہ بات تو ان کے علم میں بھی ہوگی کہ سوچتا ایپی لٹس ہے اور اگر فیرونا بذاتِ خود کوئی حیثیت رکھتا ہے تو اس کا استحصال نہیں کر سکتا گویا ہم لوگوں کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہم فیرونا کی اصلیت کو چاہیں تو چھپا سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو ایب نوس کے روپ میں چھپے ہوئے فیرونا کو ظاہر بھی کر سکتے ہیں۔"

"بے شک۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تمہارے خیال میں اس سلسلہ میں کوئی موزوں ترکیب ہے؟" ایپی لٹس نے سوال کیا اور میں اس کی ذہنی الجھنوں پر غور کرنے لگا۔ وہ ہمارے بارے میں جانے بوجھے بغیر ہم سے مشورہ لے رہا تھا چنانچہ ارغماز نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"شاہ ایپی لٹس کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ بھرے دربار میں ہم فیرونا کو بے نقاب کر دیں؟"

"اوہ۔ اوہ میں جانتا ہوں کہ تم ایک ایسے عہدے پر فائز رہ چکے ہو جس کی ذمہ داریاں اہم ہوتی ہیں لیکن اس سے قبل میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ تم ذہنی برتری کے حامل ہو اور مجھے یہ بھی احساس ہے کہ میں نے تمہیں تمہارے عہدے سے معزول کر دیا تھا اور ایک دوسرے شخص کو تمہاری جگہ دے دی تھی۔ ارغماز گذری باتوں کو ذہن سے نکال دو اور مجھے بتاؤ کہ تم اپنی ذہنی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کیا بہتر تجویز پیش کر سکتے ہو۔ یعنی اگر میں فیرونا کو بے نقاب کرنا چاہوں تو کس طرح؟" ایپی لٹس نے سوال کیا۔

"شاہ ایپی لٹس! فیرونا کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ ایک باعلم انسان ہے لیکن تحت الثریٰ کے قانون کے مطابق نہ تو اس نے کسی سے جنگ کی ہے جس سے کہ حکومت حاصل کی گئی اور نہ اس نے ایسا کوئی قدم اٹھایا جس سے اس کی اپنی حیثیت مسلّم ہو جائے۔ اب اگر ہم دربارِ عام میں اس کی شخصیت کو بے نقاب کرتے ہوئے کہیں کہ فیرونا نے اپنے علم کے ذریعے اس آتی کو ختم کر دیا جو حکمران تھی اور گیلی کے نقاب میں ملفوف ہو کر فیرونا نے خود کو حکومت کا وارث ثابت کرنے کی کوشش کی اور حکومت پر قبضہ کر بیٹھا تو کیا اہلِ دربار اس کی حکومت کو تسلیم کر لیں گے؟"

"ہرگز نہیں کریں گے اور یہی تحت الثریٰ کا قانون ہے۔" شاہ ایپی لٹس نے جواب دیا۔

"ان حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اگر ہم اہلِ دربار کو اس کی حیثیت بتا دیں تو کیا وہ فیرونا کی مخالفت نہیں کریں گے؟"

"یقیناً کریں گے۔"

"تو پھر اس سے بہتر ترکیب اور کونسی ہو سکتی ہے کہ بھرے دربار میں فیرونا کو بے نقاب کر دیا جائے اور اس کی معزولی کا مطالبہ کیا جائے۔ شاہ ایپی لٹس تم اپنی حیثیت میں فوری طور پر حکومت سنبھال سکتے ہو اور یہ اعلان کر سکتے ہو کہ جب تک کسی بہتر حکمران کا انتخاب نہ ہو جائے تم اس حکومت کے نگران ہو اور اپنی اس نگرانی میں نئے حکمران کا انتخاب کراؤ گے۔" ارغماز نے کہا اور ایپی لٹس نے تحیر نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"خوب، خوب! کیا تم یقین کرو گے ارغماز کہ میں نے بھی اپنے ذہن میں یہی فیصلہ کیا تھا۔"

"یقیناً۔ شاہ ایپی لٹس کی زبان پر شک کیسے ہو سکتا ہے۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"تو پھر میرے دوستو! میں تمہاری تجویز سے پوری طرح متفق ہوں۔ اور مجھے انتہائی خوشی ہے کہ میں نے جو کچھ سوچا تھا اور لوگ بھی اسی انداز میں سوچ رہے ہیں۔ اور وہ چیز جس کے بارے میں میں کچھ سوچتا یا سمجھتا ہوں اس چیز کو میرے لیے بہتر سمجھتے ہیں چنانچہ میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے یہی فیصلہ کرتا ہوں کہ بھرے دربار میں میں فیرونا کی نقلی شخصیت کا اعلان کر دوں گا۔ ہاں اس سلسلے میں اگر کوئی اور تجویز... ہو تو وہ بھی بتاؤ۔"

"میں یہ چاہوں گا شاہ ایپی لٹس کہ تم اس سلسلہ میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو بلکہ پہلے اپنے کچھ اہلِ دربار کو اپنا ہمنوا بناؤ اور انہیں اس حقیقت سے آگاہ کرو کہ فیرونا کیا ہے۔ اس طرح جب دربار میں تم اس بات کا اعلان کرو گے تو شاہ ایپی لٹس! اس صورت میں تمہارے ہمدردوں کے لیے وہ اعلان اجنبی نہ ہوگا اور وہ تمہارا ساتھ دینے کے لیے پوری طرح تیار ہوں گے۔" ارغماز نے کہا۔

تب میں نے اس گفتگو میں مداخلت کی "میری رائے کچھ اور ہے ارغماز۔"

"کیا؟" ارغماز نے پوری توجہ سے مجھے دیکھا۔

"یہ اتفاق نہیں ہے کہ تم نے اور شاہ ایپی لٹس نے ایک ہی بات سوچی اور اس کا اظہار کر دیا کیا تم اسے اتفاق سمجھتے ہو؟"

"تمہارے خیال میں یہ کیا ہے؟"

"ایک مؤثر تدبیر یعنی فیرونا کو بے نقاب کرنے کے لیے یہی طریقۂ کار سوچا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر اس سے مقصد؟"

"گویا اگر کوئی ایسے مرحلے میں داخل ہو جائے تو پھر وہ کیا کر سکتا ہے وہی جو شاہ ایپی لٹس نے سوچا اور جو تم نے ورنہ تمہاری تجویز کچھ اور ہوتی۔"

"ٹھیک ہے لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی!"

"کیا فیرونا احمق ہے۔ جب دو ذہن ایک ہی انداز میں سوچ سکتے ہیں تو تیسرا ذہن کیوں نہیں سوچ سکتا۔"

"خادم کی بات قابلِ غور ہے ارغماز۔" ایپی لٹس نے کہا۔ "فیرونا خود بھی تو مطمئن نہیں ہوگا اور یقیناً یہی سوچ سکتا ہے لیکن خادم اس بارے میں تم کیا کہنا چاہتے ہو کیا یہ تجویز مناسب نہیں؟"

"یہ بات نہیں ہے اس سے عمدہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔"

"پھر تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اہلِ دربار میں سے پہلے سے کچھ لوگوں کو اس بارے میں بتانا مناسب نہیں ہے بلکہ یہ انکشاف اچانک کیا جائے۔"

"ہاں غور کیا جا سکتا ہے۔"

"شاہ ایپی لٹس کیا اہلِ دربار صرف اس کے ہمنوا ہوں گے جب کہ میرے خیال میں وہاں تمہارے بارے میں جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔"

"ہاں یہ درست ہے۔"

"پھر تمہیں اس کی کیا ضرورت ہے تم جب بھی اور جو بھی قدم اٹھاؤ۔ اس میں زیادہ لوگوں کو شامل نہ کرو اور جس وقت چاہو قدم اٹھا لو۔"

"تو پھر دوسرے دربار میں یہ کام کر لیا جائے۔ ویسے خادم کی بات میرے ذہن کو لگتی ہے اور میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"مناسب۔" ارغماز نے کہا۔

"دوسرے دربار میں تم موجود رہو گے اس کے علاوہ مجھے کچھ اور لوگوں کی بھی ضرورت رہے گی جو میرے لیے جنگ کریں۔"

"بہتر، ان کا بندوبست میں کر لوں گا۔" ارغماز نے کہا۔

"تو پھر میں اس بارے میں زیادہ گفتگو نہیں کروں گا۔ بس اس معاملے کو طے سمجھو اور خود کو اس کے لیے تیار کر کے دوسرے دربار میں شرکت کرو۔"

"جو حکم۔" ارغماز نے کہا اور ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ ارغماز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے دلچسپ نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور ہنسنے لگا۔

"کیوں ارغماز، کیوں ہنسی آ رہی ہے؟"

"تمہارے بارے میں سوچ کر۔"

"خیریت؟"

"ایپی لٹس تمہیں خادم کہہ کر پکارتا ہے اور اسے اس بات پر حیرت ہے کہ اس کے ہاں کے معمولی لوگ اس کی ذہانت کو چھوتے ہیں۔ ابھی تو وہ صرف فیرونا یا ایب نوس کی طرف... متوجہ ہے لیکن اسے دوسری شخصیت کا علم ہوگا تو وہ کتنی حیرت کرے گا۔"

"اس نے بھی لوگوں کو دھوکہ دیا ہے اسے اس دھوکے کی سزا ملنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے بالکل ٹھیک۔ بہرحال دوسرے دربار کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"سب ٹھیک ہے۔ کام ہماری مرضی کے مطابق ہو رہے ہیں۔"

"ہمارا اپنا کردار وہاں کیا ہوگا؟"

"ایک تماشائی کا۔" میں نے جواب دیا اور ارغماز چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہم حالات کے تماشائی ہیں ارغماز، جن لوگوں کو تم ایپی لٹس کی... طرفداری کے لیے لے جاؤ گے وہ تمہارے اپنے آدمی ہونے چاہئیں۔"

"ظاہر ہے وہی ہوں گے۔"

"لیکن تم انہیں جو ہدایات دو گے وہ یوں ہوں گی کہ اگر دربار میں کوئی گڑبڑ ہو تو وہ حالات کا جائزہ لیں اگر ایپی لٹس کا پلڑا بھاری رہے تو وہ ایپی لٹس کے لیے جنگ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں اور اگر دیکھیں کہ ایب نوس بھاری پڑ رہا ہے تو خاموشی اختیار کر لیں اور حالات کا جائزہ لیں۔"

"اوہ۔" ارغماز نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"یہی بہتر بھی ہے ارغماز!"

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔" ارغماز نے کہا اور پھر گردن ہلا کر بولا "ٹھیک ہے راشن۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گا۔"

اور پروفیسر اس سلسلہ میں بعد میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل غیر ضروری ہے ہاں ہم اس وقت کی بات کریں گے جب دربارِ عام لگا ہوا تھا اور گویا ایب نوس تختِ شاہی پر فروکش تھا اس کا مشیر اور پیشوا ایپی لٹس اس کی جانب سے مقدمات کی پیروی کر رہا تھا اور اس کے ایما پر فیصلے دے رہا تھا۔

آخری مقدمہ نمٹانے کے بعد ایپی لٹس نے دربار پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر خود بھی کھڑا ہو گیا۔

"اہلِ دربار اور معزز لوگو! ایک مقدمہ میں خود بھی پیش کرنا چاہتا ہوں اور اپنی جگہ میں اپنے بزرگ اشماز کو مقرر کرتا ہوں تاکہ وہ میرے اس مقدمے کی پیروی کرے۔"

میری نگاہیں ایب نوس پر جمی ہوئی تھیں جس نے چونک کر ایپی لٹس کی جانب دیکھا تھا۔ اشماز کھڑا ہو گیا۔

"تیرا مقدمہ کس کے خلاف ہے ایپی لٹس؟" اس نے پوچھا۔

"ایب نوس کے خلاف۔" ایپی لٹس نے کہا اور دربار میں بھنبھناہٹ گونج اٹھی۔ ایب نوس گردن ہلانے لگا تھا۔

"کیا کہنا چاہتا ہے تو ایب نوس کے خلاف؟" اشماز نے پوچھا۔

"یہی کہ وہ ایب نوس نہیں بلکہ فیرونا ہے ایک قدیم جادوگر جس نے اپنے علم کے سہارے یہ انداز اختیار کیا اور حکومت کے اصل حقدار کو اغوا کر کے اس

کی جگہ خود قابض ہو گیا۔ اِس کھال کے نیچے فیرونا پوشیدہ ہے اور اشماز فیرونا کو بھولا نہ ہوگا۔“

ایب نوس اٹھ کھڑا ہوا تھا اور دربار میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔

”کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا ایپی ٹس سچ کہہ رہا ہے؟ جواب دیا جائے ــــ ایب نوس کیا کہتا ہے؟“

تب ایب نوس نے غصیلے انداز میں گردن ہلائی اور فضا میں ہاتھ ہلانے لگا۔ گویا اپنے غصے کا اظہار کر رہا ہو اور پھر اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور ایک قوی ہیکل آدمی تخت کے پاس پہنچ گیا۔

”میرا نام افران ہے اور میں ایب نوس کا نمائندہ ہوں چونکہ ایب نوس کے پاس قوتِ گویائی نہیں ہے اور اس کا ترجمان صرف ایپی ٹس ہے لیکن یہ ایپی ٹس کی بھول ہے۔ ایب نوس صرف قوتِ گویائی اور انسانی جسم سے محروم ہے اس کے پاس عقل و دانش کی کمی نہیں ہے اس لیے اس نے مجھے ابھی اپنی اشارتی زبان سے آگاہ کیا تھا۔ اب میں اس کا ہم زبان ہوں لیکن“

”آؤ۔ تم بھی آ جاؤ لیکن آج میں ایب نوس کے روپ میں چھپے ہوئے اس شیطان فیرونا کو بے نقاب کر دینا چاہتا ہوں۔“ ایپی ٹس نے کہا۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو ایپی ٹس؟“ افران نے پوچھا۔

”یہی کہ جانور کی اس کھال کے پیچھے جو فیرونا پوشیدہ ہے۔ اس نے پرسی فون کے بیٹے جسے وہ اب ایب لاس کہتا ہے کو اس وقت اغوا کیا جب وہ پیدا ہوا تھا اور خود ایک انوکھی سازش کے تحت اس بچہ کی شکل اختیار کر لی اور اس کے بعد سے وہ خود پرسی فون کے لیے بھی ایک عذاب بنا ہوا ہے اور تحت الثریٰ کے لوگوں کے لیے بھی۔ میں صرف اس لیے اس کا شیر کار بنا رہا کہ وہ قوتِ گویائی سے محروم ہے اور میں تحت الثریٰ کا محافظ۔ میرے علم میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ دراصل فیرونا ہے اور جب مجھے معلوم ہو گیا تو پھر میں بھلا اپنے فرائض کی انجام دہی سے غافل کیوں رہتا چنانچہ آج میں اہلِ دربار کے سامنے اعلان کرتا ہوں، کہ ایب نوس فیرونا کا دوسرا روپ ہے اور وہ کسی بھی طور حکومت کے قابل نہیں ہے۔“ ایپی ٹس نے کہا اور سارے درباری چونک پڑے۔

”لیکن ایپی ٹس تمہیں اس بات کو ثابت بھی تو کرنا ہوگا کہ وہ ایب نوس نہیں فیرونا ہے۔“

”ہاں اس کی کھال کے نیچے فیرونا پوشیدہ ہے اس کے بدن سے کھال کو اتار دیا جائے۔“ ایپی ٹس نے کہا اور دربار میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں تب افران اٹھا۔

افران ایب نوس کے پاس جا کر رک گیا۔ اور ایب نوس سے کچھ سوالات کرنے لگا۔ تب افران نے ایپی ٹس کی جانب دیکھا اور عجیب سے انداز میں بولا۔

”ایپی ٹس! ایب نوس کہتا ہے کہ وہ تحت الثریٰ کا حکمران ہے جو کچھ بھی ہے وہ تحت الثریٰ کے قوانین کے تحت اس سرزمین کا حکمران بنا ہے اس نے یہ حکومت ہیکی کو شکست دے کر حاصل کی ہے اور ایپی ٹس چونکہ ایک معزول شدہ حکمران ہے اس لیے وہ مشیر تو ہو سکتا ہے قادرِ مطلق نہیں پھر وہ کس حیثیت سے یہ مقدمہ کرتے ہوئے اپنے اس اعتراض کو منظرِ عام پر لایا ہے۔“ افران نے ایب نوس کے ترجمان کی حیثیت سے کہا۔

”سابق حکمران ہونے کی حیثیت سے۔ اور چونکہ اس وقت اس حکومت کا حکمران کوئی نہیں ہے اس لیے سابق حکمران ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اس حکومت کا نگراں بن جاؤں اور حکومت کسی ایسے شخص کے سپرد کر دوں جو اس کا اہل ہو اور غدار نہ ہو۔“ ایپی ٹس نے جواب دیا۔

”لوگو! تمہارا کیا خیال ہے؟“ اشماز نے ایپی ٹس کے ترجمان کی حیثیت سے اہلِ دربار سے پوچھا۔

”ایپی ٹس کو سب سے پہلے یہ بات ثابت کرنا ہوگی کہ ایب نوس کے روپ میں فیرونا ہے۔“ بہت سی آوازیں ابھریں۔

”اور اس کے بعد اگر یہ بات سچ ثابت ہو گئی تب پھر کیا ہوگا؟“ اشماز نے سوال کیا۔

”تب فیرونا کو اسی وقت گرفتار کیا جائے گا اور حکومت تحت الثریٰ کے سابق حکمران ایپی ٹس کے حوالے کر دی جائے گی لیکن صرف ایک نگران حکومت اور پھر ایپی ٹس نئے حکمران کے لیے انتخاب کرائے گا۔“

”کیا ایب نوس کو اس پر اعتراض ہے؟“ اشماز نے ایب نوس سے سوال کیا اور ایب نوس کا ترجمان افران آگے بڑھ آیا۔

”نہیں، ایب نوس اس بات کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی ایک اور شرط بھی ہے۔“

”وہ کیا؟“ ایپی ٹس نے پوچھا۔

”اگر ایپی ٹس یہ بات ثابت نہیں کر سکا تو پھر اسے مداخلتِ بیجا کے جرم میں گرفتار کیا جائے گا یا پھر اسے یہ مہلت دی جائے گی کہ چونکہ وہ اچانک ہی حکومت کا دعوے دار بن کر ظاہر ہوا ہے اس لیے اسے قانون کے مطابق ایب نوس کے سامنے آنا پڑے گا اور اس کا فیصلہ کرنا ایب نوس کا کام ہوگا کہ اسے زندگی دے یا موت؟“

”میں یہ بات نہیں مانتا، کیونکہ ایب نوس سرے سے حکومت کا حقدار ہی نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ افران نے کہا ”لیکن اس کا فیصلہ تو چند ساعت کے بعد ہو جائے گا۔ اگر ایب نوس، ایب نوس نہیں ثابت ہوتا تو پھر ایپی ٹس کو یہ حق حاصل ہے ورنہ دوسری شکل میں یہ بات بھی بالکل مناسب ہے کہ ایب نوس اس شخص کو اپنی مرضی کے مطابق سزا دے جس نے اس پر شک کیا اور اپنی آواز شہنشاہ کے سامنے اس سے بلند اور برتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔“ افران نے کہا۔

اور پروفیسر اس بات پر سب ہی نے اتفاق کیا، میں نے خوفزدہ

انداز میں ارغماز کی جانب دیکھا اور ارغماز نے گردن ہلا دی۔

”ہم نے اس سلسلہ میں نہیں سوچا تھا راشن۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”کیوں؟“ میں نے پوچھا۔

”کیا ایب نوس یا فیرونا اپنی حکمتِ عملی یا اپنے علم کی قوت سے کام لے کر خود کو وہی نہیں ثابت کر دے گا جو وہ عوام کے سامنے ہے۔“

”ہاں ممکن ہے۔“

”ایسی صورت میں جو کچھ ہوگا، اس کا اندازہ تم کر لو۔“

”سب ٹھیک ہے ارغماز۔“

”کیا مطلب؟“

”کیا تم ایپی ٹس کے لیے دل میں ہمدردی محسوس کر رہے ہو میرا خیال ہے ہم لوگ تو صرف تماشائی ہیں۔ دو پہلوان آمنے سامنے ہیں کون بھاری پڑے گا اس کا اندازہ بعد میں ہو جائے گا۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے باقی رہ جانے والے کو تو ہم شکست دے دیں گے۔“

”لیکن ایپی ٹس کے پاس ایک داؤ محفوظ ہے۔“

”کیا؟“

”اس وقت وہ پرسی فون کو پیش کرے وہ اس کی مدد کر سکتی ہے۔“

”افسوس کہ اس بارے میں تو ہم نے سوچا ہی نہیں۔“

”افسوس کی کوئی بات نہیں ہے ارغماز بس کھیل دیکھتے رہو۔“ میں نے جواب دیا اور ارغماز خاموش ہو گیا۔

ایپی ٹس کافی پُرجوش تھا اسے خود پر بے حد اعتماد بھی تھا چنانچہ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اس شرط کو تسلیم کرتا ہے اور ہم نے سوچ لیا کہ ایپی ٹس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی ہے۔

ایب نوس نے خود کو پیش کر دیا وہ اس امتحان کے لیے تیار تھا۔ دربار میں بھی میں نے دیکھا کہ ایپی ٹس کے ہمنوا بہت کم ہیں، شرط ایسی اکھڑی بھی کہ ان کی آوازیں بھی دب گئی تھیں اور اب صرف اس بات کے نتیجے کے منتظر تھے۔

چنانچہ اشماز کے طلب کرنے پر اہلِ دربار میں سے دو اشخاص آگے گئے اور پھر اس کے اشارے پر ایب نوس کی کھال اتارنے کی کوشش کی جانے لگی۔ ایب نوس گوریلوں کے سے انداز میں سینہ پیٹ رہا تھا۔ وہ شدید غصے میں نظر آ رہا تھا لیکن اس نے تعرض نہیں کیا اور ان لوگوں کو اپنی سی کوشش کرنے دی۔

وہ لوگ بھی شاید ایپی ٹس کے وفاداروں میں تھے جو ایب نوس کو عریاں کر دینا چاہتے تھے لیکن وہ کیا کرتے۔ خود فیرونا کی بات دوسری تھی لیکن وہ دونوں اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور بالآخر لوگوں نے اعتراف کیا کہ ایب نوس ایک گوریلے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایپی ٹس کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔

”میں نے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس نے اپنی کھال اتار دی تھی اور خود کو فیرونا کا سا تھا بلکہ میرے دو گواہ بھی تھے... ... کہ۔ میری بیٹی پرسی فون کو بلاؤ وہ اس بات کی گواہی دے گی آخر وہ اس کی ماں ہے۔“

”تمہارے گواہ کون ہیں ایپی ٹس؟“ افران نے پوچھا۔ اور ایپی ٹس نے ہم دونوں کی طرف اشارہ کر دیا۔

”تم لوگ آگے آؤ۔“ افران نے کہا اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔

”اب۔ اب کیا کریں شاہ؟“ ارغماز نے آگے بڑھتے ہوئے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”انکار کر دینا ہم نے کچھ نہیں دیکھا۔“ میں نے جواب دیا اور ارغماز کے انداز میں تشنج پیدا ہو گیا۔

”کیا ایپی ٹس درست کہتا ہے تم دونوں اس کے گواہ ہو؟“ افران نے پوچھا۔

”کس بات کے؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”کیا تمہارے سامنے ایب نوس فیرونا کی شکل میں نظر آیا تھا؟“

”ہرگز نہیں۔“ میں نے سکون سے جواب دیا۔

”کیا کہہ رہے ہو خادم؟“ ایپی ٹس پاگلوں کے سے انداز میں بولا اور پھر اس نے ارغماز کی طرف دیکھا۔

”ارغماز تم بھی!“

”شہنشاہ ایب نوس کے خلاف کسی سازش میں ہم حصہ نہیں لے سکتے ایپی ٹس۔“ ارغماز نے جواب دیا اور ایپی ٹس کے جسم میں لرزش نمایاں ہو گئی۔

”تم گواہی نہیں دو گے کہ ایب نوس پرسی فون کو اپنی ماں نہیں سمجھتا اوہ، اوہ، تم سب بدل گئے۔“

تب ایب نوس کے خادم نے کہا ”ایپی ٹس تم شہنشاہ ایب نوس کے خلاف سازش کرنے میں ناکام رہے ہو اس کا مظاہرہ پورے دربار میں ہو چکا ہے چنانچہ اب تمہارے بارے میں فیصلہ کرنا ضروری ہے۔“

گوریلا کھڑا ہو گیا تب ایپی ٹس سخت دہشت کے عالم میں چیخا ”میرے وفادارو میرے ساتھیو، ایب نوس کو قتل کر دو، ان تمام لوگوں کو فنا کر دو جو غدار ہیں ہاں شہنشاہ میں ہوں، سارے احکامات میرے ہوتے ہیں۔“

لیکن دربار پر سکوت ہو گیا۔ ایپی ٹس کے ہمدرد بھی سمجھ گئے کہ ایپی ٹس کی اب کوئی حیثیت نہیں ہے وہ کوئی ٹھوس بات کہنے میں ناکام رہا ہے اور اس وقت اس کا ساتھ دینا موت کے مترادف ہے چنانچہ سب خاموش رہے ایپی ٹس دیوانوں کی مانند گھوم گھوم کر سب کو دیکھ رہا تھا۔

”کوئی، کوئی نہیں بولے گا، تم میں سے کوئی میرا ساتھی نہیں ہے۔“ وہ چیخ کر بولا۔ اب گوریلا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا پورے دربار میں پر اسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

”میں۔ میں خود ہی سب ٹھیک کر لوں گا۔“ تم ایپی ٹس کی قوت کو محدود سمجھتے ہو۔ ایپی ٹس نے پیش قبض نکال لیا۔ اب ایب نوس اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ ایپی ٹس نے اس پر خنجر کا بھرپور وار کیا تھا لیکن اس جنگجو گوریلے کے بارے میں میں خود بھی جانتا تھا اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایپی ٹس کی کلائی پکڑ لی۔ پھر اس نے ایپی ٹس کی کلائی کو جھٹکا دیا اور ایپی ٹس کی دہاڑ گونج اٹھی۔ اس کا پورا بازو لٹک گیا تھا خنجر اس کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ چیختا ہوا پلٹ کر بھاگا۔

لیکن گوریلے نے عقب سے اسے دبوچ لیا اور پھر اس نے ایپی لش کو زمین سے اونچا اٹھا لیا۔

دیکھنے والے ساکت و جامد کھڑے دیکھ رہے تھے اُن کی جرأت نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ میں کچھ بول سکیں خود ایپی لش کے ہمنوا بھی خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور انہیں سانپ سونگھ گیا تھا کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ گوریلے کو روکنے کی کوشش کرے۔ وہ لوگ جو شاید ایپی لش کے لیے جان دینے کا عہد کر کے آئے ہوں گے اس وقت اپنی جان بچانے کی فکر میں کوشاں تھے تب ایک بد گوریلے نے ایپی لش کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اسے الٹا لٹکا لیا اور ... اپنے دونوں ہاتھ مخالف سمتوں میں موڑنے لگا۔ بلاشبہ وہ اتنا قوی ہیکل اور دیو قامت تھا کہ ایپی لش اس کے ہاتھوں کی گرفت میں الٹا لٹکا ہوا تھا۔

پھر اس کے حلق سے متاثر ہیں نکلنے لگیں ایسی خوفناک چیخیں جو دل دہلا دینے والی تھیں اہلِ دربار پر سکتہ طاری تھا ان کے بدن آہستہ آہستہ لرز رہے تھے اور ایپی لش کا بدن دو حصوں میں منقسم ہوتا جا رہا تھا تب گوریلے نے اسے زمین پر پھینک دیا۔

ساری زمین ایپی لش کے خون سے رنگین ہو رہی تھی میں اور ارغماز [illegible] کی اس حرکت کو دیکھ رہے تھے۔ میرے [illegible]

[illegible] تھے

[illegible] سے خاصا [illegible] کر میں [illegible]

[illegible] سنجیدہ سے ہو؟"

[illegible] نہیں ہے سائن بس میں یہ سوچ رہا تھا کہ انسان بعض اوقات کتنا بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ شاہ ایپی لش بجانے کتنے عرصے سے شاندار زندگی گزار رہا تھا لیکن اس کے بعد اس کا انجام..."

"ہاں ارغماز ہر شخص قوت حاصل کر لینے کے بعد یہ سوچ لیتا ہے کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہے اور اب اس کا مقابل اس کا ثانی کوئی بھی نہیں ہے لیکن اس کے بعد اسے ایسے غیر یقینی حالات سے واسطہ پڑتا ہے کہ اس کی تمام سوچ مردہ ہو جاتی ہے۔ ایپی لش کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ تم نے اس کی کہانی تو سنی ہوگی۔ اس نے اپنے داماد ہیکی کے خلاف جو کچھ کیا وہ کوئی جائز اور مناسب بات نہیں تھی حکومت ہیکی نے حاصل کی لیکن ایپی لش نے اسے ختم کرانے کے لیے اپنی بیٹی کے ساتھ تعاون کیا اور آج یہی تعاون اس کی موت بن گیا"

"ہاں یہ تو درست ہے کوئی بھی شخص احتساب سے مبرا نہیں ہے لیکن مجھے صرف اس بات کا افسوس ہو رہا ہے کہ وقت پر ہم نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔"

"تو کیا تم اس کا ساتھ دینا چاہتے ہو؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے بس وعدہ کرنے کے بعد وعدے سے انحراف ذرا افسوس ناک لگا تھا۔"

"صرف تم ہی نہیں تھے دوسرے لوگ بھی تھے آخر وہ بھی تو کسی مقصد کے تحت ہی آئے ہوں گے۔ وہ سب بھی تو ہماری مانند خاموش ہو گئے کیا تمہارے خیال میں ایپی لش تنہا دربار میں پہنچ گیا تھا۔ میرا خیال ہے ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کے بے شمار آدمی ہوں گے لیکن جب اس کی ساری کوشش ناکام رہیں تو ان لوگوں نے بھی خاموشی اختیار کی بالکل ہماری مانند اور ہر سمجھدار آدمی کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ بہر صورت ارغماز میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہر سمجھدار آدمی کو ایسا ہی کرنا چاہیئے اور اس سلسلے میں ہمارا رویہ بالکل درست تھا۔ ہم جس انداز میں ایپی لش سے منحرف ہوئے تھے۔ وہی ہمارے لیے بہتر تھا ورنہ نتیجہ کیا ہوتا۔ اسی جگہ ہم لوگ بھی ہوتے جہاں ایپی لش پہنچ گیا ہے کیا تمہارے خیال میں ہم تنہا اہلِ دربار سے مقابلہ کر سکتے تھے؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔"

"بس تو پھر کوئی بات نہیں ہے ہم نے انتہائی بہتر رویہ اختیار کیا ہے اور اب مجھے یقین ہے کہ ہم پہلے جس انداز میں ایب لوس سے دور رہتے اور اس کے ہمارے بارے میں کوئی خاص بات نہیں سوچی تھی اب وہ اسی انداز میں سوچے گا"

"ہاں بالکل درست کہا تم نے۔" ارغماز نے جواب دیا۔

"لیکن اب کچھ تبدیلیاں ضرور ہوں گی۔"

"کیسی تبدیلیاں؟" ارغماز نے پوچھا۔

"مقصد یہ کہ اس سے قبل ایب لوس یا فیرونا نے حکومت کے سارے معاملات ایپی لش پر چھوڑے ہوئے تھے لیکن اب وہ خود ان ساری چیزوں کو دیکھے گا۔ اور اس سلسلہ میں کافی رد و بدل کا امکان ہے۔"

"میرے ذہن میں اور کوئی بات نہیں ہے ارغماز میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ فیرونا کچھ ایسے علوم کا مالک ہے جن کے ذریعے وہ بہت سے کام کر سکتا ہے اب تک وہ اپنی عیاشی فطرت سے کام لے کر صرف عیاشی کے بارے میں سوچتا رہا ہے لیکن اب جب کہ وہ منظرِ عام پر آ چکا ہے ظاہر ہے اب وہ اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے وہ سب کچھ کرے گا جس میں اس کے اپنے لوگوں کا انتخاب بھی شامل ہوگا۔"

"بالکل سچ کہا تم نے رائس۔"

"تو اس سلسلہ میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہونے کی ضرورت ہے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں۔"

"لیکن کیا تمہیں اپنی بغاوت کی کامیابی کے امکانات نظر آتے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" میرے انداز میں جھنجھلاہٹ سی آ گئی۔

"میرا مطلب ہے تم خوفزدہ تو نہیں ہو رائس؟"

"ارغماز" میں نے بھاری لہجے میں کہا "میں حکومت کے خلاف جس پیمانے پر مہم چلا چکا ہوں کیا تم نے اس کا جائزہ نہیں لیا کیا ہماری تیاریاں اتنی کمزور ہیں کہ اب تم فیرونا کے بارے میں غور کرنے لگو۔"

"نہیں نہیں، میرا خیال ہے کہ میں غلطی پر ہوں۔" ارغماز نے شرمندگی سے کہا۔

"میرے دوست! یہ بغاوت فیرونا کی قوت سے کہیں زیادہ مضبوط ہے اور جس وقت فیرونا اس کے مقابل ہوگا تو اسے اپنے تمام علوم کے ساتھ موت کی وادیوں میں جانا پڑے گا۔" میرے لہجے میں ایسی غراہٹ تھی کہ ارغماز کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے کہا۔

"مجھ سے واقعی غلطی ہوئی۔ میں نے تمہارے جذبات کی توہین کی ہے"۔

"ٹھیک ہے لیکن اس بات پر یقین رکھو کہ شکست اب لوس یا فیرونا کا مقدر بن چکی ہے۔"

ارغماز کے چہرے سے تردّد دور ہو گیا۔ ساری باتوں کے باوجود کس قدر معصوم انسان تھا بہر حال ناقابلِ اعتبار نہیں تھا۔ ہم لوگ واپس ارغماز کے مکان پر پہنچ گئے۔ ایپی لش کی موت کی اطلاع ٹر گش میں پھیل چکی تھی۔ شانیہ دوڑتی ہوئی ہمارے پاس آئی تھی۔ "کیا یہ حقیقت ہے رائسو؟ کیا یہ سچ ہے ارغماز؟"

"ہاں!" ارغماز نے جواب دیا۔

"اور کیا میں یہ نہ سمجھوں کہ یہ ابتدا ارغماز کی مہم کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے؟" ذہین لڑکی نے کہا اور ارغماز تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس نے شانیہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں دل کی بات نہیں مانتی لیکن میرا ذہن یہ بات کہتا ہے کہ ایب لوس کی حکومت کا پہلا ستون ہلانے والے تم لوگ ہو۔"

"تمہیں ایپی لش کی موت کی خوشی ہوئی ہے؟"

"ہاں۔ وہ ایب لوس کا تخلیق کار تھا اور بالآخر فنکار کو اس کے فن نے شکست دی اور یہ منصوبہ شاید کسی بڑے فنکار کی تخلیق ہے۔"

"تمہاری بہن تم سے زیادہ ذہین ہے ارغماز۔ میرا خیال ہے تم ضروری معاملات میں اس سے مشورہ لے لیا کرو۔"

"میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں ارغماز۔" ارغماز کے باپ نے کسی قدر سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بابا؟" ارغماز نے پوچھا۔

"تم اسے میری حماقت تو نہ سمجھو گے؟"

"نہیں بابا۔ آپ ذہین اور زیرک ہیں۔" ارغماز نے احترام سے کہا۔

"نہ جانے کیوں جب میں آرام کرنے لیٹتا ہوں تو میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں گونجتی ہیں۔"

"کیسی آوازیں؟"

"زیرِ زمین ہلکے ہلکے دھماکے ہوتے ہیں کبھی کبھی یہ دھماکے شدید ہو جاتے ہیں میں نے اسے اپنا واہمہ سمجھ کر کسی کو نہیں بتایا لیکن ..... اب تو ہر وقت یہ آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔" ارغماز کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے تھے اور پھر وہ اسی جگہ زمین پر لیٹ گیا۔ اس نے زمین سے کان لگا دیئے تھے۔ تب وہ پرجوش لہجے میں بولا "رائسو! رائس۔ آوازیں۔ اب بالکل قریب محسوس ہوتی ہیں۔"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے ارغماز!"

"لیکن اتنی جلد، واقعی اتنی جلد تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"میرے ساتھیوں کی کارکردگی بے مثال رہی ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دوسرے لوگ تعجب سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

"کیا تم ان آوازوں سے واقف ہو ارغماز؟" ارغماز کے باپ نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ آوازیں تحت الثریٰ کی زندگی کا نیا باب کھولیں گی۔ یہ آوازیں ایب لوس کے لیے موت کی آوازیں ثابت ہوں گی۔" ارغماز نے پرجوش لہجے میں کہا لیکن کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔

تب میں نے ارغماز کے بوڑھے باپ اور اس کی پُرجوش بہن شانیہ کو اس بارے میں بتایا اور وہ دنگ رہ گئے۔ پھر شانیہ کے چہرے پر مسرت کی سرخی پھوٹ پڑی اور وہ پرجوش لہجے میں بولی۔

"آہ۔ میں اپنی خوشی کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتی۔ میرے دیرینہ خواب پورے ہو رہے ہیں۔ میں نے اکثر خواب دیکھے ہیں کہ میں نے ایب لوس کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور ایب لوس نے بالآخر میرے ہاتھوں شکست کھائی۔ یہ خواب اب پورے ہو رہے ہیں۔ ٹر گش میں میرا گھر ایسا ہوگا جہاں سے ایب لوس کے خلاف پہلی آواز اٹھے گی۔"

شانیہ خوش ہوتی رہی۔ آوازیں اب جتنی قریب ہو رہی تھیں ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کام اب بہت مختصر ہے اور بہت جلد میری اپنے دوستوں سے ملاقات ہونے والی ہے۔

چنانچہ ہم نے مخصوص لوگوں کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کر لیا اور ان کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے جس انداز میں تیاریوں کو منظم کر لیا تھا وہ ناقابلِ یقین تھا۔ سرنگوں کی کھدائی میں ان کی پوری رصدگاہ چلتی تھی اور ایسے انتظامات ہوتے تھے کہ ضرورت کی تازہ چیزیں دور دراز علاقے سے ان تک پہنچتی رہیں اور ہر جگہ ایسا ہی ہوتا تھا۔

نوماس اب ایک ماہر سنگ تراش بن گیا تھا چنانچہ اسے دیئے گئے نقشے کے مطابق ارغماز کے مکان کی عقبی سمت میں پہلا سوراخ ہوا۔ اور پھر ہم اس جگہ سے دور ہٹ گئے۔ پھر سوراخ کشادہ ہوتا چلا گیا۔ اور بالآخر اس سے نوماس کا چہرہ جھانکتا نظر آیا۔

اس نے مسکراتے ہوئے ہمیں دیکھا اور پھر اطمینان سے باہر نکل آیا۔ ہم سب اس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

نوماس بڑے خلوص سے ایک ایک سے گلے ملا۔ اور ہم نے اسے اس کی

کامیاب کوشش پر مبارکباد دی۔ نوماس نے ہمیں سرنگ دیکھنے کی دعوت دی۔ میں تو خیر اس کی کارکردگی کا معترف تھا لیکن دوسرے لوگ اس سرنگ کو دیکھ کر ششدر رہ گئے جس میں اوپر تک سیڑھیاں آ رہی ہوئی تھیں اس کے بعد ہم ان لوگوں کو لے کر زیرِ زمین کمروں میں آ گئے۔ شانیر باغیوں کے سامنے ..... بجھی جا رہی تھی وہ بے حد مسرور تھی۔

کھانے پینے سے فراغت کے بعد نوماس نے مجھ سے سرنگ میں ملنے کی فرمائش کی اور میں نے دور تک اس سرنگ کو دیکھا۔ ہر لحاظ سے مکمل سرنگ تھی اتنی کشادہ اور صاف کہ دو گھوڑے بہ آسانی سواروں سمیت گزر سکیں اس کے علاوہ اس میں دیگر سہولتیں بھی مہیا تھیں۔

لیکن شانیر یہ جان کر دم بخود رہ گئی کہ میں اس پوری بغاوت کا سرغنہ ہوں۔ وہ مجھ سے بے حد متاثر ہو گئی تھی۔

پھر آرام کے اوقات میں ہم سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ میں نے نوماس کو اپی لش کی موت کی اطلاع دی تو نوماس بہت خوش ہوا۔ لیکن ایب نوس کی شخصیت جان کر وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

"پھر اب ہمارے لیے کیا حکم ہے رائن؟"

"اپنی تمام تر قوت ٹرگش کے نزدیک لے آؤ۔ سرنگ سے آمد و رفت جاری رکھو اور دوسرے راستے فی الحال بند کر دو۔" میں نے حکم دیا۔

"بہتر۔" نوماس نے کہا۔ پھر میں نے ارغماز سے کہا۔

"میں اب جلد از جلد کام شروع کر دینا چاہتا ہوں۔"

"بیشک اب انتظار کس بات کا؟"

"دراصل اس سلسلہ میں بھی فی الحال میں چالاکی سے کام لوں گا۔"

"یعنی؟"

"کچھ اس طرح سے کہ۔ دو جانباز اپی لش کی موت پر احتجاج کریں گے اور ایب نوس پر حملہ کر دیں گے۔ ان دونوں کے فرار کا بندوبست کرنا ہے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ بغاوت کے آغاز کے لیے بہت عمدہ ترکیب ہے۔" ارغماز نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"ہاں لیکن ہمیں ان کی حفاظت کا مکمل بندوبست کرنا ہو گا۔"

"وہ کس طرح؟"

"دربار سے باہر حفاظتی دستہ تعینات ہوتا ہے؟"

"ہاں۔"

"اور دربارِ عام میں کسی کے داخلے پر پابندی نہیں ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اس طرح ہمارے دس بارہ جانباز دربار میں مسلح موجود ہوں گے ہمارے دونوں آدمی احتجاج اور حملہ کر کے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ باہر حفاظتی دستے کے ساتھ ہمارے جوانوں کی خاصی تعداد ہو گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ بھی بظاہر حفاظتی دستے کے ساتھ ہوں گے۔ جو دراصل دونوں کو فرار ہونے میں مدد دیں گے۔ اگر دربار کے اندر ہی وہ پھنس جاتے ہیں تو اندر موجود لوگ حملہ آور... ہو کر انہیں باہر نکلنے میں مدد دیں گے۔ بہرحال انہیں ہر وقت چوکنا رہنا ہو گا اور اس کے بعد شہر میں ہنگامے ہوں گے ممکن ہے ارغماز ہمیں اتنے بڑے پیمانے پر کوششیں نہ کرنا پڑیں جتنی ہم نے تیاریاں کی ہیں۔"

"ہاں اگر ہماری کوئی چال کامیاب ہو جائے تو؟"

"مجھے یہی نظر آ رہا ہے۔ بہرحال ان قیدیوں کو کسی طور مطمئن کرنا بھی تھا۔ اگر ہم ایب نوس پر قابو پا بھی لیتے ہیں تب بھی ہمیں تحت الثریٰ کے انتظامی امور کے لیے منتظمین کی ضرورت پڑے گی۔ یہ لوگ اس وقت کام کریں گے۔"

"بالکل درست!"

چنانچہ پروفیسر! سارے مسئلے طے ہو گئے اور دوسرے دن ایب نوس کے دربار میں تینوں یعنی میں ارغماز اور نوماس ... موجود تھے۔

پر ہیبت گوریلا تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا ترجمان افران اس کے نزدیک کھڑا مقدمات پیش کر رہا تھا۔

تب ہمارے مقرر کردہ دونوں جوان اندر داخل ہوئے ان کے انداز میں جارحیت تھی۔ اور وہ درباری آداب کے خلاف آگے بڑھ کر ایب نوس کے بالکل سامنے پہنچ گئے تھے سب لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"سنگدل شہنشاہ ایب نوس تو نے قدیم حکمراں اپی لش کو جس طرح قتل کیا ہے وہ تیری زندگی کی بدترین مثال ہے اس کے علاوہ تیری چیرہ دستیوں نے تحت الثریٰ کے ماحول کو مایوسی کے غاروں میں یوں دھکیل دیا ہے کہ کوئی بھی خود کو محفوظ نہیں خیال کرتا۔ ہمیں اپی لش کی موت کا بدلہ چاہیے۔"

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" افران نے پوچھا۔

"ہم قصاص چاہتے ہیں ہم بدلہ لیں گے ایب نوس سے۔" انہوں نے کہا، اور اتنی پھرتی سے دو خنجر ایب نوس پر پھینک دیئے کہ اہلِ دربار دنگ رہ گئے دوسرے لمحے دربار میں ہنگامہ ہو گیا۔ لوگ چاروں طرف سے ان دونوں جوانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے تلواریں نکال لیں لیکن دربار میں پہلے سے پوشیدہ لوگوں نے حملہ آوروں کو سنبھال لیا اور گردنیں الگ ہونے لگیں۔

دونوں جوان نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے لیکن میں نے دیکھا کہ ایب نوس اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا ہے۔ خنجروں کی کارکردگی بے اثر رہی تھی اور وہ تنا ہوا کھڑا تھا اور دربار کا ہنگامہ دیکھ رہا تھا۔

لیکن پھر باہر بھی ہنگامہ ہو گیا۔ باہر دونوں نے اتنی تیزی سے حملہ کیا کہ پورے دستے کا صفایا ہو گیا اور وہ اندر گھس آئے۔ بیشمار درباریوں کو قتل کر دیا گیا اور پھر سب فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

ہم نے بھی دکھاوے کی جنگ کی تھی جو اپنے لوگوں کے ساتھ تھی صرف اس لیے کہ ابھی ایب نوس کے ساتھ ہی شامل رہیں۔

ایب نوس اب بھی پرسکون کھڑا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی پریشانی نہیں تھی اور اس کی گہری اور خوفناک آنکھیں درباریوں کی لاشوں کو دیکھ رہی تھیں اور پھر اس نے زندہ لوگوں کی جانب دیکھا اور پھر افران کی طرف۔

افران ایب نوس کو دیکھتا رہا پھر وہ بولا "بچ جانے والو! ایب نوس کا خیال ہے کہ یہ واقعہ کسی وقتی جوش کا نتیجہ نہیں بلکہ اس بغاوت کا آغاز ہے جس کی خبریں بہت عرصے سے سنی جا رہی تھیں اور شاہ ایب نوس بہت جلد اس سلسلہ میں اپنے عمل کا اظہار کریں گے۔"

اس اعلان کے بعد دربار برخاست ہو گیا۔

میں اور ارغماز محل ہی میں تھے البتہ نوماس کو میں نے واپس بھیج دیا تھا اسے کچھ ضروری ہدایات بھی دی گئی تھیں۔

محل میں کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوئی۔ سوائے اس کے کہ ایب نوس اپنی آرامگاہ میں بند رہا تھا۔ اس کے پاس صرف چند مخصوص افراد رہے تھے۔

تب وقت پر دوسرا دربار ہوا اور آج افران نے ایک اور اعلان کیا اس دن ہمارا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ اس لیے دربار میں کوئی ناگوار واقعہ نہیں ہوا۔ افران نے یہ عجیب اعلان کیا۔

"تحت الثریٰ کے باشندو! اور ٹرگش کے برترو! جو واقعہ ہوا تھا اس کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ بغاوت کا آغاز ہے جس کے لیے اپی لش کی موت کا سہارا لیا گیا ہے۔ ان لوگوں کا تعلق اپی لش کے ہمدردوں سے نہیں تھا لیکن تمہارا حکمراں تمہارا ایب نوس معمولی قوت نہیں ہے لوگوں کا خیال تھا کہ اپی لش اصل حکمراں ہے اور ایب نوس صرف ایک جانور لیکن یہ بھولے ہوئے لوگ ایب نوس کی قوتوں سے واقف نہیں تھے۔ ہمارا حکمراں باعلم ہے اور اس کے احکامات علم و دانش پر مبنی ہوتے ہیں ..... اس کا پوشیدہ علم بے حد عظیم ہے اور اس کے تحت اس نے قوتِ گویائی حاصل کر لی ہے تاکہ تم سے تمہاری زبان میں بات کرے۔ سو اب تم اپنے شہنشاہ کی آواز سنو گے۔" افران خاموش ہو گیا۔

تب ایک غیر انسانی آواز انسانی الفاظ لیے نمودار ہوئی "ہاں، میں حکمراں ہوں! میں نہیں جانتا کہ میرے اندر کون کونسی قوتیں پوشیدہ ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میری ماں پرسی فون نے مجھے جانور کی شکل میں کیوں جنم دیا لیکن میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں جو سوچتا ہوں وہ ممکن ہوتا ہے تو سنو تحت الثریٰ والو! آج سے تم میرے احکامات میری زبانی سنو گے میں نے اپنے علم سے گویائی حاصل کر لی ہے۔

باغیوں کا ایک گروہ ٹرگش میں داخل ہو گیا ہے اور اہلِ ٹرگش کو ان کی سرکوبی کرنا ہے میں ان کے لیے بہتر انتظامات کروں گا۔"

لوگ انگشت بدنداں تھے۔ بہرحال اس کے بعد پورے ٹرگش میں یہ بات پھیل گئی کہ ایب نوس نے اپنے علم کی قوت سے انسانی آواز حاصل کر لی ہے لیکن دوسری طرف ہم لوگوں کی کوشش بھی کامیاب رہی تھی یعنی ہم نے اپی لش کے حامیوں کی ہمدردیاں حاصل کر لی تھیں اور اب بیشمار لوگ باغیوں کی امداد کے لیے کھلم کھلا تیار ہو گئے تھے۔

اور اس کے بعد ایک مخصوص وقت پر باغیوں کی ایک بڑی تعداد باہر نکل آئی اور محل پر حملہ آور ہوئی۔ لیکن محل سے سخت مدافعت کی گئی نہ جانے کہاں سے انسان آ گئے تھے اور وہ پوری طرح ہتھیاروں سے لیس تھے۔

گو باغیوں کی تعداد بے شمار تھی اور ان کے پاس بھی عمدہ ذرائع تھے میں ان کی قیادت کر رہا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ ایب نوس کے ہمدرد فولادی بدن رکھتے تھے وہ قتل ہی نہیں ہوتے تھے جبکہ ان کا ہر وار باغیوں پر کامیاب ہوتا تھا۔ اس طرح میں نے جن لوگوں کو پورے تحت الثریٰ میں جنگ کرنے کے لیے تیار کیا تھا وہ ٹرگش میں بھی کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔ اور اس صورتِ حال سے ہم لوگ زیادہ مطمئن نہیں تھے۔ ہماری مشاورت ہوتی رہتی تھی اور صورتِ حال کی سنگینی کا ہم نے کھل کر اعتراف کیا تھا۔

"اس طرح تو اس کے جادو کی قوت سے ہمیں نقصانِ عظیم ہو رہا ہے رائن اور اگر ہم اپنے لوگوں کو اسی طرح قربان کرتے رہے تو بالآخر باغیوں کی تعداد ختم ہو جائیگی۔"

"ہاں میں اس سلسلے میں فکرمند ہوں۔" میں نے جواب دیا "لیکن ان حالات کے تحت ہمیں اپنا طریقۂ کار بدلنا ہو گا۔ انہیں ایک ایسی کاری ضرب لگانا ہو گی جو ایب نوس کو نقصان پہنچائے اس طرح تو ہمیں ابھی تک کوئی مقصد نہیں حاصل ہو سکا۔" نوماس نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں بہت جلد اس سلسلہ میں کوئی اعلان کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمارے ساتھی بھی بہت بددل ہو گئے ہیں چونکہ مدافعت کرنے والوں کی تعداد بھی کسی طور کم نہیں ہوتی۔ ان کا خیال ہے کہ وہ ان میں سے ایک بھی فرد کو قتل نہیں کر سکتے اور اس طرح ان میں دہشت پھیلتی جا رہی ہے گویا رائن! ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ بھی زائل ہو رہا ہے۔ یہ لوگ اب ایب نوس کے آدمیوں سے خوفزدہ ہونے لگے ہیں۔ وہ کافی حد تک دہشت زدہ ہیں۔" نوماس نے بتایا۔

"کیا انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کھل کر کہنے لگے ہیں اب تو۔" نوماس نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ میں اگر چاہتا تو اپنی اصل حیثیت سے ایب نوس سے مقابلہ کرتا لیکن یہ مناسب نہ تھا۔ اس لیے میں نے نوماس سے سوال کیا۔

"تو کیا تم نے ان کی دہشت دور کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"کیوں نہیں رائن! میں ہر ہر قدم پر ان کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کر رہا ہوں۔"

"درست۔" میں نے جواب دیا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ میں سوچ رہا تھا پروفیسر کہ اگر فیرونا یا ایب نوس سے میں اپنی اصل حالت میں مقابلہ کروں تو ظاہر ہے اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ تو نکلے گا لیکن اس کے لیے سالہا سال درکار تھے اور میں سالوں کی اس احمقانہ حرکت کو کبھی بھی مناسب نہیں سمجھتا اس دوران ایب نوس کے ساتھی اپی لش کے حمایتیوں اور باغیوں کو تباہ کر کے رکھ دیتے چنانچہ کوئی ایسی صورت ... ہونا چاہیے تھی جس سے اس مسئلہ کا فیصلہ ہو جاتا اور یہ سارے کام میری مرضی کے خلاف تھے پروفیسر! میری توقع کے خلاف

تھے یہ سارے معاملات، اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایب نوس اتنی خوفناک قوت حاصل کر چکا ہوگا۔ فیرونا اس وقت بھی طاقتور تھا لیکن اس وقت میں اور اب میں بہت فرق تھا۔

اب اس کی طاقت بے پناہ بڑھ چکی تھی حالانکہ اس نے ایک بار مجھے پیش کش کی تھی کہ اگر میں پرسی فون کو اس کے حوالے کر دوں تو وہ مجھے جنگ میں شکست نہ ہونے دیتا اور پروفیسر میں جانتا تھا کہ اس وقت اگر میری اصل حیثیت میرے پاس نہ ہوتی اور میں صرف ایسی ہوتا تو شاید فیرونا کی اس بات کو تسلیم کر لیتا اور فیرونا اپنے دعوے کو سچ کر دکھاتا لیکن میں نے اس وقت بھی اپنی قوت کو سامنے رکھ کر اس کے مقرر کردہ آدمی کو شکست دی تھی لیکن وہ اب وہ قوتیں حاصل کر چکا تھا کہ دوسروں کو بھی اس قابل بنا سکے کہ وہ ناقابلِ تسخیر بن جائیں۔ ایسی صورت میں پروفیسر اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں فیرونا کو اپنی قوت سے تسخیر کروں چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ خود کو فیرونا کے سامنے لاؤں گا اور تحت الثریٰ کے لوگوں کو اس فرعون سے نجات دلاؤں گا لیکن ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو بلکہ کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا تھا یہ راز تو میرے ہی سینے میں تھا۔

لیکن شانیہ نے میرے نزدیک آنے کی کوشش کی۔ یہ خوش و خرم لڑکی باغیوں کی شکست سے اداسی میں ڈوب گئی تھی۔ اس وقت میں تنہا باغ کے ایک گوشے میں تھا کہ وہ میرے نزدیک آگئی۔

"رائن!" اس نے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اوہ شانیہ!"

"کیا باغیوں کو شکست ہوگئی رائن؟"

"کیوں تم نے یہ فیصلہ کس طرح کیا؟"

"حالات سے۔"

"حالات ابھی ہمارے اتنے خلاف تو نہیں ہیں شانیہ!"

"نہیں رائن تم لوگ خود بھی مطمئن نہیں ہو اور پھر باغیوں کو مکمل طور سے شکست ہو رہی ہے وہ کسی بھی جگہ کامیاب نہیں ہوئے۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے شانیہ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ بھی باغیوں کو شکست ہی ہوتی رہے گی۔"

"لیکن میں مایوس ہوں رائن! میں مایوس ہوں۔ تم نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے افسوس ہمیں ایب نوس جیسے ظالم حکمراں کے ہاتھوں شکست ہوگئی" شانیہ کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے۔

"ایک بات بتاؤ شانیہ!" میں نے کہا اور وہ سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگی "تمہیں ایب نوس سے ذاتی طور پر نفرت ہے۔"

"ہاں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"وہ میرے سنہرے وطن کی پیشانی پر داغ ہے وہ قابلِ نفرت ہے اسکے دور میں کوئی عورت محفوظ نہیں ہے اور کبھی وہ عورت میں بھی ہو سکتی ہوں۔"

"اوہ۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ؟"

"میرے خیال میں یہ وجہ کافی ہے!"

"ہوں۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں خاموش ہوگیا میں سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔

باغیوں کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ دوسری طرف ایب نوس کی ہمت بڑھتی جا رہی تھی وہ باغیوں کو شکست دے کر اور حوصلہ مند ہوگیا تھا اس نے لڑائی ٹرگش میں محدود کر دی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ ٹرگش ہی کی جنگ کافی ہے۔ پھیل کر لڑنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ فیصلہ یہاں بھی ہو سکتا ہے۔

اس وقت مجھے اطلاع ملی کہ ایب نوس کے سپاہی اب ٹرگش کے چپے چپے میں پھیل گئے ہیں اور باغیوں کو قتل کر رہے ہیں۔ بالآخر میں نے ایک فیصلہ کیا اور باہر نکل آیا۔ پروفیسر۔ میرے ذہن میں صرف ایک خیال تھا۔ کیا اس بار بھی مجھے شکست ہو گی کیا میں اپنی شخصیت پر لگے ہوئے شکست کے داغ کو دھو نہیں سکوں گا۔

اور میرے ذہن میں چنگاریاں بھر گئیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اب اپنی معمولی شخصیت کو دربار تک محدود رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب کھل کر میدان میں اترنا ہوگا۔

پھر جب میں دربار میں جا رہا تھا تو میں نے بہت سے گھروں کو نذرِ آتش ہوتے دیکھا۔ جن میں آگ لگی ہوئی تھی اور پھر وہ گھر نظر آئے جو ایب نوس کے حامیوں کے تھے اور جو باغیوں کی مدد کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ میں نے گلی کوچوں میں باغیوں کی بے شمار لاشیں دیکھیں اور میرا خون کھول اٹھا۔ یہ تو ان لوگوں کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا تھا۔ انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا اور اس کے بعد۔ ممکن ہے یہ قربانی ان کے ذہن میں ہو لیکن یہ میرے لیے قابلِ قبول نہیں تھی۔

بہر حال میں دربار میں پہنچ گیا۔ یہ جنگی دربار تھا اور آج تبدیلیوں کے فیصلوں کی بجائے باغیوں کی سرکوبی کے مشورے ہو رہے تھے۔ فیرونا اب صاف بول رہا تھا لیکن اس نے اپنا لب و لہجہ بدل لیا تھا اور اس کی آواز غیر انسانی محسوس ہوتی تھی۔

"میں اس بغاوت کے سرغنہ کی تلاش میں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ باغیوں کے نمائندوں کو طلب کروں اور ان سے پوچھوں کہ ان کی قیادت کون کر رہا ہے ان کی قیادت سامنے کیوں نہیں آئی۔ اور اگر کوئی ان کی قیادت نہیں کر رہا تو وہ کیوں جنگ کر کے اپنی زندگیاں دے رہے ہیں۔" ایب نوس کہہ رہا تھا۔

"لیکن اگر ان کا سرغنہ سامنے آگیا تو کیا ہوگا؟" کسی نے سوال کیا۔

"میں اس سے پوچھوں گا کہ کیا چاہتا ہے" ایب نوس طویل جنگ برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے فیصلہ درکار ہے تاکہ وہ اپنے مشاغل جاری رکھ سکے۔"

"اگر اس نے کہا کہ وہ حکومت چاہتا ہے تو؟"

"تو کیا اس کے لیے وہ تحت الثریٰ کے قانون سے بھی باغی ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کیا حکومت حاصل کرنے کے یہ طریقے ہیں؟ کیا حکومت کے حصول کے لیے تحت الثریٰ میں ایک قانون رائج نہیں ہے؟"

"یعنی سرداروں سے جنگ؟"

"ہاں۔ ایک آسان طریقہ!" ایب نوس بولا۔

"ممکن ہے وہ خود کو اس کا اہل نہ پاتا ہو۔"

"تو پھر حکومت اسے کس طرح مل سکتی ہے" اس خونریزی سے اور دیکھ لو میرے آدمی باغیوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ وہ خود ہلاک نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جتنے لوگ جان دینا چاہیں دے دیں میرا کیا بگڑ رہا ہے۔"

"تو پھر کیوں نہ یہ اطلاع باغیوں کو دی جائے۔"

"ضروری ہے۔ باغیوں سے کہا جائے کہ وہ اپنی قیادت پیش کریں اور اپنی جان دینا بند کر دیں انہیں حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ تم ٹرگش کے لوگوں کو میری طرف سے اس بات کی دعوت دے دو۔ ان سے کہہ دو اگر میری دعوت پر وہ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور میری باتوں پر غور کریں تو ان میں سے کسی کا خون نہیں بہایا جائے گا۔"

یہاں میں نے خاموشی اختیار کی پروفیسر! نوبت وہیں آ رہی تھی جہاں ہمیشہ آتی تھی یعنی میں تنہا خود کو پیش کروں اور حل کروں۔

بہر حال تھوڑے ہی وقت میں ایب نوس کا یہ اعلان ٹرگش کے گلی کوچوں میں گونج اٹھا اور اس کے بعد ارغماز کے مکان میں باغیوں کے ایک نمائندہ گروہ نے مجھ سے سوال کیا۔

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے رائن کہ ہر بغاوت کی ایک قیادت ہوتی ہے پھر ہماری بغاوت گمنام کیوں ہے؟"

"کیا میں نے اس بات سے انکار کیا ہے؟"

"تو کیا ہم قیادت میں تمہارا نام لے سکتے ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور کیا تم اس کا سامنا باغیوں کے سربراہ کی حیثیت سے کرو گے؟"

"کیوں نہیں!"

"تب تو ٹھیک ہے اور بلاشبہ ہمارے نقصانات بہت شدید ہیں اور ہم اپنی فتح سے مایوس ہو گئے ہیں۔ ایب نوس کے ظلم کے سامنے ہماری ناقابلِ شکست قوت مفلوج ہو گئی ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"میری طرف سے تمہیں اجازت ہے" میں نے جواب دیا اور نمائندہ گروہ چلا گیا۔ نوماس، ارغماز اور شانیہ اور میرے ہمدردوں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ میری زبردست کوششوں سے انہوں نے بڑی امیدیں وابستہ کر لی تھیں لیکن اب انہیں مکمل شکست کا یقین ہو گیا تھا۔ ایب نوس کی قوت کے سامنے ہماری ایک نہیں چل سکی تھی۔

لیکن میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا مجھے شکست تو کبھی نہیں ہوئی تھی لیکن تحت الثریٰ میں فیرونا کے مقابلے میں میں دوسری بار شکست سے دوچار ہو رہا تھا۔

نوماس ان لوگوں کے جانے کے بعد بولا "میرا خیال ہے تم راہِ فرار اختیار کر لو رائن! ہمارا یہاں سے چلے جانا بہتر ہے۔"

"کیوں؟"

"ارمناس کی وادیوں میں جنم لینے والے بربط نواز کی تقدیر اب اس کی ساتھی نہیں ہے۔"

"اور ارمناس کی پہاڑیاں بھی اب اس کے لیے پناہ گاہ نہ ہوں گی" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"زمین بہت وسیع ہے" نوماس بولا۔

"لیکن ایب نوس کے ہاتھ بھی تو کافی لمبے ہیں۔"

"ہم گمنامی کی زندگی اپنائیں گے۔"

"اور میں نے جن لوگوں کی زندگیوں کا سودا کیا ہے اس کا حساب کون کرے گا۔"

"تم اپنی کوششوں میں مخلص تھے مگر....."

"اب بھی مخلص ہوں نوماس۔ صرف تم لوگ خوفزدہ ہو گئے ہو۔ باغیوں کو شکست ہو رہی ہے اور اس کا سہرا ایب نوس کے سر ہے۔ میں اس ایک انسان کو ضرور شکست دے سکتا ہوں ہاں اگر تم خوفزدہ ہو تو پہاڑیوں کی راہ اختیار کرو۔ باغیوں سے کہو کہ وہ سرنگوں کے راستے منتشر ہو جائیں اور اپنی زندگیوں کی حفاظت کریں۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں رائن اگر تم کھو گئے تو میں بھرے دربار میں ایب نوس پر وار کرتی رہوں گی اس وقت تک جب تک اس کے آدمی میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیں" شانیہ نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے شانیہ" میں نے کہا۔

اور پروفیسر! تنہائی کے اوقات میں میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا۔ مجھے کچھ کرنا ہی تھا۔ میں نے خود کو پرکھا پوری طرح دیکھا اور اس کے لیے میں نے ایک درخت کو آزمایا۔ ماضی کے بدلے ہوئے کردار میں بھی میں موجود تھا۔ کوئی یہ نہ جان سکا کہ درخت نے جڑ کس طرح چھوڑی۔

اور پھر وقتِ مقررہ پر ایب نوس ایک عظیم الشان میدان میں آگیا۔ اس کے اعلان کا خیر مقدم کیا گیا تھا لوگ اب اس سے خوفزدہ ہو گئے تھے اور بہت سے لوگوں نے اس کی برتری تسلیم کر لی تھی۔

ایک نمائندہ جماعت نے جان ہتھیلی پر رکھ کر خود کو باغیوں کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور میں خادم کی حیثیت سے ساتھ تھا۔ ہاں ارغماز کو میں نے پوشیدہ رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔

تب ایب نوس شاہانہ انداز سے میدان میں داخل ہو گیا لوگوں

نے پرسکوت انداز میں اس کا استقبال کیا تھا۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ عجیب سی نگاہوں سے ایب نوس کو دیکھ رہے تھے۔

چانک گوریلا اپنی جگہ پر پہنچ گیا اور پھر وہ بیٹھ گیا دلچسپ موقع تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے باغی یہاں موجود ہیں لیکن وہ پوری طرح مطمئن نظر آ رہا تھا۔ تب اس کا مشیر افران کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا۔

"عالی مرتبت شہنشاہ ایب نوس خوش ہیں کہ اہل ٹرگش نے اس اجتماع میں ان سے تعاون کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ بہرحال تحت الثریٰ کے حکمران ہیں اور یہاں کی روایت کے مطابق اپنی رعایا سے محبت کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے بغاوت کے نام سے ایک تحریک شروع کی لیکن یہ صرف ان کے مفاد کی بات تھی انہوں نے سادہ لوح لوگوں کو اس کے لیے بھڑکایا اور ان کی قیمتی زندگیوں کا زیاں کرایا۔ اگر وہ مخلص تھے تو خود سامنے آتے اور اپنا مافی الضمیر بتاتے اور ایب نوس سے جواب حاصل کرتے۔ بہرحال آج شہنشاہ ان معصوم لوگوں سے خود خطاب کریں گے۔"

افران خاموش ہو گیا۔ تب عجیب الخلقت شہنشاہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا۔ "یہاں موجود لوگوں میں بیشمار لوگ وہ ہوں گے جو میرے مخالف اور عرف عام میں باغی ہیں۔ میں چاہتا ہوں وہ ایک وفد کی شکل میں میرے سامنے آ کر مجھ سے بات کریں ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔"

لوگ پہلے سے تیار تھے۔ چار آدمی جو مجمع سے نکل کر آگے آ گئے ایب نوس غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں ایب نوس کے سامنے پہنچ گئے۔

"تمہارا تعلق باغیوں سے ہے؟"

"ہاں۔" چاروں بے خوفی سے بولے۔

"کیا تم اپنے لوگوں کی نمائندگی کر سکتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تب مجھے بتاؤ باغیوں کی کل تعداد کیا ہے؟"

"اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"

"بغاوت کا مقصد؟"

"تمہاری چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش۔" جواب دینے والے بھی خوب تھے۔

"کیا میں ظالم ہوں؟"

"ہاں تحت الثریٰ کی تاریخ میں تم سے زیادہ سنگدل شہنشاہ نہیں پیدا ہوا۔"

"کیا مظالم کرتا ہوں میں؟"

"پورے تحت الثریٰ میں کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے تمہاری عیش گاہ ہماری عزت کا جہنم بنی ہوئی ہے تم لڑکیوں کے ساتھ وہ بہیمانہ سلوک کرتے ہو جو انسان نہیں کر سکتے اور یہ اس لیے ہے کہ تم جانور ہو۔"

"لیکن میں نے ایک انسان کے پیٹ سے جنم لیا ہے۔"

"اس کے باوجود تم انسان نہیں ہو۔"

"میں تمہاری زبان بول رہا ہوں۔"

"یہ صرف جادو ہے۔"

"کیا جانور جادو سیکھ سکتے ہیں؟"

"اپی ٹش نے بدنیتی سے کام لے کر تمہیں انسانی حرکات سے روشناس کرایا ہے۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور؟ قصور تو اپی ٹش کا تھا اور وہ مر چکا ہے۔"

"ہم تمہاری بھی زندگی نہیں چاہتے۔"

"میری موت کے بعد کسے حکمران بناؤ گے؟"

"کسی بھی انسان کو۔"

"کیا یہ تحت الثریٰ کے قانون سے بغاوت نہیں ہے۔" گوریلا نہایت حلیمی سے سوالات کر رہا تھا۔

"کیوں۔ یہ بغاوت کیوں ہے؟"

"کیا اس سے قبل حکومتیں اس طرح بدلی ہیں؟"

"اس سے قبل ایسے حالات بھی تو نہیں پیدا ہوئے۔"

"اس کے باوجود حکومت بدلنے کے لیے میں ان قوانین کی پابندی چاہتا ہوں جو تحت الثریٰ میں رائج ہیں۔ تم مجھے جانور کہتے ہو لیکن میرے اس طرح پیدا ہونے میں میرا قصور نہیں ہے میں ایک انسان کا ذہن لیے پیدا ہوا ہوں اور دل سے تحت الثریٰ کے قوانین کی عزت کرتا ہوں ورنہ جانور اس طرح حکومت نہیں کر سکتے۔ تم نے دیکھا تمہاری بغاوت ناکام رہی ہے میں نے تمہیں شکست فاش دی ہے اور اگر تم اس طرح جنگ کرتے رہے تو بالآخر سب مارے جاؤ گے۔ لیکن مجھے تمہاری زندگیاں عزیز ہیں اس لیے اگر اپنے سربراہ کے خلوص کا اندازہ لگانا چاہتے ہو تو اسے سامنے لاؤ۔"

"کیوں تم اسے کیوں سامنے لانا چاہتے ہو؟"

"ہر بغاوت کی ایک قیادت ہوتی ہے اور بغاوت کرنے والا بغاوت کی کامیابی کے بعد ملک کا نظم و نسق سنبھالتا ہے خواہ وہ عارضی حکمراں کیوں نہ ہو۔ ایسے حالات میں اگر وہ خود کمزور ہے اور لوگوں کے بل پر حکومت حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی خود غرضی ہے ایسے خود غرض کے لیے تم کیوں جان دیتے ہو؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"تحت الثریٰ کے قوانین کے تحت وہ مجھ سے جنگ کرے اور مجھے شکست دے کر قتل کر دے اور حکومت حاصل کرے۔ اتنے لوگوں کی زندگیاں چھیننے سے کیا فائدہ؟"

وفد کے لوگ خاموش ہو گئے۔ وہ لاجواب ہو گئے تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ درحقیقت حکومت بدلنے کا تو آسان طریقہ موجود ہے پھر بغاوت کی کیا ضرورت ہے۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر گوریلے کی آواز ابھری۔

"میں جانتا ہوں۔ ان معصوم لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنے والا بھی اس

مجمع میں موجود ہو گا لیکن کیا وہ اتنی ہمت رکھتا ہے کہ میرے سامنے آئے؟"

اور پروفیسر! اپنی دانست میں اچانک فیرونا نے میدان مار لیا تھا لیکن میں تو پہلے ہی سب کچھ سوچ چکا تھا چنانچہ میں آگے بڑھ آیا اور بیشمار نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ خود ایب نوس مجھے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

"تم۔ تم کون ہو؟"

"اس بغاوت کا سرغنہ۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن تم تو محل کے ایک ادنیٰ خادم ہو۔"

"خوب تم مجھے پہچان گئے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور گوریلے نے جلدی سے ان لوگوں کو واپس جانے کا اشارہ کیا جو وفد کی شکل میں آئے تھے۔

"ہاں۔ میں تمہیں پہچانتا ہوں لیکن۔ لیکن۔"

"بے فکر رہو۔ میں کم ظرفی سے کام نہیں لوں گا تم نے پسی فون اپنی ماں کے ساتھ جو کچھ کیا اس وقت اس کا تذکرہ نہیں کروں گا اس کا دعویٰ بھی نہیں کروں گا کہ تم دراصل فیرونا ہو۔" میں نے کہا اور گوریلا کسی قدر پرسکون ہو گیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"رائن!" میں نے جواب دیا۔

"اور تم وہ قیدی ہو جو فوزاں کے قید خانے میں تھے؟"

"ہاں وادی ارتاس کا بربط نواز جسے تمہاری ملکہ ترفانے حاصل کرنا چاہا تھا اور اس کی خواہش پوری نہ کرنے پر جسے قید کر دیا گیا۔"

"پھر تم نے بیس محافظوں کو قتل کیا اور سارے قیدیوں کو لے کر فرار ہو گئے۔"

"ہاں میں وہی ہوں۔"

"اور وہ لاتعداد قیدی بغاوت میں تمہارے ساتھی ہوں گے؟"

"ہاں۔"

"گویا تم حکومت کے پرانے مجرم ہو اور تم نے صرف اپنی زندگیاں بچانے کے لیے بغاوت کا جال پھیلایا ہے۔"

"یہی سمجھو ایب نوس۔ مجھ جیسے بے شمار بے گناہ لوگ تمہارے ستم کا شکار ہوئے ہیں اور سب دل سے میرے ہمنوا ہیں۔"

"لیکن حکومت بدلنے کا مناسب طریقہ تمہارے علم میں بھی ہو گا؟"

"تھا۔"

"پھر تم نے میرے محافظوں کو قتل کرنے کے بعد مجھے میدان جنگ کی دعوت کیوں نہیں دی۔"

"میں لوگوں کی آواز تم تک پہنچانا چاہتا تھا۔"

"لیکن اپنے مفاد کے لیے دوسروں کی زندگی سے کھیلنا تو اچھی بات نہیں ہوتی۔ کیا تم خود کو اس قابل نہیں پاتے؟"

"اول تو میں حکومت کرنے کا خواہش مند نہیں ہوں میں تو تمہاری حکومت ختم کر کے کسی مناسب آدمی کو حکومت دلوانا چاہتا ہوں دوسری بات یہ کہ مجھے تمہاری شیطانی قوتوں کا علم تھا اس لیے پہلے میں تمہاری کمر توڑنا چاہتا تھا۔"

"تو تم نے میری کمر توڑ دی؟"

"نہیں مجھے اعتراف ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکا۔"

"تم مجھ سے جنگ کرو گے؟"

"ہاں یہ آخری کام ہو گا اور اس کے بعد میں تمہاری حکومت بدل دوں گا۔"

"تم مجھ سے جنگ کرو گے؟"

"یقیناً۔ آخری قدم میرا یہی ہے۔"

"تمہارے اس اقدام کے بعد مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں رہی اور سنو! تحت الثریٰ کے لوگو! اس اقرار کے بعد مجھے تم سے بھی کوئی شکایت نہیں رہی لیکن بغاوت کرنے والوں کو سزا ضرور ملے گی۔ ہاں اگر یہ مجھے قتل کر دے گا تو پھر سارے معاملات ختم ہو جائیں گے۔ لیکن ٹرگش والو! اس سے سوال کرو۔ یہ مجھ سے جنگ کس طرح کرے گا؟"

"یہ سوال تم مجھ سے کر سکتے ہو ایب نوس۔" میں نے کہا۔

"کیا تمہیں میرے علم سے ناواقفیت ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا تمہیں یہ بات نہیں معلوم کہ تمہارے ساتھی میرے ایک آدمی کو بھی قتل نہیں کر سکے جبکہ میرے آدمیوں نے انہیں نیست و نابود کر دیا ہے۔"

"ہاں مجھے علم ہے۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں میں دوران جنگ اپنے علم سے کام نہیں لوں گا۔"

"کیوں نہیں جس کے پاس جو ہتھیار ہوتا ہے وہ اسے استعمال کرتا ہے۔"

"اس کے باوجود تم اس جنگ سے مطمئن ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا تمہارے پاس پوشیدہ علوم ہیں؟"

"نہیں۔"

"تب پھر ایک ہی بات سوچی جا سکتی ہے تم اس بغاوت سے مایوس ہو کر خودکشی کرنا چاہتے ہو۔ تاہم مجھے کیا اعتراض ہے۔ لیکن ٹرگش والو! تم سن لو۔ میدان جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد میں ان کی تقدیروں کا مالک ہوں گا جو میرے خلاف آواز بلند کر چکے ہیں۔ افران! بات ختم ہو گئی ہے اس سے جنگ کے وقت کا تعین کر لو اور اب یہ ایب نوس کی حفاظت میں رہے گا تاکہ فرار نہ ہو سکے۔"

بے شمار سپاہیوں نے میرے گرد گھیرا ڈال دیا۔ سپاہیوں کا یہ حصار توڑنا میرے لیے مشکل نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ میں تو خود ایب نوس یا فیرونا سے آخری جنگ کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ یہ ایک طرح سے اچھی بات تھی اس طرح میں ارغماز اور سینکڑوں لوگوں کے فضول سوالات سے بچنا چاہتا تھا ورنہ وہ لوگ میرے کان کھا جاتے۔

سپاہی مجھے لے کر محل پہنچ گئے۔ مجمع میرے سامنے ہی منتشر ہو گیا تھا۔ کوئی بھی میرے لیے کچھ نہ کر سکا بہرحال لوگ قوانین سے بغاوت نہیں کر سکتے تھے۔

محل کے ایک اندرونی حصے میں مجھے قید کر دیا گیا اور یہ زمین دوز قید خانہ

بست پُراسرار تھا لیکن میں وہاں پرسی فون کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پرسی فون بھی ایک کمرے میں قید تھی جس پر فولادی جال لگا ہوا تھا۔ میں اس کے کمرے کے سامنے تھا۔ سپاہی چلے گئے تو میں اٹھ کر اپنے کٹہرے کے سامنے آگیا۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے پرسی فون کو دیکھا جو مجھے دیکھ رہی تھی۔

"پرسی فون" میں نے اسے پکارا۔

"تمہاری صورت جانی پہچانی ہے کون ہو تم؟" پرسی فون نے کٹہرے کے نزدیک آکر پوچھا۔

"میرا تمہارا تو بہت گہرا رشتہ ہے پرسی فون لیکن اس کا تذکرہ بعد میں پہلے دوسری ضروری باتیں ہو جائیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے مجھے اس وقت دیکھا ہوگا جب میں ایپی ٹس کو لے کر اس وقت تمہارے کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ جب ایب نوس تمہارے اوپر دست درازی کر رہا تھا۔"

"اوہ، ہاں مجھے یاد ہے تم ایب نوس کے خادم ہو نا۔۔؟"

"ہاں یہی سمجھو!"

"لیکن تم یہاں کیوں آگئے ہو؟"

"میں نے ایب نوس سے بغاوت کی تھی!"

"کیا مطلب؟ یعنی تم ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے ایب نوس کے خلاف بغاوت کی آواز بلند کی تھی؟"

"ہاں"

"اور ایپی ٹس کو بھی اسی جذبے کے تحت لائے ہو گے؟"

"بالکل ٹھیک!"

"لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا"

"نتیجہ نکلا پرسی فون"

"کیا؟"

"ایپی ٹس کو ہلاک کر دیا گیا"

"ہلاک کر دیا گیا۔ نہیں نہیں، میرے باپ کو آہ میرے باپ کو کس نے ہلاک کیا؟" پرسی فون رونے لگی۔

"ایب نوس نے۔ اس نے ایپی ٹس کی دونوں ٹانگیں درمیان سے چیر دی تھیں۔"

"آہ۔ آہ۔ میرا باپ اپنے ہاتھوں موت کا شکار ہو گیا" وہ روتے ہوئے بولی "اپنے ہاتھوں نہیں پرسی فون تمہارے ہاتھوں۔ اتفاق سے تم یہاں اس طرح مل گئیں۔ مجھے تو تم سے بہت سی باتیں کرنی تھیں۔"

"آہ میرا باپ اب اس دنیا میں نہیں ہے اب تو میں بالکل بے سہارا رہ گئی۔ آہ ایپی ٹس کی کوششیں اس کے اور میرے لیے کس قدر المناک ثابت ہوئیں کاش ایپی ٹس اس وقت اس جانور کو ہلاک کر دیتا جب وہ پیدا ہوا تھا۔"

"تم نے اپنی دانست میں چالاکی کی تھی پرسی فون لیکن حالات خود تمہارے ساتھ فریب کر گئے لیکن یہ تو بتاؤ اس نے تمہیں یہاں کیوں قید کر دیا؟"

"مجھے نہیں معلوم، بس ایک دن اس نے مجھے یہاں لاکر قید کر دیا اور مجھے اس کی وجہ بھی نہیں بتائی لیکن تم نے حالات کے فریب کی بات کیا کی تھی؟"

"میں نے تو ایک بات اور کہی تھی پرسی فون۔"

"کیا۔؟"

"یہی کہ میں تو تمہارا پرانا شناسا ساہوں۔"

"ہاں تم نے کہا تھا۔"

"تو اب تم پوچھو کہ یہ شناسائی کیسی ہے!"

"بتا دو۔ دیوتاؤں کے لیے بتا دو۔ میں بہت غمزدہ ہوں میں بہت پریشان ہوں میرے اوپر احسان کرو۔"

"تمہارا ذہن اس لیے بھی چوکتا ہوگا پرسی فون کہ تمہاری عزت تمہارے بیٹے کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئی ہے۔"

"آہ، نہ پوچھو۔ میں کس قدر نفرت کرتی ہوں اس سے۔"

"اس تصور سے کہ وہ تمہارا بیٹا ہے۔"

"ہاں۔ کیا یہ تصور کم اذیت ناک ہے۔ وہ جانور اپنی ماں کی بھی عزت نہیں کرتا۔"

"تو پرسی فون مطمئن ہو جاؤ وہ تمہارا بیٹا نہیں بلکہ تمہارا پرانا عاشق ہے اور تمہیں تمہارے ان گناہوں کی سزا مل رہی ہے جو تم نے ہیکی کے ساتھ فریب کر کے کیے تھے۔"

"ہیکی۔ میرا محبوب، لیکن تم اس بارے میں کیسے جانتے ہو اور تمہیں یہ بات کیسے معلوم کہ وہ میرا بیٹا نہیں ہے اور میرا پرانا عاشق کون؟"

"فیرونا! یہ تمہاری آخری بات کا جواب ہے۔"

"فی۔۔ فی رونا۔" پرسی فون کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ہاں مجھے یقین ہے کہ یہ نام تم بھولی نہیں ہو گی۔"

"نہیں۔ لیکن وہ تو مر گیا تھا۔"

"ہاں پرسی فون لیکن تمہیں یہ جان کر خوشی بھی ہو گی کہ اس نے اپنی زندگی تمہارے لیے قربان کی تھی لیکن اپنے علم کے سہارے تاکہ دوبارہ جنم لے سکے۔"

"اوہ۔ تو وہ جادوگر۔ لیکن وہ تو میرے بطن سے پیدا ہوا تھا۔"

"تمہارے بطن سے پیدا ہونے والا دوسرا تھا جسے اسی وقت غائب کر دیا گیا اور خود ایک جانور کے روپ میں تمہارے پہلو میں آ بیٹھا اور پھر تم نے اور تمہارے باپ نے اس کی پرورش کی اور اس کا نتیجہ پا لیا۔"

"آہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر میری اولاد، میری اولاد کہاں ہے؟"

"اس کی قید میں۔"

"تم مجھے کتنے غموں سے روشناس کراؤ گے۔ دیوتاؤں کے لیے مجھے یہ تو بتا دو کہ تم کون ہو اور یہ ساری باتیں تم کیسے جانتے ہو؟"

"یقین کرو گی پرسی فون کہ میں کون ہوں۔"

"ہاں مجھے بتاؤ۔"

"میں ہیکی ہوں۔" میں نے کہا اور پرسی فون کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک وہ سر پکڑے کھڑی رہی پھر بولی "لیکن یہ کیسے ممکن ہے!"

"اسی طرح جیسے فیرونا کا وجود۔"

"تو تم ہیکی ہو۔"

"ہاں۔"

"میرے شوہر۔ میرے محبوب؟"

"تم یہی کہتی تھیں لیکن وہ بھی جس سے تم نے بے وفائی کی اور جسے اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل کرایا تم نے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم خود سازش کا شکار ہو گئیں۔"

"کیا تم اس بات کا ثبوت دو گے کہ تم ہیکی ہو؟"

"کیوں نہیں!"

"تو بتاؤ۔ ہماری پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی؟"

"اس دریا کے کنارے جہاں تم اپنی سہیلیوں کے ساتھ موجود تھیں اور جہاں میں نے تمہیں ایک چمکدار پتھر پیش کیا تھا۔ یہی نہیں پرسی فون میں تمہارے بدن کے سارے نشانات بھی تمہیں بتا سکتا ہوں اور وہ گفتگو بھی جو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی۔ پھر تم نے اولاد کی طمع میں مجھ سے بغاوت کی اور کوڑل کے بھیس میں فیرونا کا شکار ہو گئیں۔"

"آہ تم سچ کہتے ہو ہیکی میرے محبوب تم نے سچ ہی کہا۔ ہاں مجھے میری بے وفائی کا صلہ ملا۔ مگر تمہاری صورت کس طرح بدل گئی؟"

"جس طرح فیرونا نے گوریلے کا روپ اختیار کیا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے پرسی فون کو پوری داستان سنائی جو اس کے لیے ناقابل یقین تھی لیکن جس کا ایک ایک لفظ درست تھا وہ روتی رہی مجھ سے معافی مانگتی رہی۔

لیکن اب تو کھیل ہی دوسرا تھا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ میں نے بھی اسی انداز میں رہنا مناسب سمجھا تھا۔

وقت گزرنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ فیرونا نے پرسی فون کو صرف اس لیے قید کیا تھا کہ اس کی اصلیت نہ کھل سکے لیکن میں خود بھی اس کے بارے میں کسی کو بتانا بے سود سمجھتا تھا۔ ظاہر ہے جو کچھ میں کہتا اسے ثابت نہیں کر سکتا تھا۔

بالآخر وہ وقت آگیا جب مجھے فیرونا سے جنگ کرنا تھی اور میں اس جنگ کے لیے تیار تھا۔ میں نے اپنی تمام تر قوتوں کو آواز دی تھی اور خود کو کسی طور کمزور نہیں پایا تھا۔ میدان جنگ میں گوریلا بڑی شان سے آیا تھا اور بلاشبہ وہ ایک خطرناک جنگجو معلوم ہوتا تھا۔ تب مجھے بھی میدان میں اس کے سامنے لے جایا گیا۔ اور گوریلے نے کہا۔

"گرگش کے لوگو! میں نے تحت الثریٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ کیا ہے کہ اگر اس شخص نے مجھے شکست دے دی تو میں حکومت اس کے حوالے کر دوں گا لیکن میں نے یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ میں اپنے لازوال علم کو بھی استعمال کروں گا اور میرے معاون میری مدد کریں گے۔"

"معاون کون ہوگا؟" کسی نے سوال کیا اور گوریلے نے اشارہ کیا۔ دس آدمی باہر نکل آئے وہ ایک ساتھ قدم ملا کر چل رہے تھے۔

"یہ میرے معاون ہیں۔"

"تو کیا یہ تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے؟"

"نہیں۔ یہ میرے علم کا حاصل ہوں گے اور اس کا اندازہ تمہیں ہو جائے گا۔ یہ میرے لیے قربانی دیں گے۔" اس نے کہا اور پھر ان سے بولا "تم تیار ہو؟"

"ہم خلوص دل سے تیار ہیں۔" ان سب نے یک زبان جواب دیا۔ اور گوریلا خوش نظر آنے لگا۔

تب اس نے کہا۔

"اسے اس کی پسند کا ہتھیار دو۔" اور پروفیسر! مجھے ہتھیاروں کے پاس لے جایا گیا۔ بھلا تیشے کے علاوہ مجھے کونسا ہتھیار پسند آسکتا تھا میں نے ایک بھاری کھانڈا اٹھا لیا اور اسے ہلاتا ہوا میدان میں آگیا۔

ایب نوس نے اس کے برعکس ایک ہلکی تلوار پسند کی تھی اور ہم دونوں مقابل آگئے۔ ایب نوس پہلے سے کہیں زیادہ مشاق لڑاکا نظر آ رہا تھا۔ اس نے ماہرانہ انداز میں تلوار چلائی۔ اور میں نے اس کے دو وار خالی دے کر اس پر کھانڈے کا بھرپور وار کیا۔ ایب نوس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لیے کھانڈے کے وار کو تلوار پر روکا لیکن بُری طرح زمین پر گرا اور اس کی تلوار درمیان سے ٹوٹ گئی۔ ٹوٹی ہوئی تلوار اس نے میرے اوپر پھینک ماری اور وہ میرے بدن سے ٹکرائی لیکن ظاہر ہے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس دوران اس نے پھرتی سے دوسری تلوار حاصل کر لی اور مجھے موقع نہیں دیا لیکن اب اس نے میرا کوئی وار تلوار سے روکنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اچھل اچھل کر میرے وار خالی دینے لگا اس دوران اس نے میرے اوپر بھی کئی وار کیے تھے۔ اس کی تلوار میرے بدن سے ٹکرائی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ میں بے حد خوش تھا میری اہلیت کام کر رہی تھی اور اس بار میں ماضی میں خود کو داخل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"رائن!" ایب نوس نے مجھے پکارا "کیا تم بھی کوئی خصوصی قوت رکھتے ہو۔؟"

"ہاں! میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

"یہ تو ناممکن ہے لیکن میں تمہاری قوت پر حیران ہوں۔"

"سنبھالو!" میں نے اس بار ایک خاص ترکیب سے کھانڈے کا وار کیا اور ایب نوس اس کی زد میں آگیا۔ اس کے بدن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور یہ دونوں ٹکڑے زمین پر اچھلنے لگے لیکن کنارے پر کھڑے ان دس آدمیوں میں سے ایک زمین پر لیٹ گیا اور پھر اس کا جسم ایک مخصوص شکل اختیار کرنے لگا۔ اور۔ وہ ایک خطرناک گوریلا ہی تھا۔ ہاں وہ ایب نوس ہی تھا جو اس آدمی کے بدن میں داخل ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور ایب نوس دوبارہ تلوار لے کر میرے مقابلے پر آ کھڑا ہوا۔

مردہ ایب نوس کے ٹکڑے زمین پر پڑے ہوئے تھے لیکن ایب نوس

میرے سامنے کھڑا تلوار ہلا رہا تھا۔ لوگوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیکن مجھے پہلے سے زیادہ سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک بار پھر میں نے اسے قتل کر دیا لیکن جوں ہی وہ زمین پر گرا۔ ایک دوسرا آدمی زمین پر لیٹ گیا اور چند ساعت کے بعد ایب نوس بن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ صورت حال بے حد خوفناک تھی۔ چھ بار میں نے اسے قتل کیا لیکن وہ ذرا سی دیر میں اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور پھر چلا کر میں ان لوگوں پر دوڑ پڑا جو اس کے لیے قربانیاں دے رہے تھے۔

میں نے آن کی آن میں ان چاروں کو ڈھیر کر دیا لیکن دوسرے لمحے ایب نوس زمین پر لیٹ گیا اور اس کا بدن منتشر ہونے لگا۔ فضا میں بھورے ذرات اڑ رہے تھے اور پھر یہ تمام ذرات ایب نوس کی شکل اختیار کر گئے۔ اب میدان میں گوریلوں کی پوری فوج موجود تھی۔ ان سب کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ اور وہ چاروں طرف سے میرے اوپر حملہ آور تھے۔ میرا کھانڈا اسی تیزی سے چل رہا تھا جو گوریلا قتل ہوتا اس کے بدن کے ذرات فضا میں منتشر ہوتے اور اس کی جگہ کئی گوریلے اٹھ کھڑے ہوتے۔

اس طرح تو ان کا خاتمہ ناممکن تھا۔ اب تو یہ تمیز کرنا مشکل ہو گیا کہ اصل ایب نوس کون سا ہے۔ لوگ دم بخود رہ گئے تھے کسی کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اتنا وقت گذر گیا کہ لوگ بھی تھک گئے۔ تب وہ بے چین نظر آنے لگے اور میں نے پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔

تب گوریلے ایک ملاش سے کھڑے ہو گئے اور ایب نوس آگے بڑھ آیا۔ "اگر تو پوری زندگی جنگ کرتا رہے رائن تب بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن تم اسے جنگ نہیں کہہ سکتے ایب نوس۔ یہ تو صرف جادو ہے۔"

"کیا شہنشاہ کو اپنے علم سے کام لینے کی اجازت نہیں ہوتی؟" ایب نوس نے سوال کیا۔ اور لوگوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ دوسری طرف میں بھی سوچ رہا تھا کہ واقعی ایب نوس کو اس طرح قتل کرنا ممکن نہیں ہے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔

"کیا تو شکست تسلیم کرتا ہے رائن؟"

"ہاں لیکن اس شکل میں کہ تو مجھے قتل کر دے۔"

"تیرا علم مجھے تسلیم ہے یہ صرف تیرے بدن کی قوت نہیں ہے۔"

"تو پھر تو مجھے شکست خوردہ کیسے کہہ سکتا ہے۔"

"میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ اپنے علم کو بڑھا اور جب تو خود کو اس قابل پائے کہ مجھے قتل کر سکے تو پھر میدان میں آ جانا لیکن اس دوران تجھے میری قید میں ہی رہنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور پروفیسر کوئی بیچارہ پھر بولتا بھی تو کیا کسی کے پاس کچھ کہنے کے لیے الفاظ بھی تو نہیں تھے۔

سپاہیوں نے ایک بار پھر میرے گرد گھیرا ڈال دیا اور میں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ میں خود بھی وقت چاہتا تھا لیکن اس بار مجھے جس قید خانے میں ڈالا گیا وہ دوسرا تھا۔ ________ لیکن یہاں میرے علاوہ

اور کوئی قیدی نہیں تھا۔

ہاں کھانے کے وقت مجھے جو شخص کھانا دینے آیا اسے دیکھ کر میں دنگ رہ گیا تھا۔ یہ وہ شخص ایبلاس تھا جسے ایب نوس نے پرسی فون کا اصل بیٹا بتایا تھا۔ اس وقت تو میں نے اس سے کچھ نہ کہا لیکن کھانے کے بعد میں بہت دیر تک سوچتا رہا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ یہی نوجوان مجھے کھانا دینے آتا تھا اور میں نے اسے کچھ نمایاں خصوصیات کا حامل پایا تھا۔

تب ایک دن میں نے اسے آواز دی "ایبلاس۔" اور وہ چونک کر رک گیا۔

"تم میرا نام کس طرح جان گئے؟"

"کیا تم صرف پتھر کے ایک بت ہو؟"

"نہیں!"

"تم جانتے ہو تم کون ہو؟"

"ایبلاس ہی ہوں۔"

"تمہاری حیثیت کیا ہے؟"

"فیرونا کا خادم ہوں۔"

"آہ، تو کیا تو اپنی اصل حیثیت سے ناواقف ہے!"

"میری اپنی اصل حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں اس کا خادم ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"تم ایک بے حس انسان ہو جس نے اس شخص کی غلامی قبول کر لی ہے جو تمہاری ماں کو بے عزت کر رہا ہے اور جس نے تمہارے نانا ایپی نس کو قتل کیا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو۔ میری کوئی ماں نہیں ہے۔"

"تب تم پیدا کس طرح ہوئے؟"

"میں نہیں جانتا!"

"میں بتاتا ہوں۔ اگر غور سے سنو تو۔" میں نے کہا۔ اس نے دلچسپی ظاہر کی تو میں نے اسے پوری کہانی سنائی۔ ایبلاس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ آخر میں وہ مسکرا کر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے میں بے وقوف ہوں اور تمہاری یہ کہانی مجھے متاثر کرے گی۔"

"ٹھیک ہے جو بے حس ہوتے ہیں وہ کچھ نہیں سوچتے حالانکہ تمہاری ماں قید خانے میں تمہاری منتظر ہے۔"

"کون سے قید خانے میں؟"

"اسی محل کے اندر ہے وہ قید خانہ!"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" ایبلاس کے چہرے سے پریشانی جھلکنے لگی۔

"تمہارے پاس کوئی ذریعہ ہے کہ تم حقیقت سمجھ سکو۔"

میرے بارے میں جان لو رائن کہ میں فیرونا کا دست راست ہوں۔

اس کا علم میرے بغیر نامکمل ہے اور اس کے معاملات کی نگرانی میں کرتا ہوں۔ میرے پاس جو علم ہے اس سے جھوٹ اور سچ کی پرکھ ہوتی ہے اگر تم نے جھوٹ بولا تو میں تمہاری بینائی چھین لوں گا۔" وہ فیصلے انداز میں واپس چلا گیا۔

لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ واپس آ گیا اس کا چہرہ دھواں معلوم ہو رہا تھا۔ تب وہ میرے سامنے آ کھڑا ہوا "کیا تم میری بینائی چھیننے آئے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں۔" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔

"تو۔ تو کیا تمہیں میری بات کا یقین آ گیا؟"

"ہاں۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں تم نے جو کہا سچ کہا۔ آہ تم میرے محسن ہو۔ میں فیرونا کا خادم ہوں لیکن اس نے میرے ساتھ بہت بڑا دھوکا کیا ہے۔"

"تم اس سے انتقام نہ لو گے؟"

"ایسا انتقام لوں گا کہ مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کروں۔ کیا آزادی چاہتے ہو؟"

"نہیں۔ تمہارے ساتھ مل کر اس کے خلاف کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن مجھے پہلے میری ماں سے ملا دو۔ آہ اب تو میرا سینہ بھی پھٹ رہا ہے۔"

"کیا تم مجھے یہاں سے نکال کر ان قید خانوں تک لے جا سکتے ہو؟"

"میں ہر وہ کام کر سکتا ہوں جو تم سوچ سکتے ہو۔ فیرونا نے میرے ذہن سے سوچ کا وہ خانہ بند کر دیا تھا جس سے میں اپنے بارے میں سوچتا لیکن اس کے لیے کسی بتانے والے کی ضرورت تھی وہ خانہ کھل گیا۔"

"تب مجھے ان قید خانوں میں لے چلو۔" میں نے کہا اور ایبلاس نے قید خانے کا دروازہ کھول دیا اور پھر راستے تاریکیوں میں گم ہو گئے ایبلاس میرا ہاتھ پکڑ کر چل رہا تھا پھر جب روشنی پھیلی تو میں اس قید خانے کے سامنے تھا جہاں پرسی فون قید تھی۔

"یہ۔ یہ میری ماں ہے۔ آہ۔ میں نے تو اسے دیکھا ہے، میں نے تو اسے متعدد بار دیکھا ہے۔"

"دروازہ کھولو۔" میں نے ایبلاس سے کہا۔ اور اس نے لرزتے ہاتھوں سے دروازہ کھول دیا۔ پرسی فون تعجب سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی اور جب میں نے ماں بیٹے کو ملایا پروفیسر! تو وہ ہی جذباتی مناظر دیکھنے میں آئے جو ممکن ... تھے لیکن بدنصیب پرسی فون مجھے اس کا باپ نہیں کہہ سکتی تھی ایبلاس بالکل بدل گیا تھا۔ اس نے اسی وقت اپنی ماں کو قید خانے سے نکال لے جانے کا فیصلہ کیا لیکن میں نے مدافعت کی۔

"فیرونا کو یونہی چھوڑ دو گے ایبلاس؟"

"آہ! کاش میں اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر سکتا لیکن اگر میں نے ایسا کیا تو۔ تو مجھے خود بھی فنا ہونا پڑے گا۔"

"اسے میں قتل کروں گا۔" میں نے کہا۔

"تم۔؟" ایبلاس چونک پڑا۔ اور پھر وہ خوش ہو گیا "ہاں تم اسے قتل کر سکتے ہو میں تمہیں اس کی ترکیب بتاؤں گا۔"

"تب میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ماں کا انتقام لینے کے لیے میں اسے ہر قیمت پر قتل کر دوں گا۔ لیکن تمہیں میری کچھ ہدایات پر عمل کرنا ہو گا۔"

"کیسی ہدایات؟"

"پرسی فون کو ابھی یہاں رہنے دو۔"

"اوہ۔ کیوں؟"

"ہمیں اس کی موت کے انتظامات مکمل کرنے ہوں گے اس کے بعد ہم اس پر یہ بات ظاہر ہونے دیں گے کہ ہم اس پر قابو پا چکے ہیں۔"

"تو کیا تم بھی واپس قید خانے میں چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔ یہ ضروری ہے اسے شبہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ باعلم ہے اور وہ اپنے علم سے ہماری کوششوں کو ناکام بنا سکتا ہے۔"

ایبلاس کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے کہا "ہر چند کہ اب میں ایک لمحے کے لیے بھی اپنی ماں کو یہاں نہیں چھوڑنا چاہتا لیکن مصلحت اگر یہی ہے تو میں تیار ہوں۔"

"یہ ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"ایبلاس وہ ہمارا ہمدرد ہے اس کی بات مانو اور اس سے تعاون کرو۔" پرسی فون نے ایبلاس سے کہا اور ایبلاس نے گردن جھکا دی پھر وہ پرسی فون کو تسلیاں دے کر میرے ساتھ وہاں سے چل پڑا۔

"تم نے تھوڑی دیر قبل ایک بات کہی تھی۔ تم نے کہا تھا کہ تم مجھے اس کو قتل کرنے کی ترکیب بتا سکتے ہو!"

"ہاں کسی ہتھیار سے اسے قتل کرنا کافی مشکل ہے کیونکہ اس نے جسموں کی تبدیلی کا عمل سیکھ لیا ہے اس کے ساتھ بیشمار جانباز موجود ہیں جو اسے ہزاروں بدن پیش کرنے کے لیے تیار ہیں اور وہ اجسام بدلنے میں برق رفتار ہے لیکن۔ آگ اس کے لیے موت ہے وہ آگ سے ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے۔"

"اوہ، کیا وہ آگ کے نزدیک نہیں جاتا؟"

"نہیں وہ آگ سے کانپتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ آگ اس کے سارے علوم و فنون چھین لیتی ہے چنانچہ اگر کسی طرح اسے نذر آتش کر دیا جائے تو پھر اس کی زندگی بحال نہیں ہو سکتی۔" ایبلاس نے کہا۔

بات میرے لیے واقعی دلچسپ تھی اور اگر ایبلاس کا کہنا درست تھا تو میں فیرونا کی موت کا راز پا چکا تھا۔ اور اب باقی میرے سوچنے کا کام تھا ایبلاس نے مجھے پھر میرے قید خانے میں بند کر دیا اور بولا۔

"میرے لیے اور کوئی ہدایت؟"

"ہاں ایبلاس تمہیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔"

"بولو بولو کیا کام ہے؟"

"ارغمانہ کے مکان پر جاؤ۔ وہاں ایک شخص نوماس ہے اسے میرا ایک

پیغام پہنچادو۔"

"کیا پیغام ہے؟"

"ایک ایسے الاؤ کی تیاری جس میں جہنم سلگ رہا ہو اس سے کہو کسی مناسب جگہ جو گرگش سے زیادہ دور نہ ہو۔ وہ جلد از جلد ایک ایسا الاؤ تیار کرا دے اس سے کہہ دینا کہ یہ رائن کی فرمائش ہے۔"

"بہتر۔ میں تمہارا یہ پیغام پہنچادوں گا۔" ایبلاس نے کہا اور پھر ضروری ہدایات لے کر وہ چلا گیا لیکن اب میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ کس طرح فیرونا یا ایب نوس کو اس الاؤ تک لے جایا جائے۔ کس طرح اسے اس پوشیدہ جہنم میں پہنچایا جائے۔ وہ چالاک ہے کہیں سمجھ نہ جائے۔

بہت سوچ بچار کے بعد بھی کوئی مناسب ترکیب سمجھ میں نہیں آئی۔ تب میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ تھوڑے وقفے کے بعد ایبلاس میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے اطلاع دی کہ اس کا پیغام نوماس کو دے دیا گیا ہے اور نوماس نے وعدہ کیا ہے کہ میری مرضی کے مطابق بندوبست کیا جائے گا۔

لیکن میں مطمئن نہ ہو سکا اور پھر خود میں نے نوماس سے ملاقات کا تہیہ کیا اور ایک مناسب وقت میں اپنے قید خانے سے نکل آیا۔ ایب نوس کے بارے میں علم ہوا تھا کہ وہ اپنی عیش گاہ میں ہے اور یہ وقت واقعی فرصت کا تھا۔

نوماس اور ارغمانہ کے اہل خاندان سُرنگوں میں ملے۔ مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے۔

"تم آزاد ہو گئے رائن، تم آزاد ہو گئے۔" نوماس خوشی سے بھرپور لہجے میں بولا۔

"تمہیں میرا پیغام مل گیا تھا؟"

"ہاں۔"

"لیکن تم سرنگوں میں کیوں ہو؟"

"اوہ باہر کی دنیا کو ایب نوس نے جہنم بنا کر رکھ دیا ہے وہ باغیوں سے انتقام لے رہا ہے اور آدھا گرگش خالی ہو چکا ہے لوگ خوف سے بھاگ رہے ہیں صرف وہ لوگ موجود ہیں جو اس کے وفادار ہیں۔ بڑی تباہی پھیل گئی ہے رائن۔ بغاوت پورے طور سے ناکام رہی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا "تم میرا کام کب تک کر رہے ہو؟"

"بہت جلد، لیکن اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس بارے میں بعد میں بتاؤں گا پہلے جگہ کا انتخاب کرو۔"

"اب تم آگئے ہو تو جگہ کا انتخاب بھی تم ہی کر دو۔" نوماس نے کہا۔

"لیکن میں اس کی وجہ جاننے کا خواہش مند ہوں۔"

"میرے ساتھ آؤ نوماس۔" میں نے کہا اور پھر ہم لوگ باہر نکل آئے۔ ایبلاس بھی ہمارے ساتھ تھا اور اس کے بعد ہم پہاڑوں میں آوارہ گردی کرتے رہے۔ میرا ذہن تیزی سے فیصلے کر رہا تھا اور کافی غور و خوض کے بعد بالآخر میں نے ایک عمدہ ترکیب سوچ ہی لی۔ اور اس ترکیب پر میں خود خوشی سے اچھل پڑا۔ لیکن میں نے کسی پر اس خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بالآخر میں نے اپنے اس

نئے منصوبے کے تحت ایک جگہ کا انتخاب کر لیا اور بہت عمدہ جگہ تھی پروفیسر! ایک سطح جگہ جس کے ایک کنارے پر ایک خوفناک گڑھا موجود تھا اور میں نے اس گڑھے کو الاؤ بنانے کا فیصلہ کیا اور نوماس پر اس کا اظہار کر دیا۔

"ٹھیک ہے لیکن رائن کچھ تو معلوم ہو تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"آخری کھیل ہے نوماس۔ اس بار مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں بس مجھ سے تعاون کرو۔"

"ہم خلوص دل سے تیار ہیں۔" ارغمانہ نے جواب دیا۔

"تب مجھے اجازت دو میں واپس جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟" نوماس نے تعجب سے پوچھا۔

"ایب نوس کی قید میں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ لوگ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگے جیسے کہ مجھے صحیح الدماغ نہ سمجھ رہے ہوں۔

"کیا مطلب، تم دوبارہ اس کی قید میں جا رہے ہو؟"

"ہاں بطور قرض آیا ہوں اور اگر واپس نہ گیا تو کچھ دوسرے الجھن کا شکار ہو جائیں گے۔"

"لیکن قید سے نکلنے کے بعد قید خانے میں واپس جانا کہاں کی دانش مندی ہے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میرے دوستو میرا جانا ضروری ہے۔" میں نے کہا اور پھر مزید انہیں کچھ بتائے بغیر واپس قید خانے کی جانب چلا آیا۔ میں ایب لاس کے اوپر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں ڈالنا چاہتا تھا جس سے وہ الجھنوں کا شکار ہو جائے اور یہی بہتر بھی تھا۔

کیونکہ ایب نوس کو اگر کسی سے خطرہ ہو سکتا تھا تو وہ صرف ایب لاس تھا۔ ایب لاس اس کا رازداں اور اس کی حقیقت سے واقف تھا چنانچہ اسے اگر یہ شبہ ہو جاتا کہ ایب لاس کسی طور مجھ سے مل گیا ہے تو پھر وہ اپنے بچاؤ کے لیے ایسے انتظامات کرتا جس سے میرا اس پر قابو پانا نہایت مشکل ہو جاتا چنانچہ مجھے ہوشیار رہنا تھا۔ ہاں مجھے انتظار تھا اس رات کا جب الاؤ تیار ہو جائے میری مرضی کے مطابق۔ اور ایب لاس مجھے اطلاع دے جس کے لیے میں نے اسے ہدایت کر دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ الاؤ تیار ہوتے ہی ایب لاس مجھے اطلاع ضرور دے گا۔

ایب لاس بہت ہی اچھا معاون ثابت ہو رہا تھا وہ مجھے شہر کے بارے میں بھی اطلاعات فراہم کرتا تھا اور نوماس سے ملاقات کر کے اس کی تیاریوں کے بارے میں بھی مجھے بتاتا تھا۔ تب میں نے نوماس کے لیے ایک اور پیغام بھجوایا۔ یہ آخری پیغام تھا۔

نوماس کو اس بار تفصیل نہیں بتائی گئی تھی لیکن میں نے کہہ دیا تھا کہ میں بہت جلد اس سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ نوماس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا اور میری ترکیب کے مطابق پورا پورا عمل کیا جس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب شیطان صفت درندہ میرے قید خانے کے سامنے کھڑا اپنے شیطانی ذہن سے کام لے کر مجھے پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خونخوار گوریلا میرے قید خانے کے سامنے آگیا تھا۔ اس نے خونی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"تیرے ساتھیوں نے موت کا..... مزہ چکھنے کا فیصلہ کیا ہے رائن وہ پہاڑیوں پر جمع ہوئے ہیں اور مجھ سے میری اپنی زندگی اور موت کے بارے میں مذاکرات کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے دعوت دی ہے کہ میں اپنے فوجیوں کو لے کر آؤں۔ ان سے گفتگو کروں۔ اس کے بعد یا تو خود کو مکمل طور پر گرفتاری کے لیے پیش کر دوں یا پھر کوئی ایسی صلح کی بات ہو جائے گی کہ میں ان پر مکمل طور پر قادرِ مطلق حکمراں ہو جاؤں اور رائن میں نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی لیکن جب میں ان سے بات کروں گا تو میری چند شرائط بھی ہوں گی۔"

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"شرائط میں یہ بات شامل ہو گی کہ میں ان لوگوں کی زندگیاں نہیں چاہوں گا جو اس بغاوت کے بانی ہو سکتے ہیں انہیں موت کا..... مزہ چکھنا ہو گا اور باغیوں کے ساتھ میری یہی شرط ہو گی کہ اس بغاوت کے بانیوں کو میرے حوالے کر دیا جائے۔ میں ان لوگوں کو صاف کر دوں گا۔ چنانچہ یہ دلچسپ مرحلہ طے ہو جائے تو اس کے بعد رائن ان کے سربراہ کی حیثیت سے سب سے پہلے موت کی سزا پانے والے تم ہو گے۔"

"اور تم مجھے اس کی اطلاع دینے آئے ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ایک سربراہ کو اس کی تحریک کے اختتام کے بارے میں بتانا ضروری ہے اور خاص کر اس حالت میں کہ خود اس کی زندگی کا اختتام بھی ہونے جا رہا ہو۔" ایب نوس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ایب نوس، مجھے موت سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا۔ اگر موت اسی طرح آئی ہے تو ضرور آئے مجھے مرنا ہی ہو گا۔ لیکن تم کب ان لوگوں سے ملاقات کر رہے ہو؟"

"بہت جلد۔ تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں اُدھر ہی کا رخ کروں گا۔" ایب نوس نے جواب دیا اور میں نے اپنی مسکراہٹ کو بے ساختہ دبا لیا۔ کوئی کتنا ہی چالاک ہو کہیں نہ کہیں دھوکہ کھا ہی جاتا ہے۔ میں نے ایب نوس کے سامنے افسردگی کا اظہار کیا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ جیسے میں اس اطلاع سے بہت خوف زدہ اور پریشان ہوں اور ایب نوس اس بات سے بہت ہی خوش ہوا تھا۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔

ایب لاس، ایب نوس کے ساتھ ہی آیا تھا اور اس کے ساتھ ہی واپس چلا گیا تھا۔ ظاہر ہے ایسے مواقع پر ایب نوس، ایب لاس کو پوشیدہ طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا کیونکہ وہی اس کے علوم کا ماہر تھا۔

تو پروفیسر! اس وقت باہر نکلنے کے لیے ایب لاس کے علم کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں نے قید خانے کے دروازے کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا اور پھر اسے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا۔ میں نے دروازہ ایک دیوار سے لگا دیا۔ اور برق رفتاری سے پہاڑیوں کا سفر کرنے لگا۔

میری مطلوبہ جگہ باغیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ مسطح پہاڑی علاقے میں نوماس، ارغمانہ اور دوسرے باغی کھڑے تھے اور نیچے ایب نوس کی فوج۔ ایب نوس تیار ہو کر آیا تھا۔ تب میں اپنے ساتھیوں میں پہنچ گیا۔

"آہ رائن! تو آزاد ہے؟ وہ دیکھ ایب نوس آ رہا ہے۔" اور میں ایب نوس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بڑی شان سے آ رہا تھا۔ میں ایک ایسی جگہ چھپ گیا جہاں سے وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔

"میں تمہاری دعوت پر آگیا ہوں لیکن اس کے بعد میں تمہیں کوئی مہلت نہ دوں گا بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ یہاں تو کچھ نئی شکلیں نظر آ رہی ہیں۔ تم میں سے کون مجھ سے بات کرے گا؟" ایب نوس نے قریب آکر کہا۔

"ہمارا سربراہ۔" نوماس نے جواب دیا۔

"خوب، تو کیا تم نے کسی نئے سربراہ کا انتخاب کر لیا ہے؟" اس نے کہا۔ اور اسی وقت میں چٹان کے عقب سے نکل آیا۔

"نہیں ایب نوس تیرے استقبال کے لیے میں موجود ہوں۔" میں نے کہا اور ایب نوس متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"تو کس طرح آزاد ہو گیا؟"

"میں قید کب تھا، تیرے قید خانے مجھے روکنے کی جرأت نہیں کر سکتے میں تو تجھ سے آخری جنگ کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔"

"خوب، تو تو اب بھی دماغ میں جنگ کا سودا رکھتا ہے لیکن اس کا نتیجہ؟ آج بھی لاکھوں افراد میرے ساتھ ہیں۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا۔"

"آج میں تجھے قتل کر دوں گا ایب نوس۔" میں نے کہا اور اپنا کھانڈا نکال لیا۔ ایب نوس کو با دلِ نخواستہ جنگ کے لیے تیار ہونا پڑا تھا۔ اس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اس کے بے شمار فوجی باغیوں کے سروں پر پہنچ گئے۔ ایب نوس تمسخرانہ انداز میں تلوار ہلا رہا تھا اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"باغیوں کا سربراہ پھر کوئی نیا جال لایا ہے لیکن اس کے کہنے کے مطابق یہ اس کی زندگی کی آخری جنگ ہے چنانچہ میرے دوستو! اگر یہ کامیاب ہو جائے تو اس کی اطاعت کرنا اور مر جائے تو اس کے لیے ضرور رونا۔ سمجھے یہ تمہارے شہنشاہ کا حکم ہے آؤ۔" اس نے حقارت آمیز انداز میں مجھے دعوت دی اور میں نے کھانڈا سامنے کر لیا۔

پھر ہم دونوں کے درمیان جنگ ہونے لگی۔ نوماس، ارغمانہ اور دوسرے لوگ مجھے دیکھ رہے تھے۔ آج انہوں نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ میرے جنگ کرنے کے انداز میں وہ تیزی نہیں ہے جو پہلے تھی۔ ایب نوس نے یہ بات محسوس کی۔ اور بھرپور حملے کرنے لگا۔

لیکن شاید ہی کسی نے محسوس کیا ہو کہ میں غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹ رہا تھا گویا الاؤ کی جانب یہاں تک کہ میں کنارے پر پہنچ گیا۔ ایب نوس کو آگ کی تپش محسوس ہوئی اور وہ بوکھلا گیا۔ بس یہی لمحہ تھا۔

میں نے عقاب کی طرح جھپٹ کر اسے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ اور دوسرے لمحے میں نے آگ کے الاؤ میں چھلانگ لگا دی۔ خوفناک گوریلا میری گرفت سے نہیں نکل سکا تھا۔ ہم دونوں دہکتے ہوئے الاؤ میں جا گرے۔ میری گرفت اب بھی مضبوط تھی اور فیرونا کی بھیانک چیخیں پہاڑیوں کو ہلا رہی تھیں اس کے پورے بدن نے آگ پکڑ لی تھی اور اس کے رنگ بدل رہے تھے اب وہ گوریلے کے بجائے انسان بن گیا تھا۔ اس کی شکل اتنی خوفناک ہو گئی

تھی کہ کسی نے ایسی بھیانک شکل نہ دیکھی ہوگی۔

لیکن میری دوست آگ میرے ساتھ تعاون کر رہی تھی میرے بدن کو دھیمی دھیمی حرارت مل رہی تھی اور میری گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی جبکہ میرا دوست راکھ کا ڈھیر بن گیا تھا اور پھر رفتہ رفتہ جہنم سرد ہوتا گیا شعلے مدھم پڑنے لگے اور اب چاروں طرف خاموش پہاڑیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ہاں تھوڑی دور میرا دوست میرا ساتھی سلانوس کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے پھر وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گیا اور میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولا "ایب نوس کی حکومت ختم ہو گئی اور اب تحت الثریٰ میں بہت سی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔"

"گویا ہم اس ماحول سے نکل آئے۔"

"ہاں۔ یوں لگتا ہے جیسے ماضی کی لہروں نے اس بار ہمیں زبردستی اٹھا کر ماضی سے باہر پھینک دیا ہے۔"

"یہ کونسی جگہ ہے؟"

"وہی علاقہ جہاں یہ دلچسپ کھیل ہوا تھا لیکن یہ زمانۂ حال ہے۔"

"مجھے مبارکباد نہیں دو گے سلانوس۔ اس بار ماضی میں میں نے ایک نیا کردار تخلیق کیا گویا میں نے ماضی میں ایک ایسے کردار کو ڈھونڈا جس کا کوئی وجود نہیں تھا۔"

"کیا مطلب؟" سلانوس نے تعجب سے پوچھا۔

"نوماس کی حیثیت سے تم حقیقتِ حال سے واقف ہو۔"

"ہاں پھر؟"

"کیا میں نے ماضی میں ایک نئی کہانی تخلیق نہیں کی؟ کیا یہ سارے واقعات ماضی میں داخل نہیں کیے گئے؟"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جو کہانی تم نے دیکھی وہ ماضی میں تحریف تھی؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے سلانوس کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ آؤ تھوڑا سا سفر کریں۔" سلانوس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ خاصا طویل سفر تھا یہ۔ تب ہم ایک حسین وادی میں پہنچ گئے۔ ایک پہاڑی کے دامن میں ایک بڑا مجسمہ نظر آ رہا تھا۔

"یہ وادیٔ ارمناس ہے اور یہ بربط نواز رائن کا مجسمہ۔ اس مجسمے کی عبا پر کندہ تحریر پڑھو۔ گو الفاظ ٹوٹ گئے ہیں لیکن تحریر واضح ہے" اور میں اس تحریر پر جھک گیا۔ لکھا تھا:

"ارمناس کا بربط نواز رائن جس نے تحت الثریٰ کے عفریت نما ایب نوس اور سب سے بڑے جادوگر فیرونا کو نذرِ آتش کرتے ہوئے اپنی بھی جان دے دی اور اس طرح اس نے لاکھوں انسانوں کو اس عفریت سے نجات دلائی۔ ہم اپنے نجات دہندہ کو سلام کرتے ہیں۔"

"ماضی میں کوئی تحریف ممکن نہیں ہو رہی۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔" سلانوس نے کہا اور میں غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تب سلانوس میرا ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے دانش کدے کی جانب چل پڑا۔

زاویوں کی ترتیب میں مدبر و دانش مند سلانوس نے زیادہ دن نہیں صرف کئے۔ اس دوران اس نے میرے لئے میری ضرورت کے مطابق تمام چیزیں فراہم کر دی تھیں۔ میں درحقیقت اپنی طویل ترین زندگی کے بیش قیمت لمحات گذار رہا تھا۔ ایسے مدبر شخص سے اس سے قبل ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ دانش کدہ تو تھا ہی لیکن تحت الثریٰ کی اس حسین دنیا میں اور بھی بہت کچھ موجود تھا اور مجھے آزادی تھی کہ میں اس پوری دنیا میں جو چاہوں دیکھوں۔

یوں یہ دن اور رات سے خالی وقت بہ آسانی گذر رہا تھا اور میں کافی خوش تھا۔ بالآخر سلانوس نے مجھے خوشخبری سنائی کہ اس کا کام مکمل ہو گیا۔ میں نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا۔

"میں نے زاویوں کی ترتیب میں کچھ خصوصی تبدیلیاں کی ہیں۔" سلانوس نے مجھے بتایا۔

"کیا؟ میں ان کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"بس اپنے طور پر تم اسے بچکانہ پن کہہ سکتے ہو۔ دراصل اپنے ساتھ تم جیسے شخص کے شامل ہو جانے سے میں بہت خوش ہوں۔" سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور پھر مستقبل کا سفر میرے لئے بھی کافی دلکش ہے میں بھی مستقبل میں جانے کا خواہشمند ہوں اور پھر تمہاری دنیا جس میں بہت سی چیزیں میرے لئے قطعی اجنبی ہوں گی۔"

"تم نے تیاریاں کیا کی ہیں؟"

"میں نے تمہیں جس دور میں بھیجا تھا اس کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت معلومات بھی حاصل تھیں لیکن اب ہم جن ادوار میں سفر کریں گے وہ میرے لئے بھی قطعی اجنبی ہوں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہم زیادہ حفاظت کا انتظام کر کے چلیں۔"

"عمدہ خیال ہے۔" میں نے کہا۔

"چنانچہ میں نے دانش کدے میں کچھ خصوصی تبدیلیاں کی ہیں۔ یعنی اگر حالات ہمارے موافق نہ ہوں تو پھر چند لمحات میں اپنا رُخ بدل لیں اور اس ماحول سے نکل آئیں جس ماحول کے زاویے کے رُخ پر ہوں اس طرح ہم حادثات سے محفوظ رہیں گے۔"

"تمہاری عقل و دانش نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ بلاشبہ میں صدیوں کی طویل زندگی میں بے شمار دانشوروں سے مل چکا ہوں۔ میں نے ستارہ شناسوں کو دیکھا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان موجود لوگوں کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ میں نے بڑے بڑے ..... فنکاروں کو دیکھا ہے لیکن تمہارے اندر ایک ندرت پائی جاتی ہے اور اس ندرت نے میرے دل میں تمہارے لئے بے پناہ عقیدت پیدا کر دی ہے۔"

"لیکن میرے دوست بعض اوقات انسانی فطرت عجیب و غریب

رُخ اختیار کر لیتی ہے۔"

"مثلاً؟"

"اس سے پہلے میں تنہا سب کچھ کرتا رہتا تھا۔ جو سوچتا تھا اس پر خاموشی سے عمل شروع کر دیتا تھا اور کر لیا کرتا تھا تو خود اس سے محظوظ ہو لیتا تھا۔ دل میں اتنی امنگ اور اتنی خوشی نہیں ہوتی تھی لیکن اب صورتحال دوسری ہے۔ میرے نزدیک ایک ایسا دانشور موجود ہے جو میری کاوشوں کو سمجھتا ہے اور جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ اسے سمجھا جائے گا۔ اس طرح مجھے خوشی ہوتی ہے۔"

"ہاں یہ درست ہے۔"

"آؤ میں تمہیں اپنی کاوش کے بارے میں بتاؤں۔" سلانوس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی طلسم کدے میں تھے۔

"یہ مستقبل کے زاویوں کے رُخ ہیں۔ میں تمہیں خود تجربہ کر کے بتاؤں گا۔ دیکھو یہ ایک زاویہ ہے۔ میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا اور ہم دونوں خود کو مستقبل میں پہنچا دیں گے لیکن منظر خواہ کچھ بھی ہو، ہمیں واپس آ جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے، واپسی کا طریقہ کیا ہو گا؟"

"آؤ۔" سلانوس نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم ایک لائن پر کھڑے ہو گئے اور پھر ہم دونوں ایک ہی زاویے پر خود کو مرکوز کرنے لگے۔ تب اچانک سلانوس نے میرے ہاتھ پر اپنی گرفت سخت کر لی۔ اس کی آواز مجھے کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ "ماحول کچھ بھی ہو ہمارے سامنے نمایاں ہو جائے گا۔"

اور حالات کی شعاعیں ہمیں خود میں جذب کر کے مستقبل میں نشر کرنے لگیں۔ سو ہماری نگاہوں میں چند دھندلے نقوش نمودار ہوئے اور چند ساعت کے بعد وہ نقوش نمایاں ہونے لگے۔

تاحدِ نگاہ سمندر پھیلا ہوا تھا۔ بے شمار جنگی جہاز سفر کر رہے تھے اور ان پر خونخوار سپاہی بے چینی سے گردش کر رہے تھے۔ یہ ہسپانیہ کا جنگی بیڑہ آرمیڈا تھا جو کسی دشمن پر حملہ آور ہونے جا رہا تھا۔ ہم نے خود کو ایک جنگی جہاز کی جانب متوجہ کیا اور چند لمحات کے بعد ہم اس جہاز پر تھے۔

سلانوس میرے ساتھ ہی تھا اور اس کے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔

"تم نے دیکھا، تم نے محسوس کیا؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"ہاں لیکن یوں لگتا ہے جیسے مستقبل میں زیادہ دور تک نہ گئے ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیسے اندازہ لگایا؟"

"زمانہ قریب میں ایسے جنگی جہاز اور ایسے لباس میں ملبوس سپاہی میں دیکھ چکا ہوں۔"

"خوب۔ اس طرح بھی تم میرے مددگار ہو۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اپنی دنیا کے ادوار کے تعین میں تم میرے بہترین ساتھی ہو گے کیونکہ میں اس ماحول سے ناواقف ہوں۔"

"ٹھیک ہے کیا اس بحری بیڑے کے بارے میں معلومات حاصل کرو گے؟" میں نے پوچھا اور سلانوس گردن ہلانے لگا۔

"ضروری نہیں ہے۔ قطعی ضروری نہیں ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل میرے دانش کدے میں پوشیدہ ہے۔ ہم اسے جب چاہیں تلاش کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر اب ..... ہاں ایک بات اور بتاؤ۔ ہم اس جہاز پر کھڑے ہیں۔ یہ تختے ہمارے پیروں کے نیچے ہیں۔ کیا ہم لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں؟"

"جہاز والوں کی؟"

"ہاں۔"

"نہیں۔ دیکھو سپاہی نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ وہ دیکھو وہ ہماری طرف اشارے کر رہے ہیں۔ آسمان کی جانب دیکھو، سورج ہماری رہنمائی کرے گا۔"

اور میں نے اوپر دیکھا۔ سلانوس بھی اسی جانب دیکھ رہا تھا اور پھر سلانوس نے تھوڑا سا رُخ بدل لیا۔ دوسرے لمحے ہوا کی لہریں محسوس ہوئیں اور آنِ واحد میں ماحول بدل گیا۔ ہم اپنے دانش کدے میں کھڑے تھے۔

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ "اس طرح واپسی کا یہ عمدہ طریقہ ہے۔ لیکن اس کی حقیقت کیا ہے؟"

"دن میں سورج، رات کو ستارے زاویوں کے رہنما ہوتے ہیں۔ آؤ میں تمہیں ان کی تفصیل بتاؤں۔ دیکھو آسمان پر موجود ستاروں سے تم واقف ہو، یہ اپنا زاویہ کبھی نہیں بدلتے اور تم جس زاویے کا تعین کرو گے اسے ستاروں سے یا سورج کی ان شعاعوں سے منسلک کر دو۔ سورج کی شعاعوں سے تم میری مراد سمجھ رہے ہو گے۔"

"ہاں بابا سلانوس میں سمجھ رہا ہوں۔"

"یعنی سورج کی کرنیں بھی مخصوص زاویے رکھتی ہیں۔ ہم جس جگہ ہیں وہاں سے ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر حصے میں سورج کی شعاعیں اپنا ایک ہی رُخ رکھتی ہیں اور ان سے نہیں ہٹتیں۔ گویا سمتوں کے تعین کے لئے ستاروں سے تو ہر جگہ مدد لی گئی ہے لیکن دن کی روشنی میں سورج کی شعاعوں سے مدد نہیں لی گئی۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ ان سے مدد لینے کی کوشش کیوں نہیں کی گئی۔"

"یہ بات نہیں ہے بابا سلانوس۔"

"کیا مطلب؟"

"سورج کی شعاعوں سے بہت سے کام لئے گئے ہیں اور لئے جاتے رہے ہیں مثلاً وقت کا تعین اور دوسرے کام۔ ممکن ہے تمہاری دنیا میں اس سے کام نہ لیا گیا ہو"

"ہاں یہ درست ہے صدیوں کے بیٹے۔ ہماری دنیا میں سورج کی شعاعوں سے ابھی تک کوئی کام نہیں لیا گیا"

"ہاں یہ دوسری بات ہے بہرحال تم مجھے کیا بتا رہے تھے؟"

"میں یہی کہہ رہا تھا کہ سورج کو دیکھو، زاویے کا تعین کرو اور جس وقت واپسی کی ٹھانو تو رخ بدل لو خواہ وہ کسی بھی جگہ ہو" بابا سلانوس نے کہا اور میں اس کی بات پر غور کرنے لگا۔ پھر میں نے سوال کر ہی لیا۔

"لیکن بابا سلانوس یہ بدلا ہوا رخ کیا کسی اور زمانے میں نہیں دھکیل دے گا؟"

"نہیں ابھی تم نے محسوس کیا کہ جہاز سے میں نے کون سا رخ استعمال کیا تھا کہ ہم واپس پہنچ گئے؟"

"ہاں، میں نے محسوس کیا تھا"

"آؤ اب میں تمہیں دوسرے زاویے کی سیر کراؤں" بوڑھے سلانوس نے کہا اور یہ شغل بھی بڑا ہی دلچسپ تھا۔

یعنی ان زاویوں کے ذریعے کہیں سے کہیں پہنچ جاؤ، دیکھو کس جگہ ہو اور جب واپسی کی ٹھانو تو اس میں کوئی دقت نہ ہو۔ چنانچہ میں بوڑھے سلانوس کے ساتھ دوسرے زاویے کی جانب چل پڑا اور اس بار ہم جس زاویہ میں داخل ہوئے تھے اس میں کہیں بوڑھے سلانوس کے ساتھ تھا۔ اس زاویے نے ہمیں ایک اور عجیب و غریب دنیا میں پہنچا دیا۔

یہ بڑی ہی تعجب خیز دنیا تھی، یوں اندازہ ہوتا تھا کہ یہ خاصا آگے کا وقت ہے۔ ایک ایسی عجیب و غریب جگہ تھی جس کا تذکرہ الفاظ میں ممکن نہیں تھا۔ چاروں طرف لوہے کی مشینیں گردش میں تھیں جانے کیا ہو رہا تھا۔ سرخ سرخ بڑی بڑی بھٹیاں جن میں لوہا پک رہا تھا اور ان ساری چیزوں کا انداز بے حد عجیب تھا۔

جس جگہ ہم دونوں کھڑے تھے وہاں بے پناہ تپش تھی اور دھواں ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

میں تو ایک لمحے کے لئے مبہوت رہ گیا... کھولتے ہوئے لوہے کے اس کڑھاؤ میں اگر داخل ہوا... جانے تو جسم کی کیا کیفیت رہے گی۔ اچانک بوڑھے سلانوس نے مجھے جلدی سے جھٹکا دیا اور ہمارا رخ بدل گیا دوسرے لمحے ہم پھر اپنے دانش کدے میں تھے۔

"خدا کی پناہ، یہ سب کیا تھا؟ کیا تم اس کے بارے میں جانتے ہو؟" اس نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں، میں نہیں جانتا"

"گویا مستقبل کا یہ حصہ تم سے بھی پوشیدہ ہے؟"

"ہاں سلانوس، ظاہر ہے مستقبل ابھی دور ہے۔ البتہ یہ مستقبل قریب کی کوئی چیز نہیں ہے نہ ہی ماضی میں کہیں ہم نے اس کی کوئی شکل دیکھی ہے"

"خوب خوب، یہ بھی ایک تجربہ ہی ثابت ہوا میرے لئے لیکن کیسی خوفناک تپش تھی کیسی خوفناک آگ تھی" سلانوس خوفزدہ لہجے میں بولا "گویا اس کے بعد کا انسان آگ پر اس قدر قادر ہو جائے گا کہ وہ اسے کسی برتن میں قید کر سکے، میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اوہ! کاش میں اس دور میں پیدا ہوتا"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سلانوس کافی دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔

"لیکن بے شمار باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان ان پر صرف حسرت کر سکتا ہے۔ جیسا کہ میں اس دور میں پیدا ہونے کی حسرت کر رہا ہوں لیکن اس دور پر قادر نہیں ہوں چنانچہ اس سلسلے کو جانے دو۔ ہاں اب یہ بتاؤ کہ کسی دور میں چلنے کے لئے تیار ہو؟"

"بالکل۔ مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے"

"ظاہر ہے ہم کسی دور کا تعین نہیں کر سکتے، لیکن میرے دوست اس بار ہم دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے اور کوشش کریں گے کہ اس دور کے کردار ضرور ہوں لیکن عملی طور پر اس کے صرف تماشائی ہوں یعنی اس میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہو"

"لیکن اگر حالات ہمیں وہاں تک پہنچا دیں اور اس کے لئے مجبور کریں کہ ہم خود اس کا کوئی کردار بن جائیں تو...؟"

"تب پھر مجبوری ہے، لیکن کوشش کرنا کہ مجھ سے دور نہ رہو" بابا سلانوس نے کہا۔

"ٹھیک ہے سلانوس، تم بھی یہی کوشش کرنا" میں نے جواب دیا۔

"ہم جس دور میں جائیں گے پہلے اس کے بارے میں مکمل طور سے معلومات حاصل کریں گے اور اس کے بعد اپنے لئے کسی حیثیت کا تعین کریں گے اس وقت دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں مستقبل کے سفر کے لئے تیار تھے۔

ماضی میں ہم نے جو سفر کیا تھا وہ تو خاصا دلکش تھا اور اس میں کچھ ایسی یادیں بھی شامل تھیں جنہیں میں بھول نہیں سکتا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ ماضی کے سفر میں وہ نئے کردار جو میرے سامنے آئے تھے مجھ سے اس قدر قریب رہے تھے کہ میں ان سے پوری طرح لطف اندوز بھی ہوا تھا اور اس کے بعد میری اپنی حیثیت میری اپنی ہی رہی تھی۔ لیکن اس بار یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ یہ خیال میرے ذہن میں بھی پیدا ہوا تو میں نے سلانوس سے پوچھا۔

"سلانوس ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں"

"ہاں ہاں ضرور کہو"

"کیا مستقبل میں ہم جس کردار کی حیثیت سے داخل ہوں گے اس میں ہمارے لئے وہی گنجائش موجود ہوگی جو ماضی کے کسی کردار میں موجود ہوتی تھی؟"

"میں تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جو ہے کے جس بیٹے یعنی ریکی کے روپ میں جس طرح اس کردار میں تم شامل ہو گئے تھے مستقبل میں اس کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟"

"ہاں سلانوس" میں نے جواب دیا۔

"ماضی جو گذرا ہوا ہوتا ہے اس میں کسی کردار کی شمولیت اگر اضافی ہو تو ناممکن ہوتی ہے لیکن مستقبل کا مسئلہ دوسرا ہے، مستقبل صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ میرے لئے بھی اجنبی ہے اور وقت کے لئے بھی۔ اگر ہم مستقبل کا کوئی کردار اختیار کر لیں گے تو ظاہر ہے ہماری ایک ٹھوس حیثیت ہوگی۔ اس میں ہمیں کسی کی شخصیت چرانے کی ضرورت نہیں ہوگی"

"گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل میں ہماری شمولیت کا ایک ٹھوس جواز موجود ہے؟"

"یقیناً"

"یہ تو بہت ہی عمدہ بات ہے، گویا مستقبل کی حسینائیں بھی ہماری دسترس سے دور نہ ہوں گی" میں نے کہا اور سلانوس مسکرانے لگا۔

"بس یہی فرق ہے تجھ میں اور مجھ میں"

اور میں ہنسنے لگا۔

تب بوڑھا مجھے لے کر زاویے کی تلاش میں چل پڑا اور طے یہ ہوا تھا کہ وقت ہمیں جہاں بھی دھکیل دے گا ہم وہیں پہنچ جائیں گے اور اپنی پسند کا ماحول تلاش کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ سو ایک نئے زاویے سے ہم چلے اور وقت کی شعاعوں نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لیا، اور جب ہم اجاگر ہوئے تو کچھ عجیب سے مناظر دیکھے۔

ہمارے سامنے تاحد نگاہ ایک صحرا تھا اور ہم ایک طویل و عریض دریا کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ دور دور تک ویرانی اور سناٹے کا راج تھا لیکن دریا کے نزدیک ہی تھوڑے فاصلے پر ہمیں آبادیاں نظر آئیں۔ شاید وہ کوئی قبیلہ تھا۔

ان کا رہن سہن بہت زیادہ جدید تو نہیں تھا لیکن بہرصورت اس دور سے خاصا مختلف تھا جس میں ہم تھے۔ تب سلانوس نے میری جانب مسکرا کر دیکھا اور پھر ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ہمارا رخ آبادی کی جانب تھا۔ تب ہمیں ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جس کے چہرے پر خشونت تھی اور آنکھوں میں کرختگی کے آثار، ہمیں دیکھ کر وہ رک گیا لیکن اس کی آواز نرم اور شیریں تھی۔

"کون ہو تم، کونسے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟"

شاید اس کی بات سلانوس نے بھی سمجھی تھی کیونکہ وہ بھی مدبر تھا اور بہت سی باتوں سے بے بہرہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی اور اس نے کہا۔

"ہم دوست ہیں اور کسی بری نیت سے نہیں آئے، ہمارا قبیلہ تورا ہے"

"تورا؟" اس شخص نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں"

"لیکن اطراف میں تو تورا قبیلہ موجود نہیں ہے۔ کیا تمہارا تعلق منگولیا قبائل سے تو نہیں ہے؟"

"نہیں ہم منگول نہیں ہیں" میں نے جواب دیا۔ ظاہر ہے ہمیں اس کے الفاظ کو سامنے رکھ کر ہی بات کرنا تھی کیونکہ ہمیں اس سے معلومات بھی حاصل کرنا تھیں۔

"تب پھر تمہارا گذر یہاں کیونکر ممکن ہوا؟"

"آوارہ گرد تھے اور جانے پوچھے بغیر ادھر نکل آئے اور اب رہنمائی چاہتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

"لیکن یہ رہنما قبیلہ نہیں ہے۔ تم فوراً دریائے آنان کے علاقے کو چھوڑ دو ورنہ موت کے گھاٹ بھی اتر سکتے ہو"

"یہ دریائے آنان ہے؟"

"ہاں" اور ان اطراف میں پھیلے ہوئے قبائل منگول قبائل کہلاتے ہیں" بوڑھے نے جواب دیا۔

"تمہارا شہنشاہ کون ہے؟"

"تموجن"

"ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں"

"لیکن چند باتیں تمہارے ذہن نشین رہنی چاہئیں" اس شخص نے جواب دیا۔

"میں نے کہا عزیز محترم ہم تمہاری رہنمائی چاہتے ہیں، ہمیں بتاؤ کہ کونسی باتیں ہمیں اپنے مدِ نگاہ رکھنی چاہئیں"

"کیا تم موت چاہتے ہو؟"

"نہیں وقت سے پہلے نہیں"

"تب پھر خاقانِ اعظم کے سامنے پہنچ کر خود کو ان کی پسند کا شخص ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ ورنہ تمہاری کھوپڑیاں کسی مینار میں نصب ہوں گی"

"کیا تمہارا شہنشاہ بہت خونخوار ہے؟"

"خبردار، خاقانِ اعظم کے بارے میں کوئی بھی نازیبا جملہ تمہارے لئے موت کا پروانہ بن سکتا ہے لیکن چونکہ تم اجنبی ہو اس لئے میں تمہیں

خود سزا نہیں دوں گا۔"
" ہم تم سے دوستی چاہتے ہیں۔"
" اس دوستی کے عوض مجھے کیا ملے گا؟"
" ہم تمہیں کیا دے سکتے ہیں، ہم تو خود قلاش ہیں۔"
" تب تم میرا ایک کام کر سکتے ہو۔"
" ہاں بتاؤ، ہم تیار ہیں۔"
" خاقانِ اعظم نے تمام قبائل کو آنان کے دل میں طلب کیا ہے غالباً وہ کسی بڑے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں، چنانچہ قبائل کو ہدایات ملی ہیں کہ اپنے جوان تیار کر کے جنگ پر بھیج دیں۔ میرا نام نفقا ہے اور میرے دو بھائی اور ہیں۔ ان دونوں کو جنگ میں شرکت کا حکم ملا ہے۔ میں تمہاری ہر قسم کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن تم میرے ان بھائیوں کی جگہ خاقانِ اعظم کے پاس چلے جاؤ۔"

سلانوس نے اس عجیب پیش کش پر چونک کر میری جانب دیکھا لیکن مجھے یہ تجویز پسند آئی تھی چنانچہ میں نے گردن ہلا دی، پھر میں نے نفقا سے کہا۔

" لیکن کیا تمہارے لشکری تمہارے بھائیوں کو پہچانتے ہوں گے؟"
" نہیں۔ اس لئے کہ وہ دونوں ہمیشہ بستیوں سے دور مویشیوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے ہیں اور بستیوں میں کبھی نہیں آتے۔"
" گویا وہ تمہارے تابع ہیں۔"
" ہاں میرے کام وہی انجام دیتے ہیں۔"
" اور تم چاہتے ہو کہ وہ حسبِ معمول تمہارے کام انجام دیتے رہیں۔"
" صرف یہی بات نہیں بلکہ مجھے ان سے محبت بھی ہے، ورنہ جنگوں میں جیتنے والے جب واپس آتے ہیں تو ان کے ساتھ اتنا مالِ غنیمت ہوتا ہے کہ تقدیر... بدل جاتی ہے۔ لیکن میں اپنے تھوڑے سے مویشیوں میں ہی مگن رہنا چاہتا ہوں۔"
" تم اپنے دونوں بھائیوں کو چھپا دو گے؟"
" اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی۔ میرے گھر سے جب دو افراد قبیلے والوں میں شامل ہو کر یہاں پہنچ جائیں گے تو پھر کوئی سوال ہی نہیں کرے گا۔"
" ہم تیار ہیں۔" میں نے کہا اور سلانوس کے چہرے پر بے چینی کے آثار نمودار ہونے لگے لیکن میں نے اس کا ہاتھ دبا دیا تھا۔
" تب میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" اس نے کہا اور ہم نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
" اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"
" فی الحال میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ میں نے اپنے دونوں بھائیوں کو غیر آباد علاقوں سے طلب کیا ہے تاکہ انہیں قبیلے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھیج دوں، میں سب سے یہی کہوں گا کہ میرے دونوں بھائی آئے ہیں۔"

" چلو ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم دونوں نفقا کے ساتھ چل پڑے۔ بے چارے سلانوس نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تحت الثریٰ کا باسی آدل تو ہماری دنیا میں آ کر ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا دوسرے اس پر یہ افتاد آ پڑی۔

بستی میں آ کر ہم نے دیکھا کہ ان کے مکانات ایک خاص حیثیت کے حامل ہیں۔ وہ لوگ کافی خوشحال اور توانا ہیں۔ ان کی عورتیں ایک خاص کشش کی حامل ہیں اور ان کے چہروں پر تازگی اور زندگی ہے۔

نفقا نے بہت سے لوگوں سے ہمیں ملوایا اور اس نے انہیں یہی بتایا کہ خاقانِ اعظم کے حکم پر اس کے جانباز بھائی آ گئے ہیں، پھر وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا اور ان کے اہلِ خانہ نے ہمارا بہترین استقبال کیا۔ ہمیں ٹھہرنے کے لئے ایک جگہ دے دی گئی۔ اور بہت سے لوگ ہماری خاطر مدارات میں مصروف ہو گئے۔

خود نفقا ہمارے ارد گرد چکرا رہا تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ ہم کسی کو حقیقتِ حال سے آگاہ نہ کر دیں۔ اس لئے وہ ہمیں تنہا نہیں چھوڑ رہا تھا۔

پھر جب رات ہو گئی اور ہم کھانے سے فارغ ہو کر آرام کرنے بیٹھے تو نفقا پھر ہمارے پاس آ گیا۔

" تم لوگ کسی قسم کی بے چینی تو نہیں محسوس کر رہے؟" اس نے سوال کیا۔

" نہیں، ہم پرسکون ہیں۔ لیکن تمہارے رویے سے ایک عجیب بات کا احساس ہوتا ہے۔"
" کیا؟"
" یوں لگتا ہے جیسے تم ہماری طرف سے غیر مطمئن ہو۔"

میرے اس سوال پر نفقا کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے شرمندگی کے آثار ابھرے پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔

" ہاں یہ حقیقت ہے۔"
" اس کی وجہ؟"
" صرف ایک خیال میرے دوستو، کہیں تم دوسروں پر حقیقت منکشف نہ کر دو۔"
" لیکن ہم نے خلوص سے تمہاری پیش کش قبول کی ہے۔"
" بس میرا دل ڈرتا ہے، دراصل میں فطرتاً اسی قسم کا انسان ہوں امید ہے تم مجھے معاف کر دو گے۔"
" خیر یہ تمہارا خیال ہے ہم نے جو وعدہ تم سے کیا ہے اسے پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے اور اپنے وعدے سے مخلص رہیں گے۔"

" تمہارا شکریہ۔" اس نے ممنونیت سے کہا۔
" لیکن ہمیں تم سے بھی بہت کچھ گفتگو کرنی ہے۔"
" ضرور۔ میں تیار ہوں۔"
" تم ہمیں اس خطے کے مکمل کوائف سے آگاہ کرو گے۔ ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ ہم اس علاقے کے لئے اجنبی ہیں اور یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"
" ضرور، میں خلوصِ دل سے تیار ہوں۔"
" تب تم پہلے ہمیں اس علاقے کا نام بتاؤ۔"
" اسے صحرائے گوبی کہتے ہیں اور یہاں منگول قبائل آباد ہیں۔ تموجن سے قبل منگول قبائل ایک دوسرے سے نبرد آزما رہتے تھے لیکن تموجن نے انہیں یکجا کیا ہے اور اب انہوں نے.... آپس کے اختلافات ختم کر دیئے ہیں کیونکہ اسی میں ان کا مفاد ہے۔"
" کیسا مفاد؟"
" آپس کی جنگوں سے کچھ نہیں ملتا۔ جنگ ہی کرنا ہے تو اس کے لئے وسیع علاقے پڑے ہیں اور بے شمار حکومتیں موجود ہیں خاقانِ اعظم کا کہنا ہے کہ ہم ایک دلیر اور برتر قوم ہیں، ہمیں دوسروں پر فتوحات حاصل کرنی چاہئیں نہ کہ ایک دوسرے پر اپنی جنگی برتری کا اظہار کر کے اپنی قوت کو کمزور کیا جائے۔"
" خوب۔ خاقانِ اعظم کون ہے؟"
" وہ جس نے تیرہ سال کی عمر میں تختِ شہنشاہی سنبھالا اور چودہ سال کی عمر میں اس نے طویل و عریض حکومتِ چین کو تاراج کر لیا۔ چین کے در و دیوار آج بھی چنگیز خان کی ہیبت سے لرزاں ہیں۔"
" چنگیز خان کون ہے؟"
" خاقانِ اعظم تموجن کا دوسرا نام چنگیز خان ہے۔ تمام منگولیا قبائل نے مشترکہ طور پر انہیں یہ نام دیا ہے۔"
" تو چنگیز خان چین کو تاراج کر چکا ہے؟"
" ہاں اور اس کے دو شہر ہمارے قبضے میں ہیں جن کے نام ہبا اور کن ہیں۔ اب وہاں خاقانِ اعظم کے نام کا بول بالا ہے۔"
" خوب۔ تو اب تمہارے خاقانِ اعظم کا کیا ارادہ ہے؟"
" وہ تمام منگولیا قبائل کی بہتری کے خواہش مند ہیں اور انہیں فروغ دینا چاہتے ہیں۔"
" کس طرح؟"
" بے شمار حکومتیں ہیں۔ خاقانِ اعظم کا کہنا ہے کہ حکومت کا حق صرف طاقتوروں کو ہے، کمزوروں کو صرف دوسروں کی اطاعت کرنا چاہئے۔"
" تو وہ ان حکومتوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں؟"
" ہاں۔ یہ ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کے علاوہ ان حکومتوں

نے خاقانِ اعظم کے غصّے کو بھی پکارا ہے۔"
"وہ کس طرح؟"
"رکن اور ہیبا کی فتوحات کے بعد خاقانِ اعظم نے پوری دنیا میں اپنے سفیر بھیجے۔ انہوں نے کہا کہ گوبی کے رہنے والے عظیم ہیں چنانچہ اقوامِ عالم انہیں خراج ادا کریں ورنہ خاقانِ اعظم کے قہر کا انتظار کریں اور بیشتر سفرا قتل کر دیئے گئے۔"
"اوہ۔ پھر؟"
"خاقانِ اعظم کے قہر و جبروت سے زمین و آسمان کانپتے ہیں بھلا خاقان ان لوگوں کی یہ جرأت کس طرح معاف کر سکتے تھے۔"
"پھر انہوں نے کیا فیصلہ کیا؟"
"یہی کہ ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا جائے۔"
"خود خاقان کس فطرت کے مالک ہیں؟"
"تم ان سے مل کر فیصلہ کر لینا۔"
"نہیں ہم ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں تاکہ ان سے ملاقات ہو تو اجنبی نہ سمجھے جائیں۔"
"ہاں یہ بھی درست ہے، لیکن تم کونسی فطرت کی بات کر رہے ہو؟"
"مفتوحوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟"
"وہ جو دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔"
"یعنی؟"
"یہ خاقانِ اعظم کی خوشی کی بات ہے۔ بعض مفتوحوں کو وہ زندگی بخش دیتے ہیں اور جو ان کے قہر کا شکار ہوتے ہیں وہ زمین پر پناہ نہیں پا سکتے۔"
"انہیں قتل کر دیا جاتا ہے؟"
"ہاں۔ لیکن قتل کر دینا معمولی بات ہے؟"
"پھر ـ؟"
"خاقانِ اعظم کی مرضی پر منحصر ہے۔ انہیں زندہ آگ میں جلا دیا جاتا ہے ان کی کھوپڑیوں سے مینار تعمیر ہوتے ہیں۔"
"خوب!"
"اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟"
"میرا خیال ہے کافی ہے۔"
"تم لوگ مطمئن ہو؟"
"ہاں ہمیں کوئی تردّد نہیں ہے۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور بے چین فطرت نفقا ہمارے پاس سے اٹھ گیا گویا اس نے ہمارے خلوص کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن جب وہ چلا گیا تو سلانوس نے پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کیوں سلانوس، تم کچھ پریشان ہو؟"
"کچھ نہیں، بے حد۔" سلانوس نے جواب دیا۔
"کیوں۔ آخر کیوں؟"
"یہ کیا چکر چلا ڈالا تم نے پورنا۔ بھلا میں لڑنے بھڑنے والوں میں ہوں۔" سلانوس نے سوالیہ انداز میں کہا۔
"اوہ تو کیا تمہارے خیال میں چنگیز خان کے لشکر میں جا کر تمہیں جنگ کرنا ہوگی؟"
"ارے بھائی تم نے وعدہ کیا ہے اور تم جنگجو جوان کی حیثیت سے اس کے پاس جا رہے ہو، تو پھر وہاں جا کر اور کیا کیا جائے گا؟" سلانوس نے کہا۔
"بابا سلانوس یہ میری دنیا ہے۔ تحت الثریٰ کے لوگوں کے بارے میں تم زیادہ جانتے ہو اور ان لوگوں کے بارے میں میں بہتر طور سے جانتا ہوں۔ تم بے فکر رہو ہم جس حیثیت سے جا رہے ہیں۔ ہوگا وہی جو ہم چاہیں گے اور پھر ہم کسی بھی حیثیت سے مجبور تو نہیں ہیں۔ البتہ اس ماحول کو نزدیک سے دیکھنے کے لئے اگر ہم ان میں شامل ہو جاتے ہیں تو کیا ہرج ہے؟"
"ہاں ہرج تو کوئی نہیں ہے لیکن اس شخص کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے کیا تمہیں اس پر تشویش نہیں ہے؟"
"چنگیز خان کے بارے میں؟"
"ہاں۔"
"تشویش کی کیا بات ہے؟"
"کیوں تمہیں تشویش نہیں ہے؟"
"نہیں سلانوس، نہ تو تم محدود ہو اور نہ ہی میں محدود ہوں۔ باقی رہا چنگیز خان کا مسئلہ تو وہی رہے گا جو ہے۔ ہم اس کی کارروائیوں میں مداخلت نہیں کر سکتے البتہ ایک تماشائی کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ وہ وہی کرے گا جو اسے کرنا ہوگا اور ہم صرف اس کے دیکھنے والوں میں شامل رہیں گے۔"
"اور اس کے فوجی کی حیثیت سے؟"
"اوہو بابا سلانوس تم بے فکر رہو۔ میں نے کہا نا یہاں کے معاملات تم صرف میرے لئے چھوڑ دو۔"
"جیسی تمہاری مرضی۔ ویسے ہر طرح مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن جہاں تک جنگ کا مسئلہ ہے میں اس سلسلے میں تمہارا بالکل بھی ساتھ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میں اس قسم کا آدمی ہی نہیں ہوں۔" اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔
چنانچہ ہم انتظار کرنے لگے۔ سلانوس کو یہاں کے دن اور رات خاصے دلچسپ محسوس ہوئے تھے۔ اسے بڑا تعجب تھا ان چیزوں پہ، اور اس نے ایک بار کہا بھی تھا۔
"یہاں تاریکی خوب پھیل جاتی ہے اور اس کے بعد دن بھی

خود بخود ہو جاتا ہے۔ سورج اور چاند کے نظام میں یہاں خاصی دلچسپیاں موجود ہیں۔ حالانکہ مجھے ان میں الجھن محسوس ہوتی ہے۔"
"اور یقیناً یہ الجھن تمہیں خاصی دلچسپ محسوس ہوتی ہوگی!"
"ہاں بے شک۔"
"کیا تم اس بارے میں کوئی اندازہ لگانا چاہو گے سلانوس؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں میں اندازہ لگانا چاہوں گا کہ تحت الثریٰ اور یہاں کے نظام میں بنیادی فرق کیا ہے۔ یہاں سورج اور چاند گردش میں کیوں رہتے ہیں۔"
"ٹھیک ہے یہ چاند سورج کا نظام تمہارے لئے خاصا دلچسپ رہے گا لیکن کیا اس کے لئے تمہیں کچھ لوازمات کی ضرورت ہوگی؟"
"لوازمات سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"میری مراد ہے ایسے آلات جس سے تم ان کی گردش کے بارے میں پتہ چلا سکو۔"
"نہیں نہیں، ایسی کوئی ضرورت نہیں۔ بس بلند جگہوں سے میں آسمان کا تجزیہ کروں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں اس اہمیت کو تلاش کر لوں گا۔"
"ٹھیک ہے، تو پھر تمہارے لئے تو یہ بہترین مشغلہ ہے کہ چنگیز خان کی فوجوں میں رہ کر تم اپنا کام کرتے رہو۔"
"دیکھنا ہے کہ صورتحال کیا رہتی ہے جس قسم کا وہ آدمی بتایا جاتا ہے اس سے تو مجھے بڑا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔"
"خطرے کی کوئی بات نہیں ہے بابا سلانوس۔ میں بیرونی دنیا سے نبرد آزما رہ چکا ہوں جبکہ تم صرف تحت الثریٰ تک ہی محدود رہے ہو۔"
"ممکن ہے تمہارا اندازہ درست ہو لیکن بہرحال مجھے جنگ سے کافی ڈر لگتا ہے۔" سلانوس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ اب میں اسے کیا بتاتا کہ میرا واسطہ کیسے کیسے لوگوں سے پڑ چکا ہے اور ان کے درمیان رہ کر میں نے کیا کیا ہے۔ کون نہیں تھا جس سے میں نبرد آزما نہیں ہوا۔ چنگیز خان کے بارے میں مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا اس قسم کے لوگ تو مجھے پہلے بھی مل چکے تھے وہ بحری قزاق اور اس کے علاوہ بے شمار لوگ ۔ ۔ ۔ انسانی فطرت تو یہی رہی ہے۔ لیکن ایک بات کا مجھے تھوڑا سا تردّد تھا وہ یہ کہ اب بھی میں جنگوں میں پھنسا ہوا تھا۔ جدید زمانے کا یہ حصّہ قدیم زمانے سے بہت زیادہ مختلف نہیں تھا۔ اگر انسان یہیں تک پہنچا ہے تو میرا خیال تھا اس نے زیادہ سفر طے نہیں کیا لیکن مستقبل کی ترقیوں کی مجھے امید تھی۔ ہاں ایک بات اور تھی وہ یہ کہ اس دور کا تعین ہم ابھی تک نہیں کر سکے تھے۔
سو میں نے سلانوس سے سوال کیا۔
"مجھے تم نے ایک عمدہ احساس دلایا ہے سلانوس۔ ہاں بھلا یہ بات تو قابلِ غور ہے کہ یہ دور کونسا ہے؟"
"ہاں۔ بالکل۔"
"کیا تمہارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے بابا سلانوس کہ جس سے تم ادوار کا تجزیہ بھی کر سکو؟"
"ادوار کا تجزیہ، اس سلسلہ میں بھی ستاروں سے مدد لی جا سکتی ہے، میں کوشش کروں گا۔" سلانوس نے جواب دیا۔ یوں ہم مستقبل کے مہمان بن گئے اور کیسی انوکھی بات تھی یہ پروفیسر، کیا تم چنگیز خان کے دور سے واقف ہو؟
"اچھی طرح، تاریخ میں چنگیز خان کی داستانیں محفوظ ہیں۔"
"خوب، وہ تمہارے دور سے کتنا پہلے تھا؟"
"کیا تم اس صدی کا تجزیہ چاہتے ہو؟" پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"یہی سمجھ لو۔"
"تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے ادوار کا تجزیہ کرنے کے لئے سن مقرر کئے ہیں۔"
"ہاں مجھے معلوم ہے۔"
"اور ان سنین کے لئے مذاہب بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔"
"یقیناً۔"
"تو مجھے سن عیسوی کے بارے میں بتاؤ۔"
"چنگیز خان کا دور ۱۱۷۵ء سے شروع ہوا تھا اور یہ ۱۹۷۹ء ہے۔ اس طرح اسے صرف آٹھ صدیاں بیتی ہیں۔ اس طرح تو تم کافی قریب میں پہنچ گئے۔"
"ہاں پروفیسر خاور، تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں مستقبل میں میں بہت آگے نکل گیا ہوں شاید وہاں جہاں تم نہیں پہنچ سکتے۔"
"خوب۔ دلچسپ بات ہے۔" فروزاں نے کہا۔
"ایک بات قبل از وقت بتا دو۔" فرزانہ نے کہا اور اس نے مسکراتے ہوئے فرزانہ کی طرف دیکھا اور پھر گردن ہلا دی۔
"کیا تم نے چنگیز خان کے ساتھ وقت گذارا ہے؟"
"ہاں۔ ظاہر ہے میں وہی قصہ تمہیں سنا رہا ہوں۔"
"مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تم اس دور سے آگے نہ بڑھ گئے ہو۔ میرا مطلب ہے چنگیز خان کو نظر انداز کر کے۔" فرزانہ نے کہا۔
"نہیں، چنگیز خان کے ساتھ گو میں طویل عرصہ نہیں رہا لیکن جتنا وقت بھی اس کے ساتھ گذارا خاصا دلچسپ رہا!"
"تم نے اس کے اندرونی حالات بھی دیکھے ہوں گے۔"

" ہاں "

" تم انہیں تفصیل سے سنانا "

" تمہیں چنگیز خان کے دور سے کافی دلچسپی معلوم ہوتی ہے " اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" ہاں " فرزانہ نے کسی قدر خشک انداز میں کہا۔ دونوں لڑکیاں اس بات کا خیال رکھتی تھیں کہ کہیں کسی مرحلے پر اس کی پذیرائی نہ ہو۔ انہیں اس شخص کے غرور کا شدت سے احساس تھا۔ انہیں یہ بات بہت بُری لگتی تھی، کہ لڑکیاں اسے دیکھتی ہیں اور اس کی دیوانی ہو جاتی ہیں۔ اور فروزاں اور فرزانہ جو اس کی پہلے چند صفات سے متاثر ہوئی تھیں۔ اس کی ان باتوں کو سننے کے بعد متنفر ہو گئی تھیں۔ وہ اسے ہر حالت میں شکست دینا چاہتی تھیں۔ چنانچہ اس وقت بھی اس کے دلچسپی لینے کے انداز پر فرزانہ نے خاصا خشک لہجہ اختیار کر لیا تھا۔ لیکن نہ جانے وہ کس چیز کا بنا ہوا تھا۔ اس نے آج تک ان کی کسی بات کا نوٹس ہی نہ لیا تھا۔ تب پروفیسر خاور کے کہنے پر اس نے دوبارہ اپنی کہانی شروع کی۔

" سو پروفیسر دوسرے دن سے تیاریاں شروع ہو گئیں اور ہمارا بھائی یعنی نفقا ہماری خاطر مدارات میں مصروف تھا۔ اس کے اہلِ خاندان ہمیں اپنا عزیز ہی سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ہماری عزت بھی بہت کرتے تھے۔ بہت سے لوگ ہم سے ملنے بھی آئے تھے۔ کچھ بزرگوں نے ہمیں دعائیں بھی دی تھیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ جس طرح ہم نے اپنے بھائی کی حیثیت سنبھالی ہوئی ہے یہ ہمارا ہی کام ہے اور نفقا تو بہرحال خوش نصیب ہے کہ اسے ہم جیسے بھائی ملے جو اس کے لئے ہر طرح جاں بازی پر آمادہ ہیں۔ اگر ہم اس کے بدلے نہ جاتے تو نفقا کو بھی صحرائے گوبی کے شہنشاہ چنگیز خان کی فوجوں میں شامل ہونا پڑتا اور اس کے بعد نہ جانے اس کا کیا حشر ہوتا۔ چنانچہ نفقا تو تھا ہی مہربان۔ دوسرے لوگ بھی مہربان ہو گئے۔

لیکن سلانوس کی حالت زیادہ بہتر نہ تھی۔ وہ بے چارہ یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ اب اسے جنگ کرنا پڑے گی۔ لیکن میں نے اسے یقین دلایا کہ میرے ہوتے ہوئے کوئی ایسی بات ممکن نہیں ہے ہم دوسرے انداز میں بھی اس جنگ کو ٹال سکتے ہیں۔

اس وقت جب قبائلی جتھے خاقانِ اعظم شہنشاہ چنگیز خان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو ہم بھی ان کے ساتھ تھے۔ بوڑھا سلانوس بھی تھا۔ لیکن وہ آخر وقت تک گھبرایا ہوا تھا۔

ہم نے خوبصورت گھوڑوں پر سفر شروع کر دیا اور اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ خاقانِ اعظم کی خدمت میں روانہ ہو گئے اور سفر کے مراحل طے کرتے ہوئے بالآخر اس حصے میں پہنچ گئے۔ جہاں بے شمار قبائل خیمہ زن تھے جس طرف نگاہ جاتی تھی خیمے ہی خیمے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے معنوں میں اسے خیموں کا شہر کہا جا سکتا تھا جنہوں کے اس شہر کے درمیان بازار تھے جن میں زرق برق... گھڑ سوار تھے اور ان کے درمیان حسین و جمیل عورتیں چہل قدمی میں مصروف تھیں۔ ہر شخص اپنی اپنی شان دکھا رہا تھا۔ بلاشبہ یہ لوگ تندرستی اور توانائی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ خاقانِ اعظم کا خیمہ ایک خوبصورت جگہ ایستادہ تھا اور اس کے قریب بے شمار طویل قامت سپاہی گشت کر رہے تھے۔

یہ لشکر جس ساز و سامان سے آراستہ تھا اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ خاقانِ اعظم واقعی کوئی چیز ہے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ ہم جس جدید دور میں آ چکے تھے اسے دیکھتے ہوئے یہ کوئی خاص بات نہ ہو اور اس دور کے شہنشاہ اسی شان سے زندگی گذارتے ہوں اور جن سے وہ مقابلہ کرنے جا رہے ہوں وہ بھی اسی شان سے ان کا استقبال کرنے والے ہوں۔

ہم دونوں یعنی میں اور سلانوس اس لشکر میں سپاہیوں کی حیثیت سے شامل تھے۔ لیکن اپنے طور پر بڑی دلچسپی سے ہر چیز کا نظارہ کر رہے تھے۔

ہمیں ہمارے نام بتا دیئے گئے تھے اور ہم نے طے کیا تھا کہ فی الحال انہی ناموں سے اپنے مستقبل کے سفر کا آغاز کریں گے اور یہ صرف اتفاق ہی تھا کہ ہمارا خیمہ جس جگہ لگایا گیا تھا وہ خاقانِ اعظم کے خیمے سے زیادہ دور نہ تھی۔ ہم اپنے خیمے سے ان زرق برق گھڑ.... سواروں اور ان سپاہیوں کو دیکھ سکتے تھے جو خاقانِ اعظم کے خیمے کے نزدیک ایستادہ تھے اور بڑی شان و شوکت سے گھوم پھر رہے تھے۔ گویا لشکر کے لوگ اپنی اپنی شان و شوکت دکھانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

تب یہاں اس لشکر میں ہمیں پہلی رات ہوئی۔

چونکہ ہم دونوں بھائیوں کی حیثیت سے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں ایک ایک خیمے میں کئی کئی نوجوان مقیم تھے۔ اس لئے مجھے اور سلانوس کو ایک ہی خیمہ دیا گیا۔ سلانوس کو بظاہر میں نے ان تمام معاملات میں دلچسپی لیتے دیکھا تھا لیکن کبھی کبھی اس کے چہرے پر تفکر کے آثار بھی نمودار ہو جایا کرتے تھے۔

سو جب رات ہوئی اور ہم بہترین کھانا کھا چکے تو سلانوس نے مجھ سے کہا۔

" کیا سونے کی تیاریاں نہ کرو گے؟ "

" دراصل ہمیں نہیں معلوم بابا سلانوس کہ ہمیں کس طرح زندگی گذارنی ہے۔ ویسے چند چیزیں میرے لئے باعثِ حیرت ہیں؟ "

" وہ کیا؟ "

" یہ سلانوس کہ کیا یہ تمام قبائل فنونِ حرب سے آشنا ہو گئے ہیں، ورنہ عام لوگوں کو جنگ میں شامل کر لینا تو بڑا ہی عجیب لگتا ہے جیسے کہ ہم دونوں۔ ہم دونوں سے تو یہ بھی نہیں پوچھا گیا کہ ہم لوگوں کو آلاتِ حرب کا استعمال آتا ہے یا نہیں، بس سپاہیوں کی زرہ بکتر ہمیں دے دی گئی ہے اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ہم سپاہی ہیں اگر خاقانِ اعظم کی فوجوں میں ہم جیسے ہی جوان ہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان جنگوں کا حال کیا ہوگا؟ "

" میں تو کچھ بھی نہیں جانتا پورتا لیکن یہ تمام چیزیں میرے لئے واقعی بڑی دلکش ہیں۔ تحت الثریٰ میں لشکر کشی کے انتظامات میں نے دیکھے ہیں۔ لیکن جو شان و شوکت اس لشکر میں ہے ایسی تو کبھی تخیل میں بھی نہیں آئی تھی "

" ٹھیک ہے سلانوس اگر تم مطمئن ہو تو مناسب ہے ورنہ یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں اپنی دنیا میں مہمان کی حیثیت سے لایا ہوں۔ گو یہ مستقبل ہے اور اس دنیا میں میرا کوئی گذر بسر نہیں ہے۔ لیکن بہر صورت تم ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہو گے اور پھر ہمارے پاس ایک ذریعہ تو ہے ہی "

" ہاں ٹھیک ہے یہی سوچ کر میں مطمئن ہو جاتا ہوں لیکن اگر کوئی ایسی نوبت آئی میرے دوست تو تم میرا ساتھ ہی دو گے نا؟ "

" یقیناً " اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے " میں نے سلانوس کو تسلی دیتے ہوئے کہا اور سلانوس گردن ہلانے لگا۔

تب میں نے اس سے اس تمام ماحول کے بارے میں پوچھا اور وہ اس کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگا۔

" ایسا عظیم لشکر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ ان سپاہیوں کو تو دیکھو اور ہاں ہم یہ لباس پہن کر کیسے لگ رہے ہیں۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس طرح لوہے کا وزنی لباس کبھی مجھے پہننا.......... ہوگا اور یہ ہتھیار، اُفوہ میں تو ہمیشہ امن پسند انسان رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ علم کی جنگ لڑی ہے "

" سلانوس، اگر تم اس دور کو اس ماحول کو پسند نہیں کرتے تو ہم ابھی اسی وقت یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہیں "

" یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ میں بس فطرتاً بزدل ہوں۔ ورنہ یہ دور ــــ اور یہ سب کچھ جو نظر آ رہا ہے بے حد عجیب ہے اور میں اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہا ہوں۔ ہاں تمہیں یاد ہے نفقا نے ہمیں چنگیز خان کے بارے میں کیا بتایا تھا؟ "

" کیا۔ ؟ "

" وہ انسانوں کو زندہ آگ میں جلوا دیتا ہے جنگیں بھی ہوتی ہیں اور انسانوں کو فتح یا شکست بھی ہوتی ہے لیکن کیا ہارے ہوؤں کے ساتھ یہ سلوک جائز ہے؟ "

" ہرگز نہیں "

" کیا وہ ایسا ہی کرتا ہوگا؟ "

" یہ تو دیکھنے سے ہی معلوم ہوگا "

" اگر ہمارے سامنے بھی ایسا ہی ہوا تو کیا ہم خاموش تماشائی بنے رہیں گے؟ "

" نہیں۔ اس کا فیصلہ ہم حالات کے تحت کریں گے "

" بس یہی چند الجھنیں میرے ذہن میں ہیں۔ اگر یہ دُور ہو جائیں تو پھر میرے ذہن میں کوئی تردد باقی نہیں رہے گا "

" تم نئے نئے اس ماحول میں آئے ہو جبکہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے ایسے بہت سے معرکے دیکھے ہیں۔ ظالم حکمراں ابھی میری نگاہوں کے سامنے آئے ہیں۔ لیکن سلانوس میں نے سب کو بالآخر فنا ہوتے دیکھا ہے "

" ہاں تم برتر و عظیم ہو، تم نے وہ وقت بھی دیکھا ہے، جب انسان کا وحشت خیزی کے علاوہ اور کوئی شغل نہیں تھا "

" ہاں، میں نے خون کے بہتے دریا دیکھے ہیں بعض اوقات میں نے حالات سے دل برداشتہ ہو کر بہت کچھ کیا ہے، میں نے ان کا ساتھ دیا ہے جو مظلوم تھے لیکن ان ساری باتوں کے علاوہ میں نے مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بنتے بھی دیکھا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ ـــ یہ سب کچھ چکی ہے جو چلتی رہی ہے اور چلتی رہے گی "

" تم عجیب ہو بے حد عجیب " سلانوس بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

اور پھر رات کو ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ دوسری صبح بھی ہمیں عمدہ خوراک ملی، بھیڑ کا ایک چھوٹا سا بچہ بھنا ہوا ہمارے سامنے لایا گیا۔ اس کے ساتھ عمدہ قسم کی شراب تھی جو یہاں عام طور سے پی جاتی تھی۔ اتنے بڑے انسانی مجمعے کو یہ خوراک فراہم کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ چنگیز خان مالی اعتبار سے بہت مستحکم ہے۔

ناشتے کے بعد سلانوس میری طرف دیکھنے لگا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ دانشورِ مستقبل کے چکر میں پھنس گیا تھا۔

" کیا بات ہے سلانوس؟ "

" کچھ نہیں، اب کیا ارادہ ہے؟ "

" آؤ۔ باہر کی سیر کریں "

" چلو " سلانوس نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ لیکن ابھی باہر قدم رکھا ہی تھا کہ دو قوی الجثہ آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ان کے بدن پر ہتھیار سجے ہوئے تھے اور ان کے چہرے کافی کرخت نظر آ رہے تھے۔

" کیا تم قبیلہ ہیا سے ہو؟ "

" ہاں " میں نے جواب دیا۔ نفقا نے مجھے اس بارے میں بتا دیا تھا۔

"تب جاؤ تربیت میں حصّہ لو، شہنشاہ کل معائنہ کریں گے سپاہ کو تیار رہنا چاہیئے"
"ہماری رہنمائی کرو" میں نے کہا اور ان دونوں نے ہمیں اشارہ کیا۔ ہم ان کے پیچھے چل پڑے۔

وہ دونوں بار بار مجھے دیکھ رہے تھے، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"ہبا کے لوگ بھی خاصے جاندار ہیں۔ خاص طور سے یہ جوان" اس نے میری جانب اشارہ کیا۔

"ہاں انوکھی شان کا مالک ہے"

"سلانوس" میں نے سلانوس کو آواز دی۔ اور وہ جو خاموشی سے چل رہا تھا، چونک کر رک گیا۔ اس کا ہر انداز بھڑک اٹھنے والا تھا۔

"اوہ، کوئی خاص بات نہیں، میں ایک بات کہنے والا تھا چلتے رہو"

"کیا بات تھی"

"تم کافی ہراساں ہو"

"نہیں اب ٹھیک ہوتا جا رہا ہوں"

"کیا تم پسند کرو گے کہ ہم خاقانِ اعظم کے بالکل قریب رہیں"

"ہمارا خیمہ اس سے کافی قریب ہے"

"نہیں، اس کے خاص لوگوں میں"

"وہ کس طرح"

"سلانوس! ہر دور میں میرا ایک خاص مقام رہا ہے وہ مقام جو دوسروں کو میّسر نہیں تھا اور ہر دور میں ایسے لوگوں کو میرے لئے مجبور ہونا پڑا ہے جو خود کو برتر سمجھتے تھے لیکن وقت نے مجھے ان سے برتر ثابت کر دکھایا"

"اگر یہ بات ہے تو بہتر رہے گا تم مجھے بس اس وقت سے بچاؤ جب مجھے جنگ کے لئے میدان میں آنا پڑے"

"میں تدبیر کروں گا تم فکر مند ہونا چھوڑ دو" میں نے کہا اور سلانوس خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں ہمارے قبیلے کے لوگ فنونِ سپہ گری کی مشق میں مصروف تھے۔ میں نے حالات کو بھانپ لیا اور ایک ترکیب میری سمجھ میں آ گئی۔

"سلانوس!" میں نے آہستہ سے اسے پکارا۔

"ہوں"

"تلوار نکال لو ہم دونوں مشق کریں گے"

"مق... مشق" سلانوس تھوک نگل کر بولا۔

"جلدی کرو۔ ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں کسی اور سے منتقل کر دیا جائے" میں نے کہا اور سلانوس نے تلوار نکال لی ہم دونوں ایک دوسرے پر الٹے سیدھے وار کرنے لگے۔ بے چارہ سلانوس تلوار بازی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس کے سارے ہاتھ بے تکے تھے اور میں بھی نہایت احتیاط سے تلوار چلا رہا تھا۔

تب ایک شمشیر زن تربیت کار کی نگاہ ہم دونوں پر پڑ گئی اور وہ تیر کی طرح ہماری طرف آ گیا اس کی آنکھوں میں خشونت تھی۔

"ہبا کے لوگ ہو" اس نے حقارت سے پوچھا۔ قوی الجثہ اور خطرناک شکل کا آدمی تھا۔

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"جنگ کرنے آئے ہو"

"ظاہر ہے"

"اس سے قبل کیا کرتے رہے ہو"

"کھیتی باڑی"

"تلوار چلائی ہے کبھی"

"کیوں نہیں" میں نے جواب دیا۔ سلانوس کی آنکھوں میں سراسیمگی تھی، لیکن مجھے اس کے گستاخانہ انداز پر غصّہ آنے لگا تھا۔

"کیوں ہبا کو بدنام کرنے کے لئے گھر سے نکل آئے ہو۔ پیٹ کی دنیا سے نکل کر کبھی مردوں کی دنیا اپنائی ہوتی تو آج اس طرح تلوار کا مذاق نہ اڑا رہے ہوتے"

"کیا کہنا چاہتے ہو"

"تلوار سنبھال کر پکڑو، بات پورے قبیلے کی ہوتی ہے"

"ہم دونوں اپنی مشق سے مطمئن ہیں"

"آؤ تمہارا اطمینان ختم کر دوں" اس نے زہریلے انداز میں کہا اور میرے پیٹ میں تلوار کی نوک چبھو دی۔ بہت سے سپاہی ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے۔

"چلو تلوار سنبھالو، اور خیال رکھنا میں تمہیں زخمی بھی کر سکتا ہوں"

میں نے حقارت سے اسے دیکھا اور پھر دوسروں کو پیچھے ہٹنے کے لئے کہا۔ ان لوگوں کے لئے تو جیسے یہ ایک دلچسپ ترین تماشہ تھا سب جلدی سے پیچھے ہٹ گئے۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔

وہ شخص تربیت دینے والوں میں سے تھا اس لئے خود پر بے حد مغرور تھا لیکن میں نے بھی اس کا غرور توڑنے کی ٹھان لی تھی، وہ دور سے مشاقانہ انداز میں تلوار ہلا رہا تھا اور پھر اس نے کاوا بدل کر تلوار چلائی۔ مہارت کا تقاضا یہ تھا کہ میں اس کا یہ وار خالی دیتا اور پینترہ بدل لیتا لیکن میں نے اس کے وار کو تلوار پر روکا تھا اور ہم دونوں کی تلواریں ایک دوسرے میں الجھ گئیں۔

تب میں نے اس کی کلائی پر دباؤ ڈالا اور اس کا بدن ٹیڑھا ہونے لگا۔ اب اگر وہ پیچھے ہٹتا تو میری تلوار اس کا چہرہ خراب کر دیتی اور دوسری طرف سے اس پر دباؤ پڑ رہا تھا۔ نتیجے میں اسے پیچھے

جھکنا پڑا۔ اور پھر میں نے ذرا سا زور لگایا تو وہ چت گر پڑا۔ اگر میں چاہتا تو تلوار اس کے سینے میں بھونک دیتا لیکن میں نے پیچھے ہٹ کر اسے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ دیکھنے والے ششدر رہ گئے تھے۔

دوسری طرف اس شخص کی بُری حالت تھی۔ وہ شرمندگی اور خجالت سے ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"میں ہبا کا کسان ہوں اور میں نے زندگی بھر کھیتی باڑی کی ہے لیکن تم کیا ہو، اٹھو تاکہ میں تمہارے غرور کو توڑ دوں..." میں نے کہا اور وہ جلدی سے اٹھ گیا۔ اس بار اس نے مشق کے اصولوں سے ہٹ کر دشمنی کا وار کیا تھا۔ لیکن اس وار کو بھی میں نے چالاکی سے بچانے کے بجائے تلوار پر روکا۔

"بات یہ ہے کہ میں معمولی لوگوں کے سامنے شمشیر زنی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اگر تم میرے مقابل ہوتے تو میں اپنے جوہر دکھاتا۔ لیکن یہی سہی، تم نے مجھ سے تحقیر کا سلوک کیا ہے، اس لئے..."

میں پیچھے ہٹا اور دوسرے لمحے میری تلوار نے اس کے زیریں لباس کو چھوا۔ اس کا بند کٹ گیا اور اس کا زیریں لباس نیچے گر پڑا۔ اوپری لباس بہت اونچا تھا۔

لوگوں کے کان پھاڑنے والے قہقہے ابل پڑے تھے برہنہ شخص نے تلوار پھینکی اور اپنا لباس سنبھالتا ہوا بھاگ گیا۔ لوگ بُری طرح ہنس رہے تھے۔ زندہ دل لوگ تھے اور صحت مند ہنسی ہنستے تھے۔

"ہوا کیا تھا" کسی نے سوال کیا۔

"میں اور میرا استاد شمشیر زنی کی مشق کر رہے تھے سو وہ آیا اور لاف و گزاف بکنے لگا۔ اس نے کہا کہ تمہیں... تلوار پکڑنا نہیں آتی"

"اور تم نے اسے ننگا کر دیا"

"اگر وہ ہماری تحقیر نہ کرتا تو میں اس کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا لیکن لوگو غور تو کرو اس نے میرے استاد سے بھی ایسا ہی سلوک کیا۔ اگر میرا استاد صرف تلوار ہلا دے تو اس جیسے دو چار نیچے گر جائیں۔ میں اس کی تذلیل برداشت نہ کر سکا"

"یہ عظیم شخص تمہارا استاد ہے" کسی نے سلانوس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور اس کی ہر جنبش موت ہوتی ہے"

"بلاشبہ، جس کا شاگرد ایسا ہو، وہ خود کیا ہو گا" دوسرے لوگوں نے اعتراف کیا۔ اور پھر لوگ منتشر ہو گئے۔ اور میں نے سلانوس سے تلوار اٹھانے کے لئے کہا اور سلانوس ہنسنے لگا۔ اس نے دوبارہ تلوار اٹھا لی تھی۔

"کیوں مذاق کرتے ہو پور نا"

"کیا سلانوس"

"میں نے تو بارہا اعتراف کیا ہے"

"کس بات کا محترم دوست"

"مجھ میں اور تم میں بہت فرق ہے۔ تمہارے پاس صدیوں کا تجربہ ہے۔ تمہارے تو ایک ایک روئیں میں تجربات پیوست ہوں گے، ان وقتی انسانوں کی تمہارے سامنے کیا حیثیت ہے۔ لیکن میں ــ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے باوجود میں فنا ہوں اور تمہارا مقابل نہیں"

"بابا سلانوس، بڑی عجیب بات ہے۔ کیا میں اس بات سے انحراف کر سکتا ہوں کہ میں صرف بقا ہوں لیکن میں نے جو کچھ دیکھا جو سنا جو پایا وہ ہر صدی سے پایا اور ہر دور سے پایا۔ گویا اصل تم ہو میں تو صرف تمہارا عکس ہوں، صرف عکس"

"یہ تمہاری بلندی ہے"

"نہیں فنا ہونے والو، بلند تو تم ہو۔ بس تمہارے اندر ایک خرابی ہے، کہیں تم نے ان بلندیوں کو پہچان لیا ہے اور کہیں تم ان بلندیوں سے قطعی ناواقف ہو۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں"

"شاید"

"چلو تلوار سنبھالو، کچھ لوگ اس طرف آ رہے ہیں" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں مضحکہ خیز انداز میں تلوار چلانے لگے۔

یہ دور ختم ہو گیا اور ہم واپس خیموں کی طرف چل پڑے، سورج کا گولا آسمان کی بلندیوں تک پہنچا تو ہم نے چنگیز خان کے خیمے کے آگے افراتفری دیکھی۔ ہم بھی باہر نکل آئے، تب ہمیں علم ہوا کہ خاقانِ اعظم اپنی سپاہ کے معائنے کے لئے نکلنے والے ہیں، ہمیں اس شخص کو دیکھنے کا اشتیاق تھا چنانچہ ہم بھی دیکھنے والوں میں کھڑے ہو گئے، چونکہ ہم اتفاق سے قریب تھے اس لئے ہمیں اس کا موقع مل گیا تھا۔

سپاہیوں کے حصّے سج رہے تھے۔ خاقانِ اعظم اپنے خیمے سے برآمد ہوا۔ اور اس کی شان دیکھنے کے قابل تھی۔ یوں بھی پر رعب چہرے والا نوجوان تھا، چہرے سے ہی وحشت اور درندگی کا اظہار ہوتا تھا۔ آنکھوں میں بڑی گہرائی تھی۔

بہرحال اس کی شخصیّت نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میں نے سلانوس سے کہا کہ وہ میری فکر نہ کرے اور اگر میں نظر نہ آؤں تو اپنے خیمے میں چلا جائے، سلانوس نے بغیر سوچے سمجھے گردن ہلا دی تھی۔

اس سے قبل لوگ خود میری جانب متوجہ ہوتے تھے لیکن آج میں خود یہ کوشش کر رہا تھا۔ چنانچہ میں خواہ مخواہ ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو خاقان کے ساتھ چل رہے تھے۔

چنگیز خان کو گھوڑا پیش کیا گیا اور وہ نہایت پھرتی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلنے والے پیدل چل رہے تھے، ان کے ہاتھوں میں علم تھے جن پر طرح طرح کی شکلیں بنی ہوئی تھیں۔

خاقانِ اعظم قبیلوں کے جوانوں کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں غرور تھا۔ تب وہ طویل معائنے کے بعد ایک جگہ پہنچ گیا اور یہاں ایک دائرہ سا بنا لیا۔ غالباً کچھ ہونے والا تھا۔

میں نے ایک دراز قامت شخص کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ ہبا کے شمشیر زن، کہو کیا بات ہے؟"

"تم مجھے جانتے ہو؟"

"ہاں۔ میں نے تمہاری تلوار کے جوہر دیکھے ہیں۔"

"تب تو اچھا ہے کہ تم میرے شناسا نکلے، کیا تمہارا تعلق بھی قبیلہ ہبا سے ہے؟"

"نہیں، میں اربنا سے ہوں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"توری خان۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا نام ارزق خان ہے۔" میں نے کہا اور اس نے میری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ "چونکہ ہمارا قبیلہ دیر سے یہاں پہنچا ہے۔ اس لئے ہم خاقانِ اعظم کے بہت سے اصولوں سے ناواقف ہیں۔ کیا تم میری رہنمائی کرو گے؟"

"ضرور۔ کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں صرف دوستی۔ مجھے حالات جاننے کا بے حد اشتیاق ہے۔ اب دیکھو نا میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ خاقانِ اعظم ان قبائل کا معائنہ کرنے کے بعد یہاں اس انداز میں کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ اس اجتماع میں کوچ کا فیصلہ ہوگا۔"

"خوب۔ کیا مدبر اس کا فیصلہ کرتے ہیں؟"

"مدبر۔ نہیں میرے دوست، سب سے بڑے مدبر تو خود خاقانِ اعظم ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ ایک وحشی جانور کے سپرد ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ابھی تماشا دیکھو، کئی دن سے یہ تماشا جاری ہے۔"

"کیا تماشا ہے؟"

"چند ساعت کے بعد میدان میں ایک طاقتور جنگلی بھینسے کو لایا جائے گا اور کوئی ایک آدمی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا ــــ!"

"کیا مطلب؟"

"یہ ایک طرح کی قربانی ہے اور شگون بھی۔ خاقانِ اعظم جس شخص کا انتخاب فرمائیں گے اس شخص کو خالی ہاتھ میدان میں آ کر بھینسے کو ختم کرنا ہوگا۔ اگر بھینسا اس شخص کے ہاتھوں مارا گیا تو خاقانِ اعظم آج ہی کوچ کے احکامات صادر فرما دیں گے اور اگر وہ شخص بھینسے کے ہاتھوں مارا گیا تو پھر انتظار کیا جائے گا اس بات کا کہ کوئی جیالا دوسرے دن اسے قتل کر دے۔ گویا یہ اچھا شگون ہوگا۔ خاقانِ اعظم اس وقت تک انتظار کریں گے جب تک کہ بھینسا مارا نہ جائے۔"

"اوہ۔ چاہے کتنا ہی وقت کیوں نہ گزر جائے۔"

"ہاں، چاہے کتنا ہی۔"

"میں تو یہ سمجھا تھا میرے دوست کہ ابھی صرف قبائل جمع ہو رہے ہیں اور جب وہ جمع ہو جائیں گے تو اس کے بعد کوچ کر دیا جائے گا۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے، آنے والے قبائل تو راستے میں بھی خاقان کے ہم قدم ہو سکتے ہیں یہ تو ایک طرح کا شگون ہے۔"

"لیکن اس طرح تو قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"کیا بھینسا بہت طاقتور ہے؟"

"ہاں، لیکن خاقان کی افواج میں ایسے جیالے موجود ہیں جو اسے ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"کتنے دن سے یہ سلسلہ جاری ہے؟"

"تقریباً نو روز سے۔"

"گویا اس دوران بھینسے نے نو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔"

"ہاں۔ بڑا بپھرا ہوا جانور ہے۔ اسے بھوکا رکھا جاتا ہے۔ اشتعال دلایا جاتا ہے اور وہ اتنا خونخوار ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے اس کے مقابل کا بچنا ناممکن ہوتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ آخر موقع مل گیا تھا۔ ذرا سی جدوجہد کی ضرورت تھی کہ خاقانِ اعظم کے سامنے اس طرح آ جاتا کہ وہ مجھے پسند کرتا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ میں کسی کا انتظار کئے بغیر میدان میں نکل کر اپنا کارنامہ دکھاؤں۔

بہرصورت میں اپنے دوست کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور لوگوں کے ہجوم کے بالکل سامنے والے حصے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے محسوس کیا کہ بہت سے پشت ہی پر پناہ لینا پسند کرتے تھے تاکہ خاقانِ اعظم کی نگاہ ان پر نہ پڑ جائے اور بھینسے کے مقابلے کے لئے ان میں سے کوئی منتخب نہ ہو جائے بہرصورت کسی نہ کسی کو تو سامنے کھڑا ہونا ہی تھا۔ لیکن جو لوگ کھڑے تھے وہ ایسے تھے جنہیں اس کام کے لئے منتخب نہیں کیا جا سکتا تھا یعنی دبلے پتلے مریل سے لوگ۔

پھر شور بلند ہوا اور میں نے دیکھا کہ موٹی مضبوط رسیوں میں بپھرا ہوا سانڈ گھسیٹ کر لایا جا رہا ہے۔ تقریباً پچاس یا ساٹھ آدمی مخصوص قسم کے آنکڑوں سے اسے گرفت میں لئے ہوئے

بھینسے کے جسم سے کئی جگہ سے خون رس رہا تھا۔ غالباً یہ وہ زخم تھے جو اسے اس کے دشمنوں نے لگائے تھے۔ اس کی آنکھیں گہری سُرخ تھیں اور وہ بہت خونخوار نظر آ رہا تھا۔

لوگوں نے بھینسے کو میدان میں لانے کے لئے جگہ دے دی اور خاقانِ اعظم کی نگاہیں اس پر جم گئیں۔ پھر اس نے آسمان کی جانب دیکھا گویا آسمان سے کوئی سوال کر رہا ہو۔

مجھے یہ شخص بڑا ہی خوفناک معلوم ہوا تھا۔ اس کی ہر جنبش میں ایسی درندگی تھی کہ مجھے دورِ قدیم یاد آ جاتا تھا۔ یعنی وہ وحشی جانور یا وہ انسان جو ایک دوسرے کے شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل آ جانے پر ان کے چہروں پر وحشت اور درندگی پیدا ہو جاتی ہے۔

بھینسے کو درمیان میں... لایا گیا اور خاقانِ اعظم کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ ممکن تھا کسی جانب انگلی بڑھ جاتی کہ میں خود آگے بڑھ آیا۔

میں نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر گردن جھکائی اور خاقانِ اعظم کی نگاہیں مجھ پر مرتکز ہو گئیں۔ میں نے بھینسے کو قتل کرنے کی اجازت چاہی، تب مجھے اشارہ کیا گیا۔ اور اشارہ کرنے والا ایک باریش شخص تھا۔ لیکن بڑا ہی قوی الجثہ، یعنی اس کی عمر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا لیکن اس کے اعضاء دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اس کے اعضاء میں فولاد ہی فولاد بھرا ہوا ہے۔ سو اس خونخوار شخص نے سوال کیا۔

"کیا بات ہے تو آگے کیوں بڑھا ہے؟"

"میرا تعلق قبیلہ ہبا سے ہے اور میں شگون کی یہ رسم پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

"گویا تجھے خود پر بھروسہ ہے کہ تو آج فوجوں کی روانگی کا بندوبست کر دے گا؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ خاقانِ اعظم کا قیمتی وقت اس سلسلے میں ضائع نہ ہو اور ان کی فوج دشمن کی تباہی کے لئے روانہ ہو۔ سو میں انتظار نہ کر سکا اور سامنے آ گیا۔"

میں نے دیکھا کہ چنگیز خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ہلکی سی لکیر نمودار ہوئی اور پھر اس نے انگلی کے اشارے سے اس شخص کو ہدایت کر دی کہ میری آرزو پوری کر دی جائے اور میں بھینسے کے مقابل آ گیا۔

چاہتا تو میں یہی تھا کہ کوئی ایسا کارنامہ دکھاؤں کہ خاقان کے دل میں میرے بارے میں کوئی احساس پیدا ہو جائے اس طرح میرا کام آسان ہو جائے گا۔

بھینسے کو اب بھی لوگ سنبھالے ہوئے تھے اور اسے چھوڑتے ہوئے خوفزدہ تھے۔ انہوں نے جو آنکڑے اس میں پھنسائے ہوئے تھے اسے نکالا بھی جا سکتا تھا۔ سو انہوں نے آنکڑے نکالنے شروع کئے اور میں بھینسے کے مقابل آ گیا۔ غالباً ان لوگوں کے لئے یہ بات تعجب خیز تھی کہ میں کھلے بھینسے کے سامنے بغیر کسی جھجک کے آ گیا تھا۔ صرف چند فٹ کا فاصلہ تھا اور خونخوار بھینسا پھنکار رہا تھا۔

خوفزدہ لوگوں نے بھینسے کی بندشیں کھولنا شروع کر دیں۔ اور قرب و جوار میں کھڑے ہوئے لوگوں میں اضطراب پھیلنا شروع ہو گیا۔ شاید اس خیال کے تحت کہ میں اس کے نزدیک کھڑا تھا اور وہ ایک ہی ٹکر میں مجھے ہلاک کر سکتا تھا۔

اور ہوا بھی یہی، جونہی بھینسے کو احساس ہوا کہ اس کی تمام بندشیں کھل گئی ہیں وہ خونی انداز میں میری جانب جھپٹا۔ اس کا سر میرے سینے کی سیدھ میں تھا۔ لیکن یہاں بھی میری ضدی فطرت آڑے آئی۔ میں اس کے سامنے سے نہیں ہٹا بلکہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے دونوں سینگ پکڑ لئے اور یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے ہاتھوں کو موڑ کر جھٹکا دیا تھا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ بھینسا اپنی طاقت میں آیا تھا لیکن اس کی گردن ٹیڑھی ہوئی اور وہ اچھل کر زمین پر جا گرا۔ میں اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ بھینسا زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ جو کچھ ہوا تھا وہ اس کے لئے غیر متوقع تھا اور دیکھنے والوں کے لئے بھی۔ پھر اس نے پیر ٹکائے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا غیظ و غضب انتہا کو پہنچ چکا تھا۔

اس نے منہ کھولا اس کے ہونٹ سکڑ گئے تھے اور یہ درندگی کا عروج تھا۔ اس نے پچھلے پیر مضبوطی سے جما کر پھر ایک زوردار ٹکر میرے سینے پر ماری اور لوگ چیخ پڑے۔ میں نے ہاتھ بلند کر کے اس کی ٹکر سینے پر روکی تھی۔ لوگوں کا خیال ہوگا کہ میں اچھل کر بہت دور گروں گا۔ لیکن خود بھینسے کا سر چکرا گیا تھا۔ اس کے پاؤں زمین پر جمے رہنے میں ناکام رہے اور میں نے اس کے سینگ پکڑ کر ایک بار پھر اسے زمین پر پھینک دیا۔

لوگ ساکت و جامد یہ ناقابلِ یقین کارنامہ دیکھ رہے تھے۔ بھینسا ایک بار پھر کھڑا ہوا لیکن اب اس کے قدموں میں لرزش تھی سو اس بار میں نے کھیل ختم کر دیا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے ایک مکہ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کا تڑاخا صاف سنائی دیا تھا۔ بھینسا زمین پر گر کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ اس کے منہ سے خون اُبل رہا تھا، میں پیچھے ہٹ گیا۔

اور پھر تو وہ خوفناک شور بلند ہوا کہ تمام آوازیں دب گئیں۔ اذن کوچ ہو گیا تھا، شگون نکل آیا تھا۔ کوئی کسی کی نہیں سن رہا تھا کہ میرا دوست میرے پاس آ گیا۔

"ہبا کے بانکے، یہ تم نے کونسا کارنامہ دکھایا۔ آہ تم تو قابلِ فخر ہو۔ کیا واقعی تم نے مجھے اپنی دوستی کے لئے چنا ہے؟"

"ہاں توری، ہم دوست بن چکے ہیں۔"

"تو کیا میں تمہارے ساتھ چلوں؟ تاکہ لوگ مجھے تمہارے دوست کی حیثیت سے پہچانیں۔ بات یہ ہے کہ اب تمہارا مقام نہ جانے کیا ہو۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور توری میرے ساتھ چلنے لگا۔ لوگوں کے ہجوم نے مجھے گھیر لیا تھا۔ وہ میری توصیف کر رہے تھے اور میں آگے بڑھ رہا تھا۔ چنگیز خان اپنے لوگوں کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جا چکا تھا۔

اس طرح ہم اپنے خیمے پر آ گئے، جہاں بے چارہ سلانوس شور سن کر باہر آ کھڑا ہوا تھا۔ مجھے اتنے سارے لوگوں میں گھرا دیکھ کر پہلے تو وہ پریشان ہو گیا لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ لوگ میرے ساتھ مخلص ہیں تو اسے سکون ہوا۔

خیمے میں میرا دوست توری بھی آ گیا تھا۔ وہ میری دوستی سے بہت خوش تھا۔ میں نے سلانوس سے اس کا تعارف کرایا۔ اور توری دیر تک ہم سے گفتگو کرتا رہا۔ وہ میری قوت کی تعریف کر رہا تھا۔

پھر جب وہ چلا گیا تو سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا "میں تمہاری اس کوشش کی وجہ سمجھ گیا ہوں۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"یہ کارنامہ تم نے چنگیز خان کے سامنے انجام دیا ہے۔"

"ہاں، ممکن ہے اس کا نتیجہ نکل آئے۔"

"لیکن تم نے یہ سب کچھ کسی منصب کے لئے نہیں کیا؟"

"تم جانتے ہو، منصب ہمارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہمیں قریب سے مستقبل کے ان لوگوں کو دیکھنے کا موقع مل جائے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں، منصب کے لحاظ سے تم اس حکمراں سے کہیں بڑے ہو۔ اور اگر تم چاہو تو کل لوگ اس کے بجائے تمہارا نام پکاریں۔"

"پکاریں گے سلانوس۔ دنیا مجھے کبھی فراموش نہیں کرے گی، میری کتاب میں ماضی حال اور مستقبل پوشیدہ ہے۔"

"بلاشبہ۔ اور اس میں سلانوس کا نام بھی ہو گا۔"

"ہاں میری کتاب کے کسی ورق کو فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔"

"تو اب کوچ ہو گا؟"

"ہاں سلانوس۔"

"اور ہمیں جنگ بھی کرنا ہو گی۔"

"ممکن ہے اس کی نوبت نہ آئے۔ تاہم اگر اس کی نوبت آ گئی تو تم خود کو مجبور نہیں پاؤ گے۔ میں تمہارے آگے رہوں گا۔"

"اب ایسی پریشانی بھی نہیں ہے۔" سلانوس مسکرایا۔

"اوہ۔ کوئی حل سوچ لیا ہے؟"

"حل۔" سلانوس مسکرایا۔ "میں جنگ و جدل کا عادی نہیں ہوں۔ لیکن میرا علم میری کسی فوری ضرورت کو پورا بھی کر سکتا ہے۔"

"اوہ۔ خوب۔"

"مثلاً اگر میرے گرد تلواروں کا حصار ہو تو میں خود کو ایک حفاظتی خول میں محفوظ کر سکتا ہوں بھائی ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔"

"عمدہ بات بھی سلانوس، پھر تم فکر مند کیوں ہو؟"

"اس لئے کہ اپنے علم کو میں نے کبھی اپنی حفاظت کے لئے استعمال نہیں کیا۔"

"حالانکہ علم صرف استعمال کے لئے ہوتا ہے۔"

"ہاں لیکن ادوار فرض ہوتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"علم اپنے لئے ہوتا ہے۔ اپنے لئے اس کا استعمال اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ تم نے دیانت نہیں کی۔"

"خوب سلانوس، تمہارے اقوال نے مجھے متاثر کیا ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن اب کیا کرو گے؟"

"تیاریاں۔"

"کب روانگی ہے؟" سلانوس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور میں باہر کی جانب دیکھنے لگا۔

کچھ لوگ ہمارے خیمے کی طرف آ رہے تھے۔ بہر صورت کوئی ایسی تشویشناک بات نہیں تھی کہ میں گھبراتا۔ جو کچھ میں کر کے آیا تھا۔ اس طرف کسی کو متوجہ تو ہونا ہی تھا چنانچہ میں انتظار کرنے لگا۔

اور چند ساعت کے بعد میں نے دیکھا کہ شاہی سپاہ کے کچھ لوگ میرے خیمے تک پہنچ گئے۔

"کیا ارزق خان اندر موجود ہے؟" ان میں سے کسی نے آواز دی اور میں باہر نکل آیا۔

اس شخص نے مجھے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "ارزق خان چنگیز خان خاقانِ اعظم شہنشاہِ وقت نے تمہیں طلب کیا ہے۔"

میں نے گردن جھکا دی، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ جو بات میں چاہتا وہ نہ ہوتی چنانچہ میں نے اپنے دوست اور اپنے ساتھی سلانوس کی جانب دیکھا اور اسے رکنے کا اشارہ کر کے میں ان کے ساتھ باہر نکل آیا۔

باہر سخت گہما گہمی تھی، خیمے اکھاڑے جا رہے تھے چنگیز خان کی طرف سے کوچ کا حکم مل چکا تھا۔ چنانچہ اب تمام قبائل روانگی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ چنگیز خان کے بلند و بالا خیمے کے سامنے قطار سے کھڑے سپاہیوں نے ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی، میرے پیچھے صرف دو افراد اندر آئے تھے اور میں خیمے میں داخل ہو گیا۔

خیمہ اندر سے جتنا خوبصورت تھا بیان سے باہر ہے۔ کئی حسین لڑکیاں چنگیز خان کے چاروں طرف ایستادہ تھیں۔ شراب کے آفتابے کھلے ہوئے تھے اور چنگیز خان کی شخصیت کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ لیکن شاید یہ شخص مسکرانا نہیں جانتا تھا۔

اس نے اپنی بڑی بڑی خوفناک آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر ایک ہاتھ اٹھا دیا۔ نزدیک کھڑی ہوئی لڑکی جو اسے مورچھل جھل رہی تھی رک گئی، تب اس نے مجھے آگے آنے کا اشارہ کیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے پوچھا۔

"ارزق خان۔"

"کونسے قبیلے سے ہو؟"

"ہبا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"خاقان کی خدمت۔"

"کتنا عرصہ ہوا یہاں تمہیں آئے ہوئے؟"

"چند مہینے۔"

"کیا تمہارے خاندان میں کوئی قابلِ ذکر آدمی گذرا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں یہ بات تھی کہ میری خوشنودی حاصل کر کے مجھ تک رسائی حاصل کرو؟"

"ہاں۔"

"مقصد؟"

"صرف شہنشاہ کی قربت اور اس کی عنایت کا حصول۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور چنگیز خان شاید اس بے تکلف گفتگو سے کسی حد تک متاثر ہوا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور بولا۔

"شاہی دستے کی نگرانی تمہارے سپرد کی جاتی ہے اور تمہیں سالارِ اعظم کا منصب دیا جاتا ہے۔"

میں نے جھک کر کورنش بجائی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہی ہوا تھا جس کی مجھے چاہت تھی اور جس کی مجھے امید تھی، میری چھوٹی سی کوشش نے میرا مقصد پورا کر دیا تھا۔

"بس واپس جاؤ اور کوچ کی تیاریاں کرو اور باہر جا کر ہیبت خان سے کہو کہ میں اسے یاد کر رہا ہوں۔"

میں نے گردن جھکا دی اور مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو میں نے شاہی حکم سنایا اور شاہی دستہ میری اطاعت پر مامور ہو گیا۔ تب کچھ ذمہ داریاں میرے ذمے آ پڑیں اور میں نے اپنے دوست سلانوس کو جا کر یہ خوشخبری سنائی کہ بالآخر وہی ہوا جو میں چاہتا ہوں۔

"تمہیں بہت بہت مبارک ہو پورنا۔" سلانوس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "تو اس کا مقصد ہے کہ تم یہاں خاصے سرگرم ہو جاؤ گے۔"

"ہاں سلانوس۔"

"تمہارا رہنے کا بندوبست کہاں ہو گا؟"

"یہ مجھے نہیں پتہ سلانوس لیکن میں جہاں بھی رہوں گا تم میرے ساتھ رہو گے اور ظاہر ہے یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے صرف اس تجربے کے لئے کیا ہے جو میں اور تم کریں گے۔ شاہی دستے کی سالاری کا مقصد یہ بھی ہے کہ باقاعدہ جنگ میں حصہ نہ لیا جائے بلکہ دور ہی سے نظارہ کیا جائے۔ شاہی دستہ صرف خاقانِ اعظم کی حفاظت پر مامور ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" سلانوس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم قادر ہو اس پر جو کچھ تم چاہتے ہو۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میں باہر نکل آیا۔

شاہی دستے کے سالارِ اعظم کا منصب مجھ سے پہلے کسی اور شخص کے پاس تھا اور مجھے اس بات کا قلق تھا کہ کہیں اس منصب کو مجھے عطا کر دیئے جانے کے بعد وہ بے چارہ کہیں اپنی حق تلفی محسوس نہ کرے چنانچہ میں اس سے ملا۔

لیکن وہ بڑا ہی فراخدل انسان تھا وہ کہنے لگا کہ یہ ذمہ داری جب تک اس کے سپرد تھی وہ اسے بخوبی انجام دیتا رہا اور اب اگر میں اس عہدے پر آیا ہوں تو اسے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس نے بھی میری اطاعت کا اظہار کیا تھا۔

تو یہ لشکرِ جرار جس میں انسانوں کا جمِ غفیر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، دوپہر کے بعد جب سورج ڈھلان پر پہنچا تو سفر کے لئے تیار ہو گیا اور میں شاہی دستے کے سالار کی حیثیت سے خاقانِ اعظم کے عقب میں موجود تھا۔

لیکن یہ خیال باطل ثابت ہوا کہ چنگیز خان صرف فوجوں کی نگرانی کرتا ہے اور میدانِ جنگ میں آگے بڑھنے سے گریز کرتا ہے۔ کیونکہ سب سے آگے ان شہنشاہوں کی مانند جو جنگجو ہوا کرتے ہیں۔ چنگیز خان بھی ساری فوجوں سے آگے تھا اور وحشیانہ انداز میں گھوڑے کو دوڑا رہا تھا۔ گو مجھے نہیں معلوم تھا کہ شاہ کا رُخ کس جانب ہے اور شاید یہ عام لوگ جاننے کی کوشش بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ سو اس وقت تک سفر جاری رہا جب تک کہ سورج چھپ نہ گیا۔ اور گھوڑے پہاڑیوں میں ٹھوکریں کھانے لگے، تب چنگیز خان نے ایک ہاتھ بلند

کیا اور تمام فوجیں ساکت ہو گئیں۔ گویا وہاں پڑاؤ کا بندوبست کیا جاتا تھا۔

فوجیوں کو معلوم تھا کہ کسی جگہ پڑاؤ کے بعد انہیں کیا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ سب کے سب منتشر سے ہو گئے —— اور اپنے اپنے خیمے ایستادہ کرنے لگے —— اور وہ جگہ جو چند ساعت پہلے ویرانہ تھی، خیموں سے آباد ہو گئی۔ چاروں طرف انسانی سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ خاقان اعظم کا خیمہ بھی ایستادہ کر دیا گیا۔ اور رات آہستہ آہستہ گہری ہونے لگی۔ لوگ کھانے پینے سے فارغ ہو گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ تمام قبائل اپنے اپنے مشغلوں میں مصروف ہیں اور ان پر کوئی پابندی نہیں ہے اور یہ اچھی بات تھی۔ گویا آزادی کے وقت مکمل آزادی۔ اس ہنگامے میں عورتوں کا بھی حصہ تھا اور کیوں نہ ہوتا۔

خاقان اعظم کے خیمے کے نزدیک ہی شاہی سپہ سالار کا خیمہ تھا۔ اور یہ شاہی سپہ سالار میں ہی تھا۔ تب میں نے دیکھا بے شمار عورتیں نہ جانے کہاں کہاں سے خاقان اعظم کے خیمے پر پہنچ گئیں وہ شاید کسی خاص جگہ محفوظ تھیں۔ ان میں سب سجی سجائی اور بنی سنوری تھیں۔ ان کے آتے ہی کشادہ میدان میں رقص و سرود کی محفلیں شروع ہو گئیں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ خاقان اعظم چنگیز خان رقص و سرود کا بھی رسیا ہے۔ لیکن بات یہیں تک محدود نہیں تھی۔ اس کے بعد تو میں نے وہ وہ مناظر دیکھے جنہیں میں صدیوں پہلے سے دیکھتا چلا آ رہا تھا۔ یعنی شہنشاہ اپنی شہنشاہیت سے واقفیت کا اظہار جس انداز میں کیا کرتے تھے۔ میں نے صدیوں سے دیکھا تھا کہ شہنشاہوں کے پاس بے شمار جانور ہوا کرتے ہیں جو ان کے حکم کے مطابق تھرکتے ہیں، جو ان کے حکم کے مطابق اپنی جگہ سے ہلتے ہیں۔

حسین عورتوں کا جھرمٹ، شرابوں کا دور اور سازوں کی حسین آوازوں سے فضا معمور ہو گئی تھی اور ہم بھی دور نہ تھے بوڑھا سلانوس میرے ساتھ ہی تھا۔ وہ نوجوانوں کی طرح خوش و خرم نظر آ رہا تھا۔ اسے یہ مناظر نہایت دلکش محسوس ہو رہے تھے اور مجھے تعجب تھا اس کی اس کیفیت پر۔

لیکن چنگیز خان ایسے اوقات میں سب کچھ بھول جانے کا عادی تھا۔ میں نے جو مناظر دیکھے وہ ایسے نہ تھے جنہیں میں کوئی خاص اہمیت دیتا یعنی وہی عام باتیں، عام انداز۔ وہی شاہوں کا سا ہنسی مذاق، شرابوں کا بہنا جو اس سے پہلے میں دیکھتا چلا آیا تھا اور یہ باتیں صرف خاقان تک ہی محدود نہ تھیں لشکر میں جہاں بھی جس کے پاس بھی جو کچھ موجود تھا اس نے نمایاں کر دیا تھا یعنی جگہ جگہ رقص و سرود کے مظاہرے ہو رہے تھے اور لوگ اپنی اپنی دلچسپیوں میں مصروف تھے۔

میں ان تماشائیوں میں تھا جو چنگیز خان کے گرد تھے گویا اس کا محافظ بھی اور تماشائی بھی۔

اچانک چنگیز خان کی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس نے مجھے ایک ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس وقت چنگیز خان کی شخصیت میں کافی تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ بہت نشے میں ہے۔ تب اس نے مجھ سے سوال کیا۔

"جوان تو نے اپنا نام ازرق خان بتایا تھا؟"

"ہاں۔"

"اور تو ہبا سے تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں۔" میں نے پھر جواب دیا۔

"اور تو وہ ہے جو اپنے بازوؤں کی قوت سے ایک بھینسے کو اٹھا کر پھینک سکتا ہے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر سن یہ عورت جو تیرے سامنے رقص کر رہی ہے کیا تجھے پسند آ سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"لیکن اس کے لئے ایک شرط بھی ہو گی۔"

"وہ کیا؟"

اور خاقان اعظم نے اپنے چند آدمیوں کو اشارہ کیا چند ساعت کے بعد لکڑی کا ایک تختہ میرے سامنے آ گیا اور خاقان کے خادم نے مجھ سے کہا۔

"ازرق خان لکڑی کا یہ تختہ تیرے ہاتھوں میں دبا ہو گا اور رقاصہ خاقان کے سامنے اس پر رقص کرے گی سو اگر تختہ نہ ہلا اور یہ نہ گری تو خاقان اسے تجھے بخش دیں گے۔"

اور میرے لئے یہ بھلا کونسی بڑی بات تھی۔ میں نے رقاصہ کی جانب دیکھا۔ بہت ہی خوبصورت تھی وہ۔ اگر وہ میرے معیار پر پوری نہ اترتی تو یقیناً تختے سے نیچے گر پڑتی۔ لیکن لڑکی ذرخیز تھی چنانچہ میں نے گردن جھکائی اور تختہ اپنے ہاتھوں میں دبا لیا۔ بے شمار... لوگ میری جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ خاقان بھی دلچسپی سے اس مظاہرے کو دیکھ رہا تھا۔ تب رقاصہ اچھل کر تختے پر چڑھ گئی۔ اور اس نے تختے پر رقص شروع کر دیا۔ خوبی یہ تھی کہ تختہ ایک بار بھی نہ ہلا تھا۔ بالکل سیدھا رہا تھا.... رقاصہ کے قدموں کی دھمک سے میں بالکل بھی نہ ہلنے پایا تھا اور شاید خاقان اسی بات پر نظر رکھے ہوئے تھا کیونکہ کافی دیر تک رقاصہ رقص کرتی رہی اور تختہ نہ ہلا تو خاقان نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور اپنے نزدیک کھڑے ہوئے شخص سے

کچھ حکم دیا اور اس شخص نے بلند آواز میں کہا۔

"نوجوان ازرق خان! اس رقاصہ کو نیچے اتار دو۔ اب یہ تمہاری ہو چکی ہے۔"

سو پر وقت کا انعام وصول کرنے کے بعد میں اسے لئے ہوئے اپنے خیمے میں آ گیا۔ یہاں سلانوس موجود تھا اور گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگایا اور سلانوس چونک کر اٹھ بیٹھا۔ تب رقاصہ کو دیکھ کر اس نے آنکھیں پٹپٹائیں اور میری جانب دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"اب تم مجھ سے یہی کہو گے کہ میں کسی دوسری جگہ اپنی رہائش کا بندوبست کروں۔"

"سلانوس جیسے زیرک انسان سے یہ سب کچھ کہنا فضول سی بات ہے۔" میں نے جواب دیا اور سلانوس ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

چنگیز خان کے حسین تحفے کو میں نے گہری نگاہ سے دیکھا۔ اتفاق تھا یا جانی بوجھی بات کہ وہ بھی میری جانب دیکھ رہی تھی۔ میں مسکرایا اور جواب میں وہ بھی مسکرا دی۔

"بہت حسین ہو۔" میں نے کہا۔

"شکریہ، لیکن تم —— تم خود بھی تو —— اور تمہاری طاقت، میں تو سمجھ رہی تھی آج خاقان کا جنون میری جان لے لے گا۔"

"خاقان مجھے جانتا ہے؟"

"ہاں تم بے حد طاقتور ہو اور انوکھے بھی۔ تمہارے بدن کی رنگت عام انسانوں سے کتنی مختلف ہے۔"

"تم مجھے پسند کرتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"اس سے قبل تو تمہیں کسی کو نہیں بخشا گیا؟"

"نہیں۔ اور جب خاقان کسی کنیز کو کسی کے حوالے کر دیتا ہے تو اسے ہمیشہ کے لئے بھول جاتا ہے۔"

"تم خاقان کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو؟"

"ہاں۔ وہ میرا آقا ہے۔ اور کنیزوں کو آقا کے بارے میں ساری معلومات ہونی چاہئیں۔ کیونکہ اسی میں ان کی بقا ہے۔"

"خوب۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"امینہ۔"

"کونسے قبیلے سے تعلق رکھتی ہو؟"

"میں منگول نہیں ہوں۔" نوجوان لڑکی کی نگاہیں میرے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"پھر؟"

"میرے وطن کا نام دومینہ تھا۔ دومینہ والوں کو شکست ہوئی۔ اور میں مال غنیمت میں ہاتھ لگی۔ جب سے میں خاقان کی کنیز بن گئی اور خاقان کے اشارے میری زندگی کے راستے ہیں۔ اگر میں رقص نہ سیکھ لیتی تو اب تک خاقان کے بھوکے بھیڑیوں کا نوالہ بن چکی ہوتی۔" لڑکی کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

"میرا تعلق قبیلہ ہبا سے ہے اور میرا نام ازرق خان ہے۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہیں ہو گا۔"

"نہیں، اب تو میں عادی ہو گئی ہوں اور یہ سارے احساسات میرے ذہن سے نکل گئے ہیں۔ تم اپنا ذہن خراب نہ کرو۔ تم نے پوچھا تو میں نے بتا دیا۔"

"نہیں امینہ۔ اگر تم نہیں چاہو گی تو تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

"تم مجھے پسند بھی ہو ازرق۔ کم از کم بھیڑیوں کے غول میں انسانی دل کے مالک ہو۔ بس میں یہ چاہوں گی کہ تم مجھے زیادہ لوگوں کے ہاتھوں نہ لگنے دینا۔"

"زیادہ لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"تمہارا دل بھر جائے تو تم مجھے کسی کو بخش تو نہ دو گے؟"

"ایسا بھی ہوتا ہے؟"

"ایسا ہی ہوتا ہے۔ بیشمار کنیزیں اسی طرح کہیں سے کہیں پہنچ چکی ہیں اور جب وہ کسی وحشی کے ہاتھ لگ جاتی ہیں تو پھر ان کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ کیا تم نے خاقان کے ساتھ فتح چین میں حصہ نہیں لیا تھا؟"

"نہیں۔"

"کسی اور جنگ میں بھی نہیں؟"

"نہیں۔ میں پہلی بار کسی جنگ میں شریک ہو رہا ہوں۔"

"تبھی تو۔ لیکن پہلی بار ہی شریک ہونے کے باوجود تم شاہی دستے کے سالار بن گئے۔"

"ہاں، خاقان کی مہربانی ہے۔"

"تمہاری کوئی خصوصیت بھی ہو گی۔"

"ممکن ہے۔"

"بس اب سونے کی تیاریاں کرو۔ رات کافی جا چکی ہے۔"

"ایک بار پھر میں تجھے امن کی دعوت دیتا ہوں امینہ۔ اگر تو چاہے تو اس خیمے کی چھت کے نیچے سکون کی نیند سو سکتی ہے۔"

اور جواب میں وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔

"میں سمجھ گئی۔" اس نے اداس لہجے میں کہا۔

"کیا سمجھی ہو؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم اس لئے میری قربت سے فرار حاصل کر رہے ہو کہ میں —

میں کنواری نہیں ہوں۔ تم نے مجھے قبول اس لئے کر لیا ہے کہ میں خاقان کی بخشی ہوئی ہوں۔"

"اوہ، غلط سوچ رہی ہے تُو، اس سوچ کو اپنے ذہن سے نکال دے اور میرے بازوؤں میں آجا۔" میں نے کہا اور امینہ میرے بازوؤں میں آگئی۔ اس کے بعد پروفیسر اب بار بار کہتے ہوئے بھی تھک گیا ہوں کہ کسی لڑکی نے مجھے کبھی ناپسند نہیں کیا۔ سو امینہ بھی میری قربت کے نشے سے سرشار ہو گئی اور اس نے خوشی سے میرے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کی۔

یُوں پروفیسر بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوئیں۔ چنگیز خان کا لشکر بخارا کی جانب کوچ کر رہا تھا۔ اور پھر اس کا پہلا معرکہ ہوا میں اور سلانوس چنگیز خان کے شاہی دستے کے ساتھ تھے اور اس دستے تک جنگ کی آگ پہنچی ہی نہیں، چنگیز خان کی وحشی فوج ہی کافی تھی۔ وہ جس طرف بڑھتی تخت و تاراج کر دیتی۔ بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، مرو کو لوٹا گیا۔ اور اس لوٹ مار میں بے شمار چیزیں ہاتھ لگیں جن میں غلام اور کنیزیں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ اس کی درندگی کے مناظر بھی دیکھنے کو ملے۔

چنگیز خان اپنے دشمنوں کی کھوپڑیوں میں جام پیتا تھا۔ اور اس کے سردار اپنے خیموں کے سامنے کھوپڑیوں کے مینار بناتے تھے جس کا مینار زیادہ بلند ہوتا وہی زیادہ قابلِ عزت ہوتا تھا۔

میں آہستہ آہستہ پاؤں پھیلا رہا تھا چنگیز خان کے بہت سے نجی معاملات میں بھی دخل دینے لگا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیرک ہے اور حالات پر گہری نگاہ رکھتا ہے۔ عورت پرست ہے لیکن عورت کے معاملے میں بہت درندہ بھی ہے۔ اکثر لڑکیوں کو اس نے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تھا۔

امینہ اب تک میرے ساتھ تھی۔ کنیز تھی اس لئے قناعت پسند تھی، کیونکہ مجھ پر چنگیز خان کی عنایات تھیں۔ ...... اس لئے اب تک تقریباً بیس عورتیں مجھے بخشی جا چکی تھیں۔ اب پروفیسر ان کا میں کیا کرتا چنانچہ میں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا یعنی انہیں آگے بڑھا دیا تا امینہ سے چونکہ میں نے وعدہ کیا تھا اس لئے اب تک وہ میرے ساتھ تھی۔

پھر چنگیز خان نے ہرات پر قبضہ کیا۔ یہاں بھی اس نے قتل و غارت گری کا وہی بازار گرم کیا تھا اور پھر بات ہرات کی ایک حسینہ پر آکر رک گئی۔ وہ حسینہ بڑی دلکش تھی ایسی کہ اسے دیکھ کر مر جانے کو دل چاہے اور نام اس کا بدخشاں تھا۔

مالِ غنیمت میں جو کچھ ہوتا تھا پہلے چنگیز خان اس کا تقاضا کرتا تھا پھر وہ تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ بدخشاں بھی اسی مالِ غنیمت میں لعل بدخشاں کی مانند چمک رہی تھی۔ چنگیز خان نے اسے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔

بہرحال وہ چنگیز خان کی خلوت میں پہنچا دی گئی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس وقت خیمہ گاہ پر میرا پہرہ تھا جب چنگیز خان نے اس حسینہ کو طلب کیا بہت سی کنیزیں چنگیز خان کو خلوت گاہ میں شراب پلا رہی تھیں چنگیز خان نے لڑکی کو طلب کر لیا۔

اس لڑکی کو میں نے بھی دیکھا تھا پروفیسر اور پسند بھی کیا تھا لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اتنا دیوانہ میں بھی نہیں تھا کہ کسی عورت کے لئے اپنے بہت سے مشاغل ترک کر دیتا، چنانچہ جب اسے چنگیز خان نے طلب کر لیا تو میں نے اس کے بارے میں کچھ نہ سوچا۔

لیکن یہ صرف اتفاق تھا کہ اس وقت میں خیمے کے دروازے پر موجود تھا اور اندر کی تمام آوازیں بآسانی مجھ تک پہنچ رہی تھیں، چنگیز خان کے شاہی دستے کا سالار ہونے کی حیثیت سے بعض اوقات مجھے ایسی خدمات بھی انجام دینا پڑتی تھیں جو بہر صورت مجھ جیسے انسان کی شخصیت کے لئے مناسب نہیں تھیں، لیکن سلانوس ان افواج میں شامل ہونے کے بعد اب اس حیثیت سے بہت خوش تھا۔ کیونکہ اب ہمیں بذاتِ خود کبھی بھی جنگ کرنا نہیں پڑتی تھی اور یُوں سلانوس کو مشاہدے کے لئے کافی موقع مل جاتا تھا۔ وہ اپنے مشاہدے اور کام میں مصروف رہتا تھا، سورج کی چال سے وہ ادوار کا تعین کرتا اور اس طرح وہ اپنے علم و دانش کو اور زیادہ بڑھا رہا تھا۔ یُوں میں بھی اس کا ساتھی تھا اور ہم لوگ ابھی واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

سو پروفیسر میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ تمام کنیزیں چنگیز خان کے خیمے سے باہر نکل آئیں لیکن ان میں وہ کنیز نہیں تھی جس کا نام ..... بدخشاں تھا اور اس کنیز کا نام مجھے اندر ہی کی آوازوں سے معلوم ہوا تھا۔

"ہرات کی حسینہ تُو ان خوش نصیب عورتوں میں سے ہے جنہوں نے ایک ہی نگاہ میں خاقانِ اعظم فاتحِ دنیا کے دل کو تسخیر کر لیا اور تسخیر کرنے والوں کو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے کہ بہر صورت وہ اس فاتح کی حکمراں ہے جو عالم کا حکمراں بننے والا ہے۔ مجھے بتا کیا تو اپنی قسمت پر نازاں نہیں ہے۔ کیا تُو ہماری خلوت میں آکر خود کو بلند نہیں سمجھتی۔ ہم جواب چاہتے ہیں ہرات کی نوخیز دوشیزہ۔" چنگیز خان کی شراب میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ملکوں کو تسخیر کرنے والے، انسانوں پر حکومت کرنے والے کیا تُو نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ دلوں کی سلطنت زمین کی سلطنت سے زیادہ وسیع اور ناقابلِ تسخیر ہوتی ہے۔" حسینہ کی پاٹ دار آواز ابھری۔

"بے شک بے شک تُو نے دانشمندی کی بات کی ہے، لیکن ہم تیرا مفہوم نہیں سمجھے۔"

"میرا مفہوم واضح ہے چنگیز خان۔ تُو قتل و غارت گری کرنے والا وحشی بھیڑیا ہے۔ بے شک میدانِ جنگ میں لوگ تیرے جبروت کا سکہ مانتے ہیں اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تیری تلوار گردنوں کو شانوں سے جدا کر دیتی ہے۔ اور تیری افواج ایک سیلاب بے بہا کی مانند انسانوں کے سمندر کو بہالے جاتی ہوں گی، لیکن دلوں کی سلطنت تیری اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتی۔ اگر تُو مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ میرے دل میں تیری ہیبت تیرے جبروت اور تیری حیثیت کا کیا احساس ہے تو میں تجھے صاف صاف بتا دوں کہ تُو نہ صرف ظالم، وحشی اور غلیظ ہے بلکہ میری نگاہ میں تیری حیثیت ایک گندے بھیڑیے کی سی ہے۔"

"بدخشاں!" چنگیز خان کی آواز میں بادلوں کی سی گرج تھی۔ میں اس بدنصیب حسینہ کے بارے میں سوچنے لگا جو چند ساعت کے بعد چنگیز خان کی خلوت سے باہر لائی جائے گی، لیکن اس شکل میں کہ اس کا بدن دھجیوں میں بٹا ہوگا اور میرے کان پورے طور پر اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"ہاں چنگیز خان میں درست کہہ رہی ہوں، تُو واقعی ظالم درندہ ہے۔ اٹھ اور اپنے نوکیلے دانت میرے بدن میں پیوست کر دے، میری کھال کو میرے جسم سے جدا کر دے، یا پھر اپنے حاشیہ برداروں کو بلا، ان سے کہہ کہ مجھے برہنہ کریں، میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور میری لاش کو گھسیٹتے ہوئے کسی ویرانے میں لے جائیں جہاں تیرے خونخوار کتے یا گوشت خور پرندے میرے جسم کو نوچ ڈالیں لیکن میرے بکھرے ہوئے بدن پر ایک بار ضرور نظر ڈال لینا۔ اگر تجھے میرا دل نظر آجائے تو اس میں دیکھنا کہ تیرے لئے نفرت ہی نفرت ہوگی۔ تسخیر کرنا ہی چاہتا ہے تو دلوں کو تسخیر کر، کسی بھی دل میں اپنی محبت کی تصویر بٹھا دے تو میں جانوں کہ تُو فاتحِ عالم ہے۔ ورنہ جا میں تجھ سے نہیں ڈرتی، نہ تیری ہیبت سے نہ جبروت سے۔"

نوخیز حسینہ کی آواز میرے کانوں میں سیسے کی مانند اتر رہی تھی کہ اچانک خاقان کی غرّاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بدخشاں۔"

"ہاں چنگیز خان! تُو کیا سمجھتا ہے میں تیری اس دھاڑ سے ڈر جاؤں گی۔ تُو کسی غلط فہمی میں نہ رہ۔ میں جانتی ہوں کہ میدانِ جنگ میں بڑے بڑے سورما تیری آواز سے لرز جاتے ہیں، لیکن چنگیز خان تیرے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ایک بے ضرر لڑکی تجھ سے خوفزدہ نہیں ہے۔ کیا یہ بات تیرے لئے ذلت اور شرم کا باعث نہیں ہے۔"

چند لمحات تک چنگیز خان کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ پھر اس نے بھاری لہجے... لیکن نرم انداز میں کہا۔

"نوخیز حسینہ تُو مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہے؟"

"اس لئے کہ تُو دلوں کا فاتح نہیں ہے۔"

"تیری نگاہ میں کوئی ہے جس نے تیرے دل کو تسخیر کیا ہو؟" چنگیز خان نے سوال کیا۔

"ہاں، میرا فاتح گلبر ہے۔"

"یہ کون ہے؟"

"تیرا ایک قیدی، وہ جو..... تیری سپاہ کے سامنے سینہ سپر ہو گیا تھا۔"

"کیا تُو اسے بہت چاہتی ہے؟"

"ہاں، میں اس سے بے پناہ محبت کرتی ہوں۔ بہت چاہتی ہوں میں اسے۔ وہ کمزوروں پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ بہادر ہے۔ اس نے تیری سپاہ کو کافی نقصان پہنچایا ہو گا۔ اس لئے کہ وہ مضبوط اور چیتے کی طرح چالاک ہے۔ چنگیز خان میں تجھے للکارتی ہوں کہ اگر تیرا ایک آدمی میرے گلبر کو قتل کر دے تو میں خلوصِ دل سے تیری لونڈی بن جاؤں گی۔ اور اگر گلبر تیرے کسی ایک آدمی سے زیر نہ ہو سکا تو اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے مجھے اس کے حوالے کر دینا۔ اور اگر تُو ایسا کر سکا تو شاید میں اس بات پر غور کروں کہ وہ فاتح جو دنیا کو فتح کرنے کے لئے صحرا سے اٹھا ہے عظیم ہے۔"

جواب میں چنگیز خان کا خوفناک قہقہہ میرے کانوں میں گونجا۔ اور میں چنگیز خان کے اس خوفناک قہقہے سے سُن ہو گیا۔ میں اس مظلوم لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کے عتاب کا شکار ہونے والی تھی کہ اچانک مجھے چنگیز خان کی آواز سنائی دی۔

"حسینہ تیرا مطالبہ ناجائز نہیں ہے، تُو نے ہمیں شکست خوردہ کہا ہے لیکن چنگیز خان شکست کے نام سے ناآشنا ہے، ہم تیری یہ خواہش پوری کریں گے۔ اگر تیرا گلبر ہمارے کسی ایک آدمی کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جائے تو تجھے وعدہ کرنا ہو گا کہ تیری آنکھ ایک آنسو نہیں بہائے گی، تیرے ہونٹوں پر لرزش پیدا نہ ہو گی ورنہ ہم سر گردن سے اتارنا جانتے ہیں۔"

"ہاں ہاں میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"اتنا اعتماد ہے تجھے اس پر؟"

"ہاں چنگیز خان اتنا ہی اعتماد ہے مجھے اس پر جب وہ میدانِ جنگ میں آیا تھا تو اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک بھی زخم پشت پر نہیں کھائے گا۔ تُو خاقان اسے اپنے قیدیوں میں تلاش کر اور اگر اس کی پشت پر ایک بھی زخم ملے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تجھے اپنے ہونٹوں کا ایک بوسہ دوں گی۔"

اور چنگیز خان کی خونخوار ہنسی پھر سنائی دی۔ اس نے زور سے تالی بجائی۔

اور اس وقت اس کی نگرانی پر میں ہی تھا۔ چنانچہ میں جلدی سے خیمے میں داخل ہوا۔ چنگیز خان مجھے دیکھ کر چند ساعت اسی طرح ساکت و جامد کھڑا رہا۔ اس کا چہرہ پرسکون تھا۔ تب اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اسے میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"ارزق خان یہ تمہاری تحویل میں ہے، اور تم اس کے نگران رہو گے۔"

"ٹھیک ہے خاقانِ اعظم۔" میں نے گردن جھکا دی اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکل آیا۔

اب میں اس خیمہ گاہ کی طرف جا رہا تھا جہاں قیدی لڑکیوں کو رکھا جاتا تھا۔

فاصلہ کافی تھا اور راستہ سنسان۔ چنانچہ تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر میں رک گیا اور لڑکی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے انداز میں ہلکی سی سراسیمگی تھی۔

"بدخشاں تیرا حسن ستاروں کی مانند ہے اور وہ شخص خوش نصیب ہے جو تیری نگاہ کا مرکز ہے۔ میں نے تیری اور خاقان کی گفتگو سنی ہے۔ کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ خاقانِ اعظم کی فوج میں ایک سے ایک طاقتور جوان موجود ہے۔ کیا تیرے خیال میں تیرا گلبر اتنا طاقتور ہے کہ ہر جوان کو زیر کر لے۔"

"محبت کا مطلب سمجھتا ہے سپاہی؟" لڑکی کے انداز میں بڑی تمکنت تھی۔

"تو بتا دے۔"

"محبت خالق ہے، اور اس کے آگے ساری کائنات کی ساری طاقتیں ہیچ ہوتی ہیں۔ لیکن تلوار چلا کر خون بہانے والے شاید یہ بات تیری سمجھ میں نہ آ سکے۔ میں تجھے بتاتی ہوں کہ میرا گلبر کیا ہے۔ وہ جنگل کے اس حصے میں کام کرتا ہے جہاں شیروں کی ڈاریں رہتی ہیں اور جنگل کو پار کرنے والے میرے گلبر کی خدمات حاصل کرتے ہیں کہ وہ انہیں شیروں کا علاقہ پار کرا دے۔ وہ ایک ہاتھ سے شیر کی گردن پکڑتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے اس کا پیٹ چیر دیتا ہے۔ لیکن میرے سامنے وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ میری محبت نے اس کا دل اتنا نرم کر دیا ہے کہ تمہیں کیا بتاؤں سپاہی۔ جانتے ہو جنگ پر جانے سے قبل اس نے کیا کہا تھا؟"

"مجھے بتاؤ۔"

"اس نے کہا تھا کہ وہ فاتح بن کر آئے گا۔ اور اگر وہ فتح حاصل نہ کر سکا تو میں اس کی موت کی دعا کروں۔"

"لیکن لڑکی تم نے تو اس کے لئے خود موت کا انتظام کیا ہے۔" میں نے کہا اور حسین لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔

"جو کچھ میں بتاؤں گی کسی سے کہو گے تو نہیں؟"

"وعدہ کرتا ہوں نہیں کہوں گا۔"

"یہ بھی میری ایک چال ہے۔"

"اس میں کیا چال ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ چنگیز خان اپنے قول کا سچا ہے یا نہیں۔ لیکن اگر اس نے کسی ایک آدمی کو گلبر کے مقابلے پر بھیجا تو اس کا آدمی مارا جائے گا۔ میں اپنے گلبر کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوا تو بھی میں چاہتی ہوں کہ میرا گلبر قتل ہو جائے۔"

"کیوں؟"

"اس کے بعد میں بھی مر جاؤں گی۔"

"وہ کس طرح؟"

"چنگیز خان کے ہاتھوں۔ وہ میری زندگی میں میرے بدن کو چھو بھی نہیں سکتا۔ اگر اس نے ایسی کوشش کی تو میں اسے قتل کرنے کی کوشش کروں گی اور اس کوشش میں میں ماری جاؤں گی۔ یا اگر فرض کرو میں اس کے منہ پر تھوک دوں تو کیا وہ میرے سینے میں خنجر نہ اتار دے گا۔ اس طرح مجھے یہ تو اطمینان ہو گا کہ میرا گلبر مر چکا ہے اور میں وہاں اس سے جا ملوں گی۔"

لڑکی کی باتیں عجیب تھیں۔ میرے دل میں ایک عجیب سا احساس جاگ اٹھا تھا۔ بہرحال میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے لڑکی کو قید کر دیا اور واپس پلٹتے ہوئے اس سے بولا۔

"بدخشاں، میری ایک بات مانو گی؟"

"تمہاری۔ کیوں مانوں گی؟"

"میں تمہارا اور تمہارے گلبر کا دوست ہوں۔"

"کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں تم دونوں کو زندہ رکھنے اور یہاں سے فرار کرانے کی کوشش کروں گا۔ اگر تمہارا گلبر جیت گیا اور چنگیز خان اپنے قول سے پھر گیا تب بھی۔ تم اس وقت تک کوئی اقدام نہیں کرو گی جب تک کہ میں ناکام نہ ہو جاؤں۔"

"اس میں کتنا وقت لگے گا؟"

"بہت مختصر، بہرحال تم مجھے جواب دو، میری بات مانو گی یا نہیں؟"

"مانوں گی۔ لیکن تم میرے ساتھ دھوکہ تو نہیں کرو گے؟"

"محبت کو ایک اعلیٰ جذبہ مانتی ہو؟"

"ہاں۔"

"بس تو اس کے اعتماد پر میری بات مان لینا۔"

"ٹھیک ہے محبت کے نام پر۔ اور پھر اتنا تو میرے ہاتھ میں ہو گی۔" لڑکی نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سلانوس کے پاس تھا۔ سلانوس اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ کوئی حساب لگا رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے سلانوس؟"

"حساب۔ ستارے نئے نئے انکشافات کر رہے ہیں۔"

"مثلاً؟"

"ادوار بدل رہے ہیں۔ صدیاں سست رفتار ہو گئی ہیں۔ ذرا یہ تو بتاؤ واپس کب چلو گے؟"

"جب تم اس ماحول سے اکتا جاؤ گے۔"

"خود تمہاری کیا کیفیت ہے؟"

"میں زیادہ خوش نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں سلانوس کہ یہ دور میرے لئے اتنا متحیر کن نہیں ہے۔ ایسے فاتح اور ایسی جنگیں میں بے شمار دیکھ چکا ہوں۔"

"ایک بات تم بتاؤ پورنا۔"

"ہوں۔"

"کیا گزرے ہوئے دور کے شہنشاہ اس شخص کی مانند خونخوار اور وحشی تھے۔ یہ شخص تو بالکل غیر انسانی جبلت کا مالک ہے۔"

"اوہ۔ تم ابتدائی دور کے انسان کو دیکھتے تو حیران رہ جاتے۔ انسان فطرتاً اسی جبلت کا مالک ہے۔ تہذیب کے دھارے اسے کم کرتے رہے۔ لیکن اب بھی ان میں کوئی دورِ قدیم کا انسان ابھر آتا ہے۔"

"تحت الثریٰ کا ماضی اتنا بھیانک نہیں ہے۔ میں نے ستاروں سے آنے والے وقت میں انسان کی حیثیت کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"کیا جواب ملا؟"

"اس مخلوق کے مزاج میں وحشت ہے، اور یہ وحشت کبھی دور نہ ہو گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد کم ہو جائے۔"

"گویا آگے کا انسان بھی اتنا ہی وحشی ہو گا۔"

"ہاں۔"

"اور تہذیب اسے کچھ نہ دے گی۔"

"بہت کچھ دے گی۔ لیکن اس کی فطرت کو نہ بدل سکے گی۔ اور ایک ہر شخص چنگیز خان ہو گا اور مختلف طریقوں سے مظاہرے کرے گا۔"

"بڑی خوفناک بات ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ سلانوس پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"لیکن میرے دوست! اس دور کی تلاش میں زیادہ مشکل پیش آئے گی۔ میرا دانش کدہ تفصیل کائنات ہے۔ اس میں ہر پہلو اور ہے، اسے تلاش کرنا ہو گا بس۔ ہم اس دور کو بھی دیکھیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری دنیا تحت الثریٰ کے ساکت ماحول سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔ میں اس سے سخت خوفزدہ ہوں۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے سلانوس۔ ویسے مجھے ایک دلچسپ مشغلہ مل گیا ہے۔"

"ہاں میں تمہاری طرح انوکھی فطرت کا مالک نہیں ہوں ورنہ میں بھی اس صفت آدمی کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ بلاشبہ اس کی قربت بہت سی دلچسپیوں کا باعث ہو گی۔"

"بہت زیادہ دلچسپ بھی نہیں ہے سلانوس۔ بعض اوقات اپنی فطرت کو اس طرح مارنا پڑتا ہے کہ ذہن و دل اذیت کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔"

"کیوں؟"

"بس تم خود غور کرو۔ تمہارے سامنے کوئی ایسی صورتِ حال آ جائے جو تمہارے لئے ناقابلِ قبول ہو، اور اس ناقابلِ قبول کو قبول نہ کرنے پر تم قادر ہو لیکن تمہیں قبول کرنا پڑے اپنی فطرت و طبیعت کے خلاف تو کیا تم خوشی سے وہ وقت گزار لو گے؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"لیکن چنگیز خان کی فطرت کا تجزیہ کرنے کے لئے تمہیں وہ سب کچھ برداشت کرنا ہو گا۔"

"ہاں، لیکن ایک حد تک۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ ہم بعض اوقات اپنے شوق کی تکمیل کی خاطر ایسے کام بھی سرانجام دے لیتے ہیں جو ہماری فطرت کے خلاف.... ہوتے ہیں لیکن اگر اس شوق کی تکمیل میں ضمیر مر جائے اور شخصیت کچل جائے تو اس شوق پر لعنت بھی بھیجی جا سکتی ہے۔"

"اوہ سلانوس تم نے عجیب بات کہی ہے۔"

"کیوں؟"

"اگر میں تمہاری اس بات کو روشنی بنا لوں تو ہمیں ہر وقت کسی ایسے اقدام کے لئے تیار رہنا ہو گا کہ ہم اس ماحول کو چھوڑ دیں۔"

"ایسی کوئی ضرورت پیش آ سکتی ہے کیا؟"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"وہی تو میں تمہیں سنانے جا رہا تھا۔"

"تو سناؤ۔"

اور پھر میں نے سلانوس کو.... بدخشاں کے بارے میں ساری تفصیل سمجھا دی۔ سلانوس کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار تھے اور پوری کہانی سننے کے بعد اس نے بڑے پرمسرت انداز میں گردن ہلائی۔

"یہ ہوئی نا بات، یعنی ایسی کہانی جو بڑی دلکش ہے اور بڑی

روحانیت رکھتی ہے لیکن اس کا ایک پہلو افسوسناک بھی ہے۔"

"کونسا پہلو؟"

"یہی کہ وہ لڑکی مرت کو گلے لگانے پر تیار ہے اور وہ چاہتی ہے کہ اس کا محبوب بھی اس کے ساتھ ہی مر جائے تاکہ دونوں کو ایک دوسرے کے انتظار کی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑے، اور وہ جان دینے والے محبوب اور محبوباؤں کی طرح مل جائیں۔"

"ہاں لیکن ہم اس افسوسناک پہلو کو ایک خوشگوار تاثر میں بدل دیں گے۔"

"تمہارا کیا ارادہ ہے یوزنا؟" سلانوس نے سوال کیا۔

"اتفاق کی بات ہے کہ چنگیز خان نے اس لڑکی کو میرے حوالے کر دیا ہے۔ میں اسے ایک خیمے میں چھوڑ آیا ہوں۔ اور میں نے اسے اطمینان دلایا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اور کوشش کی جائے گی کہ اس کا گلبر اسے مل جائے اور سلانوس یہاں میں تھوڑا سا ایثار بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"یعنی میں چنگیز خان کو شکست دینے کے لئے... اس نوجوان سے جنگ کروں گا۔"

"گلبر سے؟"

"ہاں میں کوشش کروں گا کہ چنگیز خان مجھے اس سے مقابلے کے لئے بھیجے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے، تم ایک مظلوم لڑکی کا ساتھ دے رہے ہو۔"

"ہاں سلانوس! چنگیز خان میری قوت کے بہت سے کارنامے سن چکا ہے اور مجھ سے متاثر بھی ہے۔ وہ اس لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے ممکن ہے میری خدمات حاصل کرے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں خود اس سے بات کروں گا کہ مجھے گلبر سے مقابلے کے لئے بھیجا جائے۔

اور جب میں گلبر سے مقابلہ کروں گا تو اس سے شکست کھا جاؤں گا۔ اور اس کے بعد چنگیز خان کو اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا لیکن اگر وہ اپنے وعدے سے منحرف ہوگا تو پھر شاید مستقبل کے ایک ایسے آدمی کا خاتمہ میں ہی کر دوں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ مستقبل میں میرا کردار کون ادا کرے گا لیکن وہ لڑکی اپنے محبوب کے ساتھ جائے گی، یہ میرا فیصلہ ہے۔"

سلانوس بغور مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، یوں لگتا ہے جیسے حالات اب یہاں سے ہمارا آب و دانا اٹھا چکے ہیں۔"

"ہرج بھی کیا ہے؟" میں نے جواب دیا اور پھر میں اور سلانوس آرام کرنے لیٹ گئے۔

ہرات کی فتح کے بعد چنگیز خان کا آئندہ ارادہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا۔ شاید اس کے مشیر بھی نہیں جانتے تھے کہ آئندہ وہ کیا ارادہ رکھتا ہے۔ آج کل وہ آرام کر رہا تھا۔ ہاں اس کے علاوہ کچھ کام ابھی کر رہا تھا، یعنی یہاں ایک مخصوص نظام کا قیام جو اس کی سمجھ کے مطابق تھا۔ اس کے علاوہ سرکشوں کی تلاش اور ان کا قتل بھی چنگیز خان کا محبوب مشغلہ تھا۔

دوسرے دن جب چنگیز خان دربار عام میں پہنچا تو میں بھی حسب معمول اس کے ساتھ تھا۔ بہت سے فیصلے تھے جو چنگیز خان کو کرنے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ رات کے واقعے کو بھول چکا ہو، لیکن یکایک اسے وہ واقعہ یاد آگیا۔

"ازرق خان!" اس نے مجھے آواز دی۔

"آقا!" میں غلاموں کے سے انداز میں جھک گیا۔

"رات میں نے بدخشاں نامی ایک لڑکی تمہاری حفاظت میں دی تھی؟"

"ہاں آقا، وہ محفوظ ہے۔"

"اپنے آدمیوں کو حکم دو، وہ اسے یہاں لے آئیں۔" اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت دوسرے لوگوں کو دے دی۔ تب اس نے ہیبت خان کو آواز دی اور ہیبت خان اس کے سامنے جھک گیا۔ چنگیز خان آہستہ آہستہ اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ تب ہیبت خان نے ایک اور آدمی کو ہدایات جاری کر دیں۔

میں سمجھ گیا کہ بے چارے گلبر کو طلب کیا گیا ہے گویا اب وہ خونی ڈرامہ شروع ہونے جا رہا تھا جس کا انجام نہ جانے کیا ہو۔

بدخشاں کو دربار میں لایا گیا تو تمام لوگوں کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت ابھر آئی۔ وہ تحسین سے اسے دیکھ رہے تھے۔ لڑکی کو ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ اور چنگیز خان اسے استہزائیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

لیکن وہ اس وقت تک خاموش ہی رہا جب تک سپاہی قیدیوں میں سے ایک شیر دل اور توانا نوجوان کو زنجیروں میں جکڑ کر نہ لے آئے۔ بلاشبہ نوجوان بے حد خوبصورت تھا اور اس کی آنکھوں سے جلال ٹپکتا تھا۔ زنجیروں میں جکڑا ہوا بھی وہ شیر ہی معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اسے میرے مقابل لاؤ۔" چنگیز خان کی پُرجبروت آواز ابھری اور نوجوان کو اس کے مقابل لے جایا گیا۔

"تمہارا نام گلبر ہے؟"

"ہاں!" نوجوان نے بے خوفی سے کہا۔

"اس لڑکی کو پہچانتے ہو؟"

"وہ میری زندگی کا دوسرا حصہ ہے۔"

"یعنی تمہاری محبوبہ ہے؟"

"ہاں!"

"لیکن تم کیسے عاشق ہو کہ تمہاری محبوبہ میری خلوت میں پہنچ گئی۔" چنگیز خان نے مسکراتے ہوئے طنز کیا۔

"اگر وہ ایک قیدی کی حیثیت سے تمہاری خلوت میں پہنچ بھی گئی چنگیز خان! تو مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری بانہوں تک نہیں پہنچی ہوگی۔"

نوجوان کے لہجے کے اعتماد پر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں نے چنگیز خان کے چہرے کی طرف دیکھا لیکن وہ چہرہ پتھر کی طرح بے جان تھا۔ چنگیز خان پر اس اعتماد اور محبت کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا۔ بلاشبہ وہ درندہ صفت آدمی اس قسم کی حسیات سے عاری تھا۔

البتہ چند ساعت کے بعد اس کی گونجدار آواز ابھری۔

"کیوں تمہارا کیا خیال ہے، کیا چنگیز خان کے بازو کمزور ہیں۔ کیا چنگیز خان کی ہیبت اتنی معمولی ہے کہ ایک کمزور سی لڑکی اس کے بازوؤں تک نہ پہنچ سکے؟"

"یہ بات نہیں خاقان اعظم! بلکہ یہ میری محبت کا اعتماد ہے اور اگر یہ اعتماد ٹوٹ چکا ہے تو مجھے بتاؤ تاکہ میں اپنے ہاتھوں سے خودکشی کر لوں۔ اعتماد کی موت زندگی کا اختتام ہوتی ہے۔"

تب چنگیز خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"اگر ہم چاہتے تو نوجوان اعتماد کے اس شیشے کی کرچی کرچی کر دیتے۔ ہمیں کوئی روک نہیں سکتا تھا، کیونکہ ہم قوت رکھتے ہیں۔ اس لڑکی پر حاوی ہونا ہمارے لئے مشکل نہیں تھا۔ لیکن اس لڑکی نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے جس نے ہماری انا جگا دی۔ اس نے کہا کہ اس کا محبوب شیروں سے جنگ کرتا ہے۔ اسے ہمارا کوئی سپاہی زیر نہیں کر سکتا اور اگر وہ قیدی بنا ہے تو بے شمار لوگوں کو قتل کرنے کے بعد۔ نوجوان کیا تمہاری پشت پر زخم کا کوئی نشان ہے؟"

گلبر نے مسکراتے ہوئے اپنا اوپری لباس اتار دیا اور بے شمار نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئیں۔ اس کی پشت صاف تھی جبکہ سینے پر بہت سے زخموں کے نشان تھے۔

چنگیز خان ایک لمحے کے لئے خاموش رہا۔ اس کے بعد مسکرایا اور بولا۔

"اس حسینہ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کے محبوب کی پشت پر کوئی نشان ہوا تو وہ سر عام ہمارے ہونٹوں کو چومے گی۔ لیکن یہاں وہ جیت گئی۔ ہاں کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ اس دیوانی لڑکی کے لئے کیا تم بھی اسی انداز میں جان کی بازی لگانا پسند کرو گے۔ سنو نوجوان یہ بھی ممکن ہے کہ ہم تمہاری خطا بخش دیں اور تمہیں ہرات میں ہی کوئی جاگیر دے دیں۔ لیکن اس کے لئے تمہیں اس لڑکی کو اپنے ہاتھوں سے ہماری خلوت میں پہنچانا ہوگا۔"

"خاقان اعظم بھرے دربار میں میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو تمہاری شان میں گستاخی ہو لیکن خاقان اعظم تمہیں بھی اس کا حق نہیں پہنچتا کہ میری محبت کی شان میں گستاخی کرو۔ اپنی تلوار نکالو اور میری گردن میرے شانوں سے جدا کر دو۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ کرو ورنہ......" نوجوان کا بدن لرزنے لگا۔ اس کی آنکھیں خون آلود ہو گئی تھیں، تب چنگیز خان نے ہیبت خان کی طرف دیکھا اور بولا۔

"ہیبت خان! اس لڑکی نے کہا ہے کہ اگر ہمارا کوئی بھی سپاہی اس کے محبوب کو شکست دے دے تو وہ بخوشی ہمارے بازوؤں میں آجائے گی لیکن اگر اس کے محبوب نے فتح حاصل کر لی تو ہم اسے اس کے حوالے کر دیں۔ تم ایسے آدمی کا انتخاب کرو جو اس سے جنگ کرے اور لڑکی کے اس دعوے کو باطل کر دے۔"

"اس کے لئے شیر دل ازرق خان مناسب نہیں ہے کیا؟" ہیبت خان نے جواب دیا اور چنگیز خان کی نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں۔

"ہاں ازرق خان۔ خوب خوب۔ بہت اچھا احساس دلایا تم نے ہیبت خان۔ بلاشبہ چنگیز خان کا قابل اعتماد دوست، وہ جو قابل بھروسہ ہے چنگیز خان کے دشمن کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔" چنگیز خان نے کہا اور میری جانب دیکھنے لگا۔ میں نے آہستہ سے گردن ہلا دی تھی۔

"خاقان اعظم کے حکم کی تعمیل کے لئے میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اور چنگیز خان نے ہیبت خان کو ہدایت کی کہ دونوں جوانوں کو تلواریں دی جائیں۔

سو ہم مقابل آ گئے ایک دوسرے کے۔ اور مقابل آنے سے پہلے میں نے بدخشاں کی جانب دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔ بدخشاں کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ حیرت سے دیوانی ہو رہی تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ گویا وہی شخص اس کے محبوب کا مقابل نکلا جو بظاہر اس کا ہمدرد تھا۔ اور اس کا نتیجہ نہ جانے کیا نکلے۔

چنگیز خان کے حکم پر ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔ شیروں کی طرح دھاڑنے والے نوجوان گلبر کے جسم کی تمام بندشیں کاٹ دی گئی تھیں۔ گو وہ زخمی تھا لیکن اس کے چہرے سے توانائی اور متانت کا اظہار ہوتا تھا۔

درباری دور ہٹ گئے تھے اور ہم دونوں ایک دوسرے

کو خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ نوجوان سے میں بہت متاثر تھا، چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

"تیرے وار میں کوئی کمزوری نہیں ہونی چاہیئے جوان تیری محبت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔"

"ہم لوگ عزت کے لئے مرنا جانتے ہیں۔ تو جو کوئی بھی ہے مجھے افسوس ہے تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔ لیکن بہرحال تو میرے دشمن کی فوج کا سپاہی ہے۔"

"مجھے تیرے ہاتھوں مر کر خوشی ہوگی نوجوان۔ چل وار کر۔" میں نے کہا اور بلاشبہ بڑا بھرپور وار تھا۔ میں نے اسے اپنی تلوار پر روکا اور ایک بہت ہی بے جان وار اس پر کیا۔ گلبر نے پھرتی سے جگہ بدل کر وار روکا اور فوراً ہی دوسرا وار کر دیا اس کے بعد وہ پے در پے وار کرنے لگا۔ میں نے ایسا اظہار کیا جیسے مجھے حملہ کرنے کا موقع ہی نہ مل رہا ہو۔

پھر ایک بار میں نے تلوار اس انداز میں ٹیڑھی کی کہ میری تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوگئی۔ درباریوں کے منہ سے آفرین کی صدا نکل گئی تھی۔ گلبر نے تلوار میرے سینے پر رکھ دی۔ چنگیز خان کا چہرہ غضبناک ہوگیا تھا۔

"ہمارا خیال ہے کہ ارزق خان کی تلوار کا ٹوٹ جانا محض اتفاق ہے، اسے دوسری تلوار دی جائے۔"

"نہیں۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ اس کے بازوؤں میں فولاد بھرا ہوا ہے۔" میں نے گردن جھکا کر کہا، اور بدخشاں کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ روشنی پھیلا رہا تھا۔ اور وہ خوشی سے دیوانی ہورہی تھی۔

"گویا تم اب مقابلہ نہیں کروگے؟"

"میں اس سے نہ جیت سکوں گا۔" میں نے بزدلی سے کہا، اور چنگیز خان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ دیر تک وہ بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلائی۔

"ہرات کے نوجوان! ہم تیری فتح تسلیم کرتے ہیں۔ اپنی محبوبہ کے نزدیک پہنچ اور اسے لے کر یہاں سے چلا جا۔" اس کی آواز کی گرج سے پورا دربار گونج رہا تھا۔ نوجوان نے بدخشاں کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اور پھر اس نے حسینہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ شاید یہ چنگیز خان کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ اس کی پسندیدہ چیز کوئی اور لئے جا رہا تھا۔ لیکن بہرحال یہ اس کی خوبی تھی کہ اس نے عہد پورا کیا تھا۔

چنگیز خان فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور باقی کام اس نے چھوڑ دیئے تھے۔ اس سے اس کی ناراضگی اور بے چینی کا اظہار ہوتا تھا میں نے مسکراتے ہوئے سلانوس کی طرف دیکھا۔ سلانوس کی آنکھوں میں پیار تھا۔

لیکن دوسرے لمحے میرے بدن کے گرد بے شمار زنجیریں کس دی گئیں۔ میں حیرانی کے اظہار کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ سلانوس نے بے چینی سے مجھے دیکھا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

مجھے قیدیوں کی طرح لے جایا گیا اور ایک خیمے میں قید کرکے سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ بہرحال کئی گھنٹے مجھے قید رہنا پڑا۔ پھر غضبناک لوگ مجھے لے کر چنگیز خان کے خیمے کی طرف چل پڑے۔

اور پھر مجھے چنگیز خان کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

خاقان اعظم کی آنکھوں سے قہر و جلال ٹپک رہا تھا۔ اس نے نفرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کرخت لہجے میں بولا۔

"اس کے ساتھی کو لاؤ۔"

اور چند ساعت کے بعد سلانوس کو لے آیا گیا۔

"اے رحمدل..... اور اے نمک حرام شخص! تیرے نزدیک ایک حسین عورت چنگیز خان سے زیادہ حیثیت کس طرح اختیار کر گئی۔ اور جبکہ تو خود اس کا طالب نہیں تھا۔"

"میں عتاب کی وجہ جاننا چاہتا ہوں خاقانِ اعظم۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔

"تو نے جان بوجھ کر گلبر سے شکست کھائی، کیا یہ غلط ہے۔"

"نہیں۔"

"تو اسے بہ آسانی شکست دے سکتا تھا۔"

"ہاں، یہ حقیقت ہے۔"

"تو پھر تو نے غداری کیوں کی؟"

"خاقانِ اعظم، تفصیل بہت لمبی ہے اور تمہارے چھوٹے ذہن میں یہ ساری باتیں نہیں آسکتیں۔ تم نے ہمیشہ فتح حاصل کی ہے یا کبھی شکست کا بھی مزہ چکھا ہے؟"

"گستاخ خاموش رہو۔ خاقانِ اعظم کے سامنے یہ جرأت؟" ہیبت خان دھاڑا۔

"اسے بولنے دو ہیبت خان، موت اس کے قریب ہے۔"

"شکریہ چنگیز خان۔ میں نے اس لڑکی کی اور تیری گفتگو سنی اگر تو فراخ دل ہوتا تو اسے رہا کر دیتا۔ لیکن تو نے تنگدلی کا مظاہرہ کیا اس لئے میں نے سوچا کہ تجھے شکست کا مزہ بھی چکھایا جائے۔ جو میں نے ایسا ہی کیا۔"

"تو نے یہ بھی سوچا کہ اس کے نتیجے میں تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟"

"میں نے کہا نا چنگیز خان۔ ممکن ہے تو فاتح اعظم ہو، اور آنے والی تاریخ تیرے کارناموں سے بھری ہوئی ہو۔ لیکن اس چھوٹے واقعے کو تاریخ میں جگہ نہ دینا کیونکہ تو اس کی توجیہہ نہ تلاش کر سکے گا۔"

"گستاخ شخص۔" ہیبت خان پھر دھاڑا۔

"نہیں ہیبت خان، چنگیز خان تمہارا آقا ہے۔ میرے سامنے اس کی حیثیت ایک احمق دیوانے کی سی ہے، ان زنجیروں میں جکڑ کر تم نے غلط تصور قائم کر لیا ہے میرے بارے میں۔" میں نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے بدن پھیلایا۔ زنجیریں تڑاخ کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔

وہاں موجود تمام لوگوں نے تلواریں نکال لیں۔ وہ سب ایک اشارے کے منتظر تھے۔

"ٹھہرو۔" سلانوس آگے بڑھ آیا۔ "اسے تم لوگ قتل نہ کر سکو گے میں اس کی موت کا راز جانتا ہوں۔" اس نے کہا اور پیش قبض سے خنجر نکال لیا۔

"اس گستاخ شخص کی گردن اتار کر ہمارے قدموں میں ڈال دو۔" چنگیز خان نے کہا اور سلانوس میری طرف بڑھا۔

"کیا تم نے ستاروں کا رخ دیکھ لیا ہے سلانوس؟"

"ہاں۔ مگر خاموش رہو۔"

"میں تنہا چنگیز خان کی فوجوں کو تہہ تیغ کر سکتا ہوں سلانوس۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس میں وقت بہت لگے گا۔" میں نے ہنس کر کہا اور سلانوس نے بوکھلا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا...... پھر اس نے زاویے درست کئے اور دوسرے لمحے ہمارے سامنے دھواں پھیل گیا۔ ہم حال میں لوٹ آئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے دانش کدے میں کھڑے تھے۔ سلانوس نے خنجر پھینک دیا اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"کیوں سلانوس کیا تھکن محسوس کر رہے ہو؟"

"اور تم کہہ رہے تھے کہ ماضی میں ایسے بے شمار بھیانک کردار پیدا ہو چکے ہیں۔"

"ہاں، یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔"

"اس کے باوجود نسلِ انسانی موجود ہے۔"

"کائنات بے حد وسیع ہے سلانوس۔ لیکن مستقبل کے اس سفر نے مجھے زیادہ متاثر نہیں کیا۔ میں ذرا دور کے ماحول میں سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

"سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے پہلے ہی نظارے نے خوفزدہ کر دیا ہے۔ اور یہ ستاروں ہے۔ انسانی فطرت کے ز بدلنے کی کہانی سنا رہے ہیں۔"

"اس کے باوجود وہ کہانی ہمارے لئے اجنبی ہوگی۔ میں ذہنی تھکن دور کرنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے تم جلد از جلد ایک اور سفر کی تیاریاں کرو۔" میں نے کہا اور سلانوس گردن ہلانے لگا۔

اور اس بار بوڑھے سلانوس نے فیصلہ کیا تھا کہ اس صدی سے کتنی صدی آگے کے دور میں جائیگا خواہ اس کے لئے مخصوص زاویوں کی تلاش ہی کیوں نہ کرنی پڑے

"ستاروں کی نشاندہی کے مطابق ایک دور ایسا بھی ہوگا جب انسان کل پرزوں میں بدل جائیگا۔ اس کے افعال اور عمل لوہے کے غلام ہوں گے یہاں تک کہ اس کا ذہن بھی لوہے کا تابع ہوگا۔"

"لوہے کا ذہن؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں! نہ جانے ستاروں کی کہانی کیا ہے۔ انہوں نے اسی دور کی نشاندہی کی ہے۔ اور کاس تمہارا کیا خیال ہے۔، کیا انسان کی یہ جدید ترین نسل دلکش نہ ہوگی؟"

"بلاشبہ"

"تو کیوں نہ ہم کچھ وقت اس کی تلاش میں صرف کریں"۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

"ہمیں انتظار کی کوفت برداشت کرنا ہوگی"

"تمہاری حسین دنیا کی کئی بار تعریف کر چکا ہوں۔ میں یہاں رہ کر ذرا بھی کوفت نہیں محسوس کرتا۔"

"صرف اس لئے کہ تم علم دوست ہو۔ یہاں کے ماحول سے جس طرح چاہو لطف اندوز ہو۔ میں مصروف ہوتے جاتا ہوں"۔

"بالکل ٹھیک۔ تم بے فکری سے اپنا کام کرو"۔ میں نے کہا اور سلانوس سر ہلا کر چلا گیا۔ لیکن میں تنہائی میں اس کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ لوہے کے غلام۔ انسان کس طرح لوہے کا غلام ہو سکتا ہے۔ اس کا ذہن فولادی کیوں کر ہو سکتا ہے۔

تعجب کی بات نہیں تھی گذرے ہوئے ادوار محبت کے ادوار ہوتے تھے۔ اس وقت جب انسان غاروں میں رہتا تھا۔ پتھروں سے شکار کرتا تھا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک دن وہ اتنی آسائشیں مہیا کرے گا۔ ایک دن وہ ایک ایسا نظامِ حیات تیار کرے گا کہ خود اُسے اس پر تعجب ہوگا۔

اگر ان تمام باتوں کو مدِ نظر رکھا جاتا تو یہ سوچ کر حیرت نہیں ہونی چاہیئے تھی کہ کچھ عرصے کے بعد انسان اپنے ذہن کو فولادی ذہن میں بدل دے گا۔ یا پھر ستاروں کے استعارات ممکن ہے، بوڑھے سلانوس کی سمجھ میں نہ آئے ہوں اور دفعتاً میرے ذہن میں یہ خیال اُبھرا کہ ستارے تو یہاں بھی ہوتے ہیں۔

تحت الثریٰ کا موسم اور ماحول اگر یکساں ہے تو وہ چاند ستاروں کے اثر سے محفوظ نہیں ہے لیکن یہاں اس قسم کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ذہن کی گرہیں اُلجھی ہوئی تھیں۔ کچھ بھی ہو بوڑھا سلانوس ایک باعلم شخص تھا اور اس کی علمیت اور ذہانت کا میں معترف تھا۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ ستاروں کے استعارات کے بارے میں بوڑھے سلانوس کی بات کا مجھے یقین نہیں آیا تھا۔

چنانچہ بوڑھے سلانوس نے مجھے جو کچھ بتایا اگر میں خود بھی ستاروں سے اس بارے میں معلوم کرتا تو اس سے زیادہ واضح اور زیادہ بہتر طور پر معلوم کر سکتا تھا۔ اور یوں بھی مجھے یہاں کوئی کام نہیں تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ سلانوس کی ساری دُنیا میری دیکھی بھالی تھی۔ گو اس عجائب خانے میں اُس نے ایسے ایسے موتی سجا رکھے تھے کہ دیکھ کر سخت تعجب ہوتا تھا لیکن میں اب ان سب سے اس طرح واقف ہو گیا تھا جیسے بوڑھا سلانوس واقف تھا۔

بوڑھے سلانوس کی حیرت انگیز کائنات میرے لئے بے حد دلچسپ اور دل کش تھی، لیکن اس دلچسپی یا دل کشی میں اور کوئی ندرت نہیں تھی۔ سلانوس میرے سلسلے میں الجھ گیا تھا اور اپنی دنیا کو تقریباً فراموش کر چکا تھا اور ہم دونوں ماضی اور مستقبل کے سفر کے چکر میں پھنسے ہوتے تھے۔ بلکہ دیکھا جائے تو بوڑھا سلانوس بھی میری صحبت میں خراب ہو گیا تھا۔

میں یہ سوچ کر چھت کے نیچے سے نکل آیا کہ کھلے آسمان کے نیچے ستاروں کا ہمراز بن سکوں اور میرے دوست ستارے شناسا نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ وجہ یہ تھی کہ میں بہت عرصے کے بعد اُن کی دنیا میں واپس آیا تھا۔

سو میں نے تلاش کیا اپنے دوستوں کو اور ان سے کہا کہ وہ اس طویل عرصے کی جدائی پر مجھے معاف کر دیں، میں ایک بار پھر اُن کے درمیان ہوں۔

اور بلاشبہ پروفیسر ستارے مخلص ہوتے ہیں۔ وہ کبھی فریب سے کام نہیں لیتے اور اُن کی راہنمائی میں انسان صحیح راستے متعین کر سکتا ہے۔ گذری ہوئی باتوں کے متعلق ہماری گفتگو دیر تک ہوتی۔ میں نے پوچھا کہ میں جاننا چاہتا ہوں اس دور کے بارے میں جسے آہنی دور کہا جا سکتا ہے اور یہ الفاظ میں نے بوڑھے مدبر سلانوس کے الفاظ کی روشنی میں کہے تھے۔

ستاروں نے رہنمائی کی میری اس دور کی جانب۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔

ہاں یہ ایک استعارہ ہے کہ انسان لوہے کا غلام ہوگا اور خود اس کا ذہن آہنی۔ لیکن حقیقتِ حال اس سے مختلف ہوگی۔ انسان کی جسمانی نشو و نما میں نہ تو کبھی کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ کبھی ہوگی ہاں وہ ذہن جو بیشمار خلیوں پر مشتمل ہے اور جو انسان کو روزِ اول سے بخشا گیا ہے نت نئی ایجادات کرنے کا ماہر ہے بشرطیکہ وہ خود کو تلاش کرے سو اس دور کا انسان لوہے کو اپنی زندگی سے اس قدر قریب کرلے گا کہ پھر وہ لوہے ہی کا تابع ہو کر رہ جائے گا۔ اس کی

زندگی کی بیشمار حرکات فولادی مشینوں کی تابع ہونگی جو کبھی پتھر پھینکنے کے کام آئیں گی اور کبھی سمندر کا پانی نکالنے کے۔ ایسی مشینوں کا دور ہوگا جو خود کار ہوں گی اور انسان ان کے سامنے بالکل مجبور ہو جائیگا

میں نے سُنا اپنے دوستوں سے یہ حیرت انگیز بات سُنی اور بلاشبہ پروفیسر میرے ذہن میں ایک عجیب سی روشنی جل اُٹھی۔

میں نے اپنی اس طلب کو شدت سے محسوس کیا اور میں نے اسی انداز میں جیسا کہ سلانوس نے سوچا تھا سوچا۔

میں اس بوڑھے سے متفق ہو گیا اور اب اُسے موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ جلد سے جلد اس دُنیا میں چلنے کے لئے نئے زاویے تلاش کرے۔ اور بلاشبہ اس دور کا سفر بے حد خوش گوار ہوگا۔

چنانچہ میں انتظار کرتا رہا، ستاروں سے ایک طویل ملاقات کے بعد میں واپس آگیا اور بوڑھے سلانوس کی آرام گاہ میں آرام کرنے لگا۔ یہاں ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان موجود تھے۔

ایک دن بوڑھے سلانوس نے کہا "آہا۔ میرے دوست تم موجود ہو، یقین کرو، میں تمہیں ایسی دلچسپ بات بتانے آیا ہوں کہ تم سُن کر حیران رہ جاؤ گے بلکہ خوشی سے اچھل پڑو گے"۔ بوڑھے نے مسرت بھری چہکار میں کہا اور میں اپنے اس دلچسپ بوڑھے دوست کو دیکھنے لگا۔

وہ بولا "میں نے ایسا زاویہ تلاش کر لیا ہے جس سے ہم مستقبل میں چھلانگ لگا سکتے ہیں اور بلاشبہ اس دور میں جا سکتے ہیں جہاں مشینیں انسان کی زندگی پر حاوی ہیں"۔ بوڑھے سلانوس نے کہا۔

"اوہ۔ تم یہ نام اس طرح لے رہے ہو سلانوس کہ تم نے اس دور کی کوئی جھلک دیکھی ہے"۔

"ہاں صرف ایک جھلک اور اُسے دیکھ کر آنکھیں بند کرلی تھیں"۔ سلانوس نے جواب دیا۔

"کیوں؟" میں نے پوچھا

"کیونکہ میں بے ایمانی نہیں کر سکتا تھا"۔

"بے ایمانی"۔

"ہاں وہ دور بیحد دلکش ہے کم از کم تصوراتی طور پر۔ ممکن ہے اس دور میں بھی کچھ خامیاں ہوں مگر میرے دوست۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں تمہارے بغیر اس کے بارے میں زیادہ تفصیل جانتا"۔

اوہ میرے دوست سلانوس"۔

"میں تمہاری رفاقت کو بہت عظیم سمجھتا ہوں"۔

"میں بھی تمہاری عظمت کا قائل ہوں"۔

"پھر کیا خیال ہے؟"

"وہی جو میرے دوست کا خیال ہے"۔

"جب ہم نے طویل کاوش کے بعد مستقبل کا یہ مشینی زاویہ تلاش کر لیا ہے تو پھر اس دور میں جانے میں دیر کیوں کی جائے"۔

"بیشک لیکن سلانوس"۔

"ہاں ہاں، بے جھجک کہو"۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے، بس سوچ رہا تھا کہ وہ دور ہمارے لیے قطعی اجنبی ہوگا"۔

"ہاں خاص طور پر میرے لئے"

"میرے لئے بھی۔ حالانکہ جب بھی میں نے کسی نئے دور میں قدم رکھا تو میرے ذہن پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ ظاہر ہے ہر نیا دور پہلے دور سے مختلف ہوتا ہے اور میں اس مختلف دور کا عادی ہوتا ہوں، لیکن ہم جس دور میں جا رہے ہیں وہ تدریج نہیں ہے"۔

"تدریج سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو سلانوس۔ ہر دور کے بعد دوسرے دور میں اتنا طویل فاصلہ نہیں ہوتا کہ انسان کی سوچ یکسر بدل جائے اس میں پچھلے دور کی سوچ کی اکثر جھلکیاں مل جاتی ہیں لیکن اُس وقت کے انسان میں کافی تبدیلیاں آچکی ہوں گی"۔ میں نے کہا۔

"ہاں تمہاری سوچ بجا ہے لیکن اس کے لئے ایک ترکیب کی جا سکتی ہے"۔

"کیا؟"

"ہم اس دور میں داخل ہو کر فوری طور پر کسی عمل میں حصّہ نہیں لیں گے"۔

"اوہ" میں نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ ظاہر ہے ہم اپنی اصل حیثیت میں ہوں گے۔ ہمیں چند بنیادی ضرورتوں کے سوا اور کوئی ضرورت تو ہوگی نہیں۔ اس حالت میں ہم صرف مشاہدہ کریں گے اور پہلے اس دور اس ماحول کو سمجھ لیں گے، اس کے بعد کوئی عمل کریں گے"۔

"مناسب خیال ہے"۔

"بس تو ٹھیک ہے۔ آؤ تیاریاں مکمل ہیں۔ میں اس زاویے کو معکوس کر آیا ہوں اور ایک شعاع اس پر منجمد کر دی ہے"۔

"آؤ" میں اس کے ساتھ چل دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک بار پھر اس کے دانش کدے میں پہنچ گئے جو ہمارے لئے ماضی اور مستقبل کی سواری تھا۔ اور اس کے ذریعہ ہم انوکھے سفر کرتے تھے۔

میں نے دیکھا ایک آئینہ ایک مخصوص انداز میں رکھا ہوا تھا اور اس کی شعاعوں کی روشنی سب کچھ بتا رہی تھی۔ گویا یہ ہمارے سفر کا زاویہ تھا۔

"پورنا کیا تم تیار ہو؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور نجانے کیوں مجھے اپنی آواز چھنی چھنی محسوس ہوئی۔ اس سے قبل میں نے کبھی ایسی کیفیت محسوس نہیں کی تھی۔ اس بار ایسا کیوں تھا۔ مگر میں نے اپنی کمزوری کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ سلانوس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ہم دونوں ایک ہی زاویے

سے کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ ہمارے چہروں پر سخت ہیجان تھا خاص طور سے سلانوس تو بہت ہی پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

دفعتاً ہمارے جسموں نے زاویئے کا اثر قبول کرنا شروع کر دیا ہمیں اپنے کانوں میں سائیں سائیں محسوس ہونے لگی اور ہمارے جسم مستقبل کی ہواؤں کی نذر ہو گئے۔ ہمیں ایک طویل سفر کرنا پڑا۔ اور کافی دیر تک ہم دونوں فضاؤں میں گم رہے۔ انوکھا سفر تھا پروفیسر اور بے حد دلچسپ۔

تب ہمارے حواس واپس آنے لگے۔ گویا ہم نے صدیوں کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ ہم بینائی کی واپسی کا انتظار کرنے لگے اور جب بینائی واپس آئی تو دل چاہا کہ دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ یہ منظر ذہن سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ یہ کیسا انسان تھا۔ کیا اُسے واقعی انسان کہا جا سکتا تھا۔

چاروں طرف انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن اس کے درمیان اور بھی بہت سی عجیب و غریب چیزیں تھیں۔ ایسی چیزیں جنھیں ہم کوئی نام نہیں دے سکتے تھے۔ کوئی نام ذہن میں بھی نہیں آ رہا تھا۔

"پورنا" سلانوس نے کسی قدر کپکپاتے ہوئے انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا بات ہے۔"

"کیا یہی انسان ہے؟"

"ہاں بالکل۔ لیکن کیا درحقیقت اس کے ذہن میں فولاد ہے؟"

"معلوم نہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ۔ یہ اس کی رہائش گاہ ہے" سلانوس نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے نگاہ دوڑائی۔ عمارت ہی تھی لیکن اتنی اوپر تک چلی گئی تھی کہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

"یوں لگتا ہے جیسے آج کا انسان آسمان سے رابطہ قائم کر چکا ہے۔"

"کیا ستارے بھی اس کے نزدیک آ گئے ہوں گے؟"

"تعجب کی کیا بات ہے" میں نے کہا۔ ہم دونوں جس جگہ کھڑے تھے وہ عجیب سی جگہ تھی۔ اتنی صاف شفاف کہ تعجب ہوتا تھا۔ چکنی اور ہموار۔ اور اس ہموار جگہ کے چاروں طرف عجیب عجیب جانور دوڑ رہے تھے۔"

دفعتاً ہمارے عقب میں ایک جانور غرّایا اور ہم دونوں چونک پڑے۔ ہم نے پلٹ کر دیکھا تو لوہے کا ایک خوبصورت جانور منہ کھولے بغیر غرّا رہا تھا اور اُس کے پیٹ میں دو انسان موجود تھے۔

"یہ۔ اس کے پیٹ میں کس طرح گھس گئے" سلانوس نے تعجب سے پوچھا۔

"اور زندہ بھی ہیں دونوں" میں نے اس سے زیادہ حیرت کا اظہار کیا

"مگر یہ جانور کیا ہے" سلانوس نے کہا لیکن دوسرے لمحے وہ جانور ان دونوں انسانوں کو لے کر تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ اس کی رفتار دیکھ کر چکر آتے تھے۔

"اس دور میں انسان اور جانور ایک ساتھ رہتے ہیں"

"ہاں سبھی چھوٹے بڑے۔ ارے ادھر تو دیکھو" اور جو کچھ ہم دیکھ رہے تھے اُسے دیکھ کر عقل خبط ہوئی جا رہی تھی۔ ایک بات جو سمجھ میں آتی تھی۔ یہاں انسانوں کو صرف پہچانا جا سکتا تھا۔

"کیا یہاں سے آگے بڑھیں" بالآخر سلانوس نے پوچھا

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا"

"اس قدر اُلجھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ ماحول تعجب خیز ہے۔ لیکن کس قدر دلکش ہے۔ ہمیں صدیوں آگے کے ذہین انسان کی صورت ملے گی۔ بہرحال اگر ان کے دماغ مشینی بھی ہیں تب بھی ان کا رکھ رکھاؤ وہی قدیم ہے۔"

"مثلاً" میں نے پوچھا۔

"اس کی سوچ، اس کا انداز" سلانوس نے کہا۔

"کیسے اندازہ لگایا تم نے"

"جسم پوشی کی کوشش"

"ہاں ان کے جسموں پر باقاعدہ لباس ہیں۔ لیکن یہ لباس پہلے سے کافی وزنی ہو گیا ہے اور اس کی تراش بھی مختلف ہے۔ یہ کچھ ضرورت سے زیادہ تنگ محسوس ہوتا ہے۔ مرد اور عورت اس لباس میں خوبصورت اور اچھے بھی لگتے ہیں۔

"بے شک اور یہ خوب صورت بھی کتنے ہیں" سلانوس نے کہا۔ ہم ایک ایک چیز پر تبصرہ کر رہے تھے۔ میں نے عورتوں کو دیکھا جن کی حرکات بے حد عجیب تھیں۔ ان کے لباس رنگین اور بھڑکدار تھے۔ گویا انسان کی خوش لباسی کی کوشش صدیوں کے بعد بھی جاری رہے گی۔ اور یہ پرانی تہذیب سے بہت زیادہ نئی تہذیب تھی۔

میں نے سلانوس سے کہا۔ "ایک سوال پیدا ہوتا ہے"

"کیا؟"

"اگر ان کے ذہن مشینی ہیں تو پھر ان کے سوچنے کا انداز کیوں نہیں بدلا۔"

"ہاں۔ ان کے لباس اور طرزِ رہائش سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ان کے جذبات بھی آہنی نہیں ہوں گے۔ یعنی سرد اور بے مقصد نہیں ہو سکتے۔ دیکھو وہ شخص ہنس رہا ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔ اور جنسی اعضا کی تحریک کا نتیجہ ہے۔"

"بالکل ٹھیک سلانوس۔"

"اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انسان جذبات سے عاری نہیں ہے۔"

"بالکل بالکل"۔

"گویا اس دَور کا انسان بہت زیادہ بدل گیا ہے اور اُس نے اپنی کاوشوں سے کچھ ایسی چیزوں کو جنم دیا ہے جو بہت ہی تعجب خیز اور سمجھ سے بالاتر ہیں لیکن ستاروں کے استعارے غلط نہیں ہوتے۔"

"بے شک۔ ارے۔ یہ۔ یہ تمام چیزیں۔ ارے" سلانوس نے جملہ درمیان سے ادھورا چھوڑ دیا۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ سورج چھپ رہا ہے اور تاریکی پھیلتی جا رہی ہے۔ لیکن اچانک جو کچھ ہوا تھا اُسے دیکھ کر ہم حیرت سے اُچھل پڑے۔ اس سے قبل بھی تاریکی میں روشنی جلانے کی کوشش صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ لیکن یہ روشنیاں عجیب سی تھیں۔

یہ نہ تو مشعلیں تھیں اور نہ ایسے الاؤ جن میں لکڑیاں جلتی ہیں یہ تو عجیب سی نقرئی اور سنہری روشنیاں تھیں جو اچانک ہی روشن ہو گئی تھیں۔ ایسی روشنیاں جگہ جگہ موجود تھیں اور جو تاریکی سورج کے چھپ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی وہ اس انداز میں ختم ہو گئی تھی جیسے سورج غروب ہی نہ ہوا ہو۔

ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور نئے انسانوں کا نیا شہر سورج کی کمی دور کر چکا تھا۔

اس نئے دَور کے حیرت کدے میں ہم کس کس چیز پر حیرت کا اظہار کرتے۔ یہاں تو ساری ہی چیزیں حیرت کا باعث تھیں۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ حیرت زدہ ہونے کے بجائے ایک ایسی جگہ تلاش کریں جو ہمارے قیام کے لئے موزوں ہو۔

سلانوس نے کہا "کیوں نہ اس سلسلے میں ہم یہاں کسی انسان سے رابطہ قائم کریں؟"

"میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"تم دیکھ رہے ہو ہم یہاں کتنی دیر سے کھڑے ہیں لیکن ہم نے کسی انسان کو کسی دُوسرے انسان کی جانب متوجہ ہوتے نہیں دیکھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دَور کے انسان کو ایک دوسرے سے زیادہ لگاؤ نہیں ہے اور نہ انہیں ہمیں دیکھ کر حیرت ہوئی ہے! مجھے تعجب ہے کہ انہیں اس بات سے دلچسپی کیوں نہیں ہے کہ دو ایسے انسان اُن کے سامنے کھڑے ہیں جو اُن میں سے معلوم نہیں ہوتے۔" میں نے کہا۔

"لیکن پورنا، کیا ہم ان جیسے لگتے ہیں؟"

"مختلف نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ ہم بہت قوی ہیں جبکہ یہ لوگ کافی کمزور ہو چکے ہیں یا پھر لباس کی بناوٹ ان سے مختلف ہے۔"

"ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"ان میں مختلف اقسام کے لوگ موجود ہیں۔ پستہ قامت، دراز قامت، موٹے، دبلے، پتلے، جیسے کہ ہر دور میں مختلف ہوتے رہے ہیں۔"

"ارے وہ دیکھو، اس شخص کا لباس کیا ہے، پورنا" سلانوس نے میری بات درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا، اور میں نے اس طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

"ہاں جس طرح ہم اُن کے بارے میں سوچ رہے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی ہمارے بارے میں سوچا ہو گا کہ ہم دو مختلف لباسوں والے لوگ ہیں۔"

"اوہ۔ یہ... یہ تو... یہ تو وہی جانور ہے" سلانوس اچانک بولا۔ اس جانور کی دونوں آنکھیں اس انداز سے چمک رہی تھیں جیسے کہ شہر کی روشنیاں آنکھوں کو چکا چوند کر رہی تھیں۔

"سلانوس، میرا خیال ہے یہ جانور نہیں ہے۔"

"پھر کیا ہے یہ؟"

"کوئی ایسی فولادی شے، جس میں جان نہیں ہوتی۔ یہ تو انسان ہی کی تخلیق معلوم ہوتی ہے۔"

"اوہ حیرت، سخت حیرت، گویا انسان نے لوہے کے جانور بھی بنا لئے ہیں۔ ایسے جانور جن میں زندگی نہیں ہوتی لیکن وہ انسان کے غلام ہوتے ہیں۔ اس کے تابع ہوتے ہیں۔"

"ہاں بالکل۔"

"اور یہ عمارتیں۔ افوہ۔ کتنی بلند و بالا عمارتیں ہیں۔ کیا اس کے بالائی حصّوں میں بھی انسان رہتے ہوں گے۔"

"ہاں۔ ان فلک بوس عمارتوں کی ترتیب بالکل نئی ہے ایسی عجیب تعمیر ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ شاید تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ پہلے بھی مکانوں میں ایسے بلند حصّے ہوا کرتے تھے لیکن اب انہیں بہت زیادہ بلند کر دیا گیا ہے۔"

"بالکل درست۔ گویا اس دَور کے انسان سمجھ سے بالاتر نہیں ہیں"

"ہاں" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور سلانوس بھی مسکرانے لگا۔

میں نے سلانوس کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ اس جدید نسل کو ہم بڑی دلچسپی سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ بہت سے لوگوں نے ہمیں بھی دیکھا جن میں سے کچھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی اور کچھ گردن دوسری جانب کر کے کچھ اور دیکھنے لگے۔ لیکن ہم آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک

کہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں بے شمار انسانوں کا جمِ غفیر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لوگ ایک عمارت کے اندر جانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ دوسرے لوگ انھیں دیکھ رہے تھے، اور کچھ بولتے بھی جا رہے تھے۔ میں ان کی آواز سننے لگا، اور پھر میرے ہونٹوں پر خوشی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سُن رہے ہو سلانوس؟"

"ہاں"

"سمجھ بھی رہے ہو؟"

"نہیں" سلانوس نے مایوسی سے کہا۔

"افسوس یہ صفت تمہارے اندر نہیں ہے اور اس سے تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے، میں کچھ وقت کے بعد ان کی زبان بھی سمجھ لوں گا۔ فی الحال تم مجھے سمجھاتے رہو" سلانوس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پھر انسانوں کا ایک ریلا عقب سے آیا اور ہم بلا ارادہ اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ روکنے والے خود اندر آ گئے تھے۔ نہ جانے وہ اندر آنے والوں کو کیوں روک رہے تھے۔ ہم بُری طرح پھنس گئے۔ میں خاص طور سے سلانوس کی حفاظت کر رہا تھا۔

بمشکل تمام ہم ایک ایسی مناسب جگہ پہنچے جہاں رش نہیں تھا

"پورنا۔ اب یہاں سے نکلو گے کس طرح؟"

"دیکھا جائے گا سلانوس۔ پہلے یہ دیکھو کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں"

"اوہ۔ وہ دیکھو۔ شاید وہ دربارِ عام ہے"۔ سلانوس نے ایک روشن جگہ کی طرف اشارہ کیا جو کافی بلند تھی۔ اس کے چاروں طرف رسے بندھے ہوئے تھے اور درمیان میں سپاٹ جگہ تھی۔

"ممکن ہے ان کا بادشاہ یہاں آنے والا ہو۔"

"ہاں ممکن ہے"۔ سلانوس ایک ٹھنڈی سانس لیکر بولا اور میں خاموشی سے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں کی گفتگو سننے لگا۔ میں ان کے بولنے کے انداز پر غور کر رہا تھا، اور اُن کا مفہوم بھی سمجھ رہا تھا۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں اُن کے انداز میں بول سکتا ہوں، اور یہ میری فطری صلاحیت تھی۔ تب میں نے سلانوس سے کہا۔

"ہم اپنے ارادے میں تھوڑی سی تبدیلی کریں گے سلانوس۔"

"کیا" سلانوس نے پوچھا۔

"پہلے ہم نے سوچا تھا کہ اُن سے دور رہیں گے اور پہلے ان کا مشاہدہ کریں گے۔"

"ہاں تو کیا اب تم اس میں کوئی تبدیلی کر رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"کیا تبدیلی کرو گے؟"

"ہم ان کے افعال میں عملی طور پر حصّہ تو نہیں لیں گے لیکن ان سے معلومات ضرور کریں گے۔"

"وہ کس طرح؟"

"میں ان کی زبان سمجھ اور بول سکتا ہوں" میں نے انکشاف کیا اور سلانوس حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"اتنی جلد۔" اس نے کہا۔

"ہاں، یہ میری خصوصی صلاحیت ہے۔ اگر میں ادوار کے انسانوں سے لاعلم رہتا تو خود کو ان میں ضم نہیں کر سکتا تھا۔"

"کاش تمہاری طرح میں بھی کچھ ایسی ہی خصوصیات کا حامل ہوتا۔" سلانوس نے حسرت سے کہا "ٹھیک ہے لیکن انہیں ہماری اصلیت کا اندازہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" میں نے کہا اور پھر میں نے ایک آدمی کو تاکا اور اُس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"ٹکٹ ہے بھائی، یہ دیکھو بغیر ٹکٹ نہیں ہوں" اس نے کہا اور جیب سے کوئی چیز نکال کر میری طرف بڑھا دی

"کیا کروں اس کا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاتھ تو ہٹا یار کندھا ٹوٹا جا رہا ہے، آخر بات کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پولیس والے ہو۔ میرا مطلب ہے، اسپیشل پولیس والے؟"

"نہیں" میں نے گردن ہلا دی۔ نہ تو میں پولیس کا مطلب سمجھا تھا، نہ اسپیشل کا۔

"پھر کیا پوچھ رہے ہو، پوچھو"۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے تم بغیر ٹکٹ ہو، کیوں ہونا۔"

"ہاں" میں نے بلاوجہ اقرار کر لیا۔

"سالے ٹھیک سے انتظام بھی نہیں کر سکے۔ تم ایسے ہی مُنہ اُٹھا کر گھس آئے ہو۔ کشتیاں ہو رہی ہیں بھائی۔ بڑے نامی گرامی پہلوانوں کی۔ ان میں جگا سنگھ بھی لڑے گا ایک جاپانی پہلوان سے۔ بڑی ٹکّے کی چوٹ ہے۔"

"کشتیاں ہو رہی ہیں"۔ میں خوشی سے بولا۔

"ہاں، بہت خوش ہو۔ مجھے تو تم بھی پہلوان معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں! میں بھی کشتی لڑنا چاہتا ہوں"

"ارے تو کیا مجھ سے لڑو گے۔ جاؤ نام لکھوا دو۔ آمدنی ہو جائے گی۔"

"کہاں نام لکھوا دوں؟" میں نے پوچھا۔ میرے ذہن میں وہی پرانی ترکیب آ گئی تھی یعنی کوئی انعام حاصل کر لوں اور پھر عمل شروع کر دوں۔

"وہ سامنے چلے جاؤ۔ کشتی کے منتظمین بیٹھے ہیں"۔ اس نے ایک طرف اشارہ کیا، اور میں نے اُس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"وہاں جا کر کیا کروں؟"

"کرسی میز سمیت اٹھا کر پھینک دینا سالوں کو، خود سمجھ جائیں گے کہ تم بھی پہلوان ہو"۔ اس نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ اتنا بے وقوف تو نہیں تھا، اندازہ ہو گیا کہ وہ شخص مجھے غلط بات بتا رہا ہے، پھر بھی میں اُس طرف بڑھ گیا۔

میرے لئے وہاں تک پہنچنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ چلتے وقت میں نے بیچارے سلانوس کو تسلی دے دی تھی۔ اور وہ منہ کھول کر رہ گیا تھا۔ البتہ یہاں مجھے جو لوگ نظر آئے ان کے تن و توش خوب تھے۔ خاص طور سے ایک گینڈا نما آدمی خوب اچھل رہا تھا۔

"تمہارا تمام اکھاڑہ توڑ پھوڑ دوں گا صاب جی۔ وہ سالا نہیں آیا تو مجھے جیتا ہوا قرار دو" وہ کہہ رہا تھا۔

"گوبا سنگھ سخت بیمار ہو گیا ہے"۔ ایک شخص نے کہا۔

"وہ سالا غلام خاں کے خوف سے بیمار ہو گیا ہو گا۔"

"یہ بات نہیں غلام خاں، اگلے ہفتے تمہاری کشتی کرا دیں گے۔"

"کوئی اور سالا نہیں ہے میری جوڑ کا، میں تو جگا سنگھ کو چیلنج کرنے والا ہوں۔"

"ضرور کر دینا۔"

"مگر میں اپنا معاوضہ ضرور لوں گا۔"

"لڑے بغیر"

"میں تو لڑنے آیا ہوں۔"

"کس سے لڑو گے؟"

"کسی سے بھی لڑا دو۔ ابھی تم غلام خان سے واقف نہیں ہو، یہ تمہارا کام ہے، میں تو سارے کام چھوڑ کر..... آیا ہوں" غلام خاں نے کہا اور منتظمین پریشانی سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

"کیا کیا جائے قادر خاں؟" ایک نے دوسرے سے کہا۔

"مجبوری ہے، گوبا سنگھ نہیں آیا تو کیا کریں۔"

"میں کسی مجبوری وجبوری کو نہیں جانتا۔ سوچ لو۔ ورنہ پھر ہنگامہ کھڑا کر دوں گا" غلام خاں نے کہا۔

"غلام خاں، غلام خاں، تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تم اپنے آدمی ہو۔ پرانے ساتھی ہو اور ذرا سی دیر میں کیوں آنکھیں بدل رہے ہو۔" کسی نے کہا۔

مگر غلام خاں باز نہیں آیا۔ میں اس صورتِ حال کو دیکھ رہا تھا سوچ رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا۔ تب میں آگے بڑھا اور بڑی نرمی سے میں نے اس شخص سے کہا

"کیا، میں بھی لڑ سکتا ہوں؟"

وہاں جتنے لوگ موجود تھے، انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ غور سے دیکھتے رہے۔ پھر اُن میں سے ایک بولا۔

"غلام خان سے لڑو گے؟"

"ہاں۔ جس سے تم چاہو گے، لڑوں گا"۔ میں نے جواب دیا اور غلام خاں مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"جا بھائی جا۔ اپنا کام کر۔ کہاں سے کو ہڈیاں تڑوانے کیلئے آیا ہے۔ ارے میرے جوڑ کا آدمی بھیجو جی۔ کیا سمجھا ہے تم لوگوں نے مجھے" غلام خان نے عجیب سے انداز میں کہا

"غلام خان اگر تم چاہو تو اس سے لڑ سکتے ہو، ہم نہیں جانتے کہ یہ کون ہے لیکن کچھ باہمت نظر آتا ہے۔"

"یہ بات ہے تو ٹھیک ہے مگر سوچ لو، اکھاڑے میں اترنے کے بعد میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتا۔"

"ٹھیک ہے غلام خان یہ تمہارا اپنا کام ہے پچھاڑ دینا اس کو، تمہیں تمہارا معاوضہ مل جائے گا۔" اس شخص نے کہا اور غلام خان تیار ہو گیا۔ اس نے میری جانب ہاتھ بڑھایا اور بولا۔

"ملا ہاتھ استاد، تو نے کام بنا دیا اپنا۔"

میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، لیکن میں نے اس شخص سے ہاتھ ملا لیا۔ بڑا ہی سخت اور کھردرا ہاتھ تھا اس کا۔ ویسے ایک بات میں نے محسوس کر لی تھی کہ مزے دار شخصیت ہے۔ وہ ہنستا ہوا وہاں سے لوٹ گیا اور وہ لوگ جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام۔ میرا نام" میں نے کسی قدر الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں، نام تو بتایئے اپنا"

"پورنا۔"

"یہیں کے رہنے والے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ لکھ بھائی لکھ۔ پورنا۔ تمہاری کشتی چوتھے نمبر پر ہے۔ کیا سمجھے۔"

بڑا زور دینا پڑا تھا اپنے دماغ پر۔ اسے ہاں کہہ کر میں ایک طرف ہو گیا۔ ان لوگوں کی گفتگو ایسی تھی جن میں سے بعض الفاظ خود ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے ہونگے۔ آنا میں نے ضرور محسوس کر

لیا تھا کہ وہاں جو کشتیاں لڑی جا رہی تھیں، ان میں شاید کچھ معاوضے وغیرہ کی بات بھی تھی۔

پروفیسر ہر قسم کے اجنبی ماحول میں خود کو ضم کر لینا آسان بات نہیں ہوتی۔ اگر میں خصوصی طور پر کچھ خوبیوں کا مالک نہیں ہوتا تو نجانے اس نئے دور میں میری کیا درگت بنتی۔ لیکن میں نے بہت جلد حالات کو سمجھ لیا تھا، اور خود کو اس کے مطابق ڈھالنے میں ناکام نہیں رہا تھا۔

میں نے واپس جانا چاہا لیکن جن لوگوں نے میرا نام ایک کاپی میں لکھا تھا انہوں نے مجھے روک لیا۔

"کہاں جا رہے ہو پہلوان؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کہیں نہیں۔ میرا ایک ساتھی یہاں موجود ہے، اُسے لینا ہے"

"تم نام بتا دو اُس کا، ہم اُسے یہیں بلوا لیں گے۔ تمام پہلوان ایک جگہ جمع ہیں اور انہیں یہیں رہنا چاہیئے تاکہ وقت پر ان کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ ویسے تم بالکل نئے معلوم ہوتے ہو، ہم نے کبھی تمہیں لڑتے نہیں دیکھا۔ کون سے اکھاڑے سے تعلق رکھتے ہو تم؟"

"کسی سے بھی نہیں" میں نے جواب دیا۔ اب میں کسی حد تک خود پر قابو پاتا جا رہا تھا۔ بلاشبہ یہ الجھا الجھا سا ماحول میرے لئے غیر دلچسپ تھا لیکن جیسے تیسے مجھے خود کو اس میں ضم کرنا ہی تھا۔

"کیا نام ہے تمہارے ساتھی کا؟" ان میں سے ایک نے پوچھا

"سلانوس"۔ وہ اس طرف ہے۔

"کیا نام بتایا؟" ان میں سے ایک نے کان پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"سلانوس"

"یہ جالینوس کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔ بلا بھائی بلا اس سلانوس کو۔ اور چند ہی ساعت کے بعد میں نے ایک خوفناک آواز سنی "سلانوس جہاں بھی ہو اپنے دوست پورنا کے پاس پہنچ جائے۔ پورنا انتظار کر رہا ہے۔ پورنا پروموٹرز کے پاس موجود ہے"

وہ گرجدار آواز کسی انسان کی نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن حیرت کی بات تھی کہ وہ الفاظ میرے نزدیک ہی بیٹھا ایک شخص ادا کر رہا تھا اور یہاں اس کی آواز اتنی تیز نہیں تھی۔ لیکن اس کے سامنے ہی کوئی چیز رکھی ہوئی تھی۔ انسانی ذہن کی کوئی اور تخلیق۔ میں نے سوچا۔ لیکن یہ آواز سلانوس کے لئے بیکار تھی۔ ظاہر ہے وہ اِن الفاظ کو کیا سمجھتا۔ بمشکل تمام میں نے ان لوگوں کو سمجھایا، تب وہ مانتے اور پھر انہوں نے مجھے تنہا نہیں رہنے دیا۔ ایک آدمی میرے ساتھ آیا تھا۔ میں نے انسانوں کی بھیڑ میں بمشکل تمام سلانوس کو تلاش کیا۔ وہ میری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

"کہاں پھنس گئے پورنا؟" اس نے کہا

"گھبراؤ نہیں سلانوس۔ انسان بالکل نہیں بدلا۔ ہاں اِس کے ذہن نے بہت ترقی کر لی ہے۔ تم نے ابھی ایک گرجدار آواز سُنی ہو گی؟"

"ہاں اُس نے پورنا اور سلانوس کہا تھا"

"وہ تمہیں میرے پاس بلا رہے تھے"

"کیا مطلب"۔ سلانوس نے پوچھا اور پھر میں بمشکل سلانوس کو ساری تفصیل سمجھا سکا، اور اُسے لیکر وہاں واپس پہنچ گیا۔ سلانوس اب بھی پریشان نظر آ رہا تھا۔

"لیکن تمہیں اس سے فائدہ کیا ہو گا؟"

"ہو گا سلانوس"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا"

"اس طرح ہم کچھ لوگوں سے دوستی کریں گے"

"ممکن ہے" سلانوس نے بے یقینی سے کہا اور پھر کشتیاں شروع ہو گئیں۔..... دو ڑاکے نظر آئے۔ دونوں کے لباس بیحد مختصر تھے، اور وہ ایک دُوسرے سے زور آزمائی کرنے لگے۔ کشتی کم کھیل زیادہ تھا۔ وہ نہ جانے کس طرح ایک دوسرے کے ہاتھ پاؤں مروڑ رہے تھے، اور ایک دُوسرے سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔

مجھے بھی یہی سب کچھ کرنا تھا اس لئے میں انہیں غور سے دیکھ رہا تھا اور اُن لوگوں کا انداز سمجھ رہا تھا۔

"یہ کشتی ہے؟" سلانوس نے کہا

"ہاں بدلے ہوئے انسان کی جدت یقیناً دلچسپ ہے سلانوس تم اس دور کے انسان کو معمولی نہیں کہہ سکتے"

"ہاں اپنی ایجادات میں تو وہ لاثانی ہے۔ جو کچھ ہم نے بارونق علاقوں میں دیکھا ہے وہ ناقابلِ یقین ہے"

"بیشک، وہ دیکھو۔ وہ دیکھو جس طرح وہ ایک دُوسرے کے جال نے نکل رہے ہیں وہ تو دلچسپ ہے"

"اور اب تم اس جدید دور کے ذہین انسان سے لڑو گے؟"

"ہاں سلانوس میں عظیم تر ہوں۔ وہ میرے مقابل نہیں ہو سکتے۔ اور یہ واقفیت کا ایک عمدہ ذریعہ بھی ہے" میں نے کہا اور سلانوس ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ شاید کشتی کا فیصلہ ہو گیا۔ ایک شخص اسی گرجدار آواز میں ایک پہلوان کے جیت جانے کا اعلان کرنے لگا۔ پھر دوسری کشتی ہوئی اور اُس کے بعد تیسری چوتھی کشتی میری تھی۔ میرا مقابل بڑا اچھل رہا تھا۔

"تمہارے پاس کچھا ہے پہلوان" پروموٹر نے پوچھا۔

"وہ کیا ہوتا ہے؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"تو سنبھالو۔ دو بھائی اسے کچھا دو۔ تیاری کرو۔ اس کی باری آ گئی ہے اور پھر مجھے وہی مختصر لباس دیا گیا۔ میں نے بمشکل وہ لباس پہنا۔ مجھے تو ان جیسا ہی بننا تھا، اس لئے تکلف کیا۔

پھر اسی گرجدار آواز میں کہا گیا۔ اب آپ کے سامنے چوتھا جوڑ پیش کیا جا رہا ہے۔ غلام خان، شیروں کا شیر اور اس کا مقابل پورنا۔ ایک چمکدار پہلوان جو کشتی کی دُنیا میں نیا معلوم ہوتا ہے لیکن اُس نے غلام خان کو للکارا ہے اور پھر ہم دونوں اس ایرینا کی طرف بڑھ گئے جو مالی تھا۔ اور پھر سیڑھیاں چڑھ کر ہم ایرینا جسے وہ لوگ اسٹیج کہتے تھے پر پہنچ گئے۔ غلام خان بہت زیادہ اچھل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناک سفاکی تھی، جبکہ میں پر سکون تھا۔ میرے ذہن میں کوئی خاص خیال نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں سوچ رہا تھا کہ نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر کے جدید نسل کے جدید لوگوں کو اپنا دوست بناؤں اور یہی جذبہ مجھے کچھ کرنے پر اکسا رہا تھا۔ جس انداز میں غلام خان اچھل رہا تھا اس سے لوگ بڑے محظوظ ہو رہے تھے۔ اور میری خاموشی پر مسکرا رہے تھے۔

لیکن میں پر سکون تھا، میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص میرے مقابلے میں کیا ہے۔ ویسے یہ بھی عمدہ بات تھی کہ میں ان لوگوں کو لڑتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ یہ ایک مخصوص قسم کی طاقت آزمائی تھی لیکن میرے لئے کیا مشکل تھی۔

تب ایک آدمی جو ان لوگوں کے درمیان ثالث ہوا کرتا تھا یا اس لڑائی کا نگران، وہ میرے نزدیک آ گیا۔ اس نے میرے پورے بدن کو ٹٹولا اور دونوں ہاتھ اوپر کرنے کے لئے کہا۔ میں نے اُس کے ساتھ مکمل تعاون کیا تھا۔ جبکہ غلام خان اس سے مذاق کرتا رہا۔ تب ایک گھنٹی کی آواز سنائی دی اور غلام خان بازو پھڑکاتا ہوا میرے نزدیک آ گیا۔ میں پُر سکون انداز میں آگے بڑھا۔ میرے انداز میں بے حد اعتماد تھا اور لوگ میری جانب متوجہ ہو رہے تھے۔

غلام خان نے جھکائی کر کے اپنے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دیئے اور مجھے جھکائی دینے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں طرف پھیلا دیئے تھے۔ پھر غلام خان مجھ سے لپٹ گیا۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ میری گردن میں بازوؤں کو لپیٹ کر اپنی بغل میں پھنسا لے۔

لیکن بھلا یہ اُس کے لئے کس طرح ممکن تھا۔ میں دونوں ہاتھ پھیلائے رہا۔ گویا میں اُسے قسمت آزمائی کا موقع دے رہا تھا۔ غلام خان میرے بدن سے پٹا کسی ارنا بھینسے کی طرح زور لگاتا رہا۔

لیکن پروفیسر، میں زیادہ کچھ کہوں تو بے مقصد ہو گا۔ میری گزری ہوئی صدیاں تمہاری نگاہوں میں ہیں۔ غلام خان کو یہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی پہاڑ کو دھکیل رہا ہو۔ اس وقت میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس کی کوشش رائیگاں جائے گی میں نے خود اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی ٹانگ بلند کر کے اُسے اپنے سر سے اوپر اٹھا لیا۔ اس کے بعد میں نے اُسے چاروں طرف چکر دیا۔ غلام خان بُری طرح میرے ہاتھوں میں مچل رہا تھا اور پھر میں نے اُسے ایک کونے میں کھڑا کر دیا۔ گویا میں نے اپنی جانب سے اُسے کوئی اذیت دینے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن غلام خاں کے چہرے پر کھلاہٹ کے آثار تھے۔ اور چاروں طرف تالیوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔

غلام خاں نیچے آنے کے بعد عجیب انداز سے اُچھلنے کودنے لگا اور..... بھاگ بھاگ کر مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے لیٹ کر میری ٹانگوں میں اپنی دونوں ٹانگیں پھنسانے اور انہیں بل دے کر مجھے گرانے کی کوشش کی لیکن بھلا یہ ناممکن سی بات کیسے ممکن تھی۔

میں اُسے دیکھتا رہا پھر میں نے اُس کی ران پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا اور غلام خان کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔ اُسے شاید یہ احساس ہُوا تھا کہ اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ میں اس پر پاؤں رکھے رہا اور پھر میں نے جھک کر اُسے اُٹھایا اور دوبارہ زمین پر پٹخ دیا لیکن غلام خان بڑی پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ آخری بار اس نے مجھ سے لپٹنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں اُس نے کچھ بدتمیزیاں بھی کیں۔ شاید اُس نے میری آنکھوں میں اپنی دونوں انگلیاں مارنے کی کوشش کی۔ اگرچہ اُس کی یہ کوشش بالکل بے مقصد تھی لیکن جائز نہیں تھی۔ مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے اس کی گردن کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور اس کی ناک سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا۔ نگران بری طرح اُچھل پڑا۔ اس نے جلدی سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا اور بولا۔ "چھوڑ دو۔ چھوڑ دو اسے"۔ میں نے فوراً اُس کے کہنے کی تعمیل کی۔ غلام خان ...پٹ سے نیچے گر پڑا تھا اور غالباً وہ اُس کے حق میں بہتر ہی ہُوا تھا۔ اگر میں ذرا سی قوت اور صَرف کرتا تو اس کا بھیجا نکل کر میرے ہاتھ میں آ جاتا۔

وہ شخص حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا جو اس لڑائی کا نگران تھا۔ پھر اُس نے غلام خاں کو دیکھا۔ غلام خان چاروں شانے چِت پڑا تھا۔ وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ نگران نے جھک کر غلام خاں سے کچھ پوچھا لیکن غلام خان کی قوتِ گویائی ختم ہو چکی تھی۔ نگران نے میرے جیتنے کا اعلان کر دیا اور دوسرے لمحے اس نے کچھ لوگوں کو بھی طلب کیا۔

وہ لوگ جھک کر غلام خاں کی کیفیت دیکھنے لگے۔ ایک عجیب قسم کا بستر منگایا گیا۔ جس پر ان لوگوں نے اٹھا کر غلام خاں کو لٹایا۔ اور وہ لوگ اُسے اٹھا کر نجانے کہاں لے گئے۔ میں اب بھی اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ لوگ بے پناہ خوشی کے انداز میں چیخ رہے تھے، تالیاں بجا رہے تھے۔ تب میں وہاں سے نیچے اتر آیا۔ لوگوں کے

ایک ہجوم نے مجھے گھیر لیا۔ ان میں خاص طور پر وہ لوگ تھے جنہوں نے مجھے کشتی کی اجازت دی تھی۔

میں اُس جگہ آگیا جہاں سے مجھے لڑنے کی اجازت ملی تھی اور جہاں میرا وہ مختصر سا لباس موجود تھا جسے پہن کر ہیں اور سلانوس یہاں آئے تھے۔ سلانوس بھی اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور متحیرانہ انداز میں میرے نزدیک پہنچ گیا۔ پھر میرا شانہ تھپتھپاتا ہُوا بولا۔

"اگر تم تھوڑی سی قوت اور صرف کرتے تو شاید وہ مر جاتا"

"ممکن ہے" میں نے کہا "تمہیں کس طرح احساس ہُوا؟"

"بس میں نے یہی اندازہ لگایا تھا" سلانوس نے کہا اور پھر اس کی بات درمیان سے کٹ گئی۔ وہ تمام لوگ جو اس سے پہلے مجھے کچھ نہیں سمجھ رہے تھے اب میرے گرد جمع تھے۔ ان کے مُنہ سے حیرت انگیز باتیں نکل رہی تھیں

"تم تو بلا کے طاقتور ہو نوجوان"

"غلام خان کی کیا حالت ہے؟" کسی نے سوال کیا۔

"ڈاکٹر اپنے خیمے میں لے گئے ہیں"

"لیکن یہ پہلوان۔ یہ تو بہت زبردست ہے۔"

"آؤ بیٹھو پہلوان، اپنا لباس بدل لو تمہیں ابھی ادائیگی کر دی جائے گی۔ کیا تم دوسری کشتیوں کا معاہدہ کرو گے؟"

میں ان لوگوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ان کی باتیں مشکل سے سمجھ میں آرہی تھیں اور ذہن پر بےحد زور دینا پڑ رہا تھا میں نے ان لوگوں کو کم سے کم جواب دیئے۔ پھر اُس جگہ سے اطلاع آئی، جہاں وہ لوگ میرے مقابل کو لے گئے تھے۔

"غلام خان کی حالت خراب ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھے گا۔ اُسے فوراً اسپتال بھیجا جا رہا ہے"

"خدا کی پناہ اس کی یہ حالت اس نوجوان کی وجہ سے ہوئی ہے"

"اس سے اس نوجوان کی بے پناہ طاقت کا اندازہ ہوتا ہے"

"یہی اندازہ ہوتا ہے" اور لوگ نہ جانے کیا کیا گفتگو کرتے رہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کاغذ کے مخصوص طرز کے ٹکڑے میری طرف بڑھا دیئے۔ اور ایک عجیب سی چیز میرے ہاتھ میں دیتے ہُوئے بولے "لو دستخط کر دو" اور مجھے اندازہ ہوا کہ وہ قلم ہے لیکن دستخط۔ اور پروفیسر میں نے ذہانت سے کام لے کر اس کاغذ پر ایک نشان بنا دیا۔ انہوں نے اس نشان پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

اب دوسری کشتی کا اعلان ہو رہا تھا اور یہ سب سے بڑی کشتی تھی۔ یعنی جگا سنگھ کی کشتی جسے ایک جاپانی پہلوان سے لڑنا تھا۔ میں نے بھی دلچسپی سے یہ کشتی دیکھی۔ دونوں لڑاکے شاندار تھے۔ اور ان کے لڑنے کا انداز بےحد شاندار تھا۔ میں نے ان کی کاوشوں کو بہت پسند کیا۔

اس وقت ایک شخص میرے پاس پہنچ گیا۔ "گل زمان تمہیں طلب کرتا ہے"

"کون؟"

"گل زمان"

"لیکن — ہم نے اس شخص سے بات کرلی ہے" ایک دبلے پتلے شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

"بکواس مت کرو، تم گل زمان کے سامنے بول سکتے ہو؟ اگر وہ اِسے طلب کرتا ہے تو تم روکنے کی ہمت نہیں کرسکتے"

"یہ تو زیادتی ہے" اس نے احتجاج کیا

"ہوگی۔ آؤ پہلوان" اس شخص نے کہا

"تمہاری مرضی ہے دوست، اگر گل زمان سے تمہاری بات نہ بنے تو میرے پاس آجانا"

"چلو آؤ" وہ شخص پھر بولا۔

"ابھی نہیں۔ میں ان دونوں کو دیکھ رہا ہوں" میں نے ایرینا میں آنے والوں کو دیکھتے ہُوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر میں فیصلہ ہوگیا۔ جگا سنگھ نے دوسرے پہلوان کو ہرا دیا تھا۔ اس کا اعلان ہوا۔ اور وہ اس شخص کے ساتھ چل پڑا۔

جس جگہ مجھے لے جایا گیا وہ بھی اسی عمارت میں تھی اور یہاں ایک میز کے پیچھے ایک قوی ہیکل شخص بیٹھا ہُوا تھا۔ جس کی مونچھیں بہت بڑی بڑی تھیں اور آنکھوں کی کیفیت بڑی خوفناک تھی۔

"آؤ۔ آؤ پہلوان، تم نے تو کمال کر دیا۔ غلام خان تو گیا کام سے، حالانکہ بڑا عمدہ پٹھا اُٹھا تھا۔ بیٹھو۔ تم کافی نام پیدا کر لو گے" اور میں بیٹھ گیا۔

"کہیں باہر سے آئے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں"

"کہاں سے آئے ہو؟"

"دوسری جگہ سے"

"بھائی اس دوسری جگہ کا کوئی نام تو ہوگا؟"

"ہاں ہے" میں نے اُلجھے ہُوئے انداز میں کہا۔

"کسی پہاڑی علاقے کا جوان معلوم ہوتا ہے استاذ دیکھو ٹھیک سے بول بھی نہیں پاتا" ایک اور شخص نے کہا۔

"ہاں یہی لگتا ہے۔ لیکن اگر یہ بات ہے تو مزا آجائیگا۔ میرا یہ جوان تو ہنگامہ کر دے گا۔ تم لوگ نہیں جانتے کہ اس کے بدن میں کیا طاقت ہے۔ کہاں ٹھہرے ہُوئے ہو پہلوان"

"کہیں نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تب تم میرے ساتھ رہو۔ تمہیں میرے پاس کوئی تکلیف نہیں

ہوگی۔ میں تمہارے آرام کا سارا بندوبست کر دوں گا" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"تیار ہو؟"

"ہاں" میں نے گردن ہلا دی۔

"اکیلے ہو یا اور بھی ہے کوئی تمہارے ساتھ"

"سلانوس ہے"

"یہ بھی کوئی پہلوان ہے؟"

"نہیں، میرا دوست ہے" میں ہنس پڑا۔ سلانوس اور پہلوان مجھے ہنسی آگئی۔ سلانوس سُن لے تو بیہوش ہو جائے۔ الغرض دیر تک ہم یہاں رہے۔ سلانوس کو بھی اسی خیمے میں بلا لیا گیا تھا۔

ان لوگوں کے ہنگامے ہماری سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ اس کے بعد ان لوگوں کی بھیڑ چھٹنی شروع ہوگئی۔ سب باہر نکل رہے تھے۔ لڑائی کا تماشہ ختم ہو چکا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ لڑائی یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بس ایک تفریحی مشغلہ تھا۔ اس جدید دور کی جدید لڑائیاں یا مشغلے دیکھ کر مجھے بےحد حیرانی ہو رہی تھی اور بوڑھا سلانوس مجھ سے الگ نہ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص جس کا نام گل زمان تھا ہمیں ساتھ لئے ہُوئے باہر نکل آیا۔ اس کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔ باہر وہی لوہے کا جانور کھڑا ہوا تھا، جسے ہم سڑکوں پر دوڑتے ہُوئے دیکھ چکے تھے، لیکن اب اُسے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

لیکن وہ جانور نہیں تھا بلکہ پرانی طرز کے رتھ جیسی سواری تھی جس میں جانور نہیں لگائے جاتے تھے، بلکہ وہ انسانی ہاتھوں کا کرشمہ تھے، یعنی فولاد یا لوہے سے بنائی گئی ایسی کارآمد سواری جو ذرا سی دیر میں کہیں کا کہیں پہنچا دیتی تھی۔ پھر ہم اس عمارت میں آگئے جو بہت اونچی تھی اور اس جیسی عمارتیں جگہ جگہ دیکھ چکے تھے۔ ہمارے ساتھ گل زمان بھی تھا۔ تب ہمیں اس عمارت میں پہلی بار داخلے کا موقع ملا۔

اور پروفیسر! اس عمارت کو دیکھ کر ہماری جو کیفیت ہُوئی اُسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔

سلانوس اُسے پاگلوں کی طرح چاروں طرف سے دیکھ رہا تھا۔ روشن عمارت جس میں جگہ جگہ مشعلیں جل رہی تھیں۔ ایسی مشعلیں جن میں آگ نہیں ہوتی تھی اور نجانے ان میں کیا چیز جلائی جاتی تھی۔

اس شخص نے جس کا نام گل زمان تھا ہمیں ایک کمرے میں ٹھہرنے کے لئے کہا۔ اس کمرے میں آسائش کی بہت ساری چیزیں موجود تھیں جنہیں ہم نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ گل زمان ہم سے اجازت لیکر کھانے کا بندوبست کرنے چلا گیا۔

سلانوس بےحد گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔ تنہائی ملی تو اس نے سوال کیا۔

"پورنا۔ یہ تو بڑی عجیب دُنیا ہے۔ جدید لوگ تو بڑے ہی حیرت انگیز ہیں"

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے، میں نے صدیاں گذاری ہیں لیکن ہم جس دور میں آئے ہیں وہ ہمارے ذہن سے بہت آگے کی چیز ہے"

"میں تو یہاں کسی قدر گھبراہٹ محسوس کر رہا ہُوں"

"اوہو۔ نہیں سلانوس۔ یہ صرف وقتی احساس ہے میرا خیال ہے یہ لوگ تفریح پسند ہیں، لیکن بے ضرر"

"تم تو ہر دور کی چیز ہو، تم اس دور سے بھی لطف اندوز ہو رہے ہو"

"ہونا چاہیئے، سلانوس۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اس دور سے لطف اندوز ہو"

"مگر میں نے ابھی تک کوئی خاص بات نہیں دیکھی۔ میں صرف اپنے علم و فن میں محصور تھا۔ میرا دماغ اس میں محصور ہے، لیکن تمہارا ذہن بےحد کشادہ ہے"

"تم نے اس سارے ہنگامے کی روح کو محسوس کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، خصوصی طور سے نہیں"

"میں نے ان لوگوں کی گفتگو سُنی ہے، سو میں نے کچھ اندازے لگائے ہیں اُن کے بارے میں"

"مثلاً تم نے کیا اندازہ لگایا؟"

"یہ جو ہنگامہ تھا شاید صرف ایک کھیل تھا۔ اس طرح لوگوں کو لڑایا جاتا ہے اور پھر یہ انہیں پہلوان کہتے ہیں۔ یہ کھیل ہزاروں سال پرانا ہے لیکن پہلے یہ کسی دشمن کو ختم کرنے کے لئے کھیلا جاتا تھا، اب تفریح کے طور پر کھیلتے ہیں۔ جیتنے والے کو کاغذ کے ٹکڑے ملتے ہیں جو یقینی طور پر اہمیت کے حامل ہوں گے۔ اب ہم جن لوگوں میں آئے ہیں، میں ان سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں گا"

"ہاں! یہ تمہارا ہی کام ہے، صدیوں کے بیٹے" اس نے گہری سانس لیکر جواب دیا۔

دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے اور پھر اس کمرے کے دروازے پر ایک شخص نظر آیا۔ "گل زمان کھانے کے لئے طلب کرتا ہے"

"آؤ سلانوس" میں نے کہا اور سلانوس میرے ساتھ اُٹھ کر باہر نکل آیا۔

"سنو۔ ان لوگوں کو اپنے بارے میں کیا بتاؤ گے؟"

"دیکھا جائے گا، تم فکر مت کرو۔" میں نے کہا اور سلانوس خاموش ہوگیا۔ یہ عمدہ بات تھی کہ اس کی زبان یہاں نہیں سمجھی جا سکتی تھی۔

وہ شخص ہمیں جس جگہ لے کر گیا وہ بھی ایک خوبصورت کمرہ تھا۔ یہاں گل زمان دو آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے کھانا لگا ہوا تھا۔ بڑے بڑے برتن جن میں سے خوشبو اُٹھ رہی تھی۔

"آؤ دوستو! تم تو واقعی عمدہ آدمی ہو۔ تمہارے بدن کا رنگ تو ایسا ہے جیسے تم سونے کے بنے ہوئے ہو۔ بیٹھو کھانا کھاؤ۔ کھانے کے بعد باتیں ہوں گی۔" میں نے گردن ہلا دی اور ہم کھانے بیٹھ گئے۔

ہمارے کھانے کا انداز بھی ظاہر ہے ان لوگوں کے لئے اجنبی ہوگا، اور یہ کھانے ہمارے لئے اجنبی تھے لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ سب ہمیں بغور دیکھ رہے تھے۔ سلانوس تو بُری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

ہم کھانے سے فارغ ہوگئے "ارے واہ، کھاؤ، خوب کھاؤ، اتنے جاندار ہو اور تمہاری خوراک کچھ نہیں ہے" گل زمان نے کہا۔

"بس ہم نے کھالیا۔"

"چائے پیو گے؟"

"بس اب کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا اور اُس نے ہانک لگائی۔ "چلو بے برتن اُٹھاؤ"۔ اور دوسرے دو آدمی جلدی جلدی برتن اُٹھانے لگے۔ "بس بات ہو جائے۔ ہاں پہلوان اب اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا بتائیں؟" میں نے کہا

"کسی پہاڑی علاقے سے آئے ہو؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا

"داؤ پیچ جانتے ہو یا صرف طاقتور ہو؟" گل زمان ہنستا ہوا بولا۔

"میں تمہارے تمام آدمیوں کو شکست دے سکتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے دوست۔ اگر ہمارے ساتھ رہو گے تو عیش کرو گے۔ میں تم سے تین سال کا معاہدہ کرنے کو تیار ہوں۔"

"تمہارا نام گل زمان ہے؟" میں نے پوچھا

"ہاں۔ یہاں کا سب سے بڑا پہلوان و موٹر ہوں۔ بڑی بڑی کشتیاں کرا چکا ہوں۔ تمام لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"ایک بات کہوں گل زمان۔"

"ضرور کہو میری جان۔ کہو کیا بات ہے؟"

"گل زمان۔ میں اور میرا دوست، تمہاری اس دنیا میں بالکل اجنبی ہیں۔ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ تمہارے رہن سہن اور تمہاری مشغولیات کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں گے لیکن اس شرط پر کہ تم ہمیں اپنی دنیا کی ایک ایک چیز کے بارے میں بتاؤ۔"

"اوہ۔ میں جانتا ہوں کہ تم کسی پہاڑی دیہات کے باشندے ہو۔ ٹھیک ہے، مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ لیکن یہ بتاؤ اگلے ہفتے لڑو گے؟"

"جب اور جس سے کہو گے لڑوں گا۔ لیکن میری مشکل کے وقت تم میری مدد کرو گے۔" میں نے صاف لہجے میں کہا۔

"ہوں، یہ بات ہے۔" گل زمان پُر خیال انداز میں بولا۔ پھر اپنے ساتھی کی جانب دیکھ کر بولا۔

"کیوں چودھری اِس سلسلے میں اِن بیچاروں کی کیا مدد کر سکتے ہو؟ لگتا ہے بالکل ہی کورے ہیں۔"

"ہاں گل زمان، لیکن ایک مشکل ہوگی۔"

"کیا؟"

"سیکھ سا کھ جائیں گے تو بھول جائیں گے ہمیں اور پھر دوسروں سے معاہدے کرتے پھریں گے۔"

"کیسے معاہدے کرتے پھریں گے، ہم جو ان سے معاہدہ کریں گے۔" گل زمان جلدی سے بولا۔

"کتنے سال کا معاہدہ کرو گے؟"

"تین سال کا۔"

"ٹھیک ہے اگر یہ پابندی سے اس پر عمل کریں تو...."

"کریں گے کیسے نہیں۔ اور اگر نہیں کریں گے تو بیٹا جی کی ہڈیاں کون سلامت رہنے دے گا۔ میرا نام بھی گل زمان ہے اور سُن لو تم بھی" گل زمان نے ہم دونوں سے کہا۔ "ہم تمہاری ضروریات کا خیال رکھیں گے لیکن تمہیں صرف ہمارے لئے لڑنا ہوگا۔"

ایک لمحے کے لئے مجھے اس شخص کی بات پر غصہ آیا لیکن غصہ تو حماقت تھی۔ اِن لوگوں سے کچھ معلوم کرنے کے لئے فی الوقت اسی طرح کام چلایا جا سکتا تھا۔ یوں بھی کہا جائے گا تو غلط نہ ہوگا کہ اس دَور میں اگر میرے پاس کچھ تھا تو یہی ایک ہنر تھا جس سے میں یہاں کے لوگوں کو متاثر کر سکتا تھا۔ ورنہ جس انداز میں ہم لوگ اس دور کو دیکھ رہے تھے وہ ایسا تھا کہ ہم ہر لحاظ سے خود کو ان سے کمتر پا رہے تھے۔

وہ لوگ ذہنی طور پر اتنی قوت حاصل کر چکے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ وہ سواری جس میں وہ بیٹھ کر آتے تھے اُسے ایک آدمی چلاتا تھا اور اُس میں کوئی جانور بھی نہیں جُتا تھا۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں بیحد تعجب خیز تھیں۔ اگر ہمیں کوئی رہنما مل جاتا تو ہمیں معلوم ہو جاتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہمیں وہاں کے ماحول اور حالات کو سمجھنے کے لئے بہت مشکل پیش آ رہی تھی۔ اس لئے میں نے گل زمان سے مدد لینے کا فیصلہ کر کے گل زمان کی تجویز اور معاہدے کو منظور کر لیا۔

"ہاں مجھے منظور ہے" میں نے کہا۔ "میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی لڑوں گا تمہارے لئے اور جس سے کہو گے لڑوں گا۔"

"تم نے وہ آخری کشتی دیکھی تھی؟"

"جس میں جگا سنگھ تھا۔"

"ہاں! ہاں وہی۔ بڑا عمدہ داؤ مارا ہے اس نے۔ لیکن میرا خیال ہے میں اگلے ہفتے کے لئے اسے چیلنج کر دوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"مقصد یہ ہے کہ اس سے کہوں کہ تم اس سے اگلے ہفتے لڑنا چاہتے ہو۔"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے، میں اُسے شکست دے دوں گا۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔

گل زمان خوشی سے سُرخ ہوگیا۔ "اگر تم نے اُسے شکست دے دی تو شہنشاہ بن جاؤ گے شہنشاہ۔ کیا سمجھے۔ تم ہر جگہ مشہور ہو جاؤ گے۔ پھر چاروں طرف تمہارا ہی نام ہوگا۔ جگا سنگھ بڑا اکڑ رہا ہے۔ لیکن اب میں اسے اچھی طرح دیکھ لوں گا اور اُس کے پروموٹر سے بھی نپٹ لوں گا، اور چودھری تم دیکھنا میں اُسے میدان ہی میں شکست دوں گا۔ شاباش میرے شیر، جی خوش کر دیا ہے تم نے۔ جاؤ عیش کرو۔ میں تمہیں ساری چیزوں کے بارے بتاؤں گا۔"

ہمیں ہماری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ عمدہ کھانا ملا تھا۔ سلانوس اب اس حد تک بدحواس نہیں تھا جس حد تک پہلے تھا۔ ہم جن بستروں پر لیٹے اُن کے بارے میں سلانوس نے کہا۔

"جدید دور کے انسان نے واقعی حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ کیا تم اس بستر پر لیٹ کر انتہائی آرام و سکون محسوس نہیں کر رہے ہو۔"

"بے شک، یہ بہت آرام دہ بستر ہے لیکن میری بات نہ کرو سلانوس میں نے ہر دور میں آرام و آسائش کو ترک کیا ہے۔ مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جو کھانا تم نے کھایا، بیشک وہ لذت میں لاثانی تھا لیکن میں اُس سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا۔"

"تمہاری بات دوسری ہے۔ میں اپنی بات کر رہا ہوں کیونکہ مجھے فنا ہونا ہے لیکن کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہے صدیوں کے بیتنے پر ان لوگوں نے زندگی کو کیا سے کیا بنا لیا ہے۔ اب طویل فاصلے طے کرنے کے لئے نہ تو گھوڑا گاڑیوں کی ضرورت ہے اور نہ پیدل چلنے کی۔ یہ لوگ لوہے کی سواری رکھتے ہیں، ستاروں نے غلط نہیں کہا تھا کہ یہ دور لوہے کا دور ہے۔"

"اور یہ سب لوہے کے غلام ہیں" اس نے کہا۔

"ہاں تم انہیں غلام کہہ سکتے ہو، لیکن میں نے ایک دوسری بات بھی محسوس کی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"لوہا اُن کے تابع ہے، وہ اُسے جو سانچہ دیتے ہیں، اس میں ڈھل جاتا ہے۔ حالانکہ فولاد کو موڑنا، اپنی مرضی کے مطابق تیار کرنا کس قدر مشکل کام ہے۔ زمانہ قدیم میں اس کے لئے کتنی تگ و دو کرنی پڑتی تھی۔"

"بیشک لیکن انہوں نے لوہے کا مزاج سمجھ لیا ہے۔"

"واقعی انسان ترقی کی بلندیوں پر ہے اور غور کرو کہ ہم کس قدر خوش نصیب ہیں کہ ہم نے اس انسان کو وقت سے پہلے دیکھ لیا۔"

"ہاں سلانوس، اس لحاظ سے میں تمہیں اس دَور کے لوگوں سے بھی برتر تصور کرتا ہوں۔"

"نہیں، یہ زیادتی ہے"

"کیوں؟"

"میں اگر چاہوں بھی تو اس دَور کے انسان کے ذہن تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تو بہت ذہین لوگ ہیں، نہ جانے اندرونی طور پر انہوں نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے ہیں۔"

"لیکن تم ایک بات بھول رہے ہو۔"

"کیا؟"

"یہ لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔ یہ دَور ابھی صدیوں بعد آنا ہے۔ اس دَور کے انسان کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ کوئی اس طرح مستقبل میں جھانک رہا ہے۔ اس دَور کا ابھی کوئی وجود نہیں ہے لیکن وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔"

"ہاں یہ دوسری بات ہے۔"

"معمولی نہیں ہے سلانوس"

"تمہارا شکریہ جو تم مجھے اس قدر اہمیت دے رہے ہو حالانکہ میرا کچھ اور خیال ہے۔"

"کیا؟"

"مجھ سے زیادہ عظیم اور انوکھے تم ہو، کیونکہ میں تو علم کے ذریعہ مستقبل میں جھانک رہا ہوں۔ اور تم خود اس حقیقی دور تک پہنچو گے۔"

"ہم دونوں میں انفرادیت ہے اور یہ لوگ ہم سے بھی منفرد ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم صدیوں آگے کے لوگوں کی سوچ سے واقف ہیں، اور وہ ہمیں اپنے بارے ہیں بتانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ میں آنکھیں بند کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ حالانکہ دل نہیں چاہتا تھا کہ وقت اس طرح بیکار گزار دوں جو کچھ معلوم کر لیا جائے وہ بہتر ہوتا ہے لیکن ان لوگوں کی مانند زندگی گزارنا ہی مناسب تھا۔

رات ختم ہونے تک میں سوچتا رہا۔ سلانوس البتہ بے خبر سو رہا تھا۔ مجھے اس کی کمزوری پر ہنسی آگئی۔ روشنی نے جھانکا اور میں نے بستر چھوڑ دیا۔ سلانوس نے بھی آنکھیں کھول دی تھیں۔

"کیا حال ہے سلانوس؟"

"بے خبر سو رہا تھا۔ جاگنے کے بعد یاد آیا کہ کس دور میں ہوں، تو بڑی خوشی ہوئی۔"

"گویا تمہارا ذہن اسے قبول کرتا جا رہا ہے۔"

"قبول تو پہلے بھی کر رہا تھا لیکن ذرا سی الجھن تھی۔ میرا خیال ہے کچھ وقت یہاں گزارنے کے بعد میں مکمل طور پر مطمئن ہو جاؤں گا۔"

"تم نے ایک بات محسوس کی سلانوس۔"

"کیا؟"

"اس دور کا انسان فطرتاً آزاد معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا ضابطۂ حیات ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میرا خیال ہے اس بارے میں معلوم کرنا زیادہ مشکل نہ ہوگا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، یہاں سے ہم نے ابتدا کی ہے، پہلے بنیادی باتیں معلوم ہو جائیں۔ اس کے بعد آگے بڑھیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" سلانوس نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمارے کمرے کا دروازہ کھلا اور کسی نے اندر جھانکا۔

"کیا تم لوگ جاگ گئے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پوچھنے والا ہم سے کچھ کہے بغیر واپس چلا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد واپس آکر پوچھا "منہ ہاتھ دھو چکے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو چلو، ناشتہ کر لو، گل زماں کام سے گیا ہوا ہے، تم اس وقت اکیلے ہی ناشتہ کرو گے۔"

ہم اس کے ساتھ چل دیئے۔ ناشتے میں بھی بہت عمدہ عمدہ چیزیں تھیں۔ سلانوس اب ان چیزوں کو دلچسپی سے کھا پی رہا تھا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ابھی ہم ناشتے کے کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے کہ کچھ افراد اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک دراز قامت اور خوبصورت سی لڑکی تھی۔ جدید ترین لباس میں ملبوس، اور اس کے ساتھ ایک بے تکے قسم کا آدمی تھا۔

لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس نے اپنی آنکھوں پر کوئی عجیب سی چیز پہنی ہوئی تھی جو غالباً شیشے کی بنی تھی۔ ہمارے سامنے پہنچ کر وہ مسکرائی اور پھر اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

وہ شخص اس سے کچھ کہنے لگا تھا۔ لڑکی نے گردن ہلائی اور پھر اس بے تکے شخص کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ آدمی واپس چلا گیا، اور اس جدید دنیا کی ایک لڑکی ہماری جانب متوجہ ہو گئی۔

"تم میں سے پورنا کون ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"میں ہوں۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اور یہ تمہارا دوست سلانوس ہے۔"

"ہاں۔ لیکن تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے بتایا گیا تھا۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے یہ میرا دوست سلانوس ہے۔"

"لیکن ان کا نام تو عجیب ہے، کیا ان کا تعلق یونان سے ہے؟"

"میں نہیں جانتا یونان کیا ہوتا ہے؟"

"لیکن مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا، تم اتنے نا واقف تو نظر نہیں آتے۔" لڑکی نے کہا اور لکڑی کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"مجھ سے کہا گیا ہے پورنا کہ تمہیں اس دنیا کے بارے میں سب کچھ بتاؤں۔" لڑکی نے کہا۔

"ہاں۔ مگر تم کون ہو؟"

"یوں سمجھو کہ تمہاری استاد، تمہاری نگران۔"

"استاد۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ اس دنیا سے تمہیں روشناس کرانے کے لئے مجھے یہاں

بھیجا گیا ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ تمہیں ہر طرح سے مطمئن کر دوں۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ لیکن تمہارا نام کیا ہے؟"

"تم مجھے مس ڈی سوزا کے نام سے پکار سکتے ہو۔"

"مس ڈی ـــ سوزا۔" میں نے اس کے نام کے ٹکڑے کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں مس ڈی سوزا۔" اس نے کہا پھر بولی۔ "تمہارا لہجہ بڑا عجیب ہے۔"

"صرف اس لئے کہ میں تمہاری دنیا میں نیا ہوں اور اچھی طرح تمہاری زبان نہیں سمجھتا۔"

"آخر تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو۔ تمہاری شکل و صورت بھی عجیب ہے، خوبصورت ہو لیکن اجنبی اجنبی سے، کونسا پہاڑی علاقہ ہے جہاں سے تم آئے ہو، کیا وہ علاقہ سونے کے انسان پیدا کرتا ہے؟" مس ڈی سوزا نے دل آویز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"افسوس کی بات ہے مس ڈی سوزا کہ میں خود بھی اس علاقے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ورنہ تمہاری رہنمائی کرتا۔"

"کیوں؟"

"بات یہ ہے کہ تمہاری اس دنیا میں جس طرح سے علاقوں کا نام لیا جاتا ہے ہمارے ہاں کسی علاقے کا کوئی نام نہیں ہے۔ بس اونچے اونچے پہاڑوں کے بیچ میں ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں ہم سب مل کر رہتے ہیں۔ ہم نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ہم اس پہاڑی علاقے سے بھی باہر جائیں گے۔"

"تو تم یہاں تک کیسے پہنچ گئے پورنا؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"دراصل مس ڈی سوزا، میرا دوست تمہاری دنیا میں آکر کچھ دیکھنا چاہتا تھا، سو یہ اپنی تیز نظروں سے اس دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ یقین کرو مس ڈی سوزا تمہاری دنیا میں آکر تو ہمیں یوں لگتا ہے جیسے ہم کسی سیارے پر پہنچ گئے ہیں۔" میں نے کہا۔ اب میں کافی حد تک کھل چکا تھا لڑکی خاصی قبول صورت تھی اور اپنے اندازِ گفتگو سے مجھے بہت اچھی محسوس ہو رہی تھی۔ یُوں بھی جدید دور کی اس لڑکی کی ذہانت کا مجھے اندازہ تھا۔ اس سے احمقانہ گفتگو کر کے اسے رجھانے کی کوشش کرنا بالکل بے سود تھا۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے بارے میں صاف صاف بتانا زیادہ پسند کیا تھا۔

"اب تم ہی بتاؤ میں کہاں سے شروع کروں؟" اس نے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ تم ایک طرح سے یوں سمجھو کہ ایک نوزائیدہ بچہ تمہارے سامنے ہے اور تمہیں اسے اس دنیا کے بارے میں سب کچھ

بتاتا ہے۔ سب کچھ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بڑا حسین بچہ ہے یہ" مس ڈی سوزا نے ہنستے ہوئے کہا پھر سلانوس کی جانب دیکھ کر بولی "لیکن حیرت ہے بابا تم نے بھی اسے اس دنیا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

سلانوس بے وقوفوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگا میں نے کہا۔

"میں تو تھوڑے سے وقت میں کسی حد تک تمہاری زبان سمجھ گیا ہوں لیکن میرا دوست تمہاری زبان نہیں سمجھ سکتا، وہ اس زبان سے مکمل طور پر ناواقف ہے اور وہ اسے سیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ چنانچہ اس سے مخاطب ہونے کی کوشش مت کرو۔ وہ ایک پتھر کی دیوار ہے اور دیوار ہی رہے گا۔"

"اوہ۔ تو یہ ہماری زبان بالکل نہیں جانتے؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"تب تو پھر ان سے گفتگو کرنا بڑا مشکل ہو گا۔"

"ہاں میں کوشش کروں گا کہ جو کچھ دیکھوں اور سمجھوں اسے بھی بتا دوں۔ فی الوقت تمہاری گفتگو بے کار ہے۔"

"تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"جو تم پسند کرو۔"

"میرا خیال ہے اگر تم میرے ساتھ کہیں چلو تو میں جہاں سے چلنا شروع کروں گی وہاں کی ہر چیز کے بارے میں تمہیں بتاتی رہوں گی۔"

"نہایت مناسب خیال ہے؟"

"کیا تمہارے ساتھ تمہارا دوست بھی چلے گا؟"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"میں واپس آ کر اسے سب کچھ بتا دوں گا۔ یوں بھی یہ اس دنیا سے گھبراتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ۔" ڈی سوزا نے کہا۔

"پوچھو۔"

"کیا تمہارے پاس اس سے بہتر لباس نہیں ہے؟"

"نہیں۔ میرے پاس کوئی دوسرا لباس نہیں ہے۔"

"یہ تو بڑی مشکل ہے۔ خیر میں اس کا بندوبست کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں خاموشی سے اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ سلانوس بھی احمقوں کی طرح منہ کھولے بیٹھا رہا۔ جب مس ڈی سوزا کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو سلانوس نے کہا۔

"کیا کہہ رہی تھی یہ لڑکی؟"

میں سلانوس کو اس کی گفتگو کے بارے میں بتاتا رہا اور سلانوس گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے تم معلومات حاصل کر لو اور بعد میں مجھے سمجھا دینا۔"

"اس وقت تک تمہیں یہیں تنہا رہنا پڑے گا۔"

"رہوں گا ضرور رہوں گا۔ بس ان لوگوں سے کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔"

"کیسی گڑبڑ؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ارے ارے حیران مت ہو۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو میں سمجھ تو سکتا نہیں، یہ مجھ سے کچھ کہیں گے میں کچھ اور جواب دوں گا۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں میں ان سے اشاروں میں بات کر لوں گا، تم بے فکر ہو کر جاؤ۔" سلانوس نے کہا۔

مس ڈی سوزا واپس آ گئی تو اس کے ہاتھ میں ویسا ہی ایک لباس تھا جیسا میں نے وہاں کے دوسرے لوگوں کو پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے وہ لباس میری جانب بڑھا دیا اور بولی۔

"لیکن کیا تم یہ لباس پہننا جانتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ۔۔۔ تب پھر ۔۔۔ دیکھو میں تمہیں پہن کر بتائے دیتی ہوں کہ تم اسے کس طرح پہنو۔"

ڈی سوزا نے زیریں لباس پہن کر مجھے دکھایا پھر اوپری لباس کا طریقہ بتانے لگی۔ میں نے اپنا لباس اتارنا چاہا لیکن ڈی سوزا نے جلدی سے روک دیا۔

"یہاں نہیں، وہاں دروازہ کھول کر اندر چلے جاؤ۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں ایک گہری سانس لے کر وہ لباس سنبھال کر ادھر چلا گیا۔ میں نے لباس پہنا اور مجھے اپنے بدن میں چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔

تنگ سا لباس تھا، عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ میرا بدن تو آگ کی گرمی سے زندگی پاتا تھا، بھلا یہ تنگ سا لباس مجھے کیسے پسند آتا۔ لیکن برداشت کرنا ہی تھا۔ سو میں نے اس کے بتائے ہوئے طریقے پر لباس پہن لیا اور باہر نکل آیا۔

مس ڈیسوزا باہر موجود تھی اور میرا دوست سلانوس بھی۔ سلانوس نے مجھے دیکھ کر ایک گھن گرج قسم کا قہقہہ لگایا۔

میں نے بوکھلا کر مس ڈیسوزا کی جانب دیکھا لیکن مس ڈیسوزا کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ مبہوت ہو گئی تھی اور مجھے تکے جا رہی تھی۔

"کیا میں نے یہ لباس غلط پہنا ہے؟" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"آہ میرے دوست، تم کیا بن گئے، جدید دور کے گھوڑے؟" سلانوس نے کہا اور پھر ہنسنے لگا۔

میں بھی مسکرا دیا۔ "مجبوری ہے سلانوس۔"

"اور اس لڑکی کو دیکھو، پاگل ہو گئی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو سلانوس؟"

"مر مٹی ہے تم پر۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا "آپ کو کیا ہو گیا ہے مس ڈی سوزا؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے ایک گہری سانس لی اور عجیب سے انداز میں مسکرانے لگی "تم واقعی طلسمی انسان معلوم ہوتے ہو۔ مجھے تعجب ہے تم اس پروفیشن میں کیسے آ گئے؟"

"کس میں آ گئے؟"

"تم پہلوان کیوں بن گئے، جبکہ تم کسی طرح بھی پہلوان نہیں معلوم ہوتے۔ میں پیش گوئی کرتی ہوں کہ تم شہر کی لڑکیوں کے لئے مصیبت بن جاؤ گے۔"

"لڑکیوں کے لئے کیوں مصیبت بن جاؤں گا؟"

"وہ تمہیں دیکھ کر ذہن پر قابو نہیں رکھ سکیں گی۔"

"چھوڑو، میں تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں مس ڈیسوزا۔"

"میں تمہاری ہر خواہش پوری کر دوں گی، آؤ میرے ساتھ۔ کیا تمہارے بزرگ دوست نے اجازت دے دی ہے؟"

"وہ تعاون کرنے والوں میں سے ہے۔"

"تب آؤ۔" لڑکی نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر ایک لمبی سی سواری کھڑی ہوئی تھی۔ دن کی روشنی میں میں نے فولادی گھوڑے کو غور سے دیکھا اور پھر مس ڈی سوزا کے ساتھ اس میں بیٹھ گیا۔ مس ڈیسوزا نے کوئی حرکت کی، فولادی جانور غرانے لگا۔ پھر وہ آگے بڑھ گیا۔

"میں تمہاری اس سواری سے بہت متاثر ہوں۔"

"اپنے علاقے میں تم سفر کیسے کرتے تھے؟"

"گھوڑے اور ایسے ہی دوسرے جانوروں پر۔"

"تم نے یہ کل کا گھوڑا کبھی نہیں دیکھا؟"

"کبھی نہیں۔ کیا یہ جاندار ہے؟"

"نہیں مشینی، اسے مشین چلاتی ہے۔"

"کیا یہ پیدا بھی نہیں ہوتا؟ کیا اس کی نسل ہوتی ہے؟"

"اوہ نہیں۔" لڑکی ہنس پڑی "اسے انسان بناتے ہیں۔"

"پھر یہ دوڑتے کس طرح ہیں؟"

"مشینی عمل سے، اسے کار کہتے ہیں۔" لڑکی نے بتایا اور میں نے اس کا نام ذہن نشین کر لیا۔ انسان نے سفر کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا۔

ہم سست روی سے شہر کی سڑکوں پر چلتے رہے۔

"تم لوگ یہ عمارتیں کس طرح بناتے ہو؟"

"مشینوں کے ذریعہ، فولادی مشینیں دنیا کا ہر کام لیتی ہیں۔"

"لیکن یہ تمہارے تابع کس طرح ہو جاتی ہیں، یہ تو بے جان ہیں۔"

"انسان نے انہیں اپنی مرضی کے مطابق بنایا ہے۔"

"لوہے کے پرزے تمہاری مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں؟"

"ہاں۔"

"لیکن ان میں تحریک کس طرح ہوتی ہے؟"

"کبھی برقی قوت سے اور کبھی پٹرول کی قوت سے۔"

"برقی قوت؟"

"ہاں بجلی۔" وہ مجھے برقی تھیوری سمجھانے لگی۔

میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ "تم لوگوں نے اس قوت کو کس طرح حاصل کیا؟"

"سائنسدانوں نے اس پر ریسرچ کی ہے، انہوں نے اپنی تحقیق سے انسانیت کو بہت کچھ دیا ہے۔"

"تم لوگ ان کی بہت عزت کرتے ہو؟"

"ظاہر ہے۔"

میں اس سے سوالات کرتا رہا۔ میری معلومات کے خزانے پُر ہو رہے تھے پروفیسر اور میرے سُرور کا عالم نہ پوچھو۔ میں ایک ایک بات ذہن نشین کر رہا تھا، اور کل کا گھوڑا ایک کمزور سی لڑکی کی مرضی سے چل رہا تھا۔

"ایک بات اور بتاؤ مس ڈی سوزا۔"

"سنو۔" اس نے میری بات کاٹ دی "اب تمہارے ساتھ کسی تکلف کو جی نہیں چاہتا تم تو واقعی کسی نوزائیدہ بچے کی مانند ہو۔" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا "مجھے صرف جولی کہہ کر پکارا کرو۔"

"کیوں کیا تم نے نام بدل لیا؟"

"نہیں۔ میرا نام یہی ہے۔"

"اور مس ڈی سوزا؟"

"ڈی سوزا میرے والد کا نام ہے۔"

"تو پھر تم نے اپنا نام ہی کیوں نہ بتایا؟"

اور وہ مجھے اس کی وجہ بتانے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک جگہ رک گئی اور گھوڑے کی غراہٹ خاموش ہو گئی۔

"یہ ہوٹل ہے۔"

"ہوٹل کیا ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا اور اس کے جواب سے اندازہ ہوا کہ وہ قہوہ خانہ ہے۔ وہ بھی جدید شکل کا تھا۔ ہم اندر جا بیٹھے دوسرے لوگ بھی تھے جن میں مرد اور عورتیں دونوں تھے۔ جولی کا کہنا درست نکلا۔ عورتیں مجھے بہت غور سے دیکھ رہی تھیں۔ جولی نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں طلب کیں اور وہ آ گئیں۔

"تم انہیں سکّے دو گی؟"
"ہاں کرنسی۔ یہ دیکھو یہ کرنسی ہے۔" اس نے کاغذ کے ویسے ہی ٹکڑے مجھے دکھائے جیسے مجھے رات کو ملے تھے۔
"اوہ۔ ایسے سکّے تو میرے پاس بھی ہیں۔"
"ہم انہیں نوٹ کہتے ہیں۔"
"ٹھیک ہے میں یاد رکھوں گا۔" میں نے کہا اور مس ڈیلسوزا کے کہنے پر کھانے میں مشغول ہو گیا۔
"تمہاری دنیا بڑی اثر انگیز ہے۔ اچھا تم لوگوں کا طرزِ زندگی کیا ہے؟"
"اوہ۔ تم گہری سوچ رکھتے ہو۔"
"ہاں۔ میں جاننا چاہتا ہوں۔"
"طرزِ زندگی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"
"کیا تمہارے اوپر کوئی حکمران ہوتا ہے۔ کیا تمہارا کوئی بادشاہ بھی ہے؟"
"نہیں، بادشاہت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اب انسانی حقوق کا دور ہے۔ لوگ اپنے لئے ایک منتظم کا انتخاب کر لیتے ہیں وہ حکومت چلاتا ہے۔"
"تنہا؟"
"نہیں۔ اس کے بے شمار مددگار ہوتے ہیں۔ لوگ انہیں دولت دیتے ہیں اور وہ ان کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔"
"تھوڑا سا بدلا ہوا انداز ہے لیکن راج وہی ہے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔
"تمہارے پہاڑوں میں کونسا نظام رائج ہے؟"
"ہمارے پہاڑوں میں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ہمارے ہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بس انسان اپنے طور پر جیتے ہیں۔"
"تمہارا علاقہ کونسا ہے۔ میں تمہاری شخصیت پر حیران ہوں۔" جولی نے کہا اور میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر وہ اس سوال کو ٹال گئی۔ ہم دونوں اس وقت تک گھومتے رہے جب تک سورج نہ چھپ گیا۔ میں بچّوں کی طرح اس سے سوالات کر رہا تھا اور اس نے ایک جواب بھی دینے میں تاخیر نہیں برتی تھی۔
"کیا خیال ہے اب واپس چلیں؟"
"ہاں سورج چھپ گیا ہے۔"
"تمہارا وقت کیسا گذرا؟"
"اتنا دلچسپ کہ میں بتا نہیں سکتا۔"
"میں نے تمہارے اندر ایک خاص بات محسوس کی ہے۔ وہ یہ کہ تم ان ساری چیزوں سے ایجان ہو لیکن تمہارے سوالات بے حد جامع ہوتے ہیں، تجسّس سے بھرپور اور ذہانت آمیز۔ میں تمہارے ان سوالات سے بے حد متاثر ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ واپس گھر کی جانب چل پڑی۔ ہم واپس اپنی رہائش گاہ میں آ گئے۔ اور آتے ہی ہمیں اس کمرے میں طلب کر لیا گیا جہاں گل زمان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے جو پہلوان نظر آ رہے تھے۔

تب ایک دیوہیکل آدمی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے کھڑے ہو کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ گل زمان نے میرا اس سے تعارف کرایا تھا۔

اس دوران ان لوگوں کا طرزِ زندگی، ان کی تہذیب، ان کی معاشرت کے بارے میں میں نے مس ڈیلسوزا یا جولی سے جو سوالات کئے تھے ان کی روشنی میں میں اب ان لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جان گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت میرے انداز میں وہ جھجک نہیں تھی جو پہلے تھی۔ میں نے اس شخص سے مصافحہ کیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میں آج ہی باہر سے آیا ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے گل زمان کی زبانی یہ سن کر حیرت ہوئی ہے کہ تم نے غلام خان کو اتنی آسانی سے شکست دے دی۔ نہ صرف شکست دی ہے بلکہ........ اس کی حالت کافی نازک ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر یہ دباؤ اور بڑھ جاتا تو اس کا دماغ پھٹ جاتا۔ اس لئے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تم نے باقاعدہ کشتیاں لڑی ہیں؟"

"نہیں۔ بس اپنے علاقے میں کبھی کبھی چند لوگوں سے مڈبھیڑ ہو جایا کرتی تھی۔"
"تم اپنے علاقے کا نام نہیں بتا سکتے؟"
"نہیں۔ کیونکہ اس کا کوئی نام نہیں ہے۔"
"بڑی تعجب خیز بات ہے۔ اس دور میں بھی ایسے پسماندہ علاقے موجود ہیں، جہاں کے لوگ اس بات سے قطعی ناواقف ہیں کہ دنیا میں کیا کیا ہو چکا ہے اور وہ جدید دنیا سے قطعی ناواقف ہیں۔ گل زمان نے مجھے بہت کچھ بتایا ہے اور مجھے یہ سب کچھ سن کر بے حد حیرت ہوئی ہے۔"

میں نے اس شخص کی باتیں سنیں اور ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بے چارہ سلانوس تو یہاں آ کر قطعی پاگل ہو گیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے ان لوگوں کی زبان نہیں آتی تھی اور وہ سمجھنے کی صلاحیتیں بھی نہیں رکھتا تھا چنانچہ وہ زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا۔

"تو تم پورے خلوص سے گل زمان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے لئے تیار ہو؟" اس شخص نے پوچھا۔
"دیکھو دوستو! میں تم سے بھرپور تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میں تمہاری دنیا، اس تہذیب اور معاشرت کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا خواہش مند ہوں۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہ میرا پیشہ نہیں ہے اور نہ میں اس کے بارے میں باقاعدگی سے کچھ جانتا ہوں۔

لیکن اگر مجھے کسی بھی شخص کے سامنے کھڑا کر دو گے اور مجھ سے کہو گے کہ اسے شکست دے دوں، تو یقین کر دمیں پورے دعوے اور اعتماد کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایسا ہی ہو گا۔ باقی رہی معاہدے کی بات تو اس کے لئے لمحات کا تعیّن مناسب نہ ہو گا۔ ہاں اگر کبھی اس فن کے ذریعے زندگی گذارنے کا خیال آیا تو میں صرف اور صرف تمہارے کہنے پر ہی اسے لڑوں گا۔"
"لیکن تم معاہدہ کیوں نہیں کرنا چاہتے؟"
"اس لئے کہ میں تمہاری اس دنیا کو اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں کسی فن یا کسی اور وجہ سے خود کو پابند کرنا نہیں چاہتا۔"
"ایسا نہیں ہو گا۔ ہم تمہیں مشین نہیں بنائیں گے بلکہ تمہیں اس کا پورا پورا موقع دیں گے کہ تم جو کچھ کرنا چاہو کرو۔ ہم تمہیں تمہارے کسی کام سے نہیں روکیں گے اور پہلوانی میں بھی بہت کم وقت صرف ہو گا۔ اس کے بعد تم آزاد ہو گے۔ چنانچہ اگر تم معاہدہ کر لو تو ہم لوگ بھی مطمئن ہو جائیں گے۔ کیونکہ میرے دوست ابھی کچھ عرصے کے بعد جب تم کچھ بن جاؤ گے تمہارا نام شہرت پا جائے گا تو بے شمار لوگ تمہاری جانب دوڑیں گے اور کوشش کریں گے کہ تمہیں اپنے لئے حاصل کر لیں۔ بڑی بڑی پیش کشیں ہوں گی۔ کیا اس وقت ہم یہ محسوس نہیں کریں گے کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔"
"میں کسی کی بات نہیں مانوں گا۔" میں نے جواب دیا اور گل زمان اس شخص کی طرف دیکھنے لگا۔
"ٹھیک ہے گل زمان اگر کبھی یہ محسوس کرے کہ اسے تمہاری ضرورت ہے تو اسے خوش آمدید کہنا۔ باقی رہی معاہدے کی بات، تو اسے جانے دو۔ اس کے علاوہ وہ وعدہ بھی کر رہا ہے کہ اگر کشتی لڑے گا تو صرف تمہارے لئے۔"
"ٹھیک ہے لیکن میں ذرا دوسری قسم کا آدمی ہوں۔ اگر اس نے اس بات کی خلاف ورزی کی تو میری اس سے دشمنی ہو جائے گی۔" گل زمان نے جواب دیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس احمق شخص کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اگر اس نے مجھ سے دشمنی کی تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا لیکن میں اس سلسلے میں کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا۔

اس شخص نے کہا۔ "تو نوجوان دوست! کل صبح سے میں تمہارا ٹرینر ہوں۔"
"ٹرینر۔" میں نے جولی کی جانب دیکھا اور جولی مسکرا کر آگے بڑھی۔
"مقصد یہ کہ وہ تمہیں اس فن کی تربیت دیں گے۔"
"اوہ۔" میں نے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے میں تمہارا منتظر رہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور گل زمان نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ وہاں بیٹھے رہے۔ پھر کھانا کھایا گیا۔ اس کے بعد میں اور سلانوس آرام کرنے کے لئے کمرے میں آ گئے۔

سلانوس اب زیادہ پریشان نہیں تھا۔ کمرے میں بستر پر لیٹ کر وہ مسکرایا۔ "کہو میرے دوست کیا کارنامے انجام دیئے۔"
"تم بتاؤ سلانوس، تمہارا دن کیسا گذرا؟"
"بُرا نہیں رہا۔ لوگوں سے اشاروں میں گفتگو کرتا رہا میں نے بھی اپنا ایک استاد بنا لیا ہے اور اس نے مجھے کچھ الفاظ سکھائے ہیں۔"
"اوہ خوب۔ کیا الفاظ؟"
"کھانا۔ پانی۔ ہوا۔ بستر اور ایسی ہی چند چیزیں۔"
"خوب خوب۔ تب تو تم بھی بہت جلد ان کی زبان سیکھ جاؤ گے۔"
"ہاں مجھے یقین ہے۔"
"کوئی الجھن تو نہیں ہے؟"
"اگر زبان کی الجھن دُور ہو جائے تو پھر باقی معاملات کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"
"ہم اسے انسان کے عروج کی انتہا کہہ سکتے ہیں۔ وہ اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ قدیم انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔"
"مثلاً؟"
"میں نے اپنی اتالیق لڑکی سے اتنے سوالات کئے کہ اس کا سر پھٹ گیا ہو گا لیکن اچھے اخلاق کی مالک تھی۔ ہر سوال کا اس نے بڑی تفصیل سے جواب دیا۔"
"خوب خوب۔ اچھے اخلاق کی مالک تھی، میرا خیال کچھ اور ہے اس کی اس ملائمت میں اس کی پسند پوشیدہ ہے۔"
"یہ تو اور عمدہ بات ہو گی سلانوس۔ اس طرح وہ میری ذات میں زیادہ دلچسپی لے گی اور مجھے مزید تفصیلات بتائے گی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
"ویسے تم نے اس سے کیا معلوم کیا؟"
"یہ لوگ بلند و بالا عمارتیں بناتے ہیں تاکہ تھوڑی جگہ میں زیادہ لوگ رہ سکیں۔ شہروں کی آبادیاں کافی بڑھ گئی ہیں اور اس سے اقتصادی مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مسائل کے حل کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ ان کے ہاں ہر مسئلہ کا الگ شعبہ ہے۔ سائنسدان انسانی زندگی کے لئے سہولتیں مہیا کرتے ہیں اور تحقیق کرتے رہتے ہیں تاکہ انسان کو زیادہ سے زیادہ آرام ملے۔"
"خوب۔ نظامِ حیات شہنشاہیت ہے؟"
"نہیں بلکہ ایک اور دلچسپ نظام ہے۔ عام لوگ متفقہ طور پر ایک حکمراں کا انتخاب کرتے ہیں اور وہ پابند ہوتا ہے کہ لوگوں کی ہر سہولت کا خیال رکھے۔"

" خوب بہت عمدہ نظام ہے۔ وہ لوگ اسے معطل بھی کر سکتے ہیں جو اس کا انتخاب کریں ؟"

" ہاں "

" عوام کی فتح ہے۔ اور میرا خیال ہے یہ نظام قدیم نظام سے بہتر ہے "

" ہاں۔ تم نے وہ کل کا گھوڑا دیکھا تھا جس پر یہ لوگ سواری کرتے ہیں ؟"

" ہاں "

" یہ اسے کار کہتے ہیں۔ اور اس قسم کی ساری چیزیں وہ خود تیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بجلی کا نظام ہے جو عجیب تر ہے ..."

میں سلانوس کو ساری تفصیلات بتاتا رہا اور سلانوس اس گفتگو میں بے حد دلچسپی لے رہا تھا پھر وہ بولا۔

" سچی بات تو یہ ہے کہ میرے دانش کدے کی تعمیر میں یہ سب چیزیں معاونت کریں گی اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ میری محنت کا ثمر ہے اب میں یہاں کی زبان سیکھ جاؤں تو خود اس بارے میں تحقیق کروں گا اور اس کے بعد جانتے ہو کیا ہوگا "

" کیا ہوگا ؟"

" میں صدیوں کے راز یہاں سے چرا کر لے جاؤں گا اور پھر تحت الثریٰ میں ایک انقلاب آئے گا۔ میں نئے دور کا موجد ہوں گا۔ میں تحت الثریٰ کو اس دنیا سے صدیوں آگے لے جاؤں گا۔ اور اس وقت اسے جدید دور کی ہر امنگ دے دوں گا جبکہ دنیا اس سے بہت پیچھے ہوگی۔ ہاں یہ دور میری زندگی کا سب سے سنہرا دور ہوگا "

" میں تمہاری کامیابی میں تمہارا معاون ہوں گا۔ بلاشبہ یہ دنیا پھولوں کا گھر بن چکی ہے اور اس دور کا انسان بے حد حسین زندگی گذار رہا ہے "

" اب آرام کرو میں تھکن محسوس کر رہا ہوں " سلانوس نے کہا اور میں نے اسے سونے کی اجازت دے دی۔ لیکن خود میرے خیالات کی دنیا آباد ہوگئی۔ بے شمار خیالات تھے۔ لیکن سلانوس کی طرح دل میں کوئی امنگ نہیں تھی۔

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو تربیت کنندہ آچکا تھا۔ صبح کو مجھے ناشتہ بھی نہیں دیا گیا۔ جس جگہ ہمیں تربیت دی جانے والی تھی اسے بہت عمدگی سے اسی عمارت میں بنایا گیا تھا۔ ناشتہ نہ دینے کی وجہ میں نہیں سمجھ سکا تھا لیکن میری اتالیق مس ڈی سوزا نے مجھے بتایا کہ ورزش کرنے سے پہلے ناشتہ نہیں کیا جاتا۔

میرا ٹرینر ویسا ہی لباس پہن کر میدان میں آگیا تھا جیسا کہ پہلوانی کرتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ اچھے خاصے تن و توش کا آدمی تھا وہ۔ اس کے پورے بدن پر بال ہی بال تھے اور وہ خاصا چاق و چوبند نظر آرہا تھا۔ کنارے پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے بھی اپنا اوپری لباس اتار دیا۔ نچلے بدن پر وہی لباس موجود تھا جو لڑنے کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ میرے بدن کو بڑی عجیب سی نگاہوں سے دیکھا گیا اور میں نے محسوس کیا کہ لوگ مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

گل زمان بہت خوش نظر آرہا تھا اور میرا ٹرینر مجھے اس انداز میں دیکھ رہا تھا جیسے میں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھتا ہوں۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس شخص کے ذہن سے یہ بات نکال دوں گا کہ وہ مجھے کسی بھی قسم کی تربیت دے سکتا ہے۔ میں ان لوگوں سے کچھ سیکھنا ضرور چاہتا تھا لیکن جو کچھ جانتا تھا اس سے پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے ٹرینر نے مجھ سے کہا۔

" سنو میرے دوست۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم مجھ پر جو داؤ چاہو آزماؤ۔ اگر تمہارے پاس زیادہ داؤ نہیں ہیں تو اپنی قوت استعمال کرو۔ ظاہر ہے اگر تم اس میں جھجکے تو پھر اس انداز میں نہیں لڑ سکو گے جیسا کہ میں چاہتا ہوں۔ چنانچہ دل کھول کر مجھ سے مقابلہ کرو اور اس سلسلے میں اگر مجھے کوئی تکلیف بھی پہنچ جائے تو اس کی پرواہ مت کرنا "

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ میرے انداز میں بڑا اعتماد تھا جسے دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کیا۔

تب میرے تربیت کنندہ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلا دیئے اس کے ہاتھوں کی موٹی موٹی انگلیاں میرے ہاتھوں میں پھنسنا چاہتی تھیں۔ میں نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے کر دیئے اور اس نے اپنی انگلیاں میرے پنجوں میں جکڑ دیں۔

یقینی طور پر اس نے یہی سوچا ہوگا کہ ابھی چند ساعت کے بعد وہ میرے پنجے مروڑ کر رکھ دے گا۔ اور میں نے اسے اس کا پورا پورا موقع دیا اور وہ میرے پنجوں کو مروڑنے لگا لیکن میرے ہاتھ جس زاویے پر تھے اسی زاویے پر گویا پتھر کی طرح جم گئے تھے، گویا دو چٹانیں تھیں، جن سے میرا ٹرینر جھول رہا تھا۔ اور میں اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

ظاہر تھا پروفیسر اگر میرے وجود میں ذرا سی بھی جنبش پیدا ہو جاتی تو میرا صدیوں کا تجربہ خاک ہو جاتا۔ چنانچہ میں اپنی جگہ ڈٹا رہا۔

وہ زور لگاتا رہا اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوتے رہے۔ گل زمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ لوگ تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ تب میں نے آہستہ سے مسکرا کر اپنے ٹرینر کی جانب دیکھا اور اس سے کہا۔

" اب میں تمہاری ہی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا "

میرے ٹرینر نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے پر ہلکی

ہلکی خفت کے آثار تھے۔ تب میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جنبش دی اور میرے ٹرینر کے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو لپیٹا اور اسے گھما کر نیچے زمین پر پھینک دیا۔ گل زمان بری طرح چیخ پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔

میرا ٹرینر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو جھٹک رہا تھا۔ پھر اس نے گل زمان کی جانب دیکھا، بجانے کیوں اس کے انداز میں ایک عجیب سی بیچارگی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ بھی نظر آرہی تھی۔

سو اس بار اس نے میری کمر سے لپٹنے کی کوشش کی تھی اور میں نے اسے اس کا پورا پورا موقع دیا۔ میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں پر پوری طرح اپنا سکہ جما دوں۔ اسی میں میری بہتری تھی۔

چنانچہ ٹرینر نے میری کمر پکڑ لی اور اپنی پہلوانی کے مخصوص داؤ کے ذریعے مجھے نیچے گرانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن بھلا چٹانیں بھی کبھی اپنی جگہ سے ہلی ہیں۔ وہ سر دھڑ کی بازی لگا رہا تھا لیکن میرے بدن کو جنبش بھی نہیں ہو رہی تھی۔ جب میں نے محسوس کیا کہ وہ ڈھیلا پڑ رہا ہے تو میں نے اپنے آپ کو جنبش دی۔ اس بار میں نے پلٹ کر اس کی کمر پکڑی تھی اور دوسرے لمحے میں نے اسے کسی ننھے کھلونے کی مانند اٹھا کر اپنے سر سے اٹھا لیا۔ گل زمان نے ایک بار پھر نعرہ لگایا۔ میں نے اپنے ٹرینر کو آہستہ سے زمین پر رکھ دیا۔ میرا ٹرینر ہانپنے لگا تھا۔ تب وہ گل زمان کی طرف دیکھ کر بولا۔

" گل زمان، اسے کہاں سے اٹھا لائے ہو ؟"

" کیوں کیا بات ہے ؟"

" یہ شخص گوشت کا بنا ہوا معلوم نہیں ہوتا "

" تو پھر ؟" گل زمان کے حلق سے مسرت بھری آوازیں نکل رہی تھیں۔

" مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے یہ پتھر کا انسان ہے "

" گویا تمہارے خیال میں یہ فٹ ہے ؟"

" تم فٹ کی بات کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے اس چٹان کو جنبش دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے "

" واہ۔ اس کا مقصد ہے کہ ہماری زندگیاں بن گئیں۔ کیا تم بالکل درست کہہ رہے ہو ؟"

" ہاں۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ جگا سنگھ اسے اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ سکے گا۔ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ جگا سنگھ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ گل زمان تم واقعی خوش قسمت ہو کہ تمہارے ہاتھ اتنا قیمتی ہیرا لگ گیا ہے "

" تم اسے داؤ پیچ نہیں سکھاؤ گے ؟"

" میرا خیال ہے اسے کسی داؤ پیچ کی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ چٹان کی طرح جم جاتا ہے تو دوسرا کچھ بھی کر تا ہے۔ کہو تو فلائنگ کک لگاؤں " اس نے پوچھا۔

" ہاں ہاں کوشش کرو "

" ٹھیک ہے " میرا ٹرینر شاید اب مجھ سے مخلص ہو گیا تھا۔ مجھے سیدھا ہونے کے لئے کہا گیا۔ اور پھر میرے ٹرینر نے ہوا میں اچھل کر دو لاتیں میرے سینے پر جھاڑیں۔ اس نے غالباً اپنی پوری قوت سے حملہ کیا تھا لیکن میں اپنی جگہ سے ایک بال برابر نہیں ہلا۔ اس نے پھر زمین پر پاؤں ٹکا کر چھلانگ لگائی اور دونوں لاتیں میرے سینے پر ماریں دو تین بار لاتیں مارنے کے بعد وہ تھکے ہوئے انداز میں ہانپنے لگا اور گل زمان سے بولا۔

" کیا خیال ہے ؟"

" کمال ہے "

" واقعی کوئی جواب نہیں یہ پہاڑی تو وہ آخر کہاں سے آگیا اور ہم نے اسے غلام خان سے لڑا دیا تھا۔ غلام خان تو خوش نصیب تھا کہ بچ گیا۔ واہ واہ تہلکہ مچا دے گا پوری دنیا میں، تہلکہ مچا دے گا۔ اوہ میں تو نہ جانے کون کون سے خواب دیکھنے لگا ہوں " گل زمان نے عجیب سے انداز میں کہا، پھر وہ میرے نزدیک پہنچ کر بولا۔

" میرے دوست، میرے ساتھی، میرے عزیز، تمہیں دنیا کی ہر سہولت مہیا کر دی جائے گی۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو کبھی تکلف نہ کرنا۔ میں تمہیں لاکھوں روپے دے سکتا ہوں۔ تمہیں جتنی دولت کی ضرورت ہوگی تمہیں مل جائے گی جتنی اعلیٰ زندگی درکار ہوگی میں فراہم کروں گا۔ بس کبھی پہاڑوں کی طرف جانے کی کوشش مت کرنا۔ یہاں تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ وہ سب کچھ جو تم چاہتے ہو "

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا " میں صرف تمہاری اس دنیا کے بارے میں سب کچھ مکمل طور پر جاننا چاہتا ہوں گل زمان۔ میں اسے چاروں طرف سے دیکھنا چاہتا ہوں "

" میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں تمہیں ہر ملک کے گوشے گوشے میں لے جاؤں گا۔ بس تمہیں میرے کہنے سے کشتیاں لڑنا ہوں گی۔ اس کے بعد تم اپنے طور پر جو چاہو گے کرو گے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے "

گل زمان نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔ تب ہم اکھاڑے سے باہر نکل آئے۔ میرے ٹرینر کو اب اس بات کی ضرورت نہیں رہی تھی کہ مجھ سے کسی نئے داؤ کے بارے میں بات کرتا جو کچھ ہو چکا تھا اس سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اگر اس نے ایسی کوشش کی تو اسے شدید نقصان اٹھانا پڑے گا۔

گل زمان کو بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کے ہاتھ سونے کی چڑیا لگ گئی ہے۔ لیکن سونے کی چڑیا کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔

اس روز ہم نے سلانوس کو بھی ساتھ لے لیا۔ مس ٹلیسوزا ایک عمدہ ساتھی تھی۔ سلانوس نے اس سے کئی الفاظ سیکھے۔ وہ شہر کی سیر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ مجھے جو نئی بات یا چیز نظر آتی میں جولی سے اس بارے میں پوچھ لیتا تھا۔

شام کو ہم واپس آ گئے۔ جولی ابھی میرے پاس ہی تھی تب اس نے مجھ سے کہا۔

" پورنا۔ میں رات کو تمہارے بارے میں سوچتی رہی۔"

" کیا؟" میں نے پوچھا۔

" نہ جانے تم اس پروفیشن میں کیوں آ گئے؟"

" پھر کیا کرتا۔ تمہاری دنیا کا کوئی اور کام تو مجھے آتا نہیں۔"

" تم ۔۔۔ تم تو شہزادوں کی مانند ہو۔ کہیں تم کوئی پہاڑی شہزادے تو نہیں ہو؟"

" نہیں۔ میں شہزادہ کبھی نہیں رہا۔"

" بظاہر تم معصوم ہو اور ہماری دنیا سے ناواقف۔ لیکن تمہارے اندر ایک انوکھی ذہانت چھپی ہوئی ہے۔ جس کا مجھے بار بار احساس ہوتا ہے۔"

" یہ تمہاری محبت ہے۔"

" اوہ۔ تم محبت کے بارے میں بھی جانتے ہو؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

" کیوں نہیں۔ یہ لفظ تو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ زمین کا کوئی بھی خطہ ہو، جہاں کچھ بھی نہ ہو لیکن محبت ضرور ہو گی۔"

" خوشی کی بات ہے، اس جذبے کی گہرائی کو سمجھتے ہو۔"

" کیوں نہیں۔"

" یہ بھی جانتے ہو کہ یہ جذبہ بے اختیار ہوتا ہے۔ محبت کے لئے کسی کا انتخاب نہیں کیا جاتا۔ یہ کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔"

" اس دور کے اقدار سے ناواقف ہوں۔" میں نے کہا اور پھر سنبھل گیا۔ نادانستگی میں ایک مشکوک بات کہہ گیا تھا۔ لیکن جولی نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔

" تم نے کبھی کسی کو چاہا ہے؟"

" کونسی چاہت کی بات کر رہی ہو؟"

" وہ چاہت جو راتوں کو جگاتی ہے، جو دل کا سکون چھین لیتی ہے۔"

" نہیں۔ ایسی چاہت مجھے کبھی نہیں ہوئی۔ میں رات کو سکون سے سوتا ہوں اور دن میں خوب کھاتا پیتا ہوں۔"

" ممکن ہے اس کی وجہ کچھ اور ہو۔"

" کیا ہو سکتی ہے؟"

" تم نے جسے چاہا ہو وہ تمہیں مل گیا ہو۔"

" ہاں۔ یہ حقیقت بھی ہے۔" میں نے کہا اور نہ جانے کیوں میں نے جولی کی آنکھوں کے چراغ بجھتے محسوس کئے۔

" تو پھر وہ کہاں ہے، تم نے اسے چھوڑ کیوں دیا۔ کیا وہ تمہیں یاد نہیں آتی؟"

" یاد نہیں آتی ۔۔۔؟ وہ کوئی عورت نہیں ہے۔"

" پھر کون ہے؟"

" سلانوس جو میرے ساتھ ہے۔"

" اوہ؟" جولی بے اختیار ہنس پڑی۔ "کیا تمہیں اس سے اتنی محبت ہے؟"

" ہاں۔ وہ میری دنیا کا عالم ہے۔ اور مجھے علوم سے بے پناہ الفت ہے۔ یقین کرو صرف یہی جذبہ مجھے تمہاری دنیا تک کھینچ لایا ہے۔"

" اس دنیا کو دیکھنے کے بعد تم اپنی دنیا میں واپس چلے جاؤ گے؟"

" ابھی تو ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

" اگر کوئی تمہیں روکنا چاہے۔ اگر میں چاہوں کہ تم یہاں سے کبھی نہ جاؤ تو، بولو پورنا کیا تم میری محبت قبول کر لو گے۔" جولی بے اختیار ہو گئی اور پروفیسر، اس وقت جب ان کرداروں کا کوئی وجود نہیں تھا۔ مجھے یہاں بھی عورت مل گئی۔ ہاں مستقبل کی عورت جس نے ماضی کے مرد کو خلوص سے قبول کر لیا تھا۔

سو میں نے بھی اسے مستقبل کا تحفہ سمجھ کر اپنا لیا۔ اور یہاں انسان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ یہاں عورت وہی پرانی عورت تھی یعنی لالاماہ یا شمانہ، یا وہ بے شمار عورتیں جو صدیوں سے میری دوست رہی تھیں۔

اور مستقبل کی یہ عورت بھی ان سے کسی طور کم نہ تھی۔ اتنی ہی گرمجوش، اتنی ہی سکون بخش۔ سو یہ سکون کے لمحات بھی مجھے حاصل ہو گئے۔ اور اس کے فرائض میں اس کا پیار بھی شامل ہو گیا تھا۔ ایک طرف اس دنیا سے میری واقفیت بڑھتی گئی اور دوسری طرف میری شہرت۔

پہلی بار میری تصویر کھینچی گئی۔ میں روشنی کے اس جھماکے کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ لیکن دوسرے دن جولی نے بڑا کاغذ میرے سامنے پیش کیا، جسے اخبار کا نام دیا گیا تھا۔ میں نے خود کو اس میں دیکھا اور ششدر رہ گیا۔

" اس طرح خبر رسانی ہوتی ہے۔ اور اب سب کو معلوم ہو گیا کہ تم جگا سنگھ کو شکست دینے کا اعلان کر چکے ہو۔"

" لیکن یہ کیا ہے؟"

" یہ تمہاری تصویر ہے۔ ہماری دنیا کی ترقی تو کہیں سے کہیں پہنچ چکی ہے۔" اور پھر تو اس نے مجھے ایسی ایسی حیرت انگیز باتیں بتائیں اور ایسی چیزیں دکھائیں پروفیسر کہ میں دنگ رہ گیا۔ پچھلے ادوار کے انسان شہنشاہ ہوتے تھے۔ گروہ بناتے تھے اور خود کو عظیم کہلاتے تھے۔ عظیم تو اس دور کا انسان تھا جس نے کائنات پر فتح حاصل کی تھی۔ وہ فضاؤں میں اڑتا تھا۔ اس طرح اس نے پرندوں سے ان کی انفرادیت چھین لی تھی۔ وہ سمندر کی گہرائیوں میں سفر کرتا تھا۔ اس طرح اس نے آبی جانوروں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ اس سے قبل میں نے سطح سمندر پر سفر کرنے والے جہاز دیکھے تھے۔ لیکن پانی کے نیچے سفر کرنے والے انسان۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے فاصلے کا فرق مٹا دیا تھا۔ اب اس کی آواز اتنی دور تک سنی جاتی تھی کہ تصور بھی نہ پہنچ سکے، ہوائیں پیچھے رہ جائیں اور یہ انسان کتنا عجیب تھا۔"

" کیا تمہاری یہ کہانی تمہاری کتاب میں موجود ہے؟" دفعتاً فروزاں نے دخل دیا اور وہ چونک پڑا۔

" ہاں۔ رُوئے زمین پر صدیاں گذارنے کے ساتھ ساتھ میں نے سب کچھ کھو دیا۔ وہ جو میں نے نہ جانے کس تگ و دو کے بعد حاصل کیا تھا رہ گئی تو صدیوں کی کتاب جو میرا سرمایہ ہے۔" اس نے جواب دیا۔

" اس طرح تو تمہاری کتاب صدیوں پہلے اس دور کی پیش گوئی کر چکی ہے۔ کیا اس کتاب میں آئندہ دور کی بھی پیش گوئی موجود ہے؟"

" ہاں میرے دوست، ستاروں نے مجھے نہ جانے کہاں کہاں تک کی سیر کرا دی ہے۔"

" تب تمہاری کتاب انسانیت کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہے ممکن ہے وہ باتیں اس دور کے انسان کے ذہن میں بھی نہ آئیں جو تمہاری کتاب میں محفوظ ہوں۔"

" نہیں، یہ ناممکن ہے۔"

" کیوں۔؟"

" میری کتاب تو عکس ہے ماضی حال اور مستقبل کا۔ اس میں نہ کوئی اضافہ ہے نہ کمی۔ یعنی وہ جو گذر رہا ہے جو گذر رہا ہے اور جو گذرے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی ناممکن ہے۔ حالات کوئی رخ اختیار کریں لیکن ہو گا وہی جو ہوتا ہے۔"

" میں تمہاری کتاب دیکھ سکتی ہوں؟"

" اسے محسوس کر سکتی ہو۔ ضرورت پڑی تو میں اسے تمہارے سامنے پیش کر دوں گا۔"

" مگر تم ہمارے دور کی باتیں کر رہے ہو۔ اور ہم ان باتوں سے بخوبی واقف ہیں۔"

" لیکن یہ ماضی میں مستقبل کی کہانی ہے۔"

" یہی اس کہانی کا دلچسپ پہلو ہے۔ پھر کیا ہوا تم جگا سنگھ سے لڑے؟" پروفیسر خاور نے سوال کیا۔

" ہاں وہ جو مجھ سے فائدہ اٹھانے کے خواہش مند تھے بھلا اس موقع کو کیوں گنواتے۔ چنانچہ وہ دن آ گیا جب میں جگا سنگھ کے مقابل تھا۔ یہ دیو ہیکل پہلوان بھی خود پر ضرورت سے زیادہ نازاں تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ میں نے اسے حقیر چیونٹی کی مانند مسل دیا۔ میں نے اس طرح زچ کیا کہ اس کی بے بسی انتہا کو پہنچ گئی۔ اور پھر میں نے اسے آخری بار زمین پر پٹخ دیا۔ اس کے بعد وہ نہ اٹھ سکا۔ گل زمان خوشی سے دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس کشتی سے اسے زبردست آمدنی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں نے اور بھی کئی کشتیاں لڑیں۔ لیکن فطرتاً میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ دوسری طرف گل زمان نے دنیا کے سارے پہلوانوں کو للکار دیا تھا۔ اور اب وہ کہیں اور جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس دوران میری زبردست خدمت ہو رہی تھی۔

لیکن ایک رات اتفاقیہ طور پر اس نے جولی کو میری خواب گاہ میں دیکھ لیا۔ سخت گیر آدمی تھا اس نے کمینگی سے کام لیا اور ہم دونوں کے سامنے اکھڑا ہوا۔

" میں نے تمہارے سپرد یہ ڈیوٹی کی تھی؟" اس نے جولی سے کہا اور جولی شرم سے زمین میں گڑ گئی۔ " اس کا مقصد ہے کہ تم کسی کی آلہ کار ہو؟"

" گل زمان سیٹھ، میں اسے چاہتی ہوں۔ میں اس سے پیار کرنے لگی ہوں۔ میں اس سے شادی کروں گی۔"

" اپنی اوقات جانتی ہے کمینی، میرے خلاف سازش کر رہی ہے۔" گل زمان غصے سے بے قابو ہو گیا۔ " جانتی ہے اس طرح تو ایک ابھرتے ہوئے پہلوان کو تباہ کر رہی ہے۔ اس طرح تو میرا مستقبل تباہ کر رہی ہے اگر یہ عورت کے جال میں پھنس گیا تو کشتی لڑ سکے گا؟"

" لیکن میں ۔۔۔ میں اس سے پیار کرتی ہوں۔" اس نے کہنا چاہا اور گل زمان کا زوردار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔ جولی اچھل کر دور جا گری تھی۔

تب مجھ سے نہ رہا گیا۔

"تمہیں اس کی اجازت کس نے دی گل زمان؟" میں کھڑا ہو گیا۔

"تم نہیں سمجھتے سیدھے سادے آدمی، یہ عورتیں کس قدر چالباز ہوتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی نے مس ڈی سوزا کو دولت دے کر اس کام پر اکسایا ہے۔ تم نہیں جانتے جب پہلوان عورتوں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں تو پھر انہیں شکست کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ یہ عورت بڑے بڑے پہلوانوں کو شکست دلوا چکی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کو اس کام کے سلسلے میں کسی دشمن نے اکسایا ہے۔ ممکن ہے وہ دشمن جگا سنگھ ہو یا کوئی اور، لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ عورت تمہیں ختم کرنا چاہتی ہے لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔"

گل زمان پھر مس ڈی سوزا کی طرف بڑھا۔ لیکن اس بار میں نے اسے عقب سے پکڑ لیا۔ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا کر دروازہ کھول کر میں نے باہر کی جانب پھینک دیا۔

"آئندہ میرے کسی معاملے میں دخل دینے کی کوشش کی تو زندہ نہیں چھوڑوں گا، بُرا حشر کر دوں گا تمہارا۔"

گل زمان بُری طرح گرا تھا۔ لیکن جاندار آدمی تھا۔ فوراً کھڑا ہو گیا اور خونخوار نظروں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"میں جس بُت کو تراش سکتا ہوں اسے توڑ بھی سکتا ہوں، سمجھے۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

"مطلب یہ کہ جس طرح میں نے تمہیں اُبھارا ہے اس طرح فنا بھی کر سکتا ہوں۔ تم نہیں جانتے کہ گل زمان سے دشمنی کس قدر مہنگی ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے گل زمان آج سے میں تمہارے لئے نہیں لڑوں گا۔ آج سے میں نے لڑائی بھڑائی کا یہ کھیل چھوڑ دیا ہے۔ بیشک تمہاری وجہ سے مجھے یہاں بہت سی سہولتیں مہیا ہوئیں لیکن تم نے جولی کے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں اسے معاف نہیں کر سکتا۔"

گل زمان جانتا تھا کہ اگر اس نے مجھ سے بھڑنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا۔ وہ مجھے گھورتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ پھر میں نے جولی کو اٹھایا اور جولی ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔

"نہیں نہیں۔ ایسا نہ کرو۔ تم اسے نہیں جانتے۔ وہ بے حد خطرناک انسان ہے۔ میں میں۔ تم سے الگ ہوئی جاتی ہوں۔ وہ نہ مجھے زندہ چھوڑے گا نہ تمہیں۔"

"جولی اگر تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو۔ لیکن میں ایسے بے شمار انسانوں سے نمٹ چکا ہوں۔ اگر یقین کر سکتی ہو تو کر لو کہ میری موجودگی میں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس موضوع پر اب کوئی بات نہ کرنا۔"

"لیکن میں — میں مفت میں ماری جاؤں گی۔"

"میں تمہیں کھلی اجازت دیتا ہوں تم جانا چاہو تو جا سکتی ہو جہاں چاہو چلی جاؤ۔ اور چاہو تو آئندہ مجھ سے ملنے کی کوشش بھی مت کرنا لیکن اب میں گل زمان کے لئے کشتیاں نہیں لڑوں گا۔"

"تو پھر زندگی کیسے گذارو گے؟"

"دیکھا جائے گا جولی۔ میں زندگی کے لئے پابندیوں کو پسند نہیں کرتا۔"

لیکن جولی اس قدر خوفزدہ تھی کہ ساری محبت بھول گئی اور کان دبا کر وہاں سے چلی گئی۔

میں تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھا رہا۔ پھر میں سلانوس کے پاس چل دیا۔ جب میں سلانوس کے کمرے میں داخل ہوا تو سلانوس نہیں تھا۔ میں نے وہیں پر موجود ایک شخص سے پوچھا۔

"سلانوس کہاں ہے؟"

"تمہارا ساتھی؟"

"ہاں۔"

"گل زمان اسے پکڑ کر لے گیا ہے۔"

"کیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں گل زمان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے پکڑ کر لے گیا ہے، وہ کہہ کر گیا ہے کہ واپس آ کر تم سے بات کرے گا۔"

"کہاں لے گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"گل زمان کو سلانوس کے ساتھ بُرا سلوک کرنے پر بہت سخت سزا ملے گی۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔

سلانوس کی غیر موجودگی مجھے بے حد کھل رہی تھی۔ گل زمان نے جو کچھ کیا تھا وہ اچھا نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ گل زمان نے انتقامی کارروائی کے طور پر یہ سب کچھ کیا ہے لیکن وہ میرے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں کافی دیر تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ مجھے سلانوس کے لئے پریشانی تھی اور میں ہر قیمت پر اس کی بازیابی چاہتا تھا۔

لیکن اس بھرے پُرے شہر میں جو میرے لئے اجنبی بھی تھا ایک شخص کو تلاش کرنا آسان کام تو نہ تھا۔ ایسی صورت میں جب کہ گل زمان نے اسے چھپایا ہو گا۔ میں جانتا تھا کہ گل زمان کی مجھ پر تو نہیں چل سکتی تھی۔ لیکن شاید سلانوس کے ذریعے وہ مجھ پر قابو پانے کی کوشش کرے۔ میں جانتا تھا کہ سلانوس بھی معمولی انسان نہیں ہے۔ وہ اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔ لیکن میں اسے اس طرح چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ کافی دیر کے بعد جب میں اپنے کمرے میں آیا تو گل زمان آ چکا تھا۔

میں اس کے سامنے پہنچ گیا اور گل زمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایک زہریلی مسکراہٹ، اس نے حقارت آمیز نگاہوں سے

مجھے دیکھا۔

"واپس آ گئے پورنا؟"

"سلانوس کہاں ہے؟"

"میری قید میں۔"

"کیوں۔؟"

"اب تم جب تک میرے لئے لڑنے کا اعلان نہیں کرو گے اسے رہائی نہیں ملے گی۔ اس کے علاوہ میں نے اس کتیا کو بھی ٹھیک کر دیا ہے جو اس ہنگامے کا سبب بنی۔ دراصل بھولے شخص تم گل زمان کو نہیں جانتے۔ میں تمہیں گولی مار کر ہلاک بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تمہارا مقام ٹھیک ہو جائے۔"

"کیا تمہارے خیال میں اس طرح میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"یہ میری ذمہ داری ہے۔ میں تمہیں پوری طرح درست کر دوں گا۔"

"بشرطیکہ تم میرے ہاتھ سے بچ گئے۔" میں نے کہا اور اب میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ اس کی مجال تھی کہ مجھے اس طرح اپنا غلام بنانے کی کوشش کرے۔ گل زمان نے سیاہ رنگ کی کوئی مشین نکال لی اور اس کا رُخ میری طرف کر کے بولا۔

"رک جاؤ، ورنہ کتے کی موت مارے جاؤ گے۔"

لیکن میں بھلا کسے خاطر میں لاتا تھا۔ جو اس بے وقوف کی پرواہ کرتا۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ تب لگاتار کئی دھماکے ہوئے، اور کوئی شے میرے بدن سے ٹکرائی لیکن پلٹ گئی اور گل زمان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

لیکن اسی وقت بہت سے لوگ اندر گھس آئے انہوں نے مجھے چاروں طرف سے پکڑ لیا۔ میں چاہتا تو ان سب کو درست کر سکتا تھا۔ لیکن سب کے سب اجنبی تھے۔

"انسپکٹر صاحب! یہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا آپ نے دیر کر دی۔ بڑی مشکل سے خود کو بچا سکا ہوں۔" گل زمان فریاد کرنے والے انداز میں بولا۔

"ہتھکڑیاں لگا دو اس کے۔" انسپکٹر نے حکم دیا۔ میرے لئے یہ سب اجنبی تھے اس سے اس وقت میں نے تعرض نہیں کیا، اور ان لوگوں نے میرے ہاتھوں میں رسیاں باندھ دیں۔ "آپ تھانے آ کر بیان لکھوا دیں گل زمان صاحب، میں اسے درست کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" گل زمان نے کہا۔ اور اس شخص نے مجھ سے چلنے کے لئے کہا۔ میں ان کے ساتھ چل دیا۔ اور پھر وہ ایک بڑی مشینی سواری میں مجھے لے کر ایک نئی عمارت میں پہنچ گئے۔ مجھے سلانوس کے سوا کوئی پریشانی نہیں تھی۔ نہ جانے وہ بے چارہ کہاں گیا۔ اگر وہ گل زمان کی قید میں بھی تھا تو اس کا کچھ نہیں بگڑے گا، سوائے اس کے کہ اس کا تحقیقاتی مشن رک جائے لیکن یہ بھی مستقبل کے بارے میں ایک دلچسپ معلومات تھی۔

جس جگہ ان لوگوں نے مجھے بند کیا وہ پرانی طرز کے قید خانوں سے مختلف تھی۔ یہاں اور بھی لوگ موجود تھے۔

"ارے پورنا پہلوان۔" کسی نے مجھے پہچان کر کہا اور میں اس

کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم یہاں کیسے آ گئے؟"

"تم کون ہو؟"

"میرا نام چمن سنگھ ہے، ڈاکے کے الزام میں قید ہوں۔"

"کونسے الزام میں؟"

"ڈاکہ مارا تھا اپن نے یار۔ بس اسی رات جب جگا سنگھ سے کشتی ہوئی تھی، پکڑے گئے۔"

"ڈاکہ کیا ہوتا ہے؟"

"ابے۔ ڈاکہ نہیں جانتا؟" وہ حیرت سے بولا اور میں نے گردن ہلا دی تب وہ مجھے ڈاکے کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ اور مجھے بے حد لطف آیا۔ میں نے بحری قزاق دیکھے تھے، یہ بھی لٹیرا تھا۔ میں نے اس سے ساری تفصیلات معلوم کیں۔ اور یہ تفصیلات بھی میرے لئے خاصی دلچسپ تھیں۔

اس نظامِ حیات میں پولیس کا بڑا دخل تھا جو انتظامیہ کی طرف سے مقرر ہوتی تھیں جیسے شہنشاہوں کے سپاہی۔ وہ بھی ہر قسم کی برائیوں کی روک تھام کیا کرتے تھے۔ اس دور میں ان سپاہیوں کو پولیس کا نام دے دیا گیا تھا اور جس جگہ یہ پولیس والے مقیم ہوتے تھے، اسے تھانے کا نام دیا جاتا تھا۔

وہاں موجود لوگوں سے بھی مجھے خاصی دلچسپ معلومات حاصل ہوئیں۔ میں تو ساری تفصیلات جاننا چاہتا ہی تھا اس دوران سلانوس بھی میرے ذہن سے نکل گیا تھا سب لوگ بڑی دلچسپی سے مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ انہیں میری شخصیت پر حیرت تھی۔

رات ہو گئی تو میں نے اپنے دوست سے سوال کیا۔

"کیا ہمیں رات کو بھی یہیں رہنا پڑے گا؟"

"ہاں بھائی۔ یہاں رات اور دن نہیں دیکھے جاتے۔ اب تو تم اس وقت تک بند رہو گے جب تک تم پر مقدمہ نہ چلے اور تمہیں سزا نہ ہو جائے۔"

"واہ۔ مقدمہ کیا ہوتا ہے اور سزا کیا ہوتی ہے؟" میں نے سوال کیا اور میرا دوست ہنس پڑا۔ پھر اس نے مجھے مقدمے اور سزا کی تفصیل سنائی اور کہنے لگا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کونسے جنگل میں رہتے ہو جہاں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔"

"ہاں میرے دوست ایسا ہی سمجھ لو، میں ایسے جنگل میں تھا جہاں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔"

"تب تو وہ عمدہ جگہ ہو گی۔ لیکن کیا وہاں جرائم نہیں ہوتے؟"

"نہیں۔ وہاں جرائم بھی نہیں ہوتے۔" میں نے اسے ٹالنے کی غرض سے کہا۔ اور میرا دوست تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"ٹھیک ہے، اگر سب تمہاری طرح ہٹے کٹے اور خوشحال ہوتے ہوں گے تو جرائم کیوں ہوں گے۔ لیکن تم وہاں سے کیوں بھاگ آئے ہو؟"

"بس تمہاری دنیا دیکھنے کی خوشی میں۔"

"کیسی لگی۔؟"

"دلچسپ ہے۔ مگر گل زمان نے جو کچھ کیا ہے اس میں مزا نہیں آیا اور اب یہ جگہ بھی رہنے کی نہیں ہے۔ لیکن تم باہر کیوں نہیں نکلتے؟"

"باہر؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ہاں باہر۔"

"باہر نکلیں گے تو یہ مار مار کر ادھ موا کر دیں گے۔" اس نے ایک پولیس والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہو، گویا یہاں سے باہر نکلنا منع ہے؟"

"ہاں۔"

"مگر میں تو باہر جاؤں گا مجھے اپنے دوست سلانوس کی تلاش ہے اور میں یہاں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا۔"

"باہر جاؤ گے؟"

"ہاں۔"

"مگر کس طرح؟"

"یہ سلاخیں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔"

"لیکن میرے دوست تم ایسی کوشش بھی مت کرنا ورنہ گولی مار دیں گے یہ لوگ۔"

"ماردیں گے تو مار دیں۔ دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور میرا دوست سہمے ہوئے انداز میں میری شکل دیکھنے لگا۔

تب میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مجھے وہاں رہنا پسند نہیں تھا۔ میں اس آہنی دروازے کے سامنے آ گیا جس کے سامنے ایک پولیس والا ٹہل رہا تھا۔ میں نے دروازے کو آہستہ سے بجایا اور وہ شخص میرے سامنے آ گیا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"دروازہ کھولو میں باہر جاؤں گا۔"

"بکواس مت کرو۔ دماغ درست کرنے کے لئے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔" پولیس والے نے بدستور کرخت لہجے میں کہا۔

"میں باہر جانا چاہتا ہوں۔" میں نے نرمی سے کہا۔

"انسپکٹر صاحب تمہیں باہر بھجوائیں گے آرام سے۔" اس نے ہنس کر کہا اور مجھے غصہ آ گیا۔

میں نے سوچا کہ اس کے سوا اب کوئی چارہ نہیں ہے، کہ دروازہ توڑ دوں۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھوں سے پھاٹک پکڑا اور دوسرے لمحے پھاٹک لئے ہوئے باہر چل پڑا۔

پھاٹک میرے ہاتھوں میں تھا اور پولیس والا متحیرانہ انداز میں میری شکل دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے زور سے کوئی چیز بجائی اور دوسرے لمحے وہ آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی گئیں۔ میں لوہے کا پھاٹک پکڑے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس دوران کئی پولیس والے میرے سامنے آئے میں نے پھاٹک ان پر کھینچ مارا۔ کئی لوگ سخت زخمی ہو گئے۔ پھر ان جیسے بہت سے لوگوں نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن جب میں باہر نکلنے کا فیصلہ کر ہی چکا تھا تو مجھے کون روک سکتا تھا۔

چنانچہ میں اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ بڑی بڑی عجیب سی نالیوں سے جو غالباً ہتھیار تھے مجھ پر گولیاں برسائی گئیں۔ لیکن بے مقصد تھیں۔ کوئی ہتھیار میرے اوپر کارگر نہیں تھا۔ میں وہاں سے نکل آیا۔ وہ لوگ میرے پیچھے دوڑ پڑے۔ چاروں طرف ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ میں بدحواس نہیں تھا۔ ان لوگوں کے جنگل سے نکلنا چاہتا تھا اور جب وہ باز ہی نہ آئے تو میں رک گیا۔

"تم سب بھاگ جاؤ، ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" میں نے کہا لیکن پولیس والوں کی تعداد کافی ہو گئی تھی اس لئے وہ نڈر ہو گئے۔ پھر وہ سب ایک ساتھ میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔ غالباً وہ مجھے دوبارہ پکڑنا چاہتے تھے۔ میں کب تک ضبط کرتا۔ بجائے اس کے کہ سزا گل زمان کو ملتی وہ سپاہی میرے اوپر یورش کر رہے تھے اور میں نے انہیں اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کر دیا۔ وہ میرے بدن پر ڈنڈے برسا رہے تھے اور خود ہی شرمندہ ہو رہے تھے، میرا کیا بگڑتا البتہ جسے میں نے اٹھا کر پھینکا وہ دوبارہ نہ کھڑا ہو سکا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میرے نزدیک کوئی نہیں تھا۔ لوگ دور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ تب میں آگے بڑھ گیا۔ لیکن میرے عقب میں شور ہو رہا تھا۔ لوگ دور دور سے میرے ساتھ دوڑ رہے تھے۔

اور اسی وقت ایک بڑی آہنی سواری میرے نزدیک آ کر رکی۔ اور اس سے ایک آواز ابھری۔

"اوپر آ جاؤ، جلدی کرو۔"

میں نے تعجب سے اس ہمدرد کو دیکھا۔ ایک نوجوان لڑکی اور ایک مرد تھا۔

"جلدی کرو، ورنہ لوگ یہاں آ جائیں گے۔" مرد نے کہا اور لڑکی نے ہاتھ سہارے کے لئے بڑھا دیا۔ میں جلدی سے اس آہنی سواری پر چڑھ گیا۔ لڑکی نے مجھے اپنے نزدیک ہی جگہ دے دی تھی اور اس کا نرم و گداز بدن میرے بدن سے مس ہو رہا تھا۔ دونوں خاموش تھے اور آہنی سواری کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

"تعاقب تو نہیں ہو رہا ہے پنکی؟" مرد نے لڑکی سے پوچھا۔

"نہیں۔ پولیس والوں کو تو اس نے پہلے ہی ٹھکانے لگا دیا تھا۔"

"اچھی طرح دیکھ لو۔"

"دیکھ چکی ہوں۔"

اور پھر مرد نے تھوڑی دیر کے بعد آہنی سواری ایک عمارت میں موڑ دی۔

"تم اس کے ساتھ اندر جاؤ میں ٹرک بند کر دوں۔ ممکن ہے کسی نے دیکھ لیا ہو۔" مرد نے کہا اور لڑکی نے گردن ہلا دی۔ پھر میں نیچے اتر آیا اور میرے بعد لڑکی۔ یہ بھی بڑی خوبصورت لڑکی تھی۔ اور بڑے ہی خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔ وہ مجھے لئے ہوئے عمارت میں آ گئی۔ وہ عمارت بھی اندر سے کافی خوبصورت تھی۔

لڑکی نے مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اور پھر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر بھی پسندیدگی کے آثار ابھر آئے تھے۔

"ارے، تم تو بے حد خوبصورت انسان ہو، کیا نام ہے تمہارا؟"

"پورتا۔"

"بے حد طاقتور اور جیالے ہو، لاک اپ سے بھاگے تھے؟"

"ہاں۔ مجھے وہ جگہ پسند نہیں تھی۔"

"ہم تمہاری دلیری سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اتفاق سے وہاں موجود تھے، تمہاری کارکردگی دیکھ کر ششدر رہ گئے اور ہم نے فیصلہ کیا کہ تمہاری مدد کریں۔ تم یہاں اطمینان سے بیٹھو۔ تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"تم کون ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میرا نام پنکی ہے اور وہ میرا ساتھی ٹونی ہے۔ ہم تمہاری بھرپور مدد کریں گے۔"

لڑکی کے انداز میں ہمدردی تھی اور میں ایک گہری سانس لے کر اپنے ان نئے ہمدردوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ دیکھنا تھا کہ میرے یہ نئے ہمدرد میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

ٹونی تھوڑی دیر کے بعد واپس آگیا اور میں نے محسوس کیا کہ پنکی اسے دیکھ کر سنبھل گئی تھی۔ تھوڑی دیر قبل وہ جس بے تکلفی سے پیش آرہی تھی اس میں تھوڑی سی احتیاط پیدا ہو گئی تھی۔ ٹونی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ہمیں ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو پولیس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ تمہیں کس سلسلہ میں گرفتار کیا گیا تھا نوجوان؟"

"طویل کہانی ہے سنا دوں گا پہلے تم یہ بتاؤ کہ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"کیا مطلب؟" ٹونی نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہاری اس دنیا میں شاید مطلب کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ تم بھی مجھ سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو!"

"کیا تم سے دوسرے فائدہ اٹھا چکے ہیں؟" ٹونی نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

"مجھے تم نے کتنی دیر کے لیے سہارا دیا ہے؟"

"کتنی دیر سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میرا مطلب ہے تم مجھے اپنے پاس کس وقت تک رکھو گے؟"

"جب تک تم رہنا چاہو۔" ٹونی نے جواب دیا۔

"دیکھو دوست میں اپنے بارے میں تمہیں ساری تفصیلات بتا دوں گا لیکن ایک بات تم ابھی سمجھ لو اور وہ یہ کہ میں تعاون کرنے والوں میں سے ہوں اور اگر میرا دوست مجھ سے مخلص ہو تو پھر اسے میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی لیکن میرے دوست میرے معاملات میں بھی ایک حد تک مداخلت کر سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم مجھے اپنے گھر سے نکال دو لیکن اگر تم نے مجھے اپنے پاس رکھ کر حکم چلانے کی کوشش کی تو نقصان اٹھاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پہلے ہم ایک دوسرے سے اچھی طرح واقفیت حاصل کریں گے۔ اس کے بعد ہی اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ تم میرے ساتھ رہو گے یا کہیں جاؤ گے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟" ٹونی نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن تم مجھے کسی طور مجبور نہیں سمجھنا۔"

"ہاں ہاں۔ ہم ہر حال میں دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے" ٹونی نے جواب دیا۔

"تب ٹھیک ہے۔ تم میرے بارے میں مجھ سے سوالات کرو۔ میں جواب دوں گا۔"

"پہلے تو یہ بتاؤ میرے دوست کہ کیا تمہارا تعلق کسی یورپی ملک سے ہے یا مڈل ایسٹ کے کسی ملک کے رہنے والے ہو؟"

"میرا تعلق جس جگہ سے ہے یقین کرو اس کے بارے میں میں خود بھی نہیں جانتا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں کسی پہاڑی علاقے کا باشندہ ہوں کسی پہاڑی دیہات کا لیکن یہ پہاڑیاں ایسی جگہ تھیں جس کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ یا ممکن ہے تمہاری اس مہذب اور جدید دنیا نے اس جگہ کو کوئی نام دیا ہو لیکن ہم اور ہمارے ساتھی اسے کسی نام سے نہیں پکارتے تھے بس ایک چھوٹا سا علاقہ تھا جہاں ہم آباد تھے اور سکون کی زندگی گزارتے تھے پھر میرے ایک ساتھی کو جدید دنیا کو دیکھنے کا شوق چرایا اور نہ جانے کون کون سے مراحل سے گزر کر ہم تمہاری اس دنیا تک پہنچے۔ یہ دنیا اور یہاں کے قوانین میرے لیے بالکل اجنبی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تمہارے ذرائع کیا کیا ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ ترقی یافتہ دنیا ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی رہا تھا کہ ان الجھنوں میں پھنس گیا جب ہم اس دنیا میں پہنچے تو... ہماری ملاقات ایک ایسی جگہ کچھ لوگوں سے ہوئی جہاں کشتیاں لڑی جاتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان لوگوں کو شکست دی جو اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھتے تھے۔ اور گل زمان نامی ایک شخص نے مجھے اپنے ساتھ رکھ لیا لیکن گل زمان اچھا انسان نہیں تھا۔ اس نے مجھ پر اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کی اور میں نے اس کی پٹائی کر دی۔ تب اس نے میرے ساتھی کو اغوا کر لیا جو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔ میں نے اسے مار دیا اور ان لوگوں نے مجھے گرفتار کر لیا جن کے چنگل سے میں اس وقت بھاگ کر آیا ہوں وہ جگہ مجھے ناپسند تھی جہاں انہوں نے مجھے رکھا تھا۔ اس لیے میں وہاں کیوں رکتا۔ اب اس سلسلہ میں اگر ان میں سے کچھ لوگ زخمی ہو گئے ہیں یا مارے گئے ہیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"خدا کی پناہ۔ تم تو انتہائی سادہ دل آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اور میرا خیال درست ہی ہے یقینی طور پر تمہارا تعلق مقامی لوگوں سے نہیں ہے۔ ہم لوگ بھی ایک مغربی ملک سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ساتھ رہ کر تم خاصے فائدہ میں رہو گے۔"

"بات وہیں پر آگئی تم کیوں یہ چاہتے ہو کہ مجھے فائدہ پہنچے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ ہم تمہیں اپنے ساتھیوں میں شامل کریں گے باقی ہمارا کام کیا ہے۔ اور ہم تم سے کام کیا لیں گے اس کے بارے میں ابھی تو نہیں کچھ وقت گزر جانے کے بعد تمہیں بتا دیا جائے گا۔ ویسے تم ایک بات سمجھ لو، تمہاری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"کیسا خطرہ؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے دوست۔ مجھے شدید حیرت ہے شکل و صورت اور لباس سے تم کسی قدر اجنبی اجنبی سے محسوس ضرور ہوتے ہو لیکن تمہارا تعلق کسی ایسے علاقے سے ہوگا۔ جہاں جدید دنیا کی کوئی بات نہیں

بھی جا سکتی ہوگی۔ تمہاری بستی کے قوانین نبھانے کیا ہوں لیکن اس دنیا کے قوانین ذرا مختلف ہیں یہاں پر کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو کوئی جسمانی تکلیف پہنچائی جائے۔ تم نے گل زماں کو مارا پیٹا اور اس الزام میں تمہیں گرفتار کر لیا گیا ہوگا لیکن اب پولیس کے ساتھ تم جو کچھ کر آئے ہو اس کے بدلے میں وہ لوگ تمہیں کہیں پر بھی نہیں چھوڑیں گے۔" ٹونی نے کہا۔

"مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے انہوں نے مجھے دوبارہ گرفتار کرنے کے لیے جو... کر سکتے تھے کیا اور ناکام رہے آئندہ بھی وہ ناکام ہی رہیں گے۔"

"نہیں میرے دوست!" ٹونی مسکرایا۔ "تم نہیں سمجھتے کہاں تک ان کے ہاتھوں سے بچو گے ان کی تعداد بے پناہ ہوتی ہے۔ وہ زمین کے چپے چپے پر تمہارا تعاقب کریں گے اور تمہیں چین نہیں لینے دیں گے مجھے تو تمہارے لیے بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔ ممکن ہے پولیس والوں میں سے بھی کوئی ہلاک ہو گیا ہو اگر ایسا ہوا تو تم قاتل کہلاؤ گے اور ایک قاتل کے لیے کوئی پناہ نہیں ہوتی۔"

میں سنجیدگی سے سوچنے لگا واقعی قاتل کے لیے پناہ پہلے بھی نہیں ہوا کرتی تھی لیکن اب لوگ کچھ جدید ہیں اور میں اس ماحول سے ذرا ناواقف، چنانچہ یہ حماقت تو مجھ سے ہو گئی تھی کہ میں نے اتنی سخت مزاجی سے کام لیا اور اب اگر زمین کے اس حصے پر میرے لیے کوئی پناہ گاہ نہ ہو اور مجھے ہر وقت ان لوگوں سے الجھے رہنا پڑا تو پھر کیا ہوگا ابھی تو سلانوس کی تلاش بھی باقی تھی چنانچہ چند ساعت کے بعد میں نے گردن اٹھائی اور اب میرا انداز بدلا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹونی۔ اگر یہ بات ہے تو میں تمہاری دوستی کی پیشکش کو قبول کرتا ہوں۔ در اصل میں اس دنیا میں کچھ دیکھنے کے لیے آیا تھا اور اگر اس سلسلے میں مجھے ایسی الجھنیں پیش آجائیں کہ میں کچھ دیکھنے کے بجائے ان لوگوں سے چھپتا پھروں تو یہ زیادہ دلکش بات نہیں ہوگی۔ میں تمہاری ہدایات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں" ٹونی خوش ہو گیا تھا اس کے ساتھ پنکی بھی مسکرانے لگی تھی۔

پھر پنکی نے کہا "میرا خیال ہے ٹونی یہ ہمارے لیے بہترین ساتھی ثابت ہوں گے۔"

"بیچارے یہاں کے ماحول اور حالات سے ناواقف ہیں اس لیے انہیں فی الوقت کسی معصوم بچے کی طرح تربیت دینی پڑے گی اگر تم چاہو تو انہیں اپنے ساتھ ہی رکھ لو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ظاہر ہے اب تو یہ ہمارے دوست بن چکے ہیں ان کی ہر قسم کی امداد کرنا ہمارا فرض ہے۔" ٹونی نے کہا پھر میری جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

"ارے ہاں تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔"

"لوگ مجھے پورنا کے نام سے پکارتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

پنکی مسکرانے لگی۔

"پورنا۔ بڑا ہی عجیب نام ہے میں نے تو آج تک ایسا نام نہیں سنا۔"

"پنکی پلیز، فضول باتوں سے گریز کرو۔" ٹونی نے پنکی کی بات درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا "مسٹر پورنا لوگ تمہیں کسی بھی نام سے پکارتے ہوں ہمیں اس سے غرض نہیں ہے ہم تمہیں ایک نام دیں گے۔ پنکی تم ان کے لیے مناسب سا نام تجویز کرو۔ پورنا وہ تھا جو جیل سے فرار ہوا یہ وہ نہیں بلکہ ہمارے ساتھی ہیں۔ ویسے ان کے چہرے اور بدن کی مناسبت سے تو میں ان کو مسٹر گولڈ کہہ کر پکاروں گا۔ دیکھو نا کیا یہ گولڈ مین معلوم نہیں ہوتے۔" ٹونی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پنکی نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"بس تو ٹھیک ہے ان کا نام گولڈ ہے۔" پنکی نے کہا۔

"بالکل درست۔" ٹونی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر میری جانب دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا "کیوں جناب آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

"نہیں۔ دوستوں کے دیئے ہوئے کسی بھی نام پر میں کبھی اعتراض نہیں کرتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ویسے تمہارے بارے میں بہت سی تفصیلات جاننے کی خواہش ہے اور میں تو مسلسل اسی علاقے کے بارے میں سوچ رہا ہوں جہاں سے تم آئے ہو۔ عجیب انوکھی سرزمین ہوگی۔ تمہارا رنگ، تمہاری جسامت ساری چیزیں اتنی حیرت ناک ہیں کہ آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے ٹونی، یہ انوکھی شخصیت کے مالک ہیں بہرحال اب تو یہ ہم میں شامل ہو ہی گئے ہیں۔ مسٹر گولڈ آپ یہاں کوئی تکلیف نہیں اٹھائیں گے جس وقت جس چیز کی ضرورت ہو طلب کر لیں دراصل یہ کہنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ابھی آپ کے اور ہمارے درمیان ہم آہنگی نہیں ہے رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں گے تو یہ الجھن بھی رفع ہو جائے گی۔"

"آپ لوگ بے فکر رہیں میں دوستوں پر کبھی بار نہیں بنتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے نہیں نہیں۔ بار بننے کی بات نہیں ہے بس تم یہ سوچ کر یہاں رہو کہ جیسے اپنے گھر میں رہ رہے ہو۔ پنکی تم ان کے لیے مناسب رہائش گاہ کا بندوبست کر دو۔ اور اب یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔"

چنانچہ دوسرے لوگوں کی طرح ٹونی نے بھی میرے لیے آرام دہ رہائش گاہ کا بندوبست کر دیا لیکن اب مجھے تھوڑا تھوڑا سا تجربہ ہو گیا تھا میں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی تھی کہ اس دور کے لوگ بے پناہ ذہین اور تہذیب کی ترقی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں لیکن اس کے ساتھ

ہی ان میں خود پرستی اور لالچ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ یہ لوگ بے مقصد کسی سے نہیں ملتے اور ان کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی غرض چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

بہرصورت مجھے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں تھا اگر یہاں کے لوگ اسی انداز میں سوچنے کے عادی ہیں تو مجھے کیا۔ میں خود بھی اپنے اندر اتنی صلاحیت رکھتا تھا کہ خود کو ہر طرح کے ماحول کے مطابق ڈھال سکوں چنانچہ مجھے کیا پڑی تھی کہ ان باتوں میں پڑتا۔ میں نے تو وہ ادوار دیکھے تھے جہاں کے لوگ مختلف کیفیات کا شکار تھے اور کہیں بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی چنانچہ ان کے درمیان بھی میں خود کو آسانی ضم کر سکتا تھا۔ ہاں جو کچھ ہو چکا تھا اس میں میری ناتجربہ کاری شامل تھی۔

مجھے نہیں معلوم تھا اگر میں حالات سے مجبور ہو کر کسی کو قتل کردوں تو میری آزادی سلب ہو جائے گی! بات درست ہی تھی۔ اگر میں کسی کے ساتھ کوئی برائی کر دیتا تو وہ لوگ مجھے سکون سے کیسے رہنے دے سکتے تھے۔ اور میں اپنے طور پر اسی دنیا کے بارے میں جو کچھ جاننا چاہتا تھا وہ نہیں جان سکتا تھا۔ چنانچہ اب میں نے اپنے سوچنے کے انداز میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لی تھی ظاہر ہے جب ان کے درمیان رہنا ہے تو کیوں نہ انہی کی سوچ اختیار کر لی جائے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ پورے خلوص کے ساتھ ان جیسا بن کر ان میں شامل ہوا جائے۔

مَیں اپنے طور پر کچھ کرنا چاہتا تھا یعنی یہ کہ یہ لوگ مجھے سادہ سمجھتے رہیں اور میں انہیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں کہ وہ میری ذہانت کا لوہا مانیں، ہاں میں خود ان کی ذہانت کا لوہا مانتے ہوئے اپنے طور پر اپنی کوششیں جاری رکھوں اور اس دور کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں تاکہ میری کتاب کے ابواب میں اضافہ ہو، اور یقیناً وہ اضافہ ایک انوکھا اضافہ ہوگا۔

سیدھی سی بات ہے میں مستقبل کی اس دنیا کے بارے میں جان رہا تھا جو ابھی عالم وجود میں نہیں آئی تھی یعنی یہ لوگ جو سوچ جو انداز لے کر آنے والی دنیا میں آئیں گے وہ ابھی سے میرے ذہن میں تھے گویا میں صدیوں آگے بڑھ گیا تھا۔

مگر مجھے افسوس تھا تو بیچارے سلانوس کا بجانے کس جگہ میں جا پھنسا تھا وہ۔ خبیث گل زماں نے اسے بجانے کہاں چھپا رکھا تھا گل زماں، میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس جاگا۔

اب تو میں آزاد تھا کیا میں اپنے دوستوں کی مدد سے گل زماں کو تلاش نہیں کر سکتا اور اگر گل زماں مل جائے تو اس کے بعد سلانوس کے بارے میں پتہ چلا لینا زیادہ مشکل کام نہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی مناسب وقت اپنے دوستوں سے اس بات کا اظہار کروں گا

کہ میں اپنے دوست سلانوس کو تلاش کرنا چاہتا ہوں اور انہیں اس سلسلہ میں میری مدد کرنا ہوگی۔ اس وقت اگر وہ میری مدد کرنے سے انکار کردیں گے تو میں ان کا ساتھ بھی چھوڑ دوں گا۔ اور اپنے طور پر گل زماں کو تلاش کر کے سلانوس کو پانے کی کوشش کروں گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے میری مدد کی ہے اور اسی وقت مجھے پولیس کے چنگل سے نکال لائے تھے جب میں خاصا الجھ گیا تھا، ورنہ میں پولیس کے اور بھی آدمیوں کو قتل کر دیتا۔ حالانکہ میں انہیں قتل کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن بس یہی مسئلہ تھا کہ اس کے بعد میری مجرمانہ کارروائیوں میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا اور یہ لوگ مجھے سخت ناپسند کرنے لگتے جو مجھے گوارا نہ تھا۔

میری یہ رہائش گاہ جہاں پنکی مجھے چھوڑ گئی تھی بے حد خوبصورت تھی۔ ایک انتہائی وسیع اور کشادہ ہال نما کمرہ جس کے اندر ایک گول بستر پڑا ہوا تھا۔ اتنا نرم بستر تھا کہ آدمی اس پر لیٹے اور اندر دھنستا چلا جائے اتنا خوبصورت بستر میں نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا۔

اس کے علاوہ کمرے میں سجاوٹ کی بہت سی چیزیں تھیں ایک دیوار پر ایک پینٹنگ آویزاں تھی ایک کسی خوبصورت پہاڑی مقام کی تصویر تھی جس میں جابجا جھرنے گر رہے تھے اور دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہوتی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں خود اسی ماحول میں ضم ہو گیا ہوں اس کے علاوہ حسین ترین پردے اور رہائش کا دوسرا سامان۔ سکون ہی سکون تھا۔

اور اس پرسکون ماحول میں مَیں نے بہت سا وقت گذارا یہاں تک کہ رات ہو گئی اور دوسری صبح ناشتہ کی میز پر ٹونی اور پنکی دونوں موجود تھے۔ ان لوگوں نے مجھے صبح کا سلام کیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پنکی نہایت خوب صورت لباس میں ملبوس تھی یہ لباس خاصا باریک تھا اتنا باریک کہ اس سے جسم کا ایک ایک عضو جھلک رہا تھا اس کے بال ایک خوبصورت ربن میں بندھے ہوئے تھے اور بجانے اس نے کیا کیا پہن رکھا تھا۔ ٹونی بھی ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا۔

ناشتہ کی میز پر ان دونوں نے میرا مسکراتے ہوئے استقبال کیا اور ٹونی نے مجھ سے پوچھا۔

"کہو ڈیئر گولڈ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"نہیں بھئی یہ رسمی باتیں مجھ سے نہ کیا کرو۔ میں تو بہت خوش ہوں حالانکہ جو حسین ماحول تم نے میرے لیے مہیا کر دیا ہے میں نے اس قسم کے خوبصورت ماحول میں بہت کم وقت گذارا ہے لیکن اگر یہ نہ بھی ہوتا تب بھی میں ہر لحاظ سے زندگی گزارنے کا عادی ہوں"

"ہاں تم ایک جفاکش انسان معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے ہاتھ پاؤں سے پتہ چلتا ہے"۔ ٹونی نے کہا "لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارے ذہن میں تمہاری طرف سے کچھ الجھنیں باقی ہیں"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کہ تمہیں بلاوجہ ہی پولیس کے حوالے کر دیا گیا تھا لیکن تفصیل نہیں معلوم ہو سکی"

"تفصیل کچھ نہیں ہے میرے دوست، میں جس شخص کے ساتھ اس دنیا میں آیا تھا۔ گل زماں نامی ایک آدمی نے اسے اغوا کر لیا میں اپنی دنیا میں ایک طاقتور آدمی کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ یہاں آیا تو میں نے کچھ لوگوں کو ایک دوسرے سے کشتیاں لڑتے دیکھا، تب مجھے پتہ چلا کہ یہاں پر اس طرح لڑنا کاروبار کی حیثیت رکھتا ہے۔ گل زماں نے مجھ سے معاہدہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ میں اس کے لیے کشتیاں لڑا کروں۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ یہ فن بھی کاروباری طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے میں نے اس کی بات مان لی۔ اور کچھ عرصے کے بعد گل زماں کو میری کسی بات سے اختلاف پیدا ہو گیا۔ لیکن مسٹر ٹونی میں اختلاف برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں، میں نے اس کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا۔ تب اس نے میرے معصوم دوست کو غائب کرا دیا کیونکہ وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔ جب میں نے اس سے اپنے دوست کا مطالبہ کیا تو اس نے کچھ بتانے سے صاف انکار کر دیا اور مجھے مجبور کرنے کی کوشش کی کہ میں اس کا غلام بن جاؤں اور بھلا یہ بات میں کیونکر گوارا کر سکتا تھا چنانچہ میں نے اسے مارا اور خوب مارا۔ اور وہ لوگ جسے تم پولیس کا نام دیتے ہو انہوں نے مجھے پکڑ کر اسی جگہ بند کر دیا جو مجھے پسند نہ تھی۔ اور ظاہر ہے میں وہاں سے نکل آیا، میں کبھی بھی ایسی جگہ رہنا پسند نہیں کرتا جو مجھے پسند نہیں ہوتی اور ان بند کمروں سے تو مجھے نکلنا ہی تھا چنانچہ میں نکل آیا۔ یہ ہے پوری داستان اس کے علاوہ اور کچھ نہیں"۔ میں نے جواب دیا۔ پنکی اور ٹونی دونوں مسکرانے لگے۔

"خوب" ٹونی ہنستے ہوئے بولا "دراصل تم شیر ہو۔ جنگل کے شیر اور جنگل کا شیر پابندی کب قبول کرتا ہے لیکن بے فکر رہو میرے دوست گولڈ ہمارے درمیان تمہیں یہ احساس نہ ہوگا کہ تم پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی ہے، ہاں یہ تو بتاؤ کیا تم اپنی دنیا سے صرف یہ دنیا دیکھنے کے لیے آئے ہو کیا یہاں مستقل رہنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟"

"میری اپنی دنیا میں یہ ساری دلچسپیاں نہیں ہیں جو یہاں کی دنیا میں موجود ہیں۔ تمہارے اس ماحول میں تھوڑی سی خرابیاں ضرور ہیں لیکن اس کے باوجود یہ ماحول بے حد دلکش ہے اس کی تبدیلیاں اتنی تعجب خیز ہیں کہ میرا یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا میں یہ سوچتا ہوں کہ یہاں رہ جاؤں اور یہاں رہ کر یہاں کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کروں۔ اس سلسلہ میں مجھے کوئی ایسا ساتھی کوئی ایسا دوست درکار ہے جو مجھے یہاں کے بارے میں مکمل تفصیلات سمجھا سکے۔ اور اگر مجھے کوئی ایسا دوست مل جائے تو میں اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں"

"ہوں" ٹونی نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی پھر بولا "لیکن میرے دوست اس دنیا میں ایک بہت بڑی خرابی ہے"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں ہر وہ شخص خوش و خرم رہ سکتا ہے جو کوئی کام کرے خواہ وہ کام کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں مزدور ہوتے ہیں جو عمارتیں بناتے ہیں انہیں اتنا معاوضہ ملتا ہے کہ وہ روٹی کھائیں اور سو جائیں پہننے کو اچھے کپڑے بھی نہیں ملتے اور نہ ہی زندگی کی دوسری آسائشیں۔ ان کے علاوہ مختلف کام ہوتے ہیں۔ لیکن ہر کام کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن میں آدمی بہت زیادہ کماتا ہے اور کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان بہت کم آمدنی حاصل کرتا ہے تم جیسا آدمی جو غیر معمولی خصوصیات کا مالک ہے یہاں آرام کی زندگی گذار سکتا ہے ہم تمہارے دوست ہیں ایک طویل عرصے تک تمہاری خدمت کر سکتے ہیں لیکن دوست ہونے کی حیثیت ہی سے ہم تمہیں ایک مشورہ بھی دینا چاہتے ہیں"

"ضرور۔ ضرور" میں نے فراخ دلی سے کہا۔

"کچھ کام کرو"

"کیسا کام؟" میں نے پوچھا۔

"ایسا کام گولڈ جس سے تمہیں ایک بہتر زندگی حاصل ہو سکے تم ایک اچھی زندگی گذار سکو اور کسی کے محتاج نہ رہو"

"لیکن میں تو اس دنیا میں اجنبی ہوں ٹونی اور یہاں کے کاموں سے واقف بھی نہیں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ کام کس طرح حاصل ہوگا اور اس کے لیے میں کیا کر سکوں گا"

"اوہ تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ڈیئر گولڈ، ہم تمہارے دوست ہیں اگر اس وقت تمہارا ساتھ نہیں دیں گے تو پھر کس وقت دیں گے۔ ہم جب تمہارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں تمہاری مدد کر سکتے ہیں تو کیوں نہ کریں اگر تم پسند کرو تو ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ تم زندگی کا ہر بوجھ ہمارے کندھوں پر ڈال دو اور وہ کرتے رہو جو ہم کرتے رہیں"

"ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن میں تمہیں اپنی فطرت کے بارے میں بتا چکا ہوں"

"بالکل بے فکر رہو میرے دوست تمہاری اس فطرت کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ تمہیں کبھی کوئی ذہنی کوفت یا شکایت نہیں ہونے دی جائے گی" ٹونی نے جواب دیا۔

"تب تم بھی بے فکر رہو ٹونی، میں بھی اپنے دوستوں کو کوئی تکلیف دینا پسند نہیں کرتا"

"ٹھیک ہے" ٹونی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ ناشتہ میں مصروف ہو گئے۔

ناشتہ عمدہ قسم کا تھا۔ نت نئی چیزیں تھیں جن کے بارے میں مَیں

نے کبھی سنا بھی نہیں تھا۔ بہر حال بے حد لذیذ تھیں۔ میں تو زندگی کی ہر لذت سے آشنا ہونا چاہتا تھا میں زندگی کے ادوار طے کر رہا تھا اور ان گذرتے ہوئے ادوار میں میرے سامنے جو کچھ آتا تھا میں اس سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

ناشتہ کے بعد ٹونی نے مجھ سے اجازت مانگی اور کہنے لگا۔

میں تمہارے لیے جلد ہی کسی بہتر زندگی کا بندوبست کر دوں گا تم بالکل بے فکر ہو، پنکی تمہارا پورا پورا خیال رکھے گی میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے جواب دیا۔ اور ٹونی ناشتہ کی میز سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے پنکی کی جانب دیکھا اور بولا۔

"ڈیئر پنکی! میں جا رہا ہوں لیکن میرے دوست گولڈ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دینا، یہ اتنا عمدہ انسان ہے کہ میں اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا ہوں۔" ٹونی نے یہ الفاظ ادا کیے تو ایک عجیب سی مسکراہٹ میرے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

میں نے ٹونی کے لب و لہجے میں خلوص کی چاشنی کو نہیں پایا تھا اور صدیوں کا تجربہ اس بات کا گواہ تھا کہ ٹونی بھی ان لوگوں میں سے تھا جو کسی غرض کے بغیر کسی سے محبت کا اظہار نہیں کرتے بلاشبہ اس کے ذہن میں میرے لیے کوئی خاص بات تھی لیکن نجانے یہ بیوقوف لوگ مجھے کیا سمجھتے تھے اور یہ تو میری کوشش تھی ہی کہ یہ لوگ مجھے زیادہ ذہین اور چالاک نہ سمجھیں تاکہ میں ان کی مرضی کے مطابق رہ سکوں اور اپنی مرضی کے مطابق معلومات حاصل کر سکوں۔

ٹونی چلا گیا اور پنکی میرے پاس رہ گئی۔ بڑی دلکش لڑکی تھی وہ اور اس کے انداز بھی زیادہ محتاط نہیں تھے۔ اس نے ایک مخصوص انداز سے اپنے خوبصورت بالوں کو چہرے سے پیچھے کیا اور بولی۔

"آؤ گولڈ اٹھتے ہیں باتیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور تعاون کے انداز میں شانے ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اور پھر وہ مجھے لیے ہوئے ایک نشست گاہ میں آ کر بیٹھ گئی "ہمیں کوئی خاص کام تو نہیں ہے بس تفریحی باتیں اور تفریحی مشاغل۔" اس نے کہا۔

ظاہر ہے میں اس بات کا کیا جواب دیتا، میں نے گردن ہلا دی تھی۔

"خود تمہارے مشاغل کیا ہیں گولڈ؟" اس نے پوچھا۔

"میں آپ کو بتا چکا ہوں پنکی میں جس دنیا سے آیا ہوں، وہ سیدھے سادے لوگوں کی دنیا تھی وہاں نہ مشاغل نام کی کوئی چیز تھی اور نہ ہی تفریحات تھیں، ہاں زندہ رہنے کے لیے لوگ اپنے آپ میں مگن ضرور رہتے تھے چھوٹے چھوٹے کھیل، معصوم سی تفریحات۔ یہاں آ کر تو مجھے یہ ساری مصروفیات اور ہماہمی.... دیکھ کر شدید حیرت ہوتی ہے۔"

"یقیناً ہوتی ہوگی، ویسے میں اس پرسکون بستی کے تصور سے بڑی متاثر ہوں جہاں تم رہتے ہوگے۔ تم جیسے حسین اور سادہ دل لوگوں کی وہ بستی کس قدر دلکش ہوگی، یہ احساس میرے ذہن میں بھی ہے۔"

"ہاں ہماری بستی مسائل سے دور ہے لیکن اس کے برخلاف یہاں بہت سی دلکش چیزیں ہیں، اس کے باوجود بھی توازن برابر ہے۔"

"کیا مطلب؟" پنکی نے سوال کیا۔

"ہماری بستی میں جگہ جگہ قتل نہیں ہوتے۔ لوگ ایک دوسرے کے بہت زیادہ دشمن نہیں ہوتے، ہماری بستیوں میں مسائل بھی نہیں ہوتے اس کے علاوہ حسن بھی بے پناہ ہے۔"

"خوب! تو تم ان چیزوں کو محسوس کرتے ہو۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں نہیں، میں نے انسانوں سے علیحدہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اس لیے میرا حسن سے متاثر ہونا فطری امر ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، یقیناً تمہاری بستی کے سادہ اور معصوم لوگ ایک دوسرے سے محبت تو کرتے ہوں گے؟" پنکی نے پوچھا

"بے شک ہم لوگوں میں بڑی یگانگت ہے۔" میں نے جواب دیا

"صرف یگانگت؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں، یگانگت کو تم محبت کا نام بھی دے سکتی ہو!"

"محبت کے تو مختلف انداز ہوتے ہیں گولڈ۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"محبت آپس میں رشتوں کی مناسبت سے بھی کی جاتی ہے اور بعض اوقات کسی ایسی شخصیت سے بھی جو ہمارے سینے میں اتر جاتی ہے اور ہمیں بہت دلکش لگتی ہے۔ اگر تم میرا مقصد نہیں سمجھ رہے تو مجھے بتاؤ۔"

"ہاں کچھ اور وضاحت سے بتاؤ۔" میں نے سوال کیا حالانکہ اس نوجوان لڑکی کا مقصد میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اس کا وہی مقصد تھا جو ہر لڑکی کا ہوتا ہے۔ بے وقوف میرے صدیوں کے تجربے سے کھیل رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ میرے تجربات کہاں تک ہیں اور مجھے بھی اس طرح اپنے آپ کو معصوم اور سادہ ثابت کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔

پنکی چند ثانیے اپنے دونوں ہونٹ بھینچتی رہی، یہ اس کا مخصوص انداز تھا اور پھر ایک دم مسکرا کر بولی۔

"تمہاری بستی کی لڑکیاں بھی تمہاری طرح حسین ہوں گی۔" پنکی نے سوال کیا۔

"ہاں جیسے ہم لوگ ہیں ویسی ہی وہ ہوتی ہیں۔"

"گولڈ تم نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا؟"

"کیا ہے۔"

"میرا مطلب ہے وہ تمہارے ساتھ تو نہیں ہے؟"

"ساتھ رہنا ضروری تو نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم اس کی قربت حاصل کر چکے ہو؟" پنکی نے بیباکی سے پوچھا۔

"قربت حاصل کرنے کا ایک مخصوص تصور ہے وہاں تک تو میں نہیں پہنچ سکا لیکن...."

"تمہارے دل میں اس کی محبت تو ہوگی؟"

"تھی اب نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میں وہاں سے چلا آیا۔"

"تمہارے وہاں سے آنے پر اسے افسوس نہ ہوا ہوگا؟"

"کیوں؟ اس میں افسوس کی کیا بات ہے؟"

"بھئی ظاہر ہے تم اس کے محبوب جو ہو گے!"

"وہ تو درست ہے پنکی لیکن ہر شخص اپنی مرضی کا مالک بھی تو ہوتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔" وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

"کیوں کیا ہوا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہارے ہی بارے میں سوچ میں پڑ گئی تھی۔"

"بتانا پسند کرو گی؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں!"

"تو پھر بتاؤ۔ تمہاری اس بے وقت خاموشی کا مقصد کیا ہے؟"

"میں سوچ رہی تھی گولڈ کہ تم محبت کے معاملے میں بھی اکھڑ طبیعت رکھتے ہو۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا پھر جلدی سے بولی "براہ کرم میری اس بے تکلفی کا تم غلط مطلب نہ لینا، ہم لوگ دوست ہیں اور دوستوں کا بے تکلف ہونا ضروری ہوتا ہے۔"

"نہیں میں بالکل برا نہیں مانوں گا۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ گولڈ!"

"پوچھو!"

"ہم یہاں سے چلیں گے تو کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے۔"

"میں کہہ چکا ہوں پنکی کہ اگر آپ لوگوں نے مجھے اپنا دوست بنا لیا ہے اور میں آپ لوگوں پر بار نہیں ہوں تو میں آپ لوگوں سے علیحدہ ہونا پسند نہیں کروں گا۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں لیکن ایک شرط اور بھی ہے!"

"وہ کیا؟" پنکی نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ یہ کہ اگر کبھی آپ مجھ سے اور میری ذات سے الجھن محسوس کریں تو مجھے صاف صاف بتا دیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جو مجھے ناگوار گذرے۔ میں تو اس شخص سے بھی دوستی اور تعاون کرنا چاہتا تھا جس نے مجھے ذریعۂ آمدنی بنا لیا تھا اور جو میری ذات کا تمسخر اڑانے کے باوجود میری نفرت کا شکار نہیں بنا تھا۔ میں نے سوچا ٹھیک ہے اگر وہ میری دوستی سے کوئی فائدہ حاصل کر لیتا ہے تو کوئی اتنی بری بات نہیں ہے لیکن اس نے جب مجھ پر تسلط جمانے کی کوشش کی تو یہ بات میرے لیے ناپسندیدہ تھی یہ ٹھیک ہے کہ تعاون سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں لیکن ایسا تعاون جو مجھے کسی فائدے سے ہمکنار نہ کر سکتا ہو اور میرے ذہن پر بار ہوئے کار ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر گولڈ۔ ہم کبھی دوستی سے تجاوز نہیں کریں گے۔" پنکی نے کہا۔

"تب پھر میں ہمیشہ تمہارا دوست تمہارا مخلص رہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب تم یہ بتاؤ کہ تمہاری خواہشات کیا کیا ہیں؟"

"میں مختصراً بتا چکا ہوں کہ میں تمہاری اس دنیا کو اندر سے دیکھنے کا خواہش مند ہوں یہاں یہ جو ساری چیزیں ہیں مجھے بڑی ہی انوکھی لگتی ہیں۔ میں نے کبھی تصور میں بھی نہیں سوچا تھا کہ دنیا کے کسی حصے میں اتنی خوبصورت زندگی ہوگی۔ تم لوگ مشینی گھوڑوں پر سفر کرتے ہو مشینوں سے کام کرتے ہو۔ نجانے کیا کیا ہے تمہاری اس دنیا میں۔" میں نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"کیا تمہیں یہ ساری چیزیں اچھی لگتی ہیں؟" پنکی نے پوچھا۔

"ہاں بے حد، لیکن میں انہیں سمجھ نہیں پاتا، ہاں انہیں سمجھ کر محسوس کرنا چاہتا ہوں میں ان چیزوں کو جاننا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں ان چیزوں کو سمجھنے کا شوق ہے؟" پنکی نے سوال کیا۔

"ہاں بے حد۔"

"میں تمہیں ایک ایک چیز سے روشناس کراؤں گی گولڈ، میں تمہیں اس دنیا کے ایک ایک چپے کی سیر کراؤں گی۔ بس ہمارا تمہارا تعاون قائم رہنا چاہیے۔"

"ضرور۔ میں بہت تعاون کرنے والا شخص ہوں پنکی۔ تم مجھ سے تعاون کرو، میں تم سے۔ اس کے علاوہ میں کچھ بھی نہیں چاہتا۔"

"اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ کیا کہیں چلنا پسند کرو گے یا گھر ہی میں رہو گے؟" پنکی نے سوال کیا۔

"پنکی میری فطرت میں خوف شامل نہیں ہے، ہماری بستی خوف کے احساس سے اتنی دور ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتیں لیکن تمہاری دنیا میں آنے کے بعد مجھے دوستوں کا احساس ہو گیا ہے، میں جانتا ہوں کہ تمہارے ہاں کے بعض طریقے بعض قوانین بڑے ناخوشگوار ہیں۔"

"مثلاً؟" پنکی نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ جیسے گل زماں نے میرے دوست کو اغوا کیا۔ مجھ پر بلاوجہ تسلط جمانے کی کوشش کی۔ اس کے ہم نوا زیادہ ہو گئے حالانکہ میرا قصور

نہ تھا۔ اس کے باوجود مجھے نہ تو سمجھا گیا اور نہ ہی سنا گیا۔ چنانچہ تم سوچ لو اگر تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچ گئی تو مجھے بڑا دکھ ہوگا۔ تم مجھے باہر لے کر نکلو گی تو ممکن ہے مجھے وہ لوگ دیکھ لیں جو میرے دشمن ہیں اور خوامخواہ میری وجہ سے کسی مشکل میں پھنس جاؤ۔" میں نے کہا۔

"پنکی بہت چالاک ہے گولڈ، وہ اتنی معصوم نہیں ہے۔ اگر تم چلنا پسند کرو تو چلو، تمہارے اندیشے بے بنیاد ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تمہارے چہرے پر تبدیلی کر دوں گی۔"

"میں پھر پوچھوں گا پنکی کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"گولڈ میں تمہارے چہرے پر میک اپ کر دوں گی۔"

میں اب بھی نہیں سمجھا پنکی اور پروفیسر میں حقیقت میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ پنکی کیا کہہ رہی ہے۔

"اب مطلب میں تمہیں عملی طور پر سمجھاؤں گی گولڈ لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم واقعی باہر چلنا چاہتے ہو؟"

"اگر کوئی ایسی صورت ہے جس میں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو تو پھر میں باہر چلنا پسند کروں گا۔"

"تو پھر آؤ۔" پنکی نے کہا۔ اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی میں بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

پنکی مجھے لے کر ایک کمرے میں آگئی۔ اس کمرے میں اس نے مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ اس کرسی کے سامنے بڑا سا آئینہ لگا ہوا تھا۔ اس نے آئینہ کے نیچے موجود الماری کا دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک عجیب سا بکس نکال لیا جو بے حد خوب صورت تھا۔

میری تو سمجھ میں نہ آیا تھا کہ یہ کیا چیز ہے لیکن پھر پنکی ہی نے مجھے بتایا کہ یہ بکس اشیاء رکھنے کی جگہ ہے پھر پنکی نے اس میں سے بہت سی شیشیاں پیکیٹ اور نجانے کیا کیا نکال لیا۔ پھر وہ میرے قریب آگئی اس نے میرے چہرے پر ہاتھ لگایا اور میں اس کے نرم و نازک ہاتھ کا لمس اپنے... گالوں پر محسوس کرنے لگا۔ لمس جو میری رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔

مجھے جدید دور کی وہ عورت بھی یاد تھی جس کا نام جولی یا ڈیزی تھا۔ عورتیں تو ہر دور میں آتی رہیں پروفیسر! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور میں نے ہر دور کی عورت کو ایک نئی عورت سمجھ کر قبول کیا ہے لیکن اس دور کی عورت میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کچھ نمایاں حیثیت اور نمایاں خصوصیات تھیں۔

ہر دور میں عورتیں اپنے آپ کو بناتی اور سنوارتی رہی ہیں یہ ان کا ایک مخصوص طرز رہا ہے لیکن جدید دور کی عورت اپنی ان کوششوں میں کہیں آگے نکل گئی تھی پنکی جیسا لباس پہنتی تھی اور جن پر فتی چیزوں سے وہ خود کو آراستہ کرتی تھی مجھے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔

بہر صورت پنکی کے بدن سے ہلکی ہلکی خوشبو نکل کر میرے نتھنوں سے ٹکراتی رہی۔ اس دوران وہ میرے چہرے پر نجانے کیا کیا عمل کرتی رہی اس نے کئی شیشیوں میں سے محلول نکالے اور میرے چہرے پر ملے پھر کچھ دیر کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئی جب وہ سامنے سے ہٹی تو میری نگاہ آئینے پر پڑی اور میں خود کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا کہ آئینے میں کس کا عکس نظر آ رہا ہے لیکن یہ تو میں ہی تھا لیکن میرے خدوخال اتنے بدل چکے تھے کہ میں خود بھی اپنی صورت نہیں پہچان سکتا تھا۔

جدید دور کے انسان نے ایک بار پھر مجھے حیران کر دیا تھا۔ میرے چہرے پر حیرت دیکھ کر پنکی ہنس پڑی۔

"کیوں ڈیئر گولڈ کیا محسوس کر رہے ہو؟"

"کیا میں۔ واقعی یہ میں ہوں؟" میں نے پوچھا اور پنکی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ہاں یہ تم ہی ہو!"

"پنکی۔ پنکی تم نے مجھ سے میری صورت چھین لی۔"

"نہیں چھینی نہیں ہے بلکہ چھپالی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اچنبھے سے پوچھا۔

"گولڈ! وقتی طور پر تم چھپ گئے ہو۔ تم جب چاہو گے تمہاری اصلی صورت واپس آجائے گی۔"

"لیکن کیسے پنکی؟"

"یہ میک اپ ہے جو میں نے تمہارے فیس پر کیا ہے، اس سے وقتی طور پر تمہارے خدوخال بدل گئے ہیں، جب تم اپنے چہرے سے ان سارے لوازمات کو اتار پھینکو گے تو پھر اپنی اصلی صورت میں آجاؤ گے۔"

"کیا واقعی؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ اس میں کیا شک ہے۔"

"تو یہ میک اپ ہے؟"

"ہاں ہم لوگ اسے میک اپ کہتے ہیں!"

"مگر۔ مگر یہ تو۔ یہ تو اس صناعی میں مداخلت ہے۔ جو دنیا کی تعمیر میں کار فرما ہے۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے یہ جدید دور کی ضرورت ہے، اور چونکہ اس کا استعمال عارضی طور پر کیا جاتا ہے اس لیے یہ فطرت میں مداخلت نہیں ہے۔" پنکی نے جواب دیا۔

"تعجب ہے تعجب ہے، مجھے بے حد تعجب ہے میرا کوئی دوست یا جاننے والا مجھے اس صورت میں نہیں پہچان سکتا؟"

"بالکل نہیں کوشش یہی کی گئی ہے۔"

"اوہ پنکی، اس دور کا انسان جادوگر ہے۔" میں نے کہا اور پھر

محتاط ہو گیا۔

نجانے میں کیا گفتگو کرنے جا رہا تھا بہر حال محتاط رہنا ضروری تھا اس دور میں میں کسی بھی طور خود کو نمایاں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جتنے ادوار سے میں گزرا تھا ان میں اتنے ترقی یافتہ لوگ نہیں تھے کہ دنیا کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیتے۔ ان لوگوں کے درمیان تو میری چل ہی گئی تھی لیکن اس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے قدم قدم پر ان لوگوں کو جاننے کی ضرورت ہے ان کے وسائل بڑے عجیب و غریب تھے۔

اب میرے چہرے کی تبدیلی ہی بڑی حیرت انگیز تھی میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی عمل ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی صورت بھی نہ پہچان سکے۔ پنکی نے میری صورت ہی بدل ڈالی تھی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"تمہارے لیے لباس کا بندوبست کروں؟" اس نے کہا۔

"پنکی مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہوتا ہے کہ میں ہمیشہ اپنے دوستوں کے لیے مصیبت بن جاتا ہوں۔"

"کیوں؟" پنکی نے سوال کیا۔

"اب دیکھو نا تمہیں میرا کسی چھوٹے بچے کی طرح خیال کرنا پڑ رہا ہے، نہ تو میرے پاس لباس ہے اور نہ ہی کوئی چیز۔" میں نے کہا۔

"اوہ ڈیئر گولڈ، تم اس بات کی پرواہ مت کرو۔ ہاں کچھ باتیں میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتی ہوں۔"

"کہو۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دل بھر کے باتیں کریں گے ابھی باہر چلیں گے پھر کسی ہوٹل یا کسی پر فضا مقام پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ اب یہاں گھر کے اس ماحول میں مجھے گھٹن محسوس ہونے لگی ہے میرا خیال ہے تم بھی اس گھٹن کو محسوس کر رہے ہو گے۔"

"نہیں پنکی، میرا خیال ہے کہ میں کوئی ایسی بات محسوس نہیں کر رہا لیکن میں تمہاری پسند کو ترجیح دوں گا۔"

"شکریہ! ڈیئر گولڈ، تم اطمینان سے بیٹھو میں جب تک تمہارے لیے لباس کا بندوبست کر لوں۔"

"جو تمہاری مرضی۔" میں نے جواب دیا۔ پنکی بغور میرا جائزہ لینے لگی پھر بولی۔

"میرا خیال ہے ٹونی کا لباس تمہیں خاصا تنگ رہے گا کیونکہ تم اس سے خاصے چوڑے ہو۔ البتہ ہمارے ہاں ایک شخص ہے جو تمہارے ہی قد و قامت اور جسامت کا ہے میرا خیال ہے میں اس سے سوٹ منگواتی ہوں مجھے یقین ہے کہ اس کا سوٹ تمہارے بدن پر فٹ آجائے گا۔"

میں نے پنکی کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی رہائش گاہ میں واپس آگیا۔

پنکی خاصی دیر میں آئی لیکن سوٹ لے کر آئی تھی۔ ویسا ہی سوٹ جیسا گل زمان نے مجھے فراہم کیا تھا۔ اس لباس کو پہننے کا طریقہ تو مجھے آہی گیا تھا اور پروفیسر سوٹ پہن کر میں جدید انسان بن گیا۔ میری شخصیت اس لباس میں شاید کچھ نمایاں ہو جاتی تھی۔ اس کا اندازہ پہلی بار میں نے جولی کے چہرے پر آنے والے تاثرات سے کیا تھا اور وہی تاثرات مجھے پنکی کے چہرے پر نظر آئے۔

"تم بے حد شاندار ہو گولڈ۔" پنکی بے باکی سے بولی۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

"بہر حال آؤ۔" پنکی نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل آئے باہر ایک مشینی گھوڑا تیار کھڑا تھا۔ ہم دونوں اس میں سوار ہو گئے میں اسے مشینی گھوڑا ہی کہتا تھا حالانکہ پنکی نے بتایا تھا کہ جدید دنیا اسے کار کہتی ہے اور پروفیسر کیا تمہارے اس دور میں کاریں موجود ہیں؟" بے اختیار اس نے سوال کیا اور پروفیسر اور اس کی لڑکیاں چونک پڑیں۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ نہ صرف کاریں بلکہ اور بھی بہت کچھ موجود ہے۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"مثلاً؟" اس نے سوال کیا۔

"ہوائی جہاز، سمندری جہاز، آبدوزیں، راکٹ اور نجانے کیا کیا۔ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو سفر کرتی ہیں، انسان جس حد تک آگے بڑھ گیا ہے شاید تم سوچ بھی نہ سکو۔" پروفیسر نے کہا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں پروفیسر اور اس کے بعد تم اندازہ کرنا کہ میں کون سے دور میں پہنچا تھا کیا وقت اس سے آگے بڑھ گیا ہے یا ابھی تک نہیں آیا؟"

پروفیسر نے گردن ہلا دی تھی۔

"پھر کیا ہوا؟" فروزاں نے سوال کیا۔

"یہ تمہارا مخصوص سوال ہے فروزاں کہ پھر کیا ہوا۔ تمہیں میری کہانی سے اکتاہٹ نہیں ہوتی؟" اس نے سوال کیا اور فروزاں نے بے خیالی میں گردن ہلا دی۔

تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ کہنے لگا۔

"اس شہر کے کوچہ و بازار کسی حد تک میں دیکھ چکا تھا لیکن جب بھی اس پر نگاہ ڈالتا مجھے ساری چیزیں اجنبی اجنبی محسوس ہوتیں اور ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے میں یہ بات بھول گیا کہ میں پنکی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں۔ تب سمندر کے نزدیک ایک خوبصورت سے ہوٹل کے پاس پنکی نے کار روک دی۔

یہ ایک وسیع عمارت تھی جسے ہوٹل کا نام دیا گیا تھا۔ دراصل مجھے پنکی نے اس عمارت کا نام بھی بتایا تھا۔

پنکی اپنی سیٹ سے نیچے اتر آئی اور اس نے مجھے بھی اترنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں اتر کر ٹہلتے ہوئے ہوٹل کی جانب چل پڑے پنکی ہوٹل کے ایک خوبصورت سے حصے میں جا کر بیٹھ گئی۔ میں بھی اس

کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔

پنکی نے اپنی دونوں کہنیاں میز پر ٹکا دیں اور مجھے دیکھ کر بولی "تمہارے قرب سے ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ ایک بے نام سی خوشی۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں ہونٹ چوستے ہوئے کہا۔

"میں اس تعریف کے لیے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ایک خاص بات جو میں تمہیں بتانا چاہ رہی ہوں اور راستہ میں بھول گئی تھی سوچ رہی ہوں کہ تمہیں بتا ہی دوں۔"

"ہاں ضرور پنکی! تم مجھے ہر وہ بات بتادو جو تم مجھے بتانا چاہتی ہو اور جو تمہارے حق میں بہتر ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"اب جونکہ یہ بات مجھے معلوم ہے گولڈ! جس بستی سے تمہارا تعلق ہے وہ سکون کی بستی ہے وہاں جرائم نہیں ہوتے وہاں پولیس نہیں ہوتی۔ وہاں ایسے لوگ نہیں ہوتے جو پولیس کے لیے باعث پریشانی ہوں لیکن ہماری اس دنیا میں بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جہاں یہاں کے لوگوں نے اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ تم نے گل زماں کے بارے میں بتایا وہ تم پر اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس میں اس کا فائدہ تھا۔ تو یہ دنیا جسے تم انتہائی خوبصورت سمجھتے ہو دراصل مفاد پرستوں کی دنیا ہے یہاں کا ہر شخص اپنے مفاد کے بارے میں سوچتا ہے میں یہ بات تمہیں کھلے دل اور کھلے ذہن سے بتادوں کہ ٹونی بھی تمہارے سلسلہ میں اپنے مقصد اور مفاد سے مبرا نہیں ہے۔"

"میں نہیں سمجھا پنکی!" میں نے کہا۔

"دیکھو ڈیئر گولڈ! سمجھنے کی کوشش کرو، ٹونی اس وقت اُدھر سے گزر رہا تھا جب تم پولیس والوں سے جنگ کر رہے تھے۔"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"وہ آگے بڑھ گیا تھا لیکن پھر وہ گاڑی کو ریورس کر کے لے کر آیا۔ اس کی وجہ کیا تھی؟"

"میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کی وجہ یہ تھی ڈیئر گولڈ کہ تم اسے دلکش محسوس ہوئے تھے تمہاری طاقت اور تمہاری جبری طبیعت کو اس نے دل سے پسند کیا اور پھر ایک لمحہ میں اس نے فیصلہ کیا کہ تمہاری مدد کی جائے لیکن اس کے پیچھے کوئی ایسا جذبہ نہیں تھا جس کو تم نیک جذبہ کہہ سکو۔ میں جانتی ہوں کہ اس نے اس وقت یہ سوچا تھا کہ تم اس کے لیے کام کے آدمی ثابت ہو سکتے ہو۔ چنانچہ اس نے تم پر احسان کر دیا اور اب وہ اس احسان کے عوض تمہیں اپنا ہمدرد بنا رہا ہے۔" پنکی نے کہا اور میں سادگی سے گردن ہلانے لگا۔

"اوہ تو کیا وہ بھی کشتیاں کراتا ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر وہ کرتا کیا ہے؟"

"یہ تو خیر بعد کی بات ہے ڈیئر! ہر شخص کے الگ الگ پیشے ہوتے ہیں اور دیگر ہر دور اور ہر پیشے میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں اپنے گروہ میں شامل کرے گا حالانکہ ابھی اس نے کھل کر مجھ سے یہ بات نہیں کہی ہے۔"

"گروہ؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"گروہ کیا ہوتا ہے؟"

"ہم کچھ ایسا کام کرتے ہیں جو پولیس اور قانون کی نگاہ میں مجرمانہ ہے حالانکہ وہ ایک تجارت ہے لیکن اس تجارت کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے اسے اسمگلنگ کہا جاتا ہے۔"

"خوب! تو بہت سارے پیشے ایسے ہوتے ہیں کیا جنہیں قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔"

"ہاں یقیناً۔ جرائم کی بہت ساری قسمیں ہوتی ہیں اور ہر اس کام کو جرم کہتے ہیں جس پر قانون کی پابندی ہو۔"

"بہت خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا "میں اس بارے میں اور بھی بہت کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں، اب دیکھو نا تم وہاں سے بھاگے ان لوگوں نے تمہیں روکا۔ تم نے گل زماں کو مارا تھا اس لیے انہوں نے تمہیں گرفتار کیا یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے تمہاری بات نہیں سنی بلکہ گل زماں کی بات مان لی، اس کی وجہ یہ ہے کہ گل زماں مالی طور پر مضبوط شخص ہے اس کے تعلقات بہت زیادہ ہیں تو قانون عام طور سے انہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے جن کے پاس دولت ہو۔ اور اچھے تعلقات ہوں ہر ملک کی حکومت نے اپنے اپنے قوانین نافذ کر رکھے ہیں ان میں سے بعض قوانین ایسے ہوتے ہیں جو تمام دنیا میں رائج ہیں یعنی سارے ملکوں میں اور بعض ایسے ہیں جو صرف چند ملکوں میں نافذ ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کی خلاف ورزی کرتا ہے خواہ اخلاقی طور پر وہ غلط نہ ہوں لیکن اس خلاف ورزی کی اسے سزا ملتی ہے اور یہ سزا اسے پولیس کے توسط سے ہی ملتی ہے۔ تو اس لحاظ سے ہمارا کام بھی غیر قانونی ہے یعنی ہمیں مال یہاں سے وہاں اور دوسرے ملکوں سے اپنے ہاں منگواتے ہیں اور یہ مال خفیہ طریقوں سے ہم تک پہنچتا ہے، اس میں قانون کا کوئی دخل نہیں ہوتا یعنی ہم اس کے لیے ٹیکس اور دوسری چیزیں حکومت کو ادا نہیں کرتے اس لیے ہمارا کام مجرمانہ کام قرار پاتا ہے اور کسی بھی مجرمانہ کام کو کرنے کے لیے خاصی محنت درکار ہوتی ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا اور یہ بات میں نے ذہن نشین کر لی تھی کیونکہ یہ انداز میرے لیے دلکش تھا۔

"تو اس غیر قانونی کام کے لیے۔" پنکی نے کہنا شروع کیا "ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو غیر معمولی ہوں جیسے کہ تم تو یقینی طور

پر ٹونی نے یہی سوچا ہوگا کہ تم سے اس سلسلہ میں کام لے، تو تم یہ بتاؤ کہ کیا تم اس طرح کام کرنا پسند کرو گے، اگر تم نے اس انداز کو پسند نہیں کیا جیسا کہ میں جانتی ہوں بلکہ سمجھتی ہوں کہ تم صرف سیاح ہو دنیا دیکھنے کے خواہش مند۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم اس دنیا میں رہ جاؤ۔ لیکن فی الوقت تو تمہیں اس دنیا سے کوئی واقفیت نہیں ہے لہٰذا میری کوشش یہی ہوگی کہ تم دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ اور اگر تمہیں ایسے کسی مجرمانہ کام میں الجھا دیا جائے تو تمہاری... صلاحیتیں اور ضرورتیں جن کے تم خواہش مند ہو۔ کیا مجروح نہ ہوں گی؟"

"اس سلسلہ میں بہتر فیصلہ تم کر سکتی ہو پنکی!" میں نے جواب دیا۔

"میں؟" پنکی نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں تم۔" میں نے اپنی بات پر زور دے کر کہا اور پنکی پُر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"دیکھو گولڈ! میں ذاتی طور پر تمہاری ہر طرح سے مدد کر سکتی ہوں اور میں تمہیں اس کی وجہ بھی بتاؤں گی بے غرض میں بھی نہیں ہوں۔ مجھے بھی ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ اس دنیا کا ہر شخص پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے، اس دنیا کا ہر فرد پہلے خود کو خوش رکھنا چاہتا ہے اور دوسرے کی خواہش کے بارے میں بعد میں سوچتا ہے، اس وقت جب اسے موقع ملے یا پھر دوسرے شخص کو خوشیاں دے کر اسے اپنے طور پر بھی کچھ فائدہ حاصل ہو سکے۔ میں بھی انہی میں سے ہوں۔"

"براہِ مہربانی پنکی تم کھل جاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔" میں نے کہا اور پنکی مسکرا دی۔

"ڈیئر گولڈ، ٹونی تمہیں اپنے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے لیکن میں خود بھی یہی چاہتی ہوں کہ تمہیں ٹونی کے چنگل سے نکال کر اپنے طور پر استعمال کروں۔ یہ صحیح ہے کہ ٹونی میرا دوست ہے لیکن یقین کرو گولڈ کہ وہ مجھ سے مخلص نہیں ہے۔" پنکی نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی گویا یہاں بھی ایک دلچسپ شاخ نکل آئی تھی۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے پنکی اگر تم میرا اس کے ساتھ شامل ہونا پسند کرتی ہو تو مجھے منظور ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"نہیں، خلوصِ دل سے کہو گولڈ۔ تم یہ نہ سوچنا کہ میں نے تم پر تسلط جمانے کی کوشش کی ہے۔"

"نہیں پنکی، ٹونی تم یا دنیا کا کوئی بھی فرد میری ذات پر کسی قسم کا تسلط قائم نہیں کر سکتا۔"

"تب پھر ٹھیک ہے، اگر ٹونی تم سے اس موضوع پر گفتگو کرے تو تم آمادگی کا اظہار کر دینا۔ اپنے طور پر، ہم جو کچھ کریں گے وہ صرف ہم ہی جانتے ہوں۔" پنکی نے کہا۔

"ٹھیک۔" میں نے جواب دیا۔

"تم میری بات سمجھ گئے ہونا گولڈ۔" پنکی نے پوچھا اور میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"گویا تم یہ چاہتی ہو پنکی کہ میں ٹونی سے کہہ دوں کہ میں اس کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہاں!"

"لیکن تم؟" میں نے سوال کیا۔

"مقصد یہی ہے کہ تم ٹونی کو مطمئن کر دو کیونکہ وہ خطرناک آدمی ہے اگر تم نے اس بات کا اقرار نہ کیا تو وہ بھی گل زماں کی طرح تمہارا دشمن ہو جائے گا۔ اور ممکن ہے دوبارہ تمہیں پولیس کے حوالے کرنے کی کوشش کرے۔ میں اس سلسلہ میں تمہاری بہتر رہنمائی کروں گی جیسا میں کہتی جاؤں ویسا تم کرتے جانا، باقی رہا تمہارا سلسلہ تو تم اس دنیا کو دیکھنے کے خواہشمند ہو تو یقین کرو گولڈ میں تمہیں اس دنیا کے چپے چپے کی سیر کراؤں گی۔ میں تمہیں ہر وہ جگہ دکھا دوں گی جو تمہارے ذہن میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

ہوٹل میں بہت سارے لوگ اِدھر اُدھر گھوم پھر رہے تھے۔ پنکی نے ایک شخص کو بلا کر کچھ چیزیں طلب کیں، تقریباً تھوڑی ہی دیر کے بعد ہماری مطلوبہ چیزیں پہنچ گئیں اور ہم کھانے میں مصروف ہو گئے بڑی پُر تکلف چیزیں تھیں، اتنی معمولی مقدار میں کہ آدمی کی طبیعت سیر بھی نہ ہو سکے لیکن میں بھی آہستہ آہستہ اس دور کے آداب سیکھتا جا رہا تھا۔ رہ رہ کر اگر میرے دل میں کوئی خیال آتا تھا تو وہ صرف سلانوس کا خیال ہوتا تھا۔ سلانوس بے چارہ بجانے کہاں تھا۔ بے اختیار میرے ذہن میں کوئی آیا اور میں نے پنکی سے کہا۔

"پنکی ایک تھوڑا سا کام میرا بھی کرنا ہے تمہیں۔"

"ہاں ہاں خلوصِ دل سے۔"

"ابھی تو تم یہاں سے کہیں اور جانے کا ارادہ نہیں رکھتیں نا؟"

"اس ہوٹل سے؟" پنکی نے سوال کیا۔

"نہیں میرا مطلب ہے اس شہر سے کسی دوسرے شہر۔"

"نہیں ابھی نہیں، ٹونی ابھی اپنے کاموں میں مصروف ہے جب وہ اپنے کاموں سے فراغت پالے گا۔ تو ہم لوگ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"تو روانہ ہونے سے پہلے میرا ایک کام کر دو۔"

"ہاں کہو۔"

"میں نے تمہیں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں بتایا تھا جس کا نام سلانوس ہے۔"

"ہاں تم ذکر کر چکے ہو۔"

"اور یہ بھی میں نے بتایا تھا کہ اسے گل زماں نے اغوا کر لیا تھا۔"

"ہاں میں سن چکی ہوں لیکن مجھے تعجب ہے۔"

"کس بات پر؟"

"بھئی صاف بات ہے اگر وہ تمہاری طرح طاقتور تھا تو گل زماں کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟" پنکی نے سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ نہ تو مجھ جیسا تھا اور نہ ہی مجھ جیسا طاقتور تھا۔ اس کا تعلق کسی دوسرے خطے کسی دوسرے علاقے سے تھا۔ یہ علاقہ ہمارے پڑوس کا علاقہ تھا۔ لیکن ہماری اپنی بستی نہیں تھی۔"

"اوہ، یہ بات ہے!"

"ہاں۔"

"اچھا تو پھر؟"

"بس میں چاہتا ہوں پہلے گل زماں کا پتہ لگایا جائے اور پھر اس کے ذریعے سلانوس کا۔"

"یہ کون سا مشکل کام ہے، میرا خیال ہے ٹونی آجائے تو ہم اس سے اس سلسلے میں بات کر لیتے ہیں ٹونی بآسانی ہمارا یہ کام کر دے گا۔" پنکی نے سوال کیا۔

"میں خود بھی اس میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے، ٹونی خود تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا۔ ویسے میں بھی یہ سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ ابھی ہم ٹونی سے تعاون کریں اور اسے یہ احساس نہ ہو کہ ہم اپنے طور پر بھی کچھ کرنا چاہتے ہیں یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" پنکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا اور ہم خاموش ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس ہوٹل سے اٹھ گئے اور پھر پنکی مجھے مشینی گھوڑے پر مختلف جگہوں کی سیر کراتی رہی، بہت ساری چیزوں کے بارے میں اس نے مجھے بتایا اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا رہا انسان کی ترقی کا یہ بے مثال دور تھا۔

شام کو جب ہم واپس پہنچے تو ٹونی واپس آچکا تھا، اس نے ہمارا استقبال کیا اور مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"ارے ـ ارے ـ یہ گولڈ ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔" پنکی مسکرائی۔

"لیکن ـ اوہ پنکی تم نے تو ان کی شکل ہی بدل [illegible] اب تو انہیں کوئی بھی نہیں پہچان سکتا کیوں مسٹر گولڈ آپ [illegible] محسوس کر رہے ہیں۔" ٹونی نے براہِ راست مجھ سے سوال کیا۔

"بہت ہی عجیب مسٹر ٹونی بے حد عجیب، مجھے تو یہ سب کچھ طلسم خانہ محسوس ہوتا ہے بعض چیزیں تو میری سمجھ میں بالکل بھی نہیں آتیں بجانے یہ سب کچھ کیسے ترتیب پا گیا۔"

"ہاں بلاشبہ یہ دنیا بے حد ترقی یافتہ ہے لیکن اس دنیا میں اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے اپنے آپ کو منوانے کے لیے بڑی ہی محنت کرنا پڑتی ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"میں کسی بھی قسم کی محنت سے نہیں گھبراتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے کچھ اقدار بھی ہیں گولڈ؟" ٹونی نے پوچھا۔

"کیا مقصد؟"

"مقصد یہ کہ اپنی زندگی گذارنے کے لیے اگر اس دنیا میں تمہیں کچھ عملی اقدامات کرنا پڑیں تو تم ان میں سے کسی مخصوص راستے کا تعین کرو گے؟" ٹونی نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"پھر؟"

"میں اپنے دوستوں پر انحصار کروں گا۔"

"یعنی جو کچھ تم سے کہا جائے گا تم اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور ٹونی مطمئن انداز میں مسکرانے لگا دفعتاً پنکی بول پڑی۔ "ٹونی مسٹر گولڈ کی ایک الجھن ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مسٹر گولڈ آپ ہی مسٹر ٹونی کو بتائیں۔" پنکی مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

"میں مختصراً آپ کو بتا چکا ہوں ٹونی کہ میرا ایک ساتھی بھی تھا۔ اور اس کی غیر موجودگی میرے ذہن پر بری طرح اثر انداز ہو رہی ہے۔"

"ہاں، ہاں آپ نے بتایا تھا۔ پھر؟"

"میں اس شخص کے چنگل سے اسے نکالنا چاہتا ہوں جس کا نام گل زماں ہے۔"

"اچھا ـ اچھا ـ آپ کو یقین ہے کہ وہ ابھی تک اس کی قید میں ہے؟"

"بلاشبہ، وہ سیدھا سادا بوڑھا آدمی مجھ سے قطعی مختلف ہے وہ ان لوگوں کی زبان بھی نہیں سمجھتا اور ان کے درمیان سے ان کی چالاکیوں سے نمٹ کر بچ نکلنے کی کوشش نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے مجھے گل زماں کے بارے میں اور بھی کچھ بتاؤ۔" ٹونی نے کہا۔

"وہ یہاں پہلوانوں کو ملازم رکھتا ہے اور ان سے کشتیاں لڑاتا ہے جس جگہ وہ رہتا ہے اس کے بارے میں میں نہیں جانتا لیکن اگر ممکن ہو ۔۔۔ تو اس کو اس کے پیشے ہی کے ذریعے تلاش کیا جائے۔"

"اسے تلاش کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے وہ اپنا نام رکھتا ہے اور کشتیاں لڑاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کوئی پروموٹر ہے اور میں اس کے بارے میں بآسانی پتہ چلا سکتا ہوں۔"

"میں خود بھی آپ کی کوششوں میں شریک ہونا چاہتا ہوں ٹونی۔" میں نے کہا۔

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر گولڈ، پہلے ہم گل زماں کا پتہ معلوم کریں گے پھر ان کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کر لیں گے تب میں تمہیں اگر اطلاع دوں گا۔ اس کے بعد جو کچھ بھی اقدامات کریں گے مل جل کر ہی کریں گے۔" ٹونی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد حسبِ معمول رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے دوسرے دن صبح ٹونی نے مجھ سے وعدہ کیا کہ آج وہ میرا کام کرے گا اور معمول کے مطابق مجھے پنکی کے حوالے کر گیا۔

پنکی نے مجھ سے مختلف قسم کی گفتگو شروع کر دی۔ آج ہم گھر سے باہر نہیں گئے تھے۔ دوپہر کے کھانے پر ٹونی آیا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور پھر اس نے مجھے خوشخبری سناتے ہوئے کہا۔

"میں نے گل زماں کا پتہ معلوم کر لیا ہے مسٹر گولڈ۔"

"اوہ! کیا میرے دوست سلانوس کا پتہ بھی چل سکا ہے؟"

"نہیں۔ اس کے بارے میں تو مجھے کچھ معلوم نہیں ہو سکا ہاں یہ مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ گل زماں کہاں ملتا ہے، ہم ایک آسان سی ترکیب کریں گے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہم گل زماں کو اغوا کرلائیں گے اور یہاں لانے کے بعد اس سے سلانوس کا پتہ پوچھیں گے۔"

"بہت خوب، تو پھر اس سلسلے میں کب کارروائی عمل میں آئے گی؟"

"بس تم بے فکر رہو، کسی بھی مناسب وقت میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔" ٹونی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

اِن لوگوں کے ساتھ میرے دن رات بڑے معلوماتی گذر رہے تھے۔ ٹونی اپنے کاموں میں مصروف تھا اور میں پنکی کے ساتھ گھر میں۔ دوسرے دن تقریباً شام کے سات بجے ٹونی میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے میری خیر و عافیت پوچھی۔ پنکی اس وقت کسی کام سے چلی گئی تھی اور میں اپنی رہائش گاہ میں تنہا رہ گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں مسٹر ٹونی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن میں تمہیں خاص بات بتانے آیا ہوں۔" ٹونی نے کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" ٹونی نے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا پھر وہ مجھے لے کر عمارت کے ایک علیحدہ حصے میں آگیا۔ تب اس حصے تک پہنچ کر وہ ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ کمرہ باہر سے بند تھا۔ ٹونی نے تالا کھولا اور اندر پہنچ گیا۔

اندر پہنچ کر اس نے روشنی کر دی اور میں ایک کرسی کی جانب دیکھ کر چونک پڑا۔ کرسی پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس کے گرد رسیوں کا جال بُن دیا گیا تھا۔ اس کے منہ پر بھی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ میں نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا۔ تب ٹونی آگے بڑھا اور اس نے اس شخص کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور میں بُری طرح چونک پڑا۔

یہ گل زماں تھا۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا، مجھے تعجب تھا لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ ٹونی اپنا کام دکھا چکا ہے۔

گل زماں نے بھی مجھے پہچان لیا تھا اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار پھیل گئے تھے۔ اسے یقیناً حیرت ہو گی کہ میں یہاں کیسے آگیا اور یہ بھی اچھی بات تھی کہ اس وقت میرے خدوخال میں کوئی تبدیلی نہیں تھی گھر پر آنے کے بعد پنکی نے میرے چہرے سے میک اپ اتار دیا تھا اور اس وقت میں اپنی اصلی شکل میں تھا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔ "کہو گل زماں کیسے ہو؟" میں نے غراتی ہوئی آواز میں سوال کیا لیکن گل زماں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"گل زماں! زبان کھول دو۔ ورنہ میں تمہارا منہ کھول کر تمہاری زبان چٹکی سے پکڑ باہر کھینچ لوں گا۔ اور میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہے کہ میں تمہاری زبان باہر نکال دوں۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اور گل زماں کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے خوف کے آثار نظر آئے۔

"میں نہیں جانتا تم کون ہو؟" گل زماں نے کہا۔

"اوہ۔ تم اسے نہیں جانتے گل زماں جس کے ذریعے تم بے شمار دولت کما چکے ہو۔"

"ہاں میں تمہیں نہیں پہچانتا۔" گل زماں نے جواب دیا۔

"پہچان جاؤ گل زماں تم مجھ سے بہت سے فائدے حاصل کر چکے ہو۔"

"بکواس کرتے ہو۔ تم نے اس عہد کی پابندی ہی کہاں کی تھی جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ میں نے تمہارے لیے دنیا کی ہر سہولت مہیا کرنے کی کوشش کی لیکن تم نے میرے ساتھ تعاون نہیں کیا اور اب تم یہ سوچتے ہو کہ میں تمہیں اپنا دوست مانوں گا۔" گل زماں بے اختیار بول پڑا۔

"گل زماں تمہارے جیسے کتوں کو میں اپنا دوست نہیں کہہ سکتا۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت تم میری قید میں ہو اور تمہارے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ میں تمہیں آزاد بھی کر دوں گا۔ اور اس کے بعد بھی تم جانتے ہو کہ میں تمہاری زبان کھلوانے کی طاقت رکھتا ہوں۔ بلاشبہ تم ایک چالاک آدمی ہو اور تمہیں بہت سے لوگوں کا سہارا بھی حاصل ہے، جن کے ذریعے تم مجھے قید خانے میں بند کرا سکتے ہو لیکن گل زماں ہر شخص کے اپنے دوست ہوتے ہیں۔ اب تم میرے قبضے میں ہو تمہیں زبان کھولنا پڑے گی۔"

"دیکھو پورتا! اگر تم نے چالاکی سے مجھے اغوا کرا لیا ہے تو اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں ہمیشہ تمہاری قید میں رہوں گا۔ میں آج بھی تم سے وہی معاہدہ کرنے کو تیار ہوں اور اس کے بعد جو شرائط تمہارے اور میرے درمیان طے پائیں گی ان پر عمل کیا جائے گا۔"

"بکواس مت کرو گدھے۔ بکواس مت کرو بے غیرت انسان میں تم سے کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتا۔ تمہاری زندگی بھی صرف اس لیے بخشی

دی گئی ہے کہ میرا دوست تمہاری قید میں ہے۔ گل زمان میں تمہیں ایسی عبرت ناک سزا دوں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ورنہ مجھے میرے دوست کے بارے میں بتا دو کہ تم نے اس کو کہاں قید کیا ہے؟"

"اوہ تم اس بوڑھے کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں اسی کا جس کا نام سلانوس ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا تم لوگوں کے بارے میں، پورنا تم جس انداز میں میرے سامنے آئے وہی میرے لیے حیرت ناک تھا اس کے بعد تم جو ثابت ہوئے وہ بھی بڑی تعجب خیز بات تھی میں کسی انسان کے اندر اتنی قوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن گل زمان بذات خود ایک بڑی قوت ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ میں صرف یہی ذریعہ معاش رکھتا ہوں میرے اور بھی کئی وسائل ہیں پورنا۔ اگر تم میرے ساتھ شریک نہ ہوئے تو مجھے تمہاری اتنی پروا بھی نہیں ہے اور وہ عورت جو میری غلام تھی۔ میں اسے اتنی مہلت کہاں دے سکتا تھا کہ وہ میرے احکامات کی تعمیل نہ کرے۔ میں نے تم سے تعرض نہیں کیا تھا پورنا ایک عورت ایک پہلوان کے لیے ضرورت سے زیادہ تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ میں نے اسی لیے اسے روکنا چاہا تھا لیکن تم نے درمیان میں مداخلت کی آج بھی میں مانتا ہوں کہ تم ایک سیدھے سادے انسان ہو اور اس چھل فریب سے واقف نہیں ہو جو عورت کی ذات سے وابستہ ہے اسی لیے میں نے تمہارے لیے کوشش کی تھی لیکن تم نے گل زمان سے ٹکر لینے کی سوچی بلاشبہ تم ایک پہلوان ہو لیکن طاقت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔ گل زمان کے وسائل تم سے زیادہ ہیں اور اب تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنے ایک دوست کے ذریعے تم نے مجھے اغوا کرا لیا ہے اور مجھ سے اپنا انتقام لے سکتے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے، میں اب بھی نکل جانے کی قوت رکھتا ہوں۔"

"میں خود بھی تمہیں نکل جانے کا موقع دوں گا گل زمان تمہارے جیسے چوہوں کو مارنا میری شان کے خلاف ہے لیکن بس مجھے میرے دوست کا پتہ بتا دو اور سنو اگر تم نے میرے دوست کا پتہ نہ بتایا تو بہر صورت میں اسے تلاش کر ہی لوں گا۔ لیکن یہاں سے تم زندہ واپس نہیں جاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"میں اس لیے یہ بات نہیں کر رہا پورنا کہ میں تم سے خوف زدہ ہوں خوف مجھے چھو کر بھی نہیں گزرا لیکن یہ حقیقت بتاتے ہوئے مجھے ایک حیرت کا احساس بھی ہے۔ میں تمہاری طاقت کے بارے میں بات کر رہا تھا کہ تم مجھے پہلے ہی حیرت انگیز معلوم ہوئے تھے اور تم سے حیرت انگیز شخص تمہارا دوست نکلا۔ میں تو اب یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارا تعلق اس زمین سے ہی نہیں ہے تم یقیناً کسی سیارے کے باشندے ہو اور انسانی شکلوں میں یہاں آئے ہو۔" گل زمان نے کہا۔

"بکواس میں وقت ضائع کر رہے ہو گل زمان میں تم سے اپنے دوست کا پتہ پوچھ رہا ہوں۔"

"میں بھی وہی بتا رہا ہوں۔ اس وقت میں تمہارے دوست کے سامنے تھا اسی سے سوالات کر رہا تھا۔ تب تمہارے دوست نے ایک دم ہاتھ اٹھایا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اس کا یہ پیغام اس کے دوست پورنا کو پہنچا دوں۔ پیغام کچھ یوں تھا۔ 'پورنا مستقبل کے اس دور میں ہم آ تو گئے ہیں لیکن یہ ماضی نہیں تھا جس سے ہم واقف تھے اور جس میں ہم خود کو ضم کر سکتے تھے چنانچہ پورنا میں انتہائی شرمندگی کے ساتھ تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔ مجھے تم سے جدا ہوتے ہوئے بے حد افسوس ہے پورنا لیکن یہ دنیا میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر مجھے چند ساعت اور اس دنیا میں رہنا پڑے تو میرے حواس ہی رخصت ہو جائیں گے اس لیے پورنا میں واپس جا رہا ہوں تم زاویوں کی سمت تلاش کرو افسوس میں تمہیں وہ زاویہ نہیں بتا سکا جس کے تحت تم ماضی میں واپس پہنچ جاتے لیکن طریقہ کار سے تم واقف ہو۔ اپنے آپ کو تم مختلف زاویوں سے دیکھو اور خود کو مجھ تک پہنچانے کی کوشش کرو ممکن ہے تم مجھ تک پہنچ جاؤ۔ نہ پہنچ سکو تو مجھے معاف کر دینا۔'

"یہ تھے اس شخص کے الفاظ اور اس کے بعد بجانے کیا ہوا اس نے ذرا سی جنبش کی اور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ بلاشبہ وہ کوئی جادوگر تھا اور تم بھی جادو ہی کی قوت سے اپنے آپ کو منواتے ہو۔" گل زمان نے کہا اور میں ششدر رہ گیا۔ گل زمان کے الفاظ اس کے اپنے نہیں تھے اور ان الفاظ میں کوئی فریب نہیں تھا مجھے یقین تھا کہ سلانوس اپنی دنیا میں واپس پہنچ گیا ہے، وہ اس عجیب و غریب دنیا سے بوکھلا کر یہاں سے فرار ہو گیا تھا اور مجھے یہیں چھوڑ گیا۔ رہی زاویوں کی تلاش کی بات تو کسی مخصوص زاویے کو تلاش کر لینا میرے لیے ممکن نہ تھا گویا اب اس دور میں اس دنیا میں تنہا رہ گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد میں نے اپنے خیالات جھٹک دیئے۔

پروفیسر میرے اندر جو انوکھی قوت ہمیشہ کار فرما رہی ہے وہ عود کر آئی۔ بھلا مجھے دنیا میں کسی کی کیا پروا ہو سکتی تھی اور بھلا سلانوس کیا حیثیت رکھتا تھا۔

اگر وہ احمق بھی اپنی جان بچا کر بھاگ گیا تو یہ کوئی انوکھی بات تو نہیں تھی اسے بھاگنا ہی تھا۔ باقی رہی میری بات تو اگر میں مستقبل میں رہ گیا تھا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں خود بھی تو صدیوں کے لیے سو جایا کرتا تھا اور اس کے بعد جب جاگتا تو میری آنکھ آنے والے وقت ہی میں کھلتی تھی۔

چنانچہ چند ساعت کے بعد میں مطمئن ہو گیا۔ گل زمان بھی اب میرے لیے ایک بیکار شخص تھا البتہ ٹونی میرے نزدیک کھڑا ہوا اس طرح گل زمان کو دیکھ رہا تھا جیسے گل زمان نے یہ ساری بکواس کی ہو اور اس نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔

"کیا یہ شخص پاگل ہو گیا ہے گولڈ، کیا بکواس کر رہا ہے یہ۔ میری سمجھ تو کچھ نہیں آیا۔"

"نہیں ٹونی اب یہ احمق ہمارے لیے بیکار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" ٹونی نے سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ اس نے جو کچھ کہا ہے سچ ہے، یہ اس گدھے کے الفاظ نہیں ہو سکتے۔ بلاشبہ میرا ساتھی میرا دوست اپنی دنیا میں واپس چلا گیا ہے۔"

"جس انداز میں اس نے کہا ہے اسی انداز میں؟" ٹونی نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں!" ٹونی حیران تھا۔

"یہ بیوقوف خود کو چالاک سمجھتا ہے لیکن میرے دوست میں کچھ ایسی خوبیاں موجود تھیں کہ اس نے اسے خوب چکر دیا۔ جس جگہ اس نے اسے قید کیا ہو گا وہ اسی جگہ موجود ہو گا۔ لیکن اس کی نگاہوں سے اوجھل، صرف ایک نظر کے شعبدے کی معمولی سی بات اور یہ احمق بن گیا۔ اس کے بعد اس نے بلاشبہ دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہو گا اور اس کے بعد میرا دوست بآسانی باہر آ گیا ہو گا۔ میں نے ٹونی کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کیونکہ اسے حقیقت بتانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"ہوں۔" ٹونی نے نہ سمجھنے والے انداز میں گردن ہلائی پھر بولا "خیر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے اب یہ بتاؤ کہ کیا تم مطمئن ہو یا کچھ اور چاہتے ہو؟"

"نہیں اب میں کچھ نہیں چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر اسے قتل کر دیا جائے۔ ورنہ بلاوجہ تمہارے لئے الجھن بن جائے گا۔" ٹونی نے اتنی لاپروائی سے کہا جیسے کسی مکھی کے مارنے کی بات کر رہا ہو۔

"نہیں ٹونی میں بے مقصد زندگیاں نہیں چھینتا اور نہ ہی مجھے اس کی زندگی اور موت سے کوئی دلچسپی ہے۔ یہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ یہ بات تو شاید یہ خود بھی نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے لے یہاں سے بھگا دو۔"

"ٹھیک ہے تب پھر اسے بے ہوش کر کے کسی ایسی جگہ ڈلوا دیں گے جہاں سے یہ خود اٹھ کر کہیں بھی چلا جائے۔" ٹونی نے کہا۔ اور میں نے بھی لاپروائی سے گردن ہلائی۔

اب بھلا گل زمان میرے لیے کیا کشش رکھتا تھا جو اس بیچارے کو خواہ مخواہ میری وجہ سے مصیبت برداشت کرنا پڑتی۔ چنانچہ میں نے ٹونی سے کہہ کر اس کی جان تو بچا لی لیکن اب سلانوس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بابا سلانوس خاصا چالاک نکلا، اس نے جدید دنیا پر اپنی ہی دنیا کو ترجیح دی تھی اور ظاہر ہے وہ بیچارہ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

سلانوس کے بارے میں جب تک مجھے یہ بات معلوم نہ تھی کہ وہ یہاں سے فرار ہو گیا ہے تب تک تو میں اس کے لیے الجھا ہوا تھا اور بار بار یہ خیال میرے ذہن میں آتا تھا کہ نہ جانے وہ بیچارہ کس مصیبت کا شکار ہو گا لیکن جب سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ سلانوس اپنی جان بچا کر اپنی دنیا میں واپس چلا گیا ہے تب سے میں نے اس کا خیال ہی ذہن سے نکال دیا تھا اور پروفیسر اب تو تم بھی اس بات کے گواہ ہو کہ میں ہر گزری ہوئی چیز کو بھولتا چلا آیا ہوں میں نے کبھی ماضی میں کھو جانے والوں کے لیے درد نہیں محسوس کیا خواہ وہ مجھ سے کتنی ہی قربت رکھتے ہوں چنانچہ اب میں پنکی اور ٹونی کے ساتھ مطمئن تھا۔ ٹونی چند دنوں تک تو میرے سلسلے میں محتاط رہا اور اس کے بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ میں ایک قابل اعتماد آدمی ہوں تو اس نے ہر احتیاط ختم کر دی۔ پنکی سے شاید اس کا کوئی اندرونی رشتہ بھی تھا ممکن ہے ٹونی بھی پنکی کی طرح ذہنی طور پر خود پرست ہو اور پنکی کی اس کی نگاہ میں کوئی بڑی حیثیت نہ ہو لیکن بظاہر وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت مانوس تھے۔ ٹونی عموماً باہر مصروف رہتا تھا اور پنکی میرے ساتھ لیکن ہم دونوں کی یہ قربت کسی خاص مرحلے تک نہیں پہنچی تھی حالانکہ پنکی نے کئی بار اس کشش کا اظہار کیا تھا جو میرے اندر محسوس کرتی تھی اس نے میرے لیے بہت سے لباس سلوائے تھے پروفیسر، دل تو میرا بھی یہی چاہتا تھا کہ اس دنیا میں بھی اپنے وقت کا انسان رہوں یعنی لباس وغیرہ کے جھنجھٹ میں زیادہ نہ پڑوں لیکن اس دنیا کی تہذیب ذرا مختلف تھی اور بے لباس لوگوں کو یہاں مجرم گردانا جاتا تھا حالانکہ لباس پہن کر جسم کی نمائش کے جو انداز اختیار کیے جاتے تھے وہ بے لباسی سے زیادہ پرکشش ہوتے تھے اس دور کی عورت اپنے آپ کو سجانے کا بہتر طریقہ جانتی تھی اور یہ سلیقہ مند عورتیں بعض اوقات میرے حواس چھین لیا کرتی تھیں۔ جدید دور کی عورت جو میرے نزدیک تر آئی تھی وہ جولی تھی۔ میں جولی کے بارے میں مزید کچھ نہیں جان سکا تھا لیکن وہ عورت مجھے یاد تھی اور کبھی کبھی میری خواہش ہوتی تھی کہ وہ مجھے دوبارہ مل جائے لیکن میں نے اس خواہش کو دبا دیا تھا میں تو حال کا محقق تھا حال کی تصویریں دیکھ رہا تھا اور اپنے ذہن میں محفوظ کر رہا تھا لیکن بعض اوقات جب میں اپنے بارے میں سوچتا تھا تو مجھے ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ اب میں حال میں ہوں اور اس وقت تک مجھے آنے والے وقت کا انتظار کرنا پڑے گا جب تک ہی دور شروع نہ ہو جائے جس میں میں ہوں۔ کہانی کا اس سے آگے بڑھنا بڑا ہی مشکل کام تھا اور بڑی عجیب و غریب کیفیت تھی یہ لیکن میں کیفیات سے گھبرانے والا انسان نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے ....

خود کو اس ماحول میں ضم کر لیا تھا جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ پنکی اس دوران مجھے شہر بھر کی سیر کراتی پھرتی تھی لیکن اس عمارت سے نکلنے سے پہلے

وہ میرے چہرے پر تبدیلی کرنا نہیں بھولتی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ اخبارات جو کاغذ پر ترتیب پاتے ہیں اور شہری خبروں کو ایک دوسرے تک پہنچانے میں معاون ہوتے ہیں یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ایک جرائم پیشہ آدمی جو پیشہ ور پہلوان بھی تھا بہت سے لوگوں کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہے اور اس کی تلاش جاری ہے اس لیے میک اپ کے بغیر باہر نکلنا کافی خطرناک تھا۔ پنکی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ٹوفی کا کام تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد جب ہم یہاں سے نکل جائیں گے تو پھر کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اس وقت اگر میں اپنے چہرے پر کوئی تبدیلی نہ بھی کروں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس دوران پنکی مجھ سے جو باتیں کرتی رہی تھی ان کا لب لباب یہی تھا کہ وہ میرے ساتھ مل کر اپنی زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز کرنا چاہتی ہے۔ اس نے ہمیشہ مجھ سے بے پناہ الفت کا اظہار کیا تھا بلکہ ایک آدھ بار تو اس نے یوں کہنا چاہیے کہ محبت کا اظہار کر بھی دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے تھوڑا سا اجتناب بھی برتتی رہی تھی حالانکہ چند مواقع ایسے آئے کہ مجھے اس کی قربت حاصل ہو سکتی تھی میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ ذہنی طور پر مجھ سے متاثر ہے اور میرے نزدیک آنا چاہتی ہے لیکن نہ جانے کونسی جھجک مانع تھی پھر ایک رات اس نے بڑے دلکش انداز میں مجھے بتایا کہ کل ہم سب لوگ یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں پنکی؟" میں نے سوال کیا۔

"متحدہ امارات کے ایک چھوٹے سے ملک میں۔ چند روز وہاں قیام کریں گے اور اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جائیں گے۔"

"کیا اس کے بعد ہم لوگ اسی طرح ایک دوسرے سے دور رہیں گے؟" میں نے سوال کیا اور میرے اس سوال پر پنکی کی آنکھیں خمار آلود ہو گئیں۔

"او ڈیئر گولڈ۔ اب جب کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کر لیا ہے تو میں خود پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ گولڈ صرف میں ہی نہیں میرا خیال ہے بے شمار لڑکیاں تمہاری صورت دیکھ کر خود پر قابو نہیں رکھ سکتیں میں تو اپنے آپ کو بہت مضبوط شخصیت پاتی ہوں کہ میں ابھی تک اپنے حواس قائم کیے ہوئے ہوں تم تو حواس چھین لینے والوں میں سے ہو میں اگر تمہارے چہرے پر تبدیلی نہ کروں تو میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑنے لگتا ہے۔ گولڈ میری جان میں تم سے ایک حد تک اجتناب برت رہی ہوں صرف اس وقت کے لیے جب تک ہمیں اس کے بہتر مواقع مہیا نہ ہو جائیں اور اب وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے سفر کے دوران ہی میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں کیا کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم میرا بھرپور ساتھ دو گے؟"

"بلاشبہ پنکی میں تم سے ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور پروفیسر یہ کوئی انوکھی بات تو نہ تھی اس سے قبل بھی میں حسین لڑکیوں کا ساتھ دیتا رہا تھا اور اب جدید دور سے تھوڑی سی واقفیت بھی بھی ہو گئی تھی میں جانتا تھا کہ یہاں سب اپنے رنگ میں مست رہنے والوں میں سے ہیں اور جس نے اقدار کی لکیر پیٹی وہ پیچھے رہ گیا اور خود اپنے اوپر ہنسنے لگا۔ چنانچہ وہ رات گزر گئی دوسری صبح پنکی اور ٹوفی یہاں سے روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے بجانے ان کا کاروباری جال کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس عمارت کی کیا حیثیت تھی۔ مجھے اس میں کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی۔ یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے کوئی خاص سامان ساتھ نہیں لیا گیا تھا سوائے ضروری کپڑوں کے اور ان میں میرے لباس بھی شامل تھے۔ پنکی نے میرے لیے بے شمار لباس خرید ڈالے تھے ایسے لباس جنہیں پہن کر میں شدید الجھن محسوس کرتا تھا لیکن خود کو اس دنیا میں ضم کرنے کا شوق مجھے ہر تکلیف اٹھانے پر مجبور کر رہا تھا میں کسی بھی بات سے کسی الجھن کا شکار نہیں تھا۔ جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ صدیوں آگے کی چیز تھی اور میں اپنی کتاب کے لیے بہتر مواد فراہم کر رہا تھا۔ کاش اس دور کا کوئی محقق میری اس کتاب کو دیکھ لیتا پروفیسر تو اسے دنیا کی عظیم کتاب قرار دیتا۔ ممکن ہے اس کتاب کی شہرت اتنی بڑھتی کہ ساری دنیا کے لوگ اسے دیکھنے کے لیے امڈ پڑتے لیکن یہ کتاب تو ازل سے ترتیب پا رہی ہے۔ اس سلسلے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ہم لوگ اسی آہنی گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے۔ ٹوفی اور پنکی کے علاوہ ایک شخص اور بھی تھا جو آج اس گھوڑے کو چلا رہا تھا۔ ہم تینوں پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور پھر کافی عرصے کے بعد میں نے سمندر کے سینے پر جہازوں کو تیرتے دیکھا۔ یہ جہاز میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ جہاز میرے لیے اجنبی نہیں تھے لیکن اب ان کی جو موجودہ شکل تھی وہ قابل حیرت تھی اب یہ جہاز چپوؤں سے یا بادبانوں سے نہیں چلتے تھے پہلے بھی میں نے ایسے جہازوں میں سمندر کے سینے پر سفر کیا تھا لیکن اس وقت بے شمار غلام ان جہازوں کو آگے بڑھانے کا کام انجام دیتے تھے لیکن آج صرف مشینی غلام تھے۔ اور جہازوں کی شکل اتنی بدلی ہوئی تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی انوکھی دنیا تھی پروفیسر! تم کہتے ہو کہ آج کا دور ہی دور ہے جس کا میں تذکرہ کر رہا ہوں لیکن پروفیسر میرے دل میں شدت سے یہ خواہش بیدار ہو گئی تھی کہ میں اس دنیا میں جا کر صدیوں پہلے کے واقعات کو پھر سے دیکھوں۔

"تو پھر کیوں نہیں دیکھتے۔ میری پیشکش ہے کہ میرے ساتھ اس نئی دنیا میں چلو اور اس کے عجیب و غریب اقدار اور ثقافت سے لطف اٹھاؤ۔"

"نہیں پروفیسر اس کہانی کو سناتے ہوئے جو لطف مجھے محسوس ہو رہا ہے میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔ سب سے بڑی بات کہ تم سننے والے ایسے ہو کہ میں تمہارے چہرے پر کہیں اس کہانی سے بیزاری کے تاثرات نہیں محسوس کیے چنانچہ جب تک تم مجھے سنتے رہو گے میں ادوار

کی کہانیاں سناتا رہوں گا۔ اور جب تم تھک جاؤ تو مجھے بتا دینا۔"

فرناز کا دل چاہا کہ اس سے کہہ دے کہ بس اب خاموش بھی ہو جاؤ ورنہ یوں تو ساری عمر بیت جائے گی اور کہانی جاری رہے گی۔ پہلے اس نے ماضی سے مستقبل میں چھلانگ لگائی ہے اور اب اگر وہ پھر ماضی میں واپس چلا گیا اور رفتہ رفتہ وہاں سے آگے بڑھا تو کہانی کہاں کہاں تک پہنچے گی۔ لیکن اس نے یہ الفاظ نہ کہے کیونکہ اس کی سنائی ہوئی کہانیاں اتنی دلکش تھیں کہ وقت گزرنے کا یا کسی تھکن کا کوئی احساس نہیں تھا۔ ہاں جب بھی ان کے دلوں میں اپنی دنیا کا خیال آتا تو ایک ہوک سی ان کے سینے میں اٹھنے لگتی تھی حالانکہ اس دنیا میں ان کا کچھ نہیں تھا جو کچھ تھا یہیں پر موجود تھا ان کی کل کائنات ان تین افراد پر مشتمل تھی۔ اس نے ایک بار پھر اپنی کہانی وہیں سے جاری کی۔

"تو پروفیسر سمندر کا کنارہ نزدیک آ گیا اور ہم آہنی گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔ وہ شخص آہنی گھوڑے کو واپس لے گیا تھا۔ سامنے ہی ایک چھوٹا جہاز کھڑا تھا جس پر ایک پرچم لہرا رہا تھا۔ چند افراد اس جہاز سے سیڑھیوں کے ذریعے ساحل پر آ گئے۔ آنے والوں نے پنکی اور ٹوفی کا استقبال کرتے ہوئے مجھ سے بھی ہاتھ ملایا اور پھر ان میں سے ایک شخص کہنے لگا۔

"تمام اسٹاف واپس جا چکا ہے جناب۔ ہم نے چیکنگ کرا دی ہے۔"

"کوئی قابل ذکر بات؟" ٹوفی نے پوچھا۔

"جی نہیں سب ٹھیک ٹھاک ہے چیکنگ کرنے آنے والوں میں ہمارا دوست بھی موجود تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ہم سے ہاتھ ملایا اور پھر ایک سرسری سی نگاہ لانچ پر ڈالی گئی۔ نیچے تو کوئی گیا بھی نہیں اس شخص نے کسی کو اس پر آنے کی اجازت نہیں دی اور خود چیکنگ کر کے ہمیں کلیرنس سرٹیفکیٹ دے کر چلا گیا۔"

"بہت خوب۔ تو گویا اب کوئی کام باقی نہیں ہے۔"

"جی نہیں۔ آپ ہی دیکھ لیجئے اس پر کلیرنس ٹیگ لگا ہوا ہے۔"

اس شخص نے ایک کاغذ ٹوفی کے حوالے کر دیا۔ اور ٹوفی نے کاغذ دیکھنے کے بعد مطمئن انداز میں گردن ہلائی پھر میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"آؤ میرے دوست! اب ہم تمہیں نئے جہانوں کی سیر کرائیں"

اور میں لکڑی کے اس پلیٹ فارم سے لکڑی کی سیڑھی کے ذریعے لانچ پر پہنچ گیا میرے پیچھے ٹوفی اور اس کے پیچھے پنکی تھی۔ لانچ کیا تھی ایک چھوٹی سی دنیا تھی حالانکہ اس سے بڑے بڑے بے شمار جہاز مجھے نظر آ رہے تھے لیکن جتنی بڑی یہ لانچ تھی اتنے بڑے جہاز میں تو میں نے کبھی سفر بھی نہیں کیا تھا۔ کافی گنجائش تھی۔ لکڑی کے کئی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے انہی میں سے ایک بڑے ہال نما کمرے میں ہمیں لے جایا گیا۔ اور ہم سے بیٹھنے کی درخواست کی گئی۔ اس کمرے سے ملحق شیشے کی دیوار والا ایک اور کمرہ تھا جس میں ایک شخص موجود تھا جو شاید لانچ چلاتا تھا کیونکہ ٹوفی نے اسے اپنا کام شروع کرنے کی ہدایت کی تھی پھر ایک گونج سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کچھ سیٹیاں بھی میرے کانوں میں گونجیں اور اس کے بعد میں نے پانی کے اس عجیب جہاز کو سمندر کے سینے پر آگے بڑھتے ہوئے محسوس کیا۔ یہ ساری باتیں میرے لیے بڑی تحیر خیز تھیں پنکی نے جھک کر ٹوفی کے کان میں کچھ کہا اور ٹوفی مسکراتا ہوا گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا۔ اور کہا۔

"گولڈ! اگر تم چاہو تو باہر نکل کر اپنی پسند کی تفریحات میں حصہ لے سکتے ہو۔ میری مراد سمندر کے سینے پر سفر سے ہے ممکن ہے تم اس سے ناواقف ہو۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔ اور اس جہاز کے اس طرح آگے بڑھنے کو باہر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ لیکن اپنا خیال رکھنا تمہاری حفاظت کی ذمہ داری اب ہمارے اوپر ہے چنانچہ کسی ایسی تکلیف میں مبتلا مت ہو جانا جو ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن جائے۔" میں نے گردن ہلا دی اور باہر نکل آیا۔ لانچ پر کافی افراد سفر کر رہے تھے جن کی تعداد سترہ اٹھارہ سے کم نہیں ہو گی۔ لیکن وہ سب کے سب لانچ کے ملازم معلوم ہو رہے تھے وہ سب مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزرتا تو وہ گردنیں اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھتے اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے جیسے انہیں یہ ہدایت ہو کہ کسی بھی چیز کے بارے میں کوئی تجسس نہ کریں میں نے بھی ان میں سے کسی سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی اور آگے بڑھتا رہا۔

اس طرح میں نے تقریباً پوری لانچ دیکھ ڈالی۔ اور بلاشبہ پروفیسر! قدیم زمانے کے جہازوں سے یہ لانچ کہیں زیادہ خوبصورت اور کہیں زیادہ تیز رفتار تھی۔ مشینی عمل سے اسے چلایا جا رہا تھا اور انسان کی یہ انوکھی ترقی دیکھ کر میرا ذہن عجیب و غریب خیالات میں گم ہو گیا تھا۔ میں نے صرف ایک بات سوچی تھی پروفیسر! وہ یہ کہ انسان آنے والے ہر دور میں پہلے سے کہیں آگے بڑھ جاتا ہے ادوار کا سلسلہ اس کی فطانت میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔ مجھے سارا ماضی یاد ہے میں نے بڑھتے ہوئے دور میں کبھی انسان کو پہلے سے پست نہیں پایا جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے وہ ترقی کی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ سلسلہ کہاں تک پہنچے۔

ہاں بات لانچ کے سفر کی ہو رہی تھی۔ نئے دور کی جادوگرنی پنکی بھی اسی لانچ میں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے اپنے عقب میں پایا۔ وہ مسکراتی ہوئی میری جانب آ رہی تھی پھر میرے قریب پہنچ کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کہو گولڈ سمندر کے سفر میں لطف آ رہا ہے؟"

"ہاں بے حد۔ بلاشبہ یہ سفر بے حد پُرکشش ہے۔"

"کیا تم نے اس سے پہلے بھی سمندر کے سینے پر سفر کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں بے شمار بار۔" میں نے جواب دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں سنبھل گیا۔ بے خیالی میں ایک ایسا جملہ نکل گیا تھا جو آگے چل کر مصیبت بھی بن سکتا تھا۔

"کیا تمہارے اس علاقے میں بھی سمندر کا یہی ماحول ہوتا ہے"

"نہیں پنکی۔ ہم نے کبھی ایسی کسی کشتی میں سفر نہیں کیا جسے انسان یا بادبان نہ چلاتے ہوں۔ تمہاری یہ کشتی تو بڑی حیرت انگیز ہے تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

"یہ لانچ مشینی قوت سے چلتی ہے پٹرول اور ڈیزل، ممکن ہے تم ان دونوں الفاظ کو نہ سمجھ سکو۔ زمین سے برآمد ہونے والا ایک ایسا مائع جو ساری دنیا کی رگوں میں زندگی دوڑائے ہوئے ہے یہی اس کا استعمال ہوتا ہے اور وہ مشینی گھوڑا جس پر تم نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ ساری مشینری اسی تیل پر چلتی ہے۔"

"تعجب ہے تعجب ہے" انسانی ذہن کہاں تک پہنچے گا۔ کیا اس کا تعین کیا جاسکتا ہے؟" میں نے پوچھا اور پنکی مجھے دیکھنے لگی پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"تمہارا ذہن واقعی بڑا مضحکہ خیز ہے حالانکہ تمہاری طبیعت کی سادگی دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا کہ تمہاری سوچ بھی اتنی گہری ہوگی" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا "میرے خیال میں انسانی ذہن کی ترقی اور ارتقا کا تعین ممکن نہیں ہے۔"

ایک بات بتاؤ پنکی۔"

"ہاں ہاں پوچھو۔"

"سمندر کے سینے پر سفر کب تک جاری رہے گا۔"

"میں نے تم سے ایک بات کہی تھی گولڈ! کیا تمہیں وہ بات یاد ہے؟"

"کونسی بات، یوں تو تم نے مجھ سے بہت سی باتیں کہی ہیں لیکن کیا تمہارا اشارہ کسی خاص بات کی طرف ہے؟"

"ہاں، میں نے تم سے کہا تھا گولڈ کہ تم سکون کی دنیا سے آئے ہو تمہارے ہاں زندگی گزارنے کے لیے اتنی مشکلات نہیں پیدا ہوتیں جتنی اس دنیا میں ہیں۔ ہم اگر کچھ بننے کی کوشش کریں تو ہمیں اس کے لیے تمام دنیاوی اقدار نظرانداز کر دینا ہوتی ہیں۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ کون دوست ہے کون دشمن۔ بلکہ اس دنیا کے زیادہ تر لوگ دوستوں ہی کو شکار بناتے ہیں۔ کیونکہ وہ زیادہ معصوم ہوتے ہیں اور ان پر اعتبار کرتے ہیں لیکن شکاری بھی مجبور ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ کسی کو شکار نہ بنائے تو خود شکار ہو جاتا ہے تو میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ لانچ انتہائی قیمتی ہے اور فی الوقت ٹونی اس کا مالک لیکن تم اس سے زیادہ طاقتور

ہو۔ میں نے اس رات تمہیں دیکھا جب تم جیل سے فرار ہوئے تھے تم نے ان لوگوں کو اس طرح پچھاڑا تھا کہ کسی ایک آدمی سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ٹونی تمہاری طرف اسی لیے متوجہ ہوا تھا کہ اس نے تمہیں ایک منفرد انسان پایا اور میں جو تمہارے بارے میں اسی انداز میں سوچ رہی ہوں اس کی وجہ بھی یہی ہے بات دراصل یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا خواہش مند ہے اس سے قبل کہ ٹونی تمہیں اپنے مقصد اپنی خواہشات کے لیے استعمال کرے میں چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ مل کر اس لانچ پر قبضہ کر لو۔ اس پر جو لوگ موجود ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے دیوہیکل جسم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ابھی لانچ سمندر کے اس حصے میں پہنچ جائے گی جہاں کسی بھی قسم کی بیرونی مداخلت کا امکان نہیں رہے گا۔"

میں دلچسپ نگاہوں سے پنکی کو دیکھنے لگا۔ اس کی غرض سامنے آگئی تھی اور اس دور کے دلچسپ ہنگاموں میں پورے ہوش و حواس سے حصہ لینے کا موقع فراہم ہو گیا تھا۔ پنکی عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ان نگاہوں میں امید و بیم کی جھلکیاں تھیں چنانچہ میں نے اس کی فوری تسلی ضروری سمجھی۔

"میں پہلے بھی تم سے وعدہ کر چکا ہوں پنکی لیکن کچھ سوالات میرے ذہن میں ہیں۔"

"کیا؟"

"جیسا کہ تم نے بتایا تھا کہ ٹونی کا تعلق ایک گروہ سے ہے۔"

"ہاں۔"

"گروہ کے دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔"

"کافی لوگ ہیں۔"

"یہ دولت جو اس لانچ پر موجود ہے تمام لوگوں کی ہوگی؟"

"ہاں سبھی حصے دار ہوتے ہیں۔"

"ظاہر ہے بعد میں تم ان لوگوں سے رابطہ نہیں رکھو گی۔"

"نہیں۔"

"لیکن تم اس لانچ کو کہاں لے جاؤ گی؟"

"اوہ ڈیئر گولڈ! تم سے ملاقات کے بعد میرے ذہن میں یہ اسکیم آئی تھی اور میں نے اس کے ہر پہلو پر غور کیا تھا میں اس کے لیے پورا پلان بنا چکی ہوں۔"

"کیا؟"

"ہم لانچ کو پوائنٹ اتی پہ لے جائیں گے یہ ایک جزیرہ ہے جو شرق وسطیٰ کے علاقے میں ہے لیکن غیرآباد جزائر کے سلسلے میں سے ایک ہے اور عام طور سے اسمگلروں کے استعمال میں رہتا ہے۔ یہاں پوری پوری لانچوں کا سودا ہو جاتا ہے اور کوئی کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ کون ہے اور مال کی کیا حیثیت ہے۔"

"گویا وہاں چوروں کے چور پہنچتے ہیں۔" میں نے دلچسپ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں یہ بظاہر انوکھی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں ہر جگہ کے لوگ آتے ہیں۔ صرف مال ہونا چاہیے سودا ہو جاتا ہے اور وہاں سے نئی لانچیں بھر کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہیں۔ صورت حال صرف یہ ہوتی ہے کہ اس گروہ کو پتہ نہ چلنے پائے جس کا یہ مال ہے۔ بس کچھ سمندری قانون ایسے ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن اگر ہم اپنے کام سے فارغ ہو کر وہاں پہنچ گئے تو ہمیں بڑی آسانیاں ہوں گی۔"

"مجھے ان جزائر کے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔"

"دراصل یہ جزائر یوں تو مشرق وسطیٰ ہی کا حصہ ہیں لیکن ان پر کسی کی حکومت نہیں ہے۔ ایک معاہدے کے تحت ان جزائر کو کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت نہیں کہہ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذریعے اسمگلنگ کا کاروبار بہت اعلیٰ پیمانے پر ہوتا ہے اور ان چھوٹے چھوٹے ممالک کی بے شمار ضروریات پوری ہو جاتی ہیں چنانچہ اس طرح سے ان جزائر کی سرپرستی حکومتیں کرتی ہیں اور یہاں پہنچ جانے والے اس حیثیت سے تسلیم کر لیے جاتے ہیں کہ وہ تاریک سوداگر ہیں۔"

"خوب، بڑی عمدہ بات ہے۔ بہت ہی پُرلطف۔" میں نے کہا۔ واقعی عجیب و غریب کیفیت تھی۔ کیسی انوکھی انوکھی باتیں علم میں آرہی تھیں۔ تہذیب کی یہ دنیا بظاہر بے حد دلکش اور خوش نما ہو گئی تھی لیکن اندر سے وحشت کے وہی آثار نظر آتے تھے جو ابتدائی دور میں موجود تھے پروفیسر! انسان مختلف لبادوں میں چھپتا چلا گیا لیکن اس کی شخصیت اس کا نظریہ ایک ہی رہا۔ طاقت ہو تو اپنے آپ کو منواؤ۔ پیس سکتے ہو تو پیس دو اور خوش رہو۔ یہی کیفیت ابتدائی دور کے انسان کی تھی۔ وہ بڑے بڑے جانوروں کا شکار کرتا تھا اور پھر اس شکار کی تقسیم طاقت کی بنیاد پر ہوتی تھی جو زیادہ طاقتور ہوتا تھا وہ پیٹ بھر لیتا تھا اور جو کمزور تھے انہیں بھوکا رہنا پڑتا تھا تو میں نے یہ مماثلت محسوس کی اور میں تو صرف دیکھنے والا تھا اور اس تحریف بھلا میرے بس کی بات تھی۔ بہرصورت میں نے پنکی کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ٹونی سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ پنکی سے بھی نہیں تھی لیکن میں اپنا ایک مقام بنانا چاہتا تھا اور اب جبکہ سلانوس بھی یہاں سے چلا گیا تھا اور مجھے خود اسی دنیا میں وقت گزارنا تھا تو کیوں نہ بھانت بھانت کے لوگوں سے ملتا۔ اور اس دنیا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتا کہ معلومات تو میرا مشن تھا۔

"تو پھر اپنا کھیل کب شروع کر رہے ہو گولڈ؟" پنکی نے پوچھا۔

"یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے پنکی۔" میں نے جواب دیا۔

"دراصل میں نہیں چاہتی کہ لانچ سمندر میں بہت دور تک چلی جائے جس جگہ اس لانچ کو جانا ہے وہاں تک کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے اور ہماری روانگی کی اطلاع ان لوگوں کو مل چکی ہے چنانچہ ہمیں جلد از جلد یہ کام کر کے اپنا رخ بدل لینا چاہیے۔ جب ہم وہاں نہیں پہنچیں گے جہاں اس لانچ کو جانا ہے تو ان لوگوں کو تشویش ہوگی کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ لانچ پر اس طرح سے کسی کا قبضہ ہو گیا ہے چنانچہ وہ تحقیقاتی مشن پر نکلیں گے اور چند روز اس میں مصروف رہیں گے اس کے بعد انہیں کچھ شبہ ہوا تو وہ ان جزائر کا رخ کریں گے جہاں چوری کی لانچیں فروخت ہوتی ہیں۔ اس حالت میں ہمیں اچھا خاصا وقت مل جائے گا لیکن بہتر یہی ہے کہ ہم اپنا کام جلد از جلد کر لیں۔" پنکی نے جواب دیا۔

"جب تم کہو پنکی۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے اگر تم چاہو تو ابھی اور اسی وقت!" میں نے کہا۔

"تھوڑی دیر انتظار کرو۔ یہ لوگ ابھی ایسی کوئی بات سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس سلسلے میں ہمیں چند باتوں کا خیال رکھنا ہے گولڈ۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"لانچ پر ہتھیار موجود ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ کسی کے پاس کوئی مہلک ہتھیار نہ رہنے دوں۔ میں نے انتہائی چالاکی سے ٹونی کا پستول بھی خالی کر دیا ہے لیکن اس کے بعد ہمیں اس بات کے امکان کو مدِنظر رکھنا چاہیے کہ ممکن ہے کسی کے پاس ہتھیار موجود ہی ہوں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوں۔"

"میں ہتھیاروں کی پروا نہیں کرتا پنکی میں ان سے نمٹ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہمیں خطرہ مول لینے کی ضرورت ہی کیا ہے میں اس کے لیے ایک چھوٹا سا بندوبست کر چکی ہوں اس پر عمل کروں گی۔"

"کیا بندوبست کیا تم نے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایک اسٹین گن ان لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر لانچ پر پہنچا دی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد جب سمندر میں ہمارا ڈرامہ شروع ہوگا تو میں اس اسٹین گن کو لے کر اس بلند جگہ کھڑی ہو جاؤں گی۔ جہاں سے میں پوری لانچ پہ نگاہ رکھ سکتی ہوں اور پھر تم ان سب کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینک دو گے۔"

"اوہ۔ لیکن اس کھلے سمندر میں تو وہ لوگ زندہ نہ بچ سکیں گے۔"

"ان کا زندہ نہ بچنا ہی بہتر ہے۔" پنکی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"ان میں تمہارا ساتھی ٹونی بھی ہوگا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" پنکی نے جواب دیا۔

اور پروفیسر! زمانۂ قدیم کی وہ خونخوار عورتیں مجھے یاد آگئیں جو انسانی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتی تھیں۔ یہ عورت بھی روپ

ہارے ہوئے تھی لیکن تھی انہی میں سے۔ میں قدم قدم پر اس دور کے لوگوں کا اور گزرے ہوئے ادوار کے لوگوں کا موازنہ کر رہا تھا اور مجھے لگ رہا تھا کہ کل کے اور آج کے انسان میں کوئی فرق نہیں ہے تہذیب نے انسان کی شکل بدل دی ہے اس کی سوچ اور اس کی فطرت کی درندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہاں یہ ممکن ہے پروفیسر کہ اس دور کا انسان درندگی میں بھی ترقی اختیار کر چکا ہے کیونکہ وہ ذہین ہے۔ یہ عورت جس سے بے پناہ الفت اور محبت کا اظہار کرتی تھی اور جس کے ساتھ اس نے طویل وقت گزارا تھا اسی کی موت کی خواہاں تھی اور اسے قتل کرنے میں اسے کوئی عار نہیں تھی۔

"تمہیں اس کی موت کا افسوس نہیں ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"افسوس؟" پینکی بدستور زہریلے انداز میں بولی۔ "دراصل تم سادہ سی دنیا کے ایک سادہ سے انسان ہو گولڈ۔ یہ دنیا تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ کیا صرف میں ٹونی سے دلچسپی رکھتی ہوں؟"

"کیا مطلب؟"

"وہ بھی تو مجھے اپنا دوست سمجھتا ہے۔"

"ہاں میرا خیال بھی یہی ہے!"

"لیکن یقین کرو۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ اپنے ہاتھوں سے مجھے ذبح کر دے گا۔ بدلتے ہوئے ادوار نے انسان کو جلاد بنا دیا ہے رشتوں اور محبتوں کو آزمائش کی ترازو میں تک جانا پڑتا ہے اور عموماً دولت کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔ دولت کے عوض اولادیں فروخت کی جاتی ہیں عزت بیچی جاتی ہے۔ اب بھی بعض سر پھرے قدروں کی لکیر پیٹتے نظر آجاتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔"

"اور تم خسارے میں نہیں رہنا چاہتیں تو ٹھیک ہے پینکی میں تم سے تعاون کا وعدہ کر چکا ہوں تعاون کروں گا۔ تم بے فکر رہو اور اپنے مقاصد حل کرو۔" میں نے کہا اور پینکی نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی

تاحدِ نگاہ وسیع اور بے کراں سمندر اور پر آسمان کوئی تبدیلی نہیں تھی فضاؤں میں۔ اس خطہ زمین پر موجود لوگوں نے حالات بدل دیے تھے۔ زمین کی شکل بدل لی تھی۔ زمانۂ قدیم کے خونی ڈرامے اب بھی کھیلے جاتے ہیں خطہ زمین کے لئے، زر و جواہر کے لیے جنگ اب بھی جاری تھی اور پروفیسر اس وقت میں نے ایک انوکھی بات سوچی۔

میں نے سوچا کہ میں تو ہر دور کے انسان کے تابع رہا ہوں۔ لوگوں نے جس طرح چاہا ہے مجھے استعمال کیا ہے۔ کہیں میں نے اپنی سوچ کے مطابق کوئی تبدیلی کی اور کہیں میں خود دوسروں کے رنگ میں ڈھل گیا، اب بھی یہی بات تھی۔

لانچ پر کام کرنے والے سرکش اور باغی قسم کے لوگ تھے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ میری جانب بھی بہت سی نگاہیں تیر انداز میں اٹھی تھیں۔ یہ دشمنی کی بنیاد نہ تھی لیکن اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے۔ ہاں میں ایک عورت کا تابع ہوں اور اس کے کہنے سے ان سب کو زندگی سے دور کرنے کے لیے تیار تھا۔

میں منتظر تھا کہ کب پینکی کی طرف سے اشارہ ہو اور میں اپنا کام شروع کروں پھر اس وقت جب سورج ڈھلنے پر تھا اور دھوپ کی تیزی ختم ہو چکی تھی۔ میں نے اسی بلند جگہ کی جانب دیکھا وہاں مجھے پینکی نظر آئی پینکی کے ہاتھ میں وقت کا ہتھیار تھا۔ لمبی سی نال والا ایک ہتھیار جس سے وہ آگ برساتی تھی۔ اسی آگ برسانے والے ہتھیار سے گل زمان نے مجھ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور ان لوگوں نے بھی جو پولیس والے کہلاتے تھے لیکن سب نے دیکھا تھا کہ وقت کا یہ ہتھیار میرے لیے ناکارہ ہے گویا میں اپنی حیثیت میں آج بھی اتنا ہی سربلند تھا۔ اور اسی لیے مجھے ان تمام چیزوں کی کوئی فکر نہیں تھی۔

پھر پینکی نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور میں نے اپنے نزدیک کھڑے ہوئے شخص کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا۔ پانی میں گرنے والے شخص کی چیخ بڑی بھیانک تھی۔ وہ بے چارہ یہ سمجھ بھی نہ سکا تھا کہ میں اچانک اس کا دشمن کیوں بن گیا تھا۔

اس کے ساتھیوں نے اس کی چیخ سنی تھی اور ان سب کو طیش آگیا

"ارے۔ ارے۔ کیا تم پاگل ہو گئے۔ او وحشی انسان تجھے کیا ہو گیا؟" تین چار آدمی میری طرف دوڑے لیکن میں ان کے استقبال کے لیے تیار کھڑا تھا۔ یکے بعد دیگرے وہ چاروں بھی پانی میں جا پڑے اور اب باقاعدہ ہنگامہ ہو گیا۔ وہ لوگ جو ہتھیار بھی ان کے ہاتھ میں تھا لے کر مجھ پر پل پڑے۔ چاروں طرف سے ان کی یلغار ہو رہی تھی اور میں ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر پانی میں پھینک رہا تھا۔ میں چاہتا تو ان کی ہڈیاں وہیں سرمہ کر سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ پانی میں گرنے کے بعد وہ خود اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کریں اور جو جدوجہد میں کامیابی کا اہل ہو وہ اپنی زندگی بچا لے جائے۔ ذرا سی دیر میں پوری لانچ شور سے گونج رہی تھی۔ تب ٹونی اور اس کے ساتھی آگئے۔ انہوں نے چیخ چیخ کر مجھے [illegible]۔

"گولڈ۔ گولڈ کیا کر رہے ہو۔ کیا ہو رہا ہے یہ۔ گولڈ ہوش میں آؤ ورنہ۔ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ باز آجاؤ گولڈ۔ باز آجاؤ۔" ٹونی نے کہا اور پھر اس نے شاید وہ ہتھیار نکال لیا جس سے اس نے مجھے گولی مارنے کی دھمکی دی تھی لیکن وہ ہتھیار پینکی کی سازش کی وجہ سے بے کار ہو چکا تھا۔

ٹونی نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا اور پھر وہ ایک لوہے کا ڈنڈا لے کر میری جانب بڑھا۔ اس نے وہ ڈنڈا میرے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے ڈنڈا پکڑ لیا۔

دوسرے لمحے ٹونی بھی میری گرفت میں تھا اور ظاہر ہے پروفیسر میری گرفت ایسی نہیں ہوتی جس سے ٹونی نکل سکتا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے گولڈ، کیا تم پاگل ہو گئے ہو مجھے چھوڑ دو۔" ٹونی نے کہا اور میں نے اسے پانی میں چھوڑ دیا۔ ٹونی بھی دوسرے لوگوں کی طرح پانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور اس کے بعد لانچ پر کام کرنے والے تمام افراد ہی میرے خلاف نبرد آزما ہو گئے تھے۔

پینکی اپنی جگہ کھڑی ہوئی دلچسپ نگاہوں سے میری اس کاوش کو دیکھ رہی تھی۔ اسے شاید احساس ہو رہا تھا کہ اس نے جو فیصلہ کیا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ بلاشبہ اس نے ایک آدمی پر بھروسہ کر کے اپنی زندگی خطرے میں ڈالی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا مطلوبہ شخص جس پر اس نے اتنا بھروسہ کر لیا ہے اس بھروسے کے قابل ثابت ہو گا یا نہیں اور اس وقت اگر وہ اتنے سارے لوگوں کے قابو میں آگیا تب پھر یہ لازمی امر تھا کہ وہ پینکی کا نام بھی اس سازش میں شامل کر دیتا۔ اور اس کے بعد پینکی کو اپنی زندگی بچانا مشکل ہو جاتی۔

لیکن پینکی کی خوش بختی تھی کہ مجھ جیسا آدمی اس کا مددگار تھا جس کے بارے میں وہ اتنے وثوق سے سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ بالآخر میں نے لانچ کے آخری آدمی کو بھی پانی میں اچھال دیا۔ لانچ بدستور اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ شاید اسے چلانے کے لیے کسی خاص شخص کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ [illegible] بادبانوں کی مانند جو ہواؤں کے تابع ہوتے تھے۔

لانچ سے کافی پیچھے ڈوبنے والوں کی آوازیں ابھر اور ڈوب رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی پینکی کے قہقہے بھی۔

پھر وہ نیچے اتر آئی، وہ دوڑتی ہوئی میرے نزدیک آگئی تھی پھر وہ مجھ سے لپٹ گئی

وہ میرے پورے وجود کو چوم رہی تھی اور بے پناہ خوش نظر آرہی تھی۔ اور میں زمانۂ قدیم کی ان ہستیوں کو یاد کر رہا تھا جو اس سے مختلف نہ تھیں۔

تب میں نے اس کے دونوں شانے پکڑ لیے اور اسے اس کی وحشت سے روکا۔

"اوہ گولڈ۔ گولڈ تم واقعی گولڈ ہو، گولڈ، ہی گولڈ" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بہت خوش نظر آرہی ہو پینکی" میں نے اس کے شانے دباتے ہوئے کہا۔

"ہاں گولڈ بے پناہ خوش، بے پناہ خوش۔ تم نہیں سمجھے کہ اب ہماری حیثیت کیا ہے۔ اس لانچ کو فروخت کرنے کے بعد ہم امیر ترین لوگوں میں شمار ہوں گے اور پھر یورپ واپس پہنچ کر ہم ایک اعلیٰ ترین طرز زندگی اختیار کریں گے۔ ہونہہ کیا رکھا ہے اس اسمگلنگ کے کاروبار میں، ساری زندگی داؤ پر لگا دو اور رہو وہیں کے وہیں میں نے اپنی پوری زندگی یہی پلاننگ کی تھی گولڈ۔ میں نے سوچا تھا کہ کسی وقت اپنے ساتھیوں کو ہی کاٹ کر اپنی منزل پر پہنچنے کی کوشش کروں گی۔ اور یقین کرو گولڈ تم اس میں میرے معاون رہے ہو۔ گولڈ۔ تم۔ تم۔ تم میری زندگی کے سب سے بڑے ساتھی ہو گئے، میں احسان ماننے والوں میں سے ہوں۔ میں ایک اچھی زندگی کی خواہاں تھی۔ میں مطلق العنان رہنا چاہتی تھی اور اس گروہ میں رہ کر میں کچھ بھی نہ بن سکتی تھی۔ گولڈ میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ آؤ ہم مسرت کا رقص برپا کریں۔" وہ زبردستی میری کمر سے لپٹ گئی۔ اور اٹھلانے لگی۔ لیکن وہ مجھے رقص پر آمادہ نہیں کر سکی تھی دیر تک وہ مجھے جنبش دینے کی کوشش کرتی رہی اور پھر تھک کر اس نے مجھے چوم لیا۔

"تم تو چٹان ہو چٹان بھلا میں تمہیں کیسے ہلا سکتی ہوں۔" تھوڑی دیر پہلے میرے ذہن پر جو غبار چھایا ہوا تھا وہ پینکی کے اس لمس نے دور کر دیا اور میرے ہاتھ بھی اس کی کمر کے گرد حمائل ہو گئے۔ تب میں اسے لیے ہوئے اس کیبن کی طرف بڑھ گیا جہاں پہلے ٹونی اور دوسرے لوگ موجود تھے۔ لانچ بدستور سفر کر رہی تھی۔ کیبن میں پہنچ کر میں نے پینکی سے پوچھا۔

"یہ بتاؤ پینکی! کیا یہ جہاز خود بخود چلتا ہے؟"

"ہاں لیکن ہم اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کا رخ ہمیں کنٹرول کرنا پڑتا ہے ورنہ ممکن ہے یہ کسی چٹانی علاقے کی طرف جا نکلے یا کسی اور جہاز کے قریب ہو کر اس سے ٹکرا جائے۔"

"تو اس پر قابو رکھنے کے لیے تمہیں کیا کرنا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں۔" پینکی نے کہا اور میں بھی جذبات کے اس ہنگامے سے نکل آیا جس نے مجھے یہ سوال کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ٹھیک ہی تو تھا سمندر کے سینے پر یہ رنگ رلیاں منانا مناسب نہیں لگتیں خاص طور پر اس صورت میں جبکہ اس جہاز کو سنبھالنا بھی ہمارا ہی کام ہو۔

پینکی مجھے لے کر جہاز کے اس حصے میں پہنچی جہاں اس کی مشین تھی۔ اور پھر اس نے مجھے اس جہاز کو قابو میں کرنے کا طریقہ سمجھایا۔ میں بہت محظوظ ہو رہا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ مشین ہر چیز پر قابض کس طرح ہو گئی ہے۔

"کونسی قوت ان مشینوں کو رواں کرتی ہے پینکی؟" میں نے دلچسپی سے لانچ کی مشین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تیل جو زمین سے نکلتا ہے۔"

"اوہ جس کے بارے میں تم بتا چکی ہو۔"

"ہاں۔"

"انسان نے بے پناہ وسائل حاصل کر لیے ہیں پینکی۔ مجھے حیرت ہوتی ہے تم لوگوں نے ان چیزوں کے حصول میں سخت محنت کی ہو گی۔"

"ہاں گزرنے والوں نے اس دنیا کو بہت کچھ دیا ہے اور آج بھی لوگ انسان کے ہر مسئلے کو حل کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔"
"تم لوگ انہیں احترام سے یاد رکھتے ہو گے؟"
"ہاں وہ انسان دوست کہلاتے ہیں۔"
"اور وہ اس قابل ہیں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"تمہارے سوالات بعض اوقات میرے لیے بڑے حیرت انگیز ہوتے ہیں گولڈ! میں نے کئی بار تمہارے بارے میں سوچا ہے۔"
"کیوں؟" اس نے پوچھا۔
"اگر تم کسی سادہ سی بستی کے باشندے ہو تب تمہارے خیالات بھی محدود ہونے چاہئیں تم ہر لحاظ سے حیرت انگیز ہو۔" پنکی نے کہا۔ اور میں مسکرانے لگا۔

پنکی مطمئن تھی۔ اندازے کے مطابق اب وہ راستے پر لگ گئی تھی جو اس کے خیال کے مطابق پوائنٹ اسی کی طرف جاتا تھا۔ یہ جملہ بھی اس نے مجھے بتایا تھا ورنہ میں نہیں جانتا تھا کہ پوائنٹ کیا ہوتا ہے اور اس نے جن جزائر کی مجھے تفصیل بتائی ہے انہیں اس نام سے کیوں پکارا جاتا ہے۔ بہرصورت وہ سمندری راستوں کی ماہر معلوم ہوتی تھی اور اس نے مجھے بھی یہی بتایا تھا کہ وہ ان راستوں پر سفر کرتی رہی ہے چنانچہ جب وہ مطمئن تھی تو پھر مجھے بھی کسی بات کی پروانہ تھی۔ یوں بھی اگر اس کا یہ جہاز کسی سمندری چٹان سے ٹکرا جائے یا کہیں غرق ہو جائے تو اس کا اثر صرف پنکی کی ذات پر پڑ سکتا تھا۔ وہ اپنے خوابوں کو آنکھوں میں بجائے سمندر کی گہرائیوں میں گم ہو جاتی اور میں پھر ابھرتا۔ کسی ایسی جگہ جو مختلف ہوتی ممکن ہے اس دنیا سے ہی مختلف چنانچہ مجھے ان تمام چیزوں کی پروا نہیں تھی جب جہاز پر روشنیاں جل اٹھیں تو پنکی کی آنکھوں میں خمار ابھر آیا...

"گولڈ! تم میری زندگی میں وہ وقت لے آئے ہو جسکی خواہش میں نے بچپن سے کی ہے اور انسان اگر اپنی دیرینہ خواہشوں کو اپنے سامنے ایسی حیثیتوں میں محسوس کرے کہ ان پر اس کی دسترس ہو۔ اور اس کے وہ سارے خواب پورے ہو چکے ہوں جو وہ دیکھتا رہا ہے پھر اس کی خوشیوں کا ایک ہی مرکز ہوتا ہے وہ جس نے اسے خوشیوں سے ہمکنار کیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی گولڈ کہ میرے بارے میں تمہارے کیا خیالات ہیں لیکن میں اب تمہیں ہر حیثیت سے قبول کر چکی ہوں۔ اپنا مددگار، اپنا محسن اور اپنی زندگی کا وہ ساتھی جس کے بعد زندگی تنہا نہیں رہتی بلکہ کسی دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتی ہے کیا تم مجھے اس حیثیت سے قبول کرو گے؟"

اور پروفیسر عورت آج پھر میری عظمت کا اعتراف کر رہی تھی انداز بدلا ہوا تھا لیکن الفاظ وہی تھے وہ الفاظ جو اس سے قبل میں کئی بار سن چکا تھا۔ ہر صدی میں ہر عورت نے مجھ سے اسی انداز میں اپنی چاہت کا اظہار کیا تھا اور جس انداز میں میں نے اسے جواب دیا بھلا پنکی اس سے کیوں محروم رہتی چنانچہ ہمارے درمیان فاصلے ختم ہو گئے۔ میں نے الفاظ سے نہیں عمل سے اظہار کیا کہ پنکی کی یہ پیشکش مجھے قبول ہے اور میں اپنی اس مدد کا معاوضہ وصول کرنے کے لیے تیار ہوں جو میں نے کی ہے اور جب میری آغوش میں چھپی ہوئی پنکی نے سورج کی پہلی کرن دیکھی تو وہ اچھل پڑی۔

"اوہ گولڈ! میرا خیال ہم اپنی منزل تک آ پہنچے ہیں۔ ہو سکتا ہے ہم اس سے کچھ آگے ہی نکل آئے ہوں۔ مجھے تمہارے پرسکون قرب میں نیند آ گئی تھی۔"

"تو پھر اٹھ جاؤ۔" پنکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ کیبن سے باہر نکل آیا تھا۔ یہ عجیب و غریب سمندری جہاز پانی کے سینے پر اسی طرح رواں دواں تھا۔ ہم نے بہت دور ایک بھوری لکیر دیکھی اور پنکی سمت بتانے والے آلے کے نزدیک پہنچ کر یہ اندازہ کرنے لگی کہ ہمارے چھوٹے سے جہاز کا رخ اس لکیر کی جانب ہے یا ہم اس سے بچ کر نکل آئے ہیں پھر اس نے مسکراتے ہوئے گردن جھٹکی اور کہنے لگی۔
"اوہ ڈیئر ہم اس کے بالکل قریب ہیں ہاں اگر ہم چند گھنٹے اور چلتے رہتے تو اس سے آگے نکل سکتے تھے۔"
"گویا اب تمہیں اس جہاز کا رخ بدلنا پڑے گا؟" میں نے پوچھا۔
"میں ابھی یہ کارروائی کرتی ہوں میرا خیال ہے ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔" پنکی نے کہا اور پھر وہ جہاز کی مشین کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں نے اس چھوٹی سی مشین کے ذریعے سمندر میں چلتے ہوئے یونگ جہاز کا رخ بدلتے ہوئے محسوس کیا اور بھوری لکیر نمایاں ہوتی چلی گئی۔ پھر جب سورج پوری طرح بلند ہوا تو ہم اس بھوری لکیر کے نزدیک تھے جس کے کنارے سرسبز درخت نظر آ رہے تھے۔ اور یہی غالباً پنکی کا مطلوبہ جزیرہ تھا۔

پنکی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ پھر اس نے لانچ کا انجن بند کر دیا اور اسے سمندر میں ٹھہرانے کے انتظامات کرنے لگی۔ وہ مکمل طور پر اس ساری کارروائی سے واقف تھی اور ان سارے کاموں سے فارغ ہو کر ہم جزیرے پر پہنچ گئے۔

جزیرہ ویران تھا لیکن انسان کی پہنچ کے انتظامات سے خالی نہیں تھا۔ سب سے پہلے پنکی نے ایک بلند مقام کا رخ کیا اور اوپر پہنچ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کے ہونٹوں سے سیٹی کی سی آواز نکلی۔ اور اس نے مجھے اوپر آنے کا اشارہ کیا۔
میں بھی ایک طویل سانس لے کر اوپر پہنچ گیا تھا "کیا بات ہے پنکی!"
"میرا خیال تھا ہم یہاں تنہا ہیں۔"
"تو پھر!"
"تنہا نہیں ہیں۔ وہ دیکھو۔" پنکی نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں

اس جانب دیکھنے لگا۔ ایک عظیم الشان جہاز جزیرے کے عقبی حصے میں کھڑا ہوا تھا اور اس کے گرد لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔
"یہ کون لوگ ہیں؟"
"کالے سوداگر۔" پنکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"کیا مطلب؟"
"وہ لوگ جو اس جیسی لانچوں کو خریدنے آتے ہیں۔"
"ہاں!"
"لیکن اس میں الجھنیں بھی پیش آتی ہوں گی۔"
"کیسی الجھنیں؟"
"اب جیسے تم یہاں تنہا ہو۔ یا پھر یوں سمجھو ہم دو افراد ہیں جبکہ جہاز میں بیشمار لوگ موجود ہیں اگر وہ بددیانتی کا مظاہرہ کریں تو۔۔؟"
"ہاں ایسے حادثے ہو جاتے ہیں۔" پنکی کسی قدر خوفزدہ لہجے میں بولی۔
"ایسی صورت میں تم کیا کرو گی؟"
"دراصل یہ زندگی حادثاتی ہے گولڈ۔ ہمیں ہر قدم پر نت نئے ہنگاموں سے نمٹنے کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے بعض اوقات وہ نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔ ہر قدم پر جدوجہد ضروری ہے۔ اور ہماری کوششیں ناکام بھی ہوتی رہتی ہیں۔"
"اگر وہ لوگ تمہارے مال پر قبضہ کر لیں تو؟"
"ہاں ہم نے بھی تو کسی کے مال پر قبضہ کیا ہے۔ یہ ہماری بدبختی ہے کہ اس وقت یہاں دوسرے جہاز موجود نہیں ہیں۔"
"کیا مطلب؟"
"اس وقت کوئی دقت نہیں ہوتی جب سوداگروں کے بہت سے جہاز یہاں ہوتے ہیں۔ مال کی قیمت بھی اچھی ملتی ہے کیونکہ ان کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے لیکن اس وقت ایک ہی جہاز ہے اور نہ جانے کس کا ہے؟"
"تو کیا ضروری ہے کہ ہم اس جہاز سے رابطہ قائم کریں۔"
"ہم نہیں کریں گے انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہو گا۔"
"کیوں۔ ہم ان کی طرف تو نہیں ہیں۔"
"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کے پاس ایسے آلات ہوتے ہیں کہ سمندر ہی میں ہمیں دور سے دیکھ لیا جائے۔"
"خوب بہرحال یہ دور آلات کا دور ہے۔ انسان نے اپنی ضروریات کے لیے نہ جانے کیا کیا انتظامات کیے ہیں لیکن ٹھیک ہے پنکی۔ ہم ان حالات کا مقابلہ بھی کریں گے۔ تم اگر چاہو تو دوسرے جہازوں کا انتظار کرو۔ ہم مال ان کے ہاتھ فروخت نہیں کریں گے۔"
"نہیں گولڈ یہ ممکن نہیں ہے۔"
"کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"ہم اس سے پہلے اس مال کو فروخت کریں گے۔ جب ہمارے گروہ کو اس بارے میں معلوم ہو جائے کہ ہم کیا کارروائی کر چکے ہیں۔ دراصل بے شمار الجھنیں ہیں جن میں ہم پھنسے ہوئے ہیں میں تم سے کون کونسی باتوں کا تذکرہ کروں۔ بہرحال تم پریشان نہ ہو۔ یہاں تک تو ہم آ ہی گئے ہیں، اس کے بعد کی کارروائی میری ذمہ داری ہے۔"
"ٹھیک ہے پنکی، میں پریشان نہیں ہوں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم کسی سلسلے میں الجھو جہاں تمہیں اپنی ذات میں کسی کمی کا احساس ہو تم مجھ سے مدد لے سکتی ہو اور مجھے یقین ہے کہ میں تمہاری بھرپور مدد کر سکوں گا۔"
"ہاں اس بات کا مجھے یقین ہے۔"
"تو اب کیا چاہتی ہو؟"
"فی الوقت تو کچھ نہیں، ہم ان کا انتظار کریں گے۔" پنکی نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔
تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا پھر میں اور پنکی نیچے اتر آئے میں نے پنکی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"کیا یہ جزیرہ قطعی طور پر غیر آباد ہے؟"
"ہاں میں تمہیں مختصراً بتا چکی ہوں کہ یہ کسی کی ملکیت نہیں بلکہ ایک طرح سے یہ جزائر بین الاقوامی کنٹرول میں ہیں اور یہ ہیں ہی ویران کیونکہ نہ تو یہاں کوئی مستقل آبادی ہے اور نہ ہی کسی کی حکومت۔ بس یوں لگتا ہے جیسے یہ صرف اسمگلروں کے لیے چھوڑ دیئے گئے ہوں سالوں سے چشم پوشی کی جاتی ہو۔"
"حالانکہ حکومتیں اس کام کو غیر قانونی سمجھتی ہیں؟"
"ہاں بالکل غیر قانونی۔"
"لیکن اس کے باوجود۔۔"

"ہاں حکومتوں کے اپنے انداز بھی ذرا مختلف ہوا کرتے ہیں"
"لیکن جب اسمگلر یہاں آتے رہتے ہیں تو میرا خیال ہے ان جزائر پر آبادی ضروری تھی"
"نہیں یہاں ہر قسم کے لوگ آجاتے ہیں۔ یہاں آباد ہونے والے کس کا تحفظ حاصل کریں اپنے طور پر زندہ رہنا تو بڑا مشکل ہے گولڈ۔ تم خود سوچو کس تحفظ کے بغیر کوئی انسان کیا کر سکتا ہے"
"اوہ گویا اس دور میں ہر انسان کو کسی نہ کسی حکومت کے زیر تحت ہونا ضروری ہے"
"یقیناً یہ دنیا مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے اور ہر حصہ کی ایک حکومت ہوتی ہے۔ جہاں انسانی جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری انہی حکومتوں کی ہوتی ہے"
"خیر یہ بیشتر کی بات ہے" میں نے جواب دیا اور پنکی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں ایک دم سنبھل گیا تھا۔
"کیوں" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔
"کچھ نہیں۔ تمہاری باتوں پر غور کر رہی تھی"
"میری باتوں پر غور مت کیا کرو پنکی۔ ہاں یہ تو بتاؤ ہمیں یہاں کب تک انتظار کرنا پڑے گا۔ اور اس انتظار کے دوران ہم قیام کہاں کریں گے میرا خیال ہے جزیرے پر قیام کا تو بندوبست نہیں ہوگا"
"ہاں جزیرے پر قیام کا کوئی بندوبست نہیں ہے ویسے تھوڑی دیر جزیرے کی سیر کر کے ہم واپس لانچ پر چلیں گے"
میں نے گردن ہلادی اور اس کے بعد ہم کافی دیر تک جزیرے کے کنارے گھومتے رہے۔ پنکی اور میں مختلف موضوعات پر باتیں کر رہے تھے۔ ویسے پنکی کچھ الجھی ہوئی تھی۔ اس نے زیادہ دور جانے کی کوشش نہیں کی حالانکہ ایک بار میں نے اس سے کہا بھی کہ کیوں نہ اندر چل کر جزیرے کو دیکھا جائے۔
"اوہ نہیں لانچ کو خالی چھوڑنا بھی مناسب نہیں ہے" پنکی نے جواب دیا۔
"کیوں کیا یہاں بھی لوٹ مار شروع ہو سکتی ہے"
"ہاں لٹیرے کہاں نہیں ہوتے" پنکی بولی اور میں مسکرانے لگا۔ پھر ہم لانچ پر واپس آگئے۔ پنکی کھانے پینے کا بندوبست کرنے چلی گئی تھی اور میں لانچ کے ایک بلند حصے پر کھڑے ہو کر سمندر کا جائزہ لینے لگا۔ اور پھر چونک پڑا۔
ایک چھوٹی کشتی چند لوگوں کو لیے ہماری ہی جانب آرہی تھی۔ میں نے پنکی کو آواز دی اور پنکی بھی میرے نزدیک پہنچ گئی۔
"یہ کون لوگ ہیں؟"
"اوہ۔ یقیناً اس جہاز سے آئے ہیں" پنکی نے جواب دیا۔ اور ہم قریب آنے والوں کو دیکھنے لگے۔

کشتی

آہستہ آہستہ ہماری جانب آرہی تھی۔ بلندی سے ہم اس پر موجود لوگوں کا جائزہ بخوبی لے سکتے تھے۔ وہ چار تھے۔ ان میں سے دو کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں دوربینیں تھیں اور دو بیٹھے ہوئے تھے۔ ویسے یہ چھوٹی کشتی بھی بادبانوں یا چپوؤں سے نہیں چل رہی تھی۔ بلکہ اس سے بھی مشین کی آواز ابھر رہی تھی۔
"ان لوگوں نے خشکی کے راستے آنے کے بجائے بحری راستہ اختیار کیا ہے" پنکی نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔
"کیوں۔ اس میں بھی کوئی خاص بات ہے؟"
"خاص بات تو نہیں ہے لیکن گولڈ، میرا خیال ہے لانچ پر ان سے ملاقات بہتر نہ ہوگی۔ اس طرح وہ لوگ فوراً ہی یہ بات جان جائیں گے کہ ہم صرف دو ہیں"
"کوئی حرج تو نہیں ہے۔ لیکن بہر حال اگر تم بہتر نہیں سمجھتیں تو ٹھیک ہے۔ آؤ ہم خشکی پر چلتے ہیں اگر وہ ہماری طرف آئیں گے تو ہم ان کے خشکی پر آنے کا انتظار کریں گے"
"یہ ٹھیک ہے" پنکی نے کہا اور ہم دونوں لانچ سے اتر کر سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ کشتی ابھی کافی فاصلے پر تھی۔
ہم دونوں کشتی کا انتظار کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد کشتی کنارے پر آ لگی۔
اور یہ بہتر ہی ہوا تھا۔ ان لوگوں نے جب ہمیں دیکھا تو اپنی کشتی کا رخ ہماری جانب موڑ دیا۔
موٹر کشتی سے وہ تمام افراد نیچے اتر آئے۔ انجن بند کر دیا گیا تھا۔ ان میں ایک دراز قد آدمی سرمئی رنگ کا سوٹ پہنے آگے آگے تھا۔ باقی لوگ اس کے پیچھے تھے۔ پچکے ہوئے گالوں والا یہ شخص صورت ہی سے مکار اور چالاک محسوس ہوتا تھا اس کے ہونٹوں پر مصنوعی مسکراہٹ تھی۔ وہ لوگ چند ساعت کے بعد ہمارے نزدیک پہنچ گئے اور انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں ہم دونوں کو سلام کیا۔
میں تو اس سلسلے میں گفتگو کرنے کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا تھا چنانچہ پنکی آگے بڑھ آئی۔
"ہیلو مس" آنے والے نے تھوڑی سی گردن خم کی۔
"ہیلو" پنکی بھی مسکرا کر بولی۔
"کیا لانچ کی طرف سے گفتگو کرنے والوں میں سرفہرست آپ ہیں؟" آنے والے شخص نے پوچھا۔
"ہاں مجھے اس کا اختیار ہے" پنکی نے صاف لہجے میں جواب دیا
"تو مس، مجھے بیکن کہتے ہیں اور کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں"
"پنکی" پنکی نے جواب دیا۔
"بہت خوب۔ تو مس پنکی جیسا کہ اس جزیرے کا قانون ہے تو کیا آپ اسی قانون کے ذریعے یہاں تک پہنچی ہیں؟ یا پھر یہ سفر کوئی تفریحی سفر ہے؟" اس شخص نے کہا جس نے اپنا نام بیکن بتایا تھا۔
"نہیں مسٹر بیکن، یہ تفریحی سفر نہیں ہے" پنکی نے جواب دیا۔
"اوہ بہت خوب۔ بات دراصل یہ ہے مس پنکی، ہم کافی دنوں سے اس جزیرے پر منتظر بیٹھے ہیں۔ ہمیں مال کی ضرورت بھی ہے اور ہم بڑے مایوس تھے کہ اتنے طویل قیام کے بعد کوئی ہم تک نہیں پہنچا۔ آپ کو دیکھنے کے بعد کچھ امید بندھی ہے تو سب سے پہلے تو ہمیں یہ خوشخبری سنائیں کہ آپ انہی آنے والوں میں سے ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے"
"ہاں آپ کا خیال درست ہے" پنکی نے جواب دیا۔
"اوہ بہت خوب۔ تب پھر آپ ہماری طرف سے شکریہ قبول فرمائیں" بیکن نے کہا اور پھر بولا "مس پنکی مال کی فروخت کے لئے گفتگو کا یہ مناسب وقت ہے یا نہیں، اگر مناسب ہے تو ہم ابھی گفتگو کئے لیتے ہیں اور اگر آپ اس وقت کو بہتر نہ سمجھیں تو پھر دوپہر کا کھانا گریٹ مین کے ساتھ کھائیے"
"گریٹ مین" پنکی نے دہرایا "کیا یہ گریٹ مین کا جہاز ہے؟"
"جی ہاں" بیکن نے جواب دیا۔
"گریٹ مین خود جہاز پر موجود ہے؟"
"جی ہاں"
"بڑی خوشی ہوئی، وہ ہم جیسے لوگوں کے لئے اجنبی نہیں ہے" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور لمبے آدمی نے گردن جھکا دی۔
"بہت بہت شکریہ مس پنکی، تو میں آپ کے خیالات جاننا چاہتا ہوں"
"ٹھیک ہے کیا گریٹ مین نے تمہیں سودے کے لئے منتخب کیا ہے" پنکی نے سوال کیا۔
"جی ہاں، مجھے مکمل اختیارات دے کر بھیجا گیا ہے اور ہم اس میں تاخیر بھی کرنا نہیں چاہتے"
"ٹھیک ہے" پنکی نے جواب دیا "لانچ پر تشریف لائیے۔ وہیں بیٹھ کر باقی گفتگو ہوگی"
"کیوں، گفتگو یہیں ہو جائے تو کیا حرج ہے" اس شخص نے کہا۔
"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر بیکن۔ جیسا آپ کہیں" پنکی نے جواب دیا۔ اور وہ شخص کچھ سوچنے لگا، پھر بولا۔
"ٹھیک ہے مس پنکی، لانچ پر ہی چلتے ہیں"
"کیوں اب اس کی کوئی خاص وجہ؟"
"نہیں بالکل نہیں، لانچ پر چل کر مال تو دیکھنا ہی ہے، تو کیوں نہ گفتگو بھی وہیں ہو جائے" بیکن نے کہا اور میں اس شخص کی اس حرکت پر غور کرنے لگا، جو کبھی کچھ اور کبھی کچھ کے مقولے پر عمل کر رہا تھا میں نے پنکی کی جانب دیکھا۔ لیکن پنکی خود بھی کافی ہوشیار تھی۔
"مسٹر بیکن میں آپ کو مال کی تفصیل بتا دیتی ہوں، جو کچھ ہے، اس کی تفصیل سن لے اور ہر چیز کو چیک کر کے لینا"
"لیکن آپ ہمیں لانچ پر کیوں نہیں لے جانا چاہتیں" بیکن نے کہا۔
"مسٹر بیکن یہ ہمارا کاروباری اصول ہے۔ آپ نے پہلے ہم سے انحراف کیا۔ اب آپ اپنی بات منوانا چاہ رہے ہیں، یہ بالکل غلط ہے" پنکی نے تلخ لہجے میں کہا اور میری جانب دیکھنے لگی۔ اور پنکی کی یہ خوش بختی تھی کہ میرے جیسا آدمی اس کا مددگار تھا جس کے بارے میں وہ اتنے وثوق سے سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔
لمبا آدمی جس نے اپنا نام بیکن بتایا تھا مسکرا دیا "یہ آپ کی انوکھی خواہش ہے مادام، ورنہ آج تک جتنے سودے ہوتے ہیں۔ ان کا اصول یہی ہوتا ہے کہ پہلے مال کی چیکنگ کر لی جاتی ہے، مالیت کا بھی اندازہ لگا لیا جاتا ہے۔ یوں بھی ہم اچھے لوگ تو ہیں نہیں، برے لوگ اگر اس طرح کا کاروبار کرنے لگیں تو میرا خیال ہے انہیں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔ اصول کے مطابق یہی بہتر ہے کہ پہلے آپ مال چیک کرا دیں"
"مسٹر بیکن اصول آپ نے توڑا ہے"
"میں نہیں سمجھتا مس پنکی کہ آپ مال چیک کرانے میں حیل و حجت سے کام کیوں لے رہی ہیں"
"میرا خیال ہے مسٹر بیکن کا مطالبہ درست ہے" میں نے احمق لوگوں کے انداز میں پنکی کو مخاطب کیا اور پنکی چونک پڑی۔ اس نے متعجب نظروں سے میری جانب دیکھا پھر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے مسٹر بیکن، اگر آپ اس سلسلے میں اس قدر مصر ہیں تو مجھے کوئی خاص اعتراض بھی نہیں ہے"
"تو پھر چلیے"
"آئیے" پنکی نے اشارہ کیا۔
"شکریہ مس پنکی، امید ہے آپ نے میری کسی بات کا برا نہ مانا ہوگا" بیکن نے گردن جھکاتے ہوئے کہا میں نے اس دوران بیکن کا بغور جائزہ لے لیا تھا۔ اس شخص کی آنکھیں بے حد تیز معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ ہمارے ساتھ چل پڑا۔
پنکی اور بیکن آگے آگے تھے، ان کے پیچھے میں تھا اور میرے پیچھے بیکن کے تینوں ساتھی چل رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ بیکن جسمانی طور پر انتہائی طاقتور شخص ہے، اس کا بدن ٹھوس، قد لمبا اور چال پھرتیلی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم لانچ پر پہنچ گئے۔
"حیرت ہے" بیکن نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"کس بات پر" پنکی نے سوال کیا۔
"یوں لگتا ہے جیسے اس لانچ پر آپ دونوں کے سوا اور کوئی نہ ہو" بیکن نے کہا۔
"ہاں یہ درست ہے مسٹر بیکن" پنکی کی بجائے میں نے آگے بڑھ کر جواب دیا۔
"بہت خوب، آپ لوگوں کی یہ عمدہ کوشش ہے۔ اور نہ جانے کس طرح آپ نے اس لانچ پر قابو پایا ہوگا۔ ظاہر ہے اتنی بڑی لانچ

دو افراد تو لے کر چل نہیں سکتے۔"

"تو اس سلسلے میں آپ کو کیا اعتراض ہے؟" پنکی غرّا کر بولی۔

"نہیں نہیں، اعتراض کی بات نہیں ہے مس پنکی۔" بیکن اپنے الفاظ چبا کر بولا۔ "اور یوں بھی اصول کے مطابق ہمیں اس سلسلے میں معلومات کا کوئی حق نہیں ہے، تاہم مس پنکی آپ مال چیک کرا دیں۔"

"آئیے۔" پنکی نے کہا اور پھر وہ لانچ کے اس حصّے میں پہنچ گئی جہاں مال رکھا ہوا تھا۔

چھوٹے بڑے بے شمار پیکٹ قیمتی اشیاء سے بھرے ہوئے تھے اور ان اشیاء کی فہرست بھی موجود تھی۔

بیکن کے طلب کرنے پر وہ فہرست پنکی نے اس کے حوالے کر دی اور بیکن فہرست کے مطابق مال چیک کرنے لگا۔ اس نے مطمئن ہو کر گردن ہلائی اور بولا۔

"شکریہ مس پنکی۔" اس نے فہرست پنکی کو واپس کر دی اور پھر سودے کی بات ہونے لگی۔

پنکی نے اپنے اندازے کے مطابق ایک بہت بڑی رقم طلب کی تھی۔ میں اس رقم کی گنتی نہیں جانتا تھا، اس لئے اس مسئلے سے لاتعلق ہی رہا۔ البتہ میں نے بیکن کا اعتراض سنا۔

"لیکن مس پنکی، یہ رقم تو بہت زیادہ ہے۔"

"میرا خیال ہے یہ زیادہ نہیں ہے۔"

"آپ کا خیال غلط ہے مس پنکی، اس سامان کی اصل قیمت بھی اتنی نہیں بنتی جتنی آپ نے طلب کی ہے، برعکس اس کے کہ اس طرح لائے جانے والے مال کی قیمت ہمیشہ آدھی رہ جاتی ہے۔"

"مجھے علم ہے اس بات کا۔" پنکی نے جواب دیا۔ "اور میں نے اسی اندازے کے مطابق قیمت آپ کو بتائی ہے۔"

"نہیں یہ رقم کافی زیادہ ہے۔" بیکن نے کہا۔

"پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟" پنکی نے پوچھا۔ اور بیکن نے پنکی کے بتائے ہوئے اعداد و شمار میں اپنی پسند کے مطابق کمی کر دی۔ اس کی بتائی ہوئی رقم سن کر پنکی نے صاف انکار کر دیا۔

"نہیں مسٹر بیکن، اتنی کم قیمت پر سودا طے نہیں ہو سکتا۔"

"تب پھر آپ مسٹر گریٹ مین سے بات کریں۔"

"ٹھیک ہے آپ مسٹر گریٹ مین تک میرا پیغام پہنچا دیجئے کہ میں آپ کی لگائی ہوئی رقم کے مطابق سودا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ اس کے بعد جس طرح بھی ہم دونوں کے معاملات طے ہوں میں تیار ہوں۔"

"کیا آپ گریٹ مین کے پاس تشریف لے جانا پسند کریں گی؟" بیکن نے پنکی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے مناسب نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"آپ دیکھ چکے ہیں مسٹر بیکن کہ لانچ کے محافظ صرف ہم دو افراد ہیں۔ اس حالت میں میں کہیں نہیں جا سکتی۔ اگر آپ میرا سودا منظور نہیں کرتے تو میں آپ سے معافی چاہوں گی اور آپ سے یہ کہنا پسند کروں گی کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کسی دوسرے جہاز کی آمد کا انتظار کروں۔"

"ٹھیک ہے، اگر ایسی بات ہے تو میں مسٹر گریٹ مین کو آپ کا یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔" لمبے آدمی نے کہا اور کینہ توز نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھتا ہوا لانچ سے اتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کشتی واپس جا رہی تھی۔

پنکی کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ اس نے میری جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"گولڈ حالات درست نہیں معلوم ہوتے۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس شخص کے انداز سے مجھے شبہ ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے پنکی جو ہو گا دیکھا جائے گا، میں تو تمہارے ساتھ ہوں ان معاملات میں میں تمہارے لئے جو کچھ کر سکا ضرور کروں گا، تم بے فکر رہو۔" میں نے کہا اور پنکی خاموش ہو گئی۔

اس کے بعد میں اور پنکی لانچ پر ہی رہے تھے اور تقریباً مقامی وقت کے پیمانے کے مطابق دو گھنٹے کے بعد دوبارہ وہی کشتی ہمیں اپنی جانب آتی نظر آئی۔

اس بار بھی بیکن ہی تھا۔ اس کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے جو چہرے سے خاصے پُر وقار معلوم ہوتے تھے۔ براہِ راست وہ لوگ لانچ تک پہنچ گئے اور بیکن نے اوپر آنے کی اجازت طلب کی۔ ہم نے اسے اجازت دی تھی۔

"گریٹ مین آپ دونوں کو طلب کرتا ہے۔"

"کس پروگرام کے تحت؟" پنکی نے پوچھا۔

"شاید اس نے آپ کا سودا منظور کر لیا ہے۔"

"اوہ۔ تب پھر رقم ہمیں ادا کر دی جائے۔" پنکی نے کہا۔

"مس پنکی یوں لگتا ہے جیسے آپ پہلی بار کسی ایسے پروگرام کو انجام دے رہی ہیں۔ اتنی بے اعتمادی اور بد عہدی بھی نہیں ہوتی ہم لوگوں کے درمیان۔ آئیے آپ کو جہاز پر رقم ادا کر دی جائے گی۔ یہ گریٹ مین کا کارڈ ہے۔" اس نے کارڈ پنکی کی جانب بڑھا دیا اور پنکی نے میری طرف دیکھا۔

میں نے ایک بار پھر گردن ہلا دی تھی۔ اس خیال کے تحت کہ پنکی اس کی تجویز منظور کر لے۔

پنکی نے ایک گہری سانس لی اور گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "ٹھیک ہے مسٹر بیکن میں آپ لوگوں کے ساتھ چل رہی ہوں۔"

پنکی کے چہرے پر الجھن کے آثار صاف محسوس ہوتے تھے، مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جانے میں الجھ رہی ہے لیکن میں مطمئن تھا۔ حالات کا رُخ موڑنا آج بھی میرے لئے اتنا ہی آسان تھا جتنا زمانہ قدیم میں۔ ضرورت پڑنے پر میں بھی سارے معاملات کو قابو میں کر لینے کی قدرت

رکھتا تھا۔ گو یہ بات پنکی نہیں جانتی تھی، لیکن وقت آنے پر اسے اس بات کا بھی اندازہ ہو جاتا۔ پہلے سے اسے بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے اسے الجھن میں رہنے دیا۔

کشتی ہم لوگوں کو لے کر چل پڑی۔ ہمارا رخ جہاز کی جانب تھا۔ جُوں جُوں کشتی جہاز کے نزدیک پہنچتی جا رہی تھی پنکی کی حالت درست ہوتی جا رہی تھی لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ اپنی دنیا کے لوگوں سے وہ مجھ سے بہتر طور پر واقفیت رکھتی ہے۔

کشتی کا رخ اچانک بدلا اور اس وقت بدلا جب کشتی جہاز اور جزیرے کے درمیان ابھری ہوئی ایک بہت بڑی چٹان یا چھوٹی سی پہاڑی کے نزدیک پہنچی، تب کشتی برق رفتاری سے اس چٹان کی آڑ لیتے ہوئے خشکی کی جانب بڑھی اور اس طرح خشکی پر چڑھ گئی کہ ہم سوچ بھی نہ سکے۔ ساتھ ہی چاروں آدمیوں نے پستولیں نکال لیں۔

پنکی نے اس چھوٹے سے ہتھیار کا نام پستول ہی بتایا تھا۔ مجھے اور یہ پستولیں ہماری کمر میں چبھنے لگیں۔ تب بیکن کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "مس پنکی اور مسٹر گولڈ، خاموشی سے نیچے اتر آیئے۔ ورنہ کیا فائدہ آپ کی لاشیں سمندری مچھلیوں کی غذا بن جائیں۔"

پنکی کا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے پہلے بیکن کو اور پھر مجھے دیکھا۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

"ٹھیک ہے پنکی اتر جاؤ، دیکھیں تو سہی مسٹر بیکن کیا کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔

پنکی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ کشتی سے نیچے اتر آئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی نیچے اتر آیا اور میرے پیچھے دوسرے لوگ بھی۔

وہ ہمیں لے کر جزیرے کے ایک ایسے حصّے میں پہنچ گئے جہاں سیاہ رنگ کی چھوٹی چھوٹی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان چٹانوں کے عقب میں نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

"کیا خیال ہے مس پنکی، سودا اگر اس انداز میں بھی طے ہو جائے تو کیا بُرا ہے؟" بیکن نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ لیکن یہ اصول کے خلاف بات ہے۔"

"بُرے لوگوں کا کوئی اصول نہیں ہوتا مس پنکی۔" بیکن مکّارانہ انداز میں بولا۔

"یہ آپ کا خیال ہے مسٹر بیکن، ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں لیکن کیا آپ آئندہ اس جزیرے پر آنے کا ارادہ نہیں رکھتے؟"

"مس پنکی، خواہ مخواہ بچکانہ باتیں نہ کریں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں آپ کا قصور نہیں ہے، آپ کی عمر ہی ایسی ہے، ویسے مجھے تعجب ہے ایک بات پر۔"

"کس بات پر؟" پنکی نے پوچھا۔

"باقی لوگوں کا کیا ہوا مس پنکی، آپ نے ان پر قابو کیسے پایا۔ اور کیسے آپ اس لانچ کو لے کر یہاں تک پہنچ گئیں۔"

پنکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار پیدا ہونے لگے تھے۔ بالآخر وہ ایک جگہ رک گئے اور پھر بیکن نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور کہنے لگا۔

"دوستو! بعض اوقات کامیابیاں اس طرح نزدیک آتی ہیں۔ کیا تم اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہو کہ ہماری یہ معصوم سی خاتون یعنی مس پنکی، لانچ میں موجود لوگوں پر قابو پانے میں کس طرح کامیاب ہوئیں؟"

"اگر تمہارے دوست اس سلسلے میں بہتر رہنمائی نہ کر سکیں بیکن تو مجھے اجازت دو میں بتاؤں۔" میں نے کہا اور بیکن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ تمہاری شخصیت بھی میری سمجھ میں نہیں آسکی ہے۔" بیکن نے کہا اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے میرے نزدیک جو دو آدمی کھڑے تھے میں نے ان کے پستول والے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں ان دونوں کی کلائیاں لے لی تھیں۔

تب پروفیسر میں نے ایک لمبا چکر لیا اور یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا۔

میں نے ان لوگوں کو گولائی میں گھمانا شروع کر دیا اور تیسرا آدمی خود بخود ان کے پیروں کی لپیٹ میں آگیا۔ گھومنے والے ڈری ڈری آوازوں میں چیخ رہے تھے اور میں گھمانے کی رفتار تیز کرتا چلا جا رہا تھا پھر میں نے ان میں سے ایک کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

اور وہ شخص کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح چٹانوں سے ٹکرا کر گوشت کے لوتھڑوں میں تبدیل ہو گیا۔

چند ساعت کے بعد میں نے دوسرے کا بھی یہی حشر کیا تھا، بیکن وحشت زدہ انداز میں پیچھے ہٹا تھا۔ پھر اس نے لپک کر پنکی کے بال پکڑ لئے۔ اس دوران میں نے تیسرے آدمی کو جو اپنے دونوں ساتھیوں کی زد میں آکر نیچے گر پڑا تھا، اٹھا لیا اور پھر اس کے سر پر میرا گھونسہ پڑا اور اس بدبخت کی چیخ بھی نہ نکل سکی کیونکہ جب میں نے اسے چھوڑا تو وہ بری طرح ایک نوکیلی چٹان سے ٹکرایا تھا۔ اسے مہلت بھی نہ مل سکی کہ وہ چیخ سکتا۔ اس کے سر سے خون جاری تھا۔

"خبردار — خبردار۔" بیکن وحشت زدہ انداز میں چیخا۔ "اگر تم میری جانب بڑھے تو میں اس لڑکی کو گولی مار دوں گا۔" اس نے پستول کی نال پنکی کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا، اور میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"ارے ارے مسٹر بیکن آپ شاید خوفزدہ ہو گئے یا پھر ناراض؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دور — دور ہٹو۔" بیکن ہکلایا۔

"ارے نہیں مسٹر بیکن، دور رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ تو آپ

بھی کی خواہش تھی کہ آپ کو یہ پتہ چلے کہ آخر ہم لوگوں نے لانچ پر موجود دوسرے لوگوں پر کیسے قابو پایا۔ میرا خیال ہے میں نے آپ کی صحیح رہنمائی کر دی ہے، چنانچہ اب آپ کو تردد نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں یہ تو فرمائیے کہ گریٹ مین سے ملاقات کہاں ہوں گی اور سودے کی بات کون کرے گا؟

"بکواس مت کرو، پیچھے ہٹو۔ جاؤ سمندر کے کنارے پہنچ جاؤ ورنہ میں اس لڑکی کو، ہاں اس کو بلاشبہ ختم کر دوں گا" بیکن نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

وہ خاصا خوفزدہ نظر آ رہا تھا، اپنے ساتھیوں کا حشر اس کے سامنے تھا لیکن میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، چنانچہ میں نے کہا۔

"دیکھو بیکن، اس لڑکی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں صرف اس کا معاون ہوں۔ اگر تم اسے گولی مار دو گے تو صرف یہ ہوگا کہ تمہیں قتل کرنے کے بعد میں اس پوری لانچ کا مالک بن جاؤں گا اور پھر گریٹ مین سے سودا میں کروں گا، چنانچہ بہتر یہ ہے کہ کسی اچھی بات پر ہم لوگ مطمئن ہو جائیں تم نے جو بدعہدی کی ہے تمہیں اس کی سزا مل گئی اور تم اپنے تین ساتھیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ باقی رہا معاملہ سودے کا تو ظاہر ہے ہمیں وہ کرنا ہے کیا خیال ہے تمہارا؟"

"لیکن — لیکن تم اس کے بعد مجھے بھی نہیں چھوڑو گے" بیکن نے کہا۔

"چھوڑ دوں گا بیکن، چلو وعدہ کرتا ہوں، ہٹ جاؤ لڑکی کو چھوڑ دو، ورنہ خواہ مخواہ تم بھی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے؟"

بیکن چند ساعت سوچتا رہا، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس طرح لینے کے دینے پڑ جائیں گے چنانچہ چند ساعت کے بعد اس نے پستول پھینک دیا اور پنکی ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ پیچھے ہٹ گئی۔

بیکن خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا، پھر دوسرے لمحے اس نے پیچھے ہٹ کر چھلانگ لگا دی۔ اب اس کے اندر میرے سامنا کرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

لیکن دوسرے لمحے میں نے فیصلہ کیا کہ بیکن کو اس طرح چھوڑنا مناسب نہیں ہے، ورنہ وہ میرے لئے تو کیا، پنکی کے لئے خطرہ بن سکتا ہے چنانچہ میں فوراً ہی اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔

مجھے عقب میں پنکی کی آواز سنائی دے رہی تھی "گولڈ — گولڈ پلیز رک جاؤ۔ جانے دو اسے، میں شدید خوفزدہ ہوں" پنکی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

لیکن میں نے اس خوفزدہ لڑکی کی ہر چیخ و پکار پر قطعی دھیان نہ دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ وہ عقل و خرد کے اس معیار تک نہیں پہنچی تھی۔ جہاں ہر چیز معیار کے مطابق سوچی جاتی تھی۔

بیکن کو جب اس بات کا احساس ہوا کہ میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں تو وہ جان توڑ کر بھاگا۔ لیکن پروفیسر تم ہی بتاؤ۔ کیا وہ میرے چنگل سے نکل کر بھاگ سکتا تھا، کیا وہ ان چٹانوں میں اتنا تیز بھاگ سکتا تھا جتنا کہ میں؟ میرا خیال ہے اس کا فیصلہ تم بآسانی کر سکتے ہو، چنانچہ میں نے اسے پکڑ لیا اور اس انداز میں پکڑا کہ گر کر کہیں اس کا چھوڑ جھوٹ نہ ہو جائے۔ اور میرا مقصد پورا ہوئے بغیر کہیں وہ کوچ نہ کر جائے۔ بیکن کی دہشتناک چیخ سمندری چٹانوں میں گونج اٹھی۔

میری گرفت سے باہر نکلنے کی اس نے شدید کوشش کی لیکن بھلا وہ اپنی اس کوشش میں کس طرح کامیاب ہو سکتا تھا۔ میں نے اسے دبوچ لیا اور پھر بغل میں دبائے ہوئے واپس لوٹ پڑا۔ بیکن بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

اسے اسی طرح لئے ہوئے میں پنکی کے پاس واپس پہنچا جو گردن اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور جس کا چہرہ خوف و دہشت سے بگڑا ہوا تھا۔

لیکن بیکن کو میری گرفت میں دیکھ کر وہ ہذیانی انداز میں ہنس پڑی۔

"تم نے اسے پکڑ لیا — پکڑ لیا۔" وہ احمقوں کے سے انداز میں بڑبڑائی۔

"پنکی بے وقوفی کی حرکتیں ترک کر دو۔ تم اس طرح دہشت کا شکار ہو کر میری توہین کر رہی ہو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ — اوہ گولڈ" پنکی نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر پکڑ لیا۔

"ہوش میں رہو پنکی" میں نے کہا اور بیکن کو لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر میں نے بیکن کو زمین پر ڈال دیا اور بولا۔

"دیکھو بیکن! اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری اس کوشش کو آخری کوشش قرار دوں گا، تم اس بات کو ذہن نشین رکھنا۔"

"ل — لیکن اب تم کیا چاہتے ہو؟" بیکن دہشت زدہ لہجے میں بولا۔ وہ تحیر خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کیا ہوں۔

"گریٹ مین کے پاس چلو، ہم اس سے اس لانچ کا سودا کریں گے" میں نے کہا۔

"نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا۔"

"کیوں نہیں جاؤ گے تم؟" میں نے ٹھنڈے اور سوبر لہجے میں پوچھا۔

"میں — میں اس کے ایما پر نہیں آیا تھا۔"

"تو پھر — ؟"

"وہ۔ وہ میں نے۔ میں نے اس سے جھوٹ بولا تھا مسٹر گولڈ" بیکن ہکلاتے ہوئے بولا۔

"کیا جھوٹ بولا تھا؟"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ تم نے منع کر دیا ہے تم ابھی اس لانچ کا سودا نہیں کرنا چاہتے۔ کچھ وقت کے بعد تم اس سلسلے میں کچھ کرو گے۔"

"تب پھر اب؟"

"اب گریٹ مین مجھے اس جھوٹ کی سزا دے گا۔"

"دیکھو بیکن تم نے جو کچھ کیا ہے، تمہیں اس کی سزا تو بھگتنا ہی ہوگی اس کی بجائے کہ وہ سزا میں تمہیں دوں۔ تمہارا ساتھی ہی تمہیں سزا دے تو وہ زیادہ ہی بہتر رہے گا۔"

"نہیں، پلیز مسٹر گولڈ۔ گریٹ مین بہت خطرناک ہے، وہ مجھے نہایت سخت سزا دے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے بیکن، میں تمہیں ان پتھروں سے کچل کر ہلاک کر دیتا ہوں" میں نے کہا اور ایک پتھر اٹھا لیا۔

"نہیں نہیں۔ خدا کے لئے نہیں" بیکن زمین پر پڑے پڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر گھگھیاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تو پھر اٹھو اور گریٹ مین کے پاس چلو" میں نے کہا اور بیکن نے مایوسی سے اثبات میں گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں" اس نے کہا۔ آخری بار اپنے مردہ ساتھیوں پر نگاہ ڈالی اور پھر اٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی کشتی میں بیٹھے جہاز کی جانب جا رہے تھے۔ بیکن کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ میں اس سے زیادہ اس شخص پر رحم نہیں کر سکتا تھا۔ .... اگر ہم لوگ کمزور ہوتے تو ہمیں ختم کر دیا جاتا۔

تھوڑی دیر کے بعد کشتی جہاز کے نزدیک پہنچ گئی، جہاز سے ایک لکڑی کی سیڑھی نیچے تک آئی ہوئی تھی، کشتی اسی سیڑھی سے جا لگی۔

سیڑھی پر سب سے پہلے میں نے بیکن کو پہنچایا۔ بیکن کے بعد میں اور میرے بعد پنکی۔ ہم لوگ سیڑھیاں طے کرنے لگے۔ بیکن کے ہاتھ پاؤں لرز رہے تھے۔ اس سے سیڑھیاں طے کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

پھر ہم لوگ اوپر پہنچ گئے اور بیکن نے جہاز پر پہنچ کر دفعتاً شور مچانا شروع کر دیا۔

"گرفتار کر لو انہیں۔ گرفتار کر لو انہیں۔ یہ دونوں خونی ہیں۔ انہوں نے ہمارے تین آدمیوں کو قتل کر دیا ہے" وہ ایک دم سے پیچھے ہٹا اور بہت سے تنو مند ہیکل آدمی ہمارے سامنے آ گئے۔

"گرفتار کر لو انہیں" بیکن دہاڑا اور وہ لوگ ہم پر ٹوٹ پڑے پنکی کو قابو میں کر لیا گیا۔

اور اس کے بعد دس بارہ آدمی میری جانب بڑھے۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"دیکھو اگر تم لوگ زندگی چاہتے ہو تو کچھ کرنے سے پہلے گریٹ مین سے کہو کہ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے باوجود اگر تم لوگوں نے اس مکار شخص کے کہنے پر قابو پانے کی کوشش کی تو اپنی موت کے ذمہ دار خود ہو گے" میں نے کہا اور وہ لوگ ایک لمحہ کے لئے رک گئے۔

"مار ڈالو اسے، قتل کر دو اسے۔ اس نے ہمارے تین ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے، مار دو اسے، مار دو" بیکن دہاڑا۔ اور وہ لوگ پھر حرکت میں آ گئے۔ یقینی طور پر بیکن اس جہاز میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اتنی نمایاں کہ گریٹ مین نے اسے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔

چنانچہ خلاصی میری بجائے اس کی بات مان رہے تھے اور انہوں نے میرے اوپر حملہ کر دیا۔ مجبوری تھی پروفیسر، اس چالاک شخص نے ان لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں نے کوشش یہی کی کہ ان میں سے کسی کو ہلاک نہ کروں۔ لیکن جو بھی میری زد میں آ جاتا میں اسے ایک آدھ ہاتھ رسید کر دیتا اور یہ ہاتھ ایسا ہوتا کہ اس میں دوبارہ اٹھنے کی سکت نہ رہتی۔

تقریباً بارہ یا تیرہ آدمی تھے جنہیں چند لمحات میں میں نے عرشے پر ڈھیر کر دیا۔ اور اس کے بعد بیکن کی چیخ دھاڑ پر دوسرے لوگ بھی جمع ہونے لگے۔ بدبخت کچھ کرنے پر ہی تل گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک تیز آواز جہاز پر گونج اٹھی، یہ غالباً گھنٹہ بجنے کی آواز تھی، اور دوڑنے والے جو ہماری طرف دوڑ رہے تھے، ایک دم رک گئے۔ تب اوپر سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کتو — رک جاؤ کتو" یہ دھاڑ کافی خطرناک تھی۔ میری نگاہیں اوپر اٹھ گئیں۔

دور ایک بلند جگہ پر ایک قوی ہیکل شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سر کے سارے بال سفید تھے۔ جسم پر عمدہ قسم کا سوٹ تھا، چہرہ عام انسانی چہروں سے تقریباً ڈیڑھ گنا لمبا تھا اور اس کے چہرے کے لحاظ سے اس کا بدن بھی لمبا اور چوڑا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ اٹھایا ہوا تھا۔

"رک جاؤ" اس نے ایک بار پھر کہا اور اس کے کہنے سے تمام لوگ رک گئے، تب اس شخص نے گردن ہلائی اور نگاہوں سے غائب ہو گیا، شاید وہ کسی نامعلوم راستے سے ہماری طرف آ رہا تھا۔

بیکن اور جہاز کے عملے کے دوسرے لوگ مجھے وحشیانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ میری تکہ بوٹی کر ڈالتے۔

پنکی مجھ سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ کیونکہ اس شخص کی آواز پر اسے بھی چھوڑ دیا گیا تھا۔

چند ساعت کے بعد وہ ہمارے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے خونخوار نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر کہا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے — یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری اجازت کے بغیر جہاز پر یہ ہنگامہ کیوں ہوا؟"

"چیف یہ شخص — یہ شخص بہت خوفناک ہے۔ یہ بہت خطرناک آدمی ہے" بیکن آگے بڑھ کر بولا اور وہ شخص جو یقینی طور پر گریٹ مین ہی تھا، بیکن کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو بیکن؟" وہ غراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں چیف" بیکن نے جواب دیا۔

"تو پھر پاگل کتوں کا علاج کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے" گریٹ مین

نے کہا۔

"نہیں چیف پلیز پہلے میری بات سن لیں۔ پہلے میری بات سن لیں کہ میں کہاں تک غلط ہوں؟"

"بات تم مجھے وہاں اگر بھی سنا سکتے تھے لیکن کسی بات کو سنائے بغیر جہاز پر یہ ہنگامہ کیوں ہوا۔ ان خلاصیوں کو کیا ہوا۔ یہ چوہے کے بچے کیوں بن گئے؟"

"بخانے کیا ہو گیا ہے باس کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن آپ پہلے میری بات سن لیں؟"

گریٹ مین کافی دیر تک بیکن کو گہری نگاہ سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تم بہت بدحواس معلوم ہو بیکن، بہرحال بکو کیا بات ہے؟"

"آپ کے کہنے پر جب میں ان لوگوں سے گفتگو کرنے گیا تھا چیف! جب میں ان کی لانچ پر پہنچا تو میں نے ان لوگوں سے لانچ کا مال دکھانے کی فرمائش کی اور یہ اس پر تیار ہو گئے۔ لانچ دیکھنے کے دوران میری انگلی سے میری قیمتی انگوٹھی لانچ پر گر پڑی۔ جس کا احساس مجھے بعد میں ہوا۔ انہوں نے مجھے سودے کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ میں نے آپ کو بتا دیا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ میری قیمتی انگوٹھی تو وہیں رہ گئی ہے۔ چنانچہ میں اپنے تین دوستوں کے ساتھ اپنی انگوٹھی لینے کے لئے گیا۔

لیکن چیف ان لوگوں نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ میرے تینوں ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا چیف، اور میں بمشکل تمام انہیں پستول سے کور کر کے یہاں تک لایا۔ جہاز کے عرشے پر آنے کے بعد اس شخص نے پھر میرے اوپر حملہ کیا جس کی بناء پر خلاصی اس کی طرف دوڑے۔ لیکن اس وحشی انسان نے ان سب کو بھی مار مار کر بے ہوش کر دیا۔"

بیکن نے خوبصورتی سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی اور میں متعجبانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

لیکن گریٹ مین کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے بڑے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"بیکن۔"

"یس چیف۔" بیکن جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"تم جیسے انسان کو کم از کم جھوٹ تو سلیقے سے بولنا چاہئے۔ مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا چیف۔" بیکن نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"سچ بتاؤ بیکن، کیا ہوا تھا؟"

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں چیف۔"

"سوچ لو بیکن، کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ واقعی درست ہے؟" گریٹ مین نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

"چیف آپ — آپ خود اندازہ لگا لیں۔"

"ٹھیک ہے تم بیٹھ جاؤ۔" گریٹ مین نے کہا۔

"شکریہ چیف۔" بیکن نے کہا اور بیٹھ گیا۔

"اب تم بتاؤ کیا ہوا تھا؟" گریٹ مین میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"پنکی تم گریٹ مین کو بتاؤ۔" میں نے کہا اور پنکی آگے بڑھ آئی اور گریٹ مین پنکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"پہلے جب یہ شخص ہمارے پاس پہنچا جناب تو ہم نے اس کے ساتھ مکمل تعاون کیا اور اپنی ڈیمانڈ اسے بتا دی۔ یہ یہ کہہ کر چلا آیا کہ گریٹ مین سے جا کر بات کرے گا۔ لیکن جناب اس دوران اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ لانچ پر ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے، اس بات پر یہ حیرت کا اظہار بھی کرتا رہا اور غالباً اس نے اپنے ذہن میں کوئی پروگرام بھی ترتیب دے لیا تھا۔

اس کے بعد جناب دوبارہ یہ تین آدمیوں کے ساتھ پہنچا اور اس نے ہم سے کہا کہ گریٹ مین تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔

اس کا رخ جہاز ہی کی جانب تھا۔ لیکن پھر اچانک یہ ہمیں ان چٹانوں کی طرف لے گیا جو سمندر میں ابھری ہوئی ہیں اور یہاں سے نظر آتی ہیں۔ کشتی کو خشکی پر لے جا کر اس نے ہم دونوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اس کے تینوں ساتھی پستول سے مسلح تھے۔ اس نے میرے بال پکڑ لئے اور پستول میری کنپٹی پر رکھ دیا۔ لیکن میرے ساتھی نے اس کے تینوں ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا اور پھر اس نے اس پر حملہ کیا۔ اس نے بھاگنے کی بھی کوشش کی لیکن میرے ساتھی نے اسے معاف نہیں کیا۔ یہ بدحواس ہو کر بھاگا اور میرا ساتھی اسے چوہے کی طرح پکڑ کر لے آیا۔ اور اس کے بعد میرا ساتھی خود اسے لے کر آپ تک پہنچا ہے تاکہ آپ کو تفصیل بتائے۔ اس کا ثبوت یہ ہے جناب کہ وہ تینوں آدمی جو اس کے ساتھ تھے، ہماری کشتی کے نزدیک مردہ نہیں پڑے ہیں بلکہ ان چٹانوں کے پاس ہیں۔ اس کے علاوہ آپ یہ بھی اندازہ کیجئے کہ جو شخص جہاز کے عرشے پر موجود بے شمار خلاصیوں کو صرف ایک ایک گھونسے میں بیہوش کر سکتا ہے وہ اس شخص کے ساتھ کس طرح آ سکتا تھا؟"

"یہ جھوٹ بول رہی ہے چیف، یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں یہ جھوٹ بول رہی ہے، یہ لوگ خود ہمیں ہماری کشتی میں بٹھا کر چٹانوں کے نزدیک لائے تھے وہاں انہوں نے ہمارے تینوں ساتھیوں کو قتل کیا۔"

"ہوں۔ تو اس کے بعد تم انہیں یہاں لے آئے؟"

"ہاں چیف، بالکل۔ میں انہیں کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔ یہ آپ کا بھی مجرم ہے۔"

"لیکن بات الجھ جاتی ہے بیکن۔ لڑکی کی بات کسی قدر وزن دار معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب یہ شخص تمہارے تین آدمیوں کو ہلاک کر سکتا ہے وہ بھی ایسے تین آدمی جو پستول سے مسلح تھے تو پھر یہ تمہارے قابو میں کس طرح آ گیا۔ تم اسے یہاں تک لانے میں کامیاب کیسے ہو گئے؟"

"چیف میں نے پستول لڑکی کی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا اور یقینی طور پر یہ لڑکی کی وجہ سے مجھ سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔"

"تم کیا کہتے ہو دوست؟" گریٹ مین نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

"بس ایک بات گریٹ مین۔" میں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ہاں ہاں۔ کیا؟"

"اس شخص کے ہاتھ میں پستول دیجئے اور اسے میرے سامنے چھوڑ دیجئے۔ اس کے بعد یہ اگر مجھ پر قابو پا لے تو اس کا کہنا درست ہے، ورنہ پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے اس کے جھوٹ کی سزا دوں۔"

"ٹھیک ہے۔ منظور ہے۔" گریٹ مین نے جواب دیا اور بیکن بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"چیف — میں — میں بہت زیادہ خوفزدہ اور بدحواس ہوں۔ میں اس سے مقابلہ نہیں کر دوں گا۔"

"بکواس نہیں کرو بیکن۔ تمہیں اس سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔" گریٹ مین نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیکن چیف، میں اپنے حواس میں نہیں ہوں، مجھے پرسکون ہونے کا موقع دیا جائے۔ اس کے بعد میں اس سے مقابلہ کروں گا۔"

"کیا تم میری حکم عدولی کی جرأت کرو گے بیکن؟"

"ہرگز نہیں چیف لیکن براہ کرم میری حالت پر غور کریں۔ میں آپ کے ساتھیوں میں سے ہوں اور یہ شخص اجنبی۔ آپ ایک اجنبی شخص کی بات پر یقین کر کے مجھے موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔" بیکن نے کہا اور گریٹ مین کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

بیکن کے چہرے پر سخت بدحواسی کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ وہ پریشان نگاہوں سے کبھی مجھے اور کبھی گریٹ مین کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے بیکن کہ تم اپنی زندگی کے آخری لمحات گذار رہے ہو۔ تم میری حکم عدولی بھی کر رہے ہو۔ کسی بھی مسئلہ میں میری بات میں تاخیر میرے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے یہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ کھڑے ہو جاؤ ورنہ میں اپنے ہاتھ سے تمہیں گولی مار دوں گا۔" گریٹ مین نے اپنا پستول نکال لیا تھا۔

"میں اسے ہلاک کر دوں گا چیف۔ میں اسے ہلاک کر دوں گا۔" بیکن وحشیانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے پستول نکال لیا اور دوسرے لمحے میری طرف رخ کر کے فائر کر دیا۔ حالانکہ میں اگر چاہتا تو بیکن کے سامنے ہی کھڑا رہتا لیکن میں نے جھک کر اس کا نشانہ خالی دیا اور دوسرے لمحے اس پر چھلانگ لگا دی۔ میں نے پہلے بیکن کا ہاتھ پکڑا پھر اس کی گردن اور پھر اسے اٹھا کر فرش پر دے مارا۔ بیکن کی دل خراش چیخ گونج اٹھی تھی۔ گریٹ مین اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب۔ طاقتور شخص، بہت خوب۔ میرے ساتھ آؤ اور لڑکی تم بھی۔" اس نے پنکی سے کہا اور اس جگہ سے آگے بڑھ گیا۔ جہاں یہ سارا ڈرامہ ہوا تھا۔ گریٹ مین بالکل خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جہاز کے ایک کیبن میں داخل ہو گیا اور ہم لوگوں کو بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"میں تم سے یہ بات نہیں پوچھوں گا دوست کہ یہ لانچ کس کی ہے اور تم نے کہاں سے حاصل کی۔ سمندر کے قانون کے مطابق ہر وہ جہاز یا لانچ جو دوسرے لوگوں سے خالی ہو اس کی ملکیت ہوتی ہے جو اس پر قابض ہو اور ہم اس مال کی خریداری کے لئے یہاں آتے ہیں جو کسی خاص ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو۔ اب تم ہمیں اس کی قیمت بتاؤ۔" گریٹ مین نے کہا اور پنکی کے چہرے پر کسی قدر سکون کے آثار نظر آئے۔ اور پھر اس نے اپنی مطلوبہ رقم اس کے سامنے بھی دہرا دی۔

"سامان کی تفصیل ہے تمہارے پاس؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" پنکی نے گردن ہلا دی۔

"تب پھر اس بات کا فیصلہ کس طرح ہو سکے گا کہ اس سامان کی یہی قیمت ہے جو تم طلب کر رہی ہو؟"

"اگر آپ ایک مخلص انسان کی مانند سودا کرنا چاہتے ہیں جناب، تو سامان چل کر دیکھ لیجئے۔ میں نے اس کی بھرپور رقم لگائی ہے لیکن اس میں ردوبدل بھی ہو سکتی ہے۔"

"کتنی رقم بنتی ہے؟" گریٹ مین نے پوچھا۔

اور پنکی نے دوبارہ اپنی رقم بتا دی۔

"ٹھیک ہے، ہمیں منظور ہے۔ یہ رقم تمہیں یہیں اور اسی جگہ ادا کر دی جائے گی۔" گریٹ مین بولا اور پھر اس نے ایک گھنٹی بجائی، چند ساعت کے بعد دو آدمی داخل ہو گئے۔ گریٹ مین نے انہیں اپنے کارڈ پر پنکی کی مطلوبہ رقم لکھ کر دی اور وہ لوگ اسے لے کر چلے گئے۔ چند ہی ساعت کے بعد پنکی کے سامنے نوٹوں سے بھرے ہوئے دو چپٹے چپٹے چمڑے کے صندوق پہنچ گئے۔ پنکی نے انہیں کھول کر دیکھا اور اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک پیدا ہو گئی۔ اسے اپنے ذہن پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور پنکی نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"اوہ گولڈ — گولڈ...!" اس نے صرف اتنا کہا۔ اس سے آگے اس کی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ گریٹ مین ہم دونوں کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہرصورت بیکن کی طرح مجھے بھی اس بات پر حیرت ہے کہ تم دونوں نے کس طرح اس لانچ کو قبضے میں کر لیا۔ اور ہاں سنو میں بہرحال سوداگر ہوں لیکن اپنے پیشہ کی جو بنیادی حقیقتیں ہیں ان سے نگاہیں بھی نہیں چراتا۔ ہم دنیا کے تمام ممالک کے قانون سے بغاوت کرتے ہیں اور اپنی تجارت کرتے ہیں وہ لوگ جو ہمارے ہم پیشہ ہیں اور چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں ہمارے تحفظ میں ہوتے ہیں۔ ہم کبھی یہ کوشش نہیں کرتے کہ —

کاروبار میں چھوٹی چھوٹی غلطیاں شامل کریں ہیکن جو کام کرنے جا رہا تھا وہ میں ابھی کر سکتا تھا کہ تمہارا لانچ کو لوٹ لیا جائے لیکن اس طرح کاروبار ختم ہو جاتا ہے بجلا پھر کرن اس جزیرے کی جانب رخ کرتا اور ہمیں پھر مال کے حصول میں دشواریاں پیش آتیں۔ اگر یہ مال کسی اور کے ہاتھ لگ جاتا یا بلاواسطہ کسی اور شہر میں بھیج دیا جاتا تو وہاں ہماری ساکھ خراب ہو سکتی تھی یعنی وہ لوگ جو صرف ہم سے ہی خریداری کرتے ہیں اور ہماری منہ مانگی قیمت ادا کرتے ہیں پھر ہم سے ہماری بتائی ہوئی قیمت پر مال نہ خریدتے اور ہمیں خاصا نقصان اٹھانا پڑتا۔ چنانچہ میں اتنی تفصیل کو صرف اس لئے بتا رہا ہوں کہ تم کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ میں اگر تم سے کچھ معلوم کر رہا ہوں تو صرف دوستانہ طور پر۔ اگر تم کسی ایسے جہاز یا کسی ایسی لانچ پر جو میری ہی ملکیت ہو قبضہ کر لو تب بھی میں تم سے جو سودا کر چکا ہوں وہ قائم رہے گا کیونکہ بہرصورت تم نے اپنی محنت سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے، اس کے بعد میں تم سے وہی اپنا پرانا سوال دہراؤں گا کہ تم نے یہ لانچ کس طرح حاصل کر لی؟"

"میرے ساتھی مسٹر گولڈ کے بارے میں آپ کافی حد تک جان چکے ہیں مسٹر گریٹ مین، ہم لوگ یہ لانچ لے کر چلے تھے لیکن راستے میں کچھ لوگوں نے شرارت کرنے کی کوشش کی، وہ ہمیں قتل کر دینا چاہتے تھے، چنانچہ میرے ساتھی نے یہی کوشش کی کہ وہ انہیں شکست دے کر لانچ پر خود ہی قبضہ کر لے اور ہم نے ایسا ہی کیا۔" پنکی نے جواب دیا۔

"یہ شخص بلاشبہ حیرت انگیز قوت کا مالک ہے میں نے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے وہ میرے لئے تعجب خیز ہے۔ بہرصورت یہ بتاؤ اب تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے، یہ لانچ لے کر کہاں جاؤ گے؟ یہ سوال میں اس لئے کر رہا ہوں۔ جب میں تمہارے مال کی قیمت ادا کر چکا ہوں اور بغیر دیکھے ہوئے اگر مجھے اس قیمت میں یہ مال جو میں نے تم سے خریدا ہے مہنگا پڑے تب بھی قصور تمہارا نہیں ہے کیونکہ یہ بہرصورت میں خریداری کر چکا ہوں۔ اور بغیر دیکھے میں نے تم سے اس مال کو اس لئے خریدا ہے کہ میں ہیکن کے رویّہ پر تم سے تھوڑا سا شرمندہ بھی ہوں۔"

"اوہ گریٹ مین، آپ بلاشبہ بڑے لوگوں میں ایک اچھے انسان ہیں۔" پنکی نے متاثر لہجہ میں کہا۔

"میں نے کہا نا میں کاروبار میں اصولوں کا قائل ہوں۔ ہم بڑا کاروبار کرتے ہیں، لیکن میں کاروبار میں مزید برائیوں کو نہیں ڈالنا چاہتا، تاکہ ہمارا یہ کاروبار جاری رہے۔"

"ہمارے ذہنوں میں کوئی خاص پروگرام نہیں ہے گریٹ مین۔ بلکہ میں تو اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ اگر ہم خالی لانچ لے کر کسی ایسی جگہ پہنچنے کی کوشش کریں جہاں سے ہم دوسری زندگی کا آغاز کریں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں ہمیں وہ لوگ مل جائیں جو ہمیں تلاش کرنے نکلے ہوں گے۔" پنکی نے جواب دیا۔

"میں اس سلسلے میں بھی تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔" گریٹ مین بولا۔

"وہ کیا جناب؟" پنکی نے پوچھا۔

"ابھی ہم اس جہاز پر یہیں کچھ دن اور انتظار کریں گے۔ تم اگر چاہو تو ہمارے ساتھ ہی رہ سکتے ہو پھر جب ہم یہاں سے کہیں جائیں گے تو تمہیں کسی مناسب جگہ چھوڑ دیں گے، یہ میری طرف سے ایک مخلصانہ پیشکش ہے۔"

پنکی کے چہرے پر خوشی کے آثار ابھر آئے تھے اور پھر اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"اوہ ڈیئر گریٹ مین، تم واقعی اپنے نام کی طرح عظیم ہو۔ تم نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے ہم اسے زندگی بھر یاد رکھیں گے اور یہ بہترین تعاون ہو گا اگر تم ایسا کرو۔"

"تب تم آج سے خود کو گریٹ مین کی پناہ میں سمجھو، یہاں تمہارے لئے عمدہ بندوبست کر دیا جائے گا اور تم کسی تکلیف کا شکار نہیں ہو گی۔"

"میں اس کیلئے شکر گزار ہوں۔" پنکی نے کہا اور گریٹ مین نے گردن ہلا دی پھر اس نے اپنے لوگوں کو بلا کر ہمارے سلسلے میں کچھ ہدایات کیں اور اس کے بعد ہم لکڑی کے ایک عمدہ کمرے میں منتقل ہو گئے۔

پنکی کی مسرتوں کا ٹھکانہ نہیں تھا خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی اور یہ خوشی اُن کاغذ کے ٹکڑوں کے لئے تھی جو چمڑے کے بکسوں میں بند تھے۔

"اوہ گولڈ — گولڈ میری جان اگر میں یہ کہوں کہ میرے مستقبل کی تعمیر میں صرف تمہاری ذات پوشیدہ ہے تو جھوٹ یا کوئی جذباتی بات نہ ہو گی، تم حالات پر قابو پانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، تمہاری بے پناہ قوت ہر قدم پر معاون ثابت ہوئی ہے ورنہ کامیابی کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا میں تو قدم قدم پر ناکام ہوئی ہوں چنانچہ اگر میں کہوں کہ میری کامیابی صرف تم ہو تو بے جا نہ ہو گا۔ میرا بس نہیں چلتا گولڈ کہ میں تم سے اپنے بھرپور جذبات کا اظہار کر سکوں۔ گولڈ اب ہم کسی حسین سے ملک کے کسی حسین سے شہر میں ایک حسین سا گھر بنا کر رہیں گے میں ساری زندگی تمہاری خدمت کروں گی۔ اس دولت کے سہارے ہم ساری عمر سکون سے گزار سکتے ہیں۔"

"لیکن میرا مشن کچھ اور ہے پنکی۔" میں نے کہا۔

"کیا گولڈ، کیا؟ مجھے بتاؤ میں ہر لمحہ تمہاری معاون ہوں، میں اسی طرح تمہارا ساتھ دوں گی جس طرح تم نے میرا ساتھ دیا۔"

"پنکی میں تمہاری اس دنیا کو دیکھنے کا خواہشمند ہوں میں اس دنیا کے ہر پہلو سے روشناس ہونا چاہتا ہوں، یہی خواہش مجھے یہاں لائی ہے اور اسی خواہش کے تحت میں وہ تمام اقدامات کر رہا ہوں جو راستے کی ضرورت ہوتے ہیں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے گولڈ میں اس میں بھی تمہاری معاون رہوں گی۔ ہمارے پاس بے پناہ دولت ہے کسی مخصوص جگہ ہم اپنا قیام رکھیں گے یعنی وہ جگہ ہماری ہو گی اور اس کے بعد میں تمہیں اس دنیا کے چپے چپے

کی سیر کراؤں گی۔ میں پہلے بھی تم سے وعدہ کر چکی ہوں۔ میں تمہیں ہر اس چیز سے روشناس کراؤں گی گولڈ جو اس دنیا میں موجود ہے، یہاں ہمیں بھانت بھانت کے لوگ ملیں گے، تم دیکھنا کہ لوگ ہماری کس قدر عزت کرتے ہیں میں تمہاری تمام خواہشات پوری کر دوں گی گولڈ۔ بالکل اسی طرح جس طرح تم نے میری خواہشات پوری کی ہیں۔" پنکی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی، جو کچھ یہ لڑکی کہہ رہی ہے اگر اس پر کاربند رہے تو اس کے ساتھ رہنے میں مجھے کیا دقت پیش آ سکتی ہے۔ پروفیسر! اس جدید دنیا کے مزاج سے بھی میں اچھی طرح واقف ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس دنیا کے اصول بھی زمانہ قدیم کے لوگوں سے مختلف نہیں ہیں۔ ان کی سوچ وہی ہے ان کے مسائل بھی وہی ہیں اور پروفیسر، یہ عمل جس کے تحت مجھے یہ دنیا اس قدر جدید نظر آ رہی تھی، خلافِ فطرت نہیں تھا۔ تم دیکھو غاروں میں رہنے والوں نے اپنی سہولتوں اور آسائشوں کی تلاش میں قدم اٹھائے اور شکار کے لئے پتھر کے ہتھیار تیار کر لئے، زندہ رہنے کے لئے آگ اور دوسری چیزیں تلاش کی تھیں، گویا جستجو انسانی ذہن کا بنیادی جزو رہی ہے، اب بات رہ جاتی ہے اس کی پہنچ اور اس کے وسائل کی تو اس نے بدلتے ہوئے ادوار کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ذہانت حاصل کی اور پتھروں کے ہتھیار، آتشیں ہتھیاروں میں بدل گئے، اپنے دشمن پر فوقیت حاصل کرنے کے لئے اس نے شدید محنت کی اور کامیابیاں حاصل کیں۔

"ٹھیک ہے پنکی، تم ایک اچھی دوست ہو۔" میں نے پنکی کو جواب دیا۔

"میں زندگی کے کسی بھی مرحلے میں تمہیں چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں گولڈ، میری سوچ وہی ہو گی جو تمہاری۔" پنکی نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اس عورت کے لہجے کے خلوص پر مجھے شبہ نہیں تھا۔

رات ہو گئی۔ مہمان نواز گریٹ مین نے ہمارے لئے شاید اپنے لوگوں کو خصوصی ہدایات جاری کر دی تھیں کیونکہ یہاں ہماری ہر آسائش کا خیال رکھا گیا تھا، ہمیں وقت پر عمدہ غذا مہیا کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ دوسری تمام چیزیں بھی۔

میرے لئے اگر الجھن کی کوئی بات تھی تو یہ کہ کوئی دانشور موجود نہیں تھا اور جو خیالات ذہن میں پیدا ہوتے تھے۔ انہیں خود تک ہی رکھنا ہوتا تھا ایسے اوقات میں سلاتوس بہت یاد آتا تھا۔ اگر وہ ہوتا تو یہ دنیا اور حسین لگتی۔ لیکن بیوقوف پہلے ہی مرحلے میں سب کچھ چھوڑ بھاگا تھا۔ حالانکہ دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے تو سخت مجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے، میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ بہت دلچسپ اور بڑا ہی انوکھا تھا۔ جدید دور کا انسان اب میری سمجھ میں آتا جا رہا تھا۔ خود انسان میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی لیکن اس نے جو کچھ ایجاد کر لیا تھا، وہ بے حد دلکش تھا۔

سمندر کے درمیان روشنیاں جگمگا اٹھیں، جہاز کے اندر دن کا سا سماں تھا، موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ رات کو سونے سے قبل وہ لوگ دن بھر کی تھکن دور کرنے کے لئے مختلف مشاغل میں مصروف تھے۔

تب پنکی غسلخانے سے نکلی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ "یہ رات ہمارے لئے خوشیوں کی رات ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دولت تو ہمیشہ خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی حسین وجود نزدیک ہو۔" میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا اور پنکی مسکرا دی۔

"میں ہر لحاظ سے خوش نصیب ہوں گولڈ۔"

"میں تمہاری اس خوش نصیبی..... میں شریک ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو نا، میں ایک دولت مند عورت ہوں۔ اتنی دولت مند کہ میں ساری زندگی عیش سے گزار سکتی ہوں۔ اور میرا ساتھی مردانہ حسن سے مالا مال ہے، ایک ایسا شخص جس پر رکنے والی نگاہ ہٹتے وقت بوجھل ہو جاتی ہے۔"

"خوب، پنکی ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو جانِ من۔" پنکی مست انداز میں بولی۔

"بات موضوع سے ہٹ جائے گی۔"

"تمہارے لئے آزادی ہے۔"

"اس دور کی عورت کی ترجمانی کرو۔"

"مجھے بھی ایک بات بتاؤ گولڈ۔" پنکی برجستہ بولی۔

"پوچھو۔"

"تم نے کئی بار ادوار کی بات کی ہے، میں نے کئی بار محسوس کیا ہے کہ تم بے خیالی میں گزرے ہوئے وقت کی باتیں کرتے ہو، حالانکہ میں ذہنی انتشار کا شکار رہتی، لیکن میں نے بارہا اس بات پر غور کیا ہے۔"

میں سنبھل گیا۔ بہرحال اس دور کے ذہین انسان کو میں تسلیم کرتا تھا پنکی نے یہ بات محسوس کر لی تھی۔ چنانچہ اب کچھ کہنا ضروری تھا۔

"ہاں پنکی اس کی ایک خاص وجہ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مجھے تاریخ سے بہت دلچسپی ہے، اپنی دنیا میں میرا محبوب شغلہ یہی تھا کہ میں گزرے ہوئے ادوار کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں، چنانچہ میں نے ادوار کا تجزیہ کیا ہے اور آج کے دور کا اس دور سے موازنہ کرتا رہتا ہوں۔"

"اوہ۔ اچھا شغل ہے۔"

"اب میری بات کا جواب دو۔"

"تم نے عورت کے بارے میں پوچھا تھا یعنی یہ کہ میں اس دور کی عورت کی ترجمانی کروں۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"تم اس عورت کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"یہ کہ اس دور کی عورت اپنی پسند کے مرد میں کیا چاہتی ہے اور اس کی

پنکی مجھے پہلے ہی بتا چکی تھی کہ انداز میں تبدیلی ضرور ہو گئی ہے لیکن احساس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی یعنی وہ کسی دوسری لڑکی کو میرے قریب دیکھنا پسند نہ کرے گی اور میں پنکی سے اس وقت تک کوئی بگاڑ نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک کہ وہ مجھے دنیا دکھانے کی خواہش پوری کرنے میں اعتراض نہ کرے اور یوں لگتا تھا جیسے پنکی میری قربت میں اپنے آپ کو بہت امیر محسوس کرتی ہو۔ دولت اور مردانہ حسن دونوں چیزیں اسے حاصل تھیں اور وہ انہیں کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اور اس شام میں اور پنکی دونوں ساتھ ساتھ ہوٹل کے نچلے حصے میں آئے تھے... تو یوں ہوا کہ چند افراد پنکی کے قریب پہنچ گئے اور انہوں نے اس کی شان میں قصیدہ خوانی شروع کر دی۔

"خاتون آپ کی صورت ایک ایسی معزز ہستی سے ملتی جلتی ہے جس کا نام ہم بڑے احترام سے لیتے ہیں کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ وہی ہیں؟"

"کس کی بات کر رہے ہیں آپ؟"

"ڈچیز آف وِنڈیانا کی" اس شخص نے جواب دیا۔

"اوہ، افسوس میں وہ نہیں ہوں" پنکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن خاتون ہم آپ کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں۔ براہ کرم کیا آپ مجھے بتائیں گی کہ آپ اسی ہوٹل میں مقیم ہیں؟"

"جی ہاں..."

"تب براہ کرم آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیں، ہم آپ کا انٹرویو لینا چاہتے ہیں"

"جیسا آپ پسند کریں" پنکی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر مجھ سے بولی۔

"آؤ گولڈ ذرا چل کر اپنے کمرے میں ان لوگوں سے گفتگو کر لیں"

"نہیں خاتون، اس وقت کسی اور کی مداخلت ہمیں گوارا نہ ہوگی۔ ہم اخباری نمائندے ہیں۔ ہم آپ کی تصاویر اور آپ کا انٹرویو اپنے اخبار میں شائع کریں گے اور بتائیں گے کہ ڈچیز آف وِنڈیانا کی ایک ہم شکل موجود ہیں جو کسی بھی طرح حسن و جمال میں اور دولت میں شاید اُن سے کم نہیں ہیں" اس نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جو آگے بڑھ بڑھ کر پنکی سے گفتگو کر رہا تھا۔

"کیا تم مجھے اجازت دو گے گولڈ۔ میں تھوڑی دیر ان لوگوں سے گفتگو کر لوں"

"کیوں نہیں، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں" میں نے کہا اور پنکی مسکراتی ہوئی ان لوگوں کے ساتھ اوپر چلی گئی۔ میں ہوٹل کے اس حصے میں آ گیا۔ جہاں ہمیشہ دوسرے لوگ بیٹھے رہا کرتے تھے اور جہاں کھانے پینے کی چیزیں میزوں پر لا کر رکھی جاتی تھیں۔ جوں ہی میں بیٹھا ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا۔

"کیا پیش کروں جناب" اس نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔ جو کچھ دل چاہے لے آؤ" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے سے انداز میں کہا۔ بھلا میں اسے کیا بتاتا کہ وہ میرے سامنے کیا پیش کرے۔ وہ شخص چند ساعت مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر چلا گیا اور اس کے بعد اس نے ایک خوبصورت گلاس میں ایک سا مشروب لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے سوچے سمجھے بغیر اس کا چسکی لگانا شروع کر دی اور چند ہی ساعت گذرے تھے کہ دو خوبصورت لڑکیاں اٹھ کر میرے نزدیک آ گئیں۔

"کیا ہم یہاں بیٹھنے کی درخواست کر سکتی ہیں؟"

"آپ یہاں کیوں بیٹھنا چاہتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"آپ سے کچھ گفتگو کرنے کی خواہش مند ہیں"

"تو پھر تشریف رکھیے... اور بتائیے کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"آپ کا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"اس کے بارے میں میں کچھ نہیں بتا سکتا"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ بتانا نہیں چاہتا" میں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"اوہ۔ شاید ہماری آمد آپ کو ناگوار گذری ہے۔ دراصل آپ کی شخصیت اس قدر پرکشش ہے کہ ہم مجبور ہو گئے"

"کس بات سے مجبور ہو گئیں؟"

"آپ سے ملاقات کرنے پر، میری دوست کا خیال ہے کہ آپ فرانسیسی نہیں ہیں۔ ہم دونوں نے شرط بدلی ہے"

میں نے خاموشی سے اپنے سامنے رکھے مشروب کے آخری گھونٹ لئے اور خالی گلاس میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"دیکھئے خاتون، مجھے آپ لوگوں سے گفتگو کا سلیقہ نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ عورتوں سے کس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ اس لئے میری باتیں آپ کو زیادہ پسند نہیں آئیں گی"

"اوہ ڈیئر، یہی تو آپ کی گفتگو اور آپ کی شخصیت کی خوبی ہے۔ ذرا جلدی سے بتا دیں کہ آپ فرانسیسی تو نہیں ہیں"

"نہیں"

"دیکھا جون۔ میں جیت گئی" دوسری لڑکی خوشی سے اچھل پڑی

"ہاں تم جیت گئیں۔ لیکن جناب پھر آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟" پہلی لڑکی نے کسی قدر خجالت سے کہا۔

"آسمان سے" میں نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا اور دونوں لڑکیاں حیرت سے میری شکل دیکھنے لگیں۔

"گویا آپ کسی سیارے کے باشندے ہیں"

"جی نہیں، طویل عرصہ تک آسمان میں لٹکا رہا اب نیچے گر پڑا ہوں اور سخت گرفت کا شکار ہوں" میں نے کہا۔ واقعی ذہن عجیب سا ہو رہا تھا نہ جانے کیوں ہر چیز سے بیزاری سی محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں ہنسنے لگیں

"آپ واقعی بور ہو رہے ہیں۔ اور جب انسان ذہنی گرفت کا شکار ہو

تو اسے چاہئے کہ وہ دوستوں کی صحبت قبول کرے"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" میں نے پوچھا۔

"مقصد یہ ہے کہ آپ یہاں اس ماحول میں بیٹھے بور ہو رہے ہیں اگر آپ پسند کریں تو ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم آپ کو خوبصورت علاقوں کی سیر کرائیں گے" ایک لڑکی نے پیش کش کی اور میں اس پیش کش کے بارے میں سوچنے لگا تب میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں"

اور دونوں لڑکیاں خوش ہو گئیں۔ چند ساعت کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اور میں ان لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پنکی کے اس طرح چلے جانے سے بجائے کیوں مجھے کچھ ذہنی گرفت کا احساس ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس میں رقابت کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میں بھلا رقابت کا شکار کیوں ہوتا؟ پنکی حیثیت ہی کیا رکھتی تھی۔ اگر یہاں اسی ہوٹل اور اسی ہال میں اگر میں چاہتا تو درجنوں لڑکیاں میری دوست بن سکتی تھیں لیکن مجھے ان کی پرواہ کب تھی، بہرصورت ان لڑکیوں کے ساتھ میں باہر نکل آیا۔ باہر ان کی کار موجود تھی۔ اب اس ماحول اور اس زندگی کے بارے میں اتنا کچھ ضرور جان چکا تھا کہ مجھے قدم قدم پر حیرت نہیں ہوتی تھی بلکہ تھوڑی سی خود اعتمادی میرے اندر پیدا ہو گئی تھی اور اسی خود اعتمادی کے سہارے میں اب اپنے طور پر بھی اقدامات کر سکتا تھا۔ پنکی مجھ سے سوالات کرنے کا کیا حق رکھتی ہے۔

لڑکیوں میں سے ایک پچھلی سیٹ پر میرے نزدیک بیٹھ گئی اور دوسری لڑکی اس آہنی مشین کو چلانے لگی جو گھوڑے کی طرح سڑکوں پر دوڑتی تھی۔ میں ان دونوں کے ساتھ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تب میرے نزدیک بیٹھی ہوئی لڑکی نے بڑے پُرشرربا انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اپنا نام تک نہیں بتایا جناب؟"

"گولڈ۔ میرا نام گولڈ ہے"

"رکھنے والوں نے آپ کا نام آپ کے رنگ کی مناسبت سے رکھا ہے"

"کیا مطلب؟" میں نے پھر اسی انداز میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ آپ واقعی سونے کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن افسوس ہم آپ کے بارے میں مزید کچھ نہیں جان سکے"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ملاقات کے بعد سب کچھ جان لینے کی خواہش کیوں ذہن میں ابھرتی ہے، جب کہ ہم اگر کسی کے پاس موجود ہوں تو صرف ہماری موجودگی ہی سے کام چل سکتا ہے"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب لیکن بعض شخصیتیں......... کہ عام لوگوں سے ذرا مختلف محسوس ہوتی ہیں اور اسی لئے ذہنوں میں جان لینے کی خواہش بھی پیدا ہو جاتی ہے"

"بہرصورت میں خود اپنے بارے میں نہیں جانتا۔ میری نگراں ایک لڑکی ہے جس کا نام پنکی ہے، وہی میرے بارے میں لوگوں کو تفصیلات بتاتی ہے۔ میں خود اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا" میں نے جواب دیا اور لڑکی حیرت سے میری شکل دیکھنے لگی۔ دوسری لڑکی بھی اپنے سامنے لگے ہوئے آئینے میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کئی بار محسوس کیا تھا۔

"تعجب کی بات ہے، اس کا مطلب ہوا کہ خود آپ کی اپنی کوئی شخصیت نہیں ہے اور وہ لڑکی آپ کی کنٹرولر ہے"

"کچھ بھی ہو، میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا"

"خیر چھوڑیے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ کچھ وقت ہمارے مہمان رہیں"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں" لڑکیاں مجھے لئے لئے نجانے کہاں کہاں پھرتی رہیں۔ بڑی حسین تفریح گاہیں تھیں اور ان حسین ترین مناظر کو دیکھ کر میں کچھ وقت کے لئے اپنی ذہنی گرفت بھول گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

"میری واپسی کی ذمہ داری بھی تمہیں ہی قبول کرنی پڑے گی۔ کیونکہ میں اس شہر کے بارے میں کچھ معلومات نہیں رکھتا"

"اوہ مسٹر گولڈ، آپ بے فکر رہیں۔ ہم آپ کو آپ کی رہائش گاہ پر چھوڑ دیں گے۔ لیکن یہ تو بتائیے، کیا آپ کو ہمارے ساتھ سیر و تفریح کرنے میں کوفت ہوئی ہے؟" ایک لڑکی نے پوچھا۔

"نہیں۔ بلکہ میں جس الجھن کا شکار تھا وہ رفع ہو گئی ہے"

"آپ کی ساتھی آپ کے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے؟"

"پنکی؟"

"جی ہاں۔ ہم ان کے نام سے واقف نہیں ہیں۔ لیکن ہم نے انہیں آپ کے ساتھ دیکھا تھا"

"بس وہ میری دوست ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں"

"کاش ہم بھی آپ کے دوست ہوتے"

"تو کیا آپ اپنے آپ کو دشمنوں میں شمار کرتی ہیں؟" میں نے اس لڑکی سے کہا جس نے یہ جملے کہے تھے۔

"نہیں نہیں۔ لیکن آپ کی قربت ہمیں کہاں نصیب"

"آپ لوگ اگر چاہیں تو مجھ سے اس جگہ مل سکتی ہیں۔ جہاں آپ نے پہلی بار مجھ سے ملاقات کی تھی"

"ضرور ملیں گے لیکن ایک چیز ہمارے ذہن میں ہمیشہ الجھتی رہے گی"

"کیا؟"

"آپ مقامی نہیں ہیں لیکن آپ کے بارے میں ہم یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکے کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"تم لوگ یہ اندازہ دوسری ملاقات میں لگانا، اگر اس میں بھی ناکام رہیں تو پھر تیسری ملاقات بہتر رہے گی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکیاں بھی مسکرانے لگیں۔

وہ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہیں اور اس کے بعد میری فرمائش پر انہوں نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ اپنی کار میں بٹھا کر وہ لوگ مجھے واپس

اسی جگہ لے چلیں جہاں سے مجھے لائی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد اس عمارت کے سامنے پہنچ گئیں جس میں میرا قیام تھا۔ میں نے اس عمارت کو پہچان لیا۔ تب ان میں سے ایک لڑکی نے کہا۔

" تو پھر ہم کل آپ کے پاس آئیں گے۔"

" کس وقت؟"

" شام کو، سورج چھپے۔" ان میں سے ایک لڑکی نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلادی۔

وہ دونوں مجھے بہت پسند آئی تھیں اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نئے ماحول میں ساتھی ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ پنکی کو ہر وقت خود پر مسلط کئے رہنا بھی بہتر نہیں تھا اس نے مجھ سے کچھ باتیں کی تھیں اور اب مجھے یہ دیکھنا تھا کہ کس انداز میں وہ ڈھلتی ہے، اسے دولت مل گئی تھی، ممکن ہے کہ اب اس کے ذہن میں کچھ تبدیلیاں ہوں، لیکن پروفیسر، بھلا مجھے دولت وغیرہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں تو صرف اس دنیا کو دیکھنے کا خواہشمند تھا، پنکی نہ سہی، کوئی اور سہی۔ ہاں اگر وہ ساتھ رہتی تو بُری نہ تھی۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کیونکہ اس نے میری معیت میں بڑے بڑے دعوے کئے تھے، لیکن جس طرح وہ ان لوگوں کے ساتھ تنہائی میں چلی گئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ تنہا بھی اپنے طور پر کچھ سوچنے لگی ہے۔

اندر تک پہنچنے کے راستے سے گذر کر میں پہلے اس جگہ پہنچا، جہاں سے اٹھ کر گیا تھا۔ اس جگہ ہمیشہ ہی رونق رہتی تھی۔ لیکن اس وقت میں یہاں نہیں رکا۔ وہاں سے گئے ہوئے کافی دیر گذر چکی تھی۔ ممکن ہے پنکی نے مجھے تلاش کرنے کی کوشش کی ہو اور پھر میرے لئے پریشان ہو گئی ہو۔ اس لئے میں آہنی سیڑھی پر پہنچ گیا۔ اور آہنی سیڑھی نے مجھے میری منزل پر پہنچا دیا۔

اپنی رہائش گاہ کا مجھے اندازہ تھا۔ میں نے رہائش گاہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ لیکن اندر قدم رکھتے ہی مجھے احساس ہوا جیسے کوئی خاص بات ہو۔ بس ایک احساس تھا جس کی فوراً تصدیق ہو گئی۔

پنکی کمرے کے درمیان فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اس کے گرد خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ میں نے اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ پنکی کی گردن کی عقبی کھال جڑی رہ گئی تھی، باقی گردن کٹی ہوئی تھی۔ اس کے خوبصورت بال خون میں چپکے ہوئے تھے۔ خون کی رنگت ماند پڑ گئی تھی گویا خون نکلے ہوئے دیر ہو گئی تھی۔

لیکن — لیکن یہ سب کیا ہو گیا، پنکی کو کس نے قتل کر دیا؟ میں نے سوچا اور پھر ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ اتنا احمق تو نہیں تھا پروفیسر، قدیم زمانے میں بہت سے مسائل کا حل تلاش کر چکا تھا۔ مجھے وہ لوگ یاد آئے، جو پنکی سے گفتگو کر کے اسے یہاں تک لائے تھے، ضرور یہ انہی کی شرارت تھی، لیکن کیوں؟

اور پھر مجھے پنکی کی دولت یاد آ گئی۔ اس وقت وہی ایک وجہ ہو سکتی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اور پھر میں نے وہ چرمی کیس تلاش کئے جن میں دولت بھری ہوئی تھی۔ اور مجھے وہ کہیں نظر نہیں آئے۔

تو دولت کے لئے اسے قتل کر دیا گیا۔ میں نے سوچا۔ اور پروفیسر میری ذہنی کیفیت حسب معمول تھی۔ لیکن اسی وقت کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی اور میں نے چونک کر باہر دیکھا۔ کئی افراد اندر گھس آئے تھے ان میں ایک شکل نمایاں تھی۔ یہ بیکن تھا۔ ہمارا سابق دشمن۔ اور بعد کا دوست اس کے پیچھے کچھ مخصوص لباس والے لوگ بھی تھے۔

" دیکھ لیں انسپکٹر، بالآخر — بالآخر اس نے میری دوست۔ آہ میری دوست۔" بیکن کی آواز رندھ گئی۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ انسپکٹر نے وہی آہنی ہتھیار نکال لیا تھا جو میں بارہا دیکھ چکا تھا۔

" خبردار، سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دو۔" انسپکٹر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ مقامی پولیس ہے پھر وہی گورکھ دھندہ۔ حالانکہ اس شخص کا لہجہ مجھے ناگوار گذرا تھا۔ وہ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا لیکن اس کے بعد — اس کے بعد پھر وہی دشمنی کی فضا۔ اور میں یہ فضا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے۔ اس کے دوسرے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ جو میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔

" آپ نے میرے ہاتھ کیوں باندھ دیئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

" اس لڑکی کے قتل کے الزام میں۔" پولیس والے نے جواب دیا۔

" لیکن میں نے اسے قتل نہیں کیا۔"

" پھر کیا یہ خود بخود قتل ہو گئی۔ چلو باہر چلو۔ ہر قاتل ایک ہی جملہ دہراتا ہے کہ میں نے یہ قتل نہیں کیا۔"

" دیکھو دوست، اپنے لہجہ پر قابو رکھو، میرا ایک تھپڑ تمہاری گردن توڑ دے گا۔ لیکن میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ — یہ میرے لئے کیا حیثیت رکھتی ہیں۔" میں نے ایک جھٹکے سے ان کی ڈالی ہوئی ہتھکڑیاں توڑ دیں اور پولیس والا اچھل پڑا۔

دوسرے لمحے ان سب نے میرے اوپر آتشیں ہتھیار تان لئے۔ "اگر تم نے جنبش کی تو ہم تمہیں چھلنی کر دیں گے۔"

" تمہارے یہ ہتھیار میرے لئے بے اثر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں تم سے تعاون کروں گا۔ تم اپنے لہجے کو قابو میں رکھو۔ جو تم کہہ رہے ہو میں وہی کروں گا۔"

" دوسری ہتھکڑیاں ڈالو اس کے ہاتھوں میں۔" پولیس افسر نے کہا۔

" بیکار ہے، میں انہیں بھی توڑ دوں گا۔" میں نے کہا۔ لیکن اس کے ساتھیوں نے اس کے حکم پر عمل کیا۔ میں نے خاموشی سے ہتھکڑیاں پہن لیں لیکن جونہی وہ ہٹے میں نے انہیں دوبارہ توڑ دیا۔ "میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ نہ تو یہاں سے بھاگوں گا نہ تمہارے خلاف کوئی کارروائی کروں گا۔ لیکن یہ نہیں پہنوں گا۔"

پولیس والوں کے چہروں پر پریشانی پھیل گئی۔ انہوں نے ہتھیار بدستور میری طرف تانے ہوئے تھے۔ "ہیڈ کوارٹر فون کر کے مزید پولیس طلب کر لو۔" اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا اور وہ ایک طرف رکھے ہوئے آلے کی طرف دوڑ گیا۔

خوب بھاگ دوڑ ہوتی رہی۔ نہ جانے کیا کیا ہوا جو میری سمجھ سے باہر تھا۔ میں اس دوران خاموش تماشائی بنا رہا تھا۔ لیکن مجھے سخت الجھن تھی کسی نے پنکی کی دولت ہتھیانے کے لئے اسے قتل کر دیا تھا اور یہ لوگ مجھے اس کا قاتل سمجھ رہے تھے۔

پھر بے شمار افراد آ گئے، اور اپنی دانست میں وہ مجھے قابو میں کر کے لے چلے۔ ایک عظیم الشان عمارت میں مجھے لے جایا گیا اور ایک قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ لیکن یہ قید خانہ بھی بہت عمدہ تھا اور یہاں بھی ساری سہولتیں مہیا تھیں۔

پنکی کی موت کا اب مجھے بھی افسوس ہو رہا تھا۔ بے چاری نہ جانے کتنی حسرتیں دل میں رکھتی تھی۔

لیکن پروفیسر، یہ تو ازل سے ہوتا آیا ہے۔ انسان بے شمار حسرتیں لے کر پیدا ہوتا ہے اور انہیں پورا کئے بغیر واپس چلا جاتا ہے۔ اس کی عمر ہی کتنی ہوتی ہے اور حالات اس مختصر سی زندگی کو بھی چھین لیتے ہیں۔

قید خانے میں الگ الگ حصے بنے ہوئے تھے۔ کچھ دوسرے لوگ بھی وہاں نظر آ رہے تھے۔ شاید یہ بھی کسی ایسے ہی الزام کا شکار تھے۔ ان میں سے کچھ مجھے دیکھ بھی رہے تھے۔ پھر ایک شخص جو مجھ سے بالکل قریب تھا میرے نزدیک آ گیا اور کہنے لگا۔

" ہیلو مسٹر، آپ کس الزام میں یہاں آئے ہیں؟"

میں نے خاموش نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ شخص مسکرانے لگا اور بولا۔

" بھائی یہ جگہ باہر کی جگہ سے مختلف ہے یہاں آنے کے بعد بہت سی باتوں کو بھول جانا پڑتا ہے۔ کیا کر کے آئے ہو کچھ بتاؤ تو سہی۔"

" ضروری ہے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

" بہت ضروری بھی نہیں ہے لیکن ایک دوسرے سے جان پہچان پیدا کرنے کا یہی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ کیا تم تنہا ہی یہاں وقت گذارو گے؟"

" میں سوچوں گا کہ مجھے کس طرح وقت گذارنا چاہئے۔" میں نے جواب دیا اور وہ شخص چند ساعت میری شکل دیکھتا رہا پھر شانے اچکا کر اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

میں درحقیقت تنہائی کا خواہش مند تھا۔ سوچنا چاہتا تھا کہ یہ سب کیا ہوا اور اب اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے۔

دیر تک میں سوچتا رہا اور میرے ذہن کے تاریک خانے کھلتے چلے گئے۔ سب سے پہلی بات جو مجھے چبھ رہی تھی وہ بیکن کی موجودگی تھی۔ بیکن نے، جس طرح جہاز پر خود کو بدلا تھا۔ اور اپنے آپ اپنا کو دوست بنانے کی کوشش کی تھی۔

اوہ — کیا اس ساری کارروائی میں بیکن کا ہی ہاتھ ہو سکتا ہے۔ وہ ہماری دولت حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔

جہاز پر اسے میرے ہاتھوں شکست ہوئی تھی اور لانچ کا مال حاصل کرنے میں وہ بُری طرح ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد وہ گریٹ مین کے عتاب کا شکار ہوا۔ ان ساری چیزوں سے مجبور ہو کر اس نے یہی فیصلہ کیا ہو گا کہ فوری طور پر خود کو ہمارا دوست بنا لے۔ اس کے بعد کسی مناسب وقت کی تلاش میں رہے۔ اور اس کے بعد جب ہم اس بندرگاہ پر آ کر اترے تو وہ اپنے طور پر ہمارے پیچھے لگا رہا ہو گا۔ اس نے پتہ لگا لیا ہو گا کہ ہم لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

اور پھر — پھر میرے ذہن کے خانے خود بخود روشن ہو گئے اور پروفیسر، یہ صدیوں کا تجربہ تھا جو اس طرح میرے ذہن میں روشنی پیدا کرتا جا رہا تھا۔

یقینی طور پر وہ لوگ جنہوں نے پنکی سے ملاقات کی تھی بیکن ہی کے آدمی ہوں گے۔ انہوں نے پنکی کو اس کے کمرے میں لے جا کر قتل کر دیا۔ ادھر وہ لڑکیاں جو میرے نزدیک آ گئیں تھیں وہ بھی یقینی طور پر بیکن ہی کی ساتھی تھیں۔ انہوں نے مجھے وہاں سے ہٹانے کے لئے جال پھینکا اور اتنا وقت میرے ساتھ گذارا کہ بیکن کے ساتھی اپنا کام بخوبی کر سکیں۔ اور پھر وہ مجھے چھوڑ گئیں۔

بیکن نے یہی سوچا ہو گا کہ میں کمرے میں آؤں گا اور اس کے بعد — اس کے بعد بیکن نے پولیس سے رابطہ قائم کر لیا۔ اور اس وقت جب میں کمرے میں موجود تھا بیکن پولیس لے کر آ گیا۔

سیدھی اور صاف سی بات تھی۔ گویا دولت بیکن کے ہاتھ لگ چکی تھی پنکی قتل ہو چکی تھی اور میں پولیس کے قبضے میں تھا۔

میں ششدر رہ گیا۔ اس دور کے انسان کی ذہانت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ دولت خاص طور سے مجرمانہ کارروائیوں کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ انہوں نے ترقی کی تھی اور تہذیب کو بجانے کہاں سے کہاں لے گئے تھے لیکن ان کی یہ ترقی انسانیت کے لئے تکلیف دہ تھی۔ اس سازشی شخص کے بارے میں میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔

یہ تو غلط بات ہے۔ پھر اب یہ لوگ میرا کیا کریں گے، میں نے سوچا اور مجھے جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔

مجھے ایک لمحے کے لئے یہ خیال بھی آیا کہ سلاتوس نے اچھا ہی کیا جو یہ دنیا چھوڑ کر چلا گیا۔ اس دنیا میں تو بڑی گندگی، بڑی غلاظت ہے۔ اس سے قبل بھی . . . . ہنگامے ہوتے تھے، درندگی اور وحشت کے مظاہرے دیکھنے میں آتے تھے۔ ایک دوسرے کے ملک پر قبضہ کرنے کے لئے ہر قدر کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا تھا۔ لیکن آج کی دنیا میں ہر شخص دوسرے شخص کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ لوگ کسی کی جیب میں کچھ نہیں دیکھ سکتے

یہ دنیا تو بڑی ہی افراتفری کا شکار ہے۔ کیا اس دنیا میں انسان خوشی کے ساتھ زندگی گذار سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور پھر یہ فیصلہ کیا پروفیسر کہ موجودہ دنیا سب سے زیادہ انتشار کا شکار ہے۔

لیکن مستقبل کا یہ دور اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتا تھا اور نہ ہی اس میں کوئی ترمیم کی جا سکتی تھی۔ میں تو مستقبل بھی دیکھ رہا تھا۔ یعنی آنے والا وقت۔ یہ وہ لوگ تھے جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور کیسی انوکھی بات تھی۔ لیکن افسوس اب مجھے اسی دور میں رہنا تھا۔ مجھے صدیاں یہیں گذارنی تھیں اور جب یہ دور اپنے وقت پر آجاتا اور وقت اس سے آگے بڑھ جاتا تب میں کسی نئی دنیا کو دیکھ سکتا تھا۔ ورنہ مجھے اسی دور میں گذر کرنا تھا۔

پروفیسر، اس احساس سے مجھے الجھن سی ہونے لگی تھی۔ میں چاہتا تو کسی ویرانے کو اپنا مسکن بنا سکتا تھا اور کسی بھی غار میں سو کر اس دور کے گذر جانے کا انتظار کر سکتا تھا لیکن اپنی ذہنی کیفیت پر میں خود بھی حیران تھا۔ بعض اوقات اس دنیا کے تجربے مجھے خود بھی حیران کن لگتے تھے۔ لیکن بعض اوقات جو ذہنی کوفت ہوتی تھی اس کا کوئی سدِباب میرے ذہن میں نہیں آتا تھا۔

بہرحال اس کے باوجود میں ابھی کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اس دنیا میں وقت گذارنے میں دقتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ہاں اس وقت تک سکون سے گذاروں گا جب تک بالکل ہی مجبوری نہ پیش آجائے۔

لیکن اس کے لئے اس دنیا کے سامنے تھوڑا سا کھلنا پڑے گا۔ اب تک میں دوسروں کا آلۂ کار بنا رہا تھا۔ لیکن اب میں خود بھی اپنی حیثیت کا اظہار کروں گا۔ یہ ضروری ہے ورنہ یہ دنیا مجھے سکون سے نہیں بیٹھنے دے گی۔ میں خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد کچھ پولیس کے لوگ آئے۔ انہوں نے میرے کمرے کا تالا کھولا اور مجھے باہر آنے کے لئے کہا۔

• کیوں؟ کیا تم لوگوں کا شبہ رفع ہو گیا؟

• کیسا شبہ؟

• کیا تمہیں اس بات کا یقین آگیا کہ میں نے پنکی کو قتل نہیں کیا ہے؟

• ابھی معلوم ہو جائے گا۔" ان میں سے ایک نے نرم لہجے میں کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ ان لوگوں کا رویہ نرم تھا۔ پھر مجھے ایک بہت ہی خوبصورت کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں چند بارعب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک آدمی ان میں نمایاں تھا۔ لیکن اس کا چہرہ بے حد کرخت تھا۔ اس نے گھورتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ اور میں بیٹھ گیا۔ دوسرے لوگ کھڑے ہی رہے تھے۔

• کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے پوچھا۔

• گولڈ؟

• کونسے ملک سے تعلق رکھتے ہو؟

• اس کا فیصلہ آج تک کوئی نہیں کر سکا۔"

• کیا مطلب؟

• میں تو دنیا گرد ہوں۔ کسی ایک ملک سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔" میں نے کہا

• بہت خوب، کہیں نہ کہیں تو پیدا ہوئے ہو گے؟

• پیدائش کا وقت مجھے یاد نہیں۔"

• والدین بھی یاد نہ ہوں گے۔" اس نے مضحکہ اڑانے کے انداز میں کہا۔

• ہاں۔ ایسی ہی بات ہے۔"

• کسی سونے کی کان میں پرورش پائی ہو گی۔"

• میں تمہیں مذاق اڑانے کا حق نہیں دیتا۔ خود کو سنبھالو۔" میں نے کہا اور اس شخص کے بدن کو جھٹکا سا لگا۔

• میرا نام ایلیک ہے، اور لوگوں کا خیال ہے کہ میں بگڑے ہوئے لوگوں کو ٹھیک کرنے میں خاصی مہارت رکھتا ہوں۔"

• دھمکی دے رہے ہو؟" میں نے اسے خونخوار نگاہوں سے گھورا۔

• اوہ نہیں نہیں۔ آؤ گفتگو کا انداز بدل دیتے ہیں۔ لیکن تم بھی مجھ سے تعاون کرو۔" اس نے نرمی اختیار کی۔

• کیوں بلایا ہے مجھے؟

• اس قتل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے۔"

• پوچھو، کیا پوچھنا ہے؟

• تم نے اسے کیوں قتل کیا؟

• وہ میری دوست تھی۔ اور میں دوستوں کو قتل نہیں کرتا۔"

• گویا تم اس قتل سے انکار کرتے ہو؟

• ہاں۔ میں نے اسے قتل نہیں کیا۔"

• تم نے اس کی دولت کہاں چھپائی ہے؟" اس نے سوال کیا۔

• دولت؟" میں نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

• ہاں۔ میں دولت ہی کی بات کر رہا ہوں وہ دولت جو پنکی کے پاس موجود تھی اور جسے تم نے غائب کر دیا ہے۔"

• میرے دوست، مجھے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں کاغذ کے ان ٹکڑوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ میرا مشن نہیں ہے میں تو دنیا گرد ہوں، صرف دنیا دیکھنے کا خواہش مند، اور تمہاری اس دنیا میں مجھے بہت دلچسپ تجربات حاصل ہوئے ہیں۔"

• فلاسفر بننے کی کوشش نہیں کرو۔ کیا تم کوئی اوتار ہو اور پہاڑوں سے اتر کر آئے ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو خود کو اتنا صاف ستھرا انسان ثابت کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہو۔" اس شخص نے کہا۔

• دیکھو دوست، مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اس سے آگے کہنا ضروری نہیں سمجھتا۔ باقی سارے فیصلے کرنا تمہارا کام ہے۔" میں نے کہا۔ پولیس والا مجھے عجیب سی نگاہوں سے گھورنے لگا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا

• تو تمہارے خیال میں پنکی کو کس نے قتل کیا ہے؟

• بیکن نے۔" میں نے جواب دیا اور وہ چونک پڑا۔

• یہ بات تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟

• میرا اندازہ ہے وہ شروع ہی سے پنکی کی دولت کا خواہش مند تھا۔"

• اوہ۔ کس طرح؟

• بیکن اگر میرے سامنے آجائے تو میں اس سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے ان سوالات کی روشنی میں تمہارے اس سوال کا جواب بھی مل جائے۔" میں نے جواب دیا اور اس شخص نے سامنے کھڑے ہوئے ایک اور آدمی کی جانب دیکھا پھر شاید اس نے اسے کچھ اشارہ کیا تھا اور وہ شخص واپس چلا گیا۔

چند ساعت کے بعد میں نے بیکن کو اسی شخص کے ساتھ اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ گویا بیکن بھی قریب ہی موجود تھا۔

• مسٹر بیکن آپ کا یہ دوست تو کچھ اور ہی کہانی سنا رہا ہے۔" پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے بیکن سے کہا اور بیکن بھی مسکرانے لگا۔

• جی ہاں جناب ضرور سنا رہا ہو گا ہر شخص ایسی ہی کہانیاں سنایا کرتا ہے۔" اس نے کہا اور دونوں مسکرانے لگے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دونوں میرا اخلاق اڑا رہے ہیں اور مجھے ان سے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اب میں برداشت نہ کروں اور ان کے خلاف کوئی کارروائی کر ہی ڈالوں۔

• تو مسٹر بیکن آپ سنائیے آپ اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

اس شخص کو میں جانتا ہوں نہ جانے کیوں یہ پنکی کے ساتھ تھا اور میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ پنکی اس سے خوفزدہ رہتی ہے، اس نے کئی بار مجھ سے اس بات کا اظہار بھی کیا تھا۔ حالانکہ میں نے پنکی کو مشورہ دیا کہ وہ اس شخص سے کنارہ کشی اختیار کرے لیکن نہ جانے کس طرح اس نے اسے اپنے جال میں پھانسا ہوا تھا پھر اس وقت جب آپ نے پنکی کی لاش دریافت کی تھی اس سے تقریباً آدھا گھنٹہ قبل پنکی نے فون پر مجھ سے کہا کہ اسے اپنی زندگی کا خطرہ ہے۔ میں اس کی زندگی بچانے کی کوشش کروں۔ میں نے اس سے تفصیلات پوچھیں تو اس نے جواب دیا کہ تفصیلات بتانے کا وقت نہیں ہے جلدی کرو۔ اور میں نے پولیس سے رابطہ قائم کیا۔ پولیس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد جب میں پولیس آفیسر کو لے کر اس ہوٹل میں پہنچا جہاں میری دوست پنکی مقیم تھی تو ہم نے اس شخص کو اس کمرے میں دیکھا جہاں پنکی کی گردن کٹی ہوئی پڑی تھی اور جناب یہ شخص انتہائی طاقتور ہے جس طرح پنکی کو ذبح کیا گیا ہے اس سے اس کی طاقت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔" بیکن نے کہا اور متحیرانہ انداز میں اس شخص کی صورت دیکھنے لگا۔ کتنا چالاک تھا یہ اور فضول بکواس کرنے میں کتنا ماہر۔ بیکن بیباکی سے میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

• تم نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے بیکن؟" میں نے پوچھا۔

• ہاں۔ میں نے جو کچھ پولیس آفیسرز کو بتایا ہے اس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں ہے۔"

• اور کیا تم لوگوں نے اس شخص کی بات پر یقین کر لیا؟" میں نے اس بار پولیس والوں سے پوچھا۔

• کیوں نہیں، مسٹر بیکن ایک معزز آدمی ہیں اس بات کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے اور پھر پنکی ان کی دوست تھی۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے اور ہمیں اس بات پر بھروسہ ہے۔"

• تب پھر جو تمہارا دل چاہے کرو، میں تو چاہتا تھا کہ تمہاری اس دنیا میں انتشار نہ پیدا ہو۔ لیکن اگر تم مجھے اس پر آمادہ کرنے پر تلے ہوئے ہو تو پھر میں بھی مجبور ہوں۔"

• اس بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟" پولیس افسر نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔

• کچھ نہیں، میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

لیکن میرے دوست ہم قاتلوں سے ان کا جرم اگلوانے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔" پولیس والے نے کہا اور پھر اپنے ایک ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "لے جاؤ مسٹر گولڈ کو اور انہیں سمجھاؤ کہ اس مشکل کا بنا وہ جس کا ہم چاہتے ہیں۔" اس کے انداز میں تمسخر تھا اور میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ ان سارے لوگوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ اس شخص کے کمرے سے میں دو طرح لوگوں کے ساتھ خاموشی سے نکل گیا اور پھر اس دوسرے کمرے تک بھی میں اسی خاموشی سے پہنچا جس میں وہ لوگ مجھے لے گئے تھے۔

یہ کمرہ بھی عجیب و غریب تھا۔ اس میں دیواروں پر گول گول آلات لگے ہوئے تھے جو میری سمجھ میں تو قطعی نہیں آئے۔ پھر مجھے اس کمرے کے درمیان بچھی ہوئی کرسی پر لے جایا گیا اور بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ میرے نزدیک کھڑے ہوئے پولیس افسر نے مجھ سے کہا کہ میں اس پر بیٹھ جاؤں اور میں بیٹھ گیا تب چند دوسرے لوگوں نے نہ جانے کیا کیا کہ چاروں طرف سے تیز روشنی میرے بدن پر پڑنے لگی اور میری آنکھیں اس روشنی میں چکاچوند ہونے لگی تھیں۔

• ہاں مسٹر گولڈ سب سے پہلے آپ یہ بتائیے کہ آپ نے وہ دولت کہاں چھپائی ہے جو آپ نے پنکی کے کمرے سے حاصل کی تھی۔" پولیس افسر نے سوال کیا۔

تم سب گدھے ہو بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے کہا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہلکی سی آواز کمرے میں گونج اٹھی اور سرخ روشنی

کی ایک شعاع میرے پیروں پر پڑی۔ یہ تیز اور گرم روشنی تھی۔ شاید جلا دینے والی لیکن میرے پیروں پر پڑ کر مجھے ہلکی سی گدگدی کا احساس ہو رہا تھی۔ یہ گرمی تو میرے بدن کی غذا تھی۔ وہ لوگ اسے تیز کرتے چلے گئے اور تپش میرے جسم کو سرشار کرنے لگی۔ میرے بدن میں سُرور انگیز پھریریاں دوڑ رہی تھیں۔ اور مجھے ان کی یہ حرکت بہت پسند آئی تھی چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا ان شعاعوں کو تم پورے جسم پر منعکس نہیں کر سکتے؟"

" خوب۔ تو اب تم اذیت پسند ہونے کا اظہار کرنے لگے۔ ٹھیک ہے میرے دوست ہم تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔" انہوں نے کہا اور پھر ان میں سے دو آدمی باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر سے آواز آئی۔

" سب ٹھیک ہے جناب، آپ لوگ باہر آ جائیے۔" اور باقی لوگ بھی کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں اب اس کمرے میں تنہا تھا اور سرخ شعاع اب بھی میرے جسم پر جگہ جگہ ناچ رہی تھی۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ اس شعاع کا حجم بڑھ گیا اور اس نے پوری طرح میرے بدن کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ پروفیسر! خوب تھے یہ لوگ بھی۔ دشمنی کر رہے تھے۔ لیکن میرے لئے ان کی دشمنی دوستی تھی۔ اس تیز آنچ کا میرے لباس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن میرا جسم پوری طرح اس کی تپش محسوس کر رہا تھا اور وہ شاید اس کی تپش بڑھاتے جا رہے تھے۔ یہ بات میرے لئے بڑی کشش انگیز تھی۔ میں سرور میں ڈوبا بیٹھا رہا اور وہ لوگ شاید اس بات کے منتظر رہے کہ اب میری چیخیں ابھریں اور دھاڑیں گونجیں گی۔ لیکن کافی دیر تک میں خاموش رہا تو روشنی خود بخود مدھم پڑتی چلی گئی اور اس کے بعد اس کی تپش بالکل ختم ہو گئی لیکن میرا بدن جو حرارت حاصل کر چکا تھا اس نے میرے ذہن سے ساری کاہلی دور کر دی تھی اور میں آنے والے ہر حادثے کے لئے تیار تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ نجانے وہ ذہن میں کیا خیال لے کر آئے تھے لیکن مجھے دیکھ کر وہ چونک پڑے۔

" ارے یہ تو ہوش میں ہے، ٹھیک ہے بالکل ٹھیک۔" ان میں سے ایک نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

" کمال کی بات ہے، قریب سے تو دیکھو۔" دوسرا بولا اور وہ لوگ میرے قریب آ گئے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

" بے وقوف لوگو! بالآخر تم لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں تمہارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کر دوں۔ یہ معمولی سی تپش جو تم نے میرے بدن کو پہنچائی ہے، میری زندگی کے لئے ایک طاقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں تو آگ میں نہانے والا ہوں۔ تم کمزور لوگ شاید میری ان باتوں کو بے وقوفی پر محمول کرو لیکن میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اگر اس سے تیز آنچ میرے بدن کو پہنچاؤ...... اور مجھے کوئی نقصان پہنچا سکو تو میں تمہاری ہر بات مان لوں گا۔"

آنے والے حیرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور پھر ان میں سے ایک نے گردن ہلاتے ہوئے۔

" پاگل معلوم ہوتا ہے یہ۔"

" لیکن اس کے بدن کو تو واقعی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

" خدا جانے کیا بات ہے؟"

" بہر صورت آؤ اطلاع دیں۔" انہوں نے کہا اور دونوں بادلِ ناخواستہ باہر نکل گئے۔ میرے ہونٹوں پر بدستور مسکراہٹ پھیلی رہی...... اب وقت آ گیا تھا کہ میں اس دور اور اس نئی دنیا میں بھی اپنا کھیل شروع کر دوں۔ میں نے پُرامن انداز میں اس دنیا کو جاننے کی کوشش کی تھی لیکن وہی مسائل یہاں بھی پیش آ گئے تھے جو گزرے ہوئے ادوار میں میرے لئے وبالِ جان بن جاتے تھے پروفیسر، اور اب مجبوری تھی۔ میں کرتا بھی کیا سوائے اس کے کہ ان مسائل سے نمٹنے کی کوشش کروں۔

بعد میں آنے والے کئی افراد تھے جن میں وہ بڑا افسر بھی شامل تھا۔ البتہ بیکن ان کے درمیان موجود نہیں تھا شاید وہ چلا گیا تھا۔ بڑا افسر بالکل میرے سامنے آ گیا اور میری آنکھوں میں گھورتے ہوئے بولا۔

" کیا حال ہے تمہارا؟"

" ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ تمہاری ذہنی کیفیت کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ بغور مجھے دیکھنے لگا۔

" ہوں۔ تو تم اپنے آپ کو بہت زیادہ مضبوط انسان ظاہر کرنا چاہتے ہو لیکن یہ پولیس ڈیپارٹمنٹ ہے دوست، یہاں ہر قیمت پر زبانیں کھل جاتی ہیں۔"

" میں بھی تو یہی چاہتا ہوں کہ میری زبان کھل جائے۔"

" تو تم نہیں بتاؤ گے کہ پنکی کو کس نے قتل کیا؟"

" میں تو بتا چکا ہوں اب تمہاری عقل ہی تمہارا ساتھ نہ دے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

" اسے بند کر دو، ہم دیکھیں گے کہ یہ کس قدر قوتِ برداشت رکھتا ہے۔" افسر نے کہا اور پھر وہ دوسرے لوگوں کو ہدایت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ اب چند افراد اس کمرے میں رہ گئے تھے اور یہ وہ تھے جنہیں ان کا افسر ہدایات دے کر گیا تھا۔ میں ان کے آئندہ اقدام کا انتظار کرنے لگا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" دیکھو دوستو! میں جانتا ہوں کہ تم کرائے کے ٹٹو ہو۔ تم میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک مت کرنا کہ مجھے غصہ آ جائے۔"

ان لوگوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر پریشان سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

" دیکھو دوست، ہم تمہارے ساتھ کوئی سختی نہیں برتنا چاہتے تمہیں موقع واردات پر گرفتار کیا گیا ہے۔ اس لئے تم لاکھ کوشش کرو اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ پولیس کے سامنے اقرارِ جرم کر لو اس کے بعد مقدمہ قائم ہو گا۔ عدالت میں تم اپنی حفاظت کے لئے جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو کر لینا۔"

" لیکن میں نے جو جرم نہیں کیا میں اس کا اعتراف کس طرح کر لوں تمہارا مشورہ مخلصانہ ہے لیکن میں اس شخص سے بے پناہ نفرت کرنے لگا ہوں جس نے اپنا جرم میرے سر لادنے کی کوشش کی ہے اور چونکہ تمہارے اس ساتھی نے میرے بجائے اس شخص کو اہمیت دی ہے جو اصل مجرم ہے۔ اس لئے میں بھی تم سے تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ میں تو ایک جہاں گرد ہوں دنیا دیکھنے کا خواہش مند۔ اب اگر تم چاہتے ہو کہ میں وہی حیثیت اختیار کر لوں جو تمہارے لئے تکلیف کا باعث بن جائے تو پھر یہی سہی۔"

" تب پھر اٹھو اگر تمہاری زبان نہ کھلوا سکے تو یہ ڈیپارٹمنٹ تو بالکل ہی ناکارہ کہلائے گا۔"

تو پروفیسر، میں اٹھ گیا ان لوگوں کے بارے میں میں جانتا تھا کہ یہ صرف کرائے پر مرنے والے ہیں۔ اگر میں ان سے ان کی زندگی چھین لوں تو کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دوں گا۔ میں تو ان بڑے لوگوں سے نمٹنا چاہتا تھا جنہوں نے انہیں ہدایات دی تھیں۔ سو وہ مجھے لئے ایک قیدخانے کے قریب پہنچ گئے جس کے دروازے پر موٹی سلاخوں والا آہنی جال تھا۔

ان میں سے ایک نے تالا کھولا اور مجھ سے اندر چلنے کی درخواست کی میں نے غصیلی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور بولا۔

" کیا یہ کمرہ میری نئی رہائش گاہ ہے؟"

" ہاں اب تم یہاں آرام کرو۔"

" ٹھیک ہے دوستو، لیکن اس آہنی دروازے کو کھلا رہنے دو۔"

" یہ لاک اپ ہے تمہاری خالہ کا گھر نہیں۔" میرے اندر جانے کے بعد ان میں سے ایک نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

" تب ذرا رکو اور اسے بھی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ۔" میں نے دروازے کی موٹی سلاخوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے کر قوت صرف کی اور آہنی پھاٹک کو اس کی جگہ سے نکال کر ان کے سامنے ڈال دیا۔ موٹی فولادی سلاخیں اپنے ساتھ پتھر کے ٹکڑوں کو بھی لے آئیں اور وہ لوگ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئے تھے۔

دوسرے لمحے انہوں نے زور زور سے سیٹیاں بجانا شروع کر دیں اور بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے میں اب انہیں زچ کرنے پر تل گیا تھا۔ میں نے اس کمرے سے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔

وہ سب باہر کھڑے ہوئے چہ میگوئیاں کر رہے تھے اور اکھڑے ہوئے دروازے کو دیکھ کر اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

پھر وہی پولیس افسر وہاں آ گیا جس نے مجھے پہلے قیدخانے میں بھیجا تھا۔ دروازے کو دیکھ کر اس کی حالت بھی دوسروں سے مختلف نہ تھی۔ چند ساعت وہ ان لوگوں سے گفتگو کرتا رہا اور پھر میرے پاس پہنچ کر بولا۔

" تم اپنے آپ کو سپرمین اور پولیس کو بے حقیقت سمجھتے ہو جو اس نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ اب تو یہی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

" لیکن تم پولیس سے ٹکر نہ لے سکو گے۔"

" میں دیکھوں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور میں تمہیں بھی دعوت دیتا ہوں کہ تم مجھ پر وہ حربے آزماؤ جنہیں تم میری قوتِ برداشت کا تجزیہ کر کے آہستہ آہستہ آزمانا چاہتے ہو۔ کیونکہ میں بھی چاہتا ہوں کہ یہ کھیل جلد از جلد ختم ہو جائے اور تم میری حقیقت کو پہچان لو۔ مجھے اس بات سے سخت اختلاف ہے کہ تم نے ایک مجرمانہ ذہنیت کے انسان کو مجھ پر ترجیح دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری بات پر یقین کر لو، پنکی میری دوست تھی۔ بیکن نے اس کی دولت ہتھیانے کے لئے اسے قتل کیا اور الزام میرے سر ڈال دیا۔"

" لیکن تمہیں اس وقت اس کمرے میں دیکھا گیا جب پنکی کو قتل کیا گیا تھا۔"

" یہ بات بھی تمہاری ناتجربہ کاری کا ثبوت ہے۔"

" کیا مطلب؟" پولیس افسر نے پوچھا۔

" کیا تمہارے خیال میں پنکی اسی وقت قتل ہوئی تھی جب پولیس وہاں پہنچی ہے؟" میں نے پوچھا۔

" ہاں۔ مجھے یہی رپورٹ ملی ہے۔"

" لیکن میرا خیال مختلف ہے۔"

" کیوں ؟"

" پولیس کے پاس اس وقت کی تفصیل ضرور ہوگی جب پولیس وہاں پہنچی اور اس وقت پنکی کے بدن سے نکلا ہوا خون جم چکا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے اس وقت سے کافی پہلے قتل کیا گیا اور اس سے کافی پہلے سے میں وہاں موجود نہیں تھا۔"

پولیس افسر کی نگاہوں سے الجھن کے آثار پیدا ہو گئے پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

" اگر یہ بات ہے مسٹر گولڈ تو پھر مجھے موقع دیں کہ میں اس سلسلے میں دی گئی رپورٹ کو دوبارہ پڑھوں۔"

" بہتر یہی ہے میرے دوست کہ تم پہلے اپنی کارکردگی کو درست کرو اور اس کے بعد مجھے مجرم ثابت کرو۔" میں نے حقارت سے کہا اور پولیس افسر میرے اس حقارت بھرے لہجے کو پی گیا۔ اس نے نرم انداز میں کہا۔

" تب تم پولیس سے تعاون کرو۔"

" کیسا تعاون ؟"

" ہمیں اطمینان سے کام کرنے کا موقع دو تاکہ ہم حقیقت معلوم کر سکیں۔"

" لیکن اس سے پہلے تم میرے ساتھ وہ سلوک کر چکے ہو جس سے میرے ذہن میں تمہارے لئے دوستی کا تصور ختم ہو چکا ہے۔ چنانچہ میں ابھی یہاں سے نہیں جاؤں گا لیکن جس جگہ مجھے رکھا جائے وہاں میری ضروریات کی تمام چیزیں موجود رہوں۔ اور اس جگہ کوئی دروازہ نہ ہو یا پھر دروازہ ہو تو بند نہ ہو۔ میں اس سے زیادہ تعاون نہیں کر سکتا۔"

تب پروفیسر تھوڑی دیر تک تو پولیس افسر پریشان کھڑا رہا پھر اس نے کہا۔" اچھی بات ہے تم یہیں رہو اور تمہاری خواہش کے مطابق اب اس قید خانے میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔"

پھر وہ چلا گیا لیکن قید خانے سے کافی دور پولیس کے بے شمار مسلح جوانوں کو جمع کر گیا تھا۔

مجھے ہنسی آگئی، میں نے خوب پریشان کیا تھا ان لوگوں کو کہ وہ بری طرح عاجز ہو گئے مجھ سے اور کوئی بس نہ چلتا تھا ان کا میری ذات پر، سو نہ انہوں نے کوشش کی مجھے پریشان کرنے کی اور میں نے بھی سوچا کہ کچھ وقت یہیں گزارا جائے اور انتظار کیا جائے کہ وہ لوگ مجھے بے گناہ سمجھ لیں اور کوئی حرج نہ تھا اس انتظار میں۔

چنانچہ میں یہاں انتظار کرتا رہا، اور وہ دور ہی دور سے میری نگرانی کرتے رہے۔ بھلا یہ بات ان کے بس میں کہاں تھی کہ وہ مجھ سے مزید کچھ معلوم کر سکتے۔

کئی روز گزر گئے۔ اس دوران میری آسائشوں کا خیال رکھا گیا تھا۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پانچویں دن پھر ان کی شامت آگئی۔ صبح کا وقت تھا کہ چند لوگ مجھے اپنی طرف آتے نظر آئے۔ ان میں کچھ نئے چہرے بھی تھے جن میں نمایاں ایک بوڑھا آدمی تھا۔ بلند و بالا قد کا ایک شخص جس کے سارے بال سفید تھے اور چہرہ گلابی۔ وہ بہت عمدہ صحت کا مالک تھا۔ میرے نزدیک وہ مسکراتا ہوا آیا۔

" ہیلو گولڈ" وہ بے تکلفی سے بولا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ " کیسے مزاج ہیں تمہارے ؟"

" کیا ہم شناسا ہیں ؟" میں نے پوچھا۔

" نہیں۔ لیکن بن جائیں گے۔"

" کیا چاہتے ہو ؟"

" تم سے کچھ وقت لینا چاہتا ہوں۔"

" کس سلسلے میں ؟"

" کچھ دوستانہ گفتگو کریں گے۔"

" مکاری کر رہے ہو اور تمہارے خیال میں میں تمہارے اوپر بھروسہ کر لوں گا۔" میں نے حقارت سے کہا۔

" تھوڑی دیر کے لئے کیا حرج ہے۔ میرا نام آٹزک پیٹر ہے اور میں ایک سائنسداں ہوں۔ بس تھوڑا سا وقت چاہتا ہوں۔ اگر تم میرے پاس بیزاری محسوس کرو تو واپس چلے آنا۔ تمہیں کون روک سکتا ہے۔"

" ہوں۔" میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں پر غور کیا۔ نہ جانے وہ کیا چاہتا تھا۔ مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع مل رہا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ یہاں سے اسی طرح نکلا جائے۔ چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔" ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔"

" ویری گڈ۔" آٹزک نے خوش ہو کر کہا۔

" لیکن قیدی کی حیثیت سے نہیں، اس بات کا خیال رکھنا۔"

" اوہ نہیں میرے دوست، دوست قیدی نہیں ہوتے۔ آؤ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پولیس آفیسرز اس شخص کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ایک بڑی گاڑی میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ آٹزک پیٹر میرے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر نگاہ پڑتی تو وہ دوستانہ انداز میں مسکرا دیتا۔

یوں ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا پروفیسر، اور دیکھنا یہ تھا کہ اب یہ مسٹر آٹزک کیا چاہتے تھے۔"

" تم تو اب باقاعدہ انگریزی کے الفاظ استعمال کر رہے ہو۔" فرزانہ نے مسکرا کر کہا اور وہ چونک کر فرزانہ کو دیکھنے لگا۔

" میں نے ہمیشہ وقت کی زبان بولی ہے، ماحول کی زبان سمجھنے میں مجھے کبھی کوئی دقت نہیں پیش آئی اور اس سلسلہ میں میں نے کبھی خود کو معذور نہیں پایا۔ احساسات کے اظہار کے لئے الفاظ کی ساخت بدل جاتی ہے، مفہوم نہیں۔ اور میں نے مفہوم سے ساخت تلاش کی ہے۔"

پروفیسر خاور گردن ہلا رہا تھا۔

آٹزک پیٹر جس عمارت میں مجھے لے گیا وہ کسُرخ پتھروں سے بنی ہوئی تھی گو اس کی شکل پرانے دور کے بادشاہوں کے محلات کی سی تو نہیں تھی لیکن طرزِ تعمیر میں مماثلت ضرور تھی مجموعی طور پر اسے ایک حسین عمارت کہا جا سکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد آٹزک پیٹر نے اپنی کار اس عظیم الشان عمارت کے دروازے کے نزدیک کھڑی کر دی۔ دروازے کے قریب دو آدمی موجود تھے جو تیزی سے آگے بڑھ آئے اور انہوں نے مودبانہ انداز میں آٹزک پیٹر کے لیے کار کا دروازہ کھول دیا آٹزک پیٹر نیچے اترا اور پھر گھوم کر اس طرف آیا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا پھر اس نے وہ دروازہ بھی کھول دیا جس سے میں نیچے اتر سکتا تھا

" آؤ میرے دوست نیچے آجاؤ اور ہاں کیا نام ہے تمہارا شاید گولڈ! ہاں مسٹر گولڈ تمہارا نام لینے میں یا اسے یاد کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی صرف یہ تصور ذہن میں رکھنا پڑتا ہے کہ تمہارے بدن کا رنگ سنہرا ہے اور بدن کی اس مناسبت سے تمہارا نام گولڈ ہی ہونا چاہیئے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے نیچے اتر آیا۔ آٹزک پیٹر کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔ اس نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھنسالی تھیں اور پھر وہ چہل قدمی کے سے انداز میں اندر داخل ہو گیا۔

" یہ میری چھوٹی سی دنیا ہے اور گولڈ! اسی دنیا میں میں اپنی زندگی کو محصور کر چکا ہوں حکومت نے بعض معاملات میرے سپرد کر دیئے ہیں اور میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت سے تعاون کوئی بری بات نہیں ہے اس طرح کم از کم انسان کو قانونی تحفظ حاصل رہتا ہے چنانچہ میں ان کے چھوٹے موٹے کام کر دیتا ہوں لیکن میرا مشن کچھ اور ہے۔"

میں اب بھی خاموش ہی تھا پہلے اس شخص کے بارے میں سب کچھ جان لینا بہتر تھا اس کے بعد ہی اس پر اپنے آپ کو ظاہر کرنا مناسب ہوتا چنانچہ میں اس کی بات کا جواب دیئے بغیر خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر سے بھی عمارت کافی خوبصورت تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ شخص جس کا نام آٹزک پیٹر ہے مقامی طور پر بہت اچھی حیثیت کا مالک ہے یقینی طور پر یہاں کے لوگ بھی اس کی عزت کرتے ہوں گے۔

تب آٹزک پیٹر مجھے ایسے کمرے کے سامنے لے کر پہنچ گیا جس کے دروازے میں بہت بڑا شیشہ لگا ہوا تھا۔ دروازہ کھولنے کا یہ انداز میں نے پہلی بار دیکھا تھا اور مجھے بہت پسند آیا تھا۔ آٹزک پیٹر نے دروازے کے ایک کنارے پر لگے ہوئے ایک سرخ بٹن پر انگلی رکھی اور دروازہ اس طرح ایک جانب کھسک گیا جیسے ہاتھوں سے سرکا دیا گیا ہو۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس عجیب و غریب دروازے کو دیکھا تھا اور آٹزک پیٹر نے میری آنکھوں سے یہ بات محسوس کی تھی۔

" یہ خودکار دروازہ ہے اس عمارت میں تمہیں بڑی جدتیں ملیں گی اس میں بے شمار کام میں نے اپنے ہاتھوں سے کیے ہیں۔"

" یہ دروازہ واقعی بہت عجیب ہے۔" میں نے کہا۔

" ہاں تم اسے جدید ترین کہہ سکتے ہو حالانکہ ابھی کچھ عرصے کے بعد اس میں کچھ اور جدت ہو جائے گی یعنی تم اس کے سامنے آکر کھڑے ہو گے اور دروازہ تمہارا سایہ پڑتے ہی کھل جائے گا" آٹزک پیٹر نے کہا۔

" اوہ! وہ کس طرح ؟"

" سائنسی ترقی اپنے عروج پر ہے بے شمار چیزوں کے لیے کام ہو رہا ہے۔ یہ تو بہت معمولی چیزیں ہیں میرے دوست۔ آؤ!" آٹزک پیٹر نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس ہال نما کمرے میں داخل ہو گیا اور پروفیسر جدید انسان کی ان خوبیوں کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ اس کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ انوکھی انوکھی چیزیں تھیں جو عقل میں نہیں آتی تھیں۔ یہ کافی بڑا ہال تھا جس میں نشست گاہ کا عجیب و غریب بندوبست کیا گیا تھا یعنی درمیان میں گول گول انتہائی آرام دہ کرسیاں تھیں جن کی پشت کھل جانے والی تھی۔ چاروں طرف دیواروں میں بڑے بڑے آئینے نصب تھے ان آئینوں کے پیچھے عجیب سی چیزیں گردش کر رہی تھیں۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے کہیں روشنی نظر آتی تھی اور پھر خود بخود بجھ جاتی تھی۔ کہیں کوئی باریک نقطہ تیر رہا ہوتا تھا اور وہ تیرتا ہوا نقطہ شیشے کے سامنے جا کر خود بخود معدوم ہو جاتا اور پھر اس کے دوسرے کنارے پر طلوع ہوتا اور اپنا سفر جاری کر دیتا۔ یہ ساری چیزیں ناقابلِ فہم تھیں تو پروفیسر! اس وقت میں نے سوچا کہ سلانوس کا ہشت پہلو دانش کدہ تو اس عجیب و غریب جگہ کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ سفید بالوں والا بوڑھا جو جدید لباس میں ملبوس ہے نہ جانے اپنے ذہن میں کیا کیا اسرار رکھتا ہے۔ میرے دل میں اس کے لیے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ پروفیسر! اور میں نے سوچا کہ اس دانشور سے میں اس کی دنیا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکوں گا چنانچہ میں نے اس سے تعاون کا فیصلہ کر لیا اور اس کے اشارے پر اس جگہ بیٹھ گیا جہاں اس نے مجھ سے بیٹھنے کو کہا تھا۔

" مسٹر گولڈ دیکھو حکومت نے تمہیں میرے حوالے کیا ہے۔ اس لیے کہ میں اپنے سائنسی آلات سے تم سے معلوم کروں کہ تم نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے یا نہیں ؟ تو میرے دوست یہ سائنسی مشینیں ذہن کو کھولنے میں بڑی کارآمد ہوتی ہیں ساری باتیں خود بخود پتہ

چلا لیتی ہیں یعنی تمہارا ذہن وہ سب کچھ اگل دے گا جو اس میں موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں تھوڑی سی جسمانی تکلیفیں بھی برداشت کرنا ہوں گی۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر پیٹر!" میں نے کہا۔

"یوں سمجھو میرے دوست کہ ان مشینوں کے ذریعے تمہارے ذہن کو کریدا جائے گا جب تم اس مشین کے سامنے بیٹھو گے تو تمہارے ذہن میں سوئیاں سی چبھیں گی اور پوشیدہ احساسات کے وہ خلیے کھل جائیں گے جن میں اس لڑکی کے قتل کا راز پوشیدہ ہے۔ یہ سب سائنسی معاملات ہیں ممکن ہے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تم مجھے ایک سیدھے سادے انسان معلوم ہوتے ہو۔"

"کیا آپ اس حیرت انگیز طریقے سے مجرموں کے ذہنوں سے ایسے پوشیدہ راز معلوم کرتے ہیں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں یہ ذمے داری میرے سپرد ہے یعنی وہ لوگ جو پولیس کے قابو میں نہیں آتے انہیں میرے سپرد کر دیا جاتا ہے، میں نے پولیس کو یہ سہولتیں فراہم کر رکھی ہیں۔"

"تو مسٹر پیٹر! میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ذہن کو کھولیں۔"

"میں اپنے اور تمہارے درمیان دوستی کی ایک فضا قائم کرنا چاہتا ہوں چنانچہ میں نہیں چاہتا کہ وہ انداز اختیار کروں جو ہمارے درمیان دوستی ختم کر دے یا یہ احساس دلائے کہ تم نے مجھ سے تعاون نہیں کیا اور میں نے تم سے۔"

"مسٹر پیٹر! میری دلی خواہش ہے کہ آپ میرے ذہن کو کھولیں۔"

"گویا تم خود کو اس طرح مضبوط پاتے ہو کہ میری ان مشینوں کو ناکام کر دو؟" پیٹر نے پوچھا۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر کیا بات ہے۔ میری خواہش ہے میرے دوست کہ تم مجھے وہ سب کچھ بتا دو جو تم نے پولیس کی کوششوں کے باوجود نہیں بتایا ایسی صورت میں مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں پڑے گی جو تمہارے انکار کی صورت میں پیش آئیں گی۔"

"آئزک پیٹر! میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ذہن کا تجزیہ کرو۔ اور ان باتوں کو معلوم کرو جو میں نے پولیس کو نہیں بتائی ہیں باقی ساری گفتگو میں اس کے بعد ہی کروں گا۔"

پیٹر الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے گہری سانس لی اور بولا۔ "تمہاری مرضی ہے میرے دوست اس طرح میں محسوس کروں گا کہ تم نے مجھ سے عدم تعاون کیا ہے اور اگر تم مجھے یہی باور کرانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ہاں یہ تو بتاؤ کیا پیو گے؟"

"تمہارے اس عمدہ رویے کی وجہ سے میرے ذہن میں تمہارا احترام پیدا ہو گیا ہے پیٹر! لیکن جو کچھ میں تمہیں بتاؤں گا تم بھی ان پولیس والوں کی طرح مجھ پر یقین نہیں کرو گے۔"

"اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ تم مجھے بتاؤ۔"

"لیکن ایک شرط پر!"

"چلو ٹھیک ہے شرط بھی بتا دو۔"

"شرط یہ ہے کہ تم میری ان باتوں پر بالکل یقین نہیں کرو گے اور میرا ذہنی تجزیہ کرنے کی کوشش کرو گے اور اس اصرار کی وجہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ جب تم میرے ذہن سے وہ راز نکال چکے ہو گے جو میں اپنی گفتگو کے دوران تم سے پوشیدہ رکھوں گا۔"

"نہ جانے تم مجھ سے کیسا امتحان لینا چاہتے ہو۔ تاہم اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو ٹھیک ہے مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔" پیٹر نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"دراصل مسٹر آئزک پیٹر! میرا تعلق ایک ایسے علاقے اور ایک ایسی بستی سے ہے جسے اگر تمہاری دنیا سے دور کی بستی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ یہ بستی ایسے لوگوں کی بستی ہے پیٹر جو جدید دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتے یوں سمجھو کہ وہ غاروں سے نکل آنے والے ہیں جو تہذیب سے قطعی طور پر ناآشنا ہیں پھر جب میں تمہاری اس تہذیب کی دنیا میں داخل ہوا تو تقریباً ہر چیز سے ناواقف تھا مجھے لوگوں نے ایک کھلونے کی شکل دے دی۔ لیکن میں نے ان کی بات کا برا نہیں مانا یعنی وہ لوگ جو مجھے میری سادگی کی بنا پر اپنے لیے استعمال کرتے رہے میں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا صرف ان بنیادوں پر کہ میں اس دنیا کو دیکھوں اور معلومات حاصل کروں۔ میں نے ہر شخص سے تعاون کیا اور یہی تعاون مجھے ان لوگوں تک لے گیا جن کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس دنیا کے قانون سے باغی ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جو حکومت کی نگاہ میں ناجائز ہے اور جس کے لیے سزا متعین کر دی گئی ہے لیکن میں تو دیکھنے والا تھا متلاشی تھا، پھر بھلا کسی قسم کی مداخلت کس طرح کرتا تھا۔ یوں ہم ایک جزیرے پر پہنچے جو پوائنٹ اسی کہلاتا تھا اور میری یادداشت میں اس کا نام محفوظ ہے وہاں ایک لانچ فروخت ہوئی جسے خریدنے والا ایک شخص گریٹ مین تھا اور اس کا ایک ساتھی بیکن کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ لانچ اس لڑکی پنکی کی ملکیت تھی۔ سو جب پنکی کو لانچ کی فروخت کے بعد ایک بڑی دولت ملی تو وہ مجھے ساتھ لے کر یہاں آ گئی لیکن گریٹ مین کا ساتھی بیکن جس نے اس جزیرے پر ہی وہ لانچ اپنی قوت سے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی یہاں بھی اس لڑکی کے پیچھے لگا رہا۔ اس نے مجھے اور لڑکی کو دو مختلف فریب دے کر بالآخر لڑکی کو قتل کر دیا اور مجھے اس لڑکی کے قتل کے الزام میں سزا دینے والوں کے حوالے کر دیا میرا ذہن اتنی دور رس سوچ

نہیں رکھتا مسٹر پیٹر کہ میں ان لوگوں کی سازش کا اندازہ لگا سکتا لیکن بیکن کو دیکھنے کے بعد مجھے فوراً پتہ چلا کہ اس کے پس پردہ کون شخص ہے سو ان لوگوں کے پاس بھی بیکن موجود تھا جنہیں تم پولیس والے کہتے ہو اور بیکن نے اپنی ذہانت اور چالاکی سے ان لوگوں کو یہ باور کرا دیا کہ پنکی کو قتل کرنے والا میں ہوں۔ بتاؤ ڈیئر پیٹر! کہ میں پنکی کو کیوں قتل کرتا اور اگر قتل کرتا تو وہ دولت میرے پاس ہی ہوتی اور جبکہ میں دولت کا صحیح مصرف بھی نہیں جانتا تو مجھے اس سے کیا غرض؟"

پیٹر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور جب میں نے اپنی بات ختم کی تو اس کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یہ تو تم نے مجھے کوئی نئی بات نہیں بتائی دوست یہ ساری باتیں تو تم پولیس کو بھی بتا چکے ہو۔ ان حالات میں تو میرے لیے بالکل مجبوری ہے کہ میں اپنے سائنسی ذرائع سے تمہارا ذہن کھلواؤں۔"

"ہاں ہاں میں چاہتا ہوں کہ تم ایسا کرو۔" میں نے کہا اور پیٹر کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تمہیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں مسٹر گولڈ کہ پیٹر جو کچھ ہے اس کے بارے میں میرے اپنوں میں سے بھی کوئی صحیح اندازہ نہیں رکھتا۔"

"ممکن ہے مسٹر پیٹر، میں اس بات سے انکار نہیں کر رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"ایسی حالت میں مسٹر گولڈ! میں تمہیں آخری موقع دیتا ہوں کہ بغیر کسی اذیت اور تکلیف کے مجھے سچ سچ بتا دو اور اس کے بعد میں تم سے کوئی بات نہیں کہوں گا۔"

"وعدہ کرتے ہو مسٹر پیٹر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا؟"

"یہ کہ اس کے بعد آپ اور کوئی بات اس سلسلے میں مجھ سے نہیں کہیں گے۔"

"ہاں میں آپ سے آخری بار کہہ رہا ہوں مسٹر گولڈ! کہ میرے تعاون سے فائدہ اٹھائیں۔"

"تو میں آخری بار انکار کر رہا ہوں مسٹر پیٹر اور آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ میرے ذہن سے وہ تمام چیزیں اخذ کر لیں جو آپ کے لیے کارآمد ہوں۔" میں نے کہا اور پیٹر نے ایک گہری سانس لی۔

"بہتر۔" اس نے پرسکون لہجے میں کہا اور پھر اٹھ گیا۔ "کیا آپ میرے ساتھ تشریف لائیں گے؟"

"کیوں نہیں، آپ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

"شکریہ آئیے۔" آئزک پیٹر نے کہا اور میں کھڑا ہو گیا لیکن آئزک پیٹر کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا بلکہ وہیں قریب ہی پڑی ہوئی ایک میز کی جانب بڑھ گیا۔ میز کے نزدیک پہنچ کر اس نے مجھ سے کہا کہ میں میز پر لیٹ جاؤں۔

"ایک بات بتائیں مسٹر آئزک پیٹر!" میں نے سوال کیا۔

"جی پوچھیں۔"

"آپ ان لوگوں سے یہ کہہ کر مجھے یہاں تک لائے ہیں کہ آپ میرے بارے میں سب کچھ معلوم کر لیں گے اور میری زبان کھلوا لیں گے سب کچھ تسلیم کرا لیں گے مجھ سے کہ میں نے پنکی کو قتل کیا ہے۔"

"ہاں میں نے یہی کہا ہے ان سے!"

"لیکن کیا آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ میں ان میں سے بہت سے لوگوں کے قابو میں نہیں آ سکتا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ اگر میں اس میز پر لیٹنے سے انکار کر دوں تو آپ کون سے ذرائع اختیار کریں گے؟"

"اوہ" پیٹر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "گویا تم مجھ سے تعاون پر آمادہ نہیں ہو۔"

"ممکن ہے نہ ہوں۔"

"اگر تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے میرے دوست تو میں تمہیں بے ہوش کر دوں گا۔"

"خوب، خوب وہ کس طرح۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اور دفعتاً پیٹر نے جیب سے ایک پستول نکال لیا۔ ویسا ہی مشینی کھلونا جو انسانی زندگی چھیننے کے کام آتا تھا لیکن اس کی شکل ذرا مختلف تھی، وہ سامنے سے کافی لمبا اور پھیلی ہوئی شکل میں تھا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور میں نے کہا۔

"مسٹر پیٹر اگر یہ کھلونا بھی مجھ پر کارآمد نہ ہو سکا تو؟"

"یہ کھلونا نہیں میرے دوست بلکہ میری ایک مخصوص ایجاد ہے، اس میں سے گولی نہیں نکلے گی بلکہ ایک ایسا غبار نکلے گا جو ہاتھی کو بھی ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیتا ہے۔"

"تو مسٹر پیٹر آپ اسے مجھ پر آزمائیے!"

"کیا تم دیوانے ہو؟" آئزک کے لہجے میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو گئی اور میں ہنس پڑا۔

"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"اگر ایسی ہی بات ہے تو جہنم میں جاؤ۔" آئزک پیٹر نے کہا اور اس کھلونے کا رخ میری طرف کر کے فائر کر دیا۔

زرد رنگ کا غبار اس کھلونے کے سامنے کے رخ سے نکلا اور میرے چہرے سے ٹکرایا۔

لیکن پروفیسر! تمہارا کیا خیال ہے کیا میں بے ہوش ہو جانے والوں میں سے تھا؟" اس نے پروفیسر خاور سے سوال کیا پروفیسر خاور اس کی جانب دیکھنے لگا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس داستان کی دلچسپی بولنے کا موقع ہی نہ دیتی تھی چنانچہ چند ساعت کے انتظار کے بعد اس نے کہا۔

"آئزک پیٹر کی کوشش بے سود رہی تھی پروفیسر۔ غبار میرے چہرے سے ٹکرایا اور منتشر ہو گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ آئزک پیٹر کی یہ کوشش ناکام ہو گئی تھی۔

"آئزک پیٹر تم لوگ وہ سب کچھ نہیں کر سکتے جو آج تک کرتے رہے ہو اور کرنا چاہتے ہو" میں نے کہا لیکن آئزک پیٹر نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ایک ساتھ دو تین فائر میرے چہرے پر کر دیئے تھے اور اب وہ اس کے نتیجے کا منتظر تھا۔

لیکن میں نے اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار دیکھے اس نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے آلے کا رخ اپنی جانب کیا اور اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے بعد اس نے ہوا میں فائر کیا اور یکے بعد دیگرے کئی فائر اس نے میرے چہرے کی جانب کر ڈالے۔

"بے کار ہے۔ میرا خیال ہے اب تم اسے جیب میں رکھ لو" میں نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی" اس نے پریشان لہجے میں کہا بہت سی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی آئزک پیٹر! بہر صورت میں نے ایک خیال پیش کیا تھا کہ اگر میں تمہاری بات نہ مانوں اور اگر میں چاہوں تو تمہاری گردن توڑ کر تمہارے ہاتھوں پر رکھ سکتا ہوں لیکن میں یہ نہیں کروں گا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس اجنبی بستی سے آیا ہوں، جو تہذیب سے ناآشنا ہے اور یہاں آنے کے بعد میرے دل میں بے پناہ آرزو ہے کہ میں تمہاری دنیا کے بارے میں وہ سب کچھ معلوم کروں جو یہاں مجھے معلوم ہو سکے لیکن آئزک پیٹر تم سب۔ تم سب اپنی اپنی باتیں کرتے ہو، تم سب خود غرض ہو تم سب صرف وہ بات سننا پسند کرتے ہو جو تمہارے مطلب کو پورا کرتی ہو۔ دوسرے کے لیے نہ تو تم کچھ کرتے ہو اور نہ ہی کچھ کرنے کے خواہش مند ہو، تم سب بے پناہ خود غرض ہو اتنے کہ میں نے کبھی اس طرح کے انسان نہیں دیکھے۔

میں تم سب سے مایوس ہو گیا ہوں اور میں نہیں کہتا کہ اس قدر مایوس ہونے کے بعد میں تمہارے درمیان رہوں گا یا یہاں سے چلا جاؤں، میں کوئی ایسی جگہ اپنا لوں گا جہاں تم جیسے کوئی شخص نہ ہو اور تہذیب کی اس دنیا کو میں ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھوں گا۔ میرے ساتھ ایسا برا سلوک ہو رہا ہے ..... حالانکہ اگر

میں چاہوں تو اپنے لیے ایک بہتر مقام حاصل کر سکتا ہوں یہاں پر لیکن میں تم سب سے ناواقف ہوں۔ ابھی میں تمہارے لیے اجنبی ہوں۔ میں اپنی ضرورت پوری کرنا چاہتا ہوں لیکن جائز ذرائع سے بہر صورت آئزک پیٹر اس کے باوجود کہ تم سب مجھے بہت ستا رہے ہو۔ میں تمہاری یہ خواہش پوری کیے دیتا ہوں میں میز پر لیٹ جاتا ہوں تم میرا تجزیہ کر لو" میں نے کہا اور لیٹ گیا۔

آئزک پیٹر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں مکمل طور پر جاننے کی کوشش کروں گا" اور اس کے بعد وہ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ پہنچ گیا بجانے وہ کیا کیا کرتا رہا لیکن اتنا ضرور ہوا تھا کہ مشینیں متحرک ہو گئی تھیں۔

میں اطمینان سے لیٹا ہوا تھا ایک آدھ بار میں نے گردن گھما کر آئزک پیٹر کو دیکھا جو ایک پردے کے سامنے کھڑا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ پردے پر کچھ تصویریں نمایاں تھیں اور آئزک پیٹر ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ وہاں کھڑا رہا پھر میری طرف آیا۔ اس نے اپنی مشینوں کو دیکھا اور پھر پردے کے پاس پہنچ گیا اور پروفیسر! وہ تقریباً چار پانچ بار میرے سامنے آیا اور ہر بار اس کے چہرے کی پریشانی عروج پر ہوتی۔

بالآخر کمرے کی ساری مشینیں بند ہو گئیں آوازیں آنا بند ہو گئیں اور آئزک پیٹر میرے نزدیک آ کر رک گیا پھر اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"بس اب اٹھ جاؤ!"

"ہاں مسٹر پیٹر! کیا حال ہے آپ کا؟"

"میرے ساتھ آؤ" آئزک نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا اور مجھے ساتھ لیے ہوئے وہ اس بار ایک دوسرے کمرے میں پہنچا۔

"براہِ کرم بیٹھ جاؤ" وہ اسی انداز میں بولا۔ میں اسے بڑا مضمحل سا پا رہا تھا۔ میں نے یہاں پر بھی اس سے تعاون کیا اور بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے آئزک پیٹر! تم تھکے تھکے سے نظر آ رہے ہو"

"مجھے اپنے بارے میں بتاؤ دوست!"

"کیا بتاؤں؟"

"جو کچھ تم ہو"

"مجھے یہ خطرہ تھا پیٹر کہ تم اپنی مشینوں کی ناکامی کے بعد مجھ سے یہی سوال کرو گے"

"دیکھو تمہارے علاوہ اگر کوئی شخص یہ بات کہتا تو شاید میں برداشت نہ کرتا، اتنا چراغ پا ہوتا میں کہ اسے گولی مار سکتا تھا۔ یہ مشینیں میری ساری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ ایسی جدید مشینیں کسی

دوسرے شخص کے پاس نہ ہوں گی۔ یہ میری سالہا سال کی محنت کا ثمرہ ہے اور آج تک میں ان مشینوں پر اپنے مقصد بر آری میں ناکام نہیں رہا ہوں لیکن تم۔ تم بجانے کیا ہو۔ تمہارے ذہن پر ایسے آہنی پردے پڑے ہوئے ہیں کہ تمہارے ذہن میں جھانکنا ناممکن بلکہ قطعی ناممکن ہے" میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا "مجھے سخت حیرت ہے گولڈ۔ مجھے بتاؤ کیا یہ سب کچھ تمہاری کس کوشش کا نتیجہ ہے"

"کسی انسان کی قوت مشینوں کو ناکارہ بنا سکتی ہے مسٹر پیٹر؟"

"ممکن نہیں ہے!"

"پھر تمہارا ذہن اس طرح کیوں سوچ رہا ہے؟"

"پھر میں اسے کیا کہوں۔ ان مشینوں کو دنیا کی عظیم ایجاد کہا جا سکتا ہے اور اسی ایجاد کی بنیاد پر میرے وطن میں میری عزت و عظمت ہے اور میں اس عزت کو کھونا نہیں چاہتا لیکن تم۔ تم"

"بہر حال تم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے پیٹر کہ میں تم سے تعاون کر چکا ہوں"

"ہاں مجھے اعتراف ہے لیکن تم نے میری مشینوں کو شکست دی ہے" آئزک پیٹر کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرے لیے اور کیا حکم ہے پیٹر؟ اب تم مجھے پولیس کے حوالے کر دو" میں نے کہا لیکن آئزک پیٹر نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا میں خاموشی سے اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر جب وہ کچھ نہ بولا تو میں نے کہا "اپنی سرکاری حیثیت کے علاوہ اگر تم مجھ سے کوئی گفتگو کرنا چاہتے ہو تو میں تیار ہوں"

اور میری اس بات پر وہ چونک پڑا۔ "دل و جان سے ان مشینوں سے میری جذباتی وابستگی ہے لیکن تمہارے سلسلے میں پہلی بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اور اب تمہاری حیثیت دوسری چیزوں سے بڑھ گئی ہے اگر تم میرے اوپر بھروسہ کر سکتے ہو تو مجھ سے تعاون کرو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا قابل اعتماد دوست ثابت ہوں گا"

"ان الفاظ پر اب مجھے اعتبار نہیں رہا مسٹر پیٹر!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمہاری اس دنیا میں بہت سے لوگوں نے مجھ سے یہی الفاظ کہے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں نکلا جس نے انہیں پورا کیا ہو۔ سب ہی کسی نہ کسی چکر میں رہے ہیں اور جب میں الجھن میں گرفتار ہوا تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا مسٹر پیٹر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عام طور پر انسان کی سوچ یہی رہی ہے کہ اگر کوئی اس کے لیے کار آمد ہوتا ہے تو وہ اس کے پیچھے دوڑتا رہتا ہے لیکن جب وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ شخص جس نے اس کے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن اس کے لیے باعث الجھن بن رہا ہے تو وہ خاموشی سے اسے چھوڑ دیتا ہے لیکن مجھے کچھ ایسے لوگ ملے ہیں جو بے لوث ساتھی رہے ہیں اور انہوں نے اس دنیا کے بارے میں معلومات اور تحقیقات کے بارے میں میری مدد بھی کی ہے اور خود بھی اس سے فائدہ اٹھایا ہے مجھے وہی انداز پسند ہے، برابری کی بنیاد پر اور لالچ کے اس احساس کو ذہن سے نکال کر اگر دوستی کی جائے تو وہ زیادہ پائیدار دوستی ہوتی ہے"

"میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین نہیں دلا سکتا گولڈ۔ اس کے علاوہ میں تم سے یہ بھی نہیں کہوں گا کہ میں اس دنیا کا سب سے بے غرض اور بے لاگ ہوں۔ تمہاری ذات میں بھی میرا مفاد ہے حالانکہ میں اس وقت ایک مضبوط حیثیت کا مالک ہوں جبکہ تم ایک مجرم ہو اور فی الوقت حالات کے ہاتھوں مجبور"

"بات یہ ہے مسٹر پیٹر! میں نے خود کبھی کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں کی، میں پولیس کی قید میں ہوں جب چاہوں وہاں سے نکل سکتا ہوں لیکن میں پھر وہی بات کہوں گا کہ میں اس دنیا کو دیکھنے کی غرض سے یہاں ... آیا ہوں۔ اور کسی اچھے ساتھی کی مدد سے اپنی یہ خواہش پوری کرنے کا خواہش مند ہوں، اس اچھے ساتھی کی تلاش میرے لیے ذرا مشکل ہے۔ یہ درست ہے کہ میں کسی کے کام آؤں گا تو میری مدد کی جائے گی۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ اگر میں تمہارا معاون ہوں تو تم میرے معاون بنو"

"اگر تم اتنے ہی مضبوط ہو گولڈ تو انتظار کرو۔ وقت اپنے ہر سوال کا جواب خود دیتا ہے"

"چلو ٹھیک ہے میں تیار ہوں" میں نے کہا "اگر میں مجبور ہوں کہ اس دنیا کے کسی فرد کسی مخلص فرد کے سہارے اس دنیا کو دیکھوں اگر وہ تم ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں"

"تب پھر مجھ سے دوستی کر لو" پیٹر اٹھ کر میرے نزدیک آ گیا اور اس نے اپنا چوڑا ہاتھ پھیلا دیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا چوڑا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا پھر میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اور اب جو کچھ میں کہوں اس پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر لینا میں تمہیں اپنے بارے میں مکمل تفصیل نہیں بتاؤں گا لیکن چند ایسی چیزیں ضرور بتاؤں گا جو تمہاری الجھن دور کر سکیں"

"ٹھیک ہے اس حد تک بھی گوارا ہے" پیٹر نے جواب دیا۔

"تب تم سوال کرو میں اس کا جواب دوں گا"

"کیا تم کسی خاص ذہن کے مالک ہو، میرا مقصد ہے کہ میری مشینیں تمہارے ذہن میں کیوں نہیں جھانک سکیں"

"میرے اندر کچھ قدرتی صلاحیتیں ہیں مسٹر پیٹر، جن کی بنا پر میں عام لوگوں سے ذرا مختلف ہوں"

"کیسی صلاحیتیں؟"

"ان میں سے کچھ صلاحیتیں تم دیکھ چکے ہو۔ وہ یہ کہ تم اپنی تمام تر کوششوں اور تجربے کے باوجود میرے ذہن میں نہ جھانک سکے اس کے علاوہ مجھے کسی بھی قسم کی دولت کا کوئی لالچ نہیں ہے میں اس دنیا میں اس معاشرے میں کوئی مقام بنانا نہیں چاہتا۔ صرف اور صرف اس دنیا کو دیکھنے کا خواہش مند ہوں اگر پنکی کے قتل ہونے کے بعد وہ دولت میرے ہاتھ لگ بھی جاتی تو تم یقین کرو میں اس دولت کے مصرف سے ناواقف ہوں۔ پنکی نے مجھ سے کہا تھا کہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد وہ مجھے دنیا کی سیر کرائے گی لیکن اس سے پہلے ہی بیکن نے اسے قتل کر دیا۔"

"ایک بات بتاؤ دوست!"

"پلو پوچھو!"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اسے بیکن ہی نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں۔"

"تو سنو۔" پیٹر آگے جھک آیا۔ "اگر پنکی کو بیکن نے قتل کیا ہے اور وہ دولت اس کے پاس پہنچ چکی ہے تو ہم اس دولت کو اس کی ملکیت کیوں رہنے دیں۔" پیٹر نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔

"اس دولت میں ہمارا بھی تو حق ہے ہمارے سے میری مراد ہم دونوں ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ عظیم آدمی بہت ہلکا ہو گیا تھا۔

تاہم اب مجھے اس دنیا میں ہی گذارا کرنا تھا۔ بلکہ بھاری ہر قسم کے لوگ میرے لیے قابل قبول تھے اگر اس دنیا کا یہی معیار تھا پروفیسر! تو میں اس سے الگ کیسے ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔

"تم دیکھو گے آئزک پیٹر کہ وہ دولت بیکن کے پاس ہی برآمد ہو گی لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے میرے دوست کہ اس سلسلے میں سارے کام تم خود کرو گے میں تو تمہاری اس دنیا سے ناواقف ہوں، میری جو خواہش ہے وہ میں نے تم سے دہرا دی ہے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں چاہتا۔"

"لیکن جو کچھ میں چاہوں وہ کر تو سکتے ہو۔" پیٹر نے سوال کیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں تم سے تعاون کروں گا لیکن کیا تم بھی میری خواہش پوری کرنے میں میری مدد کرو گے؟"

"دل و جان سے۔ اور میں تمہیں وعدوں پر نہیں رکھوں گا۔ بلکہ تمہارے لیے فوری طور پر کچھ نہ کچھ کر دوں گا۔"

"تو پھر بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"ڈیئر گولڈ! میں تمہاری ان عجیب و غریب صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ اور تم میری۔ چنانچہ ابتدائی مرحلے کے طور پر میں کل دوبارہ تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گا اور اسے بتاؤں گا کہ تم نے پنکی کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے۔ اس طرح بیکن کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ اب وہ آزاد ہے اور کسی خطرے میں نہیں ہے پولیس تمہیں مقدمہ چلانے کے لیے اپنے پاس رکھے گی لیکن یہ میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں پولیس کے قبضے سے آزاد کرا لوں گا۔ اور اس کے بعد ہم بیکن کو دیکھیں گے۔ اس دوران میں بیکن کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لوں گا۔ اور اس کی رہائش گاہ بھی دیکھوں گا۔ پھر ہم اور تم مل کر... کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے پیٹر سے اتفاق کیا۔

"اس دوران میں تمہاری پوشیدہ صلاحیتوں پر بھی ریسرچ جاری رکھوں گا اور تمہیں ایک ایسی قوت بنانے کی کوشش کروں گا جس کا کوئی ثانی نہ ہو۔" آئزک پیٹر نے کہا اور اس کی اس بات پر میرے ہونٹوں پر حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

بہرصورت پروفیسر یہاں آنے کے بعد میں نے سب کچھ دیکھا تھا۔ اس دنیا کا یہ سائنسدان بجانے خود کو کیا سمجھتا تھا حالانکہ میرے نزدیک اس کی حیثیت کچھ بھی نہ تھی ——— یہاں آنے کے بعد میں نے بددلی محسوس کی تھی لیکن یہ بددلی صرف اس دنیا کے لوگوں سے تھی ان کی ایجادات سے نہیں۔ مجھے مستقبل کا یہ دور پسند نہیں آیا تھا، یہاں کا ہر شخص اپنے ذاتی مفاد کے لیے اپنی سطح سے نیچے گر جاتا تھا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی، ذاتی مفاد کے لیے اس حد تک گر جانا۔ میں نے صدیوں میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

لیکن اس کے باوجود پروفیسر جدید دنیا کی ایجادات نے مجھے متاثر کیا تھا۔ یہ دنیا بڑی حسین تھی۔ ان پُرہوس لوگوں نے بجانے کس جذبے کے تحت اس دنیا کو اس حد تک حسین بنا دیا تھا کہ انہیں نظر انداز کر کے صرف ان کی کاوشوں کو دیکھنے کو جی چاہتا تھا چنانچہ میں نے سوچا تھا کہ تھوڑا سا وقت اور اس دنیا میں گزار لوں۔ اس کے بعد دیکھوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے ویسے یہ یقینی امر تھا کہ میں زیادہ عرصہ اس دنیا میں قیام نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے آئزک پیٹر کی تمام کارروائیوں سے اتفاق کر لیا تھا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ بڑے خلوص سے پیش آ رہا تھا بظاہر وہ مرا مخلص بھی نظر آ رہا تھا۔ اس نے میری رہائش کے لیے اعلیٰ بندوبست بھی کیا اور مجھے کہا کہ کل صبح وہ مجھے پولیس کے حوالے کر دے گا اور اس کے بعد دو یا تین دن میں میں آزاد ہو جاؤں گا۔

رات کے کھانے پر آئزک پیٹر نے مجھے بلایا، اس دوران میں اپنی رہائش گاہ میں مقیم رہا تھا جو آئزک پیٹر نے مجھے مہیا کی تھی۔ اس کے اہل خاندان کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اور نہ ہی میں ان ساری باتوں کو معلوم کرنے کا خواہش مند تھا لیکن کھانے کی میز پر آئزک پیٹر کے علاوہ ایک نوجوان لڑکی بھی تھی۔ جسمانی طور پر بے حد حسین لیکن صورت بالکل بچوں کی مانند گفتگو میں بھی بچوں کا سا انداز تھا جب میں اس کمرے میں پہنچا تو وہ کرسی سے کھڑی ہو گئی۔

"اوہ ڈیڈی! یہ ہیں آپ کے نئے دوست، کیا نام بتایا تھا آپ نے ان کا؟" اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔

"لاک۔" آئزک پیٹر نے میری جانب آنکھ دباتے ہوئے کہا گویا وہ مجھے اشارہ کر رہا تھا کہ میں اسے اپنا صحیح نام نہ بتاؤں۔

"تعجب کی بات ہے ڈیڈی! آپ کے دوست تو عموماً خشک مزاج اور بوڑھے ہوا کرتے ہیں۔ مسٹر لاک تو بے حد حسین ہیں۔ اور نوجوان بھی۔ ڈیڈی یہ تو مقامی نوجوانوں سے بڑے مختلف معلوم ہوتے ہیں اور ان کا رنگ۔" وہ اپنی کرسی کھسکا کر پیچھے ہٹی۔ اور گھوم کر میرے نزدیک آ گئی۔ پھر اس نے میرے بازوؤں پر ہاتھ پھیرا۔

"ڈیڈی! بالکل یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہ یہ بازو سونے کے بنے ہوئے ہوں۔" اس نے کہا اور آئزک ہنسنے لگا۔ پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"یہ میری بیٹی اینی ہے اینی پیٹر!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" لڑکی نے خوش ہو کر کہا اور اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے رسم و رواج کے مطابق اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"تشریف رکھیے جناب! آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے۔" اینی نے کہا، وہ میری طرف بھرپور توجہ سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کھانے کی میز پر میری بڑی خاطر مدارات کی۔ کھاتے کھاتے دفعتاً وہ بول پڑی۔

"دراصل ڈیڈی کے دوست کبھی کبھی یہاں آتے ہیں لیکن وہ اتنے بور ہوتے ہیں کہ ان سے بات کرنا تو درکنار ان کے پاس بیٹھنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ بس سڑے سڑے سے چہرے کبھی مسکراہٹ بھی نہیں آتی ان کے چہروں پر، اور پھر وہ ڈیڈی سے گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ میں بھی یہاں موجود ہوں اور مجھے سائنس کے بارے میں نہ تو کوئی معلومات ہے اور نہ ہی کوئی دلچسپی، آپ خود دیکھیں نا! مسٹر لاک کہ ایسے لوگوں کو جو نہ میرے ہم عمر ہوں نہ ہم عصر انہیں کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن آئزک پیٹر ہنس رہا تھا پھر اسی نے کہا۔

"اینی بڑی ہو گئی ہے لیکن نہ جانے کیوں اس کی ذہنی نشوونما عمر کا ساتھ نہ دے سکی۔ یہ بالکل معصوم ہے بچوں کی مانند اور بچوں ہی کے سے انداز میں گفتگو کرتی ہے چنانچہ ڈیئر لاک! اگر کبھی تمہیں اس کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اسے بچہ سمجھ کر معاف کر دینا۔"

میں نے ان الفاظ کے جواب میں کچھ نہیں کہا اور خاموشی سے کھانے میں مصروف رہا۔ کھانے کے بعد دیر تک آئزک پیٹر مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد جب کافی رات ہو گئی تو اس نے مجھے سونے کی ہدایت کی اور مجھے میری رہائش گاہ تک پہنچانے کے لیے آیا۔ اینی بھی مجھ سے رخصت ہو کر اپنی خواب گاہ کی جانب چلی گئی۔

خواب گاہ میں پہنچ کر میں آرام سے لیٹ گیا اور پروفیسر اب یہ دنیا مجھے اتنی عجیب نہیں لگتی تھی میں بستر پر لیٹے لیٹے ان حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ جو مجھے پیش آ رہے تھے بھلا میں یہاں اور کوئی مقام کس طرح حاصل کر سکتا تھا۔ یہاں تو اگر کسی حیثیت سے اٹھیں بھی تو دوسروں کے لیے دلچسپی کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور پھر وہ لوگ اس کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں کہ مجھے بندر کی طرح اپنے اشاروں پر نچائیں اور اپنا مفاد حاصل کریں۔

لیکن پروفیسر! یہ تو میری سرشت ہی نہ رہی تھی میں کچھ بھی تھا کسی کے ہاتھوں ناچنا پسند نہیں کرتا تھا۔ ہر دور میں یہی ہوا تھا کہ لوگوں نے مجھے کوئی نرم چارہ سمجھ کر استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن بالآخر میں ان کے حلق کی ہڈی بن گیا ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کچھ وقت میں نے انتظار میں گزارا ہو۔

اپنے بستر پر لیٹے لیٹے میں نے اپنے ذہن میں بہت سے منصوبے بنائے میں نے سوچا کہ اس وقت اس شخص سے تعاون بھی برا نہیں ہو گا۔ ممکن ہے یہ میرے سلسلے میں میرا معاون اور مددگار ثابت ہو۔ بہرحال ایک بات کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ وہ بھی ایک لالچی انسان تھا اور اس دنیا کے عام لوگوں کی مانند دولت حاصل کرنے کا خواہش مند چنانچہ اگر میں فی الوقت اس کے کسی کام آ سکا تو کوئی حرج نہیں ہے ممکن ہے وہ میرا بہتر ساتھی ثابت ہو تو میں نے آخری فیصلہ کر لیا کہ اس کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ اور اس دنیا کو جاننے کے لیے اس کا تعاون حاصل کروں گا اور جب یہاں کے رہنے والے سب ہی ایک ہی فطرت کے لوگ ہیں تو اچھے لوگوں کی تلاش میں کہاں وقت ضائع کروں اس لیے بہتر یہی ہے کہ آئزک پیٹر کا ساتھ دوں اور اس سے اپنا مفاد حاصل کر لوں۔ ہاں پروفیسر! میں بھی مفاد پرست بن گیا تھا اور اب اس سلسلے میں بہتر انسانوں کی تلاش کا خواہشمند

نہیں تھا۔

پھر جب یہ مرحلہ میرے ذہن میں طے ہو گیا تو میری نگاہوں میں کچھ شکلیں ابھر آئیں۔ پنکی تھی جو قتل ہو گئی، جولی تھی جس نے میرا بہتر طور پر ساتھ دیا تھا اور اب ایک اور شکل سامنے آئی تھی۔ ایک معصوم سی، ایک بچگانہ سی شکل۔ بے تکان باتیں کرنے والی لیکن جس کا بدن بھرپور تھا میں اس لڑکی کے بارے میں سوچتا رہا۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی خاص تاثر نہیں ابھرا تھا لیکن اس کی معیت میرے لیے دلکش رہے گی۔ میں نے سوچا اور پھر آنکھیں بند کر لیں گویا میں اب عارضی نیند سونے کا خواہش مند تھا۔ دوسری صبح حسبِ معمول چمک دار تھی ہر چیز یکساں تھی اور یہی سب میرے ہم عصر تھے۔ گہرے سمندر جنہیں میں نے ابتدا سے دیکھا تھا اور وہ آج تک یوں ہی تھے چاند جو راتوں کو چمکتا تھا۔ ستارے جو اپنا ایک مخصوص دائرہ عمل رکھتے تھے اور انہیں ان کی جگہ سے کوئی جنبش نہیں دے سکا تھا۔ اور پھر دن کو چمکنے والا سورج جس کی بے شمار روایات منظر عام پر تھیں۔ یہ سب کے سب میری طرح ناقابلِ تسخیر تھے۔ اور سچی بات تو یہ ہے اگر میرے دوست تھے اور ہم عصر تھے تو یہی تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان کوئی گہرا رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔ سوائے ستاروں کے کہ ہم سب ایک دوسرے کو اپنی اپنی کہانی سنا سکتے۔ تو صبح کی کہانی یوں شروع ہوئی کہ آرنک پیٹر میرے کمرے میں آیا۔ اور مجھے غسل کرنے کی دعوت دی اور یہ غسل خانہ بھی خوب تھا انسان نے یہاں پر بھی آلات کو نہ چھوڑا تھا۔ نہانے کے لیے عجیب و غریب چیزیں تھیں اور میں ان چیزوں سے کافی دیر تک کھیلتا رہا باہر سے پیٹر ہی کی آواز سنائی دی تو غسل خانے سے نکلا۔

"ناشتے کی میز پر تمہارا انتظار ہو رہا ہے ڈیئر گولڈ!" اس نے کہا

"ایک بات بتاؤ پیٹر!" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں پوچھو۔"

"تم نے اپنی بیٹی کے سامنے میرا نام لاک لیا تھا۔"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"اس کی وجہ تھی میرے دوست!"

"کیا وجہ تھی؟"

"دراصل جیل سے آنے کے بعد تم میرے دوست تم میرے مہمان کی حیثیت سے رہو گے، میں نہیں چاہتا کہ لوگ تمہیں گولڈ کے نام سے جانیں۔ اول تو یہاں آنے والوں کی بہت کمی ہے پھر چند ہی ایسے ملنے والے ہیں جو مجھ سے ملاقات کے لیے آتے ہیں اور جو آتے ہیں ان کا تعلق صرف مجھ سے رہتا ہے میری بیٹی ایمی عام لوگوں سے دور رہتی ہے وہ خود بھی الگ تھلگ رہنا پسند کرتی ہے۔ لڑکیوں سے بھی اس کی دوستی نہیں صرف چند ہی لڑکیاں ہیں جو شاذ و نادر ہی اس سے ملتی ہیں۔ باقی اس کا کوئی اور حلقہ احباب نہیں ہے۔ تاہم میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی سے گولڈ کی حیثیت سے تمہارا تذکرہ کرے۔ اس لیے میں نے اس کے سامنے تمہارا نام لاک لیا تھا۔"

"اوہ یہ بات تھی۔ مجھے ناموں پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"ہونا بھی نہیں چاہیے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم قدم قدم پر مجھ سے تعاون کرو۔ اور اس بات پر بھروسہ رکھو کہ میں تمہارے لیے کوئی دردِ سری پیدا نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی تمہیں کسی ایسی آزمائش میں ڈالوں گا۔ جو تمہارے لیے تکلیف کا باعث ہو۔ بس میں تم سے بڑے بڑے دعوے نہیں کروں گا۔ گولڈ بلکہ لاک! لیکن تم آنے والے وقت میں دیکھو گے کہ تمہاری وہ ساری خواہشات پوری ہو گئیں جو تمہارے دل میں تھیں۔"

"ٹھیک ہے میں تو ہمیشہ وقت کا انتظار کرتا رہا ہوں۔"

"تو آؤ چلو ناشتہ کر لیں۔"

ناشتے کی میز پر ایمی ایک خوبصورت کھلتے ہوئے رنگ کے لباس میں ملبوس موجود تھی اس کے بالوں میں نارنجی رنگ کے پھول لگے ہوئے تھے اور ان پھولوں کے نیچے ہر قسم کی آرائش سے پاک سفید حسین چہرہ بے حد خوشنما لگ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے مجھے سلام کیا اور اس کا یہ انداز مجھے بڑا ہی بھلا لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تشریف رکھیے مسٹر لاک آپ کی رات کیسی گزری؟"

"پُرسکون۔" میں نے جواب دیا۔

"ناشتہ شروع کریں مسٹر لاک ہم آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے شاید آپ صبح کو دیر سے اٹھنے کے عادی ہیں میں تو بہت جلد جاگ جاتی ہوں۔ صبح کی ہوائیں پھولوں سے مس ہو کر جو خوشبو لیے ہوئے فضاؤں میں دوڑتی ہیں وہ بہت ہی حسین لگتی ہیں مجھے اور میں ان ہواؤں کا حسن سمیٹنے کے لیے ہمیشہ پائیں باغ میں نکل جاتی ہوں۔"

"خوشبوئیں تو مجھے بھی بہت پسند ہیں ایمی! اور نہ ہی میں دیر سے جاگنے کا عادی ہوں بس نئی نئی جگہیں ہوتی ہیں تو ان جگہوں کے رواج مجھے نہیں معلوم ہوتے۔" میں نے جواب دیا۔

"اگر آپ صبح کو جاگنے کے عادی ہیں تو مسٹر لاک کل سے میں صبح کو آپ کے پاس پہنچ جایا کروں گی اور پھر ہم ساتھ ہی باغ کی سیر کیا کریں گے! ڈیڈی تو کبھی میرا ساتھ نہیں دیتے وہ بھی دیر سے اٹھنے کے عادی ہیں۔"

"ساتھ تو تمہارا یہ بھی نہیں دے سکیں گے کیونکہ یہ آج کسی کام سے جا رہے ہیں۔" پیٹر نے جلدی سے کہا۔

"کہاں جا رہے ہیں مسٹر لاک؟"

"ایک ضروری کام سے۔" میرے بجائے آرنک پیٹر نے جواب دیا۔

"تو کیا آپ واپس نہیں آئیں گے؟"

"کیوں نہیں واپس آئیں گے، ممکن ہے ایک دو دن میں ہی واپس آ جائیں اور اس کے بعد ایک طویل عرصے تک ہم انہیں اپنے ساتھ ہی رکھیں گے۔" آرنک پیٹر میرے بولنے سے پہلے پھر جلدی سے بول پڑا۔

"تب ٹھیک ہے بہرصورت جب آپ واپس آ جائیں گے تو پھر ہم صبح کو ہوا خوری کیا کریں گے۔ مجھے بہت ہی پسند ہے صبح کی سیر اور اگر اس میں میرے ساتھ آپ جیسا کوئی شخص بھی ہو تب تو پھر مزا ہی آ جائے گا۔ میں تنہائی سے اتنی اکتا گئی ہوں اور ڈیڈی سے بار بار ذکر کرتی ہوں لیکن وہ میری تنہائی کا کوئی حل تلاش نہیں کر سکے۔"

"اوہ میرا خیال ہے میں تمہارے لیے کوئی بہتر حل تلاش کر لوں گا لیکن مجھے تھوڑا سا موقع اور دو بے بی!" آرنک پیٹر نے کہا۔

"یہ تو آپ ایک طویل عرصے سے کہہ رہے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں میں بھی اس کی عادی ہو چکی ہوں۔" ایمی ہنس کر بولی اور آرنک بھی بے تکے انداز میں ہنسنے لگا۔ میں خاموشی سے باپ بیٹی کی گفتگو سنتا رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آرنک پیٹر مجھے آج ہی پولیس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے اور مجھے اس سلسلہ میں کوئی تردد بھی نہیں تھا میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے اگر آرنک پیٹر میرے ساتھ تعاون کرنا چاہتا ہے تو مجھے خود ہی پولیس کے چنگل سے نکال کر لائیگا تو بہتر یہی ہے کہ میں اس کا انتظار کروں۔ دوسری صورت یہی تھی کہ میں جب وہاں سے اکتا جاتا تو وہی سب کچھ کر کے باہر نکل آتا جو میں نے پہلے بھی کیا تھا۔ بس میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ باہر کی دنیا مجھ پر تنگ ہو جائے اور لوگ ہمیشہ میری تاک میں لگے رہیں اس طرح اس دنیا کو قریب سے دیکھنے کا موقع ذرا کم ہی مل سکتا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آرنک پیٹر جس طرح بھی چاہے کرے میں تعرض نہیں کروں گا۔ ناشتہ کے بعد ہم لوگ میز سے اٹھ گئے۔ ایمی اپنے کمرے میں چلی گئی اور پیٹر میرے ساتھ دوسرے کمرے میں آ گیا۔

"تو تم نے رات کو اس بارے میں ضرور سوچا ہو گا ڈیئر گولڈ!" اس نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں سوچی میں اسی وقت تم سے متفق ہو گیا تھا پھر اس بارے میں سوچنے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے جواب دیا

"اس سلسلے میں تم اگر چاہو تو مجھ سے سوالات کر سکتے ہو۔"

"کیسے سوالات؟"

"میرا مقصد ہے اگر تمہارے ذہن میں تردد ہو کہ میں تمہیں کس طرح نکال کر لاؤں گا تو تم اس بارے میں مجھ سے پوچھ سکتے ہو اور میں تمہیں بہتر جواب سے مطمئن کر دوں گا۔"

"دیکھو آرنک پیٹر! جب میں کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہوں تو پھر اس کے نشیب و فراز پر غور نہیں کرتا میں نے تم سے وعدہ کر لیا اور تمہارے سامنے کچھ شرائط بھی پیش کر دیں۔ وعدہ پورا ہونے کے بعد اگر تم اپنی شرائط پوری نہ کرو تو ممکن ہے مجھے غصہ آئے اور میں تمہارے خلاف کوئی اقدام کروں اور اگر غصہ نہ آیا تو میں تمہیں بھی اس دنیا کا ایک فرد سمجھ کر معاف کر دوں گا اور یہاں سے کہیں آگے بڑھ جاؤں گا۔ ہاں یہ بات میں تم سے اس وجہ سے کہہ رہا ہوں آرنک پیٹر! کہ اگر تم مجھے وہاں سے نہ بھی نکال سکو اور اپنا وعدہ پورا نہ کر سکو تب بھی میں ان قوتوں کا مالک ہوں کہ وہ قید خانے مجھے نہیں روک سکیں گے۔"

"بہرصورت ہم لوگوں نے ابھی دوستی کی ابتدا کی ہے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت تو درکار ہو گا۔ میں تم سے کچھ دعوے کرتا ہوں اگر تم ان پر یقین کر لو تو یہ تمہاری سادگی ہو گی ہاں آنے والا وقت اگر ان دعووں کی سچائی ثابت کر دے گا تو تم آئندہ بھی میرے اوپر اعتماد کرتے رہنا اور یہی ہماری اس دنیا کا طریقہ ہے۔"

"ٹھیک ہے میں اس سے منکر نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

سورج اپنے سفر کا ایک حصہ طے کر چکا تھا جب آرنک پیٹر مجھے لے کر اپنی کار میں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے اپنے نزدیک بٹھایا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اس کا رُخ شاید اسی جانب تھا۔ جہاں سے وہ مجھے لایا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ آرنک پیٹر اسی عمارت میں داخل ہو گیا تھا۔ کار کھڑی کر کے اس نے مجھ سے نیچے اترنے کی درخواست کی اور پھر میرے ساتھ اسی کمرے میں پہنچ گیا جہاں وہ بڑا پولیس افسر موجود تھا پولیس افسر نے کھڑے ہو کر آرنک پیٹر کا استقبال کیا تھا اور پھر اس نے متحیرانہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔

"ہیلو پیٹر کیسے ہیں آپ؟ ویسے آپ کے ساتھ اس شخص کو اس انداز میں دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی۔"

"حالانکہ اس سے قبل بھی آپ میرے سلسلے میں کبھی مایوس نہیں رہے۔"

"ہم آپ کی عظمت اور آپ کے تعاون کا دل سے اعتراف کرتے ہیں آپ واقعی بہت اعلیٰ انسان ہیں مسٹر پیٹر! لیکن میں بے چین ہوں کہ وہ گفتگو سنوں جو اس شخص اور آپ کے درمیان ہوئی ہے"

"اس نے پنکی کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے۔" پیٹر نے جواب دیا

"کیا؟" پولیس افسر اچھل پڑا۔

"ہاں۔ اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ بڑا تعجب خیز ہے!"

"کیا بتایا ہے اس نے؟"

"پنکی کے قتل کی وجہ دولت نہیں بلکہ رقابت ہے۔"

"اوہو! گویا دولت کے بارے میں کچھ نہیں پتہ چل سکا؟"

"نہیں۔"

"لیکن اس نے تفصیل کیا بتائی؟"

"اس کا کہنا ہے کہ پنکی طویل عرصے سے اس کے ساتھ تھی دولت کے بارے میں بھی اس نے بتایا کہ پنکی کے پاس ایک اچھی رقم تھی۔ لیکن وہ اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی یہاں آنے کے بعد اس نے وہ رقم محفوظ کرنے کے انتظامات شروع کر دیئے تھے کیونکہ رقم خاصی بڑی تھی۔ اسی دوران پنکی کی ملاقات چند نوجوانوں سے ہوئی اور پنکی اکثر ان کے ساتھ نظر آنے لگی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ پنکی ان نوجوانوں میں زیادہ دلچسپی لینے لگی ہے اور اس نے اسے نظر انداز کر دیا ہے چنانچہ وہ رقابت کا شکار ہو گیا اور ایک رات اس نے پنکی کو قتل کر دیا۔"

"خوب بہت خوب، اس کا مطلب ہے کہ اپنی دولت پنکی نے کہیں پوشیدہ کر دی؟" پولیس افسر نے کہا۔

"ہاں اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ پنکی نے خود ہی اس دولت کو کسی مناسب جگہ محفوظ کر دیا تھا۔ اور پھر اس شخص کا شکار ہو گئی۔"

"بہرحال یہ پنکی کا قاتل تو ہے ہی؟"

"ہاں یقیناً۔"

"مسٹر آئزک پیٹر کیا یہاں اس نے کچھ جھوٹ بولنے کی کوشش نہیں کی؟"

"کیوں؟ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟" آئزک پیٹر نے پولیس افسر سے سوال کیا۔

"میرا مقصد ہے کہ کہیں اس شخص نے ہی پنکی کی دولت نہ اڑا لی ہو۔ اس نے اس کے قتل کا اعتراف تو کر لیا لیکن دولت کو ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو۔"

"یہ ممکن نہیں ہے آفیسر! اور آپ جانتے ہیں کہ مجرموں کے ذہنوں پر میری گرفت اتنی ہلکی نہیں ہوتی کہ وہ ایک بات کہہ دیں اور دوسری بات چھپا لیں۔ یہ الفاظ اس کی زبان سے ادا نہیں ہوئے بلکہ یہ کہانی اس کے ذہن نے سنائی ہے اور میں اپنی مشینوں کی کارکردگی سے مطمئن ہوں۔" آئزک پیٹر کا لہجہ آخر میں کچھ ناخوشگوار ہو گیا اور پولیس افسر نے جلدی سے ہاتھ اٹھایا۔

"اوہو نہیں ڈیئر پیٹر! میرا مقصد یہ نہیں تھا بلاشبہ آپ نے جو معلومات حاصل کی ہوں گی وہ جامع ہوں گی بس ایسے ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ ممکن ہے اس نے اس سلسلے میں چالاکی سے کام لیا ہو۔ اور میری سوچ غلط ہی ہے کیونکہ ظاہر ہے آپ کی گہری نگاہوں اور آپ کی مشینوں کی کارکردگی کے سامنے بھلا اس جیسے لوگ کیا ٹک سکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص قاتل ہے لیکن کیا یہ اس قتل کا اعتراف کرے گا؟"

"یہ آپ کا کام ہے مسٹر آفیسر! آپ جس الجھن میں تھے وہ میں نے رفع کر دی ہے۔" آئزک پیٹر نے جواب دیا۔

"مسٹر پیٹر! میں آپ کا واقعی شکر گزار ہوں آپ جس طرح پولیس کی مدد کرتے ہیں وہ آپ ہی کا کام ہے۔ ہم بہت سے مسائل میں آپ کی رہنمائی کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں۔"

"شکریہ! اب مجھے اجازت!" پیٹر نے پوچھا اور پولیس افسر نے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ آئزک پیٹر باہر نکل گیا اور پولیس افسر میری جانب دیکھنے لگا۔

"کیا تم اب بھی اس لڑکی کے قتل کا اعتراف نہیں کرو گے دوست! حالانکہ نہ جانے کیوں مجھے تمہارے چہرے پر ایک انوکھی معصومیت کا احساس ہوتا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ سب کچھ تم نے نہ کیا ہو لیکن حالات و شواہد اور پھر آئزک پیٹر نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ تم نے پنکی کو قتل کیا ہے البتہ اس نے کہا ہے کہ یہ بات تمہارے ذہن نے کہی ہے خود تم نے نہیں۔ تو کیا تم پنکی کے قتل کا اعتراف نہیں کرو گے؟ مجھے بتاؤ وہ کون لوگ تھے جو اس کے گرد جمع تھے اور تم کیوں رقابت کا شکار ہو گئے تھے؟"

"پولیس آفیسر! اگر وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے تو یہ اس کے الفاظ ہیں باقی رہی ذہنوں کی بات تو میں کسی مشین کو تسلیم نہیں کرتا اب بھی میں تمہارے سامنے یہی کہتا ہوں کہ میں نے اس لڑکی کو قتل نہیں کیا اس کا قتل بیکن نے کیا ہے۔"

"اوہ مسٹر بیکن ایک معزز آدمی ہیں وہ تھوڑی بہت دولت کے لیے کسی کو قتل نہیں کر سکتے محال ہیں اب تم سے کوئی تعرض نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے میرے سوالات کا جواب مل گیا ہے اور اب میں سارا معاملہ اعلیٰ حکام کے حوالے کر دوں گا۔ ہاں اس دوران تمہیں صرف ایک ہدایت دے سکتا ہوں کہ قید خانے میں پُرسکون رہنا ورنہ ہم لوگوں کو درست کرنا جانتے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ بے وقوف آدمی مجھے ٹھیک کرنے کی بات کر رہا تھا۔ آنے والے وقت سے بے خبر۔ تب اس نے اپنی میز میں لگا ہوا بٹن دبایا اور اس کا یہ ردِعمل ہوا کہ باہر سے دو آدمی اندر آ گئے ان کے جسموں پر پولیس ہی کا لباس تھا۔

"اس شخص کو قاتلوں کی کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے۔" افسر نے حکم دیا اور وہ دونوں آدمی مؤدب ہو گئے پھر ان میں سے ایک باہر نکل گیا اور دوسرے چند افراد کو ساتھ لے آیا۔ اندر آنے کے بعد ایک بار پھر میرے ہاتھوں میں وہی لوہے کی ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ جو مجھے بہت

مضحکہ خیز لگتی تھی۔ اور ان لوگوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں پُرامن انداز میں ان کے ساتھ اس قید خانے تک پہنچ گیا جسے اس شخص نے قاتلوں کی کوٹھڑی کہا تھا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اندر سے صاف ستھرا۔ لیکن یہاں وہ سہولتیں مہیا نہیں تھیں جو پہلے تھیں۔ سونے کے لیے بستر بھی بہت معمولی تھا۔ مجھے یہ جگہ بالکل پسند نہیں آئی۔ تاہم میں نے تعرض نہیں کیا۔ مجھے یہاں کتنا وقت گزارنا تھا۔ اپنے طور پر تو میں فیصلہ کر ہی چکا تھا۔

دوسرے دن کچھ پولیس کے لوگ آئے اور انہوں نے میری اس کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا پھر ان میں سے ایک نے مہذب لہجے میں باہر آنے کی درخواست کی۔ اس دوران ان سب کا لہجہ نرم تھا اور کسی نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو مجھے ناگوار گزرتی۔

میں ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا اور پھر وہ مجھے لیے ہوئے باہر نکل آئے۔ جہاں ایک بڑی کار کھڑی ہوئی تھی۔ میرے ہاتھوں میں وہی ہتھکڑیاں لگا دی گئیں۔ مجھے جن سے بے حد نفرت تھی لیکن بہرحال اس دوران میں سب کچھ برداشت کر رہا تھا چنانچہ میں نے انہیں بھی برداشت کیا اور خاموشی سے ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی چل پڑی اور اس بار مجھے ایک بڑی عمارت میں لے جایا گیا۔ اس عمارت کے ایک کمرے میں مجھے ایک شخص کے سامنے پیش کیا گیا جو کافی بارعب تھا ان لوگوں نے اس کے سامنے کچھ کاغذات پیش کیے تھے اور وہ ان کاغذات کو دیکھنے لگا۔

پھر وہیں موجود ایک آدمی میرے نزدیک آ گیا جس جگہ مجھے کھڑا کیا گیا تھا وہ لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔ میرے نزدیک آنے والے شخص نے بغور مجھے دیکھا اور بولا "تمہارا نام گولڈ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"پولیس نے تم پر ایک لڑکی پنکی کے قتل کا الزام لگایا ہے کیا درحقیقت تم نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے؟"

"ہاں میں نے اسے قتل کیا ہے!"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ میری محبوبہ تھی اور اس نے مجھ سے بے وفائی کی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ بات تم کسی دباؤ کے بغیر کہہ رہے ہو؟"

"دباؤ۔ کیسا دباؤ؟"

"کسی نے تمہیں اس اقرار کے لیے مجبور تو نہیں کیا؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور اس شخص نے گردن ہلائی۔ دوسرے آدمی نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات پر کچھ لکھا تھا اور پھر اس نے وہ کاغذات آگے بڑھا دیئے۔ چند ساعت کے بعد کچھ دوسرے پولیس والے آ گئے۔ اور اس بار میرے پیروں میں لوہے کی سلاخیں ڈال دی گئیں ان کی وجہ سے چلنے میں دقت ہو رہی تھی۔

اگر میں چاہتا تو ایک جھٹکے سے ان سلاخوں کو اپنے پیروں سے نکال سکتا تھا پروفیسر! لیکن میں مستقبل کی اس دنیا کی پوری تصویر دیکھنا چاہتا تھا اور اس سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا چنانچہ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا اور ان لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

سارے لوگ بدل گئے تھے یہاں تک کہ گاڑی بھی دوسری تھی۔ اور اس نئی گاڑی نے مجھے جس عمارت میں پہنچایا وہ بھی نئی تھی اس عمارت میں زیادہ قیدی تھے اور ان کے لیے الگ الگ کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کچھ اجتماعی کوٹھریوں میں بند تھے اور کچھ الگ الگ قید خانوں میں تھے۔

مجھے ایک ایسی کوٹھری دی گئی جو دوسری کوٹھریوں سے الگ تھی اور کوٹھری میں بند کرنے سے قبل میرے ہاتھوں اور پیروں کی بندشیں کھول دی گئیں۔ میں اس ساری کارروائی کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور اس کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی پروفیسر! مقاصد وہی تھے انداز بدلے ہوئے تھے۔ اور میں ایک ایک بات بخوبی سمجھ رہا تھا۔

پھر پروفیسر! میں اپنی اس نئی رہائش گاہ میں آرام کرنے لگا اور یہاں سکون سے میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ یہ سارا کھیل کیا زمانہ قدیم کی تفریحات سے مختلف تھا کم از کم میرے لیے تو نہیں تھا کیونکہ میں کہیں مجبور نہیں تھا میں تو دیکھنے والا تھا۔ محفوظ رکھنے والا تھا۔ کوئی دور ہو کوئی ماحول میری حیثیت الگ تھی۔ جب میں چاہتا حالات کو اپنے رخ پر موڑ لیتا تھا لیکن وقت کو اس کے رُخ پر چھوڑ دینا بہتر ہوتا ہے ورنہ واقعات غیر حقیقی ہو جاتے ہیں کسی کو مجبور کر دو تو پھر حالات اپنی اصلیت کھو بیٹھتے ہیں اور ابھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ ابھی تو سارے معاملات تفریحی نوعیت سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ مجھے جب حالات میں دخل دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ تو میں اپنا کام خود کر لوں گا اور پروفیسر! یہ بیزاری جو میرے ذہن پر طاری تھی شاید واقعات کی سست رفتاری سے تھی کیونکہ ایک ہی ماحول میں وقت گزر رہا تھا میں اس نئے دور کے مختلف مراحل دیکھنا چاہتا تھا۔ اور اس وجہ سے مجھے ہلکی سی ذہنی کوفت تھی لیکن اسے نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہو گا.......

....خاموشی سے وقت گزرتا رہا اس نئے ماحول میں کوئی خاص تبدیلی نہیں تھی سوائے اس کے کہ میری جانب کسی نے خاص طور سے توجہ نہیں دی تھی۔

سورج ڈوب گیا تھا اور تاریکی پھیلنے لگی۔ اس دوران کئی بار میرے ذہن میں آئزک پیٹر کا خیال آیا تھا میں نے سوچا تھا کہ یہ شخص کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنی مطلب براری کے بعد اپنی راہ لگا ہو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے قید خانے سے نکالنے کی کوشش

کرے گا۔ ممکن ہے اس نے یہ ساری باتیں صرف اس لیے کہی ہوں کہ اپنے سر سے بلا ٹال دے اور اس کی ساکھ برقرار رہے یعنی پولیس والے جو اس پر بھروسہ کرتے تھے اور حکومت کی نگاہوں میں جو اس کی حیثیت تھی اسے برقرار رکھنے کے لیے اس نے میری زبان سے پنکی کے قتل کا اعتراف کرا لیا ہو اور اس کے بعد اپنا کام ختم سمجھا ہو۔ چنانچہ پروفیسر! میں نے سوچا کہ اگر مقامی اعداد و شمار کے مطابق تین دن اور تین راتیں گزر گئیں تو پھر میں اپنے طور پر خود کو آزاد سمجھوں گا۔ اور یہاں سے نکل جاؤں گا۔ میں سوچوں گا کہ جو کچھ کرنا ہے مجھے خود کرنا ہے اور اب کسی کی مدد قبول کرنا ایک حماقت ہوگی۔ اس نئے خیال کے تحت پروفیسر! میں نے چند باتیں اور بھی سوچی تھیں مثلاً یہ کہ اب کسی کا سہارا نہ تلاش کیا جائے۔ دنیا میں رہنے والے بے شمار لوگ اپنے طور پر زندگی گزارتے ہیں ان میں کچھ ایسے سیدھے اور معصوم لوگ بھی ہوں گے جو دنیا کے ان ہنگاموں سے دور ہوں گے اور ان چالاک لوگوں کا ساتھ نہ دے پاتے ہوں جو صرف اپنی مطلب براری کے لیے زندہ ہوں لیکن بالآخر ایسے لوگ بھی زندگی تو گزارتے ہی ہوں گے۔ تو میں کیوں نہ انہی کے انداز میں زندگی گزارنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ میرے ساتھ تو بڑی آسانیاں تھیں یعنی یہ کہ میں ان کی طرح معصوم نہیں تھا اور اپنے لیے کوئی بھی جگہ بنا سکتا تھا۔

یہی بہتر تھا پروفیسر! البتہ تین دن اور تین راتوں کا انتظار کرنا میں نے ضروری خیال کیا تھا لیکن مجھے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ وہ پہلی ہی رات تھی جب چاروں طرف مکمل تاریکی اور خاموشی چھا چکی تھی جس جگہ میں قید تھا وہاں سے کچھ فاصلے پر ہلکی سی پیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس روشنی میں وہ شخص نظر آجاتا تھا جو ہاتھ میں لمبا سا آتشی ہتھیار لیے ہوئے گشت کر رہا تھا غالباً یہ پہرے دار تھا جو قیدیوں کی کوٹھریوں کی نگرانی کرتا ہوگا۔ جب بھی وہ میرے سامنے سے گزرتا اس کے جوتوں کی چاپ مجھے اس کی جانب متوجہ کر دیتی اور اس وقت وہ عین میرے سامنے تھا۔ جب میں نے اچانک اس کے ہاتھ سے اس کا آتشی ہتھیار نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ چند ساعت وہ شخص حیران سا کھڑا رہا اور پھر کٹے ہوئے درخت کی مانند زمین پر آگرا۔ اس کے اس طرح گرنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی میں چونک کر اسے دیکھنے لگا اور اسی لمحے مجھے سیاہ لباس میں ملبوس ایک شخص نظر آیا جو بڑی پھرتی سے وہاں تک پہنچا تھا۔ اس نے ٹھوکر مار کر زمین پر پڑے ہوئے محافظ کی بے ہوشی کا اندازہ لگایا اور پھر میری کوٹھری کی جانب دیکھا۔ میں اٹھ کر سلاخوں والے دروازے کے نزدیک آگیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا، اس کا چہرہ بھی سیاہ لباس میں ڈھکا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے اس کی صورت نظر نہیں آرہی تھی البتہ میں نے اس کی آواز سنی۔

"گولڈ!" اور میں اس کی آواز پہچان گیا۔ یہ یقیناً آئزک پیٹر تھا۔

"مسٹر پیٹر" میں نے لے سے جواب دیا۔

"ہاں ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں یہ تالا کھولوں گا۔" اس نے کہا اور میں تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر اس کی کارروائی دیکھنے لگا۔ آئزک پیٹر نے اپنے لباس میں سے ایک عجیب سا آلہ نکالا تھا اور پھر اس نے اس کا کوئی بٹن دبا دیا۔ ایک ہلکی سی گھرگھراہٹ کی آواز بلند ہونے لگی۔ اور آئزک پیٹر نے وہ آلہ تالے سے لگا دیا۔ شاید اس کے پاس تالے کی چابی نہیں تھی لیکن آلات کی حکومت عجیب تھی۔ خودکار آلے سے ایک پتلی سی آری منسلک تھی اور یہ آری تالے کے لوہے کو کاٹ رہی تھی۔ کیسی کیسی عجیب و غریب چیزیں ایجاد کر لی ہیں ان لوگوں نے۔ میں سوچنے لگا۔ چند ساعت کے بعد تالے کا وہ حصہ کٹ گیا جو اسے بند کیے ہوئے تھا اور تالہ کھل کر نیچے لٹک گیا۔ آئزک پیٹر نے تالہ علیحدہ کیا اور پھر سلاخوں والا دروازہ کھول دیا۔

"آجاؤ۔" اس نے کہا اور میں کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل آیا "میرے ساتھ چلتے رہو۔ لیکن ہوشیاری کے ساتھ اور ہاں یہ پستول سنبھال لو اگر کسی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو بے دریغ فائر کر دینا۔ کیا تم اس کے استعمال سے واقف ہو؟"

"نہیں۔ یہ میرے لیے بے کار ہے اور تم فکر مند نہ ہو خطرات سے نمٹنے کا دوسرا طریقہ مجھے آتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور آئزک پیٹر نے پستول واپس لے کر اپنے پاس رکھ لیا پھر وہ میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لوگ بے ہوش پڑے ہیں اور مجھے آئزک پیٹر کا وہ پستول یاد آگیا جس کا اگلا حصہ عام پستولوں کی مانند نہیں تھا۔ اور جس سے ایک غبار نکل کر میرے چہرے سے ٹکرایا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا تھا۔ یقیناً آئزک پیٹر نے ایسی ہی کسی چیز سے ان لوگوں کو بے ہوش کیا ہوگا۔ اور پروفیسر! جرائم تو ہر دور میں ہوتے رہے ہیں ان کی نوعیت ذرا مختلف تھی اور کسی بھی مجرم کو اپنا کوئی کام انجام دینے کے لیے یا تو چالاکی سے اور پوشیدہ ہو کر کام کرنا ہوتا تھا یا پھر وہ اتنی قوت رکھتا تھا کہ دوسرے مدافعت نہ کر سکیں لیکن اس دور کے مجرم نے خود کو پوشیدہ رکھنے کے لیے بہت سے انتظامات بھی کر لیے تھے اور آلات اس کے ہر جگہ معاون تھے۔ بے ہوش لوگوں کے درمیان سے گزر کر آئزک پیٹر ایک ایسی دیوار کے قریب پہنچ گیا جو خاصی بلند تھی لیکن اس دیوار سے رسی کی ایک سیڑھی لٹکی ہوئی تھی۔ سیڑھی دیوار کے اوپری حصے میں کسی جگہ پھنسا دی گئی تھی اور اس جگہ کا انتخاب بھی بہترین تھا۔ کیونکہ یہاں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اور کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے اس حصے کو دیکھا جا سکے۔ سیڑھی کے قریب پہنچ کر آئزک نے میرا شانہ تھپتھپایا اور بولا۔

"بس مسٹر گولڈ! اس سیڑھی سے تم اوپر پہنچ جاؤ۔ اس کا دوسرا حصہ باہر لٹکا ہوا ہے۔"

"اور تم؟" میں نے سوال کیا۔

"میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے ہی آرہا ہوں۔ دیوار کی دوسری جانب تم میرا انتظار کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور سیڑھی کی مضبوطی کا اندازہ کرنے لگا۔ اور اس کے بعد میں اطمینان سے چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور پھر اسی طرح سیڑھی سے دوسری جانب اتر گیا۔ آئزک پیٹر کی ہوشیاری پر مجھے حیرت تھی۔ بہرصورت وہ اپنے وقت کا ذہین انسان تھا۔ اور چند ساعت کے بعد یہ ذہین انسان میرے نزدیک پہنچ گیا۔ سیڑھی اس نے اسی طرح رہنے دی تھی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر وہ تاریکی میں دیوار کے سہارے کافی دور ایک درخت کے پیچھے پہنچ گیا جہاں سیاہ رنگ کی ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ آئزک پیٹر نے کار کا دروازہ کھولا اور مجھ سے اندر بیٹھنے کی درخواست کی۔ میں بیٹھ گیا اور پھر اس نے کار چلا دی اور اب اس نے اپنا چہرہ بھی کھول لیا تھا۔ اس کا چہرہ چمک رہا تھا ویسے بھی وہ سرخ اور سفید آدمی تھا حالانکہ اچھا خاصا عمر رسیدہ تھا لیکن اس کے انداز میں جوانوں کی سی پھرتی تھی۔

"کیسی گزری میرے دوست؟" تھوڑی دیر کے بعد اس نے سوال کیا۔

"مناسب، کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو میرے لیے باعث تردد ہوتی لیکن پیٹر تمہیں اس عمارت کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ مجھے اس عمارت سے یہاں پہنچا دیا گیا ہے؟"

میری اس بات پر آئزک پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "میرے دوست! کیا تم مجھے کوئی بدعہد انسان سمجھتے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو، ممکن ہے آنے والے وقت میں آئزک پیٹر تمہارا بہترین دوست ثابت ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت تک مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتے جب تک کہ میں عملی طور پر تمہیں اس بات کا ثبوت نہ دوں اور جیسا کہ تم نے بتایا ہے کہ اپنی دنیا سے آنے کے بعد تمہیں اس دنیا کو دیکھنے کے لیے اچھے لوگوں کی تلاش رہی ہے لیکن ہر شخص اپنی مطلب براری کے لیے تم سے ملتا رہا ہے اور کسی نے تمہارے حالات اور تمہارے مسائل کو جاننے کی کوشش نہیں کی۔ نہ ہی کسی نے تمہاری خواہش پوری کرنے میں تمہاری مدد کی لیکن آئزک پیٹر ان لوگوں سے مختلف ہوگا۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری ذات سے میرا کچھ مفاد بھی وابستہ ہے یعنی میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو یہ کہیں کہ وہ صرف تمہاری خاطر ہر اقدام کر رہے ہیں یا دوستی نبھا رہے ہیں بلکہ میں تو صاف کہہ چکا ہوں کہ تم میری مدد کرو اور میں تمہاری۔"

"ٹھیک ہے آئزک پیٹر! یہ بات تو ہمارے اور تمہارے درمیان طے ہو چکی ہے۔"

"ہاں یقیناً۔ تو جب آئزک پیٹر تمہارا دوست ہے اور اس نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا تو کیا وہ تمہارے خیال میں تمہیں نظر انداز کر دیتا۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مجھے حیرت ہے کہ تم اتنی آسانی سے اس جگہ پہنچ کیسے گئے جہاں مجھے قید کیا گیا تھا۔"

"ہاں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنے پاس سے یہاں پہنچانے کے بعد ہر لمحہ تمہاری خبر رکھی تھی۔ میں نے وہاں تک بھی تمہارا تعاقب کیا تھا۔ جہاں لے جا کر تم سے اس سلسلے میں اقرار کرایا گیا۔ اور اس کے بعد سے اس عمارت تک بھی۔ ورنہ تم خود سوچو اتنی بڑی عمارت میں کسی ایک کوٹھری کو تلاش کر لینا کوئی آسان کام تو نہیں ہے اور پھر ممکن تھا کہ تم اس وقت سو رہے ہوتے تو اس بات کا مطلب یہی ہے کہ میں تمہاری طرف سے غافل نہیں تھا صرف موقع کا منتظر تھا کہ تمہاری مدد کروں اور جونہی مجھے موقع ملا تمہیں آزاد کرا کے یہاں لے آیا اور میرے دوست گولڈ! اب تم مکمل طور پر آزاد ہو تم دیکھو گے کہ میں تمہارے لیے کیا کیا کرتا ہوں۔" آئزک پیٹر کی کار اس کی اپنی عمارت میں داخل ہو گئی تھی۔

عمارت کے اس حصے میں، میں پہلے نہیں آیا تھا۔ یوں بھی میں نے بہت مختصر وقت اس عمارت میں گزارا تھا اور پورے طور سے اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔ بہرحال ایک کمرے میں پہنچ کر آئزک نے کمرے کی ایک دیوار میں کچھ کیا اور وہ دیوار ایک طرف سرک گئی میں تعجب سے اس کارروائی کو دیکھنے لگا۔ دیوار کے دوسری طرف سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ کشادہ اور چوڑی سیڑھیاں جو نیچے چلی گئی تھیں گویا اس عمارت کے نیچے بھی کچھ تھا۔

پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی روشنی پھیل گئی۔ میں نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آئزک پیٹر دوسرا سلانوس تھا، اور اب تو بار بار یہ کہتے ہوئے خود کو بھی عجیب سا لگتا ہے پروفیسر! کہ ہر دور میں ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے دور کے اہم ترین لوگ کہلا سکتے تھے۔

آئزک پیٹر میرے آگے آگے چلتا رہا۔ عمارت کے نیچے ایک اور باقاعدہ عمارت بنی ہوئی تھی جس میں ضروریات زندگی کے سارے لوازمات جمع کر دیے گئے تھے۔ آئزک پیٹر نے ان کمروں کو بھی روشن کیا اور اس کے بعد مجھ سے کہنے لگا۔

"دیکھو گولڈ! اور اگر کسی چیز کی کمی ہو تو مجھے بتاؤ۔"

"او آئزک پیٹر! گولڈ ہر لحاظ سے زندگی گزار لینے کا عادی

ہے" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے لیکن میں نہیں چاہتا گولڈ کہ تم ایک بے چارگی کی زندگی گزارو۔"

"بیچارگی میرے ذہن میں کبھی پیدا نہیں ہوتی مسٹر پیٹر!" میں نے کہا۔

"میں مانتا ہوں مسٹر گولڈ! لیکن پیٹر کی دوستی یہ بات نہیں مانتی کہ اس کا دوست کسی تکلیف کا شکار ہو۔"

"بہرصورت تمہارے ان جذبات کا شکریہ مسٹر پیٹر!" میں نے کہا اور پیٹر مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں مسٹر گولڈ، شکریے کی بات نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی تمام ضروریات مکمل طور پر بآسانی پوری کرو۔"

"شکریہ، ایک بار اور شکریہ، ویسے مسٹر پیٹر مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ایک بات مجھے بتاؤ۔"

"ہاں ہاں پوچھو۔" آئزک پیٹر نے کہا۔

"کیا مجھے اس عمارت میں قید رہنا پڑے گا۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"تو پھر تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"ایسے ہی کچھ وقت کے لیے۔ میں نہیں چاہتا کہ ابھی کسی کو یہ بات معلوم ہو کہ تم جیل سے بھاگ کر یہاں آئے ہو۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بعد" آئزک پیٹر مسکرایا۔ "اس کے بعد تم اپنی یہ شکل بدل دو گے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ تمہارے یہ خدوخال بدل جائیں گے، تمہاری یہ رنگت بدل جائے گی۔ تمہیں وہ اس دوسری شکل میں نہیں پہچان سکیں گے۔" آئزک پیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میرے لیے یہ ایک دلچسپ تجربہ ہوگا مسٹر آئزک پیٹر!"

"تمہارے لیے اور بھی تجربے بڑے دلچسپ ہوں گے مسٹر گولڈ!" آئزک پیٹر نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

"لیکن آئزک پیٹر! مجھے تم یہ بتاؤ کہ آخر تم میری ذات میں اس قدر دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو گولڈ، اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور اس زمین پر بلاوجہ آگیا ہوں لوگوں کی خدمت کرنے تو یہ بات قرین قیاس نہیں ہے چنانچہ جھوٹ ہوگی۔"

"خوب، تو پھر۔؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چنانچہ میں تم پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں گولڈ کہ میں بھی اس دنیا کا ایک فرد ہوں جس میں لالچ اور خودغرضی رچی بسی ہے۔ گولڈ! اگر میں چاہوں کہ تمام اچھائیوں کو اپنا لوں لیکن ایسا کوئی کام نہ کروں جس سے کسی کو تکلیف ہو یا اسے لالچ سے تعبیر کیا جائے تو میں اس دنیا میں بہت پیچھے رہ جاؤں اتنا پیچھے کہ پھر لوگ دنیا میں کسی آئزک پیٹر کا نام نہیں جان سکیں گے یہاں کا ہر شخص بڑے اچھے خیالات رکھتا ہے اگر تم اس سے بات کرو گے تو وہ تمہیں نیکیوں کی تلقین کرے گا، اچھائیوں کے وہ راستے دکھائے گا کہ تم اس کی عظمت کے قائل ہو جاؤ گے۔ اور یہ راستے بتانے کے بعد وہ خود ایک چور دروازے سے باہر نکل جائے گا۔ اور ان برائیوں میں مصروف ہو جائے گا جو اس کی زندگی کو عمدہ راستہ دے سکے۔ ایک طرح سے تم یوں سمجھ کر وہ تمہیں تلقین کر کے خود وہی کام کرے گا۔ بس مجبوریاں ہیں انسان کے ساتھ۔ تم یوں سمجھ لو کہ اس نئی تہذیب نے انسان کو جن راہوں پر لا ڈالا ہے ان میں خودنمائی بہت زیادہ ہے۔ ظاہرداری کا وہ دور دورہ ہے کہ انسان مجبور ہو گیا ہے کہ نیکی کے پردے میں چھپ کر برائی کرے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم لوگ جن حالات کا شکار ہیں، ان سے نمٹنے کی کوئی صورت ہمارے پاس نہیں ہے ہم لوگوں کے اخراجات لامحدود ہیں جبکہ وسائل محدود۔ اور ان لامحدود اخراجات کو محدود وسائل سے پورا کرنا نہایت مشکل کام ہے چنانچہ یہ ہماری مجبوری ہے کہ ہم نیکی کے راستے دوسروں کو تو دکھا سکتے ہیں لیکن خود ان پر نہیں چل سکتے۔ اور اس خودنمائی کے لیے بعض اوقات صرف ایک سچا جذبہ اور نیکیوں کا راستہ کافی نہیں ہوتا۔ انسان کو وہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے جس کے لیے اس کا ضمیر اسے اجازت نہیں دیتا۔ لیکن ضمیر کی اجازت حالات کا تقاضا نہیں ہے حالات کہتے ہیں کہ ضمیر کے خلاف کام کرو۔ اور سچائیوں پر چلنے والا انسان جب ناکامیوں سے اکتا جاتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ ٹھیک ہے کیوں نہ مسائل سے دوسرے ذریعوں سے نبردآزما ہوا جائے۔ اور یہ دوسرے ذرائع چھپے ہوئے ہوتے ہیں جن کے بارے میں میں نے ابھی تمہیں بتایا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس کا ضمیر اسے کھانے کے لیے نہیں دے سکتا۔ تو اس وقت وہ غلط راستوں پر چل پڑتا ہے۔

تو میرے دوست! یہ ساری تمہیدیں میں نے اس لیے باندھی ہیں کہ میں تم پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تم میں میری دلچسپی بے مقصد نہیں ہے۔"

"خوب، اور مجھے یہ بات پسند آئی۔"

"شکریہ! لیکن کیا تم اس کی وضاحت کرنا پسند کرو گے ڈیئر گولڈ!" آئزک پیٹر نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں ضرور۔ ڈیئر آئزک تمہاری اس دنیا میں اب تک میرا جن لوگوں سے بھی رابطہ رہا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ان

میں سے ہر شخص نے مجھ سے کچھ نہ کچھ طلب کیا۔ آئزک میں بہت سے لوگوں کا مطلوب بلاوجہ ہی بن رہا ہوں حالانکہ میں نے اپنے اندر ایسی کوئی خوبی نہیں پائی جس سے میں اپنے آپ کو یہ سمجھوں کہ دوسرے میرے لیے مجبور ہیں لیکن انہوں نے کسی نہ کسی طرح مجھ سے کوئی کام نکلانے کی کوشش ضرور کی۔ مجھے یہ بات ناپسند نہیں ہے لیکن دراصل اس بات کا مقصد دوسرا ہے میں جس دنیا سے آیا ہوں وہ بڑی سادہ سی دنیا ہے بڑی انوکھی اور بڑی معصوم لوگوں کی دنیا لیکن یہاں آکر مجھے جو تجربات ہوئے ہیں وہ میرے لیے بڑے حیرت انگیز ہیں لیکن اس کے باوجود مسٹر آئزک پیٹر میں یہ چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں رہوں اور اس دنیا کو دیکھوں۔ اس دنیا کی ایجادات میرے لیے بے حد دلکش ہیں اور میں اس کے بارے میں مکمل معلومات چاہتا ہوں۔ ایسی حالت میں جبکہ میں کچھ چاہتا تھا میں نے لوگوں سے تعاون بھی کیا۔ لیکن ایسے لوگ جو خود مجھ سے تعاون چاہتے ہیں مگر جب میں الجھن میں پھنستا ہوں تو بھاگ جاتے ہیں میرے لیے کس طرح قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے میں نے انہیں ناپسند کیا۔ اب تم خود ہی دیکھو میری جسمانی قوتیں بے پناہ ہیں، میں اپنی تعریف نہیں کر رہا بلکہ تم خود دیکھ لو گے کہ میں عام لوگوں سے دس گنا زیادہ طاقتور ہوں بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ۔"

"تو تمہیں ہماری اس جدید دنیا میں آئے ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے گولڈ؟" پیٹر آئزک نے سوال کیا اور میں چونک پڑا یہاں مجھے سخت احتیاط کی ضرورت تھی۔ میرے الفاظ مستقبل کے اس سائنسدان کو میرے خلاف مشتبہ بھی کر سکتے تھے چنانچہ میں محتاط ہو گیا۔

"کچھ زیادہ نہیں مسٹر آئزک! بس کچھ عرصہ ہوا ہے" میں نے جواب دیا۔

"تو سب سے پہلے جب تم اس دنیا میں آئے تو تم نے اپنا وقت کہاں گذارا؟"

بہت اچھا سوال کیا تھا مسٹر آئزک نے چنانچہ میں نے جواب دیا۔ "مسٹر پیٹر آئزک! اس دنیا میں میں نے سب سے پہلا منظر جو دیکھا تھا تم لوگ اسے جسمانی مقابلوں کا نام دیتے ہو چونکہ میری بستی میں بھی یہ مقابلے ہوتے تھے لیکن بغیر کسی لالچ یا فریب کے صرف ایک کھیل کی حیثیت سے چنانچہ میں نے اسے بھی ایک کھیل سمجھا اور ایک لڑنے والے کو شکست دے دی جو دوسرے تمام لوگوں سے جیت گیا تھا لیکن میری جیت دیکھ کر کچھ لوگوں نے مجھ پر قبضہ جما لیا اور مجھے مجبور کیا کہ میں ان کے لیے صرف ان کے لیے کاروباری طور پر لڑوں۔ آئزک پیٹر! میں نے ان کے ساتھ تعاون کیا اور انہیں بہت بڑی حیثیت دلا دی۔ یعنی انہوں نے مجھے جس شخص سے بھی لڑایا میں نے اسے شکست دے دی اور اس کے بعد میں نے ان سے صرف ایک درخواست کی۔"

"وہ کیا؟" آئزک پیٹر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ یہ مسٹر پیٹر کہ میں اس دنیا کو دیکھنا چاہتا ہوں، اس دور کی تمام ایجادات سے واقف ہونا چاہتا ہوں اور ان لوگوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھے یہ ساری دنیا کو دکھائیں گے۔ سو آئزک پیٹر! اس کے بعد ان لوگوں نے میری تربیت کے لیے ایک لڑکی کو مقرر کیا جو مجھے اس دنیا کے ماحول کے مطابق آداب سکھانے لگی۔

پھر ایسا ہوا کہ لڑکی نے مجھے پسند کر لیا اور میں نے بھی اسے پسند کر لیا لیکن مجھے لڑانے والوں نے سوچا کہیں لڑکی کی محبت میری جسمانی قوتیں زائل نہ کر دے چنانچہ وہ لوگ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ میں نے ان کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی اور لڑکی کو خود سے الگ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ تب انہوں نے مجھ پر تسلط جمانے کی کوشش کی اور یہی بات ان کے لیے غلط ثابت ہوئی۔ تم خود سوچو آئزک پیٹر! کہ میں جو ان سے وعدہ کر چکا تھا کہ ان کے لیے ہر کام کروں گا جو ان کی خواہش ہے یعنی انہوں نے جس انداز میں مجھے پسند کیا تھا اور جس لیے پسند کیا تھا اس کے بعد میں نے یہ سوچا تھا کہ یہ میری ذمہ داری ہے باقی میری ذات پر پہرے بٹھانا کہاں کی عقلمندی تھی۔

لیکن وہ شخص نہ مانا جو مجھے لڑاتا تھا اور مجبوراً میں نے اسے چھوڑ دیا اور اس کے بعد کے حالات کسی حد تک تمہارے علم میں ہیں۔ تو ڈیئر آئزک پیٹر! اگر میں تمہارے کسی کام آسکا تو ضرور آؤں گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے انحراف نہیں کروں گا۔ لیکن میری ذات پر تسلط جمانے کی کوشش مت کرنا۔"

"وعدہ میرے دوست وعدہ۔" آئزک پیٹر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تو اب یہ بتاؤ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ ہاں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ میں تم سے وہ کچھ نہیں چاہوں گا جو تم نہ کر سکو۔ انہوں نے تمہیں پروفیشنل فائٹر بنا دیا لیکن میں تم سے ایسا کام نہیں چاہوں گا۔ البتہ جو کام میں تم سے کہوں تم اس کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ اس کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن مجھے اشارتاً تو کچھ بتا دو۔"

"تم یقین کرو گولڈ! کوئی ایسا کام نہیں ہوگا جس میں تمہیں کسی بھی قسم کی الجھن کا شکار ہونا پڑے بلکہ ایک طرح سے میں تمہیں تمہارا کام بتاؤں گا تو تم خوش ہو گے۔"

"چلو ٹھیک ہے، مجھے اتنی جلدی بھی نہیں ہے جیسا تم کہہ رہے ہو ویسا ہی مناسب ہے لیکن یہ قید میرے کچھ زیادہ پسندیدہ نہیں ہے تم کوئی ایسی ترکیب نکالو کہ میں اس دنیا میں اپنے لیے کوئی مقام حاصل کر سکوں۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہو۔ وقتی طور پر تمہیں یہاں رکنا پڑ رہا ہے لیکن بہت جلد، شاید کل میں تمہیں آزادی دے دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا تم آرام کرو۔ کافی وقت گذر چکا ہے میں چلتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور آئزک پیٹر مجھ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے آرام دہ رہائش گاہ کو دیکھا۔ اور مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ کتنے ہنگامے ہیں اس دنیا میں۔ لوگوں نے اچھا طرز زندگی اختیار کرنے کے لیے کیا کیا ذرائع اختیار کیے ہیں۔ حالانکہ انسان کتنی معمولی سی چیز ہے صدیاں فنا ہو گئیں کوئی باقی نہ رہا۔ اور وہ جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں بہتر ماحول حاصل کرنے کے لیے آج اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے رخصت ہو گئے ہیں میری بات دوسری تھی پروفیسر! میں اگر اس دنیا میں اپنے لیے نہایت اعلیٰ زندگی گذارنے کا بندوبست کرتا تو وہ بات جائز تھی کیونکہ میں باقی رہنے والوں میں سے تھا اور مجھے تو ابھی صدیاں دیکھنی تھیں لیکن شاید انسان کو اگر کوئی شے ایسی مل جائے جو اس کے تصور اور اس کے امکانات سے بالاتر ہو تو وہ اس شے سے دلچسپی پیدا کر بیٹھتا ہے۔ میں نے ضرورت نہیں محسوس کی تھی اس چیز کی کہ میں اپنے لیے کچھ کرتا۔ میں تو زمانہ گرد تھا اور زمانے کو دیکھتا چلا آیا تھا۔ دوسری صبح آئزک پیٹر تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس آیا۔

"معاف کرنا میرے پیارے دوست، اس وقت میں ناشتہ تمہارے ساتھ نہیں کر سکوں گا کیونکہ صبح کو میری بیٹی ایمی میرے ساتھ ناشتہ کرتی ہے اور چونکہ ابھی میں تمہیں اس کے سامنے نہیں لے جاؤں گا۔ اس لیے مجھے ناشتہ اسی کے ساتھ کرنا پڑے گا۔"

"ان تکلفات کی ضرورت نہیں ہے آئزک پیٹر میں کسی بھی چیز کو محسوس نہیں کرتا مجھے یقین ہے کہ تم مکمل طور پر میرا خیال رکھو گے چنانچہ تم جاؤ" اور آئزک پیٹر چلا گیا، ناشتہ کے بعد میں پھر اطمینان سے بیٹھ کر گزرے ہوئے کسی واقعہ کو سوچنے لگا۔ میرے پاس سوچنے کے لیے مواد کی کیا کمی تھی ماضی کا کوئی بھی واقعہ میرے لیے دلچسپ یادیں رکھتا تھا اور ان یادوں کے دوران وقت کا بہہ جانا کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس وقت بھی نجانے دن کتنا گذر چکا تھا کیونکہ اس کا اندازہ ان تہہ خانوں میں نہیں ہو سکتا تھا۔ آئزک پیٹر جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چرمی بیگ تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھ کر گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

"تمہیں یقیناً اس تنہائی میں کوفت ہوئی ہو گی میرے دوست"

"نہیں آئزک! میں تو ہر چیز کا عادی ہوں کوئی خاص کوفت تو نہیں ہوئی میں اپنا ماضی یاد کر رہا تھا۔"

"ہاں ماضی ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کی اپنی ملکیت ہوتا ہے جب چاہو واقعات کی فلم ذہن میں واپس دہراؤ اور گزرے ہوئے وقت کو دیکھ لو بہر صورت تھوڑی بہت تھکنی بھی کوفت ہوئی ہو گی اسے دور کرنے کے لیے میں نے بندوبست کر لیا ہے۔"

"تمہارے اس بکس میں کیا ہے؟"

"تمہارے لیے ایک نیا چہرہ!"

"اوہ۔ ہاں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں کس جدت کا مظاہرہ کرتے ہو۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کوئی انوکھی چیز ہی ہو گی کیونکہ میں جن انوکھے انسانوں کے درمیان ہوں ان سے کوئی بات ناممکن نہیں ہے تو کیا تم میری گردن کو میرے شانوں سے اتار دو گے اور اس کے بعد کوئی نیا چہرہ میرے اس چہرے کی جگہ رکھ دو گے؟" میں نے سوال کیا اور آئزک پیٹر ہنس پڑا۔

"اوہ نہیں میرے دوست تمہاری گردن اپنی جگہ جوں کی توں رہے گی میں بس تمہارے اندر تبدیلیاں پیدا کر دوں گا۔"

"تب میں تمہاری اس حیرت انگیز کارروائی کو دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔" میں نے کہا اور آئزک پیٹر نے گردن ہلا دی پھر وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بکس کو ایک جگہ رکھ کر اسے کھولنے لگا۔ اس بکس سے اس نے نہ سمجھ میں آنے والے آلات نکالے پھر ایک لمبے تار کو دور تک لے گیا اور اسے دیوار میں ایک جگہ سوراخ میں نصب کر دیا اس کے بعد اس نے اس آلے کے کچھ بٹن دبائے اور اس سے ایک ہلکی سی آواز بلند ہونے لگی اس نے بٹن دوبارہ بند کر دیا اور آلے کو میز پر رکھ دیا۔

"تو میرے دوست اب تم اپنا مکمل لباس اتار دو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس میں جھجک محسوس نہیں کرو گے" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بے وقوف انسان کہہ رہا ہے کہ میں اس کے سامنے لباس اتارنے میں جھجک محسوس کروں گا۔ حالانکہ سچی بات تو یہ ہے پروفیسر کہ ہر دور میں مجھے لباس پہننے میں جھجک محسوس ہوتی رہی ہے چنانچہ میں نے اپنے بدن سے لباس اتار دیا۔ آئزک پیٹر متحیرانہ لہجے میں بولا

"بلاشبہ گولڈ تم سونے ہی کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہو میں تمہارے بدن کی ساخت پر متحیر ہوں، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی ماہر فنکار نے سونے کا یہ مجسمہ تیار کیا ہو نجانے وہ کونسی بستی ہو گی جہاں تم رہتے ہو گے کیا تم اپنی بستی کے واحد انسان ہو یا سب تمہارے ہی مانند ہیں؟"

"نہیں، میری بستی کے لوگ میری ہی مانند ہوتے ہیں۔"

"مرد اور عورت سب؟"

"ہاں۔"

"تب تو انوکھی بستی ہو گی وہ اور دنیا والوں کی نگاہوں میں سونے کی بستی۔" آئزک نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اپنا وہ آلہ لے کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ ایک بار پھر اس نے آلے کے بٹن دبائے اور وہی آواز پھر بلند ہوئی۔ تب اس نے آلے کو میرے جسم کے سامنے کر دیا اور اس آلے سے ہلکا سا غبار نکل کر منتشر ہونے لگا۔ یہ غبار میرے بدن پر جم رہا تھا اور جہاں جہاں یہ غبار جمتا جا رہا تھا وہاں میرا رنگ سیاہی مائل ہوتا جا رہا تھا۔ آئزک پیٹر بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھا اور میرے بدن پر کوئی نشان نہیں چھوڑ رہا تھا یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں سے لے کر وہ میرے شانوں تک پہنچ گیا۔ پھر اس نے میرے ہاتھوں کو بھی اسی رنگ میں رنگا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے آنکھیں اور منہ بند کرنے کے لیے کہا۔ میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور غبار میرے چہرے سے ٹکرانے لگا۔ کوئی خاص احساس نہیں ہو رہا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں بڑی دلچسپی سے اس کی ان حرکات کو محسوس کر رہا تھا پھر اس نے شاید اپنا کام ختم کر لیا اور مجھ سے کہا کہ میں آنکھیں کھول دوں۔ میں نے آنکھیں کھول دیں تب اس نے کچھ سوچا اور پھر دوبارہ اپنے اس آلے میں کچھ تبدیلیاں کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے میرے سر کے سنہری بالوں کو گہرے سیاہ رنگ میں رنگ دیا اور پروفیسر! ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر اس نے آئینہ میرے سامنے کر دیا اور میں ششدر رہ گیا۔ ہاں یہ میں نہیں تھا۔ نئے دور کے انسان نے مجھے بھی تبدیل کر دیا تھا اور یہ تبدیلی میرے لیے کسی طور تکلیف دہ نہیں تھی۔ مجھے یہ احساس نہیں تھا کہ میرا خوبصورت رنگ تباہ ہو گیا بلکہ میں تو انسان کے اس خوبصورت کارنامے پر دنگ تھا۔ یہ مخلوق کسی طور نہ تو محدود ہے اور نہ اسے اپنے کسی کام میں کوئی دقت ہوتی ہے گویا انسانی نسلوں میں اب تک میں نے جتنی نسلیں دیکھیں ان میں اپنے آپ پر اور اپنے حالات پر قادر جس قدر یہ مخلوق مجھے نظر آئی تھی اس سے پہلے ایسے لوگ کبھی نہیں دیکھے تھے میرا رنگ تبدیل کرنے کے بعد اس نے اپنے اس جادو کے بکس سے کچھ اور چیزیں نکالیں جن میں کچھ شیشیاں تھیں ان شیشیوں میں سیال بھرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ایک چوکور چھوٹے سے پیکٹ میں کسی چیز کے پتلے پتلے ٹکڑے تھے۔ اس نے سیال میرے چہرے پر جگہ جگہ ملا اور اس کے بعد اس نے اسی آلے سے میرے چہرے پر لگے ہوئے ٹکڑوں پر بھی وہی رنگ پھیر دیا۔ جو اس نے میرے پورے بدن پر پھیرا تھا۔ اس بار جو میں آئینے کے سامنے گیا تو حیرت سے میری آنکھیں بند ہو گئیں۔ میں چشم تصور میں وہ شکل دیکھ رہا تھا جو ابھی ابھی آئینے میں نظر آئی تھی اور پروفیسر! سلانوس بھی شاید یہ کام نہ کر سکتا میرا تو اپنا چہرہ ہی بدل گیا تھا وہ چہرہ جو صدیوں نے نہیں بگاڑا تھا۔ اس دور کے انسان نے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور آئزک پیٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

آئزک پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"تم سوچ رہے ہو گے میرے دوست کہ میں نے تمہارا سنہرا رنگ تم سے چھین لیا ہے!"

"نہیں میں یہ تو نہیں سوچ رہا تھا البتہ یہ خیال میرے ذہن میں تمہارے ان الفاظ سے ضرور آیا ہے تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تمہیں افسوس ہے کہ تمہارا یہ رنگ ماند پڑ گیا۔"

"ہرگز نہیں بلکہ میں اپنی اس تبدیلی میں محسوس کر رہا ہوں"

"ہاں تمہارے جیسے تجسس پسند انسان سے یہ بات بعید نہیں ہے لیکن یہ خوشخبری سن کر تمہیں یقیناً خوشی ہو گی کہ تمہارا یہ رنگ عارضی ہے اور تمہارے چہرے پر جو یہ پلاسٹک کے ٹکڑے چپکے ہوئے ہیں یہ ایک خاص چیز سے دھو کر اتارے جا سکتے ہیں اس کے علاوہ تمہارے بدن کا تمام رنگ بھی میرے تیار کردہ محلول سے اتر کر اپنی اصلی حالت میں واپس آ سکتا ہے چنانچہ تمہیں ذرا بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں"

"میں تو ذرا بھی فکرمند نہیں ہوں آئزک پیٹر! بہرصورت! اب کیا حکم ہے میرے لیے؟"

"بس اب اپنا لباس پہن لو" آئزک پیٹر نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ تب آئزک پیٹر نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا "میں نے پہلے تمہیں ایک اور نام دیا تھا اور وہ تھا لاک یعنی اپنی بیٹی کے سامنے، لیکن ضرورت کے تحت مجھے تمہارا نام پھر تبدیل کرنا پڑے گا کیا تم مجھے اپنی پسند کا کوئی نام بتاؤ گے؟"

"نہیں۔ مجھے ناموں سے کوئی دلچسپی نہیں"

"تب میں تمہیں جارج کے نام سے پکاروں گا"

"ٹھیک ہے اس وقت کے بعد سے میرا نام جارج ہے!"

"یقیناً۔ اور اب میں تمہیں اپنی بیٹی سے ملاؤں" آئزک پیٹر نے اپنا صندوق بند کیا اور مجھے لیے ہوئے ان تہ خانوں سے باہر نکل آیا اندر کی دنیا تنہائی کی دنیا تھی۔ باہر کی دنیا میں اب میں آزاد تھا اور پروفیسر! شاید اس شخص کی قربت نے میرے اندر تھوڑی سی خوداعتمادی ...... بھی پیدا کر دی تھی۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ نہ تو میں اس دنیا کے لیے کوئی اجنبی چیز رہا ہوں اور نہ مجھے اسے دیکھنے میں کوئی دقت پیش آیا کرے گی۔ اس شخص نے میرے اوپر یہ بڑا احسان کیا ہے۔

آئزک پیٹر مجھے لیے ہوئے پہلے ایک ایسے راستے پر پہنچا جہاں سے اندر داخل ہونے کی جگہ بنی ہوئی تھی اور پھر اس راستے پر آ گیا جو باہر سے اندر کی جانب آتا تھا۔ صدر دروازے تک کوئی نہ ملا لیکن صدر دروازے سے داخل ہو کر میں نے آئزک پیٹر کی لڑکی اینی کو دیکھا اینی کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں ابھرا تھا وہ پُراخلاق انداز میں آگے بڑھ آئی اور میری جانب گردن خم کر کے مجھے سلام کیا۔

"اوہ اینی ڈیئر! میرے نئے دوست سے ملو۔ یہ جارج ہیں۔ اور ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جو بے پناہ پُراسرار سمجھا جاتا ہے"

"میں بتا سکتی ہوں ڈیڈی!" اینی نے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

"تو بتاؤ"

"ان کا تعلق افریقہ سے ہے"

"ہاں افریقہ سے ہے لیکن انہوں نے زندگی کا طویل عرصہ ایشیائی ملکوں میں گزارا ہے اس لیے ان کے انداز میں بہت ساری چیزیں ایسی پاؤ گی جو افریقیوں میں نہیں ہوتیں"

"میں محسوس کر رہی ہوں ڈیڈی! ایک تبدیلی تو ان میں نمایاں ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ان کے خدوخال افریقیوں سے ملتے جلتے نہیں ہیں گو رنگ ان کی مانند سانولا ہے لیکن نقش و نگار تیکھے ہیں افریقیوں کی طرح بھدے نہیں"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زیادہ تر زندگی یورپی ممالک میں گزاری ہے"

"ہاں۔ آب و ہوا کا اثر خدوخال پر گہرا ہوتا ہے" اینی نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولی "سوری مسٹر جارج! میرے ڈیڈی نے آپ سے میرا تعارف نہیں کرایا۔ میرا نام اینی پیٹر ہے اور میں ان کی بیٹی ہوں"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی "آپ سے مل کر خوشی ہوئی"

"لیکن مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی" اینی نے کہا اور پیٹر چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"اوہ اینی کیا کہہ رہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں ڈیڈی!"

"لیکن کیوں؟"

"اس کی وجہ ہے!"

"کیا وجہ ہے؟"

"یا تو یہ سائنسدان ہوں گے اور آپ کے ساتھ آپ کی لیبارٹری میں گھسے رہیں گے۔ اور اگر سائنسدان نہیں ہیں تو پھر یہاں سے چلے جائیں گے، میں ان سے بے تکلف ہونے کی کوشش کروں تو میری حماقت ہے"

"اوہ! یہ بات ہے تو سنو! مسٹر جارج نہ تو سائنسدان ہیں اور نہ جلد یہاں سے جائیں گے ممکن ہے یہ ہمارے ساتھ ہی رہیں چنانچہ تم انہیں سنبھالو۔ میں چلتا ہوں" آئزک پیٹر نے کہا اور پھر ہم دونوں سے اجازت لے کر کسی کام سے چلا گیا۔

آئزک پیٹر کی بیٹی اینی خاصی بے تکلف تھی اس کی معصومیت کے بارے میں تو میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا حالانکہ اب میں بدلی ہوئی شکل میں اس کے سامنے آیا تھا اور میرا کردار دوسرا تھا لیکن وہ اسی بے تکلفی سے مجھ سے پیش آ رہی تھی۔ آئزک پیٹر کے چلے جانے کے بعد اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے میری بات آپ کو ناگوار گزری ہو مسٹر جارج لیکن میں نے غلط نہیں کہا تھا میرے ڈیڈی سائنسدان ہیں وہ اپنے سائنسی تجربات میں مصروف رہتے ہیں اور ان کے ملنے جلنے والے بھی انہی کی طرح خبطی ہوتے ہیں۔ بات بات میں کھو جانے والے اور اگر واپس بھی آئیں گے تو انوکھے الفاظ لیے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں ایسے لوگوں سے مل کر شدید ذہنی کوفت ہوتی ہے اور ڈیڈی سے ملنے ایسے لوگوں کے سوا اور کوئی آ بھی نہیں سکتا۔ ابھی کچھ عرصہ قبل ایک اور شخص ڈیڈی کے پاس آیا تھا۔ بڑا ہی عجیب و غریب انسان تھا سنہری رنگ کا دل پر اثر کرنے والا۔ میں اس کی شخصیت سے بڑی متاثر ہوئی تھی اور میرا دل چاہتا تھا کہ وہ طویل عرصے تک میرے ساتھ رہے میں اسے بہت قریب سے دیکھتی رہوں۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ طویل عرصے تک میرے ساتھ رہے گا اور وہ صبح خیزی کا عادی ہے۔ گویا میری فطرت اس سے میل کھاتی تھی لیکن پھر وہ چلا گیا اور میں شدید ذہنی کوفت کا شکار ہو گئی۔ ایسے لوگوں کے قریب آنے سے کیا فائدہ جو چلے جاتے ہیں اب تم بتاؤ کہ میں اسے بھولنے کے لیے کیا کروں؟"

"تو کیا تم اس سے محبت کرنے لگی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"محبت؟ ہاں شاید، حالانکہ مجھے اس کے ساتھ وقت گزارنے کا کوئی موقع نہیں مل سکا۔ بہت ہی مختصر وقت میں ہماری ملاقات ہوئی تھی اس نے مجھے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا نہ میں اظہار کر سکی۔ بس تھوڑی سی گفتگو ہوئی۔ اس نے پھر آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ڈیڈی کے دوست بھی ڈیڈی ہی کے مانند ہوتے ہیں۔ وہ نہیں آیا۔" اینی نے معصومیت سے کہا۔

"بہرصورت اینی اگر میں تمہاری کچھ مدد کر سکا تو مجھے خوشی ہو گی تم چاہو تو میں اسے تلاش کر کے لا سکتا ہوں۔ تم مجھے اس کا نام اور پتہ وغیرہ بتا دو۔"

"بے کار ہے۔ سب کچھ بے کار ہے میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اگر میں نے تم سے بداخلاقی کی بات کی تو کیا بُرا کیا؟"

"قطعی نہیں اینی۔ میں نے تمہاری بات کا بُرا تو نہیں مانا" میں نے جواب دیا۔

"تم مجھے کافی اچھے انسان معلوم ہوتے ہو تمہارے چہرے پر ایک عجیب سی نرمی ہے ایسی نرمی جو محبت کرنے والوں کے چہرے پر ہوتی ہے دیکھو میں آئندہ تم سے بداخلاقی سے پیش نہیں آؤں گی لیکن اگر

تم یہاں سے جانا چاہتے ہو یا چلے جاؤ گے تو مجھے بتا دو میں تم سے اتنی قربت ہی نہیں حاصل کروں گی۔ بس سرسری انداز میں جیسے مہمانوں سے پیش آیا جاتا ہے پیش آؤں گی تب پھر تمہارے جانے کے بعد مجھے کوئی کوفت نہیں ہوگی۔"

"لیکن اینی تم مجھ سے محبت تو نہیں کر سکتیں۔"

"کیوں نہیں کر سکتی کیا میں تمہیں اس قابل نظر نہیں آتی؟" اینی نے کہا اور میں نے بمشکل تمام اپنی ہنسی روکی خاصی بے وقوف لڑکی تھی معصومیت کی انتہا کو پہنچی ہوئی۔ مجھے اس کے غصے پر ہنسی آرہی تھی اور وہ آنکھیں نکالے ہوئے مجھے گھور رہی تھی۔

"بتاؤ کیا سمجھتے ہو تم مجھے؟"

"ایک بہت ہی سادہ اور نیک سی لڑکی!"

"بس۔"

"ہاں اس کے علاوہ میں ابھی تمہارے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ یہ تو ملاقاتیں ہوتے رہنے کے بعد ہی معلوم ہوگا۔"

"دیکھو دیکھو تم مجھے بہکا رہے ہو۔" وہ غصیلے انداز میں بولی۔

"کیوں اس میں بہکانے کی کیا بات ہے؟"

"تم کہہ رہے ہو کہ ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔ اس کا مطلب ہے کہ تم کافی عرصے تک یہاں رہو گے!"

"تم نہیں چاہتیں کہ میں یہاں رہوں۔"

"میں کیوں نہیں چاہتی لیکن میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ ڈیڈی تمہیں کسی کام سے بھیج دیں گے اور پھر تم واپس نہیں آؤ گے۔"

"اچھا چلو وعدہ کرتا ہوں کہ ایک طویل عرصے تک یہاں رہوں گا اور یہاں سے نہیں جاؤں گا اگر تم اس بات سے خوش ہو سکتی ہو تو میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں۔"

"سوچ لو جو کچھ کہہ رہے ہو کر بھی سکو گے یا نہیں؟"

"وعدہ کر چکا ہوں اور میں وعدے پورے کیا کرتا ہوں۔"

"تب آؤ دوستی کا ہاتھ ملاؤ۔" اس نے اپنا خوبصورت ہاتھ آگے بڑھا دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "دراصل میں انسانوں کو ترسی ہوئی ہوں ڈیڈی نے حالانکہ میرے اوپر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ مجھے لوگوں سے ملنے جلنے سے روکا نہیں جاتا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کن لوگوں کا انتخاب کروں۔ مجھے زیادہ دوستوں سے وحشت ہوتی ہے۔ کچھ لڑکیاں ہیں جو ڈیڈی کے ملنے والوں کی بیٹیاں ہیں وہ مجھ سے ملنے آجایا کرتی ہیں کبھی کبھی میں بھی ان کے ہاں چلی جاتی ہوں لیکن وہاں اتنے لوگ ہوتے ہیں کہ میں بوکھلا کر رہ جاتی ہوں میری خواہش ہے کہ صرف ایک شخص ملے، ایک انسان جو میرا دوست ہو اور میں اس سے ساری باتیں کروں کوئی تیسرا میرے اس کے درمیان موجود نہ ہو۔" اینی نے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

اور میں اس لڑکی کو دیکھتا رہا۔ عجیب سی خواہش تھی اس کی اور عجیب سی فطرت کی مالک تھی۔ بہرصورت اس کی اس خواہش میں معصومیت تھی اور یہ عجیب معصومیت مجھے بُری نہ محسوس ہوئی میں نے اس سے بہت سی تسلی آمیز باتیں کیں اور وہ کافی حد تک مطمئن ہوگئی جب وہ مطمئن ہوگئی تو اس کے چہرے پر مسرت کے آثار نظر آنے لگے۔

"بڑی اچھی دوستی نبھے گی ہماری۔ تم دیکھو گے میں تعاون کرنے والی ہوں اور ہاں تم یہاں رہو گے نا! تو میں تمہیں بہت سی چیزیں پکا پکا کر کھلاؤں گی۔ مجھے کھانے بہت اچھے پکانے آتے ہیں۔ فرصت کے اوقات میں یہی سب کچھ کرتی رہتی ہوں۔ پائیں باغ میں میں نے بہت سے پودے لگائے ہیں جو اب بڑے ہو چکے ہیں پھولوں کے کچھ کنج تو ایسے ہیں جنہیں میں نے خود اپنے ہاتھوں سے سنوارا ہے اس کے علاوہ گھر کی ڈیکوریشن بھی میری ہی کاوش ہے اور اس کے بعد بھی وقت ملتا ہے تو کھانے پکاتی ہوں۔ باورچی کو گھر سے نکال دیتی ہوں اور خود کچن میں بند ہو کر کھانے پکاتی ہوں پھر جب ڈیڈی کھانوں کی تعریف کرتے ہیں تو مجھے بڑی ہنسی آتی ہے۔"

"کیوں ہنسی کیوں آتی ہے؟"

"کیونکہ وہ کھانا پکانے والے کی تنخواہ میں کچھ اضافہ کر دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ باورچی نے پکایا ہوگا۔ پھر بھلا بتاؤ میرا کیا جاتا ہے اگر وہ باورچی کی تنخواہ میں اضافہ کر دیں۔ میں بالکل خاموش رہتی ہوں۔ اور جب ڈیڈی اس کی تنخواہ میں اضافہ کر چکے ہوتے ہیں تو میں ہنستی ہوں اور آج تک میں نے ڈیڈی کو اپنی اس ہنسی کی وجہ نہیں بتائی۔"

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہیں میں ایک بات بتاؤں؟"

"ہاں ہاں بتاؤ!"

"یہ میرے ڈیڈی جو ہیں نا یہ زیادہ اچھے آدمی نہیں ہیں تم یقین کرو یہ دوستوں کو خاص طور سے دھوکہ دیتے ہیں ان سے کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ کچھ لوگ ایسے میری نگاہوں میں آچکے ہیں جو ڈیڈی کا شکار ہوئے ہیں۔ مجھے ان بیچاروں سے ہمدردی ہے مگر میں کیا کروں آخر وہ میرے ڈیڈی ہیں میں کیسے بتاؤں کہ وہ ڈیڈی کے چنگل میں نہ پھنسیں۔ اب پچھلے ہی دنوں کی بات ہے ہمارے ہاں ایک چور گھس آیا۔ ڈیڈی نے اسے پکڑ لیا اور پکڑ کے اس کو اپنی لیبارٹری میں لے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھی۔ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے آرہی ہوں جب وہ چور کو لیبارٹری میں لے گئے تو میں وہاں چھپ گئی۔ ڈیڈی نے اس کو دھمکیاں دیں کہ وہ اسے پولیس کے حوالے کر دیں گے اور وہ ساری عمر جیل میں ہی گزارے گا۔ چور بڑا گڑگڑایا اور اس نے ڈیڈی سے کہا کہ وہ اسے معاف کر دیں۔ تب ڈیڈی نے اس سے کہا کہ وہ اسے دوست بنانے کے خواہشمند ہیں

اور وہ ان سے ملتا رہے وہ بیچارہ تیار ہوگیا اور خلوص سے کئی بار ہمارے گھر آیا پھر ایک بار ڈیڈی نے اس سے کوئی کام لیا۔ یقیناً مجھے اس کام کی تفصیل تو معلوم نہیں لیکن وہ کوئی جائز کام نہیں تھا کیونکہ اس کام میں وہ شخص پکڑا گیا اور اسے بہت لمبی سزا ہوگئی لیکن سزا دلانے والوں میں ڈیڈی سرفہرست تھے حالانکہ اس بیچارے نے بہت کچھ کہا کہ وہ بے قصور اور بے گناہ ہے لیکن کون سنتا اس بیچارے کی۔ ڈیڈی تو ایک نیک نام آدمی ہیں اسے سزا ہوگئی۔ کئی لوگ اس طرح ڈیڈی کا شکار بن چکے ہیں وہ اپنی مطلب براری کے لیے کام کرتے ہیں تم ذرا ان سے ہوشیار رہنا کیونکہ تم اب میرے دوست بن چکے ہو۔"

لڑکی کی باتیں میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سنیں وہ اپنے باپ کے بارے میں جس طرح کچا چٹھا بتا رہی تھی وہ اس کی معصومیت کی دلیل تھی لیکن اس سے آئزک پیٹر کی شخصیت واضح ہو جاتی تھی۔ میرا پہلے بھی یہ خیال تھا کہ یہ شخص بہت زیادہ اچھا انسان نہیں ہے پولیس کا کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے طور پر بھی کچھ بڑے ارادہ رکھتا ہے نہ جانے اس چور سے اس نے کیا کہا ہوگا اور پھر اس بیچارے کو کس مصیبت میں پھنسا کر خود الگ ہوگیا چنانچہ لڑکی کی بات سے ایک فائدہ مجھے ضرور ہوا کہ میں آئزک پیٹر کی باتوں پر پوری طرح مطمئن نہ ہو جاؤں بلکہ پہلے میں اس کی ہر خواہش کا تجزیہ کروں اور اس کے بعد اس کے کہنے پر عمل کروں۔

آئزک پیٹر شام تک غیر حاضر رہا اور میں نے یہ وقت اینی کے ساتھ ہی گزارا معصوم اینی دلچسپ گفتگو کرنے والی لڑکی تھی اور ہر شخص سے محبت کرنے کے لیے تیار اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ آئزک پیٹر کے ساتھ خشک زندگی گزارتے گزارتے تنگ آگئی تھی۔ رات کو آئزک پیٹر واپس آیا اور اس نے معذرت آمیز لہجے میں مجھ سے کہا۔

"معاف کرنا ڈیئر جارج میں کچھ زیادہ ہی مصروف ہوگیا چند ایسے کام تھے جنہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا بعض اوقات مجھے اپنے کچھ کام ادھورے چھوڑ کر صرف اس لیے گھر واپس آجانا پڑتا ہے کہ اینی میری غیر موجودگی کو بری طرح محسوس کرتی ہے لیکن آج میں بڑا مطمئن رہا میں نے سوچا کہ تم اینی کے پاس ہو گے اور وہ یقینی طور پر تنہائی نہیں محسوس کرے گی۔"

"ہاں ڈیڈی مسٹر جارج تو بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں بڑی پُرلطف گفتگو کرتے رہے ہم دونوں۔" اینی نے خوش ہو کر کہا۔

"اسی لیے تو میں مسٹر جارج سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ یہیں قیام کریں اور ایک طویل وقت ہمارے ساتھ گزاریں۔"

"میں نے مسٹر جارج کو اس کے لیے تیار کر لیا ہے ڈیڈی وہ ہمارے ساتھ خاصا وقت گزاریں گے۔" اینی نے کہا۔

"واقعی مجھے یقین ہے کہ تم نے ایسا کر لیا ہوگا۔ کیونکہ بہرحال تم ایک باصلاحیت لڑکی ہو اور مسٹر جارج میرا خیال ہے آپ کا وقت بھی اینی کے ساتھ بُرا نہیں گزرا ہوگا۔"

"یقیناً۔ اینی نے مجھے آپ کے بارے میں اور اپنے بارے میں بہت کچھ بتاتی رہی ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا لیکن آئزک پیٹر نے میرے اس لہجے پر توجہ نہیں دی اور ہنسنے لگا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر اینی نے سونے کی اجازت طلب کی اور اٹھ کر چلی گئی۔

"کیا تمہیں بھی نیند آرہی ہے مسٹر جارج؟" آئزک پیٹر نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، کیا آپ بیٹھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ ہم لوگ کچھ دیر باتیں کریں۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

"تب میں کافی کے لیے کہہ آتا ہوں کافی پیتے ہوئے ہم لوگ گفتگو کریں گے۔" آئزک پیٹر نے کہا اور باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم کے ہمراہ آیا۔ ملازم کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا لایا تھا۔ اس نے ٹرالی وہیں کھڑی کر دی اور باہر نکل گیا۔ تب آئزک پیٹر نے دروازہ بند کر دیا۔

"بات دراصل یہ ہے مسٹر جارج کہ میری مالی حالت بہت زیادہ اچھی نہیں ہے گورنمنٹ مجھے ایک معقول معاوضہ دیتی ہے وہی گزر بسر کا ذریعہ ہے حالانکہ میرے اخراجات بہت زیادہ نہیں ہیں کیونکہ چند ملازمین اور اینی کے علاوہ میرا ہے ہی کون لیکن میں اپنے سائنسی تجربات کے لیے کوئی امداد نہیں قبول کرتا بس یوں سمجھ لو کہ یہ میرا شوق ہے اور اس سے میرے جذبات وابستہ ہیں چنانچہ آمدنی کے لیے میں ہمیشہ پریشان رہتا ہوں اور اس تگ و دو میں لگا رہتا ہوں......

......کہ ان تجربات پر ہونے والے اخراجات کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ ملتا رہے اگر میں اس بارے میں حکومت کی کوئی پیشکش قبول کروں تو جانتے ہو کیا ہوگا؟" اس نے رک کر مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"حکومت میری جان کو آجائے۔ وہ زیادہ سے زیادہ مجھ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے لیکن میں صرف اس حد تک یہی مناسب سمجھتا ہوں۔ یعنی یہ کہ پولیس کی تھوڑی بہت مدد کر دوں۔"

"تم کرنا کیا چاہتے ہو مسٹر پیٹر؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ میرے دوست۔ آئزک پیٹر کوئی معمولی انسان نہیں ہے میرے ذہن میں ایسے ایسے فارمولے ہیں کہ اگر ان کی تکمیل ہو جائے تو میں ساری دنیا کو حیران کر دوں لیکن مجبوریاں ان کی تکمیل میں میرے آڑے آتی ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن ان تجربات کے لیے تمہیں دولت کی ضرورت ہوگی"

"دولت۔" آئزک پیٹر نے ایک گہری سانس لی "دولت کے بغیر دنیا کا کونسا کام ہوتا ہے؟"

"عجیب بات ہے تمہاری دنیا میں دولت کتنی بڑی حیثیت رکھتی ہے اس کا اندازہ میں لگا چکا ہوں۔"

"ہاں میرے دوست۔" آئزک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"لیکن اس سلسلہ میں میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہی سوچ رہا ہوں کہ تمہیں بتاؤں یا نہ بتاؤں" آئزک پیٹر نے کہا

"بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"صرف ایک؟"

"وہ کیا؟"

"تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے تمہیں چند لمحات بھی آرام نہیں کرنے دیا۔ اور اس دلچسپی کی وجہ صرف یہ تھی جو میں نے فوراً بیان کر دی۔"

"میرا خیال ہے آئزک پیٹر تم نے ایک اچھے انسان کی حیثیت سے ایک بات پہلے ہی واضح کر دی تھی۔"

"کونسی بات، مجھے یاد نہیں؟" پیٹر سے پوچھا۔

"تم نے کہا تھا کہ میرے معاملے میں تم بالکل ہی بے غرض نہیں ہو۔"

"ہاں۔ کچھ کمزوریوں کے باوجود میں کچھ اصولوں پر ضرور کاربند رہتا ہوں۔ میں نے تمہیں دھوکے میں نہیں رکھا تھا۔"

"یہ بات میں مانتا ہوں۔ اس لیے تم مجھے بتانے میں تردد نہ کرو۔"

"جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں اس میں تمہیں بھی دلچسپی ہوگی۔ مجھے بتاؤ پنکی تمہاری محبوبہ تھی۔"

"ہاں وہ میری عورت بن چکی تھی۔"

"اور اسے بیکن نے قتل کر دیا۔"

"بیکن نے۔ صرف بیکن نے۔" میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"تمہارے ذہن میں بیکن کے خلاف انتقام کا جذبہ نہیں ابھرا۔"

"میں اس سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔"

"اس نے نہ صرف یہ کہ تمہاری دوست پنکی کو قتل کیا بلکہ اس کے قتل کے اقدام میں تمہیں بھی پھانسنے کی کوشش کی یہ کوشش تمہارے قتل کی حیثیت رکھتی ہے اگر وہ قاتل کی حیثیت سے تمہیں پولیس کے حوالے نہ کرنا چاہتا تو شاید اپنے طور پر تمہیں بھی قتل کرنے کی کوشش کرتا لیکن اس نے تمہیں قتل کرنے کے لیے دوسرا ذریعہ نکالا۔"

"یعنی؟"

"یہی کہ تمہیں پنکی کے قتل کے اقدام میں موت کی سزا مل جائے۔"

"ہاں تمہارے قانون کی بات ہے تمہارا قانون مجھے موت کی سزا ہی دیتا۔ تمہارا خیال درست ہے۔"

"تو پھر تم اس سے انتقام نہیں لو گے؟ کیا یہ مناسب ہوگا کہ وہ اس دولت سے عیش کرے جو تمہاری اور پنکی کی ملکیت تھی۔"

"ہرگز نہیں۔"

"یہی میرا پروگرام ہے میرے دوست، میں نے بیکن کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کر لی ہے۔ میں اس کی رہائش گاہ سے بھی واقف ہوں اور اس کے مشاغل سے بھی۔ چنانچہ تم اسے اغوا کر لو۔ ہم اسے ان تہہ خانوں میں لے آئیں گے اور یہاں اس سے معلومات حاصل کریں گے۔ دراصل بیکن کوئی شریف انسان نہیں ہے اس کے ساتھ بہت سے غنڈے ہیں۔ اور میں لڑنے بھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں تم اس سے نمٹ سکتے ہو۔"

میں خاموشی سے آئزک کی شکل دیکھتا رہا اور پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "مجھے تمہاری تجویز سے اتفاق ہے مسٹر پیٹر!"

"پھر تو ہم دونوں اس دولت کو حاصل کر کے تقسیم کر لیں گے۔ اور اس کے بعد ہی ہم دوسرے کام کرتے رہیں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے کہا اور پیٹر کھل اٹھا۔

"خدا کی قسم گولڈ۔ اگر تم مجھ سے تعاون کرتے رہو تو ہم تہلکہ مچا دیں گے تم انوکھی خصوصیات کے مالک ہو اور میں انوکھی ذہانت کا۔ ایسی ایسی ترکیبیں استعمال کروں گا دولت حاصل کرنے کی کہ دنیا دنگ رہ جائے گی۔"

میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ آئزک پیٹر کی آنکھوں میں مستقبل کے خواب لہرا رہے تھے اور اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔

"پھر اس سلسلہ میں کیا کرنا ہے پیٹر؟" میں نے پوچھا۔

"کل دن میں، میں تمہیں ساری تفصیل سمجھا دوں گا بس اب آرام کرو۔" پیٹر نے کہا اور اٹھ گیا۔

دوسری صبح ناشتے پر بیشمار چیزیں تھیں اور ایبی ہنس رہی تھی اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ "واہ بھئی آج ہمارا باورچی کس بات پر خوش ہوگا۔ بڑا عمدہ ناشتہ بنایا ہے اس نے اور یہ اچھا ہی ہے کیونکہ آج کا دن بھی مصروف دن ہے۔" ایبی خاموشی سے ہنستی رہی تھی۔

لیکن جب آئزک نے اس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ وہ مجھے لے جا رہا ہے تو ایبی چونک پڑی۔

"کیا مطلب ڈیڈی کیا مطلب؟"

"اوہ بے بی، ہم لوگ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ جائیں گے۔"

"اور یہ آپ کے ساتھ ہوں گے؟"

"ہاں۔"

"آپ یقین سے کہہ رہے ہیں ڈیڈی؟"

"کیا مطلب؟" آئزک نے تعجب سے پوچھا۔

"آج تک کا ریکارڈ۔ آپ نے کسی بھی کام کے آدمی کو یہاں نہیں

چھوڑا ہے۔"

"میرے بارے میں تمہارے خیالات بے حد خراب ہیں بے بی۔ اور یہ اچھی بات نہیں ہے!" آئزک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مسٹر جارج کیا آپ ڈیڈی کے ملازم ہیں؟"

"نہیں مس پیٹر!" میں نے کہا۔

"تو آپ خود وعدہ کریں کہ آپ واپس آئیں گے۔"

"ہاں میں واپس آ جاؤں گا مس پیٹر!"

"تب ٹھیک ہے اب تک آپ ایک اچھے انسان ثابت ہوئے ہیں۔ میں آپ کی بات پر یقین کیے لیتی ہوں۔" ایبی نے کہا اور آئزک پیٹر ہنستا ہوا میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے ساتھ اس کی کار میں جا رہا تھا۔

آئزک پیٹر راستے بھر مجھے ان راستوں کی تفصیل سمجھاتا رہا اور پھر بولا۔ "اس کے باوجود میں خود بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ راستوں کی تفصیل میں نے تمہیں صرف اس لیے بتائی ہے کہ تمہیں آئندہ اسکی ضرورت پیش آئے گی۔ پھر ایک عمدہ سے علاقے میں اس نے ایک جگہ کار روک دی۔ "وہ سبز رنگ کی عمارت دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"وہ بیکن کی کوٹھی ہے۔"

"ٹھیک ہے!"

"بیکن مجھے تو پہچانتا ہے لیکن موجودہ شکل میں تم اس کے لیے اجنبی ہو گے تم اگر چاہو تو اس کوٹھی میں داخلے کا جائزہ لے سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کافی ہے مسٹر پیٹر!"

"کیا مطلب؟"

"کیا اسے اغوا کرتے وقت تم میرے ساتھ ہو گے؟"

"ہاں میں ہی تمہیں یہاں تک لاؤں گا۔ لیکن اندر صرف تم داخل ہو گے میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"بس اتنا کافی ہے۔ میں اسے لے آؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور آئزک پیٹر دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا پھر اس نے کار واپس موڑ دی اس کے بعد وہ کافی دیر تک بازاروں کی سیر کرتا رہا۔ اس نے میرے لیے بہت سی چیزیں خریدیں غالباً وہ مجھے خوش کرنا چاہتا تھا اور پھر دوپہر کے کھانے سے قبل ہم گھر واپس لوٹ آئے۔

ایبی ہمیں دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔ باقی دن حسب معمول گزرا۔

آئزک پیٹر پھر کسی کام سے چلا گیا تھا اور پھر وہ رات کو ہی واپس آیا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد دیر تک گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ ایبی کو نیند آنے لگی۔ وہ سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کی ضمانت میں ہم دونوں بھی سونے کے لیے آ گئے تھے۔

لیکن رات کے پہلے پہر آئزک میرے کمرے پر پہنچ گیا اور اس نے مجھے آواز دی۔

"اندر آ جاؤ آئزک!" میں نے جواب دیا۔ اور وہ اندر آ گیا۔

"کیا تم تیار ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر آؤ چلیں۔" اس نے کہا اور میں فوراً اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ آئزک نے اس وقت ایک عجیب لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ پھر جس کار میں بیٹھ کر آئزک چلا وہ بھی میرے لیے نئی تھی۔ کافی بڑی کار تھی اور میں نے آئزک کے پاس پہلی بار اسے دیکھا تھا۔

راستے بھر خاموشی رہی۔ آئزک کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں دن میں آئے تھے۔

"گولڈ!" آئزک آہستہ سے بولا۔

"ہوں!"

"ہم اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں۔"

"تم کسی قسم کی جھجک تو محسوس نہیں کر رہے؟"

"قطعی نہیں لیکن کیا تمہیں یقین ہے کہ بیکن اس وقت اپنے مکان میں ہوگا؟"

"ہاں میں نے اس کے بارے میں پوری معلومات کر رکھی ہیں۔"

"تو میں جاتا ہوں میرا انتظار کرو۔" میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا اور اسی وقت آئزک نے مجھے پکارا۔

"سنو گولڈ یہ رکھ لو۔ تم اسے بے حقیقت سمجھتے ہو لیکن یہ بڑی کارآمد ہوتی ہے اس کی ایک جھلک دوسروں کو حواس باختہ کر دیتی ہے۔" اس نے میری طرف ایک پستول بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں آئزک، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور پھر اس کی بات کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اس عمارت کے سامنے کے حصے میں روشنی تھی۔ اس لئے میں عقبی سمت چلا گیا جہاں راہداری زیادہ اونچی نہیں تھی۔ میں نے ایک ہی چھلانگ میں اسے طے کر لیا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔

عمارت زیادہ طویل نہیں تھی میں نے باآسانی بیکن کا کمرہ تلاش کر لیا۔ ایک بڑے بستر پر سرخ کمبل میں بیکن موجود تھا وہ شاید

جاگ رہا تھا اور تنہا نہیں تھا یعنی بستر پر کوئی اور بھی اس کے ساتھ موجود تھا
میں نے بیکن کی خواب گاہ کے دروازے کو دھکا دیا اور محسوس کیا کہ دروازہ بند ہے تب میں نے ایک لات دروازے پر رسید کی اور دروازہ اکھڑ کر اندر جا گرا۔ بیکن کی جو حالت ہو سکتی تھی وہی ہوئی وہ یہ بھول کر مسہری سے نیچے کود پڑا کہ وہ بے لباس ہے اور اس کے ساتھ ہی چیخنے والی لڑکی بھی۔

بیکن کی بہ نسبت لڑکی نوجوان تھی اور کافی خوبصورت۔ دونوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور پھر بیکن نے جھپٹ کر اپنے بستر سے پستول اٹھا لیا میں نے تعرض نہیں کیا۔ لڑکی نے جلدی سے بستر کی چادر کھینچ کر اپنا بدن چھپا لیا تھا۔ البتہ بیکن شاید خوف کی حالت میں اپنی برہنگی بھول گیا تھا۔

"کون ہو تم؟"

"میرے ساتھ چلو بیکن۔" میں نے کہا۔

"کہاں؟"

"جہاں میں لے جاؤں۔"

"تم ہو کون؟" بیکن دھاڑا۔

"تمہیں لے جانے والا۔"

"جو کوئی بھی ہو اس طرح گھس آنے کی سزا میری نگاہوں میں موت ہے۔" بیکن شدید غصے کے عالم میں بولا اور پھر اس نے دو دھماکے کیے۔ پستول سے نکلنے والی گولیاں میرے بدن سے ٹکرائیں لیکن ان کا نتیجہ کیا نکلتا۔ لڑکی پھر چیخ پڑی۔ بیکن کی آنکھیں بھی حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ اس نے پستول کو دیکھا اور پھر دو دھماکے اور کیے لیکن ان کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا

"بس اب اسے پھینک دو اور میرے ساتھ چلو۔" میں نے کہا اور اس وقت کسی نے عقب سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ دو آدمی تھے جنہوں نے پوری قوت سے میرے شانے اور سر پر لکڑی کے ایک ہتھیار سے حملہ کیا تھا لیکن ان کی لکڑیاں تڑاخ سے ٹوٹ گئیں۔

میں نے دونوں کی گردنیں پکڑ لیں اور پھر ان کے سر پوری قوت سے ٹکرائے۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ ان سروں میں کوئی جان ہی نہیں ہے اور وہ اخروٹ کی طرح پھٹ جائیں گے ان دونوں کی چیخیں بھی نہ نکل سکیں۔ بیکن نے ان دونوں کا حشر دیکھا اور پھر لڑکی کو سنبھالنے لگا جو چکرا کر بے ہوش ہو گئی تھی۔

"آؤ بیکن۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"تم انسان نہیں ہو تم۔ میں نہیں جاؤں گا۔" بیکن نے ایک دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن میں اس کے پیچھے دوڑا اور دروازے تک پہنچنے سے قبل ہی میں نے اسے دبوچ لیا۔ بیکن کراہ کر رہ گیا پھر میں نے اس کے سر پر ہاتھ مارا اور بیکن میرے ہاتھوں میں جھول گیا۔

میں نے جب اسے بے ہوش محسوس کیا تو اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ اور پھر اسی راستے سے میں واپس آگیا۔ آنزک بے چین ہو کر ٹہلنے لگا تھا مجھے دیکھ کر وہ میری طرف دوڑ آیا اور پھر میری بغل میں بیکن کو دیکھ کر چونک پڑا۔

"آہ میرے دوست! تم تو کسی چوہے کی مانند اسے پکڑ لائے"

اس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور آنزک کی مدد سے بے ہوش بیکن کو اس گاڑی کے عقبی حصے میں لٹا دیا۔

آنزک پیٹر نے پھرتی سے دروازہ بند کر دیا اور پھر ہم دونوں کار میں بیٹھ گئے اور کار چل پڑی۔ راستے میں آنزک نے پوچھا۔

"اسے لانے میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

"بھلا دقت کیا ہوتی؟" میں نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے کوئی اور تو نہیں تھا وہاں پر؟"

"ہاں۔"

"کون تھا؟" آنزک پیٹر نے سوال کیا۔

"ایک لڑکی تھی جسے میں نے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دو آدمی اور آئے تھے لیکن ان کے سر اتنے کمزور نکلے کہ جب میں نے انہیں آپس میں ٹکرایا۔ تو ان کے بھیجے باہر نکل پڑے۔" میں نے جواب دیا۔ اور آنزک اچھل پڑا۔

"یعنی یعنی وہ مر گئے۔"

"ہاں۔"

"کتنے آدمی تھے وہ؟"

"دو آدمی تھے۔"

"پھر؟"

"بس پیچھے سے آ کر انہوں نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے پوری قوت سے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے ڈنڈے میرے سر اور شانوں پر مارے تھے لیکن انہیں بڑی مایوسی ہوئی اور جب میں نے ان کی گردنیں پکڑ کر آپس میں ٹکرائیں تو میرا خیال تھا کہ وہ صرف بے ہوش ہو جائیں گے لیکن ان کے سر چٹاک سے پھٹ گئے۔"

"اوہ۔ اوہ۔" آنزک پیٹر کی آنکھیں کسی قدر خوف سے پھیل گئی تھیں "اور وہ لڑکی؟" چند ساعت کے بعد اس نے پوچھا۔

"وہ ان دونوں کو مرتے دیکھ کر ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔" اس نے سوال کیا۔

"ہاں اس نے میری شکل تو دیکھی تھی۔"

"اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ تمہاری یہ موجودہ صورت فوراً تبدیل کرنا پڑے گی۔ کیونکہ اس شکل میں تو تم اور خطرناک ہو گئے ہو۔"

"یہ سب تمہارا کام ہے میں نے تمہاری مرضی کے مطابق ہی سب کچھ کیا ہے آنزک پیٹر!"

گھر پہنچنے تک خاموشی رہی اور اس کے بعد آنزک پیٹر خاموشی سے کار کو اندر لے گیا۔ چند ساعت اِدھر اُدھر کا جائزہ لیتا رہا اسے کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں اینی جاگ نہ اٹھی ہو۔ لیکن ایسی کوئی بات محسوس نہ ہوئی۔ تب اس نے میری مدد سے بے ہوش بیکن کو نکالا اور میں نے اسے کندھے پر لاد لیا۔ اس کے بعد ہم اس کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے جس سے نیچے اتر کر تہہ خانے کا راستہ تھا۔

تہہ خانے میں پہنچ کر آنزک نے بیکن کو بستر پر ڈال دیا اور اس کے بعد اس نے بیکن کے دونوں ہاتھ پاؤں پشت پر باندھ دیئے بیکن بدستور بے ہوش تھا۔ اس کے بعد آنزک نے میری جانب دیکھا اور بولا "میرا خیال ہے آج کی رات بیکن کو آرام کرنے دیا جائے۔ کل ہم ان سے گفتگو کریں گے۔"

دوسری صبح ناشتے کی میز پر کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اینی خوش نظر آ رہی تھی "تمہاری دوست جینی آج کل کہاں ہے اینی؟" ناشتے کے دوران آنزک نے پوچھا۔

"وہ اب مجھے نہیں معلوم ڈیڈی!"

"میں نے سنا ہے وہ سخت بیمار ہے۔"

"اوہ، کس سے سنا ہے ڈیڈی؟"

"اس کا دوست پال ملا تھا۔"

"تب میں اس کی عیادت کو جاؤں گی۔ چلی جاؤں ڈیڈی؟"

"یہ تو تمہارا فرض ہے اینی!"

"آپ میرے ساتھ چلیں گے مسٹر جارج، میری دوست آپ سے مل کر خوش ہو گی۔"

"اگر وہ سخت بیمار ہوئی تو اس وقت مسٹر جارج کا جانا... مناسب نہ ہو گا۔ بہتر ہے کہ آج تم تنہا جاؤ اگر وہ ٹھیک ہو تو اس سے اپنے دوست جارج کا تذکرہ کر دینا اور پھر کسی دن ملاقات بھی کرا دینا" آنزک پیٹر بول اٹھا۔

"ٹھیک ہے۔" اینی نے گردن ہلا دی۔

سورج بلند ہوا تو اینی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد آنزک پیٹر نے اپنی لیبارٹری سے چند مشینیں اٹھائیں اور میرے پاس پہنچ گیا۔

"آؤ۔ اب ذرا اپنے دوست کی مزاج پرسی کریں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی اور پھر جیسے آنزک کو کچھ خیال آگیا "لیکن ٹھہرو۔ میں پہلے تمہیں اصلی حالت میں لے آؤں تاکہ وہ تمہیں پہچان لے" اس نے کہا۔ میں نے اس کی کسی بات سے اختلاف نہیں کیا اور آنزک اپنی حیرت انگیز ایجاد کے ذریعے مجھے اصل حالت میں لے آیا۔ اس کے بعد ہم دونوں چل پڑے۔ راستے میں آنزک مجھے ہدایات دیتا جا رہا تھا۔

آنزک پیٹر

باہر ہی رک گیا تھا۔ اور پروگرام کے مطابق میں اندر داخل ہو گیا۔ لیکن بیکن کی پوزیشن میں تبدیلی آ گئی تھی۔ اور اس وقت اس کا رُخ دوسری جانب تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں اسی طرح بندھے ہوئے تھے اور بستر بُری طرح شکن آلود تھا جس کا مطلب تھا کہ اس نے آزاد ہونے کے لئے سخت جدوجہد کی ہے۔

میرے قدموں کی چاپ پر اس کے بدن کو جنبش ہونے لگی لیکن وہ کوشش کے باوجود اپنا رخ تبدیل نہیں کر سکا۔ میں اس کے قریب پہنچا اور پھر میں نے پہلے اس کے ہاتھ اور بعد میں پاؤں کھول دیئے۔ ہاتھ پاؤں کھلتے ہی بیکن کسی سانپ کی مانند پلٹا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خونخوار چمک تھی لیکن مجھے دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اسے جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جس وحشیانہ انداز میں وہ پلٹا تھا وہ ایک دم ختم ہو گیا تھا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا "تم!" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں بیکن، میرا خیال ہے تم مجھے پہچان گئے ہو گے۔"

"بھلا تم بھی نہ پہچاننے کی چیز ہو۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ مجھے یہاں لانے والے تم ہو گے۔"

"اب جان لیا ہو گا بیکن۔"

"اچھی طرح، لیکن تم خود کو کیا سمجھتے ہو، میں نہیں جانتا کہ تم پولیس کے چنگل سے کس طرح آزاد ہوئے، لیکن تم بیکن سے ٹکر نہیں لے سکتے، بلاشبہ تم جسمانی طور پر طاقتور ہو لیکن بیکن کو نقصان پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں ہر قیمت پر ذلت کی زندگی نصیب ہو گی اور اسی حالت میں تم مر جاؤ گے۔"

"میری دلی خواہش ہے بیکن کہ میں ذلت کی زندگی اور موت کا مزہ چکھوں، لیکن یہ سب تو بعد کی بات ہے میں نے تمہیں جس مقصد کے لئے بلایا ہے وہ کچھ اور ہے۔"

"بکواس مت کرو، مجھے جہاں سے لائے ہو وہیں چھوڑ آؤ، ورنہ تمہارے حق میں بہت برا ہو گا۔"

"بڑی عجیب سی بات ہے بیکن۔ تمہاری دنیا کے لوگ حقیقت پسند نہیں ہوتے، تم میری جسمانی قوتوں کا اعتراف بھی کر رہے ہو میرے چنگل میں بھی ہو اور جانتے ہو کہ میری مرضی کے بغیر اس جگہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتے اس کے باوجود تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو اور کہہ رہے ہو کہ اگر میں نے تمہیں نہ چھوڑا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔"

"ہاں میرے دوست بیکن کسی وجہ سے ہی یہ بات کہہ رہا ہے۔"

"تو ٹھیک ہے بیکن، میں نقصان اٹھانا چاہتا ہوں لیکن یہ نقصان کے اٹھانے سے پہلے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھے بیٹی کی اس دولت کے بارے میں بتاؤ جو تم نے اسے قتل کر کے حاصل کی تھی۔"

"کیا بکواس ہے، میں نے بیٹی کو قتل ہی نہیں کیا"

• یہ تو تم نے پولیس سے کہا تھا۔ یہاں میں ہوں اور میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ پنکی کو قتل کرنے والے تم ہو، صرف تم۔ اور تم اس کی دولت اڑالانے ہو۔"

• ٹھیک ہے تم اگر جانتے بھی ہو تو کبھی یہ بات ثابت نہیں کر سکو گے۔" بیکن نے کہا۔

• ثابت کرنا بھی نہیں چاہتا۔ اور میرا خیال ہے میرے دوست کہ تم بھی اپنا وقت اور الفاظ ضائع کر رہے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے اس دولت کے بارے میں بتا دو۔"

• تم معلوم کرنے کی کوشش کرو، اس خصوصیت کو استعمال کرو جس پر تم نازاں ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم بیکن کی زبان کھلوانے میں کس طرح سے کامیاب ہوتے ہو۔"

• اوہ۔ یہ بات ہے بیکن؟"

• ہاں بالکل یہی بات ہے اب میں اپنی زبان بند کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اس زبان سے اس وقت تک ایک لفظ نہیں نکلے گا جب تک کہ تم مجھے یہاں سے باہر نہیں نکال دو گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ یہاں سے باہر نکلنے کے بعد میں تمہیں اس دولت کے بارے میں کچھ بتا دوں یا اس کا ایک چھوٹا سا حصہ تمہارے حوالے کر دوں یہ صرف میری مہربانی ہو گی کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم بالکل بے سہارا پھرتے رہو۔"

• واہ بیکن میرے دوست، کم از کم تمہارے اندر اتنی انسانیت تو ہے کہ تم نے میرے بے سہارا ہو جانے کے بارے میں سوچا لیکن بہر صورت دولت پنکی کی ہے اور پنکی کے بعد وہ میری امانت ہے اور مجھے مل جانی چاہئے۔ ورنہ۔۔۔" میں نے کہا اور بیکن کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی وہ زبان بند کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور شاید اب نہیں بولنا چاہتا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے حقارت سے میری جانب دیکھا اور پھر دوسری طرف منہ کر لیا۔ اس سے قبل کہ میں کوئی اور حرکت کرتا دفعتاً آرنلڈ پیٹر اندر داخل ہوا اس نے اپنے ہاتھوں میں وہی مشین اٹھائی ہوئی تھی جس کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ وہ بیکن کی زبان کھلوانے کے کام آئے گی۔ تب اس نے مشین ایک اسٹینڈ پر رکھ دی۔ لیکن بیکن پر ایک بار پھر شدید حیرت کا دورہ پڑا تھا۔

• اوہ مسٹر پیٹر آپ؟" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

• ہاں ڈیئر بیکن تم مجھے پہچان گئے؟" پیٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• آپ جیسی معروف ہستی کو کون نہیں پہچانے گا مسٹر پیٹر لیکن آپ یہاں کیسے؟ اور کیا اس شخص کو آپ جانتے ہیں جو ایک مجرم ہے۔ آپ نے دیکھا کہ یہ شخص مجھے کس طرح یہاں لے آیا ہے اور مجھ پر تشدد کرنا چاہتا ہے۔ کچھ فضول سی باتوں کا سہارا لے کر۔۔۔"

• ہاں یہ شخص بڑا عجیب ہے مسٹر بیکن میرے پاس بھی آیا تھا اور کہنے لگا کہ وہ مجرم نہیں ہے بلکہ مسٹر بیکن نے اسے پھنسانے کی بھرپور کوشش کی ہے پہلے تو میں نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا لیکن بالآخر اس نے کچھ ایسے ثبوت دیئے جن سے مجھے یقین آگیا تب میں نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔"

• آپ نے اس شخص کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن یہ تو پولیس کی قید سے بھاگا ہوا آدمی ہے۔"

• جٹس دیکھو بیکن، آدمی کوئی بھی ہو، اگر وہ مدد کے قابل ہے تو اس کی مدد کرنی ہی چاہئے۔ تم پنکی کی دولت کے بارے میں بتا کیوں نہیں دیتے؟" آرنلڈ پیٹر نے نرمی سے کہا اور بیکن تعجب سے ان کی شکل دیکھنے لگا۔

• اس کا مطلب ہے مسٹر پیٹر کہ آپ بھی اس شخص کے فریب میں آگئے؟" بیکن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

• ہاں مسٹر بیکن، کچھ ایسی ہی بات ہے۔ مجھے یہ شخص کچھ اچھا معلوم ہوا اور اب میری خواہش ہے کہ تم پنکی کی دولت کے بارے میں بتا دو تاکہ یہ وہ دولت حاصل کر کے اپنا آگے کا سفر جاری کر سکے۔ بلاوجہ بیچارہ ایک سیاح قسم کا آدمی ہے ہمیں اسے تنگ نہیں کرنا چاہئے۔"

• آپ پاگل ہو گئے ہیں مسٹر پیٹر، میں کسی دولت کے بارے میں نہیں جانتا اور اب تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ شاید اس نے آپ کو بھی دولت ہی کا لالچ دیا ہے اسی لئے آپ اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔"

• بات تو کچھ ایسی ہی ہے ڈیئر بیکن اور دولت کس کے لئے دلکش نہیں ہوتی۔ سو میرے لئے بھی ہے۔ تم نے اس کی دوست پنکی کو قتل کر کے اسے اس کے جرم میں پھنسا کر وہ دولت حاصل کر لی اور اب میں اس کے ذریعے وہ دولت تم سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں بُری کونسی بات ہو سکتی ہے۔"

• لیکن مجھے تعجب ہے مسٹر پیٹر کہ آپ جیسا شخص بھی اتنی گندگی پر اتر سکتا ہے۔" بیکن زہریلے لہجے میں بولا۔

• دولت کے لئے ہر شخص ایک عام انسان بن جاتا ہے بیکن میرے دوست اب تمہیں اس کے بارے میں بتا ہی دینا چاہئے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر میں اس کی پشت پر ہوں تو بھلا کونسی بات چھپ سکتی ہے۔"

• مسٹر پیٹر میں نے اس سے بھی کہہ دیا اور آپ سے بھی کہہ دیا کہ آپ لوگ اپنی آخری کوشش کے بعد بھی مجھ سے کچھ معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ بیکن نے کہا اور پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے بیکن سے کہا۔

• شاید آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے مسٹر بیکن کہ پولیس ان لوگوں کو میرے حوالے کر دیتی ہے جن سے وہ کبھی کچھ نہیں اگلوا سکتی اور پھر میں پولیس کو مجرموں کی بتائی ہوئی تفصیل فراہم کر دیتا ہوں گویا میرے پاس ایسے ذرائع موجود ہیں تو میں آپ کو آخری بار ہدایت کرتا ہوں کہ تم از کم زبان بند نہ رکھیں ورنہ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی زبان سے ساری تفصیل اگلوانے کے بعد میں آپ کو ہمیشہ کے لئے بے زبان کر دوں اور

یہ کام میرے لئے زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

• ٹھیک ہے ٹھیک ہے مسٹر پیٹر، آپ کوشش کریں میں تیار ہوں۔" بیکن نے اس سے کہا اور پیٹر نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی پھر اس نے میری جانب دیکھ کر کہا۔

• ہاں تو مسٹر گرالڈ اب آپ اس مشین کے کمالات دیکھئے ذرا اس طرف ہٹ جائیے۔ یہ سامنے کی سفید دیوار ہے ہم اپنے دوست بیکن کو اس بات کے لئے مجبور نہیں کریں گے کہ وہ اپنی زبان کھولیں انسان کا عزم ہی تو سب کچھ ہوتا ہے اگر ہمارے دوست نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے ہمیں کچھ نہیں بتائیں گے تو ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کی اس خواہش کا احترام کریں چنانچہ اب ہمیں ان کی زبان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا ذہن سب کچھ بتا دے گا۔ یہ آپ خود دیکھئے۔ یہ سامنے سفید دیوار ہے میں اس مشین سے مسٹر بیکن کے ذہن پر عکس ڈالوں گا۔ آپ اس سفید دیوار پر ان کے ذہن کا عکس تصویری شکل میں دیکھ سکیں گے اور اس عکس میں ہم تلاش کریں گے کہ مسٹر بیکن نے وہ دولت کہاں چھپائی ہے البتہ آپ اتنا ضرور کریں کہ مسٹر بیکن کو اٹھا کر اس جگہ اس کرسی پر بٹھا دیں اور وہ سامنے جو رسی پڑی ہے انہیں اس سے اس کرسی پر کس دیں۔" پیٹر نے کہا اور بیکن جھٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

• میں اپنی زندگی دے دوں گا یا تم دونوں کو ہلاک کر دوں گا تم مجھے یہاں سے نہیں ہٹا سکتے۔"

• میں تو نہیں ہٹا سکتا مسٹر بیکن، لیکن اگر مسٹر گرالڈ یہ کوشش کرنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔" پیٹر نے کہا اور میں آہستہ آہستہ اس رسی کی جانب بڑھ گیا جو پیٹر ہی اپنے ساتھ لایا تھا اور جسے میں نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ رسی کا گچھا اٹھا کر میں نے اپنے شانوں پر ڈال لیا اور پھر بیکن کی طرف مڑ کر بولا۔

• مسٹر بیکن، میری جسمانی قوت سے آپ واقف ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے تشدد پر آمادہ نہ کریں اور خود ہی کرسی پر بیٹھ جائیں۔ اگر آپ زبان بھی کھولیں گے تو مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہو گی میں صرف مسٹر پیٹر کا یہ کھیل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بیکن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ واقعی اس انداز میں کھڑا ہو گیا تھا جیسے واقعی زندگی اور موت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو لیکن پروفیسر یہ مقابلہ اور مجھ سے کیسے ممکن تھا چنانچہ جب میں نے بیکن کو اپنی جگہ سے جنبش نہ کرتے دیکھا تو اس کی طرف بڑھا اور جوں ہی میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے اچھل کر کسی گیند ے کی طرح میرے جسم پر ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن وہ ان ساری باتوں کو خود بھی جانتا تھا، چوٹ اس کے سر میں لگی ہو گی میں تو اس کوشش سے مس بھی نہ ہوا تھا۔ ہاں یہ ضرور ہوا تھا کہ میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے پھر اس کا رخ بدلا اور اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور دوسرے ہاتھ سے رسی کا لچھا اتار کر میں نے اس کے دونوں ہاتھ کس دیئے۔

بیکن کسی ذبح کئے ہوئے مرغے کی مانند تڑپ رہا تھا وہ اچھل اچھل کر میرے بدن میں ٹکر مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی یہ کوشش بھی کامیاب ہوتی تھی لیکن اسے اس کی دیوانگی ہی کہا جا سکتا تھا حالانکہ اسے تو چاہئے تھا کہ اپنی پہلی ہی کوشش کے بعد دوسری کوشش ختم کر دیتا کیونکہ اس سے اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ میں بیکن کو کسنے کے بعد گردن سے پکڑ کر اسے کرسی تک لایا اور پھر اس پر دباؤ ڈال کر کرسی پر بٹھا دیا۔ جب میں نے اس کی گردن پکڑی تھی تو بیکن کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی تھی اور وہ کسی قدر بے سُدھ بھی ہو گیا تھا چنانچہ اس کام میں مجھے دقت نہیں ہوئی۔ اور جب میں نے کرسی سے باندھ کر پیٹر کی طرف دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی جیسے وہ مطمئن ہو۔

اس کے بعد پیٹر اپنی مشین میں معروف ہو گیا اس نے وہ مشین ایک سمت رکھی پھر بجلی کا تار کا رابطہ مشین میں لگے ہوئے ان سوراخوں سے کر دیا جو ان کی زبان میں بجلی کے سوراخ کہلایا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس نے مشین کے کچھ بٹن دبائے اور اسی کے ساتھ مشین چل پڑی۔ مشین کے ایک شیشے سے روشنی نکل کر بیکن کے وجود پر پڑی تھی اور بیکن کا سارا وجود اس روشنی کے گول دائرے میں نہایا ہوا تھا۔ وہ مچل رہا تھا لیکن کرسی کافی وزنی اور کشادہ تھی۔ اسے تو وہ جنبش بھی نہیں دے پا رہا تھا جیسے وہ کرسی زمین میں نصب ہو۔ میں نے پیٹر کے اشارے کی سمت دیوار پر دیکھا اور اس پر مجھے کچھ مٹے مٹے سے عکس نظر آنے لگے یہ عکس بیکن ہی کے تھے اور ان میں عجیب عجیب تصاویر نمایاں تھیں۔ اور پروفیسر میں سائنس کی ایک اور انوکھی ایجاد دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ ان لوگوں نے تو واقعی قیامت ڈھا رکھی تھی۔ بھلا کوئی تُک کی بات تھی کہ بیکن کرسی پر بندھا ہوا بیٹھا تھا لیکن دیوار پر چل رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مناظر بدلتے جا رہے تھے۔ پیٹر نے مشین کا ایک اور بٹن دبا دیا اور دفعتاً بیکن کے حلق سے ایک دلدوز چیخ بلند ہو گئی۔

"آہ ذلیل کتو! ایسا نہ کرو، ایسا نہ کرو یہ کیا کر رہے ہو تم؟" وہ دھاڑا اور پیٹر مسکرانے لگا۔

" ڈیئر گولڈ دیکھتے رہو، دیکھتے رہو میرے دوست ابھی مسٹر بیکن اپنی زندگی کے وہ تمام راز اگل دیں گے جو شاید انہوں نے اپنی ماں کو بھی نہ بتائے ہوں گے۔"

دیوار پر متحرک تصاویر عجیب و غریب مناظر پیش کر رہی تھیں ان میں سے ہر منظر میں بیکن موجود تھا۔ وہ مختلف کاموں میں مصروف نظر آتا کبھی کہیں کبھی کہیں، کبھی کسی سے جنگ کر رہا ہوتا کبھی سمندر میں سفر اور پروفیسر حیرت کی بات تو یہ تھی کہ میں نے وہ منظر بھی دیکھا جب سمندر کے اس جزیرے پر میری بیکن سے جنگ ہوئی تھی۔ اور میں نے بیکن کی اچھی خاصی مرمت کر ڈالی تھی پھر پروفیسر!

میں نے دیکھا کہ بکین نے پنکی کو قتل کر دیا۔ بکین نے میری آنکھوں کے سامنے پنکی کو قتل کیا تھا اور یہ منظر اس سے پہلے میری نگاہوں میں نہیں آسکا تھا۔ بڑی ہی انوکھی بات تھی اتنی انوکھی کہ میں اپنی موجودہ شخصیت کو بھول گیا تھا پھر رفتہ رفتہ ہم اس جگہ آ گئے جہاں بکین کی زندگی کا آخری واقعہ رونما ہوا تھا۔ یہاں پیٹر نے بکین کے ذہن کو ایک اور مشینی جھٹکا دیا۔ اور اس کے بعد جو منظر اس دیوار پر ابھرا وہ کچھ یوں تھا۔

بکین کے ہاتھ میں وہ بیگ صاف نظر آ رہے تھے جن میں پنکی کی دولت موجود تھی۔ اس وقت وہ ایک سمندری کشتی میں سفر کر رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے جزیرے کے ایک حصے میں نظر آیا اور اس جزیرے کو پروفیسر میں اچھی طرح پہچانتا تھا۔ میں نے بکین کو پہلے بھی یہاں دیکھا تھا۔ بکین جزیرے کے ایک مخصوص حصے کی جانب جا رہا تھا اور پھر ایک جگہ رک کر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا سامان نیچے رکھ دیا۔ اس سامان میں وہ کچھ تلاش کرنے لگا اور اس کے بعد اس نے ایک عجیب سا لباس نکالا جو سیاہ رنگ کا اور چست تھا۔ اس لباس میں کچھ عجیب و غریب قسم کے آلات لگے ہوئے تھے جسے اس نے اپنے شانوں پر باندھ لیا اور پھر اس کا پورا چہرہ بھی اس لباس میں ڈھک گیا اس کے بعد بکین نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اب وہ پانی میں نیچے اتر رہا تھا اور میرے دوست آرنک پیٹر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی، تب بکین سمندر کی انتہائی گہرائیوں میں ایک ایسے حصے میں پہنچ گیا جو سمندری چٹانوں پر مشتمل تھا۔ اس حصے پر پہنچ کر اس نے کافی دیر تک کوئی مناسب جگہ تلاش کی اور پھر ایک جگہ اس نے وہ صندوق چھپا دیے جو پانی میں نہ بھیگنے والے چمڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ ان صندوقوں کو اس نے پتھروں کے نیچے چھپایا تھا اور چند پتھر دھکیل کر ان پر رکھے اور اس کے بعد مطمئن ہو کر اوپر کی جانب چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سطح پر تھا اور یہاں تک پہنچنے کے بعد آرنک پیٹر نے اپنی مشین بند کر دی۔ اس کے ہونٹوں پہ فاتحانہ مسکراہٹ تھی لیکن بکین پتھر کے بت کی مانند ساکت بیٹھا ہوا تھا۔ آرنک پیٹر نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

" تم نے دیکھا ڈیئر گولڈ اس چالاک آدمی نے وہ دولت کہاں چھپائی ہے؟"

" ہاں میں نے دیکھا اور مجھے سخت تعجب ہے۔"

" ہم نے وہ جگہ معلوم کر لی ہے جہاں دولت محفوظ ہے، اور تمہارے خیال میں کیا اب ہمیں اس شخص کی ضرورت ہے؟"

" کیا مطلب، آرنک پیٹر، اب تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

" میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا، ہاں البتہ میں اسے کسی مناسب جگہ پر چھوڑ دوں گا۔ اور یہ اپنے آپ کو بھی بھول چکا ہو گا۔"

" کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

" مطلب یہ کہ اب اس کا ذہنی توازن کبھی اس قابل نہیں ہو گا کہ یہ کسی چیز کے بارے میں کچھ سوچ سکے۔ یہ پاگل ہو جائے گا اور بالآخر کسی پاگل خانے پہنچا دیا جائے گا۔"

" اوہ، مگر ایسا کیوں آرنک پیٹر؟ ایسا کیوں کیا تم نے؟ ہمیں تو دولت کا پتہ معلوم ہو ہی گیا اب ہمیں اس شخص کو پاگل کر کے کیا ملے گا؟"

" یہ ناگزیر تھا ڈیئر گولڈ، اگر مشینی ذرائع سے اس کے ذہن سے معلومات نہ حاصل کی جاتیں تو ہمیں کبھی اس دولت کے بارے میں نہ بتاتا لیکن یہ مشین ہی ایسی ہے کہ اس نے ذہن کے سارے خلیوں کو منتشر کر کے رکھ دیا ہے، تب ہمیں اس کے دل کا سارا حال معلوم ہو سکا۔ اب یہ خلیے کبھی آپس میں اپنی جگہ سیٹ نہیں ہو سکیں گے اور نتیجے میں پاگل رہے گا۔"

" اوہ۔" میں نے اس خطرناک شخص کی اس کارروائی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر افسوس زدہ نگاہوں سے بکین کو دیکھا جو خاموش بیٹھا ہوا تھا اور جس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

" تو اب تمہیں اس خزانے کا معلوم ہو گیا گولڈ میرے دوست، چنانچہ سب سے پہلے مناسب یہ ہے کہ ہم اس شخص سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔ آؤ اسے کسی سڑک پر چھوڑ دیتے ہیں۔" آرنک پیٹر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ لیکن پروفیسر میری ذہنی کیفیت زیادہ درست نہیں تھی۔ اس دنیا کے رہنے والے کس قدر ظالم سنگدل اور سفاک ہو گئے تھے۔ دولت نے انہیں زندگی کے ہر شعور سے بیگانہ کر دیا تھا وہ صرف دولت کے پجاری تھے انسانی زندگی یا انسانی اقدار کی ان کی نگاہوں میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ہر صورت میں مصلح نہیں تھا اور نہ ان لوگوں کی اصلاح کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایک خاموش تماشائی کی مانند میں آرنک پیٹر کے پیچھے لگا رہا۔ جس نے بکین کے دونوں ہاتھ کھول دیئے تھے لیکن بکین نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ آرنک پیٹر نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا تو وہ کھڑا ہو گیا پھر وہ اسے لئے ہوئے باہر اپنی کار تک آیا۔ کار کا دروازہ کھول کر اسے پیچھے بٹھایا اور اس کے بعد میرے ساتھ کار کے آگے کے حصے میں بیٹھ گیا اور پھر اس کے بعد کار سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ پھر ایک سنسان سڑک پر آرنک پیٹر نے بکین کو نیچے اتار دیا بکین بے چارہ بالکل خاموشی سے نیچے اتر گیا۔ اور ایک طرف چل پڑا۔ اور آرنک پیٹر نے مسکراتے ہوئے کار واپس موڑ دی۔ اس کے ہونٹوں پر اپنی وہی فاتحانہ مسکراہٹ تھی اور میں خاموشی سے اس دنیا کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بلاشبہ میری سمجھ سے باہر تھی۔ اتنے سنگدل اتنے سفاک اور ترقی یافتہ لوگ میں نے کسی صدی میں نہیں دیکھے تھے اور اس بات پہ مجھے شدید حیرت تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر آرنک پیٹر نے مجھے مخاطب کیا

" کس سوچ میں ڈوب گئے میرے دوست؟"

" کچھ نہیں مسٹر پیٹر۔"

" تم کافی شریف انسان معلوم ہوتے ہو، میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اس کے لئے افسردہ ہو۔"

" ہاں مجھے اس کے پاگل پن سے افسوس ہوا ہے۔"

" دیکھو میرے دوست یہ دنیا انہی بنیادوں پر قائم ہے۔ شرافت ہمدردی اور نیکی بلاشبہ ایک معیاری حیثیت رکھتی ہیں لیکن جن لوگوں نے انہیں اپنایا ہوا ہے وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔ میں نے ایسے کسی بھی شخص کو عزت اور بلندیاں طے کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جس نے نیکی اور شرافت پر ہی قدم جمائے رکھے ہوں چنانچہ اس انداز میں سوچنا چھوڑ دو۔ اس دنیا میں کامیاب ہو گے۔"

" لیکن آرنک پیٹر، کیا یہ دنیا کبھی اپنے اندر کسی کمی کو محسوس نہیں کرتی؟"

" کمی۔۔۔ ہاں اگر انسان کے پاس کمی ہے تو دولت کی اور جس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے وہ پھر کسی بات کو محسوس نہیں کرتا۔"

" گویا دولت تمہاری نگاہ میں سب سے بڑی شے ہے؟"

" یہ تو صدیوں سے ذہنوں پر مسلط رہی ہے میرے دوست۔ ہم اسے نظر انداز کس طرح کر سکتے ہیں۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو میرا خیال ہے کہ تم اپنی افسردگی دور کرو اب ہم اتنی اعلیٰ حیثیت کے مالک بننے والے ہیں جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ دولت بہت بڑی ہے اس کے بارے میں میں اندازہ لگا چکا ہوں اسے حاصل کرنے کے بعد تم بھی ایک شاندار آدمی کی حیثیت سے زندگی بسر کرو گے اور دنیا کا ہر مسئلہ تمہارے لئے بے مقصد ہو گا۔ ہاں اس جزیرے کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو؟"

" کچھ زیادہ نہیں مسٹر پیٹر، کیا آپ اسے پہچان چکے ہیں؟"

" بحرالکاہل ... یہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" آرنک پیٹر نے جواب دیا۔

" تو پھر تم کب وہاں جانا چاہتے ہو؟"

" گولڈ میرے دوست جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ ویسے مجھے علم ہے کہ یہ ساحل سے کچھ دور ایک تفریحی جگہ ہے لوگ یہاں تفریحاً آتے ہیں لیکن عموماً یہاں چھٹیوں کے دنوں میں رش ہوتا ہے۔ عام دنوں میں وہ جزیرہ سنسان ہی پڑا رہتا ہے صرف وہ لوگ وہاں جاتے ہیں جو یا تو مچھلیوں کے شکار کے شوقین ہوں یا پھر یونہی تفریحاً نکل جاتے ہوں۔"

" تب تو تم اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟"

" ہاں بالکل میں تمہیں وہاں لے چلوں گا اور میرا خیال ہے اس کے لئے کل دن کا وقت ہی مناسب رہے گا۔"

" مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر پیٹر۔" میں نے جواب دیا اور پیٹر گردن ہلانے لگا۔

" ہمیں اس کے لئے کچھ تیاریاں کرنا ہوں گی۔"

" کس قسم کی تیاریاں؟"

" جزیرے تک پہنچنے کے لئے اسٹیمر تو مل جائے گا۔ عموماً تفریحی مقاصد کے لئے اسٹیمر کرائے پر مل جاتے ہیں لیکن کچھ دوسری چیزیں۔ خیر میں تمام چیزیں فراہم کر لوں گا۔" اس نے جیسے خود سے کہا۔ میں خاموش ہی رہا۔

کار واپس عمارت میں پہنچ گئی اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ آرنک کھویا کھویا سا تھا پھر اس نے چونک کر پوچھا۔

" تم کسی الجھن کا شکار تو نہیں ہو گولڈ؟"

" نہیں آرنک پیٹر، میں الجھنوں کو قریب نہیں آنے دیتا۔"

" اور یہ عمدہ بات ہے، بہرحال اب تم آرام کرو۔ میں واپس بھی جاؤں گا۔ میں نے تمہیں بتایا نا کہ مجھے کچھ چیزیں فراہم کرنی ہیں جن میں سے چند چیزیں ہمیں بازار سے بھی خریدنا ہوں گی۔"

" ضرور۔" میں نے جواب دیا اور اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔

دوسرے دن صبح سے آرنک پیٹر تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس نے بالکل ویسے ہی دو لباس مہیا کئے تھے جیسا میں نے بکین کے بدن پر دیکھا تھا اور جسے پہن کر وہ سمندر میں اترا تھا۔ ایسی ہی چند چیزیں لے کر وہ میرے ساتھ اس جزیرے کی جانب چل پڑا۔ آہنی گھوڑا کسی نامعلوم منزل کی طرف دوڑ رہا تھا اور میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم بھی سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ آرنک پیٹر نے کار کو ایک جگہ کھڑا کر دیا اور نیچے اتر آیا۔

جس بکس میں سامان تھا۔ وہ آرنک پیٹر نے اپنے ہاتھ میں لٹکایا ہوا تھا اور وہ مجھے لئے ہوئے ایک جانب جا رہا تھا۔

" ڈیئر گولڈ، بس یوں سمجھو، اب ہم کامیابی کے نزدیک ہیں اور چند ہی لمحات کے بعد تم ایک دولتمند انسان بننے والے ہو۔" آرنک پیٹر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

پروفیسر عجیب و غریب حالات سے واسطہ پڑ رہا تھا۔ یہ لوگ مجھے دولت مند بنانا چاہتے تھے۔ لیکن میں جو کچھ تھا اس کا مناسب اندازہ تم خود کر سکتے ہو اور یہی میری ذہنی کیفیت تھی۔

میں صرف تفریح کا قائل تھا اور یہ شخص جس کے ساتھ اس وقت میں زندگی گزار رہا تھا میری نگاہ میں کوئی اچھا انسان نہیں تھا۔ بلاشبہ یہ ایک سائنسدان تھا۔ ایسی عجیب و غریب قوتوں کا مالک جن کے بارے میں میں تفصیل نہیں جانتا تھا لیکن جس دنیا میں میں سانس لے رہا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ وہ جدید ترین دنیا ہے اور اس کے علوم بلاشبہ ان تمام علوم سے زیادہ حیرت انگیز اور شاندار ہیں جو زمانہ قدیم سے لوگ سیکھتے چلے آئے تھے اور جن کا مظاہرہ عام طور سے ہوتا رہا تھا۔

اس دور نے سائنس کے نام سے جو قوتیں حاصل کی تھیں، وہ بلاشبہ ان جادوئی قوتوں سے کہیں بڑھ کر تھیں جو زمانہ قدیم میں لوگوں کی طاقت

کا ذریعہ بنی رہی تھیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی اخلاقی تنزل پیدا ہوا تھا اور پروفیسر! یہ لوگ اخلاق و آداب سے اس قدر عاری تھے کہ ان کی ذہنیت پر افسوس ہوتا تھا۔ پروفیسر میں نے اس قوم کو پست ترین قوم قرار دیا تھا۔ جو ذہین تھی، لیکن اخلاقی طور پر دیوالیہ تھی۔

سمندر میں دوڑنے والا ایک چھوٹا جہاز آٹزک پیٹر نے اپنے طور پر حاصل کیا۔ کس طرح ؟ اس بارے میں میں نے کوئی تفصیل معلوم نہیں کی تھی۔ البتہ اس جہاز میں صرف ہم دو افراد تھے۔ یہ جہاز بہت ہی چھوٹا تھا جسے یہ لوگ اسٹیمر کا نام دیا کرتے تھے۔

سو یہ تیز رفتار جہاز سمندر میں دوڑنے لگا۔ جسے آٹزک پیٹر چلا رہا تھا لیکن کیسی دلچسپ بات تھی کہ ایک اتنا بڑا جہاز سمندر میں دوڑائے جا رہا تھا۔ اور اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ بے شمار بادبانوں کی مدد سے سمندر کے سینے پر چلنے والے جہاز اتنے تیز نہیں دوڑ سکتے تھے۔

آٹزک پیٹر کے چہرے پر خوشی کے تاثرات تھے۔ راستے میں اس نے مجھ سے کچھ باتیں کرنے کی کوشش کی لیکن تیز ہوائیں ہمارے الفاظ کو اڑائے لئے جا رہی تھیں۔ اس لئے ہم ایک دوسرے کی بات سمجھنے سے قاصر تھے۔ پھر آٹزک پیٹر کا گلا بھی چیختے چیختے تھک گیا تھا۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کی اور میں بھی اس وقت خاموش ہی رہنا چاہتا تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جدید دور کا انسان لالچ کے راستوں پر چلتا ہوا کہاں تک پہنچ گیا ہے تب آٹزک پیٹر اس جزیرے پر اترا جسے میں تصویر میں دیکھ چکا تھا۔ یہی اس کی منزل تھی اور یہیں بیکن نے اپنی دولت چھپائی تھی۔ جزیرے کے ساتھ اس قسم کی جگہیں بنی ہوئی تھیں جن سے بآسانی جزیرے تک پہنچا جا سکتا تھا ہم جس چیز کے ذریعے جزیرے پر پہنچے وہ لکڑی کی ایک سیڑھی تھی۔ آٹزک پیٹر نے اپنا بیگ اٹھایا اور پھرتی سے لکڑی کی سیڑھی پر کود گیا۔ حالانکہ عمر رسیدہ انسان تھا لیکن بے مثال پھرتی کا مالک تھا اور اس وقت تو بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس خوشی کا اظہار اس کے ایک ایک عضو سے ہو رہا تھا۔

"آؤ گولڈ۔ ہمارا ہر قدم ایک سنہرے مستقبل کی جانب ہے۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں اس احمق کی بات کا کیا جواب دیتا۔ بہرحال ہم آگے بڑھنے لگے۔

"گولڈ۔" ایک جگہ رک کر اس نے پرخیال انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے پیٹر؟"

"میں کچھ بھول رہا ہوں۔ ایک غلطی ہو گئی ہے گولڈ۔"

"کیا؟"

"اگر میں تھوڑی سی اور ذہانت کا اظہار کرتا تو اس وقت اس منظر کی تصاویر لے سکتا تھا۔ جب وہ جگہ اسکرین پر نظر آ رہی تھی۔"

"کونسی جگہ؟"

"جہاں دولت چھپی ہوئی ہے۔ میں نے اس وقت اس جگہ کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لیا تھا لیکن یہاں آ کر میں الجھ رہا ہوں۔"

"اوہ۔ گویا تم اس جگہ تک نہیں پہنچ پا رہے۔ جہاں سے سمندر میں داخل ہونا ہے۔"

"ہاں۔ نہ جانے وہ کونسی سمت تھی۔ جزیرے کے چاروں طرف کے سمندر کو کھنگالنے کے لئے تو ایک طویل عرصہ درکار ہو گا۔" پیٹر کے انداز سے تھوڑی سی پریشانی جھلکنے لگی۔

"پھر مسٹر پیٹر۔" میں نے انہی کے انداز میں گفتگو کرنا سیکھ لیا تھا۔ "آؤ تلاش کریں گے۔ پورا دن کوشش کریں گے۔ بیکن کی طرف سے تو اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اگر اتفاق سے وہ جگہ نہ مل سکی تو ہمیں مایوس رہنا پڑے گا۔"

"کیوں مسٹر پیٹر، کیا آپ بیکن کو دوبارہ تلاش نہیں کر سکتے؟" میں نے معلومات کی غرض سے پوچھا۔

"اگر وہ مل بھی جائے تو اس کی حیثیت مٹی کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں ہو گی۔"

"لیکن کیوں؟"

"اوہ سمجھو مائی ڈیئر۔ اب اس کے ذہن کو دنیا کا کوئی بھی سائنسدان ترتیب نہیں دے سکتا۔ وہ اب ہمیشہ کے لئے منتشر ہو گیا ہے۔ لیکن میں ہمت نہیں ہاروں گا۔ اگر مجھے جزیرے کے چاروں طرف کا سمندر بھی کھنگالنا پڑا تو میں دریغ نہیں کروں گا۔"

"گھبرانے کی بات نہیں ہے پیٹر۔ آؤ ہمیں کسی بلند جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"بلند جگہ؟"

"ہاں کوئی ایسی بلند جگہ، جہاں سے ہم جزیرے کے زیادہ سے زیادہ مناظر دیکھ سکیں۔ ممکن ہے وہ جگہ ہمیں یاد آ جائے۔"

"ہاں ترکیب تو عمدہ ہے۔ آہ۔ واقعی تم نے یہ بات تو کافی ذہانت کی کہی ہے۔ اس طرح زیادہ مناظر واضح ہو جائیں گے اور ہم ان میں اپنے مطلب کی جگہ تلاش کر سکیں گے۔"

لیکن پورے جزیرے پر ایسی کوئی جگہ نہیں ملی۔ جزیرہ زیادہ تر ہموار زمین یا درختوں پر مشتمل تھا۔ پیٹر کی آنکھوں میں پھر اضطراب نظر آنے لگا۔

"اب کیا کیا جائے گولڈ۔" وہ پریشانی سے بولا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے چاروں طرف نگاہیں بھی دوڑائیں اور بالآخر پیٹر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"آؤ پیٹر۔" اور وہ احمقوں کی طرح میرے ساتھ آگے بڑھ آیا۔ تب میں نے ایک بلند و بالا درخت کا انتخاب کیا اور اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔ پھر میں نے اپنے پاؤں سے اس دور کے جوتے اتارے۔ ظاہر ہے پروفیسر مجھے موجودہ دور میں موجودہ دور ہی کے انداز میں رہنا تھا۔ پیٹر میری اس حرکت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جب میں نے درخت کے تنے پر انگلیاں گاڑیں تو اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"ارے واہ۔ واقعی یہ ترکیب تو بہت عمدہ ہے۔ لیکن کیا اس بلند درخت پر تم چڑھ سکو گے؟"

"کیوں نہیں میرے دوست۔" میں نے کہا۔ اور بھلا ایسے معمولی درخت پر چڑھ جانا میرے لئے کونسا مشکل کام تھا۔ میں کسی چھپکلی بندر کی مانند اچھلتا ہوا درخت پر چڑھنے لگا اور پھر میں درخت کی سب سے بلند شاخ پر تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور مسکرا دیا۔ واہ۔ کیا خوب بات تھی۔ میرا ذہن آٹزک پیٹر کی مانند تو نہیں تھا کہ کسی چیز کو دیکھنے کے بعد بھول سکے۔ میرے ذہن میں تو صدیاں محفوظ تھیں پروفیسر، اور بھلا وہ جگہ میری نگاہوں سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔

چنانچہ میں نے دیکھا کہ جس جگہ آٹزک پیٹر کھڑا ہے اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر وہ جگہ موجود ہے جس کی نشاندہی میں نے حیرت انگیز طریقے سے دیکھی تھی۔ چنانچہ میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

آٹزک پیٹر امید و بیم کی کیفیت میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے قدم نیچے رکھتے ہی اس نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا ہوا۔ کچھ اندازہ ہو سکا دوست؟"

"ہاں مسٹر آٹزک پیٹر، میں نے وہ جگہ تلاش کر لی ہے۔" میں نے کہا اور آٹزک پیٹر اچھل پڑا۔

"کیا واقعی؟" اس کا منہ خوشی سے کھل گیا تھا۔

"ہاں آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور آٹزک پیٹر دوڑنے کے سے انداز میں میرے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اور جب میں نے اسے اس جگہ لے جا کر کھڑا کیا جس کا اندازہ میں نے لگایا تھا تو وہ خوشی سے ناچنے لگ گیا۔

"بالکل بالکل واقعی۔ اوہ میرے دوست تم تو بڑے کارآمد انسان ثابت ہوئے۔ تمہاری یادداشت مجھ سے بلاشبہ بہتر ہے۔ یقیناً یہ وہی جگہ ہے اب مجھے یاد آ گیا، اب مجھے یاد آ گیا۔ تو یہ لباس پہنو۔ اوہ لیکن ٹھہرو کیا تم غوطہ خوری کر سکتے ہو۔" اچانک ہی اسے اس بات کا خیال آیا تھا اور اس کے چہرے پر پھر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

"ہاں۔ لیکن یہ لباس پہن کر نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے سمندر میں اترنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ارے نہیں نہیں، یہ کیسے ممکن ہے، تم اتنی گہرائیوں میں جاؤ گے ـــ بغیر لباس کے ـــ لیکن سمجھو سوچو، ان گہرائیوں میں اتر جانا آسان کام نہیں ہو گا۔ یہ لباس پہن لو۔ اس کے ساتھ یہ آکسیجن سلنڈر لگا ہوا ہے اس سے تمہیں سانس لینے میں آسانی ہو گی۔"

"کیا تم میرے ساتھ نیچے نہیں چلو گے آٹزک پیٹر؟" میں نے سوال کیا۔ اور آٹزک پیٹر نے گردن ہلا دی۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ لیکن میں زیادہ گہری غوطہ خوری نہیں کر سکتا، حالانکہ آکسیجن ماسک میرے پاس موجود ہے لیکن میرے پھیپھڑے زیادہ دیر تک سمندر میں رہنے کے متحمل نہیں ہو سکیں گے۔ البتہ میں تمہیں اس جگہ تک پہنچا کر واپس آ جاؤں گا۔" آٹزک پیٹر نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی، پھر آٹزک پیٹر لباس پہننے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن میں دوڑتا ہوا سمندر میں داخل ہو گیا تھا۔ اور پھر میں نے سمندر کی گہرائیاں ناپنا شروع کر دیں۔ آگ اور پانی سے میری دوستی بے مثال تھی۔ میرے صدیوں کے ساتھی بھی تو تھے۔ آگ، پانی، ستارے، سب کے سب میرے مونس تھے۔ کبھی نہ بدلنے والے، ہمیشہ یاد رکھنے والے۔

اور سمندر کی نرم آغوش نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پانی نے مجھے گہرائیوں میں جانے کی جگہ دے دی اور میں نے چٹانوں سے سوال کیا۔ مجھے جس چیز کی ضرورت تھی وہ سب جانتے تھے، تب میں اس جگہ پہنچ گیا جسے دیکھ چکا تھا۔ میں جدید انسانوں کی ایجادات کے ذریعہ ایک ایسے ذہن میں جو اس کا چشم دید تھا اور جسے ناکارہ بنا دیا گیا تھا کہ وہ آئندہ راہ میں نہ آئے۔ اور افسوس تھا مجھے بیکن پر کہ اس کی تباہی کا ذریعہ میں بھی تھا جبکہ مجھے ان ساری چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

پھر میں نے وہ وزنی پتھر ہٹائے جن کا پانی میں کوئی وزن نہیں تھا اور مجھے وہ چیز نظر آ گئی جس کے حصول کے لئے ہم یہاں تک آئے تھے۔ میں نے اسے اپنے قبضے میں کیا اور سوچنے لگا اس سفید فام بوڑھے کے بارے میں جو شاید اس خوف سے مرا ہی نہ گیا ہو کہ کہیں میں وہ دولت لے کر سمندر کے نیچے ہی نیچے فرار نہ ہو جاؤں۔

لیکن میں کرتا کیا کاغذ کے ان ٹکڑوں کا۔ اور میں اسے لئے ہوئے سطح کی طرف بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ میرا سر پانی سے بلند ہو گیا اور کنارہ زیادہ دور نہیں تھا یعنی وہ شخص مجھے دیکھ سکتا تھا جو اتنی دور سے بھی بے بسی کی تصویر نظر آ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر تھر یلے بجسے میں پھر حرکت نمودار ہو گئی اور اس نے زور زور سے ہاتھ ہلانا شروع کر دیا۔ یہ گویا خوشی کا اظہار تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف چل پڑا۔ وہ کمر کمر تک پانی میں گھس آیا تھا۔

"کیا ـــ کیا رہا ـــ؟" اس نے پوچھا اور میں نے وہ صندوق اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔ "آہ میرے دوست! آہ میرے قابل احترام دوست تم اس عظیم دولت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ آہ اگر تم نہ ہوتے تو مایوسیاں میرا مقدر بن جاتیں۔ میرے پھیپھڑے اب اس قابل نہیں ہے کہ میں پانی میں اتروں نہ میرے قویٰ اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ لیکن تم عظیم ہو۔ آکسیجن ماسک کے بغیر ہی تم ... لاؤ، ذرا دیکھیں تو سہی کہ ہمارے

دولت مینکن نے ہمارے لئے کیا ورثہ چھوڑا ہے ؟

وہ جلدی جلدی اس صندوق کو کھولنے لگا۔ بڑی بے صبری تھی اس کے انداز میں۔ اور پھر اس کی مطلوبہ شے اس کے سامنے تھی۔ وہ وجد میں آگیا تھا یوں لگتا تھا جیسے نوٹوں نے اس کی روح قبض کر لی ہو۔

" دیکھا تم نے دیکھا، یہ معمولی رقم نہیں ہے۔ لیکن عجیب انسان تمہارے اوپر اس دولت کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ ارے تم اس میں آدھے کے حقدار ہو۔ میرے ساتھ خوشیاں مناؤ۔ آؤ ہم دونوں رقص کریں ؟ وہ میری کمر سے لپٹ کر اچھلنے لگا اور مجھے ہنسی آگئی۔

" بس بس مسٹر پیٹر، کیا اب یہاں سے چلنے کا ارادہ نہیں ہے ؟

" میرا دل تو چاہ رہا ہے کہ بس اسی سمندر میں کود کر خودکشی کر لوں۔ ان نوٹوں کو اپنے بدن پر سجا کر کسی قبر میں دفن ہو جاؤں ؟

" عجیب خواہش ہے ؟

" یہ کاغذ تقدیریں بدل دیتے ہیں گولڈ۔ آج تک تم صرف گولڈ ہو۔ کل گولڈ مین کہلاؤ گے ؟

" ٹھیک ہے ٹھیک ہے، انہیں سنبھالو اور یہاں سے چلو ؟

" لیکن تم بے مثال ہو۔ واقعی میں نے تمہارے جیسا انسان نہیں دیکھا تم بڑے بے نیاز معلوم ہوتے ہو۔ خیر چلو۔ اب گھر چل کر خوش ہوں گے۔ آؤ ؟ پیٹر نے نوٹوں کے صندوق بند کر کے انہیں کندھے پر لاد لیا۔ اور پھر وہ اچھلتا کودتا کنارے کی طرف چل پڑا۔ میں اس کے ساتھ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم لانچ سے واپس آ رہے تھے۔ پیٹر نے اب اپنی کیفیت پر قابو پالیا تھا۔ دولت مل جانے سے جو دیوانگی سی اس پر طاری ہو گئی تھی، اب کسی قدر کم ہو چکی تھی۔ تاہم اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چپک کر رہ گئی تھی۔ عمر کی آخری منزل کی جانب سفر کرنے والا یہ بوڑھا دولت مل جانے سے کس قدر خوش تھا۔ اس کا اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا۔

اور پروفیسر اس دور کے انسان کو پڑھنے کا یہ بھی ایک اچھا طریقہ تھا میرے ذہن میں یہ سارے واقعات تسلسل کے ساتھ جمع تھے اور میں اپنی کتاب کے لئے بہترین مواد حاصل کر رہا تھا۔ بھلا اس شخص کی دولت سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ یہ کاغذ کے ٹکڑے میرے لئے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ ہاں اس دور کے انسانوں کے لئے یہ اپنے اندر بے انتہا کشش رکھتے تھے۔ لیکن شاید آئزک پیٹر یہی سوچ رہا تھا کہ میں بھی ان کاغذ کے ٹکڑوں میں اتنی ہی دلچسپی لیتا ہوں جتنی کہ وہ۔

پھر وہ اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا۔ کار ایک جانب کھڑی کی اور کرنسی سے بھرے ہوئے صندوق اپنے بازوؤں میں سمیٹے اندر کی جانب چلنے لگا۔

اس دوران میں اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خاصا خوش نظر آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ آج کا یہ انسان دولت کے لئے کس قدر پریشان ہے۔ اس نے انسانیت پر دولت کو ترجیح دے دی ہے۔

" آؤ ـــ آؤ میرے دوست اندر چلیں۔ آ جاؤ، میری لیبارٹری کی طرف آ جاؤ ؟ آئزک پیٹر نے کہا۔

اس کے لہجے میں اب بھی ایک عجیب سی کیفیت تھی جیسے وہ خوشی کو برداشت نہ کر پا رہا ہو۔ اور پروفیسر میں نے تو خوشی سے لوگوں کو مرتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ سو میں نے سوچا کہ کہیں یہ بوڑھا دولت حاصل کرنے کی خوشی میں چل ہی نہ بسے۔ البتہ اس کی اس خوشی سے مجھے یہ اندازہ تو ضرور ہو گیا تھا کہ وہ دولت اس کی توقع سے کہیں زیادہ ہے۔ تب بوڑھا آئزک اپنی لیبارٹری میں داخل ہو گیا اور اس نے دونوں صندوق رکھ دیئے۔

" تم ـــ تم آرام کرو۔ تھوڑی دیر آرام کر لو۔ بلاشبہ اس بھاگ دوڑ سے تم بھی تھک گئے ہو گے۔ میں بھی تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں ؟ آئزک پیٹر نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

ممکن ہے دولت کا یہ خواہش مند بوڑھا کسی بھی قسم کی کارروائی کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جس سے اسے سکون دل حاصل ہو سکے۔ بوڑھا آئزک پیٹر وہیں اپنی لیبارٹری میں رہ گیا اور میں واپس اس طرف چل پڑا جسے میری رہائش گاہ بنایا گیا تھا۔

یعنی اب مجھے پوشیدہ رہنے کی ضرورت نہیں تھی ورنہ آئزک پیٹر اس بارے میں مجھے ضرور ہدایات دیتا۔

میں اپنی رہائش گاہ کی طرف آ ہی رہا تھا کہ مجھے راستے میں اینی مل گئی۔ لیکن مجھے یہ بات یاد نہیں رہی تھی کہ اینی مجھے اس شکل میں پہچان لے گی۔ یا پھر مجھے یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ اینی کے سامنے تو میں بدلی ہوئی شکل میں آیا تھا۔ اینی کے چہرے پر حیرت کے نقوش دیکھ کر مجھے یہ سب کچھ یاد آیا۔ لیکن اب ـــ اب تو سب کچھ بے سود تھا۔

میں گھبرا گیا تھا۔ ظاہر ہے اینی مجھے ہر دو صورتوں میں پہچانتی تھی۔ اس میک اپ کی صورت میں بھی اور میک اپ کے بغیر بھی۔ اینی نے مجھے دیکھا تو دیوانہ وار دوڑتی ہوئی میری جانب آئی۔

" ارے آپ آپ مسٹر آپ ..... " اس نے پریشان لہجے میں کہا۔ اور میں بھی اسے کسی قدر الجھی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

اینی کو اگر حقیقت معلوم ہوتی ہے تو ممکن ہے یہ آئزک پیٹر کے مفادات کے خلاف ہو۔ لیکن اب کیا بھی کیا جائے۔ چنانچہ اپنی فطرت کے مطابق میں نے ذہن پر کوئی الجھن نہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

" کیسی ہو اینی ؟ " میں نے پوچھا۔

" مت بات کرو مجھ سے، مت بات کرو ؟ اس نے غصیلے لہجے میں کہا " میں نے تمہیں کتنا یاد کیا ہے تم نہیں جانتے۔ میں تمہارے جانے کی وجہ سے کتنا روئی ہوں تمہیں کیا معلوم، تم واپس آ گئے۔ حالانکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ تم واپس آؤ گے ؟ اینی نے شکایتی انداز میں کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

" میرا کوئی قصور نہیں ہے اینی۔ یہ سب کچھ تمہارے باپ کا کیا دھرا ہے ؟

" کیا مطلب۔ کیا مطلب ؟

" ممکن ہے تم اپنے باپ کے بارے میں کوئی بری بات سننا پسند نہ کرو لیکن یہ ساری کارروائی تمہارے باپ کی ہے۔ پہلے وہ مجھے میری اصل شکل میں یہاں لائے اس کے بعد مجھے پولیس کے حوالے کر دیا گیا، پھر انہوں نے مجھے جیل سے نکالا اور یہاں لا کر میرے چہرے اور جسم پر رنگ پھیر دیا اور تمہاری نگاہوں میں مجھے لاک کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے کسی اور مقصد کے لئے میرے جسم سے یہ رنگ و روغن دوبارہ اتار دیا لیکن میں نہیں جانتا اینی کہ اگر مسٹر پیٹر کو تمہاری آمد کا علم ہو جاتا تو وہ اب مجھے تمہارے سامنے کس رنگ میں پیش کرتے۔ ویسے میں تو شروع ہی سے تمہارے ساتھ رہا ہوں ؟

اینی کی آنکھوں میں کافی دیر تک حیرت کے تاثرات نظر آتے رہے پھر اس کی نگاہوں میں غصہ اتر آیا۔

" یہ پپا۔ میرے یہ ڈیڈی کس قدر چالاک آدمی ہیں۔ اس کے بارے میں ٹمی آپ کو بتا چکی ہوں۔ یہ میرا خیال ہے ساری دنیا میں کسی سے سچ نہیں بولتے۔ بھلا ایسی بھی کیا زندگی۔ باپ اور بیٹی کے درمیان اس قسم کے پردے ہوں۔ بھلا کیا یہ بات مناسب ہے مسٹر لاک ؟

" میں اس بارے میں آپ سے کہہ چکا ہوں مس اینی۔ بہرصورت یہ آپ کے ڈیڈی کا کام ہے ؟

" میں ڈیڈی سے کچھ نہیں کہوں گی۔ بھلا ایسے آدمی سے کچھ کہنے سے کیا فائدہ جو اپنی بیٹی سے جھوٹ بولتا ہو۔ ہاں میرے اور ان کے درمیان سے اعتماد تو کب کا اٹھ چکا ہے۔ درجنوں معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں ڈیڈی مجھ سے بھی ساری باتیں چھپاتے ہیں اور نہ صرف چھپاتے ہیں بلکہ مجھ سے جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ خیر آپ اگر مسٹر لاک کی حیثیت سے بھی میرے ساتھ رہے ہیں تو آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے ڈیڈی کے بارے میں آپ کو بتایا تھا ؟

" مجھے سب کچھ یاد ہے اینی ؟ میں نے جواب دیا۔

" اس کے ساتھ ہی میں ایک بار پھر آپ کو ہوشیار کر رہی ہوں کہ ڈیڈی کی چالاک فطرت سے ہوشیار رہیں۔ جو شخص اپنی اولاد کے لئے صحیح نہ ہو بھلا وہ آپ کے لئے اچھا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ ہاں اب آپ یہ غور کر لیں کہ ڈیڈی آپ کے لئے کونسا نیا جال بن رہے ہیں۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے آپ کو آگاہ کر رہی ہوں ؟

" شکریہ اینی۔ تم ایک عجیب و غریب باپ کی نیک دل بیٹی ہو۔ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں ؟

" اور میں بھی تو کرتی ہوں ؟ اینی نے عجیب سے لہجے میں کہا اور اس لہجے میں پروفیسر میں نے عورت کی وہ آواز سنی جو میں ہمیشہ سے سنتا چلا آیا تھا لیکن اب مجھے اس آواز سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی تھی۔ نہ جانے کیوں میرا ذہن اس طرح راغب نہیں ہو رہا تھا۔ خاص طور سے اس تصور کے ساتھ کہ اس دور میں تو کسی معصوم لڑکی کو معاف کر دیا جائے حالانکہ اس سے قبل میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا۔

" پھر اب ـــ اب تم کیا کرو گے، کیا یہیں رہو گے ؟ اینی نے پوچھا۔

" تم مجھے مشورہ دو اینی ؟ میں نے جواب دیا۔

" میں کیا مشورہ دوں۔ تم آ گئے ہو تو ایک بار پھر میری زندگی میں کچھ دلچسپیاں پیدا ہو گئی ہیں ورنہ مجھے کہاں فرصت ملتی ہے کہ میں اپنے لئے بھی کچھ کر سکوں۔ بس ڈیڈی کے ہی معاملات میں الجھی رہتی ہوں۔ ڈیڈی مجھے کسی سے ملنے بھی نہیں دیتے۔ ارے ہاں سب باتیں میں تمہیں کیوں بتا رہی ہوں۔ یہ سب کچھ تو میں پہلے بھی تمہیں بتا چکی ہوں ؟ اس نے کہا اور میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔

" اینی میں فی الحال تو یہیں رہوں گا۔ لیکن مجھے ایک بات بتاؤ ؟

" ہاں پوچھو ؟

" اگر تمہارے ڈیڈی میرے خلاف کوئی کارروائی کریں تو مجھے کیا کرنا چاہئے ؟

" میں کیا کہوں۔ میں کیا بتاؤں۔ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ ڈیڈی کو کوئی تکلیف ہو۔ میں تو ایک عجیب سی الجھن میں پھنسی ہوئی ہوں۔ مجھے ان سے محبت بھی ہے مگر ان کی حرکتوں سے نفرت بھی ہے لیکن بس تم یہاں سے جانا نہیں، ڈیڈی سے بچتے رہنا میں کوشش کروں گی کہ تمہیں ڈیڈی کی کسی بھی برائی سے دور رکھ سکوں مگر تم مجھے ایک بات بتاؤ گے ؟

" ہاں ہاں ضرور۔ تم اتنی اچھی لڑکی ہو کہ اب میں تم سے کچھ بھی چھپانا پسند نہیں کروں گا ؟

" اوہ۔ بہت ہی شکریہ۔ تم بھی مجھے میری ہی طرح پسند کرنے لگے ہو، یعنی جس طرح کرتی میں مجھ

" ہاں اینی میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں ؟

" بہت بہت شکریہ مسٹر لاک، تو اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ آخر ڈیڈی نے آپ کو کس مقصد کے تحت اپنے ساتھ رکھا ہے۔ یہ سب کیا چکر ہے۔ کیوں وہ آپ کی شکلیں بدل بدل کر یہاں لاتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں وہ آپ سے ؟

" دراصل اینی یہ ایک لمبی کہانی ہے، آؤ کہیں بیٹھ کر بات کریں ؟ میں نے کہا اور اینی مجھے اپنے ہی کمرے میں لے گئی۔ ہم دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے تب میں نے اینی سے سوال کیا۔

" کیا مسٹر پیٹر کو معلوم ہے کہ تم واپس آ چکی ہو ؟

" نہیں بالکل نہیں۔ میں تو جینی کے پاس اکتا گئی تھی۔ ڈیڈی نے مجھے اس کے پاس بھیج دیا تھا۔ لیکن جینی اب کچھ بدل گئی ہے وہ اپنے دوستوں میں گھری رہتی ہے۔ خاص طور سے اس کا ایک بوائے فرینڈ ہے جو ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہے اور جینی پسند نہیں کرتی کہ کوئی بھی اس کے اور اس کے بوائے فرینڈ کے درمیان موجود رہے۔ چنانچہ میں ڈیڈی کو اطلاع دیئے بغیر ہی

واپس آگئی۔

• ہاں میرا بھی یہی خیال تھا کہ مسٹر پیٹر کو تمہاری آمد کی اطلاع نہیں ہے ورنہ وہ اتنی آزادی سے یہاں نہیں آتے۔

• کیا مطلب؟

• دراصل اینی مسٹر پیٹر نے ایک بہت بڑی دولت حاصل کی ہے اور اس کا وسیلہ میں بنا ہوں۔

• اوہ۔ تم اس کا ذریعہ بنے ہو۔ اینی کی آنکھیں خوفزدہ انداز میں پھیل گئیں۔

• ہاں۔ کیوں۔؟

• لیکن مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ۔ وہ دولت کہاں سے آئی ہے، اور کس طرح حاصل کی گئی ہے۔ کیا اس کے حصول کا ذریعہ غیر قانونی ہے میرا مطلب ہے کیا حکومت اس دولت کے حصول میں تمہیں یا ڈیڈی کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اینی نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔

• میں تمہارے قانون کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اینی مجھے نہیں معلوم۔ البتہ تمہارے ڈیڈی نے ایک ایسے شخص کو سزا دے کر اس دولت کا حال معلوم کیا ہے جس نے خود بھی یہ دولت کسی قانونی طریقے سے حاصل نہیں کی تھی۔ بلکہ ایک لڑکی کو قتل کر کے غیر قانونی طور پر حاصل کی تھی۔ تمہارے ڈیڈی نے اس شخص کو پاگل کر دیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے یہ دولت میرے ذریعے سمندر سے نکالی ہے۔

• پھنس گئے نا آخر پھنس گئے۔ بس میں کہتی تھی تم پھنس گئے۔ اینی غمزدہ لہجے میں بولی۔

• آخر کیوں؟

• بس میں جانتی ہوں کہ اب وہ دولت ڈیڈی خود ہڑپ کر لیں گے اور تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔

• کیا مطلب؟

• ہاں مسٹر لاک تم بہت بے وقوف ہو۔ ڈیڈی بہت ہی تیز آدمی ہیں میں نے تمہیں اس چور کی کہانی سنائی تھی نا جسے ڈیڈی نے مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ افسوس لاک افسوس۔ میں تمہارے لئے کیا کروں۔ لیکن میں بھی خود ڈیڈی سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ وہ تمہیں کچھ نہ کہیں۔ کیونکہ تم میرے دوست ہو۔ میں ان سے کہوں گی کہ تمہیں میرے لئے رہنے دیا جائے، میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ اینی معصومانہ انداز میں بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انوکھی لڑکی تھی، بڑی ہی سادہ، بڑی ہی بھولی۔ مجھے تعجب تھا کہ — آرنک پیٹر جیسے خرانٹ آدمی کی بیٹی اتنی سادہ کیسے ہے۔

• میں بتاؤں لاک تم ایک کام کرو۔ دفعتاً اینی کچھ سوچتے ہوئے پرخیال لہجے میں بولی۔

• ہاں کہو۔

• ابھی ڈیڈی کو میری آمد کی اطلاع مت دینا۔

• اچھا پھر؟

• بس میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہوں گی اور ان کا جائزہ لیتی رہوں گی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ میں انہیں ایسے وقت اپنی آمد کی اطلاع دوں گی جب مجھے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ تمہارے خلاف کوئی کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس طرح میں تمہاری زیادہ مدد کر سکوں گی۔ اور اگر اس طرح نہ ہوا اور ڈیڈی کو پتہ چل گیا کہ میں یہاں موجود ہوں تو پھر وہ تمہارے خلاف کرنے والی کسی بھی سازش کو مجھ سے چھپائیں گے۔

• اچھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن اس دوران تم کہاں چھپ کر رہو گی؟

• ارے اتنی بڑی کوٹھی ہے۔ بھلا مجھے کیا دقت ہو سکتی ہے۔ یوں بھی ملازمین مجھے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اگر میں ان سے کہہ دوں کہ ڈیڈی کو میرے بارے میں نہ بتایا جائے تو تم یقین کرو لاک، ان میں سے کوئی بھی میرے بارے میں ڈیڈی کو نہیں بتائے گا۔ وہ لوگ مجھ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ بس تم انہیں نہ بتانا۔

• ٹھیک ہے اینی، میں بھی نہیں بتاؤں گا۔ میں نے جواب دیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔

• پھر تو مجھے اس کمرے میں بھی نہیں رہنا چاہیئے۔

• کیوں؟

• بس میں جلد سے جلد چھپ جانا چاہتی ہوں۔ ہاں ڈیڈی اس وقت ہیں کہاں؟

1469

• اپنی لیبارٹری میں۔

• کیا وہ دولت بھی ان کے پاس موجود ہے؟

• ہاں۔

• تب ٹھیک ہے۔ وہ بہت دیر تک اس دولت کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہیں گے اور باہر نہیں آئیں گے۔ آؤ تم آؤ۔ اینی نے کہا اور پھر اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ ٹھیک ہے میدان صاف ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنے پوشیدہ ہونے کی جگہ بتا دوں میں اب وہیں رہوں گی۔ وہ باہر نکل آئی میں بھی اس کے ساتھ تھا۔

کوٹھی کے آخری حصے میں ایک کمرہ تھا اور اس کمرے کے نیچے ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا۔ اینی نے اس کمرے کے تہہ خانے کو کھولا اور بولی۔

• یہ جگہ میرے چھپنے کے لئے بہترین ہے۔

• اوہو۔ کیا آرنک پیٹر کو اس بارے میں معلوم نہیں ہے؟

• ہے کیوں نہیں۔ لیکن وہ سوچیں گے بھی نہیں کہ اینی یہاں پوشیدہ ہو گی۔ کسی کو کیا معلوم کہ میں یہاں آگئی ہوں۔ کوئی بتائے گا تھوڑی۔ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔

• لیکن اینی تم یہاں کس طرح رہو گی۔ میرا مقصد ہے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کے سلسلے میں تم کیا کرو گی؟

• سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا لاک۔ تم قطعی پرواہ مت کرو۔ اس تہہ خانے سے ملحق باتھ روم بھی ہے اور میں اپنے خاص ملازم سے کہہ دوں گی کہ وہ مجھے کھانا وغیرہ یہاں پہنچا دیا کرے۔ لیکن تم ایک بات کا وعدہ بھی کرو۔

• کیا؟ میں نے پوچھا۔

• تم بھی روزانہ ایسے وقت جب ڈیڈی کسی کام میں معروف ہوں میرے پاس ضرور آ جانا۔ اوّل تو میں خود ہی نگاہ رکھوں گی۔ یعنی چھپ چھپ کر تم لوگوں کو دیکھتی رہوں گی۔ لیکن بہر صورت اگر میں تم سے ملاقات نہ کر سکوں تو تم ضرور تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آ جانا بس دو تین دن کی بات ہے اس دوران ڈیڈی کھل کر سامنے آ جائیں گے اور میں بھی پوشیدہ نہ رہوں گی۔

• ٹھیک ہے۔ میں آ جایا کروں گا۔

• لیکن جو میں کہہ چکی ہوں وہ ضرور کرنا۔ یعنی ڈیڈی سے ایک دم ہوشیار رہنا۔

• تم بالکل بے فکر رہو، میں ہوشیار رہوں گا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اینی نے میری جانب دیکھ کر گردن ہلا دی۔

• بس اب تم جاؤ۔ ممکن ہے ڈیڈی تمہاری تلاش میں کسی ملازم کو دوڑائیں۔ باقی سارے کام میں خود کر لوں گی۔ اینی نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔

لیکن اب میں سوچ رہا تھا پروفیسر کہ آرنک پیٹر عجیب و غریب انسان ہے اس کی بیٹی اس سے کس قدر غیر مطمئن ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر بُرا آدمی ہے۔ اور ایسا آدمی بھلا میرے کس کام آ سکتا ہے۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ اس جدید دنیا کا کوئی بھی شخص مجھے اپنا آلۂ کار بنا لے لیکن میرے لئے ایک ایسا معاون بن جائے کہ مجھے اس ساری دنیا کی سیر کرا دے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہر وہ آدمی جو مجھے ملتا پہلے مجھے اپنے کاموں میں پھنسانے کی کوشش کرتا، اپنی مطلب برآری کرتا اور اس کے بعد میرے سامنے اس طرح عریاں ہو جاتا کہ یا تو مجھے اس پر غصہ آ جائے یا میں اسے چھوڑ دوں۔ یا پھر اسے ہلاک کر دوں۔

حالانکہ میں سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ میں اس دنیا میں امن سے رہنا چاہتا تھا لیکن افسوس ابھی تک مجھے ایسا کوئی ساتھی نہیں ملا تھا۔ چنانچہ اب میں سوچ رہا تھا کہ اپنے طور پر ہی کچھ کیا جائے۔

آرنک پیٹر کی جانب سے تو میں تقریباً مایوس ہو چکا تھا۔ کافی دیر کے بعد آرنک پیٹر مجھے تلاش کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو رہا تھا۔ شاید اس مسرت کو وہ دبا نہیں پا رہا تھا۔

• آہ میرے دوست کہاں ہو، کیا کر رہے ہو؟ اس نے سوال کیا۔

• کچھ نہیں آرنک پیٹر، بس انتظار کر رہا تھا کہ تم اپنی خوشیوں میں مجھے بھی شریک کرو۔

• میرے دوست میرے ساتھی گولڈ، تم تو میری تمام خوشیوں میں شریک ہو چکے ہیں اگر یہ بات کہوں کہ یہ خوشیاں مجھے تمہاری ہی وجہ سے میسر ہوئی ہیں تو مبالغہ نہ ہو گا۔ تم سمجھتے ہو یہ کتنی دولت ہے جو ہم لوگوں نے حاصل کی ہے بلا مبالغہ اس سے میرے تمام منصوبے مکمل ہو جائیں گے۔ اس دولت کی کمی سے میرے بے شمار منصوبے تکمیل تک نہیں پہنچ سکے تھے لیکن اب میں ان تمام منصوبوں کی تکمیل کر لوں گا اور تھوڑے عرصے کے بعد دیکھنا کہ آرنک پیٹر کیا چیز بن جاتا ہے۔

• بہر صورت تمہاری خوشی سے میں خوش ہوں آرنک پیٹر، اب مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے؟

• آؤ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں زندگی کی حسین ترین ضرورتوں سے روشناس کراؤں گا۔

• میرے نزدیک زندگی کی سب سے حسین منزل یہ ہے آرنک پیٹر کہ میں اس دنیا کی سیر کروں۔ میں نے تم سے پہلے بھی یہ خواہش ظاہر کی تھی اگر تم کر سکتے ہو تو میرے لئے اس کا بندوبست کر دو باقی نہ مجھے تمہاری اس دولت سے دلچسپی ہے اور نہ میں اس میں اپنا حصّہ چاہتا ہوں۔

• کیا کہہ رہے ہو؟ آرنک پیٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

• ہاں آرنک پیٹر، میں سچ کہہ رہا ہوں۔ دولت سے مجھے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے میں تو بس اس دنیا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

• تو اس کے لئے بندوبست کرنا میرے لئے کونسا مشکل کام ہو گا میرا خیال ہے میں آسانی سے تمہارے لئے یہ بندوبست کر سکتا ہوں مجھے یوں لگتا ہے گولڈ کہ یا تو تم کسر نفسی سے کام لے رہے ہو یا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔

• اعتبار — کیسا اعتبار؟ میں نے سوال کیا۔

• مقصد یہ کہ تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں اس دولت میں حصّہ دار بنانا پسند نہ کروں۔

میں یہ نہیں سوچ رہا ڈیئر پیٹر تم اپنے طور پر فیصلے مت کرو۔ میری اس بات کے بعد آرنک پیٹر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ لیکن چند ساعت کے بعد وہ اس کشمکش سے نکل گیا۔ اس کے ہونٹوں پر دوبارہ مسکراہٹ محسوس ہونے لگی۔

• ٹھیک ہے ٹھیک ہے یہ ساری باتیں تو ہم بعد میں کر لیں گے۔ اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس کا رُخ لیبارٹری ہی کی طرف تھا۔ اپنی لیب میں پہنچ کر اس نے مجھے ایک سمت بیٹھنے کو کہا۔ چاروں طرف مشینیں بکھری ہوئی تھیں پروفیسر اور یہ مشینیں مجھے بے حد پسند تھیں۔ ان کی کارکردگی جتنی عجیب ہوتی تھی وہ میری سمجھ سے باہر تھی۔ صدیوں کا تجربہ

بھی مجھے ان مشینوں سے روشناس نہیں کرا سکتا تھا اور میں ہمیشہ ان کے بارے میں یہ سوچتا رہتا تھا کہ انسان نے کتنی باریک بینی سے کام لیتے ہوئے یہ مشینیں کس طرح ایجاد کی ہیں اس حساب سے اس دور کا انسان بے انتہا ذہین تھا۔

آنزک پیٹر میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ اب وہ مطمئن تھا۔

" اب تم کیا محسوس کر رہے ہو گولڈ؟"

" میں ہر حالت ہر ماحول میں مطمئن رہنے والوں میں سے ہوں مسٹر پیٹر، اور مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے کام آ سکا۔ دراصل خود میں نے کبھی اپنی زندگی اور آنے والے وقت کے بارے میں نہیں سوچا۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میری تھوڑی سی مدد سے تم خوش نظر آ رہے ہو۔" میں نے کہا لیکن آنزک پیٹر شاید میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ چند ساعت کے بعد وہ بولا۔

" میرے حسین خوابوں کی تکمیل ہو جائے گی۔ اور تم ... " آنزک پیٹر نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا، " تم میری ترقیوں کے راستے میں سنگِ میل ثابت ہوئے ہو۔ میں تمہیں زندگی کے کسی دور میں نہیں بھولوں گا۔"

" شکریہ آنزک پیٹر۔"

" لیکن میرے دوست، کیا تم میرے منصوبوں کے بارے میں جاننا پسند کرو گے؟"

" مجھے بتاؤ۔ میں تو تمہاری ہر خوشی میں شریک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

" میں ذہنی طور پر جو کچھ ہوں، کوئی بھی نہیں جانتا۔ میرے عوام اور میرے جاننے والے صرف یہ جانتے ہیں کہ آنزک پیٹر ایک سائنسدان ہے جس نے چھوٹی چھوٹی چند ایجادات کی ہیں اور خاص طور سے وہ اس کام کا ماہر ہے کہ خطرناک مجرموں کے ذہنوں سے جو راز پولیس والے اپنے سخت تشدد کے باوجود نہیں اگلوا سکتے آنزک پیٹر ان رازوں کی تفصیل پولیس کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ پولیس کی نگاہ میں بس میں اسی لئے محترم ہوں لیکن میری اصلیت — میں نے جو کچھ سیکھا ہے اس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم نہ ہی میں نے خود کبھی بتانے کی کوشش کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر میں دنیا کو اپنے منصوبوں سے آگاہ کرتا تو خود ان منصوبوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ میرے دوست گولڈ میں اپنے اس ذہن میں وہ تمام صلاحیتیں رکھتا ہوں جو ایک عظیم سائنسدان کے ذہن میں ہو سکتی ہیں۔ خلائی منصوبوں کے بارے میں حکومتیں اتنا کچھ خرچ کر رہی ہیں اور اس کے بعد جو کچھ وہ حاصل کر سکی ہیں وہ اس قدر اہم نہیں ہیں۔ جتنا میں اپنے معمولی ذرائع سے کر سکتا ہوں۔ لیکن افسوس دولت کی کمی نے مجھے عمر کی اس منزل تک پہنچا دیا اور میں اپنی خواہشات کی تکمیل نہیں کر سکا۔ پھر جن چیزوں کے بارے میں میں نے اتنی سخت محنت کر کے معلومات حاصل کی ہیں میں انہیں دوسروں کے لئے کیوں چھوڑ جاؤں۔ میں نہیں جانتا کہ میری زندگی کس حد تک میرا ساتھ دے گی لیکن یہ تو انسان کی فطرت ہے کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ایک طویل عمر بھی ناکافی ہوتی ہے البتہ وہ اپنی کوششوں میں مصروف رہتا ہے۔ دولت کی کمی کی وجہ سے میں اپنے ان منصوبوں پر کوئی عمل نہیں کر سکا لیکن یقین کرو میرے دوست اب میں اپنے ان منصوبوں کی تکمیل کر سکوں گا۔ تم جانتے ہو یا شاید نہ جانتے ہو گے کہ خلائی دوڑ میں روس اور امریکہ ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بڑے بڑے بجٹ بنائے ہیں اور لاکھوں آدمی ان کے ان منصوبوں پر کام کر رہے ہیں۔ اگر میں اپنی خدمات ان میں سے کسی کے سامنے پیش کر دوں اور اپنے منصوبے ان کے سامنے پیش کروں تو سائنس کی دنیا میں تہلکہ مچا دوں۔ بڑے بڑے راکٹ تیار کئے جاتے ہیں خلائی کیپسول فضا میں پھینکے جاتے ہیں ان کے ذریعے سیاروں کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ سیاروں کی تفصیل کے لئے بے شمار زندگیاں ضائع کی جا چکی ہیں لیکن میرے پاس ایک ایسا منصوبہ ہے کہ ہم کسی بھی سیارے کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔ میں تمہیں اس کے بارے میں تھوڑا بہت بتانا چاہتا ہوں۔

میں نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی جو آلات کو اور انسانی اجسام کو خلا میں منتشر کر کے اس جگہ پہنچا دے جو اس کا ٹارگیٹ ہو۔ مثلاً ہم نے کسی سیارے کا انتخاب کر لیا تو سب سے پہلا کام ہمیں یہ کرنا ہو گا کہ اس سیارے تک تلاش کرنے والی شعاعیں پھینک کر یہ معلوم کریں کہ اس کا فاصلہ ہماری زمین سے کتنا ہے اور پھر فاصلے کا تعین کرنے کے بعد ہم جاسوسی کے یا معلومات کے ایسے آلات اس فضا میں منتشر کر دیں جو ہمیں وہاں سے معلومات بھیج سکیں۔ ہم اسی جگہ زمین پر بیٹھے بیٹھے۔۔ اپنی ان معلومات سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اور خلا اور سیاروں کے بارے میں جن معلومات کے لئے انتہائی اہم منصوبے بنائے جاتے ہیں اور جن پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے وہ بڑے معمولی ذرائع سے ہمیں حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں نے سوچا ہے میرے دوست گولڈ کہ میں کسی بھی طرح اس مشین کی تکمیل کروں گا اور میں سیاروں کے بارے میں اپنی معلومات بڑے ممالک کو فروخت کروں گا۔ وہ لوگ جو صدیوں کی کوششوں کے باوجود ابھی تک ان جگہوں تک نہیں پہنچ سکے جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے وہ میری معلومات کے ذریعے وہاں اپنے کیپسول بھیجنے کا بندوبست کر سکتے ہیں اور تم سوچو اس وقت آنزک پیٹر اس دنیا کا کتنا بڑا انسان ہو گا لیکن یہ سارے منصوبے میرے ساتھ ہی قبر کی طرف جا رہے تھے اور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ان کی تکمیل میں میری مدد کی ....!"

تو پروفیسر یہ جو سیاروں کی اور خلائی کیپسول کی باتیں اس شخص

نے کی تھیں مجھے جس قدر متاثر کر سکتی تھیں اس کا اندازہ تو میرا خیال ہے تم بھی لگا چکے ہو گے۔ میں نے دیکھا میں نے سوچا اور مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے لئے اپنے اندر دلچسپی حاصل کرتا جا رہا ہو۔ اس نے جو باتیں کی تھیں میں انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے دلچسپی سے اس کی جانب دیکھا اور پھر سیاروں کے بارے میں اس سے معلومات حاصل کرنے لگا۔ بڑی حیرت انگیز معلومات تھیں پروفیسر، مجھے پتہ چلا کہ چاند اور ستاروں کو ہم جس انداز میں دیکھتے ہیں نئی نسل نے وہ انداز بدل دیا ہے یعنی بات اب صرف نگاہوں تک نہیں بلکہ قدموں تک پہنچ چکی ہے۔ انسان کے قدم چاند کی جانب جانے کے لئے بیتاب ہیں، اور اس کی تیاریاں تقریباً مکمل ہو چکی ہیں۔ یہ معمولی بات نہیں تھی یہ تو وہ بات تھی جس کے بارے میں میں نے خود کبھی نہیں سوچا تھا لیکن ایک حقیقت تھی جو کھل کر سامنے آتی جا رہی تھی یعنی یہ لوگ اپنے منصوبوں کی تکمیل تک پہنچتے جا رہے تھے تب میں نے اس سے سوال کیا۔

" میرے دوست آنزک پیٹر کیا تم مجھے اس مشین کے بارے میں بھی تفصیلات بتا سکتے ہو؟"

" کیوں نہیں تم سے بڑھ کر اس کا مستحق اور کون ہو گا۔ تم ہی نے تو اس کی تکمیل کے لئے مدد کی ہے آؤ میرے ساتھ آؤ۔"

اور پھر وہ مجھے اپنی مشینی دنیا کے ایک حصے میں لے گیا، جہاں میں نے ایک چوکور بکس دیکھا جس کی شکل بڑی خوبصورت تھی۔ اس بکس پر بیشمار آلات لگے ہوئے تھے۔ آنزک پیٹر ان بٹنوں کو دبا دبا کر چھیڑنے لگا اور اس کا ایک بڑا سا حصہ کھل گیا۔ اندر بھی مشینیں ہی مشینیں تھیں۔ عجیب و غریب انداز میں جو مختلف چیزوں میں دیکھ چکا تھا لیکن اب بھی یہ ساری باتیں میری سمجھ سے باہر تھیں۔

" اس میں داخل ہو جاؤ۔" آنزک پیٹر نے کہا اور میں بے چون و چرا اس میں داخل ہو گیا۔ مشین کا ڈھکن کھلا ہوا تھا اور اس میں ایک یا دو آدمی سے زیادہ سمانے کی جگہ نہیں تھی یعنی وہ اندر سے خاصی تنگ تھی۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا اور اسی وقت آنزک پیٹر کی آواز سنائی دی۔

" میرے دوست اس طرح تم اس کی کارکردگی سے محظوظ نہیں ہو سکو گے۔ ٹھہرو میں اس کا ڈھکن بند کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور بٹنوں کو چھیڑنے لگا۔ ڈھکن آہستہ آہستہ بند ہونے لگا تھا۔ اندر کوئی گھٹن نہیں محسوس ہوتی تھی بڑی عجیب و غریب چیز تھی میں اس کے بارے میں بڑی پسندیدگی کے انداز میں سوچ رہا تھا لیکن اچانک ہی مجھے آنزک پیٹر کی آواز سنائی دی۔

" تو میرے دوست گولڈ تم نے اس منصوبے کی تکمیل میں میری جو مدد کی ہے میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ اگر میں اپنی ترقی کی منزل پا گیا تو یقین کرو تمہارا ایک خوبصورت مجسمہ تعمیر کراؤں گا اس کے نیچے حسین انداز میں یہ تحریر کندہ کراؤں گا جس نے میرے منصوبے کی تکمیل کی اور اس کے بعد جان دے دی۔"

میں جو اس مشین کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ آنزک پیٹر کے ان الفاظ پر چونک پڑا پھر میں نے اپنے طور پر سوچا، اس بات کا مقصد کیا ہو سکتا ہے اور میں نے سوال آنزک پیٹر سے کر دیا۔

" کیا تم اس مشین کے باہر میری آواز اسی طرح سن رہے ہو آنزک پیٹر جس طرح اندر مجھے تمہاری آواز سنائی دے رہی ہے؟"

" ہاں میرے دوست میں تمہاری آواز سن رہا ہوں اس میں ایسے آلات بھی ہیں جن کی وجہ سے اندر کی آواز باہر اور باہر کی آواز اندر سنی جا سکتی ہے اگر میں ایک بٹن دبا دوں تو آوازوں کا سلسلہ منقطع ہو سکتا ہے۔"

" کمال کی چیز بنائی ہے تم نے آنزک پیٹر، لیکن تمہاری ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم میرے مجسمے کے نیچے یہ تحریر کندہ کراؤ گے کہ وہ جس نے میرے منصوبے کی تکمیل میں مدد کی اور جان دے دی۔ تو تمہارے خیال میں مجھے مرنا ہو گا؟" میرے اس سوال کے جواب میں آنزک پیٹر کے حلق سے ایک قہقہہ ابل پڑا۔

" ہاں میرے دوست، موت ایک ضروری چیز ہے اور یوں بھی ہر انسان کی زندگی میں یہ کبھی نہ کبھی آتی ہے لیکن بعض اوقات نیکیاں بھی اس کی موت کا باعث بن جاتی ہیں جیسے اس وقت۔ تم نے اس دولت کے

حصول میں میری مدد کی ہے۔ آئزک پیٹر دنیا کے سامنے ایک نیک نام انسان ہے صرف دو افراد ہیں جو اسے غلط ثابت کر سکتے ہیں اور اس کی ساری نیک نامی مٹی میں مل سکتی ہے۔ ایک تم اور دوسرا ریگن۔ ریگن ذہنی طور پر تباہ ہو چکا ہے اور وہ دنیا میں اب کسی کو یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا۔ لیکن تم، میں تمہاری عجیب و غریب قوتوں سے خائف ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اگر کسی مرحلے پر میں نے تمہاری کسی بات کی تکمیل نہ کی تو مجھے ناقابلِ برداشت نقصان اٹھانا ہو گا۔ اس کے علاوہ میرے دوست میں تمہیں اس دولت میں ابھی حصہ دار نہیں بنا سکتا جو ہم لوگوں نے حاصل کی ہے کیونکہ اس کے باوجود کہ دولت کافی ہے، مجھے ابھی مزید ضرورت ہے اس کے حصول کے لئے میں کچھ اور منصوبے تخلیق کروں گا۔ اس وقت مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں خوف کی دنیا میں نہیں رہنا چاہتا۔ میں نے تم سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

آئزک پیٹر نے وہی کر یہ بات کی تھی جس کے لئے میں اس دنیا سے بیزار تھا۔ یعنی یہاں کے لوگ اپنا مطلب برآری کے بعد اپنے محسنوں کو بھی قتل کر دیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک انسانی اقدار اور احسان کوئی معنی نہیں رکھتے تھے اور یہ بات مجھے کافی ناپسند تھی۔ آئزک پیٹر بد عہدی پر آمادہ تھا اس نے مجھے دنیا دکھانے کا وعدہ کیا تھا اور جس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ مجھے دولت مند بھی بنا دے گا۔ اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد وہ سب سے پہلے مجھے اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہتا تھا۔ یہ بات پروفیسر، میں بھلا کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اس بد بخت انسان کی ان کارروائیوں کے بارے میں میں ضرور جاننا چاہتا تھا جو وہ مجھے قتل کرنے کے سلسلے میں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں خاموش رہا۔

آئزک پیٹر بھی خاموش رہ کر شاید میرے جواب کا انتظار کر رہا تھا لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

دفعتاً مجھے باہر ایک آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔ یہ آواز پہچاننے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔ اور پھر آئزک پیٹر کی آواز سنائی دی۔

• اوہ بے بی اچانک اس طرح، کب آئیں تم؟

چند ساعت مجھے کوئی آواز سنائی نہ دی اور پھر اینی کی سرد سی آواز سنائی دی۔

• ڈیڈی وہ کہاں ہے؟

• کون۔ کس کی بات کر رہی ہو تم؟ آئزک پیٹر نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ غالباً اس کے ذہن میں یہ خیال بھی ہو گا کہ وہ مشین کا وہ بٹن بند نہیں کر سکا ہے جس سے آوازیں اندر اور باہر کی جا سکتی ہیں۔

• میں مسٹر لاک کی بات کر رہی ہوں یا پھر اس کی جسے پہلے آپ نے مجھے مسٹر گولڈ کے نام سے روشناس کرایا تھا؟

• اوہ۔ وہ کہاں ہے۔ مجھے نہیں معلوم اس کے بارے میں۔ وہ اندر کہیں کوٹھی ہی میں ہو گا۔

• ڈیڈی میں اس بات پر سخت شرمندہ ہوں کہ میں آپ کی بیٹی ہوں۔

• کیا بکواس کر رہی ہو اینی؟

• ہاں ڈیڈی مجھے واقعی سخت افسوس ہے۔ کاش میں آپ کے ہاں پیدا نہ ہوئی ہوتی۔

• اینی۔ اینی تم پاگل ہو گئی ہو۔ تم نہیں جانتیں یہ الفاظ ادا کر کے تم میری توہین کر رہی ہو۔

• آپ نے خود میری توہین کی ہے ڈیڈی۔ اگر آپ کو یہ فطرت اپنانی تھی تو مجھے بھی آپ نے اپنے رنگ میں کیوں نہ رنگ لیا۔ مجھے ایک اچھا انسان بنانے کی کوشش کیوں کی۔ مجھے جواب دیں ڈیڈی۔ اور سن لیں ڈیڈی اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔

• اینی تمہارا دماغ واقعی خراب ہو گیا ہے۔ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کسے کچھ ہو گیا تو تم خودکشی کر لو گی۔ بتاؤ مجھے جواب دو۔ تم کس کی بات کر رہی ہو؟

• اس کی جسے آپ نے کسی مشین میں بند کیا ہے۔ اینی نے افسردگی سے جواب دیا۔

1472

• کیا بکواس ہے یہ۔ کیسی مشین۔ کونسی مشین۔ کہاں ہے وہ؟ آئزک پیٹر غرا رہا تھا۔

• ڈیڈی میں ابھی آپ ہی کے پاس آ رہی تھی۔ میں نے باہر رک کر آپ دونوں کی گفتگو سنی۔ میں نہیں جانتی کہ آپ نے اسے کونسی مشین میں بند کیا ہے۔ لیکن میں آپ سے کہے دے رہی ہوں کہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے ورنہ آپ مجھ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

• اوہ۔ بے وقوف لڑکی۔ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟

• ہاں ڈیڈی میں درست کہہ رہی ہوں۔

• اوہ۔ تیری یہ جرأت کہ تو میرے راستے میں آنے کی کوشش کرے۔ آئزک پیٹر بری طرح جھلا رہا تھا۔

• ہاں ڈیڈی میرے اندر اتنی جرأت ہے، کیونکہ میں آپ ہی کی بیٹی ہوں۔

• بیٹی ہو تو بیٹی ہی بنی رہو، باپ بننے کی کوشش مت کرو۔ میرے منصوبے میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہیں۔ ان کے لئے میں دنیا کی ہر چیز تباہ و برباد کر سکتا ہوں۔

• اوہ۔ یہ بات ہے ڈیڈی۔

• ہاں۔ بالکل یہی بات ہے۔

• گویا آپ کو میری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

• مجھ سے فضول بکواس مت کرو اینی۔

• افسوس ڈیڈی افسوس۔ میں نے بارہا سوچا تھا کہ آپ مجھ سے صرف ثانوی سی محبت کرتے ہیں لیکن ڈیڈی بیٹیاں اپنے ماں باپ کی محبت میں کبھی کوئی شک نہیں کرتیں۔ میں نے تو یہی سوچا تھا کہ میری ممی موجود نہیں

ہیں۔ ان دونوں کی محبت مجھے آپ ہی کے پاس سے مل سکتی تھی۔ آپ کی لاپرواہیاں جو میں نے بارہا محسوس کیں۔ ان کے بارے میں میں نے صرف یہی سوچا تھا کہ یہ صرف آپ کی مصروفیت ہے۔ آپ کی فطرت کے بارے میں سمجھ ہی جاتی تھی ڈیڈی۔ لیکن اتنا ضرور سوچتی تھی کہ آپ جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہیں اور جو کچھ بھی کریں گے وہ صرف اور صرف میرے لئے ہو گا لیکن اگر آپ کو میری ذات سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے اور آپ صرف یہ سوچتے ہیں کہ میں مر جاؤں گی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے صرف آپ کے منصوبے کی تکمیل ہونی چاہئے تو پھر ڈیڈی میرا زندہ رہنا واقعی بالکل فضول اور بے مقصد ہے۔ آپ ایسا کریں ڈیڈی کہ پہلے مجھے اپنے ہاتھوں سے گولی مار دیں۔ اس کے بعد آپ اس کے ساتھ جو چاہیں جیسا بھی سلوک کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا لیکن اگر میں زندہ رہی تو پولیس کو آپ کی ان ساری کارروائیوں کی تفصیل بتا دوں گی۔"

چند ساعت تک آئزک پیٹر کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ میں اس درمیان میں چاہتا تو بول سکتا تھا لیکن میں نے ابھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی تاکہ ان دونوں کی گفتگو سن سکوں۔ تب آئزک پیٹر کی نرم سی آواز ابھری۔

• دیکھو اینی ادھر آؤ۔ یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں پہلے تمہیں اپنے منصوبے کے بارے میں پوری تفصیل بتا دوں۔

• ڈیڈی اب مجھے آپ کی کسی بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ جو کچھ کہہ چکے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی حیثیت پہچان لی ہے اور اپنی حیثیت جاننے کے بعد آدمی کو بار بار بے وقوف نہیں بننا چاہئے۔ اینی کی خشک آواز سنائی دی۔

• اینی تم مجھ سے بغاوت کر رہی ہو۔ دیکھو میں جو کچھ کہہ گیا ہوں شاید جذبات میں کہہ گیا ہوں۔ تم یہاں بیٹھو۔ بیٹھو تو سہی...۔ شاید آئزک پیٹر نے زبردستی اینی کو کرسی پر بٹھا دیا تھا۔

• جی ڈیڈی کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اینی کی آواز ابھری لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور ہلکی سی آواز بھی سنائی دی جسے میرے حساس کانوں نے سنا تھا اور پھر اینی کے چیخنے کی آواز ——

• واہ ڈیڈی واہ۔ مجھے آپ نے قید کر کے یہ سوچا ہے کہ آپ میری زبان کبھی قید کر دیں گے۔ مجھے قید کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا ڈیڈی۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کی اس تجربہ گاہ میں بے شمار شیطانی منصوبے موجود ہیں۔ یہ کرسی جس کے ہتھے سے میرے ہاتھ کسی آٹومیٹک سسٹم کے تحت جڑ گئے ہیں۔ اگر بجلی کی کرسی ہوتی تو زیادہ مناسب تھا۔ میں آپ کو مشورہ دیتی ہوں ڈیڈی کہ اسے قتل کرنے سے پہلے مجھے قتل کر دیجئے ورنہ پھر آپ کو موت سے ہمکنار ہونا پڑے گا۔ اینی نے کہا۔

• میں دیکھوں گا بے بی کہ موت مجھ سے کس قدر قریب ہے۔ میں تمہیں بھی زندہ رکھوں گا کیونکہ تم میری بیٹی ہو۔ تمہارے اس وقتی جذبے سے متاثر ہو کر میں نے مجبوراً یہ اقدام اٹھایا ہے۔ اس شخص کی زندگی میرے لئے بہت بڑی الجھن کا سبب بن سکتی ہے، اس لئے اس کا مر جانا ہی بہتر ہے پہلے میں اسے ختم کر دوں اس کے بعد تم سے نمٹوں گا۔ آئزک پیٹر نے کہا اور اینی چیخنے لگی۔

ڈیڈی۔ پلیز ڈیڈی۔ اسے نہیں مارو —— اسے نہیں مارو۔ لیکن آئزک پیٹر نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔ دوسرے لمحے کچھ آوازیں سنائی دیں اور پھر باہر کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس مشین کے اندر کچھ تپش محسوس کی تھی۔

گرمی کی لہر آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی اور مشین اندر سے گرم ہوتی جا رہی تھی۔ تب میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

واہ میرے دوست آئزک واہ۔ میں تو ہمیشہ یہی چاہتا ہوں کہ لوگوں کو میری اصلیت معلوم نہ ہونے پائے اور میں اس کے بغیر ہی ان سے اپنا تعارف کراؤں اور ان کے درمیان رہوں۔ لیکن اب ان مجبوریوں کا کیا کیا جائے۔ اب دیکھو نا میرے دوست تم نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے وہی منصوبہ تیار کیا ہے جو میری زندگی ہے۔ آگ کی تپش تیز ہوتی جا رہی تھی اور میرے بدن میں سرور کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ پوری مشین گرم ہو چکی تھی اور اب گرم سے گرم تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس سے سیٹی کی سی ایک آواز نکل رہی تھی۔

پھر یہ مشین اس قدر گرم ہو گئی جیسے کہ کسی آتش فشاں کا دہانہ ہو اور میں اس کے بالکل نزدیک کھڑا ہوں لیکن گرمی جوں جوں بڑھ رہی تھی میرے جسم کے مسامات کھلتے جا رہے تھے۔ آگ کی یہ تپش، خواہ مشینی ہی کیوں نہ ہو ہر جگہ میری دوست تھی۔ یہ میرے جسم کو ہمیشہ تقویت پہنچاتی تھی کبھی اس نے میرے جسم کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ تو کیا جانتا ہے پیٹر یہ میرے ایسے دوست ہیں جنہوں نے صدیوں سے میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور مجھے یقین ہے کہ جب تک میں اپنی حیات کی کہانی دہراتا رہوں گا یہ میرا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

میرے بدن کا انگ انگ کھلتا جا رہا تھا۔ میرے مسامات تپش جذب کر رہے تھے اور میرا بدن کھلتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ میرا بدن کندن کی طرح چمکنے لگا۔ اتنی چمک پیدا ہو گئی تھی میرے بدن میں کہ مشین کے اندر روشنی سی پھیل گئی۔ البتہ میرا بیرونی لباس جل کر خاکستر ہو چکا تھا لیکن مجھے اس جلے ہوئے لباس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ ایک برہنہ انسان کی حیثیت سے میں صدیاں گزار چکا تھا۔

پھر اچانک مجھے بٹن بند کرنے کی آواز سنائی دی اور آگ کی تپش کچھ کم ہونے لگی۔ آئزک پیٹر اپنے طور پر مجھے جلا کر سیاہ راکھ کی شکل میں تبدیل کر چکا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو میرے پاؤں کی ایک زوردار ضرب اس ڈھکن کو کھول سکتی تھی۔ میں مشین کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتا تھا لیکن مجھے ضرورت ہی کیا تھی۔

میرے اندر سے تو ایک نئی زندگی پھوٹ رہی تھی۔ یہ مشینی آگ تو

میرے رگ و پے میں زندگی دوڑانے کا باعث بنی تھی۔

اب بے چارے آٹزک پیٹر کو یہ بات کہاں معلوم تھی کہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ اسی کے حق میں بُرا ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر آٹزک پیٹر نے دوبارہ وہ بٹن کھول دیئے جن سے آوازوں کا تبادلہ ہوتا تھا میں تو خاموش ہی رہا لیکن باہر کی آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔

ان آوازوں میں ایمی کی سسکیاں شامل تھیں۔ پھر شاید آٹزک پیٹر اسے تسلی دینے کے لئے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

• ایمی — ایمی بیٹے تم میری پریشانی کو سمجھو، اور مجھ سے تم — تم تعاون کرو۔"

• میں لعنت بھیجتی ہوں آپ پر اور اب میں آپ کو ڈیڈی بھی نہیں کہوں گی۔ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں، میں آپ سے نفرت کرتی ہوں مسٹر آٹزک پیٹر، آپ انسان نہیں درندے ہیں۔ آپ نے اپنے دوست کو جلا کر راکھ کر دیا۔ آپ نے اس شخص کو مار دیا جس نے آپ کی مدد کی تھی۔"

" اگر میں اسے نہ مارتا تو وہ مجھے مار ڈالتا؟

• نہیں ڈیڈی سب آپ کی طرح نہیں ہوتے، سب آپ کی مانند نہیں سوچتے۔ آپ اسے نہیں جانتے تھے آہ۔ وہ بہت اچھا انسان تھا۔ دولت کی طرف سے بے پرواہ۔ زندگی کی کسی چیز کا خواہش مند نہیں تھا وہ سوائے اس کے کہ اسے اس دنیا کی سیر کرا دی جائے۔ لیکن آپ نے اسے اس دنیا ہی سے دور کر دیا۔ ڈیڈی آپ نے بڑا ظلم کیا ہے اس بیچارے پر بڑا ظلم کیا۔"

.. بہر صورت اب تو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو ہی چکا ہے۔ اب تمہیں بھی صبر کرنا چاہئے۔"

• آپ صبر کی بات کرتے ہیں ڈیڈی۔ میں تو اس وقت سکون سے بیٹھوں گی جب آپ کی نگاہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جاؤں گی۔ میں آپ سے کہہ چکی ہوں میں آپ کو سزا دلواؤں گی — سزا دلواؤں گی۔ میں آپ کی کہانی ایک ایک کان تک پہنچا دوں گی۔ پھر میں دیکھوں گی کہ آپ اس دولت سے کس طرح فائدہ اٹھائیں گے جو آپ نے غیر قانونی طریقے سے ایک معصوم انسان کو قتل کر کے حاصل کی ہے۔"

• اگر یہ بات ہے ایمی تو پھر واقعی تمہاری زندگی میرے لئے مناسب نہیں ہوگی۔" آٹزک پیٹر کا لہجہ خونخوار ہو گیا۔

• ہاں میں مرنا چاہتی ہوں، مجھے مار دو۔ مجھے مار دو آٹزک پیٹر — ورنہ میں خودکشی کر لوں گی تمہیں قتل کر دوں گی۔" ایمی بھی شاید دیوانی ہو گئی تھی۔

• ان کانٹوں کا نکال دینا ہی بہتر ہے ایمی جو سینے میں چبھنے لگیں۔ اس ساری دنیا میں میں نے تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں ہمدردی سے نہیں سوچا۔ مجھے اس کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ میری بھی ایک کہانی ہے لیکن میں وہ کہانی نہیں دہراؤں گا۔ تم اگر میری زندگی کے درپے ہو تو پھر میں تمہاری زندگی نہیں چاہتا۔" آٹزک پیٹر کے لہجہ میں ایک ایسا انداز تھا جس سے میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سنگدل شخص ایمی کو قتل ضرور کر دے گا۔

لیکن پروفیسر ایمی ہمدرد لڑکیوں کو میں نے کبھی اس طرح بے بسی کی موت مرنے تو نہ دیا تھا۔ اور اب اس مشین میں رہنے سے فائدہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ میں مشین کے انتہائی سرے تک پہنچا۔ اس سے کمر لگائی اور اپنی بھرپور قوت سے ایک لات اس کے دروازے پر ماری۔ دروازہ اپنے قبضے چھوڑ کر باہر جا گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایمی اور آٹزک پیٹر کی جو حالت ہوئی تھی وہ قابل دید تھی۔

آٹزک پیٹر میری طرف پلٹا اور اس طرح جم گیا جیسے اچانک کوئی تصویر چلتے چلتے رک جائے۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور آنکھیں تعجب و حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ ایمی نے بھی میری طرف دیکھا اور دیکھتی رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں مسرت کے نقوش تھے اور پھر اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں۔ شاید وفور مسرت سے وہ اپنے ذہن پر قابو نہیں پا سکی تھی۔

میں نے مشین کے دروازے کو ایک ٹھوکر ماری اور وہ دور جا گرا۔ تب آٹزک پیٹر کو ہوش آ گیا۔ اور دفعتاً اس نے اپنی جیب سے وہ آتشیں ہتھیار نکال لیا جسے میں بارہا دیکھ چکا تھا۔ پھر وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

• تم — تم زندہ ہو، مگر کیسے، کس طرح؟

" جو چیز جل سکتی تھی آٹزک پیٹر وہ جل گئی۔ دیکھو میرا کچھ بھی تو نہیں بگڑا۔ تمہاری یہ مشینیں میری ذات پر بے اثر ہیں۔ میں جو کچھ ہوں آٹزک پیٹر اگر تمہیں بتا دوں تو تم اپنے تمام تجربے بھول جاؤ اور صرف مجھ پر ریسرچ کرو۔ کیا سمجھے ہو تم مجھے؟" میں نے فخر کے سے انداز میں کہا۔ میری وہ شخصیت بھرپور طور پر ابھر آئی تھی جو ہمیشہ زندہ رہی تھی پروفیسر اور اس وقت میں صرف ایک دنیا دیکھنے والا نہیں تھا۔

ایمی نے پھر سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ تب آٹزک پیٹر نے بھی چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

" اوہ ایمی — ایمی یہ برہنہ ہے۔" اس نے کہا اور ایمی قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

" ہاں ڈیڈی پھر ...؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

• تم — تم —؟

• ڈیڈی آپ نے مجھے باندھ رکھا ہے اور آپ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

" اس کے باوجود — اس کے باوجود۔"

• لعنت ہے آپ پر ڈیڈی، آپ کس منہ سے مجھے کسی اخلاقی قدر کی تلقین کر رہے ہیں۔ اب سنبھالئے حالات کو اور دیکھئے کہ آپ کی شیطانی قوت کس طرح بے اثر ہو چکی ہے!" ایمی نے طنز سے بھرپور لہجے میں کہا اور آٹزک پیٹر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ وہ عقل و خرد سے بیگانہ ہوتا جا رہا تھا۔ غالباً یہ بات اس کی سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ مشین جس کا درجہ حرارت بتانے کتنا تھا، انسان کو کس طرح چھوڑ سکتی ہے جبکہ اس کے تمام کل پرزے صحیح طرح کام کر رہے ہوں۔ اس کا ذہن بار بار مضمحل ہونے لگتا تھا اور خود کو سنبھالنے کے لئے اسے سخت محنت کرنی پڑ رہی تھی۔ بمشکل تمام وہ بولا۔

" میں کسی طور تمہاری زندگی پر یقین نہیں کر سکتا۔"

" یہ تمہاری حماقت کا ایک اور ثبوت ہے پیٹر۔ مجھے تعجب ہے تم لوگ اس قدر ذہین ہونے کے باوجود بعض اوقات عظیم احمق نظر آتے ہو۔ میرے اندر بہت سی عجیب باتوں کو تم نے صاف محسوس کیا تھا۔ لیکن پھر بھی تم نے ان طاقتوں کے بارے میں نہیں سوچا۔ ان پر غور نہیں کیا۔"

" میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں — میں۔ لیکن میں — اوہ کیا تمہیں احساس ہے کہ تم برہنہ ہو۔"

• بہت سی باتوں کا احساس ہے پیٹر۔ لیکن میں بے قصور ہوں، کیا اس منظر کے تخلیق کار تم نہیں ہو۔"

آٹزک پیٹر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بے بسی سے ادھر اُدھر دیکھا۔ اس کی کیفیت کا میں بخوبی اندازہ لگا رہا تھا اور اس سے ... لطف اندوز بھی ہو رہا تھا کیونکہ جدید دور کے انسان کی شیطانیت میرے سامنے عریاں تھی۔ اور پروفیسر یہ تو ماحول کی مہربانی تھی کہ اس نے میری حیثیت ہمیشہ برقرار رکھی تھی۔ چنانچہ اس وقت بھی میں برتر تھا۔ میں عظیم تھا اور آٹزک پیٹر وحشت کا شکار۔

پھر اس نے پستول کا رخ میری جانب کر کے کہا۔

• میں — میں تمہیں کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

• تمہاری سائنس میرے لئے بے کار ہے۔ تم اس کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ تم نے دیکھا کہ تمہاری پتہ نہیں کتنے عرصے کی محنت میرے اوپر بے کار ثابت ہوئی ہے چلو یہ بھی سہی، یہ بھی ہو جائے۔"

• تم سمجھتے ہو میں تمہیں قتل نہیں کروں گا اور تم سے خوفزدہ ہو کر تمہیں پاس سے چھوڑ دوں گا کہ تم مشین بھٹی سے صحیح اور سالم نکل آئے ہو۔ لیکن تمہاری زندگی میری موت ہے۔ جاؤ اب تم جہنم میں جاؤ۔" آٹزک پیٹر نے پستول کا رخ میری جانب کر کے دو تین فائر کئے اور گولیاں دھماکوں کے ساتھ میرے بدن سے ٹکرائیں لیکن میرے حلق سے ایک قہقہہ ابل پڑا تھا اور اس قہقہے نے آٹزک پیٹر کے رہے سہے حواس بھی چھین لئے اب اس کا ذہنی توازن برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے پستول میرے اوپر کھینچ مارا اور میں نے بڑے اطمینان سے اسے پکڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔

• تو پیارے آٹزک پیٹر تمہیں اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا ہی ہوگا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا ہو اور تمہاری دنیا کے لوگ کیسے ہیں۔ میں نے تمہارے ساتھ ہر طرح سے تعاون کیا تھا اور میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے تمہاری اس دولت کی ضرورت نہیں ہے میں اسے نہیں چاہتا لیکن تم نے میری بات نہیں مانی۔ تم سمجھتے تھے کہ میں تمہیں دھوکہ دوں گا اگر مجھے تمہیں دھوکہ دینا ہوتا آٹزک پیٹر تو میں تم سے اس حد تک تعاون ہی نہیں کرتا بتاؤ کیا میں سمندر کے نیچے نیچے تیر کر غائب نہیں ہو سکتا تھا لیکن تم لوگ — تم لوگ ترقی کی انتہائی منزلیں جس انداز میں طے کر رہے ہو اتنی ہی زیادہ تیز رفتاری سے پستیوں کی جانب جا رہے ہو اور یہ پستیاں بالآخر تمہیں ایک دن تباہ و برباد کر دیں گی یہ میری پیش گوئی ہے یہ میرا پیغام ہے آٹزک پیٹر، اب میرا انتقام سنو، تم اس دولت سے اب فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔" میں نے کہا اور آہستہ آہستہ ان بکسوں کی طرف بڑھا جن میں کرنسی نوٹ رکھے ہوئے تھے۔

" نہیں ہرگز نہیں۔" آٹزک پیٹر نے میرے اوپر چھلانگ لگا دی اور پوری قوت سے مجھے گرانے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے دور پھینک دیا۔ آٹزک پیٹر بوڑھا تھا اتنی بلندی پر سے گرنے سے اسے کافی چوٹ لگی اور کافی دیر تک وہ اٹھ نہ سکا۔ میں نے وہ دونوں بکس اٹھا لئے۔ اور ایک جگہ رکھ کر آگ تلاش کرنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اس کا بھی بندوبست ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ نوٹ دھڑا دھڑ جل رہے تھے آٹزک پیٹر اپنے سر کے بال نوچ رہا تھا وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے کوئی ایسی چوٹ لگ گئی تھی جو اسے اٹھنے نہیں دے رہی تھی پھر وہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔

" آہ — تم نے مجھے برباد کر دیا۔ تم نے میری آخری امید بھی ختم کر دی

میں اتنی دولت کہاں سے حاصل کر سکوں گا۔ میرے آدمی میرے ساتھ نہیں دے سکتے، میں اب کہاں سے اپنے منصوبوں کی تکمیل کر سکوں گا؟"

لیکن اس کے ساتھ ہی ایمی کا بھیانک قہقہہ ابھرا۔

"ڈیڈی تم نے دیکھا ہوس کا انجام۔ تم اسی قابل ہو آرتھرک پیٹر۔ تم اسی قابل ہو۔ تم ساری دنیا کو چھوڑ کر ان نوٹوں کو اپنا رہے تھے۔ لیکن دیکھ لو اب یہ بھی تمہارے ساتھی نہیں رہے اب تم جلتے رہو بلکہ میرا خیال ہے تم انہی کی آگ میں جل جاؤ تاکہ تمہیں سکون رہے کہ تم نوٹوں کے ساتھ جلے تھے ۔۔۔ تھو"۔ ایمی نے زمین پر تھوک دیا اور میری جانب دیکھ کر بولی۔ "مجھے آزاد کرو مسٹر لاک"۔ اور میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کی بندشیں دور کر دیں۔ اور وہ اٹھ کر ہاتھ مسلتے ہوئے بولی۔

"یہ میرا باپ ہے جو میری زندگی کے درپے تھا۔ جس نے تمہاری زندگی لینے کی کوشش کی، لیکن ناکامیاں اس کا منہ چڑا رہی ہیں۔ آؤ اسے ناکامیوں کے ساتھ ہی مر جانے دو۔ میں اب اس سے نفرت کرتی ہوں۔ اور اسے باپ تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں"۔ ایمی نے میرا بازو پکڑا اور میں آرتھرک پیٹر کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔ نوٹ تقریباً خاکستر ہو چکے تھے۔

ایمی نے باہر نکل کر تجربہ گاہ کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور پھر کہنے لگی۔ "لاک تم اس طرف سے پائیں باغ کے اس حصے میں چلے جاؤ وہاں سے اندر داخل ہو جانا میں تمہارے لباس کا بندوبست کئے دیتی ہوں۔ کیونکہ ملازموں کے سامنے اس انداز سے آنا ٹھیک نہیں ہوگا"۔

"ٹھیک ہے ایمی"۔ میں نے کہا اور پھر اس کے بتائے ہوئے انداز کے مطابق میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں کے لئے ایمی نے مجھ سے کہا تھا۔ ایمی شاید لباس کا بندوبست کرنے گئی تھی۔ میں اس کا انتظار کرنے لگا پھر اس نے دروازے کے اندر ہی سے مجھے آواز دی۔

"لاک یہ لباس لے لو"۔

اور میں نے ہاتھ بڑھا کر وہ لباس لے لیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ظاہر ہے ایمی ایک لڑکی تھی اور وہ میری اس برہنگی سے شرما رہی ہوگی۔ یہ میرا ہی لباس تھا جو یہاں موجود تھا۔ چنانچہ میں نے اسے پہن لیا تو ایمی کو آواز دی۔

"ایمی اندر آجاؤ"۔

ایمی اندر آگئی۔ اس کا چہرہ عجیب سی کیفیات کا شکار تھا۔ پھر اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اب کیا ارادہ ہے لاک کیا اب بھی اس عمارت میں قیام کرو گے؟"

"نہیں ایمی۔ میں یہاں سے اکتا گیا ہوں"۔

"مجھے خود بھی اس عمارت سے وحشت ہونے لگی ہے لاک۔ آؤ یہاں سے نکل چلیں"۔ ایمی نے کہا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "چند ساعت انتظار کرو میں یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ بندوبست کر لوں"۔ اور میں نے گردن ہلا دی تھوڑی دیر تک میں وہاں بیٹھا رہا۔ تب ایمی میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بکس لٹک رہا تھا جو شاید چمڑے کا تھا۔

"آؤ"۔ اس نے کہا اور ہم دونوں باہر نکل گئے۔ ایمی نے باہر نکل کر ایک الوداعی نگاہ اس عمارت پر ڈالی اور میرے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

"یہ عمارت ہوس کی عمارت ہے۔ یہاں کوئی انسان نہیں رہتا۔ یہاں ایک درندہ رہتا ہے جو پرہوس ہے اور صرف انسان کے شکار کے بارے میں سوچتا رہتا ہے، وہ میرا باپ ہے۔ لیکن میں اس کے سامنے کہہ سکتی ہوں کہ مجھے اس کی بیٹی ہونے پر شرمندگی ہے"۔

"آؤ ایمی باقی باتیں کہیں اور چل کر کریں گے"۔

"تمہارا شکریہ لاک کہ تم نے ایک ایسے باپ کی بیٹی کو سہارا دینا پسند کیا جو کسی طور انسان نہیں تھا"۔

"نہیں ایمی مجھے تو ایسے طویل تجربات کا سامنا ہو چکا ہے جن میں ایک ہی گھر ایک ہی خاندان کے لوگ مختلف مزاج کے تھے ان کی سوچ بدلی ہوئی تھی چنانچہ مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہے"۔

"تم بھی ایک عظیم انسان ہو لاک۔ اگر تم چاہتے تو وہ عظیم الشان دولت اپنے قبضے میں کر سکتے تھے جسے تم نے آگ لگا دی۔ لیکن میں نے تمہاری اس بات کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ دولت انسان کو سکون دینے کا ذریعہ نہیں بن سکتی بلکہ بعض اوقات تو یہ سکون چھیننے کا باعث بن جاتی ہے بہرصورت میں نے راستے کے لئے کچھ لے لیا ہے ہم اس کوٹھی سے ہٹ کر بھی قیام کر سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے ایمی میں تو تمہاری اس دنیا کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔ اب تم کہیں قیام کا بندوبست کرو"۔ میں نے کہا اور ایمی نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل کے ایک کمرے میں تھے۔ ایمی نے یہ کمرہ شاید رقم کے عوض حاصل کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر غم کے آثار نمایاں تھے۔ تب اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"لاک نہ جانے تم ہم سب کے بارے میں کیا سوچ رہے ہو گے میں نے آج تک تم سے بہت سی باتیں کی ہیں لیکن میں نے ابھی تک تم سے تمہارے بارے میں بات نہیں کی۔ آج ہم بہت سی باتیں کریں گے لاک۔ میں بہت غمزدہ ہوں اور تمہارے سامنے شرمندہ بھی ..."

ایمی کے الفاظ پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس کے لہجے کے خلوص کو محسوس کیا تھا اور پھر میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ایمی میرے بارے میں تم کیا جاننا چاہتی ہو؟ تمہارا باپ مسٹر پیٹر مجھے ساتھ لایا تھا۔ اس نے مجھ سے چند معاملات میں مدد چاہی اور میں نے

اس کی مدد کی لیکن اس کے لئے میں نے صرف ایک درخواست کی تھی۔ اس سے میں نے کہا تھا کہ میں دنیا کو دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ دراصل ایمی میں ایک ایسی دنیا سے آیا ہوں جو ان سارے ہنگاموں سے پاک تھی جہاں تہذیب کے نقوش اجاگر نہیں تھے بلکہ سیدھے سادے لوگ پہاڑوں کے درمیان زندگی گذار رہے تھے۔ مجھے شوق ہوا کہ میں تہذیب کی دنیا کو بھی دیکھوں اور میں یہاں چلا آیا لیکن ایمی میں نے یہاں آکر جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد یہی اندازہ لگایا ہے کہ ترقی و تمدن کا یہ دور گذرے ہوئے تمام ادوار سے زیادہ بدنصیب دور ہے۔ گذرے ہوئے ادوار میں بھی ایک دوسرے سے دشمنی کی جاتی تھی۔ گروہ بندی ہوتی تھی۔ جنگیں ہوتی تھیں لیکن ان ساری چیزوں میں ایک وقار تھا ایک انسانی احساس تھا جنگیں لڑی جاتی تھیں اور اگر فاتح وحشیانہ فطرت کے مالک ہوتے تو قتل و غارت بھی کرتے لیکن بہرصورت دشمن کی پہچان باسانی ہو جاتی تھی۔ اس دور میں ایمی یوں لگتا ہے جیسے ہر شخص ۔۔۔ ہر شخص کا دشمن ہے۔ سب ایک دوسرے کو قتل کر دینا چاہتے ہیں حالانکہ اس دور میں دنیا بے حد حسین ہو گئی ہے، سڑکوں پر، آبادیوں میں ایسے ایسے حسین مناظر نظر آتے ہیں کہ انسان کی ذہنی بلندی پر رشک آنے لگتا ہے لیکن ایمی تمدن اور تہذیب نے انہیں ایک دوسرے سے دشمنی کا جذبہ دیا ہے۔ ہر شخص صرف خود جینے کا خواہشمند ہے تو پھر اس دور کو بدنصیب ترین دور کہنا غلط نہیں ہے .... ہم اس دور کو دنیا کا انتہائی بدترین دور کہہ سکتے ہیں۔ تم دیکھو میں نے تمہارے باپ کے لئے ہر وہ کام کرنے کا فیصلہ کر لیا جو وہ چاہتا تھا لیکن اس کے بعد اس نے نہایت چالاکی سے مجھے مار دینے کی کوشش کی۔ گو وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا یہ دوسری بات ہے لیکن اپنے طور پر وہ کامیاب ہو چکا تھا۔ تو ایمی اس سے زیادہ میرے بارے میں کیا جانو گی۔ میرا خیال ہے میں نے سب کچھ بتا دیا ہے تمہیں"۔ میں خاموش ہو گیا۔ ایمی دیر تک سوچ میں ڈوبی رہی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"گویا تمہاری صرف یہی خواہش ہے، تم صرف یہی چاہتے ہو گولڈ یا مسٹر لاک؟"

"ہاں ایمی میں صرف یہی چاہتا ہوں۔ دراصل میں اپنے طور پر بھی سب کچھ کر سکتا ہوں۔ لیکن ایک بتانے والا ایک ایسے اجنبی انسان کے لئے بہت بڑا سہارا ہوتا ہے جو کسی نئے ماحول میں آیا ہو"۔

"ڈیئر گولڈ ۔۔۔ اب میں آپ کو گولڈ ہی کے نام سے مخاطب کروں گی تو میرے پیارے دوست میں اس زیادتی کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں جو تم سے میرے باپ نے کی ہے"۔ ایمی نے کہا اور میں پھر مسکرانے لگا۔ پھر میں نے آہستہ لہجے میں اس سے کہا۔

"ایمی ڈیئر، زیادتی تو تمہارے باپ نے اپنے ساتھ کی ہے۔ میرا وہ مت کرو، یہ کام میں خود کر لوں گی لیکن گولڈ اس دور کی جو سب سے بڑی الجھن ہے وہ دولت ہے"۔ ایمی نے کسی قدر فکرمند لہجے میں کہا۔

"ہاں ایمی، مجھے اس بات پر بھی شدید حیرت ہے تمہاری تہذیب کی اس دنیا میں یہ کاغذ کے ٹکڑے ایک بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ اس وقت دنیا کا ہر فرد کاغذ کا غلام ہے۔ یہ کاغذ اس پر حکمرانی کرتے ہیں اور وہ اس طرح انسان پر حاوی ہیں کہ ان کے سامنے سارے رشتے، ساری اخلاقی قدریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ آرتھرک پیٹر ایک اچھا انسان ہے لیکن ان ہی کاغذوں کی بنا پر اس نے دوستی کو ختم کر دیا۔ اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ بہرصورت ایمی اب اس دنیا میں جو کچھ رائج ہے میں اس سے انحراف تو نہیں کر سکتا۔ اور اگر انحراف کرنا بھی چاہوں تو ممکن نہیں ہے۔ تم نے دولت کے سلسلے میں گفتگو کی تو ایمی ہم اتنی بڑی دولت کو جلا کر خاکستر کر آئے ہیں لیکن یہ ضروری تھا اور جذباتی اہتمام بھی۔ یہ باور کرانے کے لئے کہ ...... دولت ہی سب سے بڑی چیز نہیں ہوتی۔ میں نے آرتھرک پیٹر سے پہلے بھی یہ بات کہی تھی ایمی کہ مجھے اس کی اس دولت میں سے کچھ بھی نہیں چاہئے۔ میرا جو مقصد ہے، وہ پورا ہو جائے اور بس، یہ اس کی مہربانی ہوگی۔ لیکن نجانے یہ کاغذ انسان کے ذہن پر اس قدر مسلط کیوں ہیں؟ تو میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ ہم اس کی ضرورت کو بھی پورا کر لیں گے"۔

ایمی کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے بہرصورت اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

" میں مانتی ہوں گولڈ کہ ڈیڈی نے بہت بُرا کیا لیکن براہِ کرم میری آرزو ہے کہ اب تم اس سلسلے میں مزید کچھ نہ کہو۔"

" اوہ۔ اینی تم ٹھیک کہتی ہو میں معافی چاہتا ہوں بہرصورت مطمئن رہو آئندہ میں اس موضوع کو کبھی نہیں چھیڑوں گا۔"

میں نے محسوس کیا کہ واقعی میں بار بار اینی سے اس کے باپ کا تذکرہ کر کے اس کے لئے شرمندگی فراہم کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے خلوصِ دل سے یہ بات طے کر لی تھی کہ اب اینی سے اس موضوع پر کچھ نہیں کہوں گا چنانچہ میں نے اینی سے کہا۔

" دولت کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اینی۔ میں نے تمہاری دنیا میں جو کچھ دیکھا ہے اس کے تحت مرد دولت کمانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ عورت حسبِ معمول ان کی ساتھی ہوتی ہے چنانچہ میں مرد ہوں اینی میں تمہاری اس دنیا کے بہت سے اصولوں سے ناواقف ہوں" تاہم دولت کمانے کا ایک ذریعہ میرے ذہن میں ضرور ہے۔

" وہ کیا گولڈ؟"

" اپنی اپنی دنیا میں جس وقت آیا تھا تو یہاں کچھ لوگوں نے مجھ سے دولت کمانے کی کوشش کی تھی اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مجھے پہلوان کا نام دے کر مجھ سے کشتیاں لڑواتے تھے اور اس طرح اچھی خاصی دولت کیا بگاڑ سکا۔ تاہم اگر تم ایک اچھی لڑکی کی مانند اپنے ذہن سے یہ بات آزادانہ چاہتی ہو تو میں تیار ہوں۔ آؤ اب ہم پرانی باتوں کو بھول جائیں۔ تمہارا باپ زندہ ہے، اگر تم آج بھی اس کے لئے اپنے ذہن میں لچک پاتی ہو تو اینی میں اپنی ذات کے لئے تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ اپنے باپ کے پاس واپس چلی جاؤ اور اس کے ساتھ زندگی گذارو۔ جہاں تک میری بات ہے تو میں اب خود بھی ایک فیصلہ کر چکا ہوں وہ یہ کہ اپنی ذات پر بھروسہ کروں گا اور جن حالات میں بھی گذارنی پڑی گذاروں گا۔ ویسے اتنا میں جانتا ہوں کہ تمہاری اس تہذیب کے لوگ مجھ پر قابو پانے میں ناکام رہیں گے۔ میں ناقابلِ تسخیر ہوں۔ اور مجھ سے مفر ممکن نہیں ہے۔"

" نہیں گولڈ میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں اب اس گھر میں جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ براہِ کرم تم آئندہ مجھے واپس جانے کے لئے مت کہنا اور ہاں جیسا کہ تم کہہ چکے ہو کہ اب ہم گزری ہوئی باتوں کو چھوڑ دیں اور آنے والے وقت کے بارے میں بات کریں تو میں تیار ہوں۔ یوں بھی گولڈ میں کبھی اس گھر میں پُرسکون اور مطمئن نہیں رہی۔ میں جانتی تھی کہ میرے ڈیڈی ایک لالچی اور فریبی انسان ہیں اگر تم اپنی یادداشت پہ زور دو تو تم میری ان باتوں میں جھوٹ نہیں پاؤ گے۔ اس وقت جب مجھے تم سے کوئی ذہنی لگاؤ نہیں تھا تب بھی میں نے تمہیں یہی بات بتائی تھی کہ ڈیڈی چور ہیں وہ کسی سے مخلص نہیں ہیں اور ان سے ہوشیار رہنا۔ بتاؤ کیا یہ بات میں نے تم سے نہیں کہی تھی؟"

" ہاں اینی تم نے مجھ سے کہا تھا اور میں تمہارے اس خلوص کا اعتراف کرتا ہوں۔"

" تو بس اب یہ موضوع ختم۔ میں اپنے ڈیڈی کے پاس کبھی واپس نہیں جاؤں گی اور جہاں تک تمہیں دنیا دیکھنے کی خواہش ہے میں تمہاری اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کروں گی۔"

" ٹھیک ہے اینی۔ اب شہروں کا تعین تم خود کرو۔ میرا خیال ہے ہمیں یہ شہر چھوڑ دینا چاہیئے۔" میں نے کہا۔

" اس کے لئے ہمیں کچھ وقت یہیں گزارنا ہو گا گولڈ۔"

" وہ کیوں؟"

" شاید تمہیں اس بات کا علم ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے پاسپورٹ ضروری ہوتا ہے، یعنی ان حکومتوں کا اجازت نامہ جہاں ہم جانا چاہیں گے۔ شاید تمہاری دنیا میں ایسا نہ ہوتا ہو کیونکہ جیسا تم نے بتایا وہ مختصر سی دنیا ہے اور وہاں محبت کرنے والے لوگ پائے جاتے ہوں گے لیکن ہماری اس دنیا میں بڑی تبدیلیاں ہیں ہم اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ ہم پر دوسروں کی ذات مسلط ہے۔ بہرصورت تم اس کی پرواہ کمایا کرتے تھے۔ گل زمان نامی ایک شخص اسی سلسلے میں میرا دشمن بن گیا تھا اگر وہ میرے ساتھ تعاون کرتا تو ممکن ہے آج بھی میں وہی سب کچھ کر رہا ہوتا کیونکہ مجھے دنیا دیکھنے کا شوق تھا۔ تو اینی اب میں اپنے لئے یہ کام کر سکتا ہوں؟

" ہم۔ مگر کیا تم اس فن سے واقف ہو۔"

" واقف تو نہیں ہوں اینی لیکن جسمانی طور پر میں تمہارے اس دور کی دنیا سے برتر ہوں۔ میں انہیں بآسانی شکست دے سکتا ہوں اور یہ شوق تو مجھے نجانے کب سے ہے چنانچہ ہم اپنی مقصد برآری کے لئے اگر ایسا بھی کر لیں تو کیا حرج ہے؟"

" کوئی حرج نہیں ہے گولڈ۔ اگر تم اس سلسلے میں دلچسپی رکھتے ہو تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ دنیا گھومنے کے لئے بھی اچھا موقع ہے بلکہ میں تمہارا پاسپورٹ اسی بنیاد پر بنواتی ہوں۔ کیا خیال ہے؟"

" بالکل ٹھیک اینی۔ تم مطمئن رہو یہاں سے جہاں بھی چلو گی وہاں چل کر اس بات کا انتظام کر لینا کہ میں لوگوں کو شکست دینے کا مظاہرہ کروں اور ہمیں ان مظاہروں سے اتنی دولت حاصل ہو جائے کہ ہم اپنا کام کاج چلا سکیں۔"

" بالکل ٹھیک ہے گولڈ بس اب مستقبل کے موضوع پر گفتگو ختم" اس نے کہا اور مسکرانے لگی۔ میں بھی مسکرا رہا تھا۔ اور پروفیسر عورت جب میرے اتنی قریب آجائے تو اس کے بعد مجھ سے کہاں اجتناب برتتی ہے اگر اس کے بارے میں بھی میں یہ تفصیل بتانے بیٹھ جاؤں کہ وہ کس طرح مجھ سے متاثر ہوئی اور کس طرح میری عورت بن گئی تو یہ کہانی ان دوسری کہانیوں سے مختلف نہ ہو گی جو میں تمہیں سناتا رہا ہوں۔

اینی سارا دن اپنے کاموں میں مصروف رہتی اور اس کے بعد شام کو میرے پاس آجاتی اور پھر رات کو میرے وجود کی لہریں اسے بے خود کر دیتیں اور پروفیسر میں بھی اسے اس دور کی نئی عورت کی حیثیت سے قبول کر لیتا۔ ہاں وہ معصوم لڑکی میری قربت سے بہت مطمئن اور خوش تھی۔ شاید اس کے بعد اس نے یہی سوچا تھا کہ بلاشبہ آرنک پیٹر اس کے ساتھ ناانصافی کرتا رہا تھا۔ اس لالچی آدمی نے نہ صرف یہ کہ اس کے لئے کوئی خوبصورت سا ماحول مہیا نہیں کیا تھا بلکہ اسے زندگی کی دلچسپیوں سے بھی دور رکھا تھا اور یہ دلچسپیاں اسے میرے نزدیک آکر مل گئی تھیں۔ پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اینی نے کچھ کاغذات میرے سامنے رکھ دیئے۔ ان کاغذات میں ہماری روانگی کا پروانہ تھا اور اس کے لئے ایک دن وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئی تھی اور ایک عجیب سی چیز کے سامنے بٹھا کر اس نے ایک شخص سے کچھ کہا اور اس شخص نے مجھے روشنی میں قید کر لیا اور پروفیسر میں نے خود کو ایک کاغذ پر دیکھا۔ یہ کاغذ بڑے عجیب و غریب تھے۔ اس دور میں نہ جانے ان کی کیا کیا حیثیت تھی۔ تو جب اینی نے وہ کاغذات میرے سامنے رکھ دیئے جن کے ذریعے ہم یہاں سے باہر نکل سکتے تھے تو میں نے اس سے کہا۔

" اینی میں نے ادوار کے بارے میں بہت کچھ سوچا ہے۔ بڑا غور کیا ہے میں نے لیکن اس دور پر میں نے دو چیزوں کی حکمرانی محسوس کی ہے۔"

" وہ کیا؟" اینی نے دلچسپی سے پوچھا۔

" کاغذ اور لوہا۔ لوہا تم کو رواں دواں رکھتا ہے اور کاغذ تم پر حکمرانی کرتا ہے، ہر مسئلے میں ان دو چیزوں کی حیثیت میرا خیال ہے سب سے افضل ہے۔" میں نے کہا اور اینی سوچنے لگی پھر اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" واقعی بڑی دلچسپ بات سوچی تم نے۔ یہ حقیقت ہے کہ لوہا اور کاغذ ہماری زندگی کا سب سے بڑا حصہ ہیں یعنی اگر یہ کہا جائے کہ نئی تہذیب کی ترقی ہی ان دونوں چیزوں کی بنا پر ہے تو غلط نہیں ہو گا۔ کافی دیر تک ہم اس منصوبے پر گفتگو کرتے رہے پھر اینی نے کہا کہ اب وہ ایک دوسرے شہر میں چلنے کا بندوبست کر چکی ہے اور ہمیں دوسرے شہر کے لئے سفر کرنا ہو گا لیکن پروفیسر حیرتیں تو اس دور میں میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہی تھیں صدیوں سے زندہ شخص اس دور میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ عقلِ انسانی سے باہر تھا اور شاید صدیوں پہلے ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کیا گیا تھا فضاؤں میں اڑتے پرندے کس نے نہیں دیکھے لیکن ان پرندوں کی ایک انفرادیت تسلیم کی گئی تھی کہ یہ زمین کے قیدی نہیں ہیں اور فضاؤں پر ان کی حکمرانی ہے لیکن آج کا انسان فضاؤں پر بھی حکمران تھا۔ وہ چاند تک پہنچنے کی باتیں کرتا تھا اور زمین تو اس کے لئے کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتی تھی میں نے جس بڑی چیز میں سفر کیا وہ ایک عمارت کی مانند تھی۔ لیکن یہ پوری کی پوری فضا میں اس طرح بلند ہو سکتی ہے یہ کوئی بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ اور فضا میں دوڑنے والی یہ عمارت جس کا تعلق زمین کے کسی حصے سے نہیں تھا ہمیں لیکر ایک دوسرے شہر پہنچ گئی۔

اینی اس سفر کے دوران بہت خوش رہی تھی۔ اور شاید میرے ساتھ رہ کر اب وہ اپنا پچھلا ماحول بالکل ہی بھول گئی تھی اور ساری چیزوں سے مطمئن تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی پروفیسر اس نے مجھے بھی جدید انسان بنانے کی کوشش کی تھی اور جدید انسان بننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی یعنی وہ لباس جو اس سے پہلے بھی مجھے پہنانے کی کوشش کی گئی تھی اینی نے بھی میرے لئے ویسا ہی لباس سلوایا تھا اور قربان ہو گئی تھی میرے اوپر۔ کیونکہ اس کے خیال میں میں اس لباس میں دنیا کے سارے مردوں سے زیادہ حسین نظر آتا تھا اور اب یہ بات کہتے میں اینی کو کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہ اس لباس کے نیچے چھپے ہوئے انسانی حُسن سے بھی باخبر تھی گویا میری مکمل رازدار۔۔۔ تو پروفیسر میں جس شہر میں تھا اور جسے ان لوگوں نے پیرس کا نام دیا تھا اور جس کے بارے میں میں نے یہ سوچا تھا کہ یہ شہر اس روئے زمین کا سب سے حسین شہر ہے لیکن اب ہم جہاں آئے تھے

اسے بھی میں اس شہر سے کم نہیں پاتا تھا۔ زمین پر رہنے والوں نے زندگی کا ایک حسین رخ تلاش کر لیا تھا۔ وہ عمدگی سے رہنا جانتے تھے لیکن بس ان کے درمیان اتفاق نہیں تھا اگر اس حسین دنیا میں رہنے والے لوگ حسین دلوں کے مالک بھی ہوتے تو پھر کیا بات تھی پروفیسر، پھر تو اگر اس دنیا کو ایک حسین جنت سے تشبیہ دی جاتی تو غلط نہ تھا۔ اس دنیا کی بدنمائی یہ تھی کہ اس دنیا کے لوگ ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے تھے۔ اب میں ان لوگوں کے رہن سہن سے واقف ہو گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ایی کسی ہوٹل میں قیام کرے گی اور یہ ہوٹل بھی خوب ہوتے تھے پروفیسر یعنی اگر کسی انسان کا کسی شہر میں کوئی شناسا نہ ہو تو اس کے لئے رہائش کا انتہائی معقول بندوبست صرف ان کاغذوں کے عوض۔ اور اب مجھے بھی ان کاغذوں کے حصول کے لئے جد و جہد کرنا تھی کیونکہ جو کاغذ ایی اپنے ساتھ لائی تھی وہ اب اس کا ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے اور ضروریات میں استعمال ہو رہے تھے۔ یہی ایی نے اچھا کیا تھا کہ اس کے پاس جو کاغذ تھے وہ اس نے اپنے ساتھ رکھ لئے تھے اگر وہ ان کاغذوں کو ساتھ نہ لاتی تو ہمیں دربدر مارا مارا پھرنا پڑتا، کوئی انسان ہماری مدد نہ کرتا۔ ہاں کاغذ ایک دوسرے کے مددگار تھے۔ پھر انہی کاغذوں کی بدولت ہم نے ایک اور جگہ قیام کیا جہاں کھانے پینے اور رہائش کا معقول بندوبست تھا لیکن ایی اب کسی قدر فکرمند نظر آتی تھی تو اس شام جب وہ میرے پہلو میں میرے سینے میں چھپی ہوئی تھی تو میں نے اس کی فکرمندی کی وجہ پوچھ لی۔

" کوئی خاص بات نہیں ہے، تمہارے سامنے کچھ کہتے ہوئے بڑا عجیب سا لگتا ہے۔ میں تم سے اس قدر قریب ہو چکی ہوں کہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

179

" کیا بات ہے ایی، کہو عجیب کیوں محسوس ہوتا ہے تمہیں؟"

" بس گولڈ تم اتنے معصوم ہو اور تمہاری نگاہوں میں دولت کی جو حیثیت ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے بڑا عجیب سا لگتا ہے۔"

" اوہ۔ تو تم دولت کے لئے فکرمند ہو۔"

" ہاں گولڈ میرے پاس اب رقم ختم ہوتی چلی جا رہی ہے اس کے بعد ہم بالکل بے سہارا ہوں گے۔"

" لیکن ایی میں نے جو تم سے کہا تھا کیا تم اس پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ ترک کر چکی ہو؟"

" نہیں گولڈ میرا خیال ہے ہم اس کے بارے میں آسانی معلوم کر لیں گے تم مجھے اجازت دو تو میں اس کے لئے کچھ تیاریاں کر لوں لیکن بس یہی سوچ لینا گولڈ کہ یہ کھیل خطرناک ہوتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں نقصان پہنچ جائے۔ میں ہر قیمت پر تمہیں نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتی۔"

" اوہ ایی تم اس بات کی فکر نہ کرو تم دیکھو گی کہ میں کیا کر دکھاتا ہوں۔" میں نے کہا

دوسرے دن اس نے مجھ سے اجازت لی کہ میں یہیں قیام کروں وہ میرے لئے معلومات کر کے آتی ہے۔ ایی نے یہ بھی کہا کہ اس کا تنہا جانا زیادہ مناسب ہو گا کیونکہ میں ابھی اس دنیا سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔

" تم کب تک واپس آ جاؤ گی ایی؟"

" بہت جلد بس میرا کام ہو جائے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ ایی نے اس سلسلے میں معلومات کہاں سے حاصل کیں یہ مجھے نہیں معلوم لیکن دوپہر کے بعد وہ واپس آئی تو بہت دلکش تھی۔ اس نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

" مجھے یقین ہے کہ تم نے کھانا نہیں کھایا ہو گا؟"

" اوہ۔ ایی ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے بھوک ہی نہیں تھی۔" میں نے جواب دیا۔

" آؤ پہلے کھانا کھا لیں۔ پھر بات کریں گے۔" ایی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

کھانے کے دوران اس نے بتایا کہ وہ ان لوگوں سے مل چکی ہے جو یہاں کشتیوں کا بندوبست کرتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کشتی یہاں اسٹیڈیم میں روزانہ ہوتی ہے۔"

" اسٹیڈیم کیا ہوتا ہے ایی؟"

" کشتی کی جگہ، لوگ تفریح کے لئے آتے ہیں اور اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور اسی سلسلے میں بڑے بڑے معاوضے ادا کئے جاتے ہیں۔"

" یہ کام کب ہوتا ہے؟"

" رات کو۔"

" تو پھر آج چل رہے ہیں ہم؟" میں نے پوچھا۔

" ہاں ہم یہاں سے تقریباً سات بجے نکلیں گے اور پھر میں تمہیں ان لوگوں سے ملاؤں گی جن سے میں بات کر کے آئی ہوں شاید وہ تم سے کچھ معلومات حاصل کریں۔ میرا خیال ہے کہ تم اس میں کوئی الجھن نہیں محسوس کرو گے؟"

" قطعاً نہیں ایی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ایی نے گردن ہلا دی۔

تو پھر شام کو پروفیسر میں نے ایک خوبصورت سوٹ پہنا، ایی نے اپنے ہاتھوں سے مجھے تیار کیا اور ہم روانہ ہو گئے۔ ایی اس جگہ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے آئی جہاں وہ مجھے لے جانا چاہتی تھی چنانچہ ایک آہنی گھوڑا جسے ایی نے ٹیکسی کا نام دیا تھا میں اس جگہ پہنچ گیا اور ایک بڑی سی عمارت کے سامنے ایی رک گئی عمارت کے باہر کوئی تحریر لکھی ہوئی تھی لیکن مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی، پھر میں ایی کے ساتھ ایک ایسے کمرے میں پہنچ گیا جس میں میزیں اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور لوگ بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے، ایی کو دیکھ کر کئی آدمی متوجہ ہو گئے۔ ایی ایک میز کی جانب

بڑھ گئی۔ تب میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے اٹھ کر کہا۔

" اوہ غالباً آپ نے دن میں مجھ سے ملاقات کی تھی؟"

" جی ہاں۔ اور حسب وعدہ میں آ گئی ہوں۔"

" کیا ان صاحب کو آپ اپنے ساتھ لائی ہیں جو کشتیاں لڑنے کے شوقین ہیں؟" اس نے پوچھا اور پھر اس کی نگاہ میری طرف اٹھ گئی۔

" اتنا خوبصورت پہلوان تو اس سے پہلے کبھی رنگ میں نہیں آیا ہو گا کیا یہی ہیں وہ صاحب؟" اس نے پوچھا۔ اس کے انداز میں مضحکہ اڑانے کی کیفیت تھی۔

" ہاں۔" ایی نے سادگی سے جواب دیا۔

" بہت خوب، تو پھر آپ تشریف رکھئے اور مجھے ان صاحب سے گفتگو کرنے دیجئے۔ آپ بھی تشریف رکھئے جناب۔" اس نے کہا اور میں بھی بیٹھ گیا۔ اس شخص نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے بغور مجھے دیکھا پھر بولا۔

" اس سے قبل بھی آپ رنگ میں آئے ہوں گے؟"

" ہاں میں لڑ چکا ہوں۔"

" تفریحاً یا کاروباری طور پر۔"

" میں تفریحاً رنگ میں آیا تھا لیکن چند لوگوں نے اسے کاروبار بنا لیا۔ میں نے بھی انہیں نہیں روکا۔ اور آج میں خود جنگ و جدل کا کاروبار کرنے آیا ہوں۔"

" کتنی کشتیاں لڑی ہیں آپ نے؟"

" تعداد یاد نہیں۔"

" کتنی بار ہارے یا جیتے ہیں؟"

" میں صرف جیتنے پر یقین رکھتا ہوں شکست کا لفظ میں نے اپنی کتاب سے خارج کر دیا ہے اور یہ لفظ کبھی میری زندگی میں نہیں آیا۔" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگا، پھر بولا۔

" بات دراصل یہ ہے جناب کہ ہم پہلوانوں کے درجے مقرر کرتے ہیں۔ یہاں پر سب سے بڑے پروموٹر ہم ہیں اور ہمارا یہ سلسلہ صرف اسی ملک میں نہیں بلکہ بے شمار ممالک میں ہے ہم پہلوان کے درجے مقرر کر دیتے ہیں اور اس کے بعد اسی درجے کے لوگوں سے معاہدہ کرتے ہیں۔ آپ نے جو دعویٰ کیا ہے آپ کو اس کا امتحان بھی دینا ہو گا۔" اس شخص نے کہا، اور میں نے گردن ہلا دی۔

" میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس شخص نے اپنی کلائی پر بندھے ہوئے آلے میں شاید وقت کا اندازہ کیا، پھر اٹھتے ہوئے بولا

" تو پھر آئیے آپ کا امتحان ہو جائے۔ میں آج کی فہرست دیکھ لوں، ممکن ہے میں آج ہی آپ کو موقع دے سکوں۔"

" بہت بہتر۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔

" آپ بھی آئیے خاتون حالانکہ یہ صاحب مجھے ایک اچھی جسامت والے خوبصورت جوان معلوم دیتے ہیں۔ پہلوان تو یہ کسی رخ سے نظر ہی نہیں آتے۔ تاہم اس جسامت کو ہم بہترین کہہ سکتے ہیں اور بعض اوقات ہمیں بڑی عجیب دلچسپیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے یعنی یہ کہ کسی کو ہم پکھ سمجھے اور وہ کچھ نکلا۔"

" تو پھر امتحان ضروری ہے؟"

" ہاں ہم آج ہی اس کے لئے موقع فراہم کئے دیتے ہیں آپ بھی آئیے۔" اس نے ایی سے کہا اور ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے۔

ایک راہداری سے گزرنے کے بعد وہ ایک ایسے دروازے سے اندر داخل ہوا جس کے دوسری جانب ایک بہت بڑا ہال تھا۔ ہال میں تیز روشنیاں ہو رہی تھیں، بہت سے لوگ لوہے کے ایک دائرے کے گرد کھڑے ہوئے تھے۔ یہ تماشائی تھے۔ دائرے کے درمیان جسموں پر مختصر لباس پہنے ہوئے عمدہ جسامت کے لوگ ایک دوسرے سے زور آزمائی کر رہے تھے۔ وہ شخص اندر داخل ہوا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا، پھر اس نے میری طرف جھک کر کہا۔

" یہ سب جو لڑ رہے ہیں، ان کا ہم سے معاہدہ ہے اور یہ ہمارے لئے لڑتے ہیں۔ میں آپ کے لئے مقابلے کا انتخاب کر لوں گا، کیونکہ یہاں اور بھی پروموٹر ہیں اور ان کے پہلوان بھی موجود ہیں۔ میں دیکھ لوں گا کہ ان میں کون خالی ہے۔ اس سے آپ کا مقابلہ کرایا جا سکتا ہے لیکن ان لوگوں کو دیکھ کر آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ ان میں سے کس شخص کے ہم پلہ ہو سکتے ہیں آپ، اس کا نام واشن ہے اور وہ اس جانب جو زور آزمائی کر رہا ہے اس کا نام ٹریک ہے، یہ ہمارے اعلیٰ پہلوانوں میں سے ہیں اس کے بعد نچلے درجے کے پہلوان شروع ہوتے ہیں مثلاً وہ شخص جس کا نام جانسن ہے۔ بڑی اچھی کشتی لڑتا ہے اور خاص طور سے جوڈو کراٹے کا بھی ماہر ہے لیکن ہم اسے گریڈ اے نہیں دے سکتے وہ گریڈ بی کے پہلوانوں میں آتا ہے اس کے بعد بھی دوسرے ہیں۔ ہمارے یہاں تو ہر قسم کے مقابلے کا مکمل بندوبست ہے آپ ان میں سے کس سے مقابلہ کرنا پسند کریں گے اور ہاں دیکھئے میری درخواست ہے کہ اپنی قوتوں کو ذہن میں رکھئے اور اس کے بعد فیصلہ کیجئے۔"

" دیکھو دوست میں اس شخص سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے خیال میں ناقابل تسخیر ہو۔ امتحان لے رہے ہو تو میری بات مان لو اور امتحان لو، کامیاب رہوں تو ٹھیک ہے ورنہ تم مجھے منع بھی کر سکتے ہو۔"

" بالکل مناسب بات ہے، ویسے میں آپ کو کس نام سے پکاروں؟" اس شخص نے پوچھا۔

" گولڈ۔" میں نے جواب دیا۔

" واہ، میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے سونا ہی ثابت ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میری خواہش کے مطابق وہ کسی ایسے شخص کا بندوبست کرنے چلا گیا جو اس کے یہاں سب سے بڑی قوت کہا

مالک ہو اور بلاشبہ وہ جس شخص کے ساتھ آیا تھا وہ جسامت میں ویو ہی لگتا تھا۔ نی نسل کے ان چھوٹے چھوٹے لوگوں میں ایک ایسے آدمی کی موجودگی بلاشبہ قابلِ حیرت تھی۔ وہ شخص میرے نزدیک پہنچ گیا اور پھر اس نے ہم دونوں کو اشارہ کیا۔ میں اور اینی آگے بڑھ آئے۔ تب وہ ہمیں لئے ہوئے ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔

" ان سے ملیے مسٹر گولڈ یہ مسٹر کروزٹ ہیں۔ ہمارے کوچ یہاں کے بڑے سے بڑے پہلوان کو بھی تربیت دیتے ہیں اور ہمارے اس سلسلے میں ان سے بڑا پہلوان کوئی نہیں ہے۔ تقریباً ایک ہزار داؤ پیچ جانتے ہیں اور ان سے مقابلہ تقریباً ناممکن ہے اب بھی اگر کوئی غیر ملکی پہلوان آجاتا ہے اور وہ ہمارے پہلوانوں کے لیے مشکل بن جاتا ہے تو مسٹر کروزٹ ہی اسے ٹھیک کرتے ہیں۔ عام طور پر یہ کشتیاں نہیں لڑتے!"

" بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر" کروزٹ نے مسکراتے ہوئے میری جانب ہاتھ بڑھا دیا اور میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ کروزٹ نے میرے ہاتھ پر قوت آزمائی کی تھی لیکن میں نے اپنا ہاتھ نرم ہی رکھا۔ چند ساعت کروزٹ میرے ہاتھ کو دباتا رہا اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔

" خوب۔ خوب" وہ ہنسنے لگا

" کیوں کیا ہوا؟" اس شخص نے پوچھا۔ جو اسے لے کر آیا تھا۔

" میرا خیال ہے یہ صاحب اچھے خاصے ثابت ہوں گے۔ کیا نام بتایا آپ نے ان کا مسٹر ہیگ؟"

" گولڈ" اس شخص نے جواب دیا۔

" تو پھر مسٹر گولڈ کیا خیال ہے۔ آئیے تھوڑی سی مشق ہو جائے!"

اس نے مجھے دعوت دی اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

اس شخص کا دوستانہ انداز مجھے پسند آیا تھا۔ ہمیں ایک بڑے ہال میں لے جایا گیا جہاں کا فرش لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس پر قالین بچھا ہوا تھا۔ تب کروزٹ نے اپنا لباس اتار دیا۔ لباس کے نیچے وہی مختصر لباس موجود تھا جسے پہن کر دوسرے لوگ کشتیاں لڑ رہے تھے۔ ہیگ نے مجھ سے پوچھا۔

" کیا آپ کے جسم پر کشتیوں کا لباس موجود ہے؟"

" نہیں" میں نے جواب دیا۔

" اوہ۔ تو براہِ کرم آپ میرے ساتھ آئیے میں آپ کے لئے اس لباس کا بندوبست کر دوں" ہیگ بولا اور میں اینی کو اشارہ کر کے اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہیگ نے دوسرے کمرے میں لے جا کر مجھے لباس دیا اور کہنے لگا۔

" آپ اس لباس کو پہن لیجیے اور اس کے بعد اسی کمرے میں واپس آجائیے"

" ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور پروفیسر اس لباس کو پہننے میں کسی دقت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لباس وغیرہ پہن کر اور

اپنا لباس ہاتھ میں اٹھائے ہوئے میں اس کمرے میں آیا۔ ہیگ نے مجھے دیکھ کر بڑے عجیب و غریب انداز میں گردن ہلائی تھی۔

" میرے دوست تم فنِ کشتی میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام دو یا نہ دو لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تم رِنگ میں آؤ گے اور تمہاری شہرت باہر پھیلے گی تو ہزاروں خواتین تمہیں دیکھنے کے لئے ضرور آجائیں گی۔ تمہارا یہ سونے کا بدن ہمارے لئے ایک اچھی پبلسٹی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے — بہرصورت تمہیں صرف اس انداز میں دیکھ کر سب سے پہلی پیش کش تو میں کئے دیتا ہوں کہ میں نے تمہیں اس ادارے میں رکھ لیا۔ اور اب صرف تمہارے گریڈ کا فیصلہ باقی ہے"

میں نے اینی کی جانب دیکھا اس کی آنکھیں و فورِ محبت سے سرشار ہو رہی تھیں۔ میرے بدن کو وہ بھی پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دوسری جانب وہ شخص بھی تیار تھا جس کا نام کروزٹ لیا گیا تھا۔ میری اور اس کی جسامت میں بڑا ہی فرق تھا پروفیسر لیکن ماضی تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے میں تو اس شخص سے بھی بڑا تھا جس کا گرز زمین میں دھنس جایا کرتا تھا اور میں نے بڑے بڑے تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ پھر بھلا یہ شخص میرے سامنے کیا حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ لکڑی کے فرش پر ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل آگئے۔ لیکن کروزٹ کا رویہ دوستانہ ہی تھا اور میں نے اس بات کو بہت اچھی طرح محسوس کیا تب اس نے مجھ سے کہا۔

" دیکھو دوست! سب سے پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم فنِ کشتی کے داؤ پیچ سے واقف ہو؟"

" نہیں" میں نے جواب دیا۔

" اوہ۔ بہرصورت آؤ میرے اوپر کوئی داؤ لگانے کی کوشش کرو اور مجھے نیچے گراؤ" اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور بہرحال یہ اس کا حکم تھا۔ چنانچہ میں اس سے لپٹ گیا اور دوسرے لمحے میں نے اسے سر سے اونچا اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ کروزٹ زمین پر گرا تو تھا لیکن پھر ایک چھلانگ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

" واہ، واہ ویری گڈ، کمال کر دیا بھئی تم نے تو، آؤ اس کا مقصد ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا پڑے گا اور اب دیکھو میں تم پر ایک داؤ لگا کر تمہیں نیچے گراتا ہوں اس کے بعد تم اس داؤ سے نکلنے کی کوشش کرنا"

" کروزٹ" میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کو مخاطب کیا "میں تمہیں وہ داؤ لگانے کا موقع دوں گا۔ اور جب تم محسوس کرو کہ تم نے مجھے بے بس کر لیا ہے تو تم مجھے بتا دینا تاکہ میں پھر اس داؤ سے نکلوں" میں نے کہا اور ہیگ اور اینی مجھے مسکراتی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ کروزٹ نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی اور پھر دفعتاً اس نے اچھل کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ

لئے۔ اور پھر وہ انہیں..... ایک جھٹکے سے موڑ کر پیچھے لے آیا اور پھر انہیں اس طرح اپنے پاؤں میں پھنسا لیا کہ وہ ان سے نکل نہیں سکتے تھے۔ اس کے بعد وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اپنے پاؤں سے اس نے میرے دونوں ہاتھ پھنسائے ہوئے تھے اور اس کی دانست میں میں بے بس تھا۔ زمین پر دونوں ہاتھ ٹکانے کے بعد اس نے اپنا دوسرا پاؤں میری گردن میں ڈال دیا۔ اور اب گویا وہ مجھے بالکل جکڑ چکا تھا۔ تب اس نے کہا۔

" ہاں میرے دوست، اب میں نے اپنی دانست میں تمہیں بے بس کر دیا ہے۔ اب تم اس داؤ سے نکلنے کی کوشش کرو"

اور پروفیسر میں نے بھی گردن ہلا دی۔ پھر کروزٹ نے متحیرانہ انداز میں اس منظر کو دیکھا ہو گا۔ نہ صرف کروزٹ نے بلکہ ہیگ نے بھی کہ میرے دونوں ہاتھ اس کے پیر میں پھنسے ہوئے تھے اور گردن بھی جکڑی ہوئی تھی۔ لیکن میں نے اپنے پاؤں سیدھے کئے اور ایک جھٹکے سے انہیں زمین کی طرف لایا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی کروزٹ اٹھ کر چلا گیا تھا اور اب وہ میرے سر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دوبارہ چھلانگ لگائی اور کروزٹ کو زمین پر پٹخ دیا اور خود کھڑا ہو گیا۔ کروزٹ بری طرح گرا تھا۔ ایک لمحے کے لئے وہ اٹھ بھی نہ سکا۔ اس کا سر چکرا گیا تھا لیکن پھر وہ دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں ہیگ کی طرف دیکھا۔

" مسٹر ہیگ، یہ کیا چیز ہے؟"

" ونڈر فل۔ ونڈر فل" ہیگ تالیاں پیٹ کر چیخا "کیا تمہارے خیال میں یہ....."

" آپ میرا خیال پوچھ رہے ہیں مسٹر ہیگ ٹھہر جائیے ذرا میں کچھ اور آزما لوں" اس نے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ جھٹکنے لگا۔ میں خاموش کھڑا ہوا تھا پھر وہ میرے نزدیک آیا اور اس نے اس بار بڑے وحشیانہ انداز میں میرے سر میں ٹکر ماری تھی لیکن بدبخت تھا کروزٹ ٹکر مارنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑا اور دیوار سے جا لگا۔ اس کے بعد اس میں سکت نہ رہی اور کافی دیر تک وہ اسی طرح دیوار سے لگا کھڑا رہا تب ہیگ اس کی جانب بڑھا۔

" مسٹر کروزٹ کیا بات ہے؟"

" فوراً کنٹریکٹ کر لو، فوراً کنٹریکٹ کر لو ہیگ" کروزٹ نے آنکھیں بند کئے کئے کہا "تمہاری تقدیر بدل جائے گی"

" کیا واقعی؟"

" مسٹر ہیگ، وہ اسٹیل ہے بالکل اسٹیل اور اس کے جسم میں بلا کی قوت ہے، خدا کی پناہ" کروزٹ اب بھی دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر جھٹک رہا تھا اور ہیگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے اینی کی جانب دیکھ کر کہا۔

" میں یہ وعدہ تو کر ہی چکا ہوں کہ مسٹر گولڈ آپ میرے ساتھ رہیں گے۔ چنانچہ اب یہ بات تو کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کو فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں آج کی کشتی کے بعد معاوضے وغیرہ کے معاملے پر

بھی بات چیت ہو جائے گی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

" جیسا آپ پسند کریں جناب" اینی نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے نکل آئے تب ہیگ نے مجھ سے پوچھا۔

" آپ کا قیام کہاں ہے مسٹر گولڈ؟"

اور میں نے اینی کی طرف دیکھا۔ اینی نے اس ہوٹل کا نام بتا دیا۔ جہاں ہم لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

" اگر آپ لوگ پسند کریں تو ہوٹل چھوڑ دیں اور اپنا سامان وغیرہ وہاں سے اٹھا لیں۔ میں آپ کی رہائش کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔ اچھے لوگوں کو میں خصوصی مراعات دیتا ہوں" ہیگ نے کہا۔

" جیسا آپ پسند کریں مسٹر ہیگ یوں بھی ہم قلاش لوگ ہیں اور اتنے اخراجات اٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے"

" آپ کو جس قدر پیسوں کی ضرورت ہو آپ ضرور لے لیں۔ آپ کے اپنے اخراجات بھی ہوں گے۔ بہرصورت میں اپنے آدمی آپ کے ساتھ کر دیتا ہوں آپ اپنا سامان یہاں اٹھا لائیں۔ ہم آپ سے معاہدہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں" ہیگ نے جواب دیا اور پروفیسر ہمارا سامان اسی عمارت میں آگیا۔ ہمیں ایک عمدہ رہائش گاہ فراہم کی گئی تھی اور پھر اسی شام غالباً ہیگ نے کسی ذریعے سے رابطہ قائم کر لیا۔ چنانچہ ایک پہلوان جس کا نام بگ تھا مجھ سے لڑنے کے لئے لایا گیا۔ بگ کے پورے بدن پر ریچھ کے مانند بال تھے اور جب وہ رِنگ میں آیا تو بالکل وحشی جانور کی طرح اچھل کود کر رہا تھا۔ دوسری جانب سے میں بھی رِنگ میں آگیا اور اناؤنسر نے میرے اور بگ کے مابین مقابلے کا اعلان کیا۔ اناؤنسر نے کہا کہ بگ ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق پہلوان ہے اور بہت سی اعلیٰ درجے کی کشتیاں لڑ چکا ہے لیکن اس کے مقابلے پر جو نوجوان ہے وہ ابھی اس دنیا میں نیا ہے۔ تاہم وہ اس مقابلے سے بہت پُرامید ہے۔ ہم دونوں کے بارے میں ضروری باتیں عوام کو بتائی گئیں۔ بے شمار لوگ اس مقابلے کو دیکھنے کے لئے جمع تھے اور خاصا بارونق ماحول تھا۔ اینی بھی سب سے آگے اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی جہاں ہم کشتی لڑنے والے تھے اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ بے شمار آوازیں میرے حق میں ابھرنے لگیں۔ میرا نام پکار دیا گیا تھا۔ اس لئے لوگ مجھے گولڈ گولڈ کہہ رہے تھے۔ اور ان آوازوں میں خواتین کی آوازیں زیادہ تیز تھیں۔ بے شمار نگاہیں مجھ میں دلچسپی لے رہی تھیں۔

میرا مقابل بگ جس کا سر گنجا اور کسی بڑی گینڈ کی مانند تھا کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ یوں بھی وہ ایک کینہ پرور آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ہمارے درمیان مقابلہ کرانے والا شخص جسے ان لوگوں کی زبان میں ریفری کہا جاتا تھا۔ تیار ہو کر سامنے آگیا۔ اس نے ہم دونوں کو طلب کر کے کشتی کے قواعد سمجھائے۔ ہمارے جسموں کو دیکھا کہ کوئی ایسی چیز تو ہمارے پاس نہیں ہے جس کی مدد سے ہم کشتی کے اصولوں کے خلاف اپنے مقابل کو کوئی زک پہنچا سکیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ریفری نے ہمیں مقابلے کی

اجازت دے دی اور ہم دونوں موٹے رسّوں کے کنارے پر چلے گئے

بگ اپنے دونوں بازو سمیٹ رہا تھا اور رسّے کے نزدیک زور زور سے اچھل رہا تھا۔ پھر وہ اچھلتا ہوا میری جانب آیا۔ لیکن میں پُرسکون انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

بگ جس قدر اچھل کود کر رہا تھا۔ میں اسی قدر پُرسکون تھا۔ دیکھنے والوں نے میرے اس انداز کو دیکھ کر نعرہ ہائے تحسین بلند کیا۔ چاروں طرف تالیاں بج رہی تھیں سیٹیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی اور انہی آوازوں میں بگ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر میرے ہاتھوں کی انگلیوں میں پھنسا دیئے۔ اسے اپنی قوت پر شاید کافی ناز تھا چنانچہ وہ میرے دونوں ہاتھوں کو دو مخالف سمتوں میں موڑنے کی ناکام کوشش کرنے لگا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اور بگ کے انداز میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو رہی تھی۔ پھر اس نے انتہائی وحشیانہ انداز میں میرے ہاتھ پکڑے پکڑے اپنی ایک لات وحشیانہ انداز میں میرے پیٹ پر ماری۔ دیکھنے والوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بگ کی بھرپور لات نے میرے جسم میں ذرا سی جنبش پیدا نہیں کی تھی۔ لیکن بگ بہت زیادہ پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

دوسری بار اس نے اچھل کر میری گردن پکڑنے کی کوشش کی اور ایک مخصوص انداز میں میری گردن اپنے بازو میں لپیٹ لی لیکن اب مجھے جنبش کرنا بھی ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ بگ کی کمر میں ڈالے اور اس کی کمر کو جکڑ لیا۔ بگ نے تڑپ کر میری گردن چھوڑ دی اور کراہ اٹھا وہ ایک لمحے کے لئے لڑکھڑا سا گیا تھا۔

دیکھنے والے پھر چیخ پڑے۔ اور بگ سنبھل سنبھل کر مجھ پر حملے کرنے لگا۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑ رہا تھا اور میں خاموشی سے رِنگ میں کھڑا اس کے نزدیک آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

تب ریفری نے مجھ سے کہا کہ میں بھی آگے بڑھ کر بگ کا مقابلہ کروں اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب میں نے بگ کو ایک کونے میں پکڑ لیا۔ میں نے اس کے دونوں شانوں میں ہاتھ ڈالا اور اسے فضا میں بلند کر کے نیچے پھینک دیا۔ بگ حسب توقع جلدی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے اسے دوبارہ اٹھا کر اسی انداز میں پھینک دیا اور اس کے بعد میں نے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں پکڑ کر اسے فضا میں قلابازیاں کھلانا شروع کر دیں۔ میں اسے ایک جگہ سے اٹھاتا اور دوسری جگہ پھینک دیتا۔ اور یہی وطیرہ اختیار کیا تھا میں نے۔

تب میں نے دیکھا کہ بگ رسّے سے دوسری جانب بھاگ گیا ہے ریفری نے مقابلہ روک دیا تھا اور بگ کو دوبارہ مقابلے کے لئے اندر آنے کا اشارہ کرنے لگا۔ میں وہاں ایک کونے میں جا کھڑا ہوا تھا۔

بگ اندر آیا۔ وہ ریفری سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز میں خاصی درشتگی تھی۔ تب ایک بار پھر ہم دونوں درمیان میں آ گئے۔ اور اس بار میں نے فیصلہ کن انداز میں بگ کی گردن پکڑ لی۔

میں نے بگ کی گردن اپنے بازوؤں کی مضبوط گرفت میں دبا لی اور بگ کے دونوں ہاتھ فضا میں جھولنے لگے۔ وہ پوری قوت سے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر شاید دباؤ کچھ زیادہ ہی ہو گیا۔ کیونکہ بگ کسی مردہ چھپکلی کی مانند زمین پر اوندھا گر پڑا تھا۔ ریفری اسے ٹٹولنے لگا۔ لیکن بگ بے ہوش ہو چکا تھا۔ تب ریفری نے میرا ہاتھ بلند کر دیا اور چاروں طرف سے تالیاں گونجنے لگیں۔ میرا دوست ہیگ دوڑتا ہوا رِنگ میں آ گیا تھا۔ اور اس نے بڑی گرمجوشی سے میرا بازو پکڑ کر مجھے خود سے لپٹا لیا۔ اور پھر وہ لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے ہوئے مجھے نیچے لے گئے میں مقابلہ جیت چکا تھا۔

لیکن پروفیسر میں جتنا اس دنیا کی گہرائیوں میں جاتا۔ اتنا ہی اس سے بددلی اور اور بیزاری کا احساس شدید سے شدید تر ہوتا چلا جاتا۔ یہ سب کے سب جتنے بھی تھے مطلب پرست اور خود غرض لوگ تھے۔ محبتوں کا ان کے درمیان کوئی وجود نہیں تھا۔ حالانکہ اس سے قبل بھی وہ لوگ مجھے ملے تھے جنہوں نے مجھے جاننے کے بعد مجھ سے محبت کی تھی اور ان محبتوں میں صرف خلوص ہوتا تھا کوئی۔۔۔ فریب ریا یا لالچ نہیں تھا کیونکہ یہاں اس دنیا میں ان تمام چیزوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور پیار جیسی کوئی چیز اس دنیا میں موجود نہیں تھی۔ اور اس احساس سے مجھے نفرت تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی کہ اتنی حسین دنیا میں نفرت ہی نفرت بھری ہو۔

اینی میری ساتھی تھی۔ لیکن وہ صرف ایک عورت تھی۔ اور پروفیسر عورتیں تو تقریباً ہر دور میں یکساں رہی ہیں۔ اینی کے اندر جو کیفیت تھی۔ وہ بھی مجھے اس قدر مخلص محسوس نہیں ہوئی کہ میں اس سے مطمئن ہو جاتا بس وہ مجھے چاہتی تھی، میری شہرت سے خوش تھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ میں اس کا مرد بھی تھا۔ اور یوں اگر میں اس کے لئے کوئی کارآمد چیز نہ ہوتا تو وہ بھی مجھ سے دور ہٹ جاتی۔

اس کیفیت سے میرے ذہن میں ایک عجیب سی تھکاوٹ اور بیزاری طاری ہو گئی تھی اور اب اس دنیا کے مختلف حصے گھومنے کے بعد میں سوچ رہا تھا کہ بلا شبہ اگر ہم ادوار میں کسی بدترین دور کا تعین کریں تو وہ یہی دور تھا۔ اور پروفیسر اس دور میں صحیح معنوں میں مجھ پر جو بیزاری طاری ہوئی وہ کسی بھی دور میں نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اینی کو چھوڑ دوں اور اگر ممکن ہو سکے تو اس دور ہی کو چھوڑ دوں۔ سو میں اس کے لئے تیاریاں کرتا رہا اور اینی کو میں نے کچھ نہ بتایا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں نے خاموشی سے اینی کا ساتھ چھوڑ دیا اور کسی نامعلوم حصے کی جانب چل پڑا جہاں مجھے سکون مل سکے۔ اب اس دنیا سے میری دلچسپی برقرار نہیں رہ گئی تھی۔

سلونوس نے مجھے مستقبل کے جال میں الجھا چھوڑ کر اپنی راہ لی تھی۔ جب بھی مجھے اس خود غرض بوڑھے کا خیال آتا میں دانت بھینچ کر رہ جاتا۔ اس کی ساری صلاحیتیں یہاں آ کر کند کیوں ہو گئیں تھیں اگر وہ چاہتا تو اپنے دانشکدے میں جا کر دوبارہ مجھے مستقبل میں تلاش کر سکتا تھا۔ وہ مجھے یہاں سے واپس بھی لے جا سکتا تھا لیکن انسان کی ذہنی تربیت ہی ایسی تھی وہ اس وقت تک دوسروں کا دوست اور ہمدرد رہتا تھا جب تک خود اس کی اپنی ذات پر آنچ نہ آئے اور اس کا تجربہ مجھے بارہا ہوا تھا نہ جانے کیوں میں گزرے ہوئے حالات کو فراموش کر دیتا تھا اور حال میں گم ہو جاتا تھا۔ اس بارے میں یہی فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ جس طرح انسان کی ذہنی سرشت یکساں ہے بالکل اسی مانند میں بھی خود کو نہیں بدل سکتا۔

تحت الثریٰ میں اور بھی بہت کچھ تھا جو زمانہ میں چھوڑ آیا تھا ممکن ہے اس میں کچھ نئے تجربات ہوتے۔ یہ تجربات ادھورے رہ گئے تھے اور اب سب کچھ میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا جب بھی میں یہ بات یاد کرتا تب مجھے سخت افسوس ہوتا۔

اینی کو چھوڑنے کے بعد میں نے وہ شہر بھی چھوڑ دیا تھا اور پروفیسر یہ تو میری خوبی تھی کہ کسی بھی بدلے ہوئے دور میں مجھے کم تکلیف ہوتی تھی میں اس دور کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں محسوس کرتا تھا اسی لیے اس نئے دور کے بارے میں بھی میں سب کچھ جان گیا تھا گو فرداً فرداً ہر انسان کو پڑھنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا لیکن دیگ کے ایک چاول کی مثال درست تھی یہ سب بھی یکساں تھے کسی کی سوچ دوسرے سے مختلف نہیں تھی۔ گو ان لوگوں کے اس انداز سے میری ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا میں تو گزرنے والا تھا اور میری آنکھیں کھلی رہتی تھیں۔ میرے لیے کہاں کہاں سازشیں نہ ہوئیں۔ میں نے ماضی کے کونسے سورماؤں کو نہیں پچھاڑ دیا۔ سب میرے تابع تھے کسی کی مجال نہیں تھی جو میری گرفت سے بچ سکتا لیکن یہ سوچ میرے ذہن کو پراگندہ کر دیتی تھی کہ زمین پر بسنے والے اتنے مکروہ کیوں ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ فنا ہو جائیں گے اس کے باوجود وہ سب کچھ کرتے تھے۔ کون ایسا تھا جو کوئی مقصد سینے میں نہ چھپائے رکھتا ہو۔ آئزک پیٹر جس سے میں نے سب کچھ کہہ دیا تھا۔ میں نے تو خود کو نہیں چھپایا تھا لیکن ان کی کمزوری ان پر مسلط رہتی تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ دوسرا ان سے طاقتور ہے ان سے زیادہ سازشی ہے اس لیے اس سے قبل کہ وہ اس کی سازش کا شکار ہو جائے خود اس کے خلاف سازش میں پہل کر کے برتری کیوں نہ حاصل کر لے اس لیے وہ پہل کرتا تھا اور خود سے پہلے دوسرے کو نقصان نہیں دیتا تھا۔

بہر حال میں نے ان لوگوں کے درمیان رہنا سیکھ لیا تھا۔ اور عجیب سی کشمکش کا شکار تھا۔ میں نے سوچا کہ اس بیزار کن دور میں کوئی تو ایسی دلچسپ جگہ تلاش کر لوں جہاں بیٹھ کر کچھ تجزیہ کروں، کچھ سوچوں۔ اذہان و افکار میں تحریف تو میرے بس کی بات نہیں تھی۔ لیکن ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ جان تو لوں۔ حالانکہ اینی کو چھوڑنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب کہیں کسی پُرسکون گوشے میں جا کر سو جاؤں گا لیکن ابھی ذہن پر نیند کی کاہلی بھی نہیں تھی اور سونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اسی تگ و دو میں ایک کے بعد ایک جگہ بدلتا رہا۔ دنیا میں رہنے والوں کی مانند انہی کے لباس، انہی کی حیثیت میں اس دوران میں نے ان کی قربت سے دوری اختیار کی تھی کسی سے ربط نہیں بڑھایا تھا۔ انکی مانند زندگی گزارنا تو سیکھ ہی لیا تھا اس لیے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ اس دور کا نظام کرنسی پر تھا اور اس کے حصول میں کوئی دقت نہیں تھی۔ بدن کو معروف کروا کے کرنسی ضرور مل جاتی تھی جو ضروریات پوری کر سکے اور پروفیسر میری ضروریات جیسا کہ تمہیں علم ہے کہ یہاں کے رہنے والوں کی مانند نہیں تھیں۔

سورج نکلنے کے ساتھ مجھے پیٹ کی فکر نہیں ہوتی اور سورج ڈھلتے ہوئے کسی پناہ گاہ کی تلاش بھی نہیں جہاں کھلی جگہ نظر آتی وہاں آرام کرنے لیٹ جاتا اور خود کو اس دنیا میں ضم کرنے کے طریقے سوچتا رہتا۔

تب پروفیسر! میں نے سوچا کہ میں اتنا پریشان کیوں ہوں خود غرضوں اور سازشیوں کے ساتھ تو پہلے بھی گزارا کیا ہے اگر میں اپنی ذات کا اثر ان پر نہ ڈالوں اور صرف ایک الگ انسان کی حیثیت سے ان کا تجزیہ کرتا رہوں تو میرا کیا جاتا ہے مستقبل کے اس دور میں تو مجھے انسان سے قریب رہنے کا موقع زیادہ سے زیادہ ملا ہے دیکھوں تو سہی کہ کب ان کا دور آتا ہے یا پھر سلانوس کے دانشکدے سے اس مرض سے مجھے کیا نہیں ملتا ہے ممکن ہے اس کے بعد ماضی خود بخود ختم ہو جائے اور میں مستقبل میں آگے بڑھتا رہوں۔ ایک دلچسپ تجربے کے طور پر ہی۔ اور ایسے خیالات میرے لیے ہمیشہ باعث تقویت ہوتے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ میں ہمیشہ کی طرح ایک مصلح اور ایک ہمدرد بننے کی کوشش نہ کروں بلکہ اس قابل نفرت دور کو مضحکہ خیز نگاہوں سے دیکھتا رہوں۔ یہ لوگ اپنے لیے جو کچھ کر رہے تھے وہ انہی کی ذات کے لیے نقصان دہ تھا دیکھوں تو سہی کہ اس دور کی سوچ خود اس میں بسنے والوں کو کس طرح تباہ کرتی ہے۔

چنانچہ جب سورج ڈوبا اور مجھے سکون کی جگہ ملی اور ہنگامے ترک ہو گئے تو بغور سوچا میں نے اس بارے میں اور فیصلہ کیا کہ میں صرف دیکھنے والی آنکھ ہوں سوچنے والا دماغ ہوں اور میرا وجود انہی دونوں چیزوں پر مشتمل ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں یعنی میرے ہاتھ پاؤں جن کی کوئی جنبش اس دور کے کسی فرد کے لیے نہ ہوتی حالانکہ اس سے قبل بھی میں نے یونہی سوچا تھا اور ناکام رہا تھا لیکن خود کو

مطمئن کرنے کے لیے اس وقت اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا تھا۔

ہاں میں نے طے کیا کہ اپنی طرف سے اپنی ذات میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور خود پر نازاں بھلا میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل ہوتا آیا ہے سو جو کرتے ہیں یہ لوگ کرتے رہیں اور بہتر تو یہی ہے کہ میں خود بھی ان کمزوروں میں شامل ہو جاؤں اور ان کے ظلم کا نشانہ بنوں تاکہ میں ان کی وسعت پہچان سکوں اور دیکھوں کہ ان کی انتہا کیا ہے۔

یہ گویا ایک ارادہ تھا اور سورج نکلنے تک میں نے خود کو اس کے لیے تیار کر لیا۔ مقامی لباس جو میرے بدن پر تھا اب اس طرح خراب ہو گیا تھا کہ میں ایک مفلوک الحال نظر آتا تھا اور میرا گزر ان مفلوک الحال لوگوں کے ساتھ ہی ہو سکتا تھا جو اس دنیا کے تعیشات سے محروم تھے اور وہ تھے جو بے قیمت ہوتے ہیں، جو سڑکوں پر مر جاتے ہیں سو میں بیٹھا ان لوگوں کے درمیان، جو طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے اور امید بھری نگاہوں سے اس بڑے دروازے کی جانب دیکھنے لگتے تھے، جس پر باوردی پہرے دار کھڑے ہوتے تھے۔

سامنے ہی سمندر تھا یعنی اس عمارت کے پیچھے جہاں سے جہاز نظر آتے تھے۔ بیشمار جہاز جن کے سفید مستول یہاں سے نظر آتے تھے گویا سمندر جانے کے لیے یہ راستہ بنایا گیا تھا۔ میں نے سوچا۔ ذرا دیکھوں تو سہی ان لوگوں کا حال اور ان کی باتیں سنوں کہ کیا کہہ رہے ہیں اور ان کی باتیں میرے اپنے خیالات سے مختلف نہیں تھیں یعنی یہ وہ تھے جن کے لیے کوئی چھت نہیں تھی اور فکر معاش کے شکار تھے تب اس بڑے دروازے سے ایک جیپ باہر آئی جس میں چند افراد سوار تھے اور اس کا رخ اس جانب تھا جہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے بیٹھے ہوئے لوگوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور مضطرب نگاہوں سے آنے والوں کو دیکھنے لگے میں نے خود بھی بیٹھے رہنا مناسب نہیں سمجھا اور ان کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا لیکن میں ان کی مانند کلبلا نہیں رہا تھا بلکہ اپنی جگہ ساکت کھڑا دیکھ رہا تھا کہ جیپ کے ذریعے آنے والے کون ہیں اور یہ لوگ ان کے آنے سے مضطرب کیوں ہیں۔

چند ساعت کے بعد کل کا گھوڑا ہمارے نزدیک پہنچ گیا اور اس میں بیٹھے ہوئے لوگ نیچے اتر آئے۔ سب کے سب پُر وقار اور اچھی شخصیتوں کے مالک تھے۔ لباس ہی یہاں شخصیت کا تعین کرتا تھا۔ ورنہ چہرے مہرے سب کے یکساں تھے۔ آنے والوں نے ایک نگاہ ہجوم کی جانب دیکھا اور پھر ان میں سے ایک شخص بلند آواز میں بولا:

"تم سب ایک لائن میں کھڑے ہو جاؤ اور جلد بازی یا افراتفری کی ضرورت نہیں ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے۔"

کھیوں کی طرح بھنبھنانے والی آواز میں یک لخت خاموش ہو گئی

تھیں امید و بیم میں ڈوبی ہوئی نگاہیں حسرت سے آنے والوں کا جائزہ لے رہی تھیں جیسے ان سے زندگی کی بھیک مانگ رہی ہوں اور پروفیسر! میں نے یہاں عجیب و غریب ماحول دیکھا تھا۔ یہاں زندگی دینے والے بیشمار لوگ تھے اور ہر شخص ایک دوسرے کو زندگی دیتا تھا۔ بڑی عجیب بات تھی یہ۔ حالانکہ اس سے قبل زندگی دینے والے کا تصور بالکل ہی مختلف تھا، یہ لوگ شاید اس تصور سے عاری ہیں اور اپنا اپنا خدا الگ بنا بیٹھے ہیں۔ میں نے سوچا اور ان سب کا تماشہ دیکھنے لگا۔

ہدایات دینے والوں نے دوبارہ ہدایتیں دیں اور وہ سب ایک قطار میں کھڑے ہو گئے پھر وہ افراد جو دوسروں سے ممتاز معلوم ہوتے تھے نیچے اتر آئے۔ سفید سفید لباسوں میں وہ بڑے بھلے لگ رہے تھے۔ انہوں نے لائن کے ایک سرے سے آخری سرے تک گشت کیا اور ایک ایک فرد پر انگلی رکھتے چلے گئے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس لائن کی عقبی لائن میں میں بھی موجود تھا لیکن سب سے نمایاں نظر آ رہا تھا چونکہ میرا قد و قامت اور جسامت ان سب سے خاصی مختلف تھی۔ اور دیکھنے والوں نے مجھے بھی دیکھ لیا۔

تب ایک انگلی میری جانب اٹھی اور مجھے آگے آنے کا اشارہ کیا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور یہ لوگ کیوں دوسروں کو طلب کر رہے ہیں لیکن میں تو سوچ ہی چکا تھا کہ سب کچھ ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے اور دیکھا جائے کہ حالات اور نیا دور کیا گل کھلاتے ہیں چنانچہ میں ان کے کہنے پر خاموشی سے آگے بڑھ گیا اور وہ شخص جس نے مجھے اشارے سے بلایا تھا میری جانب دیکھتا ہوا بولا۔

"خاصے مضبوط انسان معلوم ہوتے ہو خلاصی کا کام ہی کرو گے نا" اور میں نے خلاصی کے متعلق نہ جانتے ہوئے بھی گردن ہلا دی۔

"اس طرف کھڑے ہو جاؤ" اس شخص نے اس طرف اشارہ کیا۔ جہاں انگلی کے اشارے سے نکالے جانے والے ایک قطار بنا کر کھڑے ہو گئے تھے سو میں بھی اس قطار میں جا کھڑا ہوا وہ لوگ اپنے کام میں مصروف رہے۔

تقریباً چوبیس افراد کو ان تمام افراد میں سے منتخب کیا گیا اور پھر باقی لوگوں سے معذرت کر لی گئی۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے تھے کوئی خوشامد میں کر رہا تھا کوئی رو رہا تھا اور کوئی پاؤں پکڑے گڑگڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اسے بھی ساتھ لے لیا جائے لیکن پھر ایک بے رحم آواز ابھری۔

"ہمیں جتنے لوگوں کا انتخاب کرنا تھا ہم نے کر لیا بہتر یہی ہے کہ تم دوسروں کا انتظار کرو" اور اس کے بعد وہ سب جیپ میں سوار ہو گئے الگ کھڑے ہوئے لوگوں کے ساتھ صرف ایک شخص کو چھوڑ دیا گیا تھا اس نے ان سب کو جس میں میں بھی شامل تھا اپنے ساتھ آنے کا اشارہ

کیا اور ہم اس بڑے دروازے کی طرف بڑھ گئے جس کے باہر پہرے دار کھڑے ہوئے تھے۔

چوبیس افراد کا یہ ٹولہ جسے خلاصیوں کا کام کرنا تھا گیٹ کے دوسری جانب پہنچ گیا۔

یہاں کی دنیا بھی عجیب تھی۔ بے شمار مزدور کام کر رہے تھے کوئی وزنی وزنی بوریاں پشت پر لادے دوڑا جا رہا تھا کوئی کچھ سامان لیے ہوئے تھا۔ بے شمار لوگ ایسے تھے جو کچھ بھی نہیں کر رہے تھے صرف ہدایات دے رہے تھے دنیا میں انسان کا فرق اس دور میں بہت زیادہ نمایاں تھا پس ماندہ اور ترقی یافتہ انسان بیک نگاہ شناخت کیے جا سکتے تھے اور اس کے بعد بجانے کیا کیا ہوا۔

ہمیں ایک مشین کے سامنے لے جایا گیا جو روشنی ڈالتی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہاں ہماری تصویریں بنوائی گئی تھیں اس کے بعد کچھ کاغذات بھی اسی وقت بنوائے گئے۔ اس کام میں ہمارا کافی وقت صرف ہو گیا تھا اور ہم مختلف جگہوں پر بھاگتے دوڑتے پھرتے رہے لیکن ان سارے ہنگاموں میں خاصا لطف آ رہا تھا میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ میں تو ان لوگوں سے تھوڑا سا مختلف تھا اور کھانے پینے کا مسئلہ میری نگاہوں میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا لیکن یہ بے چارے لوگ، جو میرے ساتھ تھے صبح سے بھوکے تھے حالانکہ اس وقت سورج ڈھلان پر تھا لیکن میں نے ان سب میں سے کسی کو بھی ادھر ادھر بھٹکتے نہیں دیکھا تھا گویا انہوں نے اس وقت تک کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی کہ یہ سب پس ماندہ لوگ ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے تھے اسی لیے بھوکے پیاسے بھی رہتے ہیں۔ دنیا لایعنی رنج کچھ اور تکلیف دہ تھا۔ بعض اوقات ان ساری چیزوں کو دیکھتے ہوئے ذہن پر ایک شدید جھلاہٹ کا احساس طاری ہو جاتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ میں ان کے درمیان کیوں ہوں اور ایسے وقت خود کو سمجھانا بڑا ہی مشکل ہوتا تھا۔

بہرحال ہماری جملہ مصروفیات ختم ہو گئیں اور وہ شخص جو اب تک ہماری نگرانی کر رہا تھا ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے ایک بڑے اسٹیمر کی جانب اشارہ کیا "چلو تم سب لوگ اس میں سوار ہو جاؤ۔" اور اس کی ہدایت پر ہم آگے بڑھ گئے۔

اسٹیمر میں کافی گنجائش تھی اسے چلانے والے لوگوں کی تعداد صرف تین تھی جو تھا وہ تھا جسے ہمارے لیے چھوڑا گیا تھا۔ ابھی تک ہم میں سے کسی نے ایک دوسرے کا شناسا بننے کی کوشش نہیں کی تھی سب اپنی اپنی الجھنوں کا شکار تھے اور ایسے اوقات میں شناسا بنانے کی کسے سوجھتی ہے اسٹیمر سمندر کے سینے پر رواں دواں تھا اور سمندر میں دیوہیکل جہاز لنگر انداز تھے مجھے صرف ایک تعجب تھا پروفیسر! ذہنی طور پر انسان اتنا پست ہو گیا تھا کہ اس کے وجود سے گھن آتی تھی لیکن ایجادات کے

معاملے میں اس دور کو دنیا کی تاریخ کا حیرت انگیز دور کہا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ یہ دیوپیکر جہاز۔ جہاز صدیوں پرانی ایجاد ہے زمانۂ قدیم کے لوگ بھی سمندر کو تسخیر کر چکے تھے لیکن اتنے عظیم الشان جہازوں کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ سمندر کے پانی پر لوہے کے جہاز کھڑے کر دیئے گئے تھے اور سمندر ان جہازوں کے سامنے بے بس تھا۔ یہ میری اس وقت کی سوچ تھی لیکن بعد میں مجھے احساس ہو گیا کہ عظمت گنجائش رکھتی ہے اور وہ جو مٹانے کی قوت رکھتے ہیں مٹاتے نہیں بلکہ مسکرا دیتے ہیں ہاں اس وقت تک جب تک ضرورت پیش نہ آئے۔

سو ہم لوگ بھی ایک ایسے ہی جہاز بلکہ نہیں ایسے ہی سمندری شہر میں پہنچ گئے جو انسانوں اور مشینوں کا شہر تھا جہاں ہمیں اس کی سیڑھیوں کے ذریعے اوپر چڑھایا گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم جہاز کے عرشہ پر تھے۔

جہاز کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کوئی کسی کی جانب متوجہ نہیں ہوا ہمیں ایک بڑے کیبن کے سامنے لے جایا گیا اور یہاں پر ہماری قطار بنا دی گئی۔ میں اس قطار میں آٹھویں نمبر پر تھا اور ان حالات کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ انہیں سمجھ رہا تھا۔

"ماچس ہو گی دوست؟" میرے عقب میں کھڑے ہوئے شخص نے پہلی بار لب کشائی کی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ماچس البتہ میری سمجھ سے باہر تھی تاہم وہ کوئی ایسی چیز ہو گی جو کسی کے پاس بھی ہو اور وہ میرے پاس نہیں تھی اس لیے میں نے انکار میں گردن ہلا دی "خالی پیٹ سگریٹ بھی اچھا نہیں لگتا... تم بھی بھوکے ہو گے؟" وہ دوبارہ بولا۔

"ہاں، ہم صبح سے ساتھ ہیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب تو رات ہی کو کھانا مل سکے گا۔"

"شاید؟" میں نے جواب دیا اور پھر کسی خیال کے تحت چونک پڑا۔ اب جب اس شخص نے لب کشائی کر ہی لی تھی تو کیوں نہ اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم کروں چنانچہ میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ایک بات بتاؤ گے دوست؟"

"کیا بات ہے؟" اس شخص نے غور سے مجھے دیکھا۔

"یہ خلاصی کیا ہوتے ہیں؟"

"ارے تم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر یہاں کیوں آ گئے تھے؟"

"حالات!" میں نے بیچارگی سے کہا۔

"اوہ۔ ہاں حالات انسان کو نہ جانے کیا بنا دیتے ہیں لیکن اگر سمندری زندگی کا کوئی تجربہ تمہیں نہیں ہے تو پھر یہ لوگ تمہیں واپس کر دیں گے اور اس جہاز پر تمہیں نوکری نہیں ملے گی۔"

"لیکن میں نوکری حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"تب سنو۔ خلائی جہاز پر کام کرنے والے مزدوروں کو کہا جاتا ہے۔ بس ہمارا کام جہازوں میں صفائی ستھرائی اور ایسے ہی مزدوری کاموں پر مشتمل ہوگا۔ تم ان سے یہی کہنا کہ تم بہت سے جہازوں پر کام کر چکے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔

"ویسے اس سے قبل کیا کرتے رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"جہازوں پر کام کرتا رہا ہوں بیشمار جہازوں پر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"واہ دوست۔ جھوٹ کی ابتدا کر دی۔"

"تمہاری دنیا کا کاروبار یہی ہے۔" میں نے شانے ہلاتے ہوئے کہا اور وہ اعتراف کے انداز میں گردن ہلانے لگا۔

قطار آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی یہاں تک کہ میرا اندر جانے کا نمبر آگیا۔ اندر کا ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ رنگین شیشے لگے ہوئے تھے۔ آرام دہ نشستوں پر کئی افراد بیٹھے ہوئے تھے جن میں ایک بڑی میز پر ایک دراز قد اور پر وقار آدمی سب سے نمایاں تھا۔

میں ان لوگوں کے سامنے جا کھڑا ہوا اور انہوں نے گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیا۔ "پہلے جہازوں پر کام کیا ہے؟" ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا۔

"ساری زندگی یہی کرتا رہا ہوں جناب۔" میں نے ادب سے جواب دیا۔

"شکل و صورت سے ہی اسی مین نظر آتا ہے جناب! بڑا مضبوط آدمی معلوم ہوتا ہے۔" دوسرے شخص نے تبصرہ کیا۔

"ہوں، کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے پوچھا اور میں ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گیا۔ اس بارے میں تو میں نے نہیں سوچا تھا لیکن سوچنے کا وقت نہیں تھا مجھے تو بیشمار نام دیئے گئے تھے اور آخری نام گولڈ تھا چنانچہ میں نے یہی نام دہرا دیا۔

میرا نام گولڈ لکھ لیا گیا اور پھر مجھے ایک سخت کاغذ دے دیا گیا "بس ٹھیک ہے جاؤ۔" مجھ سے کہا گیا اور میں اس سخت کاغذ کو دیکھتا ہوا باہر نکل آیا۔ نہ جانے کیا کیا ہنگامے ہوتے ہیں ان لوگوں کے ہاں۔ میں باہر آ کر ان دوسرے لوگوں میں شامل ہو گیا جو میرے جیسے سخت کاغذ لیے بیٹھے تھے۔

آخری آدمی کو بھی سخت کاغذ مل گیا جسے وہ لوگ کارڈ کہہ رہے تھے۔ پھر چند افراد ہمارے پاس آئے اور ہمیں ایک طرف آنے کا اشارہ کیا ہم میں سے دس دس آدمیوں کو بڑے بڑے کیبن دے دیئے گئے گویا ہمیں جہاز کا فرد تسلیم کر لیا گیا تھا۔

یوں میں جہاز کا ایک رکن بن گیا بھوکے لوگوں کی کوئی خبر گیری نہیں کی گئی تھی۔ وہ بے یار و مددگار دیکھتے رہے۔ ہاں جب پورا جہاز روشنی میں نہا گیا تو ہمیں کھانے کی اطلاع دی گئی۔ جس جگہ ہمیں کھانے کے لیے لے جایا گیا وہ طویل و عریض اور کشادہ تھی۔ ایک لمبی میز پر کھانے کی چیزیں موجود تھیں۔ بھوکے لوگ بے صبری سے کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے بھی ان میں شامل ہونے کے لیے کچھ کھایا اور دیکھنے والی آنکھیں ان سب کو دیکھتی رہیں۔ یہ یوں لگتا تھا جیسے یہ زندگی زیادہ تکلیف دہ نہ ہوگی۔ اس طرح میں اس دنیا کے وسیع و عریض ہنگاموں سے کٹ کر اس چھوٹے سے سمندری شہر کے ہنگاموں تک محدود ہو گیا تھا۔

لیکن یہ سمندری شہر بھی خوب تھا۔ اس سے قبل پروفیسر! جیسا کہ تم نے میری داستانوں میں سنا میں نے بہت سے سمندری سفر کیے تھے میں بحری قزاقوں کے ساتھ رہا۔ میں نے لیپاس کے ساتھ ایک سمندری مشن پورا کیا۔ میں نے سمندری جنگیں لڑیں لیکن وہ سمندری جہاز اس جہاز کے عشر عشیر بھی نہیں تھے۔ یہ تو دنیا ہی نرالی تھی۔ زمین کے بسنے والوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں ناقابل یقین کامیابیاں حاصل کر لی تھیں جنہیں دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ غاروں سے نکلنے والے پتھر والے ہتھیاروں سے جانوروں کا شکار کرنے والے گوشت کے ایک ٹکڑے کے لیے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جانے والے کبھی عقل کی اس منزل تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔

میری نگاہوں نے اس شخص کو تلاش کیا جس سے میری تھوڑی سی گفتگو ہوئی تھی، اس نے مجھے خلاصیوں کے بارے میں بتایا تھا میں اس سے جہاز کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ جس حیثیت سے میں اس جہاز پر آیا تھا اس حیثیت کے لوگوں کی پہنچ کہاں تک ہو سکتی ہے زمانہ قدیم کے دخانی اور بادبانی جہازوں کو دیکھنے کے بعد اب میں اس عظیم الشان جہاز کو دیکھنے کا خواہشمند تھا جو سمندر کے سینے پر اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے سمندر کی چھاتی پر کوئی بلند و بالا اور مضبوط عمارت۔ سمندر کا پانی اس عظیم الشان عمارت کو جنبش بھی نہیں دے سکتا تھا چنانچہ اپنے کیبن میں جب مجھے وہ شخص نظر نہ آیا تب میں اس کی تلاش میں دوسرے کیبن کی جانب چل پڑا جو زیادہ دور نہیں تھا اور اس کیبن کے دروازے میں وہ شخص مجھے نظر آگیا تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو بالآخر تمہیں بھی ملازمت مل ہی گئی؟"

"ہاں، اور تم نے میری مدد کی جس کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"بھائی ہم سب ایک ہی کشتی بلکہ ایک ہی جہاز کے مسافر ہیں یہاں جس کی جو بھی مدد ہو جائے اور پھر یہ تو کوئی مدد ہی نہیں ہے تم نے ایک بات پوچھی میں نے اس کا جواب دے دیا۔"

"میں نے کہا نا میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"ہاں ایک بات تو بتاؤ۔"

"پوچھو، پوچھو، جو بات تمہارے ذہن میں آئی ہے لیکن اس سے پہلے میری بھی ایک بات کا جواب دے دو۔"

"ہاں ضرور۔" اس نے کہا۔

"چلو تم ہی سوال کر لو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم مجھے عجیب سے انسان لگتے ہو ظاہری شکل و صورت سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ تم بھی ہم میں سے ہو یعنی بے روزگار اور فکر معاش سے تنگ لیکن تمہارے اندر ایک ایسی انوکھی شخصیت چھپی ہوئی ہے جو کبھی کبھی نمایاں ہو جاتی ہے اور اس وقت بڑا عجیب سا لگتا ہے۔"

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے دوست! میں جو کچھ ہوں تمہارے سامنے ہوں باقی رہا مسئلہ کسی اور بات کا تو تم دیکھ لو کہ ظاہری کیفیت ہی انسان کی اصلیت ہوتی ہے میرا خیال ہے اس دنیا کا دستور بھی یہی ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"ہاں تم درست کہتے ہو، ظاہری کیفیت ہی انسان کی اصلیت ہوتی ہے میرا تعلق ایک چھوٹے سے دیہات سے ہے اس دیہات میں میری بیوی میرے بچے اور میرے دوسرے عزیز و اقارب ... ہیں کبھی ہم وہاں کے اچھے خاصے کھاتے پیتے زمیندار ہوا کرتے تھے کھیتی باڑی کرتے تھے اور بہتر زندگی گزارتے تھے۔ حالات نے ہمیں اس دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا اور یہ دونوں سڑکیں ہمیں پریشانیوں کی راہوں پر لے جاتی تھیں اور آج میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ زمینداری اور عیش و آرام کی زندگی خواب و خیال بن گئی۔ یہاں تک کہ جب فاقوں تک نوبت آگئی تو میں نے یہی سوچا کہ بیوی اور بچوں کو خدا حافظ کہہ کر ان کے لیے بہتر زندگی تلاش کرنے نکلوں۔"

"ہاں اس دنیا کی کہانیاں ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں میں تو جب بھی اس کے بارے میں سوچتا ہوں حیران رہ جاتا ہوں۔ یہاں کے لوگ ایک ہی مسئلے کا شکار ہیں بڑی عجیب ہے تمہاری یہ دنیا۔"

"پہلے بھی تم نے یہ الفاظ کہے تھے کیا یہ دنیا تمہاری نہیں ہے؟" اس نے سوال کیا۔ اور میں چونک پڑا۔

"کیوں نہیں کیوں نہیں بس یوں لگتا ہے جیسے ہم سب اس زمین پر اجنبی ہوں کبھی کبھی یہ احساس شدت سے ذہن پر مسلط ہو جاتا ہے، تم اس بات کا خیال مت کرنا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے تھے؟" اس نے سوال کیا۔

"میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا ہم جہاز کے دوسرے حصوں میں بھی گھوم سکتے ہیں یا ہمیں اس بات کی ممانعت ہوگی؟"

"میرا خیال ہے نہیں گو ابھی ہمارے سپرد ہماری ڈیوٹیاں نہیں کی گئی ہیں لیکن بہر صورت جہاز کے کسی حصے میں جانا کوئی جرم نہیں ہوگا۔ یوں بھی ہمیں اس پورے جہاز کی نگرانی اور صفائی کا خیال رکھنا ہے۔"

"ٹھیک ہے دراصل میں جہاز ہی میں گھومنا چاہتا ہوں۔"

"ایسی جلدی بھی کیا ہے اور اب تو رات ہو چکی ہے۔ اب کیا دیکھ سکو گے۔ یوں بھی روشنیاں مخصوص حصوں میں ہیں باقی جہاز تاریکی میں ڈوبا ہوا ہوگا۔" اس نے جواب دیا اور میں نے اس کی بات سے اتفاق بھی کیا۔ تب میں واپس اپنے کیبن میں آ کر اپنی مخصوص جگہ لیٹ گیا۔

میرے دوسرے ساتھی بھی دن بھر کی تکلیف سے نڈھال ہو کر آرام کر رہے تھے چونکہ پورے دن بھوکے رہے تھے اس لیے کھانے کے بعد ان کے بدن تقریباً بے جان ہو گئے تھے۔ چنانچہ میں بھی خاموشی سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ جب اس ماحول میں زندگی گزارنی ہی ہے تو پھر کیوں نہ اس کا سا وطیرہ اختیار کیا جائے۔ رات کے کسی حصے میں بے خبر ہو گیا۔ صبح جب آنکھ کھلی تو دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی اٹھ گیا۔ غسل خانے میں جا کر ہاتھ منہ دھویا تمام لوگوں کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد ہماری ڈیوٹی شروع ہو گئی۔ ڈیوٹی انچارج نے ہمیں مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا۔ مجھے ایک مضبوط انسان پا کر انہوں نے باربرداری کا کام میرے سپرد کیا تھا کسی چیز سے بھرے ہوئے ڈرم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے تھے۔ یہ کام بھی مشینوں کے ذریعے ہی انجام پا رہا تھا ایک چھوٹی سی چلنے والی مشین ان بڑے بڑے پیپوں کو زنجیر میں باندھ باندھ کر لے جا رہی تھی ان پیپوں کو زنجیر میں باندھنے کا کام میرے سپرد تھا اور میرے ساتھ دو اور آدمی یہاں کام کر رہے تھے وہ وزنی پیپے کو لڑھکا کر سیدھا کر کے اسے زنجیر میں پھنساتے اور مشینی ذریعے سے اسے دوسری جگہ لے جایا جاتا۔ پیپوں کی تعداد کافی تھی۔ ویسے مجھے ان دونوں کے ساتھ مل کر یہ ایک پیپا اٹھاتے ہوئے بڑی کوفت ہو رہی تھی۔ کوئی نہ ہوتا تو میں ان سارے پیپوں کو تھوڑی دیر میں یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیتا۔

لیکن اب جذباتیت یا خود نمائی کی کوئی کوشش حماقت تھی یہ حماقت میں ہمیشہ کرتا رہا تھا اور انہی حماقتوں کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی خواہ مخواہ دوسروں کے جھگڑوں میں ملوث ہو جاتا تھا اس بار میں ایسے کسی جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

دوپہر تک ہم نے اپنا کام ختم کر لیا اور چھٹی ہو گئی۔ کم از کم یہ بات مجھے پسند آئی تھی۔ ہماری ڈیوٹی یہاں لگانے والوں کا خیال تھا کہ یہ کام شام تک ختم ہوگا۔ لیکن ہم نے دوپہر کے کھانے سے قبل اپنا کام ختم کر لیا تو انہوں نے کوئی دوسرا کام ہمارے سپرد نہیں کیا ہمیں اطلاع دی گئی کہ اب دوسرے دن تک کے لیے ہماری چھٹی ہے چنانچہ ہم واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے لباس کافی گندے ہو گئے تھے۔ میرے ساتھی اپنے لباس دھونے چلے گئے میں نے بھی ان کی پیروی کی تھی لیکن میں نے ان کی طرح برہنہ رہنا پسند نہ کیا اور بھیگا ہوا لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ میں اس جہاز کا ایک ایک گوشہ دیکھنے کا خواہشمند تھا۔

جہاز کی اندرونی خوبصورتی صفائی اور سامانِ آرائش قابلِ دید تھا۔ تنگ راہداریوں اور برآمدوں میں دبیز قالین بچھے ہوئے تھے اور آرام دہ کرسیاں جابجا بچھی ہوئی تھیں۔ شراب کے بڑے بڑے کیبن اور کھیلوں کے کمرے بھی تھے اور میری حصے میں جہاز کے سربراہ یعنی کپتان کی رہائش گاہ تھی غرض ہر حصہ آرائش و آسائش سے بھرپور۔ لیکن یہاں بھی تفریق تھی۔ اس چھوٹے سے شہر کو بھی انسان کی حیثیت کے مطابق تقسیم کر لیا گیا تھا۔ سیڑھیوں اور برآمدوں میں مسافروں کے لیے ہدایات کے چارٹ آویزاں تھے۔ حفاظتی کشتیاں جابجا موجود تھیں غرض ہر چیز اپنی حیثیت کی حامل تھی۔ میں عرشہ پر آگیا اور ریلنگ کے نزدیک کھڑا ہو کر سمندر کے سینے پر دوڑنے والی کشتیوں کو دیکھنے لگا۔ ایک عجیب منظر تھا۔ یہ کشتیاں بھی اب مشینی ذرائع سے چلتی تھیں میں خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا جہاز ابھی تک کھلے سمندر میں کھڑا ہوا تھا۔ یہ رات بھی گزری اور دوسری صبح جہاز جیٹی کی طرف چل پڑا۔ اب وہ روانگی کے لیے تیار تھا۔ جیٹی پر بیشمار لوگ اس کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے پھر جہاز ایک مخصوص جگہ پر رک گیا۔ لانچیں مسافروں کو لے کر جہاز کی طرف چل پڑیں ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا۔ سینکڑوں مسافر دھکم پیل کر رہے تھے سامان کی ریل پیل ایک دوسرے کو پکارنے کی آوازیں اور نہ جانے کیا کیا۔

ادھر جہاز پر سوار ہونے والے مسافروں کے کاغذات وغیرہ دیکھے جا رہے تھے اور انہیں جہاز پر آنے کی اجازت دی جا رہی تھی خالی پڑے کیبن بھانت بھانت کے لوگوں سے آباد ہونے لگے۔ عرشہ بھی بھر گیا تھا۔ یہاں مسافروں کی آسائش کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ سب کا سامان بے ترتیبی سے چاروں طرف بکھرا ہوا تھا لیکن لوگوں نے بڑے آرام سے اپنے لیے اسی سامان کے درمیان جگہ بنا لی تھی۔

پھر ایک خلاصی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا "وہ ڈیوٹی افسر تمہیں بلا رہا ہے" اس نے کہا اور میں اس کی طرف چل پڑا۔ ڈیوٹی افسر نے میرے سپرد ایک کام کیا اور میں مستعدی کے ساتھ اس کام کی انجام دہی کے لیے چل پڑا۔

نہ جانے کتنی دیر یہ ہنگامہ جاری رہا جہاز مسافروں سے بھر چکا تھا۔ پھر ایک مخصوص وقت پر اس کے لنگر اٹھائے گئے اور وہ اپنی جگہ سے کھسکنے لگا۔ انسانوں سے آباد یہ شہر متحرک ہو گیا اور آہستہ آہستہ مناظر نگاہوں سے اوجھل ہونے لگے میرے سپرد پھر ایک ڈیوٹی کر دی گئی۔ یہ عرشہ کا ایک حصہ دھلوانے کا کام تھا۔ مجھے تو اب کسی کام میں عار نہیں تھا۔ اس بار میں واقعی اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہا تھا اور اب تک اس میں کامیاب تھا۔

سمندری شہر سمندر کے سینے پر رواں دواں تھا میں نے کم از کم یہ بات محسوس کر لی تھی جہاز پر موجود لوگوں کے لیے مناسب انتظامات ہیں۔ میرے جیسے بہت سے لوگ جہاز پر کام کرتے تھے۔ ہم سب کو ایک مخصوص رنگ کا لباس دے دیا گیا تھا اور اس لباس سے ہماری شناخت ہوتی تھی۔ جو ڈیوٹیاں ہمارے سپرد کی جاتیں ہم انہیں جلد سے جلد انجام دے دیتے اس کے بعد ہماری چھٹی ہوتی تھی اور ہمیں جہاز پر گھومنے پھرنے کی کھلی اجازت تھی۔ مسافروں سے بھرے ہوئے اس جہاز کا خیال بھی رکھنا پڑتا تھا اگر کسی مسافر کو کسی وقت کوئی ضرورت پیش آجاتی تو ہمیں اس کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اس ضرورت کو پورا کرنا ہمارا فرض تھا۔

جہاز کے سفر کو دوسرا دن تھا میں اس وقت اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر عرشے پر کھڑا سمندر کی لہروں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ مجھے اپنے نزدیک ہی کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی گھوم کر دیکھا تو کچھ نہیں تھا پھر کسی نے میرے پیروں پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے نیچے دیکھا تو ایک چھوٹی سی بچی تھی کسی گڑیا کی مانند۔ اس کے سنہرے بال ہوا سے منتشر تھے۔ انتہائی نفیس لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس حلیے میں وہ مجھے بے حد بھلی محسوس ہوئی۔ میرے خیال میں اس کی عمر گیارہ بارہ سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ گول مول سی اس گڑیا کو میں نے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا اور گڑیا مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"انکل!" اس نے بڑی خوبصورت آواز میں مجھے پکارا اور میں نے پیار سے اس کے خوبصورت بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"کیا بات ہے بیٹے؟"

"انکل! یہ جہاز سمندر میں ڈوب تو نہیں جاتا؟"

"کیوں؟ ویسے ڈوب بھی جاتا ہے!"

"تو پھر پانی میں گرنے والے لوگ کیا کرتے ہوں گے؟"

"وہ بھی ڈوب جاتے ہیں" میں نے جواب دیا۔

"تب تو مجھے بڑا ڈر لگتا ہے انکل کیا کسی طرح ایسا نہیں ہو سکتا کہ جہاز نہ ڈوبے" اس نے معصومانہ لہجے میں سوال کیا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"ہاں ہو سکتا ہے" میں نے جواب دیا۔

"او، لیکن کیسے؟"

"بس ہم اسے ڈوبنے نہیں دیں گے" میں نے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"آپ بہت اچھے ہیں انکل آپ مجھے دور سے ہی بہت اچھے لگے تھے تبھی تو میں آپ کے نزدیک آگئی تھی"

"اچھا کیا پیاری بچی۔ ویسے تمہارا کیبن کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ اس طرف کیبن نمبر ستائیس" لڑکی نے جواب دیا اور میں نے اس کی جانب دیکھا ایک دراز قامت مرد اور نوجوان عورت مسکراتے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہے تھے پھر وہ دونوں آگے بڑھ آئے۔

"ہیلو بے بی! کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" مرد نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں ڈیڈی! میں انکل سے پوچھ رہی تھی کہ کیا یہ جہاز ڈوب تو نہیں سکتا؟"

"اوہ بے بی تم جب سے جہاز پر سوار ہوئی ہو تمہارے ذہن میں یہی خیال گردش کر رہا ہے بیٹے جہاز نہیں ڈوبے گا۔ بالکل نہیں ڈوبے گا اور اگر ڈوبے گا تو تمہارے انکل اسے بچا لیں گے" مرد نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"آؤ میرے ساتھ آؤ"

"نہیں ڈیڈی پلیز! میں انکل سے باتیں کروں گی کیوں انکل آپ مجھ سے باتیں کریں گے نا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ بڑا سکون محسوس ہوا تھا اس بچی کی باتوں میں۔ انسان کے اس رُخ پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔ چھوٹی سی عمر کی معصومیت سے ابھی تک میرا کوئی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ بھرے بھرے بدن کی مالک یہ بچی مجھے واقعی بہت پیاری لگی۔

"آپ اس جہاز پر کام کرتے ہیں نا؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا۔

"تب تو آپ اکثر سمندر میں رہتے ہوں گے؟"

"ظاہر ہے!"

"جہاز ڈوبتے تو نہیں انکل؟"

"تمہارے ذہن میں یہ خیال بار بار کیوں آتا ہے کہ جہاز ڈوب جائے گا" میں نے سوال کیا اور لڑکی کسی سوچ میں گم ہو گئی۔ پھر بولی

"آپ کو بتا دوں انکل لیکن وعدہ کریں کہ کسی کو نہیں بتائیں گے"

"چلو ٹھیک ہے وعدہ کرتا ہوں کہ کسی کو نہیں بتاؤں گا"

"سینٹ پال میں میرے انکل رہتے ہیں انکل ڈوینگ، مجھے بہت اچھے لگتے ہیں وہاں میری دوست ریشا اور اس کا بھائی چارلس بھی رہتے ہیں۔ یہ دونوں میرے بہترین دوست ہیں۔ پچھلی بار جب وہ ہمارے یہاں آئے تھے تو ان سے میری دوستی اور گہری ہو گئی تھی میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کے پاس ضرور آؤں گی۔ اس بار جب میرے ڈیڈی اور ممی نے پروگرام بنایا تو میں بہت خوش ہوئی۔ پہلے ہوائی جہاز سے سفر کا ارادہ تھا لیکن پھر یہ طے کیا گیا کہ ایک مخصوص علاقے تک سمندری سفر کیا جائے اور اس کے بعد سیر و تفریح کرتے ہوئے ہم سینٹ پال پہنچیں گے۔ اس طرح ہم کئی ملک دیکھتے ہوئے جائیں گے لیکن روانہ ہونے سے صرف دو دن قبل میں نے خواب دیکھا میں نے دیکھا انکل کہ جس سمندری جہاز سے ہم سفر کر رہے ہیں اس میں آگ لگ گئی اور جہاز سمندر میں ڈوب گیا۔ اس کے بعد سے مجھے ہر وقت ڈر لگتا رہتا ہے۔ دراصل میرے اندر ایک خرابی ہے وہ یہ کہ جب بھی کوئی خواب دیکھتی ہوں وہ پورا ہو جاتا ہے اور سچ نکلتا ہے آپ یقین کریں انکل کہ اگر میں ممی اور ڈیڈی کو یہ خواب سنا دیتی تو وہ کبھی یہ سفر نہ کرتے چاہے کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جاتا" لڑکی نے کہا۔ اور میں حیرت سے اس کی دلچسپ گفتگو سنتا رہا۔

"تمہارے ممی اور ڈیڈی کو یہ بات معلوم ہے کہ تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں" میں نے پوچھا۔

"ہاں اور وہ میرے خوابوں سے بہت خوفزدہ رہتے ہیں مگر میں انہیں خوفزدہ کرنے کے لیے شرارتیں کرتی رہتی ہوں مثلاً وہ کسی تفریحی پروگرام پر جاتے ہیں اور مجھے ساتھ لے جانے کا پروگرام نہیں ہوتا تو میں اپنی طرف سے کوئی خواب سنا دیتی ہوں بس پھر کیا مجال کہ وہ جائیں۔ ایسی ہی دوسری شرارتیں" وہ ہنس پڑی۔ میں بھی اس کی ہنسی میں شریک ہو گیا تھا۔

"آپ بھی خواب دیکھتے ہیں انکل؟"

"نہیں بیٹے ہمیں خواب دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملتا"

"اوہ تو کیا آپ رات کو سوتے بھی نہیں؟"

"جہاز کی حفاظت جو کرنا ہوتی ہے اور اب تو بالکل نہیں سوئیں گے کیونکہ تم نے اپنا خواب جو سنا دیا ہے"

"تو آپ بھی خوفزدہ ہو گئے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"لیکن یقین کریں انکل میں نے آپ سے شرارت نہیں کی ہے میں نے واقعی ایسا خواب دیکھا ہے"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"ٹینا! میرے ڈیڈی کا نام گراہم اور ممی کا شیمی ہے اور آپ کا نام کیا ہے؟"

"گولڈ!" میں نے جواب دیا۔

"اوہ میرے خدا! آپ کا نام کتنا درست ہے آپ بہت خوبصورت ہیں انکل بالکل گولڈ کی مانند! آپ مجھے بہت پسند ہیں!"

"شکریہ ٹینا۔ دیکھو شاید تمہاری ممی تمہیں بلا رہی ہیں" میں نے خوبصورت عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا جو اشارے سے مجھ سے کہہ رہی تھی کہ لڑکی کو متوجہ کروں، ٹینا نے بھی اس طرف دیکھا اور پھر میری طرف رخ کر کے بولی۔

"او کے انکل۔ میں آپ کے پاس پھر آؤں گی۔ ہم دونوں دوستی کر لیں۔ میں آپ سے جہاز کے سفر کے بارے میں باتیں کیا کروں گی"

"ٹھیک ہے ہم دوست ہیں" میں نے کہا اور اس نے اپنا ننھا سا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے پیار سے اس کا ہاتھ تھاما اور وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر اپنی ممی کی طرف چلی گئی۔ جاتے ہوئے ننھے سے وجود

کو میں نے پیار بھری نگاہوں سے دیکھا۔ بچے حسین اور خوبصورت بچے اس سے قبل لاکھوں بار میرے سامنے آئے تھے لیکن میں نے اتنی گہری نگاہوں سے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان کی ذات سے ان کی معصوم ذات سے کوئی کہانی وابستہ نہیں ہوتی۔ ان کا معصوم وجود نگاہوں کے قریب سے گزر جاتا ہے پس وہ قابلِ ذکر نہیں رہتے۔ میرے خیال میں ایسا کوئی بچہ نہیں ہے جو اب تک میری کسی کہانی کا کردار بن سکا ہو لیکن اس حسین شکل کی معصوم سی لڑکی نے میری داستانِ حیات میں اپنا کردار شامل کر دیا تھا اور میں نے اس کردار کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

اِس وقت جب میں نے اس دور کے لوگوں سے اپنے دِل میں نفرت اور بیزاری کے سوا کچھ نہیں پایا تھا۔ یہ ننھی سی لڑکی میری توجہ کا مرکز بن گئی تھی میں نے اس کے معصوم خواب کے بارے میں سوچا اور اس وقت دیر تک اس پر غور کرتا رہا لیکن میرے نزدیک سادہ ایک معصوم سے خوف کے سوا کچھ نہیں تھا۔ دوسری صبح میں حسبِ معمول اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میری جسمانی ساخت اور مضبوطی کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے ایسے ہی کام میرے سپرد کیے جاتے تھے جو سخت محنت طلب ہوں میرے ساتھ کام کرنے والے بھی میری طرح مضبوط لوگ ہوتے تھے ان لوگوں نے کئی بار ڈیوٹی انچارج سے شکایت کی تھی کہ ان سے دوسروں کی نسبت زیادہ مشقت لی جاتی ہے لیکن میں نے ایسی کوئی شکایت کبھی نہیں کی تھی آج بھی ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا۔ چار آدمیوں کے سپرد ایک موٹی زنجیر کو ہٹانے کا کام کیا گیا تھا لیکن انہوں نے شاید انکار کر دیا۔ مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ڈیوٹی انچارج کے اور ان کے درمیان جھک جھک ہو رہی تھی۔ پھر وہ کام چھوڑ کر چلے گئے اور انچارج بے چارہ دیکھتا رہ گیا۔ میرے ساتھ جو لوگ کام کر رہے تھے وہ مسکرانے لگے۔ تب ڈیوٹی انچارج نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا "یہ زنجیر یہاں سے ہٹانی ہے کیا تمہیں بھی اس میں اعتراض ہے؟"

"نہیں جناب!" میں نے جواب دیا میرے ساتھی وہاں سے کھسک گئے تھے۔

"تب تم یہاں رکو۔ میں دوسرے لوگوں کو لاتا ہوں۔"

"زنجیر کہاں پہنچانی ہے؟"

"اس کنارے پر لائف بوٹ کے نیچے۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں نے دوسروں کا انتظار فضول سمجھا اتنا سا کام تھا۔ اس وقت قطعی خود نمائی مقصود نہیں تھی۔ اب کسی خاص بات کا احساس نہیں رہا تھا اس لیے میں نے وزنی زنجیر اٹھائی اور اسے لائف بوٹ کے نیچے رکھ دیا۔ کوئی دقت ہی نہیں ہوئی تھی اس کے بعد میں دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

ڈیوٹی انچارج واپس آیا اس کے ساتھ تین خلاصی اور تھے لیکن نزدیک پہنچ کر وہ حیران رہ گیا "ارے زنجیر کس نے اٹھائی؟"

"میں نے وہاں رکھ دی جناب! آپ نے وہی جگہ بتائی تھی نا؟"

"تنہا؟" انچارج نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں زیادہ وزنی نہیں تھی!"

"مائی گاڈ۔ وہ زنجیر وزنی نہیں ہے۔ اور تم نے اسے تنہا اٹھا کر رکھ دیا۔ اس کا مطلب ہے تم بے پناہ طاقتور آدمی ہو۔ میں تم سے بے حد خوش ہوں۔ کپتان سے کہہ کر تمہیں ملاحوں کے ساتھ لگوا دوں گا۔"

"شکریہ جناب!" میں نے لاپروائی سے کہا۔ دوسرے خلاصی بھی مجھے تعجب سے دیکھتے رہے تھے۔ انچارج چلا گیا۔ دوپہر کو چھٹی ہوئی کھانے کے بعد میں اپنی معصوم دوست کی تلاش میں نکل آیا اور جب وہ مجھے باہر نہیں نظر آئی تو میں اس کے کیبن پر پہنچ گیا دستک دینے پر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا اس لڑکی کا باپ تھا جو مجھے دیکھ کر خوش اخلاقی سے مسکرا دیا۔

"ہیلو جناب کیسے ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ اپنی دوست ٹینا سے ملنے آیا ہوں کیا آپ مجھے ٹینا سے ملنے کی اجازت دیں گے؟" میں نے پوچھا اور اس نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے مجھے اندر آنے کے لیے جگہ دے دی۔

"وہ تو صبح سے آپ کو جہاز کے مختلف حصوں میں تلاش کرتی پھری ہے اور آپ کے نہ ملنے سے اداس ہو گئی ہے۔" گراہم نے کہا۔

"کون ہے ڈیڈی؟" ٹینا نے بستر سے گردن اٹھا کر پوچھا اور مجھ پر نگاہ پڑتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی لیکن پھر اس نے چہرے پر ناراضگی کے آثار پیدا کر لیے "اب تمہاری صبح ہوئی ہے تمہیں پتہ ہے دیر سے جاگنے والوں کی صحت کتنی خراب ہو جاتی ہے؟" اس نے کہا اور ہم سب ہنس پڑے "کیوں؟ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

"نہیں بیٹے لیکن تمہارے انکل تو بہت صبح جاگ جاتے ہیں یہ ہماری تمہاری طرح وہ جہاز کے مسافر نہیں ہیں بلکہ اس پر کام کرتے ہیں!"

"پھر بھی میں ان سے ناراض ہوں یہ مجھے ملنے کیوں نہیں آئے؟"

"کل سے میں صبح اٹھ کر سب سے پہلے تم سے ملنے آؤں گا ٹینا وعدہ" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

"تھینک یو انکل اس کے علاوہ مجھے آپ کا کیبن بھی نہیں معلوم میں نے بہت سی جگہوں پر آپ کو تلاش کیا تھا" میں ٹینا کے پاس بیٹھ گیا گراہم کی بیوی شینی نے مجھے چائے پیش کی تھوڑی دیر کے بعد ٹینا میرے ساتھ باہر نکل آئی اور میں اسے جہاز کے مختلف حصوں کی سیر کراتا رہا۔ وہ بہت خوش تھی میں بھی خوش تھا۔ پھر جہاز پر روشنی ہوئی تو میں ٹینا کو اس کے کیبن میں چھوڑ آیا۔ اس بے لوث اور بے غرض محبت کے بارے میں دیر تک سوچتا رہا تھا جہاز کا سفر ختم ہو جائے گا اور ٹینا کی منزل آ جائے گی معصوم لڑکی مجھ سے بچھڑنے کے بعد یقیناً مجھے یاد کرے گی

لیکن۔ یہ تو گردشِ لیل و نہار کا پرانا دستور ہے کونسی نئی بات ہے ہاں ٹینا کے اس مختصر ساتھ نے وقتی طور پر دلچسپیاں پیدا کر دی تھیں۔

اس کے جانے کے بعد بھی میں کافی دیر تک سمندر کی تاریکی میں نگاہیں جمائے کسی بے نام سی شے کو گھورتا رہا اور پھر اپنے کیبن کی طرف چل دیا۔

دوسرے خلاصی نیم غنودگی کے عالم میں اپنی اپنی جگہ پر لیٹے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنی گنجائش سے زیادہ شراب پی لی تھی اور ان کا انداز بہکا بہکا تھا۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور چت لیٹا کیبن کی چھت کو گھورتا رہا اس انداز میں نیم غنودگی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی اور پھر شاید میں سو گیا۔

سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً کسی وجہ سے آنکھ کھل گئی صحیح اندازہ نہیں لگا پایا تھا کہ آنکھ کھل جانے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے لیکن میرا ایک ساتھی بڑبڑاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا وہ بستر سے گر پڑا تھا۔

"یہ کیسا جھٹکا ہے بتانے جہاز کو کیسا جھٹکا لگا ہے۔" اس نے خوابیدہ سی آواز میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی وقت مجھے احساس ہوا جیسے کیبن کے باہر ہلکے ہلکے شور کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔

پھر یہ آوازیں واضح سے واضح تر ہوتی جا رہی تھیں تب میرے ایک ساتھی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"یہ شور کیسا ہے یہ سب کیا ہے۔" میں شور کی آوازیں سن کر اب ذہنی طور پر پوری طرح تیار ہو گیا تھا چنانچہ برق رفتاری سے میں کیبن کی جانب بڑھا اور جونہی میں نے کیبن کا دروازہ کھولا سرد ہواؤں کے جھونکے اندر آنے لگے اور میرے ساتھی زور سے چلائے۔

"دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کرو" لیکن باہر کا شور بھی بہت زیادہ ہو گیا تھا چنانچہ میں دروازے سے باہر نکل آیا۔

باہر نکل کر میں نے محسوس کیا کہ جہاز کی رفتار بے حد سست ہے اور اس کے انجن بھی خاموش ہیں۔ میں تاریک راہداری میں آگے دوڑ پڑا اور پھر شور مچانے چیخنے اور رونے کی ملی جلی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئیں۔ لوگ بلند آواز سے چیخ رہے تھے۔

"آگ۔ آگ" اور اچانک ہی میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں سن ہو کر رہ گیا۔ مجھے ٹینا کا خواب یاد آ گیا۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے خواب سچے ہوتے ہیں اور اس نے اس آگ کی نشاندہی کی تھی لیکن یہ کیسے ممکن ہے یہ کیسے ممکن ہے۔ میں نے سوچا لیکن اس وقت یہ ساری باتیں سوچنے کا موقع نہیں تھا۔ میں فوراً ہی آگے بڑھا۔ درجہ اول کی جانب سے آگ کے بڑے بڑے شعلے اور دھوئیں کے مرغولے اٹھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ دروازوں کے کھلنے بند ہونے اور مسافروں کی بدحواسی میں دوڑنے کی آوازیں میرے کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھیں

چند منٹ تک میں پتھر کے بت کی مانند آگ کے شعلوں اور دھوئیں کو تکتا رہا۔ ٹینا کے الفاظ میرے ذہن میں بری طرح چبھ رہے تھے پھر میں بدحواس ہو کر آگے بھاگا لیکن اتنی دیر میں سارے جہاز میں آگ لگ چکی تھی اور ہر طرف سے لوگ پاگلوں کی طرح چیختے چلاتے بھاگے آ رہے تھے۔ ہر طرف غل غپاڑہ اور چیخ و پکار کا عالم تھا۔ اندھیرے میں لوگ ایک دوسرے سے ٹکراتے ٹھوکریں کھاتے اور گرتے سارے جہاز میں اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر بھاگے بھاگے پھر رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص بچے کو کندھے پر بٹھائے میرے نزدیک سے گزرا بچہ آنکھیں بند کیے سو رہا تھا۔ یکایک بوڑھے کا پیر لڑکھڑایا اور بچہ دھڑام سے نیچے گر گیا بچے کی چیخ و پکار اور بوڑھے کی ہائے میرے کانوں کے پردے پھاڑتی ہوئی گزر گئی تھی۔ اس وقت نفسانفسی کا ایسا عالم تھا کہ کسی نے بھی اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ ایک لمحے کے لیے میں اسے سنبھالنے کے لیے پیچھے ہٹا ہی تھا کہ بہت سے آدمیوں کا ریلا آیا اور بوڑھا اس میں کچل کر رہ گیا۔ میں بھی کہیں کا کہیں جا نکلا تھا۔ ہر شخص ایک دوسرے سے گھبرا گھبرا کر پوچھ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کیا بات ہے۔ کیا جہاز ڈوب رہا ہے؟ یہ جہاز میں آگ لگ گئی ہے۔

میرے کانوں میں مختلف نسوانی اور مردانہ آوازیں گونج رہی تھیں لوگ اپنے اپنے ساتھیوں کو پکار رہے تھے اور اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔

ایسا خوفناک ماحول اور ایسا عجیب منظر تھا کہ میں اسے آج تک نہیں بھول سکا ہوں عملے کے لوگ مسافروں سے بے نیاز آگ بجھانے میں مصروف تھے۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ یہ ذمے داری میری بھی ہے۔ چنانچہ میں بھی ان میں شامل ہو گیا لیکن تیز ہوا کے سامنے ہماری کوئی ترکیب کارگر ثابت نہ ہو رہی تھی۔ آگ کے شعلے لحظہ بہ لحظہ بلند تر ہوتے جا رہے تھے اور ان کی تپش بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

آگ جہاز کے درمیانی حصے میں لگی تھی اور رات کے اس حصے میں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سمندر کے سینے پر ایک بڑا الاؤ روشن کر دیا گیا ہو۔ آگ جس تیزی سے بڑھ رہی تھی مسافروں میں اسی قدر تیزی سے بے چینی بڑھ رہی تھی۔ اب ہر امتیاز مٹ چکا تھا اور سب ایک دوسرے سے گتھم گتھا اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے کسی کے ذہن میں کوئی مقصد نہیں تھا۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہاں آگ سے بچنے کے لیے کونسی پناہ گاہ ہے اور ان رونے والوں میں عورتوں اور بچوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

میں پریشانی کے عالم میں ایک جانب کھڑا ہو گیا حالانکہ دوسرے خلاصی اب بھی دوڑ دوڑ کر کام کر رہے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی ساری کوششیں احمقانہ ہیں اور جہاز کی آگ پر اس طرح کوئی قابو نہیں پایا جا سکتا تھا۔ خود میں بھی شدید بے بسی محسوس کر رہا تھا۔ آخر میں کتنے لوگوں

کو بچا سکتا تھا۔ دفعتاً مجھے اپنے کانوں میں ایک دلدوز چیخ سنائی دی ایک شخص خون میں لت پت کہیں سے آکر میرے سامنے گر گیا تھا۔ میں نے جھک کر اسے اٹھایا اور ایک طرف لے گیا۔

"آہ، آہ، میں زخمی ہو گیا ہوں۔ مجھے بچا لو میں مرنا نہیں چاہتا" لیکن اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا بہت سے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔ میں دیوار سے جا ٹکا تھا لیکن زخمی ہونے والا ان کے پیروں کے نیچے غائب ہو گیا تھا۔

کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت کسی کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں ایک طرف سمٹ گیا۔ لوگوں کے بے قابو ہجوم میں ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش بے سود تھی اور اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا لیکن آگ کس طرح لگی۔ یہ بات اس وقت کون بتاتا۔ جہاز کے مائیک پر بلند آواز میں اعلانات ہو رہے تھے۔ کپتان چیخ چیخ کر لوگوں کو پُرسکون رہنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ لوگ عرشہ پر پہنچ جائیں منظم ہو جائیں اور اس کے بعد انہیں کشتیوں کے ذریعے سمندر میں اتارا جائے گا۔

لیکن کوئی اس آواز کی جانب توجہ نہیں دے رہا تھا۔ لوگ کشتیوں کی طرف دوڑ پڑے تھے، میں نے بھی عرشہ کا رخ کیا اور یہاں کے خوفناک مناظر دیکھنے لگا۔ بے چاری عورتیں بچوں کو کندھوں پر اٹھائے لوگوں کے ہجوم میں دھکے کھاتی پھر رہی تھیں بچے چیخ چیخ کر رو رہے تھے ان عورتوں کے ساتھ ان کے مرد بھی تھے جو انہیں ہجوم سے بچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح انہیں کشتیوں پر بٹھا دیں لیکن اوپر بندھی ہوئی کشتیوں میں عورتوں کا چڑھنا بھی مشکل تھا۔ وہ پھسل پھسل کر نیچے گر رہی تھیں اور زخمی ہو رہی تھیں اسی کوشش میں بہت سی عورتیں اور بچے سمندر میں بھی گر گئے تھے لیکن انہیں بچانے کی کوشش کون کرتا۔

یہ ترقی یافتہ انسان ہے جس نے زمین، فضا اور سمندر مسخر کر لیے ہیں پھر ایک خوفناک منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ مردوں اور عورتوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی کشتیوں کے رسّے ٹوٹ گئے اور وہ سمندر میں جا گریں۔ فلک شگاف چیخوں سے قیامت کا منظر پیدا ہو گیا۔ میں بے اختیار لوہے کے کٹہرے کی طرف بڑھا اور نیچے جھانکنے لگا۔ لوگ سمندر میں غوطے کھا کر غرق ہو رہے تھے۔ سمندری مچھلیوں کے غول کے غول جہاز کے نزدیک جمع ہو گئے تھے اور برق رفتاری سے لپک لپک کر انسان کا شکار کر رہے تھے۔ ان میں بڑی بڑی شارک مچھلیاں بھی تھیں، جو اپنے تیز دانتوں سے انسانی اعضا کو ان کے جسموں سے علیحدہ کر کے منہ میں دبائے دوڑ جاتی تھیں اور انہیں معدے میں اتار کر پھر واپس آ جاتی تھیں۔ میں نے بڑے بڑے خوفناک مناظر دیکھے تھے لیکن انسانی زندگی کی یہ بے بسی اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

دوسری طرف آگ کے شعلے تیزی سے پورے جہاز پر پھیلتے جا رہے تھے اور جہاز کا عملہ اب خود اپنی جان بچانے میں مصروف ہو گیا تھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ اب جہاز کی آگ پر قابو پانا ناممکن ہے اس لیے وہ سرد پڑ گئے تھے زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی انہیں اپنی جان بچانے کی فکر بھی تھی۔

آگ اب غالباً جہاز کے انجن روم تک پہنچ چکی تھی پہلا خوفناک دھماکہ ہوا اور جہاز کسی پتے کی طرح لرز گیا۔ عرشہ پر کھڑے بے شمار لوگ سمندر میں جا گرے چیخوں کی آوازیں اور بڑھ گئیں۔ "ان میں سے کوئی اس آگ سے نہیں بچ سکے گا" میں نے آگ کے اس عظیم الشان الاؤ کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر دفعتاً میرے ذہن میں ایک برق سی کوندی۔ ٹینا میری دوست میرے ذہن میں ہیجان برپا ہو گیا۔ یہ سب میرے دشمن نہیں تھے لیکن میں ان میں سے کس کس کو بچا سکتا تھا لیکن ٹینا، دوسرے لمحے میرے بدن میں بجلیاں بھر گئیں اور میرے حلق سے ایک بے اختیار آواز نکلی "ٹینا"

اور پھر میں دیوانوں کی مانند لوگوں کے ہجوم کو اپنے طاقتور ہاتھوں سے دھکیلتا ہوا اس طرف بھاگا جہاں اس کا کیبن تھا۔ کیبنوں کے سامنے آگ کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن بھلا آگ کی پروا کسے تھی۔ میں اس میں گزر کر دوسری طرف پہنچ گیا اور ٹینا کا کیبن تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔

میں کیبن میں گھس گیا اور بے چین نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر میرا دل دھک سے ہو گیا۔ گراہم اور اس کی بیوی شیتی موجود نہیں تھی لیکن ٹینا بستر پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی آگ کی تپش یہاں بھی شدید تھی اور ٹینا کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے۔

دوسرے لمحے میں اس کے قریب پہنچ گیا اور ٹینا نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا "انکل!" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی "آگ لگ گئی نا!" اس وقت مجھے اس کے معصوم انداز پر بے اختیار پیار آ گیا۔

"تمہارا انکل موجود ہے بیٹے تم کیوں فکر کرتی ہو" میں نے کہا۔ اور چاروں طرف دیکھنے لگا میرا موٹا لباس آگ سے بچ گیا تھا لیکن ٹینا کا لباس نہیں بچ سکتا تھا کیونکہ اسے آگ کے سمندر سے گزرنا تھا اس لیے اس کے لیے کوئی انتظام ضروری تھا۔

گراہم کا سامان موجود تھا اور ابھی تک آگ سے محفوظ تھا چنانچہ میں نے اس کا ایک سوٹ کیس توڑ لیا اور اس میں سے بہت سے کپڑے نکال لیے۔ پھر باتھ روم میں جا کر میں نے پانی کے نل کھولے اور ان سارے کپڑوں کو پانی میں پوری طرح بھگو لیا۔ اس کے بعد میں نے یہ سارے کپڑے ٹینا کے بدن کے گرد لپیٹ دیے۔ اس کا سر اور چہرہ خوب اچھی طرح ڈھک لیا۔ ٹینا اپنی معصوم آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ جب میں نے اس کا منہ چھپایا تو اس نے کلبلانے کی کوشش کی۔

"انکل آپ میرا منہ کیوں ڈھک رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"بس ایک ساعت کے لیے ٹینا" میں نے کہا۔ اسی وقت ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور میں نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا۔ اس کے بعد میں کیبن سے باہر نکل آیا۔ آگ اب پورے جہاز کو لپیٹ میں لے چکی تھی میں اترنے لگا۔ ٹینا کو زیادہ دیر تک نہیں بچا سکتا تھا۔ تب میں عرشہ پر آ گیا۔ لاتعداد کشتیاں انسانوں کو لے کر جہاز سے دور ہو چکی تھیں لیکن اب بھی جہاز پر بے شمار لوگ موجود تھے جو دردناک آوازوں سے چیخ رہے تھے۔

کوئی کشتی نہیں بچی تھی لیکن ٹینا کی زندگی کے لیے بہت کچھ ضروری تھا میں نے ٹینا کا چہرہ کھول دیا اور وہ گہری گہری سانس لینے لگی۔ مجھے اس کے والدین پر حیرت تھی۔ انہوں نے اپنی جان بچانے کی کوشش کی تھی اور اسے چھوڑ گئے تھے۔

بہرحال میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر جہاز کا ایک حصہ میری نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ زینہ تھا جو نیچے انجن روم کی طرف جاتا تھا۔ اس پر ایک سفید مضبوط کٹہرہ بنا ہوا تھا جس کی چوڑائی ساڑھے چار فٹ سے کم نہیں ہوگی۔ آگ ابھی یہاں تک نہیں پہنچی تھی چنانچہ میں ٹینا کو لیے ہوئے اس جگہ پہنچ گیا اور پھر اسے نیچے اتار دیا۔

"اب کیا کریں انکل؟" ٹینا نے نہایت اطمینان سے پوچھا۔ اس معصوم بچی کو نہیں معلوم تھا کہ صورت حال کس قدر خوفناک ہے اور وہ زندگی اور موت کے کونسے موڑ پر کھڑی ہوئی ہے۔

بہرصورت میں اسے بچانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے تختے پر دونوں ہاتھ رکھ دیے اور پھر پیچھے ہٹ کر ایک زوردار لات اس میں رسید کی۔ انتہائی مضبوطی سے بنا ہوا یہ تختہ میرے پہلے وار میں نہیں اکھڑا تھا لیکن بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ میں نے دوبارہ پوری قوت سے اس کو پکڑ کر ایک زوردار پاؤں کی ضرب اسے لگائی اور تختہ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا میں نے اس لمبے شہتیر کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ کر اٹھا لیا اور ٹینا تعجب سے مجھے دیکھتی رہی۔

"کمال ہے انکل آپ۔ آپ تو بے حد طاقتور ہیں" اس نے پُرمسرت آواز میں کہا اور مجھے اس وقت اس کی اس معصوم بات پر ہنسی آ گئی۔ بہرصورت میں نے تختہ بغل میں دبایا اور اسے لے کر جہاز کے ایک ایسے حصے کی جانب چل پڑا جس طرف لوگوں کا ہجوم کم تھا۔ ٹینا میرے ساتھ تھی۔

تب میں نے عرشے کے نزدیک پہنچ کر نیچے جھانکا۔ سمندر خاصی گہرائی میں تھا تاہم میں نے تختہ اس میں اچھال دیا۔ ویسے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں دوسرے لوگ اسے نہ پکڑ لیں لیکن جب تک لوگوں نے اس جانب توجہ کی میں سمندر میں کود چکا تھا۔ ٹینا کی دہشت زدہ چیخ سنائی دی لیکن دوسرے ہی لمحے میں تختے پر پاؤں جمانے میں کامیاب ہو گیا۔ تختہ پانی کی گہرائی میں گیا تھا لیکن پھر ابھر آیا اور اس کے بعد میں ٹینا کو لے کر اس پر بیٹھ گیا میری خواہش تھی ایک اور فرد یہاں پہنچ جائے تاکہ میں اس کی جان بھی بچا سکوں لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ اب عرشے کے جلتے ہوئے ٹکڑے سمندر میں گر رہے تھے اور اس طرف بھی کوئی جلتا ہوا شہتیر نیچے گر سکتا تھا چنانچہ میں نے پاؤں کے زور سے تختے کو آگے بڑھانا شروع کر دیا اور تختہ جہاز سے دور ہونے لگا۔ جہاز ہمارے نزدیک ہی تھا لیکن میری کوشش سے فاصلہ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔

میں مسلسل کوشش کر رہا تھا کہ کسی بھی طور جہاز سے جلد از جلد دور نکل جایا جائے۔ جہاز میں اب خوفناک دھماکے ہو رہے تھے اور ہر دھماکے کے ساتھ آگ کا ایک گولہ سا اٹھتا اور آسمان کی جانب پرواز کر جاتا یقینی طور پر قرب و جوار کے لوگ نہیں بچ سکیں گے۔ میں نے سوچا لیکن میں ان میں سے کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا ٹینا اپنی دوست کو بچا لانے کی مجھے بے حد خوشی تھی اور میں جہاز سے دور سے دور تر ہوتا جا رہا تھا مجھے یقین تھا کہ جہاز تھوڑی دیر کے بعد غرق ہو جائے گا۔ اور اس کے غرق ہونے سے سمندر میں جو بھنور پیدا ہوگا وہ انتہائی خوفناک ہوگا۔ اس لیے میں جلد سے جلد دور نکل جانے کا خواہشمند تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میری ان تھک جدوجہد مجھے اس کام میں کامیابی دلانے میں کامیاب ہو گئی میں جہاز سے کافی دور نکل آیا تھا۔

جلتا ہوا جہاز ایک خوفناک آگ کے مرغولے کی مانند نظر آ رہا تھا اور پھر شاید وہ سمندر میں بیٹھنے لگا۔ یا ہم ایسی گہرائی میں پہنچ گئے جہاں سے وہ مکمل طور پر نظر نہیں آ سکتا تھا۔

ٹینا سہمی ہوئی تختے پر بیٹھی تھی اور لہریں تختے کو دور سے دور تر لیے جا رہی تھیں۔ گویا سمندر کی خوفناک زندگی کا آغاز ہو گیا تھا اور یہ زندگی پروفیسر! تم خود جانتے ہو میرے لیے ذرا بھی خوفناک نہیں تھی۔ مجھے تو تختے کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ سمندر کا پانی ہمیشہ سے میرا دوست میرا ہمدم رہا ہے لیکن ٹینا اسی فانی دنیا کی ایک انسان تھی اور سمندر سے بچنے کے لیے اسے تختے کی ضرورت تھی۔

ٹینا کسی سہمی ہوئی ہرنی کی طرح میرے ساتھ چمٹ گئی تھی۔ مجھے اس بچی پر بے پناہ پیار آ رہا تھا اور پروفیسر! اس دنیا کی خود غرضی ایک بار پھر ٹینا کی شکل میں میری نگاہوں کے سامنے تھی پھر وہ تختے کے ایک حصے پر لیٹ گئی۔

جہاز نگاہوں سے بالکل معدوم ہو گیا۔ ٹینا خاموش پڑی آسمان کو دیکھنے لگی تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں چمک نظر آ رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ کافی سہمی ہوئی تھی۔ دفعتاً وہ چونک کر کچھ بولی اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"لیکن انکل ممی اور میرے ڈیڈی" اس نے کہا اور میں رحم کی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارے ممی اور تمہارے ڈیڈی کہاں گئے تھے اس وقت جب تم کیبن میں موجود تھیں؟"

"مجھے نہیں معلوم انکل! میں تو سو رہی تھی۔" اس نے جواب دیا، اور میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹینا! جہاز میں آگ لگ گئی تھی!"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا انکل لیکن صرف آپ سے کاش میں یہ سب کچھ نہ دیکھتی ورنہ ممی اور ڈیڈی سے بھی یہ بات کہہ دیتی لیکن اب کیا کیا جائے۔"

"اس وقت جب جہاز میں آگ لگی تھی ٹینا تو تمہارے ممی اور ڈیڈی نے تمہیں بچانے کی کوشش نہیں کی تھی۔" میں نے کہا۔

"ہاں مجھے تعجب ہے وہ دونوں مجھے چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے نکل گئے۔"

"ہاں ٹینا اب تمہیں چاہیے کہ انہیں یاد مت کرو۔"

"نہیں کروں گی انکل وہ بہت بُرے تھے۔" ٹینا نے معصومیت سے جواب دیا۔ اور رو پڑی۔ مجھے اس پر رحم آ رہا تھا۔

روتی ہوئی ٹینا کو خاموش کرانے کے لیے میں نے بہت سی باتیں کیں لیکن وہ سسکیاں لیتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں غنودگی رینگ آئی۔

ایک معصوم ذمے داری۔ انوکھی ہے یہ انسانوں کی زمین پروفیسر! میں نے جس سنگدلی سے خود کو اس حادثے سے بے تعلق رکھا تھا وہ اس دنیا سے نفرت کا مظہر تھی۔ اتنے سارے انسانوں کے لیے تو میں کچھ نہیں کر سکتا تھا لیکن اگر میں تھوڑی سی جدوجہد کرتا تو بہرحال ان میں سے بہت سوں کی جان بچا سکتا تھا۔ لیکن یہ بہت سے خود مختار تھے۔ اپنی دنیا کے فرعون تھے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ پھر وہ اپنی بے بسی کیوں نہیں دور کرتے۔ لیکن انسان کی یہ عمر یہ معصومیت۔ اس عمر میں وہ فرعون نہیں ہوتا۔ یہ لڑکی اب بہرطور میری ذمے داری تھی اور سمندر کے ایک مہیب ماحول سے نکال کر مجھے اسے کسی ایسی جگہ پہنچانا تھا جہاں اس کے اپنے لوگ ہوں۔

اپنے لوگ صرف ایک تصور ہے اس کے والدین بھی اس کے اپنے نہیں تھے اپنی جان بچانے نکل گئے اور اس کی معصومیت بھول گئے جل کر راکھ ہو جاتی۔ رو دھو لیتے خاموش ہو جاتے بھول جاتے خود انہوں نے اس کے لیے کیا کیا۔ گو خود شکار ہو گئے۔ میں نے گردن جھٹکی اور آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ بادل چھائے ہوئے تھے اس لیے ستاروں کے ساتھ شب بسری بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے تختے کا جائزہ لیا۔ سمندر پر اطمینان سے تیر رہا تھا اور پانی کے ہچکولوں سے ٹینا کا بدن بھی ہل رہا تھا۔

تب میں نے ان کپڑوں کا جائزہ لیا جن میں لپیٹ کر اسے آگ سے نکال کر لایا تھا۔ اس وقت یہ کپڑے بہت غنیمت معلوم ہوتے اور میں انہیں کریدنے لگا۔ پھر موٹی اور لمبی پٹیاں پھاڑ کر میں نے اس طرح تختے کے دونوں جانب کسیں کہ ان کی روک بن سکے اور ٹینا کسی ہچکولے سے سمندر میں نہ گر پڑے اس کام سے فارغ ہو کر میں اطمینان سے تختے پر بیٹھ گیا۔ سمندر پرسکون تھا ہوا البتہ سرد چل رہی تھی اور بے حد بھلی لگ رہی تھی لیکن ٹینا کا کمزور بدن اس سردی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے باقی کپڑوں سے اس کا بدن ڈھک دیا، ورنہ وہ اس وقت تک بے خبر سوتی رہی جب تک سورج کی کرنیں اس کے بدن میں نہ چبھنے لگیں۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور متوحش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتی رہی۔ پھر زور سے چیخ ماری "ممی۔" اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میں اس کے نزدیک ہی تھا چنانچہ میں نے اس کا شانہ پکڑ لیا۔

"ٹینا۔" اور اس نے میری طرف سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔

"انکل۔" وہ مجھ سے چمٹ گئی غالباً اسے گزرے ہوئے واقعات یاد آ گئے تھے۔

"تمہیں انہیں بھولنا ہو گا۔"

"مگر انکل اب ہم کیا کریں گے؟"

"اس تختے پر سفر کرتے ہوتے بالآخر کہیں پہنچ جائیں گے میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا ٹینا۔ پھر ہم کوشش کریں گے کہ کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں۔ ارے ہاں تم نے کونسی جگہ بتائی تھی ٹینا جہاں تم جا رہی تھیں؟"

"سینٹ پال۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ٹھیک ہے ہم وہیں چلیں گے میں تمہیں تمہارے عزیزوں کے پاس پہنچاؤں گا۔"

"شکریہ انکل مگر مجھے ممی اور ڈیڈی بہت یاد آئیں گے۔" اس کی آنکھوں سے پھر آنسو نکل پڑے۔

"تھوڑے دن تک ایسا ہو گا ٹینا پھر تمہارا دل تمہارے دوستوں میں بہل جائے گا۔"

"ہاں ریٹا اور چارلس بڑے اچھے دوست ہیں۔" وہ روتے روتے مسکرا دی اور میں نے رخ دوسری طرف بدل لیا۔ مجھے سخت ذہنی کوفت ہوتی تھی۔!

سمندری سفر جاری رہا۔ میں نہیں جانتا تھا ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کوئی زمین ملے گی بھی یا نہیں بہت سے مسائل کھڑے ہو گئے تھے۔ ٹینا کی زندگی کے لیے بہت سی چیزیں ضروری تھیں اور یہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر سورج چھپ گیا اور بادلوں نے آسمان ڈھک لیا۔ اس طرح دھوپ کی تپش سے نجات مل گئی لیکن ٹینا کو اب بھوک لگنے لگی تھی وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی لیکن معصوم ٹینا نے مجھ سے بھوک کی شکایت نہیں کی تھی میں دیر تک سوچتا رہا اس وقت میں سمندری مچھلیوں کے علاوہ اسے کچھ اور نہیں پیش کر سکتا تھا۔ مچھلیوں کو تو میں قبر کی گہرائیوں سے بھی نکال کر لا سکتا تھا۔

لیکن جدید دور کی پروردہ اس لڑکی کے حلق سے کچا گوشت نہیں اتر سکتا تھا اس کے لیے کیا کروں ظاہر ہے گوشت بھوننے کا میرے پاس

کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ تب میں نے مسکراتی نگاہوں سے ٹینا کی طرف دیکھا۔ اور بولا "ٹینا۔ تم بڑی خاموش لڑکی ہو تم نے کبھی کہانیاں سنیں اور پڑھی ہیں؟"

"بے شمار۔" اس نے جواب دیا۔

"تب مجھے کوئی کہانی سناؤ، کیا تمہیں وہ کہانی یاد ہے جس میں ایک ننھی جل پری اپنے والدین سے ناراض ہو کر سطح سمندر پر آ گئی تھی اور پھر اس نے ایک طویل عرصہ وہیں گزارا۔"

"نہیں انکل! میں نے وہ کہانی نہیں سنی۔" میری اس بات سے ٹینا کی آنکھوں کی چمک واپس آ گئی۔

"آہ، بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ ننھی جل پری اپنے والدین سے سخت ناراض ہو گئی تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سمندر کے نیچے کبھی نہیں جائے گی۔"

"خوب۔ پھر؟" ٹینا نے پوچھا۔

"بس۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی بدنما کشتی میں بیٹھ کر سمندر کے سینے پر سفر کرتی رہی اس کے ساتھ اس کا مضبوط ساتھی ہوفا بھی تھا۔"

"کیا وہ آپ کی طرح مضبوط تھا انکل؟" ٹینا نے پوچھا۔

"ہاں یہی سمجھ لو۔ اور ٹینا جل پری بالکل تمہاری طرح تھی۔"

"کمال ہے پھر کیا ہوا انکل؟"

"بس جل پری کی جب صبح کو آنکھ کھلی تو اسے سخت بھوک لگ رہی تھی وہ بھوک سے رونے لگی۔ تب اس کے ساتھی ہوفا نے پوچھا۔ ننھی جل پری کیا بات ہے؟"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے ہوفا!" جل پری روتی ہوئی بولی اور ٹینا بے اختیار ہنس پڑی، میں نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"واہ ٹینا وہ بیچاری بھوک سے رو رہی تھی اور تم ہنس رہی ہو۔"

"یہی تو مزے کی بات ہے انکل گولڈ! جل پری بھوک سے رو رہی ہی اور میں بھوک سے ہنس رہی ہوں کیسی دلچسپ بات ہے۔"

"بات تو واقعی دلچسپ ہے ٹینا لیکن کیوں نہ ہم جل پری کا کھیل کھیلیں۔"

"کھیلئے۔" ٹینا نے بے حد دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

تب تم بھوک سے روؤ" میں نے کہا اور ٹینا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ... ری انداز میں منہ بسورنے لگی اور پھر مجھے دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی معصوم دل ذرا سی دیر میں سب کچھ بھول گیا تھا۔

"ہنسنے کی نہیں ہو رہی تھی۔ کہانی اس وقت آگے بڑھے گی جب تم روؤ گی ورنہ کھیل ادھورا رہ جائے گا۔" میں نے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

"پلیز انکل تھوڑی سی آگے بڑھا دیں پھر کیا ہوا!"

"تب جل پری رونے لگی تو اس کے ساتھی ہوفا نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور اپنے ہاتھوں میں مچھلیاں پکڑ کر لے آیا۔ اس نے جل پری کو مچھلی کا گوشت پیش کیا اور جل پری روتے روتے ہنس پڑی۔ اس نے بڑے مزے سے مچھلی کا کچا گوشت کھایا اور پیٹ بھر لیا۔"

"کچا گوشت کھایا اس نے؟"

"ہاں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"لیکن کچا گوشت انکل؟"

"گوشت کو بھون کر تو اسے خراب کر لیا جاتا ہے جو لطف کچا گوشت کھانے میں ہے وہ بھنے ہوئے گوشت میں کہاں۔ ہم سمندر میں رہنے والے تو ہمیشہ کچی مچھلیاں کھاتے ہیں۔ پہلے ذرا سی بدمزہ لگتی ہے اور پھر دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ کچی مچھلیاں کھاتے رہو۔"

"اوہ انکل میں نے کچی مچھلیاں کبھی نہیں کھائیں۔"

"جل پری کا کھیل شروع کر دو میں ہوفا کی طرح تمہارے لیے کچی مچھلیاں سمندر سے نکال لاؤں گا۔" میں نے نفسیاتی طور پر لڑکی کو کچا گوشت کھانے کے لیے تیار کر لیا تھا وہ نیم رضامند نظر آنے لگی۔

"لیکن انکل کیا آپ جل پری کے دوست کی طرح سمندر سے مچھلیاں نکال سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں تم مجھے حکم دو ننھی جل پری رہ جاؤ ہوفا سمندر سے مچھلیاں نکال کر لاؤ۔"

"ہوفا میں بھوکی ہوں مجھے سمندر سے مچھلیاں نکال کر کھلاؤ!" ٹینا نے کہا اور دوسرے لمحے میں نے قمیص اتار کر سمندر میں چھلانگ لگا دی اور سمندر کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ میری آنکھیں تیزی سے سمندر میں مچھلیاں تلاش کر رہی تھیں۔ تب میں نے مچھلیوں کے ایک غول کو دیکھا اور برق کی طرح ان پر کوندا۔ میں نے دو بڑی مچھلیاں ہاتھوں میں پکڑ لیں اور اوپر بلند ہونے لگا۔ مچھلیاں میرے ہاتھوں میں سخت جدوجہد کر رہی تھیں لیکن میں انہیں لے کر تختے کے نزدیک پہنچ گیا۔

ٹینا خوشی سے اچھل پڑی تھی "واہ انکل آپ تو واقعی ہوفا کی طرح بہادر ہیں واقعی انکل بڑے تعجب کی بات ہے۔"

"بھئی کھیل خراب مت کرو۔ اب مجھے کہو کہ ہوفا مچھلیوں کا گوشت پیش کرو۔" میں نے کہا اور ٹینا نے میرے کہے ہوئے جملے دہرائے کچی مچھلی کا گوشت کھاتے ہوئے ٹینا کو کئی بار ابکائیاں آئیں لیکن میں نے خود بھی اس کے ساتھ کچی مچھلی کھائی اور بہرحال کسی نہ کسی طرح وہ اس کے معدے میں اتر ہی گئی۔ ٹینا ہوبے ہوبے منہ بناتی رہی تھی لیکن میری باتوں سے اس پر سے یہ اثر بھی زائل ہو گیا۔

بہرحال میں نے بڑا مسئلہ حل کر لیا تھا۔ رات کو وہ آرام سے سو گئی اور میں اس کے نزدیک ہی تختے پر لیٹ گیا لیکن بہرحال میں اس کے لیے پریشان تھا۔ پانی کا معاملہ بگڑ رہا تھا اگر بارش بھی ہو گئی تب بھی کوئی فائدہ نہیں تھا پانی کا ذخیرہ تو کیا ہی نہیں جا سکتا تھا گو مچھلی کے گوشت میں کافی نمی ہوتی ہے اور وہ کسی حد تک پانی کی ضرورت بھی پوری

کر دیتی ہے لیکن پانی پھر بھی ضروری تھا۔

رات بھر تیز ہوائیں چلتی رہیں اور تختے کا سفر کافی تیز رفتار رہا۔ میں نے ٹینا کو یخ بستہ ہواؤں سے بچانے کے لیے اپنا اوپری لباس اس پر ڈال دیا تھا اور رات بھر اس کی نگرانی کرتا رہا تھا۔ صبح کو وہ بشاش تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی "ہوفا ہمارے لیے مچھلیاں لاؤ۔"

"ابھی لایا ننھی جل پری۔" میں نے کہا اور چند ساعت کے بعد پانی میں اتر گیا۔ سمندر سے مچھلیاں حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا چند ہی ساعت کے بعد میں مچھلیاں لے کر تختے پر پہنچ گیا۔ کل کی نسبت آج ٹینا نے مچھلیاں آرام سے کھائیں۔ پھر وہ مسکرانے لگی۔ اور پھر کسی خیال سے چونک پڑی۔

"انکل!" اس کی آواز میں ایک عجیب سے خوف کی لرزش تھی۔

"ہوں۔"

"رات کو میں نے پھر ایک خواب دیکھا ہے!"

"اوہ کیا خواب تھا؟"

"یہی جگہ تھی انکل لیکن پھر سمندر سے سیاہ رنگ کے ایک خطرناک جانور نے سر نکالا اور انکل سمندر کا پانی زور زور سے اچھلنے لگا۔ ہم دونوں سمندر میں گر پڑے لیکن انکل پھر ہم کسی زمین پر پہنچ گئے۔ درختوں والی زمین۔ بس انکل یہاں تک خواب دیکھا تھا۔"

"اور تمہارے خواب سچے ہوتے ہیں۔" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا

"بس کیا بتاؤں انکل لیکن جہاز میں آگ ضرور لگ گئی تھی۔"

میں خاموش ہو گیا۔ میرے ذہن میں عجیب سے تاثرات تھے۔ بہر حال خوفزدہ ہونے کا تو کوئی تصور ہی نہیں تھا ہاں تھوڑا سا تردد ہوا تھا تو صرف ٹینا کی وجہ سے اس بچی سے میں واقعی محبت کرنے لگا تھا۔

پورا دن گزر گیا۔ اس کی دلچسپی کے لیے اس سے ہزاروں باتیں کی تھیں اور وہ دن بھر ہنسی خوشی رہی تھی۔ پھر رات ہو گئی آسمان صاف تھا۔ ستارے نکل آئے تھے۔ ٹینا بھی خلاف معمول جاگتی رہی تھی پھر سمندر پر چاندنی پھیل گئی اور ٹینا چمکدار لہروں کو دیکھنے لگی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"میں تو خود کو واقعی جل پری سمجھنے لگی ہوں انکل!"

"تم ہو ہی جل پری۔"

"اور آپ ہوفا ہیں!"

"ہاں۔"

"نہیں آپ تو میرے پیارے انکل ہیں۔ ہوفا تو جل پری کا خادم تھا۔" اس نے پیار بھری آواز میں کہا اور میرے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔ اس کی نگاہیں چاند پر جمی تھیں لیکن اچانک مجھے سمندر میں کچھ ہلچل محسوس ہوئی اور میں چونک پڑا۔ ذہن کے پردے پر ایک احساس ضرور تھا ٹینا کے انوکھے خواب کا احساس۔ اگر جہاز میں آگ نہ لگتی تو میں اس بات کو کوئی اہمیت نہ دیتا۔ لیکن اس وقت۔

میں نے آہستہ سے ٹینا کو نیچے لٹایا اور سمندر میں دیکھنے لگا خطرے کا نشان زیادہ دور نہیں تھا۔ شارک کی دم سمندر میں کسی بادبان کی مانند اٹھی ہوئی تھی اور اس اٹھی ہوئی دم کی جسامت سے شارک کی جسامت کا پتہ چلتا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے ٹینا کو ہوشیار کیا۔ "ٹینا سمندر کا سیاہ جانور آگیا ہے۔ تم یہ بندشیں مضبوطی سے پکڑ لو ننھی جل پری کے سامنے بھی ایسا ہی ایک عفریت آگیا تھا جسے ہوفا نے ہلاک کر دیا لیکن اس دوران جل پری نے بہادری سے اپنی حفاظت کی تھی۔"

"مگر انکل۔ وہ کیا ہے؟" ٹینا نے پوچھا اور میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ شارک کو میں تختے تک پہنچنے سے پہلے ہی روکنا چاہتا تھا خونخوار مچھلی جسامت میں اتنی بڑی تھی کہ مجھے سخت تعجب ہوا۔ شارک مچھلیاں عموماً اتنی بڑی نہیں ہوتیں۔ اس نے مجھے اپنی تیز آنکھوں سے دیکھا تھا اور دوسرے لمحے اس نے اپنا وسیع منہ پھاڑ دیا۔ وہ میری جانب لپکی لیکن پروفیسر! میں شارک مچھلی کے لیے تر نوالہ نہیں تھا میں نے اس کے منہ کی گرفت سے بچ کر غوطہ لگایا اور اس کے منہ سے بچنے کی کوشش کی۔ مچھلی میرے بازوؤں کی گرفت سے پھسل رہی تھی اور اس نے اتنی لمبی چھلانگ لگائی تھی کہ دوسرے لمحے وہ میرے بازوؤں کی گرفت سے نکل گئی

میں دوبارہ اس پر عقب سے حملہ آور ہوا تھا لیکن مچھلی نے منہ پھاڑ کر تختہ دانتوں میں دبا لیا۔ اس کے تیز آری جیسے دانت تختے کے کناروں پر مضبوطی سے بھنچ گئے اور ٹینا خوف سے چیخ پڑی۔ مچھلی نے تختے کو جنبش دی اور ٹینا نے بڑی مشکل سے خود کو سمندر میں گرنے سے روکا اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں لیکن میں بھی اب غصے سے دیوانہ ہو گیا تھا، چنانچہ میں اس کے منہ کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اپنی کلائی مچھلی کے منہ کے اس کھلے ہوئے حصے میں داخل کر دی جس کے اندر خلا تھا چونکہ اس کے اوپر نیچے کے دانت تختے میں پھنسے ہوئے تھے اس لیے یہ خلا رہ گیا تھا اور اس کے بعد میں نے بے پناہ قوت صرف کر کے اس کے منہ کو چیرنا شروع کر دیا۔ پروفیسر! طاقت کی جہاں تک بات ہے تو میں تو تمہیں صدیوں کی کہانیاں سنا چکا ہوں۔ یہ مچھلی سمندر میں بلاشبہ بے پناہ طاقت ور تھی لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ اس کا مقابل بھی اس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

میں نے آہستہ آہستہ دوسرا ہاتھ بھی مچھلی کے منہ میں داخل کر دیا۔ اور مچھلی نے جھنجھلاہٹ میں تختے کو الٹ پلٹ کرنا شروع کر دیا۔

بڑی خوفناک صورت حال تھی۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ اسے تختے سے دور لے جاؤں تاکہ تختہ الٹ نہ جائے اور پھر میں مچھلی کے اوپر اور نیچے منہ کے اندرونی حصوں میں قوت آزمائی کرنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ میں نے مچھلی کے دانتوں سے تختے کی گرفت ختم کر دی اور اس کے بعد میں اسے پیچھے دھکیل لایا۔ تختہ الٹنے سے بچ گیا تھا لیکن ٹینا اس سے اس طرح لپٹی ہوئی تھی کہ اسے آسانی سے گرایا نہیں جا سکتا تھا۔ میں مچھلی سے پوری طرح نبرد آزما تھا۔

مچھلی منہ بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور میں اپنی قوت صرف اس

بات میں صرف کر رہا تھا کہ اسے منہ نہ بند کرنے دوں یہاں تک کہ اس کے دانتوں کو میں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کے تیز اور نوکیلے دانت تقریباً آٹھ آٹھ انچ لمبے تھے۔ میں نے ان تیز دانتوں کو ہلانے کی کوشش کی اس کے بعد میں مچھلی کے منہ کو چیرنے لگا۔ خونخوار مچھلی مصیبت کا شکار ہو گئی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس کے ہلنے سے سمندر میں تلاطم پیدا ہو رہا تھا اور میں ٹینا کو اس تلاطم سے بچانا چاہتا تھا۔ ٹینا بہت بہادری سے تختے سے چمٹی ہوئی تھی اس نے بہر صورت اپنے بچاؤ کا بہادری سے بندوبست کیا تھا۔ لیکن مچھلی کو ہلاک کرنے کے لیے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ صرف ہاتھوں کی مدد سے اسے کوئی شدید نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا تھا اس سمندری مخلوق سے جدوجہد میں کافی وقت گزر گیا لیکن وہ زیر نہیں ہوئی تب اچانک مجھے جنون چڑھ گیا میں نے اس کے دو دانت پکڑ لیے دوسرے لمحے میں نے ان دانتوں کو خوفناک جھٹکے سے اکھاڑ دیا اور مچھلی کرب میں مبتلا ہو کر پیچھے ہٹی لیکن اب میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا تھا میں بھی برق کی طرح آگے بڑھا۔ اس کے تیز نوکیلے دانت میں نے گوشت کے ایک تودے سمیت اکھاڑ لیے تھے ان دو نوکیلے ہتھیاروں کو لے کر میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے سمندر میں غوطہ لگایا لیکن وہ اپنے سے زیادہ خوفناک عفریت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ میں اس کی گردن پر سوار ہو گیا اور دوسرے لمحے میں نے اس کے دونوں دانت اس کی کھلی ہوئی بڑی بڑی آنکھوں میں اتار دیئے۔

مچھلی نے وہ طوفان مچایا کہ دور دور تک سمندر کا پانی اچھلنے لگا۔ لیکن اس کے لیے یہ سزا کافی تھی۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور وہ زیادہ سے زیادہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ میں ٹینا کی طرف واپس چل پڑا تھا۔ لیکن ٹینا سخت خطرے میں تھی تختہ الٹ گیا تھا۔ میں نے بدحواس ہو کر تختے کے نیچے جا کر دیکھا ٹینا مضبوط بندشوں کو پکڑے ہوئے تھی دوسرے لمحے میں نے تختہ سیدھا کر دیا اور اس کی دیکھ بھال کرنے لگا۔

ٹینا کے دانت سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں بند تھیں۔ میں نے اس کا جائزہ لیا اور پھر اسے ہوش میں لانے لگا۔ بلاشبہ اس نے بہادری سے کام لیا تھا تختے سے چمٹے رہنا معمولی بات نہیں تھی تھوڑی دیر کے بعد وہ اعتدال پر آگئی۔

بہادر جل پری کے خادم ہوفا نے بالآخر عفریت کو ہلاک کر دیا۔ وہ خوفناک بلا بھی کیا یاد کرے گی کہ کس جل پری سے واسطہ پڑا تھا۔

"انکل!" اس نے خوف سے میری گود میں منہ چھپا لیا اور میں اس کے گیلے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ ٹینا سو گئی تھی لیکن میری ذہنی حالت عجیب تھی اس کا مطلب ہے کہ اب زمین بھی مل جائے گی یہ سچے خواب میری عقل سے باہر تھے۔ اب تو اس کا بخوبی تجربہ ہو چکا تھا جہاز میں آگ لگی شارک نے حملہ کیا تو اب زمین بھی مل جائے گی۔

یہ رات دن عجیب گزر رہے تھے پروفیسر! سمندر کی زندگی میرے لیے اجنبی نہیں تھی لیکن اس بار میرے ساتھ خوف سفر کر رہا تھا اور یہ خوف ٹینا کی وجہ سے تھا۔ اس سے قبل میں نے عورت کو اپنا ساتھی بنایا تھا اس کی حفاظت کے لیے سب کچھ کیا تھا لیکن اس سے میری دلچسپی قائم رہتی تھی اس کے ساتھ گزرنے والے لمحات کچھ خوشیوں کی تکمیل کرتے تھے لیکن اس بار صورت حال دوسری تھی۔ ٹینا کی معصوم باتوں نے مجھے بہایا تھا اور اس بار ایک اور جذبے سے روشناس ہوا تھا میں اس بچی کے لیے سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔

جب سورج نے سر ابھارا تو میں نے سمندر کے افق پر ایک بھوری لکیر دیکھی اور میری تیز نگاہوں نے بھانپ لیا کہ وہ زمین ہے۔ تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی لکیر واضح ہوتی جا رہی تھی۔ ہوائیں اس تختے کو زمین کی جانب دھکیل رہی تھیں اور زمین تیزی سے واضح ہوتی جا رہی تھی۔ ٹینا نے بھی زمین دیکھی اور خوشی کا اظہار کرنے لگی۔

"اس رات تو تم نے کوئی خواب نہیں دیکھا؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں انکل، میں گہری نیند سوئی۔" اس نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔ تختے کا سفر جاری رہا اور اس وقت سورج آسمان کی چھت پر عین سر کے اوپر تھا جب تیز لہروں نے ہمیں خشکی پر دھکیل دیا لیکن سب سے پہلی چیز جو ہمیں وہاں نظر آئی وہ ایک لائف بوٹ تھی جو خشکی پر پڑی ہوئی تھی۔ میں خوش ہو گیا یقیناً یہ کوئی آباد جگہ ہے۔ میرے ذہن میں خیال آیا تھا۔ اور پھر میں ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ تختے کو میں نے کھینچ کر خشکی پر ڈال لیا تھا چند لمحات کے بعد میں لائف بوٹ کے پاس پہنچ گیا۔ انتہائی بوسیدہ اور خستہ حالت میں تھی۔ نچلے حصے میں گہری کائی لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ریت کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں میں نے اس کے قریب رک کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ دور دور تک ویرانی اور سناٹا تھا۔ بھورے ریت کے اختتام پر درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔

تب میں نے اپنے خیال میں تھوڑی سی تبدیلی کی اگر یہ جزیرہ آباد بھی ہے تو کم از کم اس طرف آبادی نہیں ہے ممکن ہے درختوں کے دوسری طرف آبادی ہو لیکن وہاں کے رہنے والے اس ساحل پر نہیں آتے ساحل قدموں کے نشانات سے پاک تھا یوں لگتا تھا جیسے طویل عرصہ سے یہاں انسانوں نے قدم نہ رکھا ہو یہ بوسیدہ لائف بوٹ اس بات کی نشان دہی ضرور کرتی تھی کہ کبھی کوئی یہاں آیا تھا لیکن حال میں نہیں اس کے علاوہ یہ بھی سوچا جا سکتا تھا کہ ممکن ہے خالی لائف بوٹ ہی کسی طرح بہتی ہوئی یہاں آنکلی ہو۔ جو کچھ بھی تھا مجھے کوئی پروا نہیں تھی۔ ٹینا تو اب میری ذمہ داری بن چکی تھی کوشش کروں گا کہ اسے کسی صحیح مقام پر پہنچا دوں۔

ٹینا بھی خاموش نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی پھر اس نے میری طرف دیکھا اور میں خواہ مخواہ مسکرا دیا۔ "تم پریشان تو نہیں ہو ٹینا؟"

"نہیں انکل لیکن یہ کیسی جگہ ہے؟"

"ایک خوبصورت اور سرسبز جزیرہ، آؤ میں تمہیں اس کی سیر کراؤں۔"

میں نے کہا اور ٹینا کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔

"نہیں انکل میں گر جاؤں گی۔ میں پیدل ہی چلوں گی۔" اس نے کہا اور میں نے ہنس کر اسے اتار دیا۔ یوں ہم دونوں درختوں کی جانب چل پڑے۔ گھنے درختوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا ان کے درمیان اونچی اونچی گھاس اگی ہوئی تھی۔ بڑا ویران ماحول تھا جس میں اگر پرندوں کی آوازیں شامل نہ ہوتیں تو بڑا عجیب سا لگتا۔

لیکن زندگی کی علامت پرندے، سمندر اور درختوں پر پرواز کر کے خوراک تلاش کر رہے تھے اور ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز زندگی کا احساس دلاتی تھیں۔ میں درختوں میں داخل ہو گیا اور تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگا۔ یہ سارا ماحول میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ زمین کی آج بھی وہی شکل تھی پروفیسر، جو صدیوں پہلے تھی۔ انسانی قدم جس جگہ پہنچے تھے وہاں انہوں نے کچھ سے کچھ کر لیا تھا لیکن جہاں ان کا گزر نہیں ہوا تھا وہاں آج بھی صدیوں پرانی تاریخ نظر آتی تھی اور میں وہی ماحول دوبارہ دیکھ رہا تھا۔

ٹینا البتہ اس ماحول سے خوفزدہ تھی اور سہمے ہوئے انداز میں رک جاتی تھی میری کوشش تھی کہ کسی طرح جلد از جلد ان درختوں کے دوسرے سرے کو تلاش کروں چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ٹینا کو دوبارہ کاندھے پر بٹھا لیا اور پھر میں ان درختوں کے درمیان دوڑنے لگا۔ مجھے اس میں مہارت تھی بس ایسی جگہوں کا خیال رکھتا تھا جہاں میرے کندھوں پر بیٹھی ٹینا الجھ نہ جائے اور یہ سفر جو شاید ہم لوگ رات ہونے تک بھی طے نہیں کر سکتے تھے میں نے صرف چند گھنٹوں میں طے کر لیا بلاشبہ میں کسی تیز رفتار گھوڑے کی طرح بھاگ رہا تھا اور کبھی کبھی جب میں کوئی لمبی چھلانگ لگاتا تو ٹینا خوف سے چیخ پڑتی تھی۔

دوڑتے ہوئے میں نے جنگلی پھلوں کے درخت بھی دیکھے تھے اور یہ دیکھ کر خوش ہوا تھا کہ یہاں ناریل کے درخت بھی کثرت سے موجود تھے اور دور دور تک پھیلے نظر آتے تھے۔ یہ درخت ناریل کے پھلوں سے لدے ہوئے تھے اس طرح پانی کا مسئلہ بھی بآسانی حل ہو سکتا تھا اور شکار۔ تو اس کا تو اب کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ درختوں کے درمیان میں نے ہرن اچھل کود کرتے، جنگلی بکرے اور خرگوش وغیرہ بھی دیکھے تھے اور ان کے شکار کا وہ طریقہ مجھے آتا تھا جو دوسروں کو نہیں آتا ہو گا۔ یہ ساری چیزیں میں نے نگاہ میں رکھی تھیں بالآخر درختوں کا دوسرا سرا نظر آیا۔ کنارے پر ناریل کے درختوں کی قطاریں موجود تھیں اور درختوں سے آگے دور تک گھاس پھیلی ہوئی تھی۔

درختوں کے دوسری جانب نیچے نیچے پہاڑی ٹیلوں کا سلسلہ نظر آ رہا تھا اور یہ سلسلہ خاصا وسیع و عریض تھا۔

خودرو جھاڑیاں بکثرت تھیں، ویسے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں بارش نہیں ہوتی ہو گی کیونکہ بارش کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ زمین سنگلاخ تھی اور یقیناً تپتی ہو گی۔ ان ساری چیزوں کا اندازہ میں نے لگایا تھا۔

لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ میں یہیں رک جاتا آگے بھی تو بڑھنا تھا۔ ہاں اس وقت عارضی قیام کی بے پناہ ضرورت تھی۔ ٹینا میرے شانے پر سفر کرتے کرتے تھک چکی ہو گی۔ یقینی طور پر دوڑتے ہوئے اس کے بدن کو جھٹکے بھی لگے ہوں گے اور پروفیسر مجھے اس بچی کا بڑا ہی خیال تھا۔ میں بعض اوقات خود پر حیران ہونے لگتا تھا کہ میرے ذہن میں یہ جذبہ کہاں سے ابھر آیا۔ تب میں نے ٹینا کو اپنے شانے سے نیچے اتار دیا۔ وہ اسی جگہ زمین پر بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہائے انکل آپ تو مجھے لے کر دوڑتے رہے ہیں میں اتنی تھک گئی ہوں تو آپ بچانے کتنا تھک گئے ہوں گے۔" اس نے پیار بھرے انداز میں کہا اور مجھے اس انداز میں بڑا ہی لطف آیا۔ تب میں نے بھی پیار سے کہا۔

"تمہیں میری تھکن کا احساس ہے ٹینا؟"

"کیوں نہیں انکل آپ اتنے اچھے ہیں کہ بس میں کہہ نہیں سکتی میں جب بھی آپ کے بارے میں سوچتی ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ آپ حالانکہ مجھے صرف جہاز پر ملے لیکن آپ کتنے اچھے ہیں اگر آپ میرا خیال نہ کرتے تو میں اسی کیبن میں آگ سے جل کر ہلاک ہو جاتی۔ مجھے کوئی بھی نہ بچاتا۔"

"اوہ ٹینا! تم ایسی باتیں مت سوچا کرو۔"

"نہیں انکل میں خود نہیں سوچتی۔ ہاں جب میرے ذہن میں یہ ساری باتیں آتی ہیں تو میں سوچتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ ہاں سنو! میں تھکتا نہیں ہوں۔ میں بہت مضبوط ہوں لہٰذا تم میری تھکن کی پروا مت کیا کرو۔"

"ہاں انکل آپ واقعی بہت مضبوط ہیں۔" ٹینا نے اعتراف کرنے والے انداز میں کہا اور پھر چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "انکل یہ تو بالکل کوئی پہاڑی علاقہ معلوم ہوتا ہے، ہم کہاں آ گئے ہیں؟"

"ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں ٹینا لیکن بہت جلد ہم معلوم کر لیں گے کہ ہم زمین کے کون سے حصے میں ہیں۔"

"لیکن کیسے انکل؟"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ٹینا کسی بھی جگہ کے بارے میں اندازہ اس جگہ کے مکمل وقوع اور آب و ہوا کے علاوہ دیگر عوامل سے لگایا جا سکتا ہے۔"

"واقعی انکل؟"

"ہاں ٹینا۔" میں نے جواب دیا اور ٹینا کو لے کر پہاڑی ٹیلوں کی جانب چل پڑا۔ گو فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا لیکن ٹینا چونکہ تھکی ہوئی تھی اس لیے میں آہستہ روی سے یہ سفر طے کر رہا تھا اور بالآخر تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیلوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا غار تلاش کر لوں جہاں ٹینا قیام کر سکے۔ پہاڑی ٹیلوں میں غار تو نظر نہیں آیا البتہ کچھ پہاڑیاں ایسی نظر آئیں جن کے کچھ حصے آگے کی جانب نکلے ہوئے تھے، اور ایسی ہی ایک چھت کے نیچے

ہم دونوں بیٹھ گئے۔ میں ٹینا کی صورت دیکھنے لگا تھا۔ ٹینا کے باریک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہیں یقیناً بھوک لگ رہی ہو گی۔"

"ہاں انکل یہ بھوک بہت بری سی چیز ہوتی ہے۔"

"بہرصورت ٹینا آج تمہیں مچھلی کی بجائے کسی دوسرے جانور کا گوشت کھلاؤں گا اور وہ بھی تمہاری پسند کے مطابق یعنی آگ میں بھون کر۔"

"سچ انکل اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں ہمیشہ سے کچی مچھلیاں ہی کھاتی رہی ہوں لیکن آپ دوسرے جانور کا گوشت کہاں سے حاصل کریں گے؟"

"درختوں کے درمیان بھاگتے ہوئے تم نے بے شمار جانوروں کو دیکھا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے انکل لیکن آپ۔ آپ انہیں کیسے پکڑیں گے کیا آپ ان کا شکار کریں گے؟"

"ہاں ٹینا!"

"مگر کیسے! آپ کے پاس تو بندوق بھی نہیں ہے۔"

"دراصل ٹینا ہم مہذب دنیا میں نہیں ہیں میں نے تمہیں جنگلوں کی بہت سی کہانیاں سنائی ہیں کیا تم بھول گئیں؟"

"یاد ہیں انکل۔"

"میں نے بتایا تھا کہ جنگل میں رہنے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں۔"

"ہاں!"

"تو اب ہم بھی جنگل کے رہنے والے ہیں اور انہی کی طرح زندگی گزاریں گے اس لیے شکار کوئی مشکل بات نہیں ہے میں نے قرب و جوار میں نگاہیں دوڑائیں۔ بے شمار نوکیلے پتھر چاروں طرف بکھرے پڑے تھے اور یہی پتھر شکار کے کام آ سکتے تھے۔ یہ سائے دار جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے عمدہ تھی۔ بہرحال وقتی بات تھی۔ اس کے بعد آگے کا ماحول دیکھا جائے گا۔ چنانچہ میں اٹھ گیا۔

جنگل کے سرے پر بھی جانور نظر آ جاتے تھے، میں نے اپنی پسند کے پتھر جمع کیے اور انہیں ایک جگہ ڈھیر کر لیا۔ اس کے بعد میں جانوروں کی تاک میں بیٹھ گیا۔ یہیں کام چل سکتا تھا تو پھر جنگل میں جانے کی کیا ضرورت تھی اور وہی ہوا۔ سیاہ رنگ کا ایک ہرن ایک ٹیلے کے عقب سے نکل کر اطمینان سے جنگل کی جانب جا رہا تھا میں نے ایک نوکیلا پتھر اٹھایا۔ ٹینا تعجب سے میری یہ کارروائی دیکھ رہی تھی۔

ہرن کو شبہ بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں شکار ہو سکتا ہے لیکن جب اسے پتھر کی سنسناہٹ محسوس ہوئی تو دفعتاً اس نے چھلانگ لگائی لیکن دیر ہو چکی تھی۔ پتھر نے اس کے سر کے چیتھڑے اڑا دیے اور وہ ایک لمحے میں زمین پر گر کر مر گیا۔ ٹینا خوشی سے چیخ پڑی اور پھر وہ دوڑتی ہوئی ہرن کے قریب پہنچ گئی۔

"ہائے انکل! بے چارہ مر گیا۔"

"ہمیں اس بے چارے کی ضرورت تھی ٹینا!" میں نے ہرن کے پاؤں پکڑے اور اسے گھسیٹتا ہوا اپنی قیام گاہ پر لے آیا۔ یہاں لا کر میں نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور اس کی کھال اتارنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش کرتا رہا۔

پھر ٹینا حیرت سے میری دہشت خیزی دیکھتی رہی ہاتھوں کا یہ کمال اس نے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ میں نے ہرن کی ایک ایک ہڈی توڑ کر رکھ دی اس کی کھال کھینچ لی اور اس کے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے کر دیے اس کے بعد میں نے جنگل کے سرے پر خشک گھاس اور درختوں کی ٹہنیوں کو تلاش کر کے سائے میں دوسری جگہ جمع کر لیا اور پھر چقماق کے ذریعے ان میں آگ لگائی۔ تھوڑی دیر کے بعد لکڑیوں نے آگ پکڑ لی تو میں نے ہرن کا گوشت بھونا۔ اور پھر بھنا ہوا ایک ٹکڑا ٹینا کو پیش کیا۔ ٹینا نے وہ گوشت پوری دلچسپی سے کھایا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی تفریح گاہ میں آئی ہو۔

میں نے بھی گوشت کھایا اور پھر آگ کو اس طرح بند کر دیا کہ وہ روشن رہے اور بجھنے نہ پائے اور اس کے بعد ہم دونوں دیر تک ابتدائی دور کے انسانوں کی باتیں کرتے رہے، ٹینا میری کہانیاں بڑی دلچسپی سے سنتی تھی۔ اور درمیان میں معصومانہ انداز میں سوالات کرتی جاتی تھی۔

جوں جوں شام جھکتی گئی ماحول خنک ہوتا گیا حالانکہ دن میں اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں صرف گرمی پڑتی ہو گی اور سردی کا نام بھی نہیں ہو گا لیکن سورج ڈوبنے کے بعد سے موسم یکسر بدل گیا اور ٹینا ڈرے ہوئے کانپنے لگی۔ میں نے اس صورت حال کو دیکھ کر ایک بار پھر درختوں کے علاقے کا رخ کیا اور خشک ٹہنیاں اور گھاس کافی مقدار میں جمع کر لیں اس کے بعد آگ کھول کر اس میں چند موٹی ٹہنیاں ڈال دیں۔ آگ تیز ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد سردی کے اثرات زائل ہونے لگے۔

"سو جاؤں انکل؟" ٹینا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آرام سے، تمہارا انکل جاگ رہا ہے۔" میں نے کہا اور ٹینا نے پورے اعتماد سے آنکھیں بند کر لیں۔ آگ سے پیدا ہونے والی روشنی نے قریب کا تھوڑا سا ماحول روشن کر دیا تھا۔ سرخ روشنی میں ٹینا کا معصوم چہرہ تمتما رہا تھا۔ میں نے تاریک ماحول پر آخری نگاہ ڈالی اور پھر خود بھی کھسک کر لیٹ گیا۔ کافی دیر تک میرا ذہن خیالات میں ڈوبا رہا اور پھر آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔

آنکھیں بند ہونے سے قبل میں نے کسی درندے کے یہاں تک آنے کے امکان پر بھی غور کیا تھا اور سوچا تھا کہ اس دوران ہوشیار رہوں گا لیکن ہوشیار نہ رہ سکا۔ اور آنکھ اس وقت کھلی جب ٹینا کی گھٹی گھٹی چیخ ابھری میں اچھل کر بیٹھ گیا لیکن اسی وقت ایک نوکدار چیز میری گردن سے

آنگی۔ میں نے آگ کے سائے میں اپنے سامنے دو انسانی ٹانگیں محسوس کی تھیں موٹی موٹی اور برہنہ ٹانگیں۔ تب میں نے گردن اٹھائی۔

قوی ہیکل شخص اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا ہتھیار میری گردن پر لگائے [illegible] کدار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا عجیب و غریب حلیے کا مالک تھا۔ بدن پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور ان چمکدار آنکھوں میں ایک [illegible] سی وحشت تھی تاہم نہ تو اس کا رنگ سیاہ تھا اور نہ ہی وہ [illegible] خال سے کسی وحشی نسل کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

میں نے نگاہیں گھمائیں اور ٹینا کی جانب دیکھا ٹینا کے گرد بھی ویسے ہی تین آدمی کھڑے تھے اور ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ اور بدن پر لباس نما چیتھڑے جھول رہے تھے ان میں سے بعض کے بدن بالکل برہنہ تھے یعنی چیتھڑے ایسی شکل اختیار کر گئے تھے کہ ان سے ستر پوشی کا کام بھی نہیں لیا جا سکتا تھا بس اگر انہیں لباس کہہ دیا جاتا تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ ان کی تعداد بارہ تیرہ کے قریب ہے اور یقیناً ٹینا انہی کو دیکھ کر چیخی تھی۔ تب میں نے اپنی گردن پر رکھے ہوئے نیزے پر ہاتھ رکھا اور اس شخص نے نیزے کی نوک کا دباؤ میری گردن پر کچھ اور بڑھا دیا۔ میں نے اسے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"یہ ہتھیار میری گردن سے ہٹا لو میں تم سے جنگ نہیں کر رہا۔"

لیکن اس شخص نے شاید میری بات یا تو سنی نہیں تھی یا پھر سمجھا ہی نہیں تھا میں نے دنیا میں رہنے والے مختلف انسانوں کی زبان میں یہ جملے دہرائے اور جب ان میں سے کسی بات کا اثر اس پر نہ ہوا تو میں نے نیزہ اپنی گردن سے ایک جھٹکے سے ہٹا دیا اور دور پھینک دیا پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرے سامنے کھڑے ہوئے شخص کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی تھی اور پانچ چھ آدمی دوڑ کر میرے نزدیک پہنچ گئے۔ ان سب نے مجھے نیزوں سے گھیر لیا تھا۔ ان کے چہرے خاصے خوفناک تھے پھر ان میں سے ایک کی آواز ابھری۔ وہ مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا تم تنہا ہو؟" لہجہ مہذب دنیا کے باشندوں کا سا تھا لیکن آواز کی دہشت نمایاں تھی۔

"ہاں میں تنہا ہوں سوائے اس لڑکی کے میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اسے اٹھاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔" میرے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کہاں؟"

"ہماری رہائش گاہ پر۔" وہ بولا۔

"تم کہاں رہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہاڑ کے اس جانب۔ اٹھو۔" اس نے خونخوار انداز میں کہا اور میں نے ایک لمحے کے لیے ٹینا کی جانب دیکھا۔ دہشت زدہ ٹینا اپنی جگہ پڑی خوفناک نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے سوچا کہ اگر میں نے ان سے مدافعت کی کوشش کی تو ان میں سے چند ٹینا کے اس قدر نزدیک ہیں کہ اسے نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں چنانچہ میں نے نرم انداز اختیار کیا اور کہا "ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں لیکن تم مجھے کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟"

"چلو دیر نہ کرو۔" اس شخص نے کہا اور میں آہستہ آہستہ ٹینا کے نزدیک پہنچ گیا میں نے ٹینا کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور ان کی جانب دیکھتے ہوئے بولا

"یہاں گوشت کے چند ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں اور یہی ہمارا ناشتہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔"

"گوشت کے ٹکڑے بھنے ہوئے۔" ان میں سے ایک شخص قہقہہ لگا کر بولا "وہ تو ہم نے چٹ بھی کر لیے" ان میں سے ایک قہقہہ لگا کر بولا۔

"تب ٹھیک ہے یہاں شکار تو بہت ہے ہم اور شکار کر لیں گے۔" میں نے تعاون کرنے والے انداز میں کہا اور ٹینا کو تسلی دے کر ان کے ساتھ چل پڑا۔ عجیب و غریب وحشی ہمارے چاروں طرف پھیل گئے اور ہم پہاڑی ٹیلوں میں ایک جانب چل پڑے۔ چاندنی چٹکی ہوئی تھی اور چاند کی ٹھنڈی روشنی میں ان کے خوفناک چہرے عجیب لگ رہے تھے۔ میں نے خاموشی سے ان کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا لیکن کسی واضح نتیجے پر نہیں پہنچ سکا تھا ان اونچے ٹیلوں کو عبور کرنا آسان نہیں تھا خاص طور پر رات کی اس ملگجی روشنی میں لیکن وہ ایک مخصوص سمت چل رہے تھے اور پھر ان ٹیلوں کے درمیان ایک دراڑ کے نزدیک پہنچ گئے یہاں ایک لمحے کے لیے رُکے اور اندر داخل ہو گئے اس طرح ہمیں کسی ٹیلے پر چڑھنے کی زحمت نہ کرنی پڑی اور ہم ان کے دوسری جانب پہنچ گئے۔

ٹیلوں کے دوسری جانب چاندنی کے سائے میں ٹیلوں کے ساتھ لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے پتھروں کے مکان بنے ہوئے تھے۔ یہ پتھر ٹیلوں سے چُن کر جمع کیے گئے تھے۔ اور ساحل کی گیلی ریت سے ان کے رخنے بند کر لیے گئے تھے بس کشادہ کمرے سے تھے لیکن ان میں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اگر چاندنی نہ ہوتی تو وہ نظر بھی نہ آتے۔ اس کے علاوہ بھی وہاں کچھ اور آثار نظر آتے تھے جو اس تاریکی میں واضح نہ ہو سکے۔ مکانوں کے درمیان اور لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ تب انہوں نے ایسے ہی ایک مکان کے سامنے پہنچ کر کہا۔

"اندر جاؤ اور یہاں آرام کرو۔ تم ہمارے قیدی ہو۔ دن کی روشنی میں تم سے گفتگو ہو گی۔ چلو لڑکی تم ادھر آؤ۔" ٹینا سے کہا گیا اور پہلی بار میں نے سنجیدگی سے ان کے بارے میں سوچا۔

"لڑکی میرے ساتھ ہی رہے گی۔" میں نے بھاری آواز میں کہا اور وہ شخص جس نے یہ بات کہی تھی آگے بڑھ آیا۔

"تم اس کے لیے ضد کرو گے؟"

"ہاں۔ اگر تم نہ مانے تو تم سب کو ہلاک کر دوں گا۔" میں نے

پتھریلے لہجے میں جواب دیا۔ اور وہ شخص ایک لمحے ساکت کھڑا رہا پھر آہستہ سے ہنسا اور پھر زور زور سے ہنسنے لگا پھر بے تحاشہ قہقہے لگانے لگا اور دوسرے بھی اس کے ساتھ اسی دیوانگی کے انداز میں ہنسنے لگے۔ میں نے ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر اسے پیچھے کر لیا۔ اس دوران چند اور لوگ بھی وہاں آ گئے ان میں دو ضعیف العمر بھی تھے۔

"اگر ہم نے لڑکی کو اس سے جدا کیا تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے سوچ لو ایسا کرو دوستو! ہلاکت سے بچو۔ ٹھیک ہے بھائی تم اندر جاؤ اور لڑکی کو بھی لے جاؤ۔ ہم ہلاک ہونا نہیں چاہتے لیکن باہر مت نکلنا ورنہ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔"

وہ سب واپس پلٹ گئے اس وقت میں نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ ان لوگوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ صبح کو دیکھا جائے گا۔ ویسے اس شخص کے لہجے میں ایک انوکھی بات تھی جسے عقل نہیں مانتی تھی لیکن تجربہ کہتا تھا کہ بات درست ہے یوں لگتا تھا جیسے ٹینا کے بارے میں ان کے ارادے اچھے نہ ہوں یا تو رات کی تاریکی میں وہ ٹینا کی عمر کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے اور چونکہ ٹینا بھرے بھرے بدن کی مالک تھی اس لیے غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے یا پھر انسانیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا اور وہ سو فیصدی وحشی تھے مگر ایسی بات ہے تو "میں ان کی نسل ختم کر دوں گا۔" میں نے سوچا۔ بہرحال ٹینا کو تو میں نے اندر سلا دیا لیکن اس کے بعد سے روشنی ہونے تک میں نے آنکھ نہیں جھپکائی تھی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

نکمے لوگ ہمارے ناشتے کے لیے کچا گوشت لائے جو سوکھا ہوا تھا۔ گوشت لانے والا ایک بوڑھا آدمی تھا جو اچھی چیز ان کے پاس تھی وہ پانی کا ایک برتن تھا "صرف پانی دے دو۔" میں نے کہا۔

"کیوں، خوراک نہیں لو گے؟"

"میں خود شکار کروں گا اور اسے بھون کر کھاؤں گا۔" میں نے کہا

"ممکن ہے دوسرے تمہیں اس کی اجازت نہ دیں۔" بوڑھے نے کہا اور میں نے حقارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہاں تمہاری تعداد کتنی ہے؟"

"چوبیس افراد ہیں!"

"صرف چوبیس۔" میں نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہا "میں تم سب کو صرف چند منٹ میں ہلاک کر دوں گا۔ تم میں سے کس کی مجال ہے کہ مجھے روکے۔" بوڑھے نے رحم آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ غالباً وہ سوچ رہا تھا کہ میرا دماغ چل گیا ہے۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"تم یہاں کس طرح آ گئے نوجوان؟"

"ہمارا جہاز تباہ ہو گیا تھا ہم ایک تختے کے سہارے بہتے ہوئے اس طرف آ گئے کیا تم مجھے اس ماحول کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ یہ افریقہ کا علاقہ ہے۔ میرا خیال ہے تم نے اسے کوئی جزیرہ سمجھا ہو گا لیکن یہ جزیرہ نہیں ہے بلکہ تاریک براعظم کا ایک غیر آباد ساحل ہے ایسے دشوار گزار راستوں کے بعد کہ جنہیں عبور کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے یہ علاقہ افریقہ کے وحشیوں کی پہنچ سے باہر ہے۔ یہاں سے صرف نوے میل کے فاصلے پر افریقی قبائل آباد ہیں لیکن ایک خوفناک گھاٹی ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہے اسی لیے ہم ان سے پوری طرح محفوظ ہیں۔"

"خوب، تمہاری ان سے مڈبھیڑ کبھی نہیں ہوئی؟"

"بہت دور سے ہم نے انہیں اور انہوں نے ہمیں دیکھا ہے لیکن نہ ہم اس طرف جا سکتے ہیں اور نہ وہ اس طرف آ سکتے ہیں۔"

"تم لوگ کون ہو؟"

"دس بارہ سال قبل ہم بھی انسان تھے مہذب تھے اور تہذیب کی دنیا میں رہتے تھے ہمارا جہاز تباہ ہو گیا تھا اور ہم ایک لائف بوٹ کے ذریعے یہاں پہنچے۔ بڑے خوفناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہم میں سے بہت سے مر گئے لیکن یہاں شکار بھی ہے درخت بھی اور پانی بھی اس لیے زندہ رہنے میں دقت نہیں ہوئی۔ ابتدائی پانچ چھ سال تو ہم زندگی کے لیے جتن کرتے رہے اور مہذب رہے لیکن اس کے بعد یہ سب انسانیت کے بندھن سے آزاد ہو گئے اب تو صرف ایک احساس ہے جب تک زندہ ہیں زندہ رہیں ایک دن اسی خشک زمین پر مر جائیں گے پہلے مرنے والوں کی طرح چنانچہ ہم لوگ جنگل میں رہنے والے ہر جانور کو شکار کرتے ہیں اس کا گوشت سکھا لیتے ہیں اور اس طرح سالہا سال کی خوراک جمع کر لی گئی ہے ہاں نوکیلے پتھروں کی مدد سے ہم نے پورے تین سال کے اندر ایک گہرا کنواں کھود لیا ہے اس سے ہم پینے کا پانی نکالتے ہیں اور یہ چیز اس پورے علاقے میں ہمارے لیے سب سے قیمتی ہے کیونکہ یہاں بارش نہیں ہوتی۔"

"تم لوگوں میں کوئی عورت نہیں ہے؟"

"پہلے تین عورتیں تھیں لیکن وہ زندہ نہ بچ سکیں، تمہارے ساتھ بھی وہ کوئی تعرض نہیں کرتے لیکن یہ لڑکی!" بوڑھے نے تشویش زدہ نگاہوں سے دیکھا۔

"اس لڑکی کی عمر گیارہ بارہ سال سے زیادہ نہیں ہے۔" میں نے کہا

"لیکن وہ لوگ انسانیت کی ساری رسومات بھول چکے ہیں کاش تم اس کے ساتھ یہاں نہ آتے اور سمندر ہی میں مر جاتے۔" بوڑھے نے افسوسناک لہجے میں کہا۔

"تم بوڑھے ہو انہیں سمجھانا!"

"وہ سمجھنے اور سمجھانے کی حدود سے آگے بڑھ چکے ہیں خود ہماری زندگیوں کو تحفظ نہیں ہے کیونکہ ہم ان کے لیے عضوِ معطل ہیں ہم کسی مصرف کے نہیں ہیں سوائے اس کے کہ کنوئیں میں اتر کر پانی لائیں اور ان کے گھروں کی صفائی کریں۔ رات کو وہ تمہارا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور شاید آج دن میں کسی وقت......"

"تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟"

"نہیں باقاعدہ نہیں ہیں البتہ جنگلوں کی مضبوط اور سیدھی لکڑیاں حاصل کر کے انہوں نے ان کے سرے پتھروں پر گھس کر نوکدار بنائے ہیں انہی

نوکدار ہتھیاروں سے وہ بڑے بڑے جانوروں کا شکار کر لیتے ہیں یوں بھی ان جنگلوں کی کھلی آب و ہوا انہیں راس آئی ہے ان میں سے ہر ایک کسی گھوڑے کی مانند طاقتور اور تیز رفتار ہے۔"

"بہر حال اگر انہوں نے اس معصوم بچی کی طرف غلط نگاہ سے دیکھا تو۔ وقت سے پہلے موت کے شکار ہو جائیں گے۔" میں نے کہا اور بوڑھا فکرمند نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کسی پریشانی کے عالم میں کہا "کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا یقین کرو نوجوان میں ذہنی طور پر تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ معصوم بچی میرے نزدیک میری بچی ہے لیکن لیکن —"

"بس اب غمزدہ گفتگو مت کرو بڑے میاں۔ غم کرنا ہے تو ان لوگوں کا کرو جو میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ اب میں جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"ظاہر ہے میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ سب سے پہلے میں شکار کروں گا اور ہم اسے بھون کر ناشتہ کریں گے۔ آؤ ٹینا!"

"لیکن انہوں نے تمہیں اپنا قیدی بنایا ہے!"

"صرف رات کے لیے۔ یقین کرو اگر رات کو کوئی بہتر پناہ گاہ نہ ملی تو میں واپس آ کر یہاں قید ہو جاؤں گا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ بوڑھا تشویش زدہ چند قدم میرے پیچھے آیا تھا لیکن پھر ٹھٹھک گیا۔ میں نے بھی ان دو کو دیکھ لیا تھا جو مجھ سے صرف چند گز کے فاصلے پر اپنے لمبے نیزے لیے کھڑے تھے۔

بلاشبہ انتہائی قوی ہیکل تھے ان کے بدن مشقت اور صعوبت کی زندگی گزارنے کی وجہ سے تپے ہوئے تانبے کی طرح سرخ اور فولادی بن گئے تھے عام زندگی میں وہ کچھ بھی ہوں لیکن اب وہ بے حد وحشت خیز تھے۔

مجھے دیکھ کر وہ ہنس دیئے تھے ان کی آنکھوں میں شیطنت چمک رہی تھی میں نے رخ بدل کر آگے چلنا شروع کر دیا اور وہ دونوں آہستہ قدموں سے میرے پیچھے آنے لگے میں سمجھ گیا تھا کہ سیدھی انگلیوں سے گھی نہیں نکلے گا۔ پھر میں نے دوسروں کو دیکھا۔ دو دو کی ٹولیوں میں وہ خطرناک انداز میں جگہ جگہ موجود تھے اور میں جہاں سے گزرتا میرے پیچھے ہو جاتے تھے۔

ٹینا نہ جانے کیوں خوفزدہ نظر آ رہی تھی حالانکہ معصوم بچی اس تصور سے بہت دور تھی جو ان کے شیطانی ذہنوں میں تھا لیکن شاید ان کا ظاہری حلیہ اور خوفناک انداز اسے ہراساں کر رہا تھا تب میں نے سوچا کہ ناشتے سے پہلے ان کا بندوبست ضروری ہے اور اس کے بعد میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی ٹینا کے لیے کوئی بہتر پناہ گاہ ضروری ہے اور ایسی پناہ گاہ ایک بڑی چٹان کی آڑ میں موجود تھی ایک ایسی جگہ جسے چٹانی چھتری کہا جا سکے۔ اس جگہ عقب سے ٹینا پر حملے کا خطرہ نہیں تھا اور وہ محفوظ رہ سکتی تھی بشرطیکہ میں سامنے کے رخ پر موجود رہوں۔

چنانچہ چند ساعت کے بعد میں وہاں پہنچ گیا اور میں نے ٹینا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا "ٹینا! آج رات کو تم نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا؟"

"نہیں انکل!" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"یہاں کیسا لگ رہا ہے؟"

"انکل مجھے ان لوگوں سے ڈر لگ رہا ہے نہ جانے یہ کیسے عجیب سے لوگ ہیں۔"

"تم تو بے حد بہادر لڑکی ہو ٹینا!"

"لیکن انکل وہ مجھے کیسے گھور رہے ہیں؟"

"تمہیں وہ مچھلی یاد ہے ٹینا جو تمہیں نگل لینا چاہتی تھی۔"

"ہاں انکل!"

"میں نے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی تھیں ٹینا کیا میں یہاں تمہاری حفاظت نہیں کر سکتا۔"

"آپ آپ تو بہت عظیم ہیں انکل میں جانتی ہوں آپ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔" ٹینا نے کہا اور اس کے اس اعتماد پر مجھے بہت خوشی ہوئی۔

"دیکھو۔ میں تمہارے سامنے ان کا کیا حال کرتا ہوں اس کے بعد تم خوفزدہ ہونا چھوڑ دو گی اور اس بات پر یقین کر لو گی کہ تمہارا انکل تمہاری ہر مشکل اور ہر پریشانی کو دور کر دے گا۔" ٹینا نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں بالآخر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا جو اب ایک جگہ جمع ہو گئے تھے اور آپس میں کچھ گفتگو کر رہے تھے۔ تب میں آگے بڑھ آیا اور وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر ان میں سے دو آگے بڑھ آئے ان کے چہرے بے حد خشک اور کھردرے تھے میں ان سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

"ہم زیادہ برداشت نہیں کر سکتے۔ دس سال سے یہاں جانوروں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ عورت کس کی ضرورت نہیں ہوتی اور دس سال کے بعد تو..."

"تمہارا تعلق مہذب دنیا سے ہے؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا

"ہے نہیں۔ تھا یہ پرانی بات ہے۔ اب ہم موت کے وقت تک کے لیے اس سے کٹ گئے ہیں۔" وہ شخص بولا۔

"اس کے باوجود، وہ معصوم بچی ہے تمہیں اس کے لیے کوئی بری بات نہیں سوچنی چاہیے۔"

"برائی اور اچھائی کا تصور ہم نے سمندر کی لہروں میں اچھال دیا ہے"

"موت کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"آتی ہے آ جاتی ہے اور بس اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔"

"وقت سے پہلے مرنا پسند کرو گے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں، موت کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے کیا؟"

"تو پھر سنو، تم تمام لوگ سنو۔ میں تم سے دوستی چاہتا ہوں

تم سب جس مصیبت میں گرفتار ہو اور دس سال کی کوششوں کے باوجود اس سے نہیں نکل سکے میں تمہیں اس سے نکالنے کی کوشش کروں گا کیونکہ میں تم سے زیادہ دانا اور مضبوط اور دلیر ہوں لیکن اگر تم نے اپنی وحشت نہ چھوڑی تو مجبوراً میں تم سب کو ہلاک کر دوں گا چنانچہ تم سے جو میرے ہمنوا ہیں وہ ایک طرف کھڑے ہو جائیں اور جو مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں دوسری طرف کھڑے ہو جائیں۔"

لیکن ان سب میں سے کسی نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور مجھے غصہ آ گیا "ٹھیک ہے تمہاری زندگی ہی ختم ہو گئی ہے تو میں کیا کروں آؤ تم میں سے پہلا جیالا کون ہے۔ جو اس لڑکی کو ہاتھ لگائے گا۔" میں نے کہا تب پیچھے سے دوسروں کو ہٹا کر ایک دیوہیکل شخص آگے بڑھا۔

"وہ میں ہوں۔" اس نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا اور اب برداشت کرنا میرے لیے ناممکن تھا میں نے اس کے جھولتے ہوئے لباس کو پکڑا اور ایک زوردار جھٹکے سے اسے کھینچ لیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ جھٹکا اتنا خوفناک ہو گا۔ وہ زمین پر گرا اور اس نے تقریباً تین قلابازیاں کھائیں کھردری زمین نے اس کا گوشت جگہ جگہ سے چھیل دیا اور میں اس کے سر پر پہنچ گیا میں نے ایک ٹھوکر اس کی پسلیوں پر رسید کی اور وہ کراہ کر چت ہو گیا۔ تب میں نے پاؤں اٹھایا اور پوری قوت سے اس کے منہ پر مارا اور سپر پروفیسر! اس کا بھیجا بلندی سے گرنے والے خربوزے کی مانند جگہ جگہ سے پھٹ کر باہر نکل آیا۔ تمام خدوخال مسخ ہو گئے اور چہرہ گوشت کے ایک لوتھڑے کی مانند رہ گیا۔

میرا خیال تھا پروفیسر کہ دوسرے لوگ اس خوفناک واقعے سے عبرت پکڑیں گے لیکن میں نے وحشیوں میں، جوش و خروش دیکھا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے پھر وہ اپنے لمبے لمبے نیزے ہلاتے ہوئے میری جانب لپکے، غالباً سب نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے ہلاک کر دیں گے اور اب میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں ان میں سے جتنوں کو مار سکوں مار دوں۔

چنانچہ جونہی سب سے پہلا شخص میرے نزدیک آیا اور اس نے اپنا نیزہ پیشانی پر مارنے کی کوشش کی تو میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا نیزہ پکڑ لیا۔ لکڑی کے ان مضبوط نیزوں کو بلاشبہ بڑی محنت سے تیار کیا گیا تھا۔ نیزہ میرے ہاتھ میں ٹوٹ گیا تھا لیکن بہرصورت وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اس کے بعد میں نے پلٹ کر وہ نیزہ خود اسی کے سینے میں گھونپ دیا اس دوران دوسرے لوگ میرے اوپر حملہ کر چکے تھے ان سب کے نیزوں کی نوکیں میرے بدن سے ٹکرائی تھیں لیکن پروفیسر میرے انداز میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی میں ان کے بس کی چیز نہیں تھا۔

ایک شخص کو ہلاک کرنے کے بعد میں نے دوسرے کو پکڑا اور پھر اس کا نیزہ بھی اس کی گردن میں اتار دیا۔ بلاشبہ یہ خوفناک ہتھیار جانوروں کو ہلاک کرنے کے لیے بہترین تھے حالانکہ ان میں لوہے کا استعمال نہیں تھا لیکن اس کے باوجود انہیں اتنا مضبوط اور شاندار بنایا گیا تھا کہ وہ اپنا کام بخوبی کر سکتے تھے۔

اور پھر اس کے بعد تو میں نے اپنے آپ کو بے قابو ہی پایا۔ میں ان میں سے تقریباً بارہ افراد کو ہلاک کر چکا تھا اور بارہ آدمیوں کی موت کے بعد شاید ان کے حواس کسی قدر درست ہوئے وہ دیکھ چکے تھے کہ وہ میرے اوپر قابو پانے میں ناکام رہے ہیں چنانچہ اب وہ پیچھے ہٹنے لگے وہ حیرت زدہ نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے اور مجھے دیکھ رہے تھے جس کے بدن پر وہ ایک خراش بھی نہ لگا سکے تھے۔ تب میں آگے بڑھا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ غالباً ان کی ساری دلیری اور چستی غائب ہو چکی تھی۔

اب ان میں سے کوئی میرے سامنے نہیں تھا۔ تب میں نے پلٹ کر ٹینا کی جانب دیکھا ٹینا سہمی ہوئی کھڑی ہوئی تھی اس کے چہرے پر خوف کے آثار ہویدا تھے میں نے ان میں سے ایک وحشی کا نیزہ اٹھا لیا اور آہستہ آہستہ ٹینا کی جانب بڑھا ٹینا چٹان کے درمیان خلا میں سے نکل آئی اور میرے نزدیک پہنچ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"انکل — انکل — یہ سب — یہ سب —"

"ہاں ان سب کے لیے یہ ضروری تھا ٹینا۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تمہاری حفاظت کے لیے میں سب کچھ کروں گا۔"

"یہاں سے چلیے انکل، مجھے یہاں بڑا خوف محسوس ہو رہا ہے بڑا ہی ڈر لگ رہا ہے مجھے۔ میں اب یہاں نہیں رک سکتی۔ خدا کے واسطے یہاں سے نکل چلئے۔ انکل چلئے انکل" اور میں نے گردن ہلا دی۔

ٹینا کو میں نے اپنے شانوں پر بٹھا لیا تھا لیکن اس طرح جانا تو مناسب نہیں تھا۔ شکار کے گوشت کا کچھ بندوبست کرنا ضروری تھا اور اس کے لیے ناریل بھی میری نگاہوں میں تھے۔

چنانچہ سب سے پہلے میں نے ان لاشوں کی جانب دیکھا۔ ان کے بدن پر جھولتے ہوئے چیتھڑے خون سے رنگین ہو رہے تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جن کا لباس خون آلود نہیں ہوا تھا۔ میں نے ان کے نزدیک پہنچ کر بے دردی سے ان کا لباس ان کے بدن سے نوچ ڈالا۔ مجھے کچھ کپڑوں کی ضرورت تھی۔ اس طرح میں ان سب کپڑوں کو جوڑ کر ایک بڑی سی چادر تیار کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میں آگے بڑھ گیا، نیزہ میرے ہاتھ میں تھا اور اب میں درختوں کی جانب جا رہا تھا۔ ان لوگوں کا کہیں نام و نشان نہیں تھا جو بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں جنگلوں کے سرے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور پھر ایک درخت کے نیچے میں نے ٹینا کو اتار دیا۔ مجھے اس وقت سخت ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ بھاگ کھڑے ہونے والے لوگ بلاشبہ چوٹ کھائے ہوئے تھے اور وہ عقب سے ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ میرا اپنا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ٹینا کی حفاظت ضروری تھی چنانچہ میں درخت سے زیادہ آگے نہیں گیا اور شکار کا انتظار کرنے لگا۔

جنگل میں میں نے دیکھ لیا تھا کہ شکار بکثرت موجود ہے تاہم میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں پھر میں نے جنگل میں دو خرگوش دیکھے۔ اس وقت ہمیں شکار کی ضرورت تھی چنانچہ میں تیار ہوگیا میں نے پتھروں کے دو نوکیلے ٹکڑے اٹھائے اور خرگوش کو ان کا نشانہ بنادیا۔ مردہ خرگوش اٹھا کر میں نے اس چادر میں ڈالا۔ مگر ان کا گوشت تو بالکل ہی ناکافی تھا۔ اس لیے مجھے کسی بڑے جانور کی تلاش تھی اور چند ساعت کے بعد مجھے سیاہ رنگ کا ایک ہرن نظر آیا۔

اگر یہ ہرن حاصل کرلیا جائے تو ٹینا کے لیے کم از کم ایک ماہ کی غذا کا انتظام ہوسکتا ہے۔ ہرن کو ہلاک کرنے کے لیے میں نے اس نوکدار لکڑی کے نیزے کا استعمال کیا اور نیزہ میرے ہاتھ سے نکل کر پوری قوت سے ہرن کے بدن میں پیوست ہوگیا۔ ہرن نیزے میں . . . . پھنس کر بری طرح اچھل رہا تھا میں آگے بڑھا اور آگے بڑھنے کے بعد میں نے ہرن کی گردن توڑ ڈالی۔ ہرن ہلاک ہوگیا تھا تب میں اسے گھسیٹتا ہوا اس چادر کے نزدیک لے آیا اور پھر میں نے اسے بھی چادر میں ڈال لیا۔

اس کے بعد ناریل کی باری تھی۔ ناریل اس لیے ضروری تھا کہ ان کے اندر پانی موجود تھا۔ ناریل سے غذا اور پانی دونوں چیزیں فراہم ہوسکتی تھیں۔ ناریل کے درخت کو میں نے اپنی گرفت میں لے کر زور زور سے ہلایا وہ مضبوط چیز تھی لیکن ٹینا نے حیرت سے دیکھا کہ بے شمار ناریل ٹوٹ کر اودھر ادھر گرے تھے۔ اس کے بعد میں نے ایسے بہت سے درختوں کو ہلا ہلا کر ان سے ناریل جھاڑے اور ان سب کو جمع کرکے ایک بڑی سی گٹھری بنائی۔ اس گٹھری کو اپنے شانے پر لاد کر میں نے گٹھری پر ہی ٹینا کو بٹھایا وہ اس پر بیٹھتے ہوئے خوفزدہ تھی لیکن میں نے اسے مجبور کردیا اور وہ میرے شانے پر بیٹھ گئی۔ اس بار میں نے ان جھونپڑیوں کا رخ نہیں کیا جو پتھروں سے چن چن کر بنائی گئی تھیں۔ بوڑھوں کو ان کے ساتھیوں کی موت کی اطلاع دینا ضروری نہیں تھا البتہ اب میں یہاں رکنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے آگے کا رخ اختیار کیا۔

وزنی بوجھ کو اپنے شانوں پر لاد کر میں خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا حالانکہ ان لوگوں نے خاص طور سے اس بوڑھے نے مجھے اس راستے کے بارے میں بتایا تھا لیکن یہ راستے ان کے لیے ناقابل عبور ہوسکتے تھے میرے لیے نہیں میں آگے بڑھتا رہا۔ ٹینا خوفزدہ سی میرے اوپر بیٹھی ہوئی تھی اور اس وقت میری ہیئت کچھ عجیب سی تھی۔ البتہ میں نے ٹینا کو ہدایت کردی تھی کہ وہ چاروں طرف نگاہ رکھے اور اگر کہیں بھی کوئی متحرک شے یعنی انسان وغیرہ نظر آئے تو پہلے ہی سے مجھے اطلاع کردے ٹینا بھی اب ہوشیاری سے سارے کام کر رہی تھی۔

وقت انسان کو ہر طرح سے چست و چالاک بنا دیتا ہے چنانچہ ٹینا بھی اس وقت ایک ہوشیار انسان کی طرح چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"انکل — انکل۔"

"کیا ہے؟" میں نے رک کر پوچھا۔

"وہ لوگ — وہ لوگ پیچھے آرہے ہیں۔"

"اوہ —" میں نے گھوم کر دیکھا اور یہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کہ وہ میرے عقب میں تو ضرور آرہے تھے لیکن شاید نزدیک آنے کی ہمت نہیں کرپارہے تھے۔ میں نے ٹینا کو اپنے شانے پر سے اتار دیا۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر انہوں نے مجھے نیزے پھینک کر مارنے کی کوشش کی تو ٹینا بھی ان کا شکار ہوسکتی ہے چنانچہ اب میں اسے آگے کیے اور خاص طور سے اس وزنی گٹھری کی آڑ میں کیے آگے بڑھتا رہا۔ میری خواہش تھی کہ میں یہ طویل و عریض میدان عبور کرجاؤں۔ اور میں چلتا رہا۔

ٹینا نے تھوڑی دور تک تو میرا ساتھ دیا اس کے بعد وہ مجھے تھکی تھکی سی نظر آنے لگی۔ تب میں نے اسے دوبارہ اٹھا کر اپنے شانے پر بٹھا لیا پلٹ کر دیکھا تو اب وہ لوگ موجود نہیں تھے یا تو تھک گئے تھے یا پھر چھپ کر میرے نزدیک آنا چاہتے تھے لیکن جس میدان سے ہم گزر رہے تھے وہ اتنا وسیع و عریض تھا اور اس طرح ہموار تھا کہ وہاں کسی کے چھپنے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر وہ ہمارے پیچھے آبھی رہے ہیں تو میدان کے سرے سے آگے نہیں بڑھے ہیں۔ ہم اس خشک اور وسیع میدان کو عبور کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد ٹینا نے پیاس کی شکایت کی اور میں رک گیا میں اس معصوم سی بچی کو تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے گٹھڑی سے ایک ناریل نکالا گھونسہ مار کر اسے توڑا اور پھر اس کا پانی ٹینا کے منہ کے سامنے کردیا۔ ٹینا پانی پی کر پُرسکون ہوگئی تھی۔ میں اور ٹینا چلتے رہے ٹینا کبھی نیچے اتر جاتی اور جب میں اس کے انداز میں تھکن پاتا تو اسے شانے پر بٹھا لیتا۔ جنگل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہمیں اور عبور کرنا پڑا۔ یہاں کچھ خوش رنگ پھل موجود تھے جنہیں میں نے ٹینا کے لیے حاصل کرلیا اور پھر شام ہوگئی ان لوگوں کے آثار دور دور تک نہیں تھے پھر بھی میں ان سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا اس لیے رات ہونے سے قبل اس جنگل سے نکل جانے کے لیے میں نے تیز رفتاری سے سفر شروع کردیا۔

اب سردی شروع ہوگئی تھی یوں بھی جوں جوں میں آگے بڑھتا جارہا تھا موسم بدلتا جارہا تھا اور گرمی کی شدت بالکل ہی ختم ہوگئی تھی۔ ٹینا آہستہ آہستہ کپکپا رہی تھی۔ جنگل کے دوسری جانب ڈھلان نظر آیا جو خلمی گہرائیوں میں چلا گیا تھا۔ میں ڈھلان سے اترنے لگا خطرناک جگہ تھی۔ چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے اور ان پر سے پاؤں پھسل سکتا تھا تاہم میں چلتا رہا اور پھر ایک کوہان نما چٹان کی آڑ میں میں نے اپنا مسکن بنایا۔

اب تاریکی پھیل گئی اور قرب و جوار کا ماحول کافی بھیانک نظر آنے لگا تھا۔ میں نے ٹینا کو کپڑوں میں لپیٹ کر ایک طرف بٹھا دیا اور خود چادر کھول کر دونوں خرگوش نکال لیے پھر ان کی کھال ادھیڑی اور گوشت

کا ایک ٹکڑا ٹینا کو دے دیا۔

"آج ہمیں کچا گوشت ہی کھانا پڑے گا ٹینا۔" میں مسکراتے ہوئے کہا

"ٹھیک ہے انکل، یوں بھی انسان کو حالات کے مطابق ہونا چاہیے۔" ٹینا نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"تم اب خوب سمجھدار ہوتی جارہی ہو ٹینا!"

"ہاں انکل، میں سمجھ رہی ہوں آپ میرے لیے کیا کررہے ہیں کیا آپ نے ان لوگوں کو میری وجہ سے نہیں مارا؟"

"ارے تم نے یہ اندازہ بھی لگا لیا۔"

"ہاں انکل لیکن وہ مجھے آپ سے کیوں مانگ رہے تھے؟"

"بس پاگل تھے۔" میں نے مختصراً کہا۔ اب اس معصوم بچی کو ان کی دیوانگی کے بارے میں کیا بتاتا۔ ٹینا خاموش ہوگئی میں نے دیکھا وہ کچے خرگوش کو بڑے ذوق و شوق سے کھا رہی تھی پھر اس نے دو ناریلوں کا پانی پیا اور مطمئن ہوگئی۔

"انکل!" تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی "اب کیا ہوگا انکل ہم کہاں جائیں گے؟"

"کسی ایسی جگہ ٹھہریں گے جہاں سے ہم تمہاری دنیا تک پہنچ سکیں۔"

"کب پہنچیں گے؟"

"تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے . . . . کافی وقت لگے گا۔ کیونکہ ہم ایسے علاقے کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے۔ کیا تم پریشان ہو ٹینا؟"

"پہلے تھی اب نہیں ہوں۔"

"ہاں بالکل اطمینان رکھو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا سوائے اس کے کہ ابھی ہمیں ان جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹکنا ہے۔"

"ٹھیک ہے انکل ہم کر بھی کیا سکتے ہیں" ٹینا آہستہ سے بولی۔ اور میری گود میں لیٹ گئی دنیا کے اس بھیانک رنگ سے نجات حاصل کرکے مجھے یک گونہ سکون محسوس ہوا تھا پروفیسر اور میں تو لامتناہی تھا بھلا میں اس سفر کی زندگی سے کس طرح اکتا سکتا تھا مجھے تو سفر کرنا تھا۔ ایک طویل سفر جس کی منزل نامعلوم تھی اور اس کے لیے منزل کا تعین بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے وہ لوگ ہمارے تعاقب سے اکتا کر چلے گئے ہوں اور اپنی ہوسناک خواہش سے مایوس ہوگئے ہوں۔ ساری رات میں جاگتا رہا تھا۔ موسم صبح بھی درست نہیں تھا۔ آسمان پر کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں فضا میں سردی تھی۔ ٹینا نے اس موسم کو کافی پسند کیا میں نے خرگوش کی کھال محفوظ کرلی تھی اس کے علاوہ سیاہ ہرن کی کھال بھی میں ٹینا کے لباس کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا چنانچہ یہ کھال میں نے بڑی حفاظت سے اتاری اور ہاتھوں کی طاقت سے گوشت کے کئی ٹکڑے کرنے اس طرح فالتو وزن گھٹ گیا تھا۔ اور اس کے بعد طویل اور وحشت خیز علاقے کا سفر دوبارہ جاری ہوگیا۔

ڈھلان بہت دور تک چلی گئی تھی اور اس کے بعد سے پھر بلندیاں شروع ہوگئیں۔ آسمان کے آثار درست نہیں تھے یوں لگتا تھا جیسے بارش ہوگی۔ نہ جانے وہ گدھے یہاں تک آئے بھی تھے یا نہیں بلا وجہ انہوں نے اس علاقے کو اتنا خوفناک سمجھ لیا تھا لیکن بوڑھے نے تو بہت دور دور کی باتیں کی تھیں۔ مجھے تو ایسی علامات نہیں ملی تھیں جن کی وجہ سے اس علاقے کو افریقہ کے دوسرے علاقے سے بالکل الگ تھلگ سمجھ لیا جاتا۔ ہاں اس کی ہیئت عجیب تھی صرف تھوڑے تھوڑے فاصلے سے زمین ایک دم بدل جاتی تھی اور موسم بھی بدل جاتا تھا۔

سفر شروع کیے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بارش شروع ہوگئی اگر سردی نہ ہوتی تو یہ بارش اس وقت ایک نعمت تھی کیونکہ ہم کافی عرصہ سے نہیں نہائے تھے لیکن۔ . . . . یہاں کوئی پناہ تو تھی نہیں اس لیے بارش میں بھیگتے رہے اور ذرا سی دیر میں شرابور ہوگئے۔ بادل اتنے گہرے ہوتے جارہے تھے کہ اب اردگرد کا ماحول بھی نگاہوں سے روپوش ہونے لگا تھا اور پھر سب سے خوفناک بات یہ تھی کہ دوبارہ ڈھلان شروع ہوگئی تھی خوفناک ڈھلان اور یہ ڈھلان پھسلواں تھی اگر پوری طرح پاؤں جما کر نیچے نہ اترا جاتا تو کہیں بھی پاؤں پھسل سکتے تھے۔

"انکل۔" ٹینا کی آواز سنائی دی "انکل مجھے تاریکی اندھیرا کس طرح پھیلتا جارہا ہے۔"

"نہیں ٹینا نیچے اترنے کی جگہ نہیں ہے بیٹھی رہو اور موسم برداشت کرو۔" میں نے کہا اور وہ خاموش ہوگئی۔ بارش موسلادھار ہو رہی تھی بادل اس طرح گرج رہے تھے کہ کانوں کے پردے پھٹے جارہے تھے لیکن رکنا بے کار تھا۔ چلتے رہنے سے کم از کم یہ امید تو تھی کہ ممکن ہے کوئی پناہ گاہ مل جائے۔ بجلی کی چمک سے آگے کے ماحول کو دیکھتا ہوا میں نیچے اتر رہا ٹینا اب میرے شانے سے بالکل چمٹ گئی تھی اور میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔

دفعتاً بجلی چمکی اور میری آنکھوں کے سامنے ایک جنگل نمودار ہوا یہ جنگل بھی ڈھلوان پر تھا اور زیادہ دور نہیں تھا میں نے رفتار تیز کردی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں جنگل میں داخل ہوگئے۔

جنگل میں پہنچ کر قدرے سکون محسوس ہوا کیونکہ یہاں ہوا کے تھپیڑے اور بارش کا زور نہیں تھا جنگل کافی گھنا تھا اور بڑے بڑے درخت پھیلے ہوئے تھے۔ ایک بالکل محفوظ جگہ پر ٹینا کو میں نے بٹھا دیا۔ اس کے بالوں سے پانی کی دھاریں بہہ رہی تھیں اور دانت بج رہے تھے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں وہ سردی کا شکار نہ ہوجائے۔

"ٹینا تم اپنا لباس اتار دو۔" میں نے کہا اور وہ معصومیت سے تیار ہوگئی۔ اس نے اپنا لباس اتار دیا اور میں نے ہرن کی کھال جو بارش سے خود بخود دھل گئی تھی نہایت فنکارانہ انداز میں اس کے گرد لپیٹ دی۔ کھال کے سرے میں نے اس کے جسم سے باندھ دیئے تھے اس کے بعد

خرگوش کی کھال میں نے اس کے بالوں پر پہنا دی۔ اس ہیئت میں ٹینا عجیب و غریب ہوگئی تھی لیکن بہرحال اسے سکون محسوس ہوا اور وہ مسکرانے لگی
"واہ انکل اب تو میں ایسی بکری لگ رہی ہوں گی جس کا بدن سیاہ اور سر کے بال سفید ہوتے ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا اور اس کی ہنسی سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ لڑکی اب مصائب کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس نے عام چیزوں سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دیا تھا۔ مجھے اس کی حوصلہ مندی سے بڑی تقویت ہوئی لیکن اس کے باوجود میں نے اس وقت بارش میں آگے کا سفر مناسب نہیں سمجھا اور یہیں رکنا بہتر خیال کیا۔ گھنے درختوں کے نیچے بارش بے اثر ہوگئی تھی حالانکہ وہ مسلسل جاری تھی اور بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گرج سے اس کی تیزی کا اندازہ ہوتا تھا۔

ٹینا پھر پرسکون انداز میں میری گود میں سما گئی اسے میرے اوپر بے پناہ اعتماد ہوگیا تھا۔ اور اس کے قرب سے مجھے ایک ایسی مسرت کا احساس ہوتا تھا جس کے بارے میں میں خود بھی نہیں فیصلہ کر پاتا تھا کہ یہ کیسا جذبہ ہے۔ بارش جاری رہی۔ اب تو وقت کا اندازہ لگانا بھی مشکل تھا۔

جانے کیا وقت ہوا تھا جب میرے کانوں میں ہلکی سی . . . . کھڑکھڑاہٹ گونجی، میں ان آوازوں سے شناسا تھا۔ میں نے ٹینا کی طرف دیکھا وہ جاگ رہی تھی چنانچہ میں نے اسے آہستہ سے نیچے اتار دیا اور خود اپنا نیزہ اٹھا لیا میری نگاہیں اس آواز کو تلاش کر رہی تھیں اور پھر صرف چند گز کے فاصلے پر اتنا قریب کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا میں نے ایک بڑی نسل کے شیر کو دیکھا جس کی گردن کے بالوں کا گچھا بارش کے پانی سے شرابور ہو کر نیچے لٹک گیا تھا۔

شیر اتنا ہیبت ناک تھا کہ اسے دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ میں تیار ہوگیا۔ اس بارش میں شیر سے جنگ خاصی مشکل چیز تھی لیکن ٹینا کو بچانے کا معاملہ تھا۔ شیر بالکل نزدیک آگیا تھا اس کی چمکدار آنکھیں ہم دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ شیر جیسے خونخوار جانور کی خصلت میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھی لیکن شدید بارش اور اس ماحول میں میں نے صاف محسوس کیا کہ اس کے انداز میں وہ جارحیت نہیں ہے جو ہونی چاہیے تھی اس کی گردن تنی ہوئی نہیں بلکہ لٹکی ہوئی تھی۔ آنکھیں اس انداز میں جمی ہوئی تھیں جیسے منتظر ہو کہ اگر ہماری طرف سے کسی جارحیت کا شبہ ہو تو پھر وہ جواب کے لیے تیار ہو جائے۔

دوسرے لمحے میں نے سوچا کہ شاید بارش اور طوفان کی وجہ سے شیر کسی حملے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ صرف پناہ لینے کی غرض سے اس طرف آگیا ہے۔ شیر جیسے جانور کے ظرف کا اندازہ مجھے تھا۔ اس وقت اگر وہ شرارت نہیں کرنا چاہتا تو اس کو نہ چھیڑنا ہی بہتر ہوگا۔ یقینی طور پر وہ ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے نیزہ سیدھا کر لیا اور اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔ شیر ہم سے کچھ فاصلے پر درخت کے نیچے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اس انتظار میں کھڑا رہا کہ ممکن ہے ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کریں تو وہ ہمیں جواب دے لیکن جب اسے اطمینان ہوگیا کہ مقابل بھی جارحیت پر آمادہ نہیں ہے تو وہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ بیٹھ گیا

شیر کے بیٹھ جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں نے ٹینا کی جانب دیکھا وہ اس خطرے سے بے نیاز اطمینان سے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ تاہم ہوشیار رہنا بے حد ضروری تھا۔ بارش مسلسل جاری تھی۔ اور شیر اسی طرح درخت کے نیچے بیٹھا رہا۔ شیر نے اگلے پنجوں پر ٹھوڑی رکھ لی تھی اور خاموش بیٹھا رہا تھا پھر جب بارش تھمی تو شیر اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی سمت چلا گیا میں نے سکون کی گہری سانس لی تھی۔

اس کے بعد کا وقت اطمینان سے گزرا۔ بارش کا شور رک چکا تھا اور سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکل آیا تھا۔ ٹینا بھی جاگ گئی تھی اور اس لباس میں واقعی عجیب و غریب لگ رہی تھی اس نے اپنے آپ کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر ہنس پڑی اور مجھے ہنستی ہوئی یہ بچی بے حد بھلی لگ رہی تھی۔

"انکل! میں نے صحیح کہا تھا نا میں سفید سر والی بکری لگ رہی ہوں۔"

"نہیں بلکہ ہرن اور خرگوش کا امتزاج ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور ٹینا اس بات پر کافی دیر تک ہنستی رہی۔

"ٹینا تم کوئی تکلیف تو محسوس نہیں کر رہی ہو۔" چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

"کیسی تکلیف انکل؟"

"میرا مطلب ہے رات کی بارش کی بنا پر تمہیں کوئی ایسا نقصان تو نہیں پہنچا؛ جس کی وجہ سے تم کوئی تکلیف محسوس کر رہی ہو؟"

"نہیں انکل میں ٹھیک ہوں۔"

بہرحال اس کے بعد ہم نے اس جنگل کو عبور کیا اور پھر ایک ناہموار جگہ تک آ پہنچے۔ بلندیاں بتدریج تھیں۔ ٹینا انہیں آسانی سے عبور کر رہی تھی اور سورج سر پر آیا تو اچانک ہمارے راستے کا اختتام ہوگیا۔ لیکن اس کے بعد ہمیں جو کچھ نظر آیا وہ واقعی اوسان خطا کر دینے والا تھا۔

جس جگہ ہم کھڑے ہوئے تھے وہ ایک تاحد نگاہ پھیلی ہوئی دیوار کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ دیوار سیدھی اور سپاٹ تھی اور اس کی گہرائی —— گہرائیوں میں دیکھنا دل گردے کا کام تھا اتنی نیچی کہ آنکھ حد تک نہ پہنچ سکے نیچے کوئی شے چمک رہی تھی۔ شاید پانی ہوگا۔ بلاشبہ اس جگہ کو عجائبات دنیا میں شمار کرنا غلط نہ ہوگا۔

دیوار کے تقریباً چھ گز نیچے ایک چٹان ابھری ہوئی تھی اور اس چٹان سے ایک قدرتی پل . . . . . دوسری طرف کی دیوار تک گیا تھا لیکن یہ پل گول اور تقریباً تین فٹ کی گولائی میں ترشی ہوئی چٹان کا پل تھا اس کا دوسرا سرا تقریباً سو گز دور اسی انداز کی ایک دوسری دیوار سے ملا ہوا تھا لیکن اس پل کو عبور کرنے کا تصور دیوانگی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

اس گول چٹان پر بارش اور نیچے کی نمی کی بنا پر کائی جمی ہوئی تھی اس کائی سے گزرنا موت کے علاوہ کچھ نہیں تھا میں تعجب سے اس عجیب و غریب پل کو دیکھ رہا تھا۔

مہذب وحشی انسانوں نے درست کہا تھا۔ اس وادی کا سلسلہ دوسری طرف سے منقطع تھا۔ یقیناً اگر اس دیوار کے دوسری طرف وحشیوں کی بستیاں ملیں گی تو بھی وہ اس طرف آنے کی جرأت نہ کر پاتے ہوں گے گویا وحشی یہاں تک آ چکے ہیں۔ ٹینا نے بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں مسکرا دیا۔

"کیا تم اس پل کو عبور کر سکتی ہو؟"

"کر تو سکتی ہوں انکل! لیکن آپ مجھے سہارا دے کر نیچے اتار دیں۔" ٹینا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور میں نے جلدی سے اپنی اس بہادر ساتھی کو پکڑ لیا۔ میں اس بے نیازانہ اقدام پر اسے بے اختیار چوم رہا تھا۔ معصومیت بھی کیا چیز ہوتی ہے میں نے سوچا۔

"گویا اس پل کو عبور کرنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بس ہم نیچے نہ گر پڑیں۔" ٹینا بولی۔

"تب ایسا کرتے ہیں ٹینا کہ میں تمہیں اپنی پشت سے باندھ لوں اور اس کے بعد ہم یہ پل عبور کریں۔"

"ایسا کر لیں انکل!" ٹینا نے جواب دیا۔

وہ چادر جس میں میں نے گوشت باندھا ہوا تھا اس کام کے لیے موزوں تھی۔ ناریل اور گوشت کی مقدار اب بھی ہمارے پاس کافی تھی لیکن میں نے انہیں کھول کر ایک طرف پھینک دیا اور پھر ٹینا کو میں نے اپنی پشت سے چپک جانے کو کہا۔ اس نے دونوں ہاتھ میری گردن میں حمائل کیے اور میری پشت سے چمٹ گئی۔ تب میں نے وہ چادر اپنے اور اس کے بدن کے گرد لپیٹنا شروع کر دی اور اچھی طرح کس کر اسے باندھ دیا۔

ٹینا کے بارے میں مضبوطی کا اندازہ کرنے کے بعد میں نے آخری بار قرب و جوار کی جانب دیکھا پھر اس پل کا جائزہ لیا اور اس کے بعد چھ گز نیچے چٹان پر کود پڑا۔ میرے بدن کو جھٹکا لگا تھا لیکن میں بہرصورت سنبھل گیا۔ میں نے پل کا نزدیک سے جائزہ لیا بڑا ہی خطرناک کام تھا لیکن میں نے یہ تجزیہ کر لیا کہ مجھے کس طرح اپنے اس سفر کا آغاز کرنا ہے۔

اور پھر میں نے دونوں ہاتھ پل پر رکھے اور دونوں پیر نیچے لگا دیے۔ ہاتھوں کو میں نے مضبوطی سے پل کی گولائیوں پر جما دیا اور پھر ہاتھوں کی مدد سے تھوڑا سا آگے کو سرکا۔

ایسی شدید پھسلن تھی کہ ہتھیلیاں اس پر ٹک نہیں پا رہی تھیں لیکن بہرحال آہستہ آہستہ صرف چند انچ آگے بڑھا۔ میرا پورا بدن ہچکولے کھا رہا تھا اور اگر میں خود کو سنبھالنے کی کوشش نہ کرتا تو پل پر سے نیچے نامعلوم گہرائیوں میں گرنا ناممکن نہ ہوتا۔

کافی شدید مشقت کے بعد میں نے پل کا تھوڑا سا حصہ پار کیا مجھے اپنی اس بہادر ساتھی پر حیرت تھی جو خاموشی سے میری پشت سے چمٹی ہوئی نیچے گہرائیوں میں جھانک رہی تھی راستے میں اس نے آہستہ سے کہا

"انکل نیچے پانی معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کا ہلکا ہلکا شور سن رہے ہیں؟"

"شاید!" میں نے بمشکل تمام مسکراہٹ روک کر کہا۔ "ٹینا تم خوفزدہ تو نہیں ہو؟" میں نے اس کی بے پروائی محسوس کر کے کہا۔

"نہیں انکل بالکل نہیں۔" اور میں خوش ہوگیا ٹینا واقعی بہت بہادر تھی۔ بہرصورت میں اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے ذریعے پھسلتا رہا۔ میں نے چاروں طرف کے تصورات ختم کر دیے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ پل پر سے چند انچ اور آگے کیسے بڑھا جا سکتا ہے۔ پورے بدن کو اوپر جمانا انتہائی مشکل ہوگیا تھا۔

میں دعوے سے کہتا ہوں پروفیسر کہ اپنی زندگی میں بیشمار مصائب بیشمار خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اس وقت میں جس خطرناک پل سے گزر رہا تھا وہ میری زندگی کا سب سے خوفناک سفر تھا اس خوفناک سفر کو طے کرتے ہوئے مجھ جیسے انسان کا بدن بھی کئی بار لرز اٹھا تھا پھر جب میں پل کے دوسرے کنارے کی جانب پہنچا اور دیوار میرے بدن سے ٹکرائی تو مجھے یقین آیا کہ میں اس خوفناک سفر کو طے کر چکا ہوں۔ بہرحال یہ حقیقت تھی کہ میں اس خوفناک صورتحال سے نمٹ چکا تھا۔

اس طرف کی دیوار پچھلی طرف کی دیوار کی مانند بلند نہیں تھی بلکہ پل ناہموار تھا اور دیوار میں جا لگا تھا۔

چند ساعت کے بعد میں کچھ آگے کھسک کر لمبا لیٹ گیا تھکن تو نہیں ہوئی تھی لیکن اس خوفناک سفر کا جو اثر میرے اعصاب پر ہوا تھا میں اسے آج بھی محسوس کرتا ہوں لیکن میری دوست ٹینا مزے سے میری پشت سے لپٹی ہوئی تھی پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"انکل کیسا ہی مزے دار سفر تھا۔"

"ہاں۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اب مجھے کھول دیجیے نا میں گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔" جب میں چھپکلی کی طرح رینگتا ہوا کئی فٹ آگے بڑھا۔ میں کسی خطرے کو مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ ٹینا یوں بھی ایک معصوم بچی تھی اور اس بات کو ذہن میں رکھنا ہی تھا۔

تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے اسے کھول دیا اور پھر چند ساعت آرام کرنے کے بعد کھڑا ہوگیا۔ میرے سامنے ہی ایک سرسبز و شاداب وادی پھیلی ہوئی تھی اور وادی کے اختتام پر مجھے عجیب ساخت کی جھونپڑیاں نظر آئیں گویا میں افریقہ کے تاریک علاقوں میں رہنے والے وحشیوں کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔

ساحل

کے وحشی دس سال سے مصائب کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن اس پل کو عبور کرنے کی جرأت نہ کر پاتے تھے حالانکہ اس وحشت خیز ماحول میں وہ جس قدر بے جگر ہو چکے تھے اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ لیکن یہ خوفناک پل واقعی عبور کرنے کے تصور سے بھی بہت دور تھا۔ لیکن اس کے دوسری جانب بکھری یہ حسین وادی اتنی جاذبِ نگاہ تھی کہ یہاں تک پہنچنے کے سارے مصائب ذہن سے محو ہو جاتے تھے۔

ٹینا اور میں اس حسین ماحول کو دیکھتے رہے۔ اور پھر ٹینا نے پُرمسرت آواز میں کہا۔ "آہ انکل! کتنی خوبصورت جگہ ہے۔"

"ہاں۔ افریقہ کا حسین ترین علاقہ۔ لیکن نہ جانے اس کے اندر کیا کیا ہو۔"

"آئیے آگے بڑھیں انکل۔" ٹینا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ میں خوش تھا۔ سلانوس نے جس دنیا میں مجھے لے جا کر چھوڑا تھا اس نے تو بہت مختصر سے عرصہ میں میرے ذہن میں بیزاری پیدا کر دی تھی۔ اگر میں کبھی پُرسکون دنیا میں نہ آ جاتا تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری ذہنی کیفیت کیا ہوتی۔ یہاں مصائب تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ سکون تھا اور وہ ہنگامے نہیں تھے جہاں رہنے والے کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ ایک طرح سے مجھے ماضی کا سکون مل گیا تھا۔

تہذیب نے جتنی ترقی کی، الجھتی چلی گئی۔ انسان خود اپنے جال میں پھنس کر عقل کھو بیٹھا اور بے عقلی نے اسے دوسرے انسان سے متنفر اور سازشی بنا دیا۔ یہاں اس ماحول میں سازشیں نہیں تھیں۔ ہاں آگے کی بات میں نہیں کر سکتا تھا۔ آگے نہ جانے کیا ہو۔

اور ہم آگے بڑھتے رہے۔ وادی کے ایک سرے پر ایک چمکدار ندی بہتی نظر آ رہی تھی۔ فاصلہ کافی تھا ویسے یہاں شدید سردی کا احساس بھی نہیں تھا بس معتدل موسم تھا جس میں کسی بے سکونی کی کیفیت نہیں تھی۔

ندی دیکھ کر ہم دونوں خوش ہو گئے اور ٹینا بے اختیار چیخ اٹھی۔ "انکل وہ پانی موجود ہے۔"

پانی کے بغیر اب تک جس طرح گذارا کیا تھا ٹینا ہی جانتی ہو گی میں تو ان چیزوں سے مبرّا تھا۔ بہرحال ٹینا کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے میں نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ اور ہم دونوں برق رفتاری سے ندی کی جانب دوڑنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد ندی کے قریب پہنچ گئے۔ ندی گہری نہیں تھی۔ شفاف پانی کے نیچے اس کی تہہ صاف نظر آ رہی تھی۔

ٹینا کنارے پر بیٹھ گئی اور چلّو بھر بھر کر پانی پینے لگی۔ میں دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "انکل کیا آپ پیاسے نہیں ہیں؟"

"ہوں ٹینا۔" میں نے کہا۔

"تو پانی پئیں۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے زندگی میں پہلی بار پانی پی رہی ہوں۔ یا پھر یہ پانی ہی شیریں ہے۔"

"شاید۔" میں نے مختصر کہا۔ اور پھر صرف اس کے اطمینان کے لئے خود بھی تھوڑا سا پانی پیا۔

"انکل۔ کیوں نہ ہم اس ندی میں نہائیں؟"

"دل چاہ رہا ہے ٹینا؟"

"بے حد۔" ٹینا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے نہا لو۔ میں یہاں بیٹھا ہوں۔"

"نہیں انکل آپ بھی تو نہائیں۔ میں اکیلی نہیں نہاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں نے الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔ لیکن پھر خود ہی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ معصوم لڑکی ابھی بہت سی باتوں سے بے نیاز تھی۔

"ٹھیک ہے تم نہاؤ۔ میں بھی نہا لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور اس نے بے تکان اپنا لباس اتار دیا۔ پورا لباس اتارنے کے بعد اس نے مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پانی میں اتر گئی۔ میری نگاہیں خود بخود جھک گئی تھیں۔ میں اس کی پاکیزہ معصومیت کا احترام کرنا چاہتا تھا۔ پھر میں نے اس کی جانب نہیں دیکھا۔ اس کے اصرار پر میں بھی لباس سمیت پانی میں اتر گیا جس کا اس نے خوب مذاق اڑایا۔ لیکن میں مطمئن تھا۔

ٹینا کسی سنہری مچھلی کی مانند ندی کے شفاف پانی میں مچلتی پھر رہی تھی۔ وہ بے حد خوش تھی اور خوشی کا اظہار اس کے چہرے سے ہوتا تھا اس کے حسین بال کھل گئے تھے اور پانی میں لہرا رہے تھے۔ اتنا خوبصورت منظر تھا کہ اگر وہ بے لباس نہ ہوتی تو یقیناً میں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہوتا۔ اس کی خوشی سے نکلتی ہوئی کلکاریاں میرے کانوں کو بھلی لگ رہی تھیں۔ میں بھی ندی کے پانی میں اپنے بدن پر پڑنے والی گرد کو صاف کر رہا تھا۔ اور ہمیں اس طرح کافی دیر گذر گئی۔

اس دوران کنارے کی طرف ایک دفعہ بھی ذہن نہیں گیا تھا۔ کوئی احساس ہی نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس کی ضرورت پیش آئی تھی۔ لیکن یونہی بے مقصد میں نے پانی میں نگاہیں ڈالیں تو اچانک مجھے احساس ہوا کہ کچھ سائے پانی کی لہروں پر رقصاں ہیں۔ میں بے اختیار چونک پڑا تھا تب میں نے کنارے کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔

بے شمار افراد تھے جن کے جسم قوت و توانائی سے بھرپور سیاہ اور چمکدار تھے اور ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے دبے ہوئے تھے سیاہ چہروں پر سفید آنکھیں بڑی خونخوار لگ رہی تھیں۔ جسم پر برائے نام لباس تھا اور ان کی تعداد بے پناہ تھی۔

ندی کے کنارے پر وہ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے بے اختیار پلٹ کر ندی کے دوسرے کنارے کی جانب دیکھا۔ اور پھر مجھے سنسنی آ گئی۔

یہ کنارہ بھی انہی سیاہ فاموں سے اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ گویا انہوں نے ہمیں دونوں طرف سے گھیر لیا تھا۔

ٹینا کی نگاہ ابھی ان پر نہیں پڑی تھی۔ وہ اب ندی کی شفاف تہہ میں خوبصورت پتھر تلاش کر رہی تھی۔ کئی پتھر اس کی مٹھی میں دبے ہوئے تھے۔ پانی اتنا پُرسکون اور آہستہ آہستہ بہنے والا تھا کہ بدن کو کوئی قوت نہیں صرف کرنا پڑتی تھی جس کی بنا پر ٹینا کا دل شاید ندی سے نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

لیکن اب صورتحال بدل گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میرا ذہن ماؤف سا ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ ٹینا بے لباس ہے اور اس کا لباس کنارے پر رکھا ہوا ہے۔ اس لباس کو کس طرح حاصل کیا جائے۔ اس کے علاوہ ظاہر ہے یہ لوگ کسی نیک مقصد کے تحت تو یہاں نہ آئے ہوں گے۔ البتہ جس انداز میں وہ بے آواز کھڑے ہوئے تھے وہ ذرا تعجب خیز تھا۔ لیکن اب جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ بعد کے اقدام کے لئے کوئی نہ کوئی فیصلہ ضرور کرنا تھا۔ چنانچہ پہلے فیصلے کے تحت میں نے ٹینا کو آواز دی۔ اور ٹینا مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے انکل؟"

"کنارے کی جانب دیکھو۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور ٹینا نے کنارے کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کے ہونٹوں کی ہنسی کافور ہو گئی اور چہرے پر کسی قدر دہشت کے آثار نظر آنے لگے۔

"آہ انکل، یہ کالے کالے لوگ۔ کیا — کیا یہ بھوت ہیں؟" اس نے خوفزدہ انداز میں سوال کیا اور جلدی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"نہیں انسان ہی ہیں۔ لیکن افریقہ کے اس علاقے کے باشندے اور ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔"

"ہاں یہ تو میں جانتی ہوں۔ یہ بالکل ویسے ہی ہیں جیسے — جیسے ہم نے اپنے وطن میں دیکھے تھے۔"

"لیکن یہ انوکھے ہیں ٹینا۔"

"ہاں انکل بڑے خوفناک لگ رہے ہیں۔ لیکن یہ یہاں کیوں کھڑے ہیں انکل۔"

"ٹینا ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ بچپن اور معصومیت کو چھوڑ دو یہاں رکو پہلے میں تمہارا لباس لے کر آتا ہوں۔"

"ارے ہاں انکل میرے کپڑے — میرے کپڑے۔" ٹینا نے دہشت زدہ لہجے میں کہا اور میں اس کے شانے تھپک کر آگے بڑھ گیا۔

جوں جوں میں کنارے کے نزدیک پہنچتا جا رہا تھا۔ وہ لوگ ایک قدم پیچھے ہٹتے جا رہے تھے۔ لباس کنارے کے نزدیک ہی رکھا ہوا تھا۔ وہ لباس میں نے اٹھایا اور پلٹ پڑا۔ ان لوگوں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ تب میں ٹینا کے قریب پہنچ گیا۔

"لیکن — لیکن انکل میں یہاں پانی میں کپڑے کیسے پہنوں؟"

"جس طرح بھی ممکن ہو سکے ٹینا۔ یہ لوگ کسی نیک ارادے سے نہیں آئے۔" میں نے کہا۔

"کک — کیا مطلب انکل؟" ٹینا ہکلائی۔

"تم لباس پہنو ٹینا۔ اس کے بعد جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور ٹینا نے بمشکل تمام پانی کے اندر ہی لباس کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ تب میں اس کا بازو پکڑ کر دوبارہ کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ لوگ بالکل ساکت و جامد کھڑے تھے۔ ان کی نگاہیں ہم دونوں پر جمی ہوئی تھیں لیکن انداز بڑا عجیب تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی وحشیانہ کارروائی نہ کرنا چاہتے ہوں۔ لیکن کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا، ورنہ ان کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہو سکتا تھا۔

میں کنارے پر پہنچ گیا اور ٹینا کو میں نے اپنی پشت پر کر لیا۔ تب میں نے ان کو مخاطب کیا۔ اور پروفیسر! کسی بھی قوم کی زبان بولنے میں مجھے کبھی کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ سو میں نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا اور کہا کہ میرے نزدیک آ کر مجھ سے گفتگو کرے۔ تب میں نے ان میں ایک ہلکی سی جھنجھناہٹ محسوس کی۔ غالباً وہ لوگ اس بات پر حیرت زدہ تھے کہ ان جیسے رنگوں کا مالک نہ ہونے کے باوجود میں ان کی زبان بول رہا تھا۔ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی جو کسی قدر چھوٹے قد کا لیکن چوڑے بدن کا مالک تھا۔ آگے بڑھ آیا۔ وہ اپنا نیزہ ہلا رہا تھا۔ میرے نزدیک پہنچ کر اس نے نیزہ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑا، سینے پر رکھا اور ہلکی سی گردن جھکائی اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ گویا ان لوگوں کا انداز جارحانہ نہیں تھا بلکہ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے سو میں نے اس سے پوچھا "وہ کون ہے؟"

چند لمحات وہ میری جانب دیکھتا رہا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔

"ناقابل عبور راستوں سے آنے والے! سردار تکانہ نے اپنی عقل سے تجھے وہ ناقابلِ عبور پل طے کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا جس پر سے گذرنے کا تصور صرف دیوی اور دیوتا کر سکتے ہیں اور ہم تجھے دیوتا ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ بے شک تیرا بدن سونے کا ہے اور تیرا انداز عام لوگوں سے مختلف ہے۔ ان تمام عام لوگوں سے جو سنہری دھات اور چمکیلے پتھر تلاش کرنے آتے ہیں اور یہاں آ کر موت کا شکار بن جاتے ہیں سو کہا تکانہ نے کہا جاؤ اور لے کر آؤ اس سونے کے بدن والے انسان کو، لیکن اس کی عزت و احترام میں فرق نہ ہو۔ ہاں ہم تجھے لینے آتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں تیرا تعاون۔ ہمارے اور تیرے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے اور نہ ہی ہم بددل ہیں تیرے یہاں آنے سے۔ بلکہ ہم جانتے ہیں کہ ممکن ہے تو ہمارے لئے برکتیں لایا ہو۔ سو چل ہمارے ساتھ۔ لیکن ہم سے تعرض نہ کرنا۔ کیونکہ ہم تیرے دشمن نہیں ہیں۔"

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پروفیسر! یہ سارے واقعات میرے لئے اجنبی تو نہیں تھے۔ میں تو ان لوگوں کے درمیان ہنستا کھیلتا جاتا اور تفر یحاً ان کی زندگی کے ہر پہلو کو معلوم کرتا لیکن ٹینا میرے ساتھ تھی اور بعض اوقات تو مجھے بڑی دہشت ہوتی تھی ان سارے واقعات و حالات سے۔ کیونکہ یہ دنیا بڑی خراب ہے پروفیسر! اور میں کسی بھی طور ایسے جھگڑوں میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ میں تو اپنے طور پر زندگی کو گذارنے کا خواہشمند تھا۔ لیکن کوئی نہ کوئی الجھن، کوئی نہ کوئی مصیبت مجھے گرفتار کر لیتی تھی۔ اور اب میں ٹینا کا شکار تھا۔ اس لڑکی کی حفاظت کا احساس میرے ذہن میں اب اس قدر آگے بڑھ گیا تھا کہ میں اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں کوئی فیصلہ کیا اور گردن ہلا دی، تب میں نے اس شخص کو جواب دیا۔

"ہاں میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں؟"

اس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو میرے بارے میں اطلاع دی۔ اور وہ سب میرے گرد جمع ہونے لگے، جو ندی کے دوسرے کنارے پر تھے وہ بھی پانی سے گذر کر اس کنارے پر پہنچنے لگے جہاں ہم لوگ موجود تھے۔ پس ہم ان کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور آگے بڑھنے والا راستہ بلاشبہ دلکش ترین راستہ تھا۔ ایک پگڈنڈی تھی جو نجانے کس جانب جاتی تھی۔ ہم اس پر آگے بڑھتے رہے۔

سیاہ فاموں کی ٹولیاں ہمارے اردگرد بکھری ہوئی تھیں۔ وہ ہر طرف سے سفر کر رہے تھے اور بالآخر ہم اس بڑے پہاڑی ٹیلے تک پہنچ گئے جس کے عقب میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا ہے لیکن جب میں نے اس سے گذر کر دیکھا تو مجھے وحشیوں کی ایک عظیم الشان بستی نظر آئی جو تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔

چھوٹے چھوٹے گھاس کے بنے ہوئے جھونپڑے جن میں دیواروں میں پتھر بھی چنے ہوئے تھے، دُور دُور تک بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان حسین سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے۔ کھیتی باڑی وغیرہ کا شاید یہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ نجانے وقت گذارنے کے لئے یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ اس وقت میرے سامنے تحقیقات کا مسئلہ نہیں تھا۔ بلکہ پہلے تو میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کا سلوک ہمارے ساتھ کیسا رہتا ہے۔

ایک بڑے سے جھونپڑے میں ہم دونوں کو پہنچا دیا گیا اور اسی شخص نے جس نے پہلی بار مجھ سے گفتگو کی تھی جھک کر مجھ سے درخواست کی کہ میں یہاں آرام کروں اور جس طرح سے اب تک تعاون کرتا چلا آیا ہوں اس تعاون کو جاری رکھوں۔ وہ سردار تکانہ کو اطلاع دینے جا رہا ہے۔ میں نے گردن ہلا کر اسے یقین دلایا کہ میں اس وقت تک کوئی حرکت نہیں کروں گا جب تک کہ وہ خود کچھ نہ کرنے کی کوشش کریں۔ ٹینا البتہ ان لوگوں کے ساتھ آتے ہوئے خوفزدہ تھی اور جھونپڑے میں پہنچ کر بھی اس کے چہرے پر دہشت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تب میں نے مسکرا کر ٹینا کی جانب دیکھا۔

"کیا بات ہے ٹینا، کیا تم خوف محسوس کر رہی ہو؟"

"انکل یہ لوگ تو بڑے ہی وحشی معلوم ہوتے ہیں، ہمارے ہاں جو لوگ ہیں ان کے رنگ ان جیسے ضرور ہیں لیکن حلیہ ان جیسا نہیں ہے، یہ لوگ کون ہیں اور ہمیں یہاں کیوں لائے ہیں؟"

"ان کا مقصد کچھ بھی ہو ٹینا، تمہیں ان سے خوف نہیں کھانا چاہئے یہ لوگ میری موجودگی میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے" میں نے اسے دلاسہ دیا۔

"نہیں انکل میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں تو کافی بہادر ہوں لیکن یہ لوگ اُدھر کھے ہیں اس وجہ سے مجھے تشویش ہے" ٹینا نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

سیاہ نسل کے ان لوگوں کے بارے میں ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکا تھا کہ انہوں نے ہمیں گرفتار کیوں کیا ہے۔ ویسے ان کا رویہ کسی طور تکلیف دہ نہیں تھا لیکن میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر ٹینا کو بچانے کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔

ٹینا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ کافی دیر خاموشی سے گذر گئی۔ تو میں نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا سوچنے لگیں ٹینا؟"

"کوئی خاص بات نہیں انکل بس میں سوچ رہی ہوں کہ اب ہم کیا کریں گے۔؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میری سمجھ میں تو کوئی بات ہی نہیں آ رہی۔ میں آپ کے ساتھ خوش ہوں، آپ اتنے اچھے ہیں کہ ــــ میں سوچتی ہوں آپ اتنے اچھے کیوں ہیں بس مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ اس کے بجائے اگر ہم کسی شہر میں ہوتے تو بہت مزہ آتا"

"ہم یہاں سے شہر جانے کی کوشش کریں گے ٹینا۔ تمہیں فکرمند نہیں ہونا چاہئے" میں نے کہا اور اسی وقت چند حبشی ہماری رہائش گاہ میں آ گئے۔ لیکن ان کے ہاتھوں میں ہمارے لئے کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر میں ان لوگوں کے بارے میں اندازہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

یہ ساری چیزیں میرے لئے اجنبی نہیں تھیں۔ بارہا میں ایسے ہی حالات سے گذر چکا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان وحشیوں کا طرزِ زندگی کیا ہے۔ لیکن اب تک کے رویے سے اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ ضرورت سے زیادہ وحشی نہیں ہیں۔ اور شرافت کے نام سے آشنا ضرور ہیں۔

سورج جھکے چند وحشی میرے پاس آ گئے۔ اور چونکہ انہیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ میں ان کی زبان بول سکتا ہوں، چنانچہ ان میں سے ایک نے تکانہ کا پیغام مجھے دیا۔

"سردار تکانہ تم سے ملاقات کا خواہشمند ہے اور اس نے تمہیں طلب کیا ہے"

"لڑکی بھی میرے ساتھ جائے گی؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے اس بارے میں ہمیں کوئی ہدایت نہیں دی۔ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے" اس نے جواب دیا۔

بہرحال میں نے ٹینا کو ساتھ لے لیا اور جھونپڑوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے ہم سردار کے جھونپڑے کے سامنے پہنچ گئے جس کے سامنے ایک وسیع و عریض احاطہ موجود تھا۔ اس احاطے میں ایک پتھر پر ایک قوی ہیکل سیاہ فام موجود تھا جو بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو چکا تھا لیکن جس کی بدنما آنکھوں سے تجربہ جھانکتا تھا۔

اس نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھا اور پھر گردن ہلائی۔

"تم اس ناقابلِ عبور راستے سے آئے ہو جو موت کا راستہ ہے اور جسے عبور کرنے کی ہر کوشش موت ثابت ہوتی ہے لیکن تمہارا بدن سنہرا ہے اور تمہارے نقوش اجنبی۔ سو کیا تم انسان سے بڑھ کر کچھ ہو۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو ہمیں آگاہ کرو تاکہ ہم تمہارا احترام تمہارے شایانِ شان کریں" سردار نے کہا۔

"اپنے بارے میں بتانے سے پہلے میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"حالانکہ یہ مناسب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ تم مختلف ہو، اس لئے میں تیار ہوں"

"تمہارا نام تکانہ ہے؟"

"ہاں۔ تمہیں دوسروں نے بتا دیا ہوگا"

"اپنی بستی میں آ جانے والے اجنبیوں کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو؟"

"ہم انہیں قبول نہیں کرتے، اوّل تو اس راستے سے، اس سے قبل کوئی نہیں آیا۔ ہاں دوسرے راستوں سے لوگ کبھی کبھی آ جاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو پہاڑوں کی سنہری دھات یا چمکدار پتھروں کے پجاری ہوتے ہیں۔ ان کے حصول کے لئے وہ زندگی کی پرواہ نہیں کرتے لیکن وہ لوگ گندے خیالات کے مالک ہوتے ہیں۔ بہت پہلے ہمیں ان کی آمد پر اعتراض نہیں تھا ہم ان سے تعاون کرتے تھے لیکن پھر ان کی چند باتوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی۔ وہ ہم میں شامل ہو جاتے ہماری لڑکیوں کو بہکاتے اور پھر انہیں چھوڑ کر چلے جاتے مقصد صرف سنہری دھات اور چمکدار پتھروں کا حصول ہوتا۔ ہمارے بہت سے لوگ ان کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔ تب ہریکا نے ان کے داخلے کی ممانعت کر دی اس نے کہا کہ سنہری دھات کے لئے آنے والوں کو ہلاک کر دیا جائے۔ تب سے ہم اسی اصول پر کاربند ہیں، سو یہی سوال ہم تم سے کریں گے"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا

"کیا تم بھی سنہری دھات کی تلاش میں آئے ہو؟"

"نہیں"

"کیا تم سچ بول رہے ہو؟"

"ہاں"

"اگر یہ بات ہے تو صبح کی عبادت کے وقت تمہیں ہریکا کے بت کے سامنے اقرار کرنا ہوگا۔ لیکن سنو ہریکا کے بت کے سامنے جھوٹ سچ نمایاں ہو جاتا ہے۔ اگر تم نے جھوٹ بولا تو جل کر سیاہ ہو جاؤ گے لیکن اگر تمہاری بات سچ نکلی تو ہم تمہیں احترام دیں گے۔ ہاں اس کے سوا کوئی بات ہو تو تم ہمیں بتا دو تاکہ ہم مطمئن ہو جائیں"

"اگر میں سچا نکلا تو کیا تم میری مدد کرو گے؟"

"کیا مدد چاہتے ہو؟"

"دوسرے راستے سے مجھے مہذب دنیا تک پہنچا دینا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نہ تو سنہری دھات کا کوئی ٹکڑا اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور نہ ہی تمہاری کسی عورت کو کوئی نقصان پہنچاؤں گا" میں نے کہا اور سردار نے مہربان انداز میں گردن ہلا دی۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم سچے نکلے تو میں تمہاری پوری مدد کروں گا"

"شکریہ سردار" میں نے ممنونیت سے کہا۔ اور سچی بات بھی یہی تھی پروفیسر! میں تو ان لوگوں ہی میں رک جاتا لیکن ٹینا کا کیا کرتا، یہ لڑکی خواہ مخواہ ہی گلے پڑ گئی تھی اور اس کی وجہ سے بہت سی مشکلات میرے سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں۔

"اُس وقت تک تمہیں کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جس جگہ تمہیں ٹھہرایا گیا ہے وہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"قطعی نہیں"

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔ کسی بھی ضرورت کو بیان کر سکتے ہو" سردار نے کہا۔

"میں تم سے مزید کچھ معلومات کرنا چاہتا ہوں سردار"

"پوچھو؟"

"خود تمہارا طرزِ زندگی کیا ہے۔ تمہارے قبیلے کا کوئی نام ہے؟ یہاں ان اطراف میں دوسرے قبائل بھی آباد ہوں گے"

"ہم سب ہریکا کہلاتے ہیں اور یہی ہمارے قبیلے کا نام ہے۔ دیوی ہریکا ہماری نگران و محافظ ہے۔ اس کا جادو سب سے عظیم ہے ہاں وہ لوگ جو اپنا جادو آزمانے میں ہریکا کے مجرم ہوتے ہیں۔ ایسے مجرموں کو دیوی چھوٹ دیتی ہے اور انہیں ہزار راتیں دی جاتی ہیں۔ ان ہزار راتوں میں وہ اپنے جادو کی گندگی کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے خاتمے کے بعد انہیں پتھر بنا دیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ ہمیشہ پتھر کے بنے رہتے ہیں دیکھ سکتے ہیں، سوچ سکتے ہیں، بھوک پیاس بھی لگتی ہے انہیں، لیکن نہ وہ مر سکتے ہیں نہ جنبش کر سکتے ہیں۔ اس لئے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنا جادو دیوی کے جادو پر حاوی کرتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی ایسا سرپھرا

نکل آتا ہے اور وہ لبستیوں کے لیے مصیبت بن جاتا ہے جیسے ترشال۔ سردار کے چہرے پر فکرمندی کے آثار نظر آنے لگے۔ میں بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

”ترشال کون ہے؟“ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ یہ قصے تو میری روح کی غذا تھے اور جتنا لطف مجھے ان داستانوں میں آتا تھا اور کہیں نہیں آتا تھا۔

”یہ قبیلہ صدیوں سے آباد ہے۔ ہم بُرے لوگ نہیں ہیں ہمیشہ امن پسند رہے ہیں اور دوسرے قبائل کی طرح جنگ و جدل ہمارا وطیرہ نہیں رہا۔ دیوی ہریکا ہماری مدد کرتی ہے اور ہماری طرف بُری نگاہ ڈالنے والے خود فنا ہو جاتے ہیں۔ لیکن قسقہ کی چھوٹ ہم میں سے بدنصیب نسلوں کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی رہی ہے۔“

”قسقہ کی چھوٹ؟“ میں نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

”ہاں میں اس بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں یعنی وہ سرپھرا انسان جو ہزار راتوں کا جادو مانگ لے۔ اور پھر ساری زندگی پتھر بن کر گذارے لیکن ان ہزار راتوں میں وہ آزاد ہوتا ہے۔ ایسا کوئی شخص جس دور میں بھی ہمارو سردوں کے لئے پریشانی کا باعث بنا رہا۔ اور بدقسمتی سے میرا دور بھی قسقہ کا دور ہے اور اس دور میں ترشال موجود ہے؟“

”وہ جس نے ہزار راتیں مانگ لی ہیں؟“

”ہاں“

”خوب ـــ ترشال کہاں رہتا ہے اور تم لوگوں کے ساتھ اس کا کیا رویہ ہے؟“

”وہ شیطان ہے اور ہم اس کے سامنے بےبس اور مجبور ہیں۔ قبیلے کی ہر عورت اس کی بیوی ہے وہ جسے چاہے اپنے پاس بلا لے۔ ہم سب اس کے غلام بن کر زندہ رہتے ہیں وہ جس سے نفرت کرے اس کا جینا حرام کر دے چنانچہ اس کی خوشنودی کے لئے ہمیں وہ کرنا ہوتا ہے جو ہم میں سے کسی کا دل نہیں چاہتا۔ ہر سات دن کے بعد وہ کسی ایک انسان کا خون پیتا ہے۔ اور اس کے لیے یہ قربانی بھی ہمیں میں سے کسی کو دینا ہوتی ہے۔“ سردار کی آواز میں غم کے آثار تھے۔

”تم اسے ہلاک نہیں کر سکتے؟“

”نہیں۔ اس کے جادو کے سامنے ہماری ایک نہیں چلتی۔“

”یعنی اگر تم اسے ہلاک کرنا چاہو تو کوشش کر سکتے ہو، دیوی کی طرف سے اس کی ممانعت نہیں؟“

”نہیں، وہ شیطان ہوتا ہے۔ شیطان کو ہلاک کرنے کی ممانعت کس طرح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس پر قابو کون پائے؟“ سردار نے اداسی سے کہا

”کیا ماضی میں کبھی کسی نے ایسے شخص کو ہلاک کیا ہے؟“

”وہ جن پر ظلم ہوتا ہے ایسی کوششیں کرتے ہیں لیکن ناکام رہتے ہیں“ سردار نے جواب دیا۔

”وہ کہاں رہتا ہے، کیا تمہارے درمیان؟“

”نہیں وہ ننگارا کی سیاہ پہاڑیوں کے ایک غار میں رہتا ہے۔ جب اس کا دل چاہتا ہے، آتا ہے اور ہم سب اس کے سامنے بےبس ہوتے ہیں“ سردار نے بتایا۔

”تم نے صبح کی عبادت کے بارے میں کہا تھا؟“

”ہاں۔ ہم نکلتے سورج کی عبادت کرتے ہیں۔ کل تم بھی صبح کو اس عبادت میں شریک ہو گے؟“

”صبح کس وقت؟“

”سورج نکلنے سے قبل“

”کیا ترشال بھی اس عبادت میں شریک ہوتا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”شیطان کو عبادت سے کیا کام۔ وہ تو ہر رسم سے بےنیاز ہوتا ہے“

”شکریہ سردار، تمہارے اس تعاون کے لئے میں بےحد شکر گذار ہوں۔ کل صبح کی عبادت میں میں شریک ہوں گا۔ اور اس وقت تمہیں میری سچائی کا یقین آ جائے گا“

پھر میں سردار کے پاس سے اٹھ گیا۔ ٹینا اس دوران خاموش بیٹھی رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے ظاہر ہے وہ اس گفتگو کو سمجھ بھی نہ رہی ہو گی۔

پھر جب ہم باہر نکل آئے تو اس نے میرا بازو پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا ”یہ آپ دونوں کو کیا ہو گیا تھا انکل؟“

”کب ٹینا؟“

”آپ لوگ نہ جانے کیا بول رہے تھے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا“

”ان لوگوں کی زبان تھی۔ میں ان سے ان کی زبان میں بات کر رہا تھا“

”مجھے تو بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ کیا کہہ رہا تھا؟“

”کہہ رہا تھا کہ ہمیں تہذیب کی آبادیوں تک پہنچانے میں ہماری مدد کرے گا۔ وہ ہمارا دوست بن گیا ہے۔ لیکن اس نے یہ پیش کش بھی کی ہے کہ ابھی چند روز ان کے ساتھ قیام کریں، اور یہاں کی سیر کریں“

”ویسے یہ جگہ تو بہت خوبصورت ہے انکل“

”ہاں۔ اور ان لوگوں کا رہن سہن بھی انوکھا ہے۔ جب یہ لوگ جشن مناتے ہیں تو وحشیانہ رقص کرتے ہیں“

”اوہ۔ کیا یہ لوگ جشن منائیں گے؟“

”شاید ابھی نہیں۔ ہاں اگر تمہیں کچھ دن یہاں گذارنے میں اعتراض نہ ہو تو پھر ہم ان کا جشن دیکھ کر ہی چلیں گے“

”ٹھیک ہے، مجھے ان کا رہن سہن بہت پسند ہے“ ٹینا نے خوش ہو کر کہا۔ اور خاموش ہو گئی۔ میں سردار تکانہ کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ سب کچھ وہی ہو رہا تھا جو ہوتا چلا آیا تھا۔ دنیا کے مسائل ازل سے یکساں ہیں

کوئی بھی تو تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور میں ان مسائل میں پھنستا آیا ہوں۔ اور نہ جانے کب تک پھنستا رہوں گا۔

لیکن میں بھی کیا کروں۔ خود میری دلچسپی کا مرکز بھی یہی ہے۔ اگر میں مکمل طور پر ان سے الگ تھلگ رہوں تو پھر میرا جینا بھی محال ہو جائے میں خود کس طرح زندہ رہوں گا؛

تو پروفیسر ان مسائل میں تو پھنسنا ہی تھا۔ یوں میرے ذہن میں ترشال ابھر آیا۔ ترشال میرے لئے ایک دلچسپ شخصیت تھی۔

میں نے دوسرے دن کی عبادت میں شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا پہلے تو سوچا تھا کہ ان کی عبادت میں تنہا ہی جاؤں لیکن ٹینا کو اس جھونپڑے میں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں تھا اور پھر ممکن ہے وہ بھی اس انوکھی عبادت سے لطف اندوز ہو۔

لیکن سورج نکلنے سے قبل جب میں نے ٹینا کو جگانے کی کوشش کی تو وہ نہیں جاگی۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ تب میں خود ہی باہر نکل آیا ـــ عبادت گاہ کے بارے میں میں نے تفصیل نہیں پوچھی تھی لیکن مجھے اس کے بارے میں جاننے میں دقت نہیں ہوئی۔ ایک سیاہ فام کو میں نے شانے سے پکڑ کر روک لیا تھا۔ وہ چونک کر رک گیا

”کیا تم صبح کی عبادت میں شریک نہیں ہوتے؟“ میں نے پوچھا۔

”میں جا رہا ہوں۔ لیکن تم ـــ؟“

”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا“

”تم؟“ وہ حیرت اور دلچسپی سے بولا۔

”ہاں۔ تمہیں حیرت کیوں ہے؟“

”اس لئے کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔ تمہارا عبادت کرنا ہمارے لئے حیرت انگیز ہو گا“

”بہرحال مجھے اپنی عبادت گاہ لے چلو“

”آؤ ـــ میرے ساتھ آ جاؤ“ اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا اس کا رخ جھونپڑوں کے عقبی میدان کی جانب تھا۔ میں اس میدان کی دوسری سمت سے یہاں آیا تھا اس لئے یہ عقبی حصہ ابھی تک میری نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔

نیم تاریکی میں یہ ماحول بےحد دلکش اور پُراسرار لگ رہا تھا۔ عقب میں ایک وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا جس کے اختتام پر سیاہ پہاڑیوں کا سلسلہ تاحدِ نگاہ تھا۔ یہ پہاڑیاں اس طرف کے ماحول کی ضد تھیں۔ ان حسین مرغزاروں میں ان کی بدنمائی عجیب لگ رہی تھی۔ میں نے دلچسپی سے یہ منظر دیکھا تھا۔ اور ان کے درمیان آگ جل رہی تھی اور یہ آتش کدہ میرے لئے بہت دلکش تھا۔ آگ کے عقب میں بھی کچھ نظر آ رہا تھا۔ ابھی زیادہ لوگ نہیں تھے۔ میرا راہبر ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔

”یہی عبادت کا میدان ہے۔ درمیان میں سلگتی ہوئی آگ سورج کے عکس کا پرتو ہے۔ یہ آگ سورج کی آگ کی نشاندہی کرتی ہے اور ہم اسی کی عبادت کریں گے“ میرے راہبر نے مجھ سے کہا۔

”لیکن میرے دوست ابھی تو یہاں زیادہ لوگ نہیں آئے۔ کیا پوری بستی کے لوگ عبادت نہیں کرتے؟“ میں نے سوال کیا

”مجال ہے کسی کی۔ ہر شخص صبح کو سورج کی آمد کا انتظار اسی میدان میں کرتا ہے چند ساعت دیکھتے جاؤ ابھی وقت نہیں آیا“ اس نے کہا اور میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ یہ ساری چیزیں میرے لئے بےحد دلکش تھیں۔ مجھے صدیوں پرانا ماحول یاد آ رہا تھا جب لوگ توہمات کا شکار تھے اور عجیب و غریب چیزوں کو پوجتے تھے۔ سورج کی پوجا کرنے والے چند لوگوں کے ساتھ میں پہلے بھی وقت گذار چکا تھا اور اس وقت بھی میں نے عجیب و غریب اور دلچسپ مناظر دیکھے تھے۔

میں اسی سوچ میں گم تھا کہ دفعتاً میں نے آگ میں سے سفید دھوئیں کے بادل نمودار ہوتے دیکھے۔ ایک عجیب سی انوکھی سی خوشبو چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ غالباً آگ کے اس الاؤ میں کوئی خوشبودار چیز ڈال دی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی اچانک چاروں طرف سے چیخوں کی آوازیں ابھرنے لگیں اور تیزی کے ساتھ میدان لوگوں سے بھرنے لگا۔ پہلی صف دوسری صف اور پھر تیزی سے صفیں بھرنے لگیں۔ صفوں کے درمیان بےہنگم انداز میں وحشی رقص کرتے پھر رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زمین سیاہ فام ننگ دھڑنگ آدمی اگل رہی ہو۔ تب مجھے ایک تیز آواز سنائی دی اور یہ آواز تکانہ کی تھی تکانہ چیخ رہا تھا۔

”باہر سے آنے والے اجنبی تم یہاں بھی ہو میرے پاس آ جاؤ۔ میں اس تیز الاؤ کے نزدیک موجود ہوں“ اور یہ آواز میرے لئے تھی۔ چنانچہ میں لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ میرا ساتھی ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا تھا۔

چند ساعت کے بعد میں تکانہ کے نزدیک پہنچ گیا۔ تکانہ الاؤ کے نزدیک موجود تھا اور اسے تلاش کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ شعلوں کی روشنی اس کا چہرہ نمایاں کر رہی تھی۔ تکانہ کے نزدیک ہی چار آدمی اور بھی موجود تھے جو خاصے عمر رسیدہ تھے اور جن کے بال جٹاؤں کی شکل میں نیچے تک پھیلے ہوئے تھے۔ بدن ان کے بھی ننگ دھڑنگ تھے اور ان کے بدنوں پر عجیب و غریب قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ایسے نقش و نگار جو میں اس سے پہلے بھی لوگوں کو آرائش بدن کے لئے بناتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔

سردار تکانہ نے مجھے اپنے بالکل قریب بلا لیا اور تب میں نے پہلی بار اس عجیب و غریب مجسمے کو دیکھا جو خاصا طویل و عریض تھا۔

سیاہ رنگ کے پتھر سے تراشی ہوئی یہ دیوی عجیب و غریب خدوخال کی مالک تھی، انتہائی بھونڈے خدوخال تھے اور باقی بدن کو نسوانی روپ دینے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ بہرصورت یہ دیوی ہریکا تھی جس کے سامنے مجھے مقدس قسم کھانی تھی۔ بہرحال میں تکانہ کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔

عبادت شروع ہو گئی۔ سورج آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان لوگوں کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا اتنا شور مچا رہے تھے، اتنا چیخ رہے تھے یہ لوگ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

مرد، عورتیں بچے بوڑھے سب موجود تھے اور سب کے سب دیوانہ وار چیخ رہے تھے۔ ویسے یہ انوکھی عبادت تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یقینی طور پر جھونپڑے میں ٹینا جاگ اٹھی ہو گی، یہ آوازیں وہاں تک ضرور پہنچ رہی ہوں گی۔ اس تصور کے ساتھ میں تھوڑا سا پریشان بھی ہو گیا تھا۔ بہرصورت لوگوں کے اس ہجوم سے نکلنا آسان بات نہیں تھی۔ یوں بھی میں نے ٹکانہ کو مطمئن کرنے کا وعدہ کیا ہوا تھا چنانچہ میں خاموشی سے ان لوگوں کی عبادت دیکھتا رہا۔

پھر جونہی سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی۔ وہ سب اچانک خاموش ہو گئے۔ اتنی تیز چیخوں کے بعد یہ خاموشی بڑی انوکھی اور بڑی عجیب لگ رہی تھی۔ میں دم سادھے ان لوگوں کی حرکات دیکھتا رہا۔ چند سیکنڈ وہ لوگ خاموش رہے اور سورج بلند ہوتا رہا۔ پھر جب سورج نے سر ابھارا تو وہ سب مطمئن ہو گئے، گویا عبادت ختم ہو گئی تھی۔ تب ٹکانہ مسکراتا ہوا بولا

"میرے دوست اجنبی نے کیوں تمہاری بات پر مجھے یقین ہے۔ حالانکہ ہمارے مذہب ہی میں یہ بات نہیں ہے کہ ہم کسی ایسے شخص پر بھروسہ کریں جو ہمارا ہم مذہب نہ ہو اور مسافر یا اجنبی ہو۔ یا پھر اس نے دیوی ہریکا کے سامنے اپنی سچائی کا ثبوت نہ پیش کر دیا ہو۔ تاہم میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنی سچائی کا ثبوت دو۔"

"کیا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"سامنے آؤ۔" ٹکانہ بولا۔ اور میں دیوی ہریکا کے بت کے سامنے پہنچ گیا۔ تب ٹکانہ نے ایک بوڑھے کو اشارہ کیا اور بوڑھا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ ٹکانہ بوڑھے سے مخاطب ہو کر بولا۔

"عظیم سکارا! ناقابلِ عبور راستوں سے آنے والا شخص کہتا ہے کہ وہ ایک بھٹکا ہوا انسان ہے اور سمندر کے راستے یہاں تک پہنچ گیا ہے یہاں آنا اس کا مقصد نہیں تھا اور نہ ہی وہ چمکدار پتھروں اور سنہری دھات کی تلاش کے لئے یہاں آیا ہے۔ وہ اس جگہ سے نکل جانے کا خواہشمند ہے اور اس سلسلے میں اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے دیوی ہریکا کے سامنے آیا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ اگر وہ ہریکا کے سامنے قسم کھا لے اور یہ بات ثابت کر دے کہ وہ چمکدار پتھروں کی تلاش میں آنے والا شخص نہیں ہے تو میں اس کی مدد کروں گا۔ قبیلے کے قانون کے مطابق اگر یہ شخص بھی چمکدار پتھروں اور سنہری دھات کی تلاش میں یہاں آیا ہے تو پھر ہم اس کی کوئی اعانت نہیں کر سکیں گے اور پھر اسے ہریکا کے قدموں میں قربان کر دیا جائے گا۔ اور اگر یہ ہمارا دشمن نہیں ہے تو ہم اس سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور اسے ان علاقوں میں پہنچا دیں گے جہاں سے یہ اپنی دنیا میں واپس جا سکے۔ چنانچہ عظیم سکارا تم اس سے یہ مقدس قسم لو۔"

بوڑھے نے سر جھکایا اور لکڑی کے اس بڑے برتن کی جانب متوجہ ہو گیا جس میں کسی خاص لکڑی کا برادہ موجود تھا۔ اسی برادے کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ "میرے نزدیک آؤ۔" بوڑھے کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔ اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "تم ہماری زبان سمجھتے ہو؟"

"ہاں۔"

"یہ انوکھی بات ہے جبکہ یہاں آنے والے تمہارے جیسے دوسرے اس زبان سے ناواقف ہوتے ہیں۔ بتا سکتے ہو کہ تم نے ہماری زبان کہاں سے سیکھی۔؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور بوڑھا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب، میں سمجھا نہیں۔ کیا تم نے غلط نہیں کہا ہے۔ گویا تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم نے یہ زبان کیسے اور کہاں سیکھی؟"

"ہاں، میں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔ تم سے کہا گیا ہے کہ تم قسم لو۔ اور اپنا کام پورا کرو۔ میرا خیال ہے تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔"

"ہوں۔ بڑے مغرور انسان معلوم ہوتے ہو۔ لیکن بہرحال دیوی ہریکا کے سامنے سرکشوں کے سر خود بخود جھک جاتے ہیں۔ کیا تمہیں بتایا گیا ہے کہ ہریکا کے سامنے جھوٹی قسم کھانے والے راکھ کے ڈھیر میں بدل جاتے ہیں؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"یوں لگتا ہے جیسے تمہیں اپنے سردار پر اعتماد نہ ہو اور اس نے جو کچھ تم سے کہا ہے تم اس سے مشکوک ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو میں دوبارہ اس سے کہتا ہوں کہ وہ پہلے تمہیں اپنی ذات کی جانب سے مطمئن کرے پھر میرا سلسلہ شروع کرے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور بوڑھے نے مضطربانہ انداز میں میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے ارے، تم تو بڑے فسادی معلوم ہوتے ہو۔ خواہ مخواہ سردار کو مجھ سے بدظن کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ یہ سوال تو میں نے ذاتی طور پر پوچھا تھا نہیں بتانا چاہتے تو نہ بتاؤ۔" سقراط بننے والا بوڑھا ایک دم سنبھل گیا۔ اور پھر کڑی نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"چلو، اس خوشبو میں سے ایک مٹھی بھر کر اس الاؤ میں ڈال دو۔" اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا، آگ سے سفید دھوئیں کے ساتھ خوشبوئیں اٹھیں اور فضا میں پھیل گئیں۔ سردار کھسک کر میرے قریب آ گیا۔ تب بوڑھے نے کہا۔

"ہاں بولو۔ اجنبی جو ناقابلِ عبور راستوں کو عبور کر کے آیا ہے۔ تمہارا یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟"

"جیسا کہ میں نے سردار ٹکانہ کو بتایا کہ میں ایک تباہ شدہ جہاز سے یہاں تک پہنچا ہوں اور اس طرف آنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں تہذیب یافتہ دنیا میں نکل جاؤں۔ اور اس میں جھوٹ ہو تو تمہارے عقیدے کے مطابق مجھے ضرور نقصان پہنچے۔"

سردار کی نگاہیں دیوی کی طرف نگراں ہو گئیں۔ لیکن کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہ پیش آیا۔ اور سردار نے آگے بڑھ کر مجھے گلے سے لگا لیا۔ "ہاں۔ میں نے تجھے سچا تسلیم کیا۔ اور اب مجھے تجھ پر کوئی شک نہیں ہے۔ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔"

میں نے سردار کی پیٹھ تھپتھپائی اور سردار مجھے لئے ہوئے چل پڑا۔ عبادت ختم ہونے کے بعد بستی کے دوسرے لوگ بھی واپس چل پڑے تھے اور میدان خالی ہوتا جا رہا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے اس رسم کا برا نہیں مانا ہو گا اجنبی!"

"نہیں۔ اس میں برا ماننے کی کوئی بات ہی نہیں تھی سردار۔ تمہیں مطمئن کرنا بھی ضروری تھا۔ اور میں مطمئن تھا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا۔"

"بیشک۔" سردار نے جواب دیا۔ ہم میدان عبور کر کے جھونپڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے اور سردار اپنے تعاون کے طور پر میرے ساتھ میرے جھونپڑے تک آیا۔

"اب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اجنبی۔ کیا تو جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتا ہے۔"

"ہاں سردار۔ اور اس کی وجہ میرے ساتھ موجود لڑکی ہے۔"

"ہاں، میں نے اس معصوم کو دیکھا ہے۔ کیا وہ اس ماحول سے خوفزدہ ہے؟" سردار نے پوچھا۔

"نہیں لیکن اس کے باوجود یہاں سے نکل جانے کا خواہشمند ہوں۔"

"تب مجھے دو دن کی مہلت دے۔ میں تیرے لئے سفر کا بندوبست کر دوں تاکہ تجھے راستے میں تکلیف نہ ہو۔ مہذب دنیا میں جانے کے لئے راستہ طویل ہے اور اس میں کچھ ایسے دشوار گذار مراحل آتے ہیں کہ انسان پریشان ہو جاتا ہے۔"

"مجھے اپنی پرواہ نہیں تھی سردار لیکن وہ بچی میری ذمہ داری ہے۔ اگر بات صرف میری ہوتی تو میں ایک طویل وقت یہاں گذار کر تیرے لئے بھی کچھ کرنے کی کوشش کرتا۔"

"تیرا شکریہ! بہرحال مطمئن رہ۔ میں دو دن کے اندر تیری واپسی کا بندوبست کر دوں گا۔ تیری سچائی نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ اب مجھے اجازت دے۔" سردار میرے جھونپڑے کے نزدیک آ کر بولا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

سردار چلا گیا اور میں جھونپڑے میں داخل ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ ٹینا ضرور جاگ گئی ہو گی۔ آوازوں سے خوفزدہ بھی ہوئی ہو گی۔ اور میرا خیال درست نکلا۔ وہ اس جگہ نہیں تھی جہاں میں اسے چھوڑ گیا تھا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن ٹینا جھونپڑے میں موجود نہیں تھی۔

بے چاری لڑکی خوف کے عالم میں روتی ہوئی مجھے تلاش کرنے نکل گئی ہو گی۔ میں تیزی سے باہر نکل آیا اور پھر میں نے جھونپڑے کے اطراف میں ان ساری جگہوں تک جہاں ٹینا کے جانے کا امکان ہو سکتا تھا تلاش کرتا پھرا۔ لیکن وہ موجود نہ تھی۔ کیا وہ کافی دور نکل گئی۔ ممکن ہے اس میدان کی طرف۔ چنانچہ میں نے دوڑتے ہوئے میدان کا رخ کیا۔ لیکن میدان اب سنسان پڑا تھا سوائے آگ کے جو اب بھی تیزی سے جل رہی تھی۔ تب میں نے زور سے اسے پکارا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ میں کسی قدر پریشان ہو گیا تھا۔

وہاں سے واپس آ کر میں نے ایک سیاہ فام کو پکڑا۔ "میرے ساتھ ایک سفید لڑکی تھی۔ کیا تم نے اسے دیکھا؟"

سیاہ فام نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"وہ کھو گئی ہے کیا وہ اس جگہ نہیں جہاں تمہارا قیام ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، وہ وہاں موجود نہیں ہے۔"

"کس وقت چھوڑا تھا تم نے اسے وہاں؟"

"اس وقت جب ہم سب عبادت کے لئے گئے تھے۔" میں نے جواب دیا اور سیاہ فام تعجب سے گردن ہلانے لگا۔

"اس وقت تو بستی میں کسی فرد کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ پوری بستی خالی ہو جاتی ہے۔ تمہیں اسے یہاں چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے تھا۔"

میں نے اس سیاہ فام کی نصیحتیں سننے کے بجائے آگے بڑھ کر ٹینا کو تلاش کرنا مناسب سمجھا۔ اور پھر میں کافی دیر تک اس کی تلاش میں بستی کے کونے کونے میں مارا مارا پھرتا رہا۔ میں نے بے شمار لوگوں سے اس کے بارے میں معلومات کیں اور ٹینا کو نہ پا کر میں سردار کی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔

قیام گاہ کے باہر سیاہ فام پہریدار موجود تھے۔ انہوں نے ٹکانہ کو میری آمد کی اطلاع دی اور ٹکانہ اپنے جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ تب اس نے سادگی سے پوچھا کہ کیا میں کسی خاص کام سے اس کے پاس آیا ہوں۔

"ہاں ٹکانہ۔ میری جھونپڑی سے وہ بچی غائب ہے جو میرے ساتھ تھی۔"

"کیا مطلب؟" ٹکانہ کئی قدم آگے بڑھ آیا۔

"وہ میرے جھونپڑے میں موجود نہیں ہے۔"

"کہاں گئی اور کب؟"

"اس وقت جب میں عبادت کے لئے گیا تھا تو وہ جھونپڑے ہی میں سو رہی تھی لیکن جب میں وہاں سے واپس آیا تو وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھی۔ اس کے بعد میں نے بستی کے اطراف میں، میدان میں، ہر جگہ ہر کونے میں اسے تلاش کیا ہے لیکن وہ نہیں ملی۔"

"کیا؟" ٹکانہ نے کہا۔

"ہاں ٹکانہ وہ موجود نہیں ہے۔ براہِ کرم سردار! اس کی تلاش میں میری مدد کرو۔"

"یقیناً۔ یقیناً یہ تمہارے کہنے کی بات نہیں ہے۔" ٹکانہ نے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

ٹکانہ نے چند افراد کو جمع کیا اور انہیں مختلف ہدایات دیں۔ اس نے ان سے کہا کہ بستی کا ہر فرد بچی کو تلاش کرے۔ بلکہ ہر جھونپڑے میں ہر جگہ

اس بستی کے اطراف میں دور دور تک نکل جائے اور بچی کو تلاش کرے۔ بچی ہر حالت میں چند گھنٹوں کے اندر اندر مل جانی چاہیے۔"

لوگوں نے سردار تکانہ کی ہدایت سنی اور چاروں طرف دوڑ گئے۔ میرے اندر بھی کچھ پریشانی پیدا ہو گئی تھی۔ میرے ذہن میں یہ بھی تھا کہ ٹینا کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے یا وہ خوفزدہ ہو کر کہیں چھپ گئی ہے بہرصورت یہ لوگ اسے تلاش کرنے کے لئے گئے تھے۔ سردار تکانہ نے مجھے اپنے ساتھ ہی رہنے کے لئے کہا تھا اور پھر اس نے مجھے اپنے جھونپڑے میں بیٹھنے کی دعوت دی اور ہم دونوں اندر چلے آئے۔ اندر آ کر ہم دونوں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

" پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے دوست۔ ظاہر ہے وہ بچی زیادہ دُور نہیں جائے گی۔ اب اتنی ناسمجھ بھی نہیں ہے کہ جنگلوں میں بہت دور تک نکل جائے میرے تیز دوڑنے والے اسے تلاش کر لیں گے تم اس سلسلے میں بے فکر ہو جاؤ" سردار تکانہ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

" اسے ہر قیمت پر ملنا چاہیے سردار۔ اسے ہر قیمت پر ملنا چاہیے۔ تم یقین کرو اس کی وجہ سے میری زندگی کا رخ بدلا ہوا ہے۔ ورنہ میں نجانے کہاں ہوتا"

" یقیناً۔ یقیناً۔ وہ ہماری مہمان ہے اور تم بھی میری پناہ میں ہو اس لئے تم بے فکر ہو جاؤ۔ اسے تلاش کر کے تمہارے حوالے کرنا ہماری ذمہ داری ہے" سردار تکانہ نے بڑے اعتماد سے کہا اور میں کافی دیر تک اس کے ساتھ بیٹھا رہا۔ سردار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی گفتگو کرنے لگتا تھا۔ دفعتاً کسی خیال کے تحت وہ چونک کر متوحش لہجے میں بولا۔

" سنو۔ کیا اس کا پورا لباس اس کے بدن پر تھا۔ کوئی ایسی چیز تو جھونپڑے میں نہیں رہ گئی جس سے اندازہ ہو کہ اسے اس کی مرضی کے خلاف کسی نے جھونپڑے سے اٹھایا ہے"

" کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

" میرے ساتھ چلو۔ میرے ساتھ آؤ" سردار اٹھ گیا۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا خیال تھا۔ بہرصورت وہ میرے ساتھ میرے جھونپڑے کی جانب چل پڑا۔ تب اس نے جھونپڑے کے اندر داخل ہو کر دیکھا اور ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا۔

" آہ۔ آہ۔ یہ کیا ہوا۔ یہ کیا ہوا" اس نے عجیب سے انداز میں کہا اور میں پریشان کن نگاہوں سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

" کیا ہوا سردار۔ کیا کوئی خاص بات تمہارے ذہن میں آئی ہے؟"

" بُو۔ ایک مکروہ اور شیطانی بُو۔ میں اس کو اس جھونپڑے میں ہی محسوس کر رہا ہوں۔ اور یہ اس منحوس انسان کے بدن کی بُو ہے جو ہماری پیشانی کا داغ ہے"

" سردار براہِ کرم صاف الفاظ میں مجھے بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

" ترشال۔ وہ جہاں جاتا ہے اس کے بدن کی بُو وہاں رہ جاتی ہے اور دیر تک یہ بُو فضا میں پھیلی رہتی ہے۔ بڑا ہی ناپاک انسان ہے"

" تو تمہارا مطلب ہے وہ اس جھونپڑے میں آیا تھا؟" میں نے خونخوار لہجے میں پوچھا۔

" میرے دوست اگر میرا تجربہ غلط نہیں ہے۔ لیکن ٹھہرو میں ایک شخص کو بلاتا ہوں۔ وہ اس بات کی صحیح نشاندہی کر سکے گا" سردار تکانہ نے کہا اور باہر نکل آیا۔ پھر اس نے کسی سیاہ فام کو کسی کو بلانے کے لئے کہا۔ اور چند ساعت کے بعد وہی بوڑھا جسے سکارا کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا جھونپڑے میں موجود تھا۔ بوڑھے نے جھونپڑے میں قدم رکھا اور ٹھٹھک گیا۔

" تکانہ ترشال کی بُو محسوس ہو رہی ہے" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور سردار نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

میں خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر پوچھا" تم دونوں کا کیا خیال ہے براہِ کرم مجھے بھی بتاؤ"

" یہ قطعی اتفاق ہے کہ میں نے تمہیں شیطان صفت ترشال کے بارے میں بتایا تھا میرے دوست۔ خیال ہے کہ لڑکی کو ترشال لے گیا"

" لیکن کیوں؟" میں نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

" کیا کہا جا سکتا ہے اس شیطان کے بارے میں۔ لیکن اس منحوس نے بہت بُری حرکت کی ہے۔ سکارا بتاؤ اب کیا کیا جائے؟" سردار نے بوڑھے سے پوچھا۔

" ہم سب اس کے سامنے بے بس ہیں۔ کوئی کیا کر سکتا ہے" بوڑھے نے لاچاری کا مظاہرہ کیا۔

" وہ کہاں ملے گا سردار؟"

" ترشال کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟"

" ہاں"

" اس منحوس کا ٹھکانہ انہی سیاہ پہاڑیوں میں ہے جنہیں تم نے عبادت گاہ کے آخری سرے پر دیکھا ہوگا لیکن ان میں اس کا تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ خود ہی نظر آتا ہے۔ کوئی اسے تلاش نہیں کر سکتا"

" لڑکی کو ضرور ملنا چاہیے سردار۔ یہ سب کچھ اصول مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ میں پُرامن ہوں اور پُرامن رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر لڑکی کو کوئی نقصان پہنچا تو میں پُرامن نہیں رہ سکوں گا"

" یقین کرو میرے دوست! میں شرمندہ ہوں۔ ہم نے یہاں ترشال کی بُو محسوس کی ہے اس لئے ہمارا خیال اس طرف گیا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کسی اور نے یہ حرکت کی ہے تو۔ میں تمہارا مجرم تمہارے حوالے کر دوں گا تم اس کی گردن اتار دینا کوئی چوں بھی نہیں کر سکے گا۔ لیکن ترشال۔ اگر تم اس موذی سے ہمیں بھی نجات دلا سکے تو ہم تمہیں نجات دہندہ کہیں گے"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ٹینا کو ایسے مصائب سے بچا کر لایا تھا جن میں موت یقینی تھی۔ یہاں آ کر میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا اور اگر ٹینا نہ ملی تو۔ تو پھر میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ میرا کیا رویہ ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا تھا۔

سردار سچا انسان تھا۔ مجھے اس کی نیت میں کھوٹ نہیں نظر آیا تھا لیکن یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی میں اپنے اوپر بھی غصہ کر رہا تھا۔ میں نے اسے یہاں چھوڑ ہی کیوں دیا۔ بہرحال میں ٹینا کے لئے سخت پریشان تھا اور پھر میں نے سردار سے کہا۔

" مجھے ہتھیار چاہیے سردار"

" اوہ۔ آؤ میرے ساتھ" سردار نے جواب دیا۔ اور میں جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ سردار مجھے اپنے ساتھ اپنے جھونپڑے میں لے گیا اور پھر اس نے مجھے ہتھیاروں کے ذخیرے کے سامنے کھڑا کر دیا" اس میں سے جو پسند آئے لے لو"

میں نے سیاہ رنگ کی دھات کا بنا ہوا ایسا ہتھیار اٹھا لیا جو بید ورلی تھا لیکن اس میں دھار نہیں تھی۔ اور پھر میں باہر نکل آیا۔ چاروں طرف دوڑنے والے مایوس واپس آ رہے تھے۔

دوپہر کے بعد سردار نے اعلان کر دیا کہ اب اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ ترشال ٹینا کو لے گیا۔ تب دوپہر کے بعد میں نے سیاہ پہاڑیوں کا رُخ کیا۔ اور پروفیسر ایسا عجیب و غریب پہاڑی سلسلہ میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ پوری پوری چٹانیں اس قدر چکنی اور سپاٹ تھیں کہ قدم جمانا مشکل ہو جائے۔ میں اس غار کی تلاش میں بھٹکتا پھرا لیکن سورج ڈھل گیا اور مجھے کوئی غار نظر نہیں آیا۔

میرے دل میں انتہائی غصہ تھا۔ اگر ترشال مجھے مل جاتا تو میں اس کا خون پی جاتا۔ میں نے سوچا۔ اور اچانک ہی سردار کے کچھ الفاظ میرے ذہن میں گونج اٹھے میں خاموشی سے واپس چل پڑا تھا۔ سردار بے چارہ اپنے طور پر کوششوں میں مصروف تھا۔ اس نے میری صورت دیکھی اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھکا لی۔ پھر بولا۔

" تم اس کا غار تلاش کرنے میں ناکام رہے ہو گے"

" ہاں۔ لیکن میں ناکامی نہیں چاہتا سردار"

" میرے دوست، میں تمہارے لئے کیا کروں"

" تم نے کہا تھا سردار کہ وہ قبیلے کے کسی شخص کا خون پیتا ہے"

" ہاں" سردار چونک پڑا۔

" اس کا کیا طریقہ ہوتا ہے؟" میں نے کہا اور سردار چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

" بس ڈوبتے چاند کی رات کو ایک نوجوان کو خوشبوؤں میں بسا کر سیاہ پہاڑیوں میں ایک مخصوص مقام پر بھیج دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کی خون نچڑی ہوئی لاش وہاں سے اٹھالی جاتی ہے"

" کتنے دن باقی ہیں اس رات میں؟"

" صرف چند روز۔ لیکن کیوں؟"

" اس بار تم مجھے بھیجو گے سردار۔ میں اس کا سامنا کرنا چاہتا ہوں"

میں نے کہا اور سردار کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تب میں واپس اپنی جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔ میرا بدن غصے سے پھنک رہا تھا۔

پھر میں نے جھونپڑے میں قدم رکھا اور ایک دم اچھل پڑا۔ ٹینا جھونپڑے میں موجود تھی۔ اس کی پشت میری جانب تھی اور وہ نہ جانے زمین پر کیا دیکھ رہی تھی۔

" ٹینا" میں بے اختیار اس کی جانب لپکا۔ اور میری آواز پر اس نے چونک کر گردن گھمائی۔

لیکن۔ لیکن یہ ٹینا تھی؟ میں اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا۔ ٹینا کی آنکھیں معمول سے کئی گنا بڑی ہو گئی تھیں۔ اس کے جبڑے لٹکے ہوئے تھے اور سرخ سرخ دانت نظر آ رہے تھے۔ یُوں لگتا تھا جیسے اس نے کسی کا خون پیا ہو۔ خون کے قطرے اس کے ہونٹوں کے نیچے ٹھوڑی پر بھی جمے ہوئے تھے۔

میں ششدر رہ گیا تھا۔ ٹینا کی یہ بھیانک شکل میرے لئے اجنبی تھی کافی دیر تک میرے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی اور ٹینا مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی ہوئی مسکراتی رہی۔ ان نگاہوں میں پروفیسر وہ بھولپن وہ معصومیت نہیں تھی جو ٹینا کی عمر کے ساتھ ساتھ تھی۔ ان نگاہوں میں ایسی کیفیت تھی جیسے کوئی بھوکی عورت کوئی جنس زدہ لڑکی۔ تب وہ چند قدم آگے بڑھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر اس کے ہاتھ میرے سینے کی جانب بڑھ گئے

" رک کیوں گئے۔ آؤ۔ آگے بڑھو۔ آؤ۔ مجھے آغوش میں لے لو۔ آؤ۔ میں ترس رہی ہوں۔ آؤ" اس نے بڑی مکروہ آواز میں کہا۔ اور میری کمر میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ تب میں نے اس کے بال اپنی مٹھی میں پکڑ لئے

" ٹینا یہ تمہیں کیا ہو گیا؟"

" مجھے۔ ہا" اس نے عجیب سی ادا کے ساتھ کہا" مجھے کچھ بھی نہیں سچ کچھ بھی نہیں" وہ عجیب سے لہجے میں بولی پھر کہنے لگی۔ تم نے میرے بال کیوں پکڑ لئے۔ آؤ میرے نزدیک آؤ۔ مجھے سینے سے لگا لو۔ آؤ۔ آؤ آؤ مجھے اپنے بالکل قریب کر لو۔ آؤ۔ آؤ نا" اس نے ایک بار پھر کہا اور میں دہشت زدہ سا پیچھے ہٹنے لگا۔ عجیب و غریب آواز میرے ہوش و حواس گم کئے دے رہی تھی۔ جھونپڑے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چکر لگاتا رہا۔ اور پھر کوئی چارہ نہ پا کر وہیں بیٹھ گیا۔ ٹینا دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ میں خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ بھلا اس میں ٹینا کا کیا قصور۔ یقینی طور پر یہ اس شیطان کا کارنامہ ہے۔

" گردن اٹھاؤ" میں نے بھاری آواز میں کہا اور ٹینا نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ لیکن اس بار اس کا چہرہ معتدل تھا۔ پہلے جیسی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ نقش و نگار بھی معصومیت سے پُر نظر آ رہے تھے۔ میں نے اسے آواز دی۔

" ٹینا"

"انکل" وہ آہستہ سے بولی۔ انداز سسکی لینے کا سا تھا۔
" اوہ ٹینا، تم ٹھیک ہو؟" میں نے پوچھا۔
" آپ مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے انکل۔ لوگ کتنی زور زور سے چیخ رہے تھے۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا انکل۔ بتائیے آپ مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟"
" تمہاری طبیعت کیسی ہے ٹینا؟" میں نے ہمدردی سے پوچھا۔
" ٹھیک ہوں انکل، اب تو آپ آ گئے ہیں؟"
" ہاں۔ لیکن ٹینا تمہیں ڈر لگ رہا تھا؟"
" ہاں بہت زور سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں؟"
" پھر کیا ہوا ٹینا۔۔۔ پھر کیا ہوا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا، اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔
" پھر کچھ نہیں ہوا انکل، آپ آ گئے؟" اس نے معصومیت سے کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک میں کچھ سوچتا رہا۔ پھر میں نے ٹینا کا ہاتھ پکڑا اور باہر نکل آیا۔ میرا رخ سردار کے جھونپڑے کی طرف تھا۔ راستے میں لوگوں نے مجھ سے ٹینا کی بازیابی کے بارے میں پوچھا لیکن میں نے کسی کو جواب نہیں دیا تھا۔
ترکانہ نے ٹینا کو دیکھا تو اچھل پڑا۔ "ارے۔ یہ کہاں سے ملی؟" وہ خوشی سے بولا لیکن دوسرے لمحے اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اس کے انداز میں ایک پُراسرار کیفیت نظر آنے لگی تھی اور پھر وہ آہستہ آہستہ ٹینا کے پاس آ گیا۔ پھر اس نے مایوسی سے گردن ہلائی۔ میں بغور اس کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر سردار نے آگے بڑھ کر ٹینا کا لباس اوپر اٹھا دیا۔ اور اس کے سینے کے درمیان جھک کر دیکھنے لگا۔ تب میں نے بھی دیکھا۔ ٹینا کے سینے کے عین درمیان ایک سیاہ نشان تھا۔ گول سیاہ نشان۔ اور سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اس کا لباس درست کر دیا۔
" یہ نشان کیسا ہے؟" میں نے پوچھا۔
" ترشال کا نشان ہے۔ اب یہ لڑکی اس کی ملکیت ہے؟" سردار نے جواب دیا۔
" کیا مطلب؟"
" یہ تمہیں کہاں سے ملی؟" سردار نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا۔
" جھونپڑے میں موجود تھی؟"
" ہوں" سردار نے ایک گہری سانس لی۔ "اس کمینہ صفت انسان نے اس کے بدن پر اپنا نشان بنا دیا ہے۔ اس کے بدن سے اب اس کی بو آ رہی ہے۔ یہ اس کی ملکیت ہے اور اب وہ اس کے جوان ہونے کا انتظار کرے گا۔ قبیلے کی سب سے حسین لڑکی نماشہ بھی اس کا شکار ہوئی تھی؟"
" کس طرح۔ مجھے بتاؤ ترکانہ؟"
" وہ نوخیز تھی سب سے حسین تھی۔ ترشال اسے لے گیا۔ اور پھر اس نے اس پر اپنی مہر ثبت کر دی اور اسے قبیلے میں پرورش کے لئے چھوڑ دیا۔ تم نے اس لڑکی کے اندر کوئی تغیر تو نہیں پایا؟"
" ہاں جس وقت میں پہاڑیوں میں چکرانے کے بعد واپس اپنے جھونپڑے میں پہنچا تھا اور میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا تو اس کی شکل بالکل بدلی ہوئی تھی۔ ایسی مکروہ صورت تھی کہ مجھے دیکھ کر شدید حیرت ہوئی۔ اس کے علاوہ اس کے انداز میں بھی تبدیلی تھی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کی وہ کیفیت ختم ہو گئی؟"
" آہ۔ بالکل وہی کیفیات۔ یہ سو فیصدی ترشال کا شکار ہے۔ میرے دوست وہ لڑکی جس کا میں تم سے تذکرہ کر رہا ہوں اسی طرح اس کا شکار تھی۔ جب وہ اس پر اپنی جادوئی قوتیں آزماتا تو عجیب و غریب ہو کر رہ جاتی۔ اس نے بستی کے کئی نوجوانوں کو ہلاک کر دیا تھا اور اپنی کم سنی کے باوجود اس کے جذبات ایک بھرپور عورت کے جذبات ہوا کرتے تھے۔ وہ جذبات جن کی پذیرائی ممکن ہی نہیں تھی۔ یہ ترشال جیسے منحوس شخص کی کوشش ہے" سردار نے جواب دیا۔
میں سخت پریشان ہو گیا تھا۔ دیر تک میں کچھ سوچتا رہا پھر میں نے سردار سے کہا "لیکن اب کیا ہو گا سردار۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم فی الفور ہماری واپسی کا بندوبست کر دو؟"
" میں یہ کام کر سکتا ہوں لیکن اپنے سر سے بلا ٹالنا مقصود نہیں ہے تم کہو گے کہ میں نے تمہیں دھوکہ دیا ہے" سردار نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔
" کیا مطلب؟"
" یہ جب تک ترشال کے سحر سے آزاد نہ ہو گی کہیں نہیں جائے گی؟"
" یہ کیسے ممکن ہے؟"
" مجھے حکم دو میرے دوست۔ میں وہی کروں گا جو تم کہو گے؟"
" میں اسے لے کر یہاں سے فوراً نکل جانا چاہتا ہوں؟"
" میری اس اطلاع کے باوجود؟"
" ہاں؟"
" تب تم یہاں رکو، میں بندوبست کئے دیتا ہوں۔ کاش تم اس طرح اس منحوس کے بھیانک جال سے نکل سکو؟" سردار نے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ میں نے پریشان نگاہوں سے ٹینا کو دیکھا۔ وہ اب پھر اتنی ہی معصوم نظر آ رہی تھی۔
" ٹینا؟" میں نے اسے مخاطب کیا۔
" ہاں انکل؟"
" کیا سوچ رہی ہو؟"
" آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں انکل؟"
" اوہ نہیں ٹینا بیٹے۔ میں اگر پریشان تھا تو صرف تمہارے لئے۔ تم ٹھیک ہو تو اب مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے؟"
" انکل میں۔۔۔ میں کچھ بیمار ہو گئی تھی کیا؟ مجھے یاد نہیں آتا کہ صبح کو اس وقت جب لوگ چیخ رہے تھے اور میں سوتے سے جاگ پڑی تھی آپ موجود نہیں تھے۔ اس کے بعد یہ شام کیسے ہو گئی انکل؟ مجھے نہیں معلوم

انکل کہ شام کس طرح ہو گئی۔ مجھے دن بھر کے واقعات یاد کیوں نہیں رہے، کیا میں سو گئی تھی؟" اس نے پوچھا اور میں عجیب نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔
" ہاں ٹینا بیٹے تم سو گئی تھیں۔ لیکن اب یہ بتاؤ کیا اس وقت تم سفر کے لئے تیار ہو؟"
" سفر؟" ٹینا نے تعجب سے پوچھا۔
" ہاں سفر؟"
" لیکن کیوں انکل، کیا ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ لیکن اتنی جلدی کیوں انکل؟"
" بس ٹینا، سردار ترکانہ گھوڑوں کا بندوبست کرنے گیا ہے۔ ہم لوگ آج ہی ابھی اور اسی وقت یہ بستی چھوڑ دیں گے۔ اور کہیں اور چلے جائیں گے؟" میں نے کہا اور ٹینا میری جانب دیکھنے لگی۔
" رات میں انکل؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔
" ہاں بیٹے رات میں؟"
" لیکن ہم کہاں جائیں گے؟"
" ان لوگوں کے رہنما سوار ہمیں کسی مخصوص مقام تک لے جائیں گے۔ وہاں سے ہم اپنی دنیا کی طرف نکل جائیں گے؟"
" آہ انکل یہ تو میری دلی خواہش ہے، انکل کتنی دیر میں یہ لوگ ہمارے ساتھ چلیں گے؟"
" میرا خیال ہے تھوڑی دیر کے بعد؟" میں نے کہا اور ٹینا مسرور نظر آنے لگی۔ اس کے چہرے پر وہی معصومیت تھی جو میں اس سے پہلے بھی دیکھتا رہا تھا لیکن میرے ذہن میں سردار کے کہے ہوئے الفاظ کا خوف بھی باقی تھا کہیں سردار کی بات سچ ہی نہ ثابت ہو۔
بے چارا سردار ترکانہ میرے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ وہ مجھ سے کم پریشان نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔ چھ گھڑسوار ہماری رہنمائی کے لئے تیار تھے ان کے علاوہ تین گھوڑے اور تھے جن میں سے دو ہماری سواری کے لئے تھے اور ایک گھوڑے پر ضرورت کا سامان بار کیا گیا تھا۔
سردار مجھے بستی کی سرحد تک چھوڑنے آیا۔ وہ اب بھی پریشان تھا۔ "میری بستی میں تمہارے ساتھ بہتر سلوک نہیں ہو سکا نوجوان، جس کے لئے میں طویل عرصہ تک شرمندہ رہوں گا۔ میری دعا ہے کہ ہریکا دیوی کی مدد سے تم اس شیطان کے جال سے نکل جاؤ۔ لیکن اگر تمہیں اس میں کوئی دقت محسوس ہو تو میرے دوست ۔۔۔ ترکانہ کو اپنا دوست سمجھ کر اس کے پاس آ جانا؟"
" میں تمہاری اس دوستی کو یاد رکھوں گا ترکانہ؟" میں نے جواب دیا۔ اور پھر اس سے رخصت ہو کر ہم چل پڑے۔ افریقہ کے خطرناک علاقے میں رات کا سفر بے حد بھیانک سمجھا جاتا تھا۔ وحشی اور خونخوار درندے چاروں طرف بھٹکتے پھرتے تھے۔ اور تاریک راتوں میں تو ان کا خطرہ اور بڑھ جاتا تھا۔
جن لوگوں کو ترکانہ نے ہمارے ساتھ کیا تھا وہ بے حد نڈر اور تجربہ کار لوگ تھے۔ ساری رات وہ بے تکان ہمارے ساتھ سفر کرتے رہے اور یہ بھی اتفاق تھا کہ راستے میں کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔
صبح کو ہم نے خود کو ایک سرسبز و شاداب جنگل میں پایا۔ جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا اور درختوں کے نیچے سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ ایک انتہائی گھنے سایہ دار درخت کے نیچے میں نے گھوڑا روک دیا۔ ٹینا کے چہرے پر تھکن نمایاں تھی۔
" تھک گئیں ٹینا؟"
" بے حد انکل" ٹینا نے جواب دیا۔
" تو اب آرام کرو۔ عمدہ جگہ ہے؟" میں نے کہا اور پھر میں اپنے رہنما سیاہ فاموں سے بات کرنے لگا۔ میں نے پروگرام بنایا تھا کہ دوپہر تک ہم آرام کریں گے، دوپہر کے بعد سفر کریں گے تاکہ پھر رات کو کسی مناسب جگہ قیام کیا جا سکے۔ سیاہ فاموں نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ ان بے چاروں نے ہمارے لئے آرام کا بندوبست کیا اور پھر خوراک کا سامان اتارنے لگے۔ سردار نے انہیں خاص طور سے ہمارے آرام کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اس لئے ہمارے سارے کام انہوں نے کئے۔ اور کھانے پینے کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔
ٹینا اب متوازن تھی۔ اس کے انداز میں پہلے جیسی معصومیت پیدا ہو گئی تھی لیکن میں اس کی طرف سے غیر مطمئن تھا۔ دوپہر ڈھل گئی اور پھر ہم نے دوبارہ سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جنگل کو عبور کر رہے تھے۔
چونکہ آرام کر چکے تھے اور تھکن دور ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم اس وقت تک سفر کرتے رہے جب تک تاریکی کافی گہری نہ ہو گئی۔ پھر ہم نے دوبارہ آرام کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب کر لیا۔ یہ پہاڑی علاقہ تھا۔ اونچے نیچے ٹیلے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں درخت وغیرہ بھی تھے۔ ایک خوبصورت جگہ منتخب کر کے ہم وہاں رک گئے۔ ابھی تک سفر پُرسکون رہا تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو تشویشناک ہوتی۔ رات کے کھانے کے بعد دیر تک ٹینا مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ پُرصعوبت سفر کس طرح ختم ہو گا۔ اپنے اوپر گزرے ہوئے حالات کا اسے کوئی علم نہیں تھا۔
پھر وہ حسب معمول سونے کے لئے لیٹ گئی۔ میں بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا تھا۔ ہم سے کچھ دور سیاہ فام محافظ آرام کر رہے۔ وہ بے چارے دو دو کر کے جاگ رہے تھے۔ ترکانہ نے ہماری بے لوث خدمت کی تھی، میں اس سے بہت متاثر تھا لیکن اس بے چارے کے لئے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔
آخری رات کا چاند تھا۔ پہلے تو تاریکی رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ روشنی ہونے لگی۔ میری آنکھیں نیم غنودہ ہوتی ہی تھیں کہ میں نے کسی کو اپنے قریب محسوس کیا اور چونک پڑا۔ ٹینا میرے سرہانے موجود تھی۔
" نیند نہیں آ رہی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور وہ بھی مسکرا دی لیکن اس کے اندر کسی قدر تبدیلی نظر آ رہی تھی۔ یہ تبدیلی صرف میرا احساس تھا، کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن چند ساعت کے بعد میرے اس احساس کی تصدیق ہو گئی۔ وہ کھسک کر میرے نزدیک آ گئی تھی۔ "میں ۔۔۔ میں عورت بننا

چاہتی ہوں۔ میں جوان ہو گئی ہوں۔" اس کی آواز ابھری اور میں اچھل پڑا۔
"ٹینا!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں بھرپور جوان ہوں۔ میرے بدن کو دیکھو۔" اس نے اپنا لباس بدن سے نوچ پھینکا اور میں بوکھلا کر اٹھ گیا۔ یہ معصوم ٹینا نہیں تھی۔ اپنے حواس میں بھی نہیں تھی۔ یقیناً وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

"ہوش میں آؤ ٹینا!" میں نے کہا اور اس نے ادائے خود سپردگی کے ساتھ اپنا بدن میرے سامنے لہرایا۔ تیرہ چودہ سال کی یہ بچی آج تک اپنے کردار میں معصومیت کے علاوہ اور کوئی احساس نہیں رکھتی تھی۔ لیکن اس وقت ـــــ اس وقت وہ نہ جانے کیا بن گئی تھی۔

"میں ـــ میں تمہاری آغوش میں سمانا چاہتی ہوں۔ مجھے مایوس نہ کرو ورنہ ـــ وہ سیاہ فام میرے بدن کی پیاس بجھائیں گے۔" اس نے وہ سوتے ہوئے سیاہ فاموں کی طرف دیکھا اور میرے ذہن میں جھلاہٹ ابھر گئی۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں ٹینا، ہوش میں آؤ۔"

"تو مجھے ہوش میں لے آؤ نا۔" اس بار وہ حد سے گذر گئی اور میرا بھرپور ہاتھ اس کے منہ پر پڑا۔ وہ کئی فٹ دُور جا گری تھی۔ لیکن وہ پھر اٹھ گئی۔ "ٹھیک ہے۔ تم مجھے قبول نہ کرو۔ میں جا رہی ہوں۔ میں ان سے درخواست کروں گی۔" وہ اٹھ کر سیاہ فاموں کی طرف بڑھی اور اب بات حد سے گذر گئی تھی۔ میں اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے لپک کر اسے پکڑ لیا۔ اور پھر میرا ہاتھ اس کی گردن کی پشت پر پڑا اور وہ لہرا کر زمین پر آ رہی۔ وہ بیہوش ہو گئی تھی۔

میں نے اسے اٹھا کر اس کی جگہ لٹا دیا۔ اور پھر بمشکل اس کا لباس اسے پہنایا۔ لیکن اس کی اس کیفیت سے میں سخت پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی اب تک حفاظت کی تھی۔ اگر یہ کیفیت حقیقی ہوتی تو میں اتنا پریشان نہ ہوتا لیکن وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

دیر تک میں اس کے نزدیک بیٹھا اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اب دن رات سفر کرنا ہو گا تاکہ اس طلسمی ماحول سے جتنی جلدی ممکن ہو دور نکل جاؤں۔ کچھ بھی ہو جائے میں ٹینا کو بے سہارا نہیں چھوڑوں گا۔

سیاہ فام اطمینان سے اپنی جگہ موجود تھے۔ ان بے چاروں کو صورتحال کا کچھ علم نہیں تھا۔ دیر تک میں اسی طرح بیٹھا رہا اور پھر اس کے نزدیک ہی دوبارہ لیٹ گیا۔ چاند اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ ہوا اتنی خوشگوار چل رہی تھی کہ آنکھوں میں شراب اتر رہی تھی اور پھر یہ شراب میرے حواس پر چھا گئی اور میں دوبارہ سو گیا۔ اس بار سیاہ فاموں نے مجھے جگایا تھا۔ دور پہاڑوں کی اوٹ سے اجالا ابھر رہا تھا۔ سیاہ فام مجھے جھنجھوڑ رہے تھے۔

میں چونک کر اٹھ گیا۔ "آپ کی ساتھی لڑکی گھوڑے پر بیٹھ کر اس طرف گئی ہے۔ ہم نے دو آدمی اس کے پیچھے دوڑا دیئے ہیں۔" ایک سیاہ فام نے مجھے بتایا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں اور الجھ گیا تھا۔

"بہرحال ہم نے بھی اپنے گھوڑے سنبھال لئے اور پھر ہم بھی اسی طرف دوڑ پڑے۔ سورج ابھر آیا لیکن ان لوگوں کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ یہ وہی رخ تھا جس سے ہم آئے تھے اور اب ہم دوبارہ بستی کی جانب جا رہے تھے۔ میرے ذہن میں بھنور اٹھ رہے تھے۔ دل چاہ رہا تھا کہ ٹینا کو جہنم میں جھونک کر آگے بڑھ جاؤں لیکن پھر خیال آتا کہ وہ بے قصور ہے یہ سب ترشال کا ہی شیطانی چکر ہے۔ میں اس شیطان کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ کچھ بھی ہو جائے میں ترشال کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ میرے دانت بھنچ گئے۔ اور ہم رکے بغیر سفر کرتے رہے۔

شام کو سورج چھپے ہم بستی پہنچ گئے۔ جہاں ہماری ملاقات تکانہ اور ان دونوں سیاہ فاموں سے ہوئی تھی۔ سیاہ فاموں کی حالت خراب تھی۔ ان کے بدن جھلسے ہوئے تھے اور جگہ جگہ گوشت نکل آیا تھا۔ شاید وہ ابھی تکانہ کے پاس پہنچے تھے۔

تکانہ کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مایوسی سے بولا۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا۔"

"ان لوگوں کو کیا ہوا؟" میں نے افسوس زدہ نگاہوں سے ان دونوں سیاہ فاموں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ان سے ہی سنو۔" تکانہ نے کہا۔

"کیا ہوا تم دونوں کو؟" میں نے پوچھا۔

"ہم لڑکی کا تعاقب کرتے ہوئے سیاہ پہاڑیوں تک گئے۔ وہ گھوڑے سمیت پہاڑیوں میں غائب ہو گئی۔ ہم پہاڑیوں میں بھٹک رہے تھے کہ ـــ اچانک پہاڑیوں سے شعلے نکلے اور ہم شعلوں میں گھر گئے۔ ہمارے گھوڑے جل کر ہلاک ہو گئے، ہم بمشکل نکل آنے میں کامیاب ہو سکے۔"

"اور یہ حرکت اس شیطان کے علاوہ کسی کی نہیں ہے۔" تکانہ نے کہا۔

"لڑکی کا پھر کوئی پتہ نہیں چل سکا؟" میں نے شعلہ بار نگاہوں سے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، اس کا نام و نشان تک نہیں ملا۔"

"ہوں۔ تکانہ ان کے علاج کا بندوبست کرو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے سخت پریشانی اٹھانی پڑی۔ لیکن ترشال سے اب میری جنگ شروع ہو چکی ہے۔ میں دیکھوں گا وہ کتنا بڑا جادوگر ہے۔"

میں جانتا تھا کہ تکانہ مجھے احمق سمجھ رہا ہو گا۔ بھلا میں کس طرح اس کی شیطانی قوت کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

رات کو تکانہ دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا تھا۔ وہ بہت مایوس تھا اور مجھ سے بھی مایوسی کی گفتگو کرتا رہا تھا۔

"یقین کرو میرے دوست، تمہاری خواہش پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ایک مہمان کی حیثیت سے میں تمہیں اس خطرے سے بچانا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے خلوص کو دل سے قبول کرتا ہوں۔ لیکن اب میرے

لئے بھی یہ ضروری ہے۔ اس کے علاوہ میں اور کیا کر سکتا ہوں۔"

"ترشال تمہارا خون پی جائے گا۔ وہ شیطان ہے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ اب میں اسے کیا بتاتا کہ میرا خون بہت خراب ہے اور کسی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ دوسرے دن میری درخواست پر تکانہ مجھے اس علاقے میں لے گیا جہاں ہزاروں لاتوں کے شکار پتھر کی زندگی گذار رہے تھے۔

بڑا پُراسرار علاقہ تھا۔ تکانہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتا رہا تھا جو بظاہر سیاہ پتھر کے مجسمے نظر آ رہے تھے۔ یہ سن کر حیرت ہوتی تھی کہ وہ کبھی انسان تھے۔ اس نے ان شیطانوں کی روایات بتا کر مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی لیکن خوف کا میرے نزدیک گذر نہیں تھا۔

"یہ تمام لوگ وہ تھے جنہوں نے اپنی شیطانی قوتوں سے بستی کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ انہوں نے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتے تھے اور جس کی جتنی زندگی تھی اس نے اتنے ہی انسانوں کا خون پی لیا۔ گویا بے شمار افراد لقمۂ اجل بنے اور ان کی زندگیاں اس طرح ختم ہو گئیں۔ سو میرے دوست میرے معزز مہمان یہ مناسب نہیں ہے کہ تم خود کو اس نوجوان کی حیثیت سے پیش کرو جسے ترشال کی خدمت میں اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ وہ اس سے اپنے خون کی پیاس بجھائے۔ ہم لوگ تو اس کے عادی ہیں اور ہماری تقدیریں یہی ہیں۔ سو جو گناہ کا پودا ہماری زمین میں اگا ہے اسے ہمارے ہی خون سے سیراب ہونا چاہئے۔ تم چند روز کے لئے یہاں آئے ہو تمہاری زندگی خطرے میں کیوں ڈالی جائے۔"

"میرے اچھے دوست تکانہ۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "پہلی بات تو یہ سن لو کہ ترشال میرا خون نہیں پی سکتا۔ تم خود کہہ چکے ہو اور میں نے تمہیں اس کا احساس نہیں دلایا کہ یہ راستے ناقابل عبور ہیں جدھر سے میں آیا ہوں سو میرا جیسا انسان ہی ان راستوں کو عبور کر سکتا ہے اور میرا جیسا شخص ہی تمہیں ترشال کے بوجھ سے آزاد کرا سکتا ہے۔ اور اگر میں ترشال پر قابو نہ بھی پا سکا تو بہرصورت یہ تو ممکن نہیں ہے کہ میں اس لڑکی کو یہاں چھوڑ کر اپنی زندگی بچانے کے لئے آگے بڑھ جاؤں چنانچہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے مجھے اس پر اٹل رہنے دو اور میری مدد کرو۔"

تکانہ نے گردن جھکا لی۔ پھر مردہ سی آواز میں بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تم اس حد تک بضد ہو تو میں خاموش ہوا جاتا ہوں۔"

"ایک بات اور کہوں گا سردار۔"

"کیا؟" تکانہ نے پوچھا۔

"کیا تم پہلے سے اس شخص کا انتخاب کر لیتے ہو جسے ترشال کی ہوس پر قربان کیا جاتا ہے۔"

"ہاں۔ اس بار جو نوجوان ہے اس کا نام بنکاما ہے۔" تکانہ نے بتایا۔

"اگر اس بار میں اس کی جگہ چلا گیا تو کیا آئندہ اسے ہی ترشال کے پاس بھیجا جائے گا؟"

"اس سلسلے میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے نوجوان دوست، لیکن تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر اتفاق سے میں ترشال پر قابو نہ پا سکا تو تم اس نوجوان کو اس کی بھینٹ کے لئے مت بھیجنا جس کا انتخاب تم کر چکے ہو۔"

"اوہ۔" تکانہ نے گردن ہلائی۔ "گویا تم چاہتے ہو کہ اس کی زندگی ہمیشہ کے لئے بچ جائے۔"

"ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں۔"

"انوکھی خواہش ہے۔ تمہیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"کوئی فائدہ نہیں، بس میں چاہتا ہوں کہ ایک شخص اس طرح سے بچ جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری اس خواہش کی تعمیل کروں گا۔" تکانہ نے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔

چاندنی بھی آخری راتوں کا سفر طے کر رہا تھا پھر ایک رات وہ ڈوب گیا۔ گویا وہ ڈوبتے چاند کی آخری رات تھی۔ اور اسی رات کے آخری پہر اس نوجوان کو سیاہ پہاڑیوں میں بھیجا جانے والا تھا جو اس بار ترشال کا نشانہ بننے کے لئے تیار تھا۔ ان چند دنوں میں ٹینا کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا اور میرا دل اس کے لئے خون کے آنسو روتا تھا۔ مجھے ٹینا کی وہ کیفیت یاد آئی جس کا اظہار اس رات ہوا تھا۔ معصوم ٹینا کے چہرے پر ایک جوان عورت کے جذبات تھے اور میرا دل کسی طور یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ وہ اپنے کسی جذبے کے تحت اس حد تک آمادہ ہو گئی تھی۔ اس معصوم دل میں ابھی یہ جذبہ یقینی طور پر پیدا نہیں ہوا ہو گا۔ سو اگر ترشال نے اسے آمادہ کر لیا ہو گا تو کیا ٹینا اب وہی معصوم ٹینا ہو گی۔ اگر ترشال نے ٹینا کو تباہ و برباد کر دیا تو پھر میں اسے اتنی اذیتناک موت دوں گا کہ وہ مرنے کے بعد بھی نہ بھول سکے گا۔ میں نے سوچا تھا۔ سردار تکانہ خاصا مایوس تھا۔ بہرصورت وہ میری راہ میں آنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ تاریک رات کے آخری پہر اس نے مجھے الوداع کہا اور میں سیاہ پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ تکانہ نے مجھے بتا دیا تھا کہ مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔ میرا ذہن عجیب سے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان خیالات میں خوف کا عنصر تو نہیں تھا۔ البتہ ایک الجھن ضرور تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ ان شیطانی قوتوں کا کوئی علاج میرے پاس نہیں ہے میں نے سب کچھ سیکھ لیا تھا لیکن اس انوکھے علم سے آج تک ناواقف رہا ہوں۔ کاش اتنے لوگوں میں سے کوئی ایک مجھے اس علم سے بھی روشناس کراتا۔

تاریکی میں میں ان پہاڑیوں کی جانب تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس ہیبت ناک اندھیرے میں داخل ہو گیا۔ وہ چشمہ جس کے بارے میں تکانہ نے مجھے بتایا تھا۔ سامنے ہی موجود تھا اور وہاں ایک تنہا درخت کے نیچے وہ مشعل روشن تھی۔ جس کا علم مجھے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ میں درخت کے . . . . . نیچے جا کھڑا ہوا اور میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں پھر اچانک مجھے عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

"آہ — میں پیاسا ہوں۔ میں کس قدر پیاسا ہوں۔ کون میری پیاس بجھائے گا۔ کیا تو — ؟" وہ اچانک میرے سامنے آگیا۔ مشعل کی روشنی میں میں نے وہ مکروہ شکل دیکھی۔ بڑی ہیبت ناک شکل تھی۔ سیاہ فام تو تھا ہی نچلا ہونٹ ٹھوڑی تک لٹکا ہوا تھا اور اس کے لمبے لمبے دانت نظر آتے تھے۔ ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی۔ بدن اچھا خاصا توانا تھا۔

"کیا تو میری پیاس بجھائے گا؟" اس نے پوچھا۔

"میں بھی تو پیاسا ہوں ترشال۔ میری پیاس کون بجھائے گا؟" میں نے کہا اور وہ چونک پڑا۔

"ارے تو کون ہے۔ تو اس بستی سے تو نہیں ہے۔ اوہ میں سمجھ گیا اس لڑکی کا ساتھی — ہاں وہی تو ہے۔ میں نے عبادت کی صبح تجھے دیکھا تھا۔ لیکن یہ لڑکا نہ بڑا ہی عیار ہے۔ اس نے تجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے یہ سوچا — خوب سوچا۔ کوئی ہرج نہیں ہے۔ مگر تو کیا پیئے گا؟"

"تیرا خون" میں نے جواب دیا۔

"اوہو — اوہو — کیا واقعی — پی لے — پی لے — لے یہ خنجر لے، اور جہاں چاہے بھونک دے" اس نے ایک لمبا خنجر نکال کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے اسے بغور دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے میں چکرا گیا تھا۔ "بجھا لے اپنی پیاس بجھا لے۔ پھر میری پیاس بجھا دینا۔"

میں نے خنجر اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ ترشال سینہ کھول کر میرے سامنے آگیا اور پروفیسر میں جانتا تھا کہ اس پیش کش میں کوئی خاص بات ضرور ہے۔ تاہم میں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے خنجر پوری قوت سے اس کے سینے میں بھونک دیا۔ یوں لگا جیسے میں نے وہ خنجر کسی کاپی میں اتار دیا ہو۔ پھر میں نے اسے نکالا اور اسے کئی بار ترشال کے بدن پر جگہ جگہ خنجر بھونکا۔ لیکن کہیں سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔

ترشال مکروہ انداز میں ہنس پڑا "اب میں کیا کروں۔ میرے بدن میں تو خون ہی نہیں ہے۔ اب تو اجازت ہے؟"

"ٹھیک ہے" میں نے بھی ہنس کر کہا اور خنجر ترشال کو واپس کر دیا۔ اس نے خنجر میرے ہاتھ سے لے کر اچانک وحشیانہ انداز میں اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اور پھر انتہائی سفاکی سے وہ خنجر میری گردن میں اتارنے کی کوشش کی۔ اور — خنجر کی دھار مڑ گئی۔ جس قوت سے وہ میری گردن میں پیوست کیا گیا تھا اس کے تحت اس کا وہ پہلا اور آخری وار ہونا چاہئے تھا لیکن اس نے حیرانی سے مڑے ہوئے خنجر کو دوبارہ دیکھا اور پھر اسے چٹکیوں میں پکڑ کر سیدھا کر دیا۔

اس بار اس نے خنجر میرے سینے میں بھونکا تھا۔ لیکن اس بار وہ دوبارہ سیدھا ہونے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ "کیا تیرا بدن پتھر کا ہے؟" اس نے وحشیانہ انداز میں کہا اور میرے منہ سے بھی قہقہہ ابل پڑا۔

"ہاں ترشال، لوہے کے ہتھیار تو میرے بدن پر بھی کارگر نہیں ہوتے" ترشال میرے ان الفاظ سے ہراساں نہیں ہوا تھا۔ بلکہ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ناکارہ خنجر پھینک دیا۔

"میرے دانت لوہے کے نہیں ہیں۔ یہ تو ہڈیوں میں بھی بہ آسانی اتر جاتے ہیں" اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے جیسے مجھے اپنی گرفت میں لینے کا خواہشمند ہو۔ اور پھر اس نے لپک کر مجھے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔ اور جہاں بات طاقت کی ہو تو پھر جادو کی ایسی تیسی۔ میں نے اسے گرفت کرنے کا پورا موقع دیا تھا۔ اس نے مجھے گرفت میں لے کر اپنے دانت میرے شانے میں گاڑھ دیئے اور پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں منہ پیچھے ہٹا لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا لیکن اب میں اسے کہاں چھوڑتا۔ میں نے بھی اس کے بدن کو گرفت میں لے لیا اور پھر میں نے پوری قوت سے اسے دبایا۔

ترشال کے حلق سے دلخراش آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں باہر نکلی پڑ رہی تھیں۔ اس نے بھی پوری قوت استعمال کر کے میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی اور میں نے اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ ترشال پھر چیخا تھا اور پھر جوں ہی وہ دوبارہ اٹھا میں نے پھر اسے گرفت میں لے لیا۔ لیکن اس بار وہ سنبھل گیا۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اپنی شیطانی قوت سے وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکتا۔ چنانچہ اچانک اس کا بدن جیسے پگھلنے لگا۔ وہ ایکدم کسی رسّی کی طرح پتلا ہوگیا۔ اور اس کا اب میرے ہاتھ سے نکل جانا فطری امر تھا۔

میری گرفت سے نکلتے ہی اس نے پہاڑیوں کی طرف چھلانگ لگا دی۔ لیکن اب میں اس کا پیچھا چھوڑنے والا کہاں تھا۔ میں اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ اور جونہی وہ سیاہ چٹان کے ایک غار میں داخل ہوا . . . .

. . . . . میں نے بھی غار میں داخل ہونے کی کوشش کی۔

اسی وقت ایک وزنی چٹان اپنی جگہ سے اس طرح سرکی کہ غار کا دروازہ بند ہو جائے لیکن میں نے اس چٹان کو روکا۔ اور اس میں کامیاب ہوگیا۔ چٹان مجھے دھکیل نہ سکی اور میں اندر داخل ہوگیا۔ بدبو کا ایک شدید بھپکا میری ناک سے ٹکرایا تھا۔ میں نے ترشال کو تلاش کیا۔ لیکن اس کشادہ غار میں وہ مجھے نظر نہیں آیا۔ البتہ سامنے ہی ایک اور سرنگ سی موجود تھی۔ کشادہ غار میں دیواروں میں مشعلیں لگی ہوئی تھیں اور ان کی روشنی نہایت بھیانک منظر پیش کر رہی تھی۔

پورے غار میں مردہ جانوروں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں انسانی ڈھانچے بھی موجود تھے جن میں سڑا ہوا گوشت چپکا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بھی ایسی ہی مکروہ چیزیں۔ میں اس سرنگ کی طرف بڑھ گیا۔

اور سرنگ کے دوسرے دہانے پر مجھے ایک اور روشن غار نظر آیا۔ اس غار کی روشنی بہت تیز تھی۔ میں بے تکان اندر داخل ہوگیا۔ یہ غار زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ سامنے ہی سفید رنگ کا ایک خوبصورت تخت بچھا ہوا تھا جس میں اعلیٰ درجے کے جواہرات نصب تھے اور انہی ہیروں کی روشنی سے غار منوّر تھا۔ مکروہ صورت ترشال اس تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے

پاؤں بھی اوپر اٹھا رکھے تھے اور اس کے عقب میں ایک کرسی پر ثمینا بھی موجود تھی لیکن اس خوفناک اور وحشت زدہ شکل میں جس میں میں نے اس رات اسے دیکھا تھا جس دن وہ اغوا ہوئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

ترشال کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔

"تم کون ہو۔ تم کون ہو؟" اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم خوفزدہ ہو ترشال؟"

"نہیں — ہرگز نہیں۔ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ بگاڑ کر دیکھ لو میں تم سے اتنا دور ہوں کہ تم — تم مجھ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ میں تم سے ہزاروں میل دور ہوں۔ تمہے ہزاروں میل دور" اس نے کہا۔

"تم شاید پاگل بھی ہو گئے ہو۔ آؤ مجھے ہلاک کرو۔ میرا خون پیو۔ تم پیاسے ہو" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"دھوکہ ہو گیا ہے۔ دیکھ لوں گا لڑکا نہ کو۔ دیکھ لوں گا بستی والوں کو۔ پوری بستی کا خون نہ پی جاؤں تو نام نہیں۔ اس نے تمہیں کیوں بھیجا؟ اب اس کے لئے مصیبتیں ہی مصیبتیں ہیں" ترشال نے کہا۔ میں بدستور آگے بڑھ رہا تھا۔ اور ایک لمحے میں مجھے ایک انوکھا احساس ہوا میرے اور ترشال کے درمیان جتنا فاصلہ تھا وہ ان چند قدموں میں طے ہو جانا چاہئے تھا۔ میں مسلسل آگے بڑھ رہا تھا لیکن فاصلہ جوں کا توں تھا۔

ایک لمحے کے لئے میں ٹھٹھک گیا۔ اور اسی وقت بدبخت ترشال نے قہقہہ لگایا "آؤ آؤ۔ رک کیوں گئے۔ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تم یہ فاصلہ ساری زندگی طے نہیں کر سکو گے۔ آؤ بڑھتے رہو۔"

لیکن میں وہیں رک گیا یہ صورتحال تعجب خیز تھی۔ اور ترشال کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ یہاں میں ناکام رہا ہوں۔ چنانچہ اس کا خوف آہستہ آہستہ دور ہوتا جا رہا تھا۔ لیکن اس نے پاؤں زمین پر نہیں رکھے تھے اور اسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اب پینترا بدلنا ضروری سمجھا۔

"تمہارے جادو کے بارے میں مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے ترشال۔ لیکن اطمینان رکھو۔ میں ساری عمر تمہاری نگرانی کر سکتا ہوں۔ میں تمہیں یہ دعوت دیتا ہوں کہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔ مجھ پر اپنا جادو آزماؤ تم ناکام رہو گے۔ میں انتظار کروں گا کہ تمہارے جادو کا دور ختم ہو جائے اور اس کے بعد — اس کے بعد میں تمہارے پتھریلے مجسمے کو پاش پاش کر دوں گا۔"

"ممکن ہے یہ نوبت نہ آئے — ممکن ہے یہ نوبت کبھی نہ آئے" ترشال نے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ یہ بات کس بنیاد پر کہہ رہا ہے، لیکن میں نے اپنی بات کا سلسلہ جاری رکھا۔

"دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ ہم دونوں صلح کر لیں۔"

"صلح کر لیں؟" وہ چونکا۔

"ہاں۔ یہ ممکن ہے۔"

"اوہو۔ کیسی صلح اور کن شرائط پر؟"

"دیکھو ترشال، میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم مجھ پر اپنی جادوئی قوتیں استعمال کر کے مجھے ہلاک کر دو۔ اور اگر تم اس میں ناکام رہے تو پھر میں اپنے جادو کی ابتدا کروں گا اور تمہیں کتے کی موت ماروں گا۔ لیکن اگر تم صلح پر آمادہ ہو تو میں بھی تیار ہو سکتا ہوں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہ لڑکی میری ساتھی ہے۔ یہ میرے لئے محترم ہے۔ میں اسے ایک مخصوص مقام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ تم اسے میرے حوالے کر دو۔ میں اسے لیکر خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اپنی بھوک مٹانے کے لئے تم قبیلے کی لڑکیوں کو لاتے رہتے ہو۔ اس پر قبضہ جما کر اپنے لئے مصیبت مول مت لو۔"

ترشال کچھ سوچنے لگا پھر بولا "نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ لڑکی میرے لئے کیا ہے تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اگر میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد ترشال کبھی نہیں مرے گا۔ ہاں اس کے بعد ترشال کبھی نہیں مرے گا۔ کوئی جادو اس پر کارگر نہ ہو گا۔ میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ کبھی نہیں۔"

"کیا مطلب ترشال۔ یعنی تم اسے صرف اس لئے نہیں لائے کہ وہ ایک لڑکی ہے؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ لڑکیوں کی بھلا میرے لئے کیا کمی ہے۔ جس قبیلے سے چاہوں اٹھا لاؤں۔ مگر یہ لڑکی — یہ لڑکی ایک خاص حیثیت رکھتی ہے

اس کی عمر کتنی ہوگی؟"

"بہت چھوٹی تقریباً بارہ تیرہ سال۔"

"تیرہ سال۔ یقیناً تیرہ سال۔ مجھے اس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا ہے میں اسے چار سال تک اپنے پاس رکھوں گا۔ جس وقت یہ سترہ سال کی ہو جائے گی تو میں اس سے ایک ایسا کام لوں گا کہ اس کے بعد لوگ یہ بھول جائیں گے کہ دیوی ہریکا بھی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ دیوی ہریکا اس وقت میرے سامنے بے بس ہوگی۔ میرا مقابلہ تو اسی سے ہے۔ میں اسے شکست دوں گا۔ وہ مجھے پتھروں میں تبدیل نہیں کر سکتی۔" ترشال نے جواب دیا۔

"اگر ایسی بات ہے ترشال تو مجھے بتاؤ تمہارا منصوبہ کیا ہے۔ ممکن ہے میں بھی تمہاری مدد کر سکوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ بس یہ لڑکی میری پوری پوری مدد کرے گی۔"

"مگر کس طرح؟ کیا تم مجھے یہ بات نہیں بتاؤ گے؟" میں نے اسے باتوں میں لگاتے ہوئے پوچھا۔ اور ترشال آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ تخت پر اپنے آپ کو بالکل محفوظ سمجھتا ہو۔ ایک آدھ دفعہ میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پروفیسر عجیب بات تھی میں جتنا بھی آگے بڑھتا ترشال کا اور میرا فاصلہ اتنا ہی رہتا جتنا کہ تھا۔ گویا میرے قدم زمین طے نہیں کر رہے تھے تب ترشال نے کہا۔

"ماترا بھون زمین کی گہرائیوں میں ایک جگہ ایسی ہے جس کا راز پانے والا ترشال کے سوا کوئی نہیں ہے اور ماترا بھون کی گہرائیوں میں دیوی ہریکا کے قدم بھی معذور ہو جاتے ہیں۔ ہاں اس لئے کہ اس کے دل میں کھوٹ ہے اور وہ پاک نہیں رہی۔ ماترا بھون میں سانپ ہے اور وہ سانپ ابدیت کے تاج کا رکھوالا ہے اور ابدیت کا یہ تاج جسے حاصل ہو جائے اسے نہ تو موت آتی ہے اور نہ کوئی اس پر فاتح ہوتا ہے۔ تو میرے دوست! تم جو کوئی بھی ہو میری بات غور سے سنو جو ابدیت کے راستے اختیار کر رہا ہے مقدس سانپ تک پہنچنے والی ایک ایسی کنواری ہوگی جو پاکیزہ ہو اور جس کے بدن پر ایسے اجنبی ہاتھ نہ پہنچے ہوں جن میں ہوس لرز رہی ہو۔ سو میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ یہ لڑکی معصوم ہے۔ میں نے اس کے دل میں ایک جوان عورت کے جذبات سمو کر دیکھے اور یہ اسی طرح بھڑک اٹھی جیسے تم کسی بجھتی ہوئی آگ پر ایسے سفوف چھڑک دیتے ہو جو آتشگیر ہوتا ہے اور اس آگ کی یہ بھڑک اس بات کی مظہر تھی کہ وہ ان جذبات سے ناآشنا ہے جو جوانی کے جذبات ہوتے ہیں۔ سو اب اس کی یہ آگ ہمیشہ کے لئے سرد ہو جائے گی اور یہ پاکیزہ رہے گی۔ تب یہ زمین کی گہرائیاں طے کرتی ہوئی سانپ تک جائے گی اور بڑے اطمینان کے ساتھ ابدیت کا وہ تاج اٹھا کر مجھے دے دے گی۔ تب وہ تاج میرے سر پر ہوگا اور لڑکی سانپ کا نوالہ تر۔ اور اس کے بعد میں زندہ رہوں گا۔ اس وقت تک جب تک کہ یہ دنیا کسی چادر کی طرح ... ۔ بیوقوف تکانہ سمجھتا ہے کہ ترشال بھی ان احمقوں کی مانند ہے جنہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہزار راتیں مانگ لی ہیں اور اس کے بعد پتھر کے مجسموں میں بدل گئے۔ میں نے اپنی سو راتیں صرف اس کوشش میں صرف کیں کہ میں ابدیت کے تاج کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ میں نے ساری کوشش اس مقصد میں صرف کی کہ میں ہریکا سے مقابلہ کروں اور کامیابی میرے نزدیک ہے۔ تاج صرف یہ لڑکی حاصل کر سکتی ہے اس لئے میں اسے کیسے چھوڑوں؟"

میں سکتے کے عالم میں اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ بہر حال ایک بات کا مجھے اندازہ ہوا تھا وہ یہ کہ کم از کم اب ٹینا کی عزت خطرے میں نہیں تھی وہ محفوظ ہے۔ تب میں نے کہا۔

"لیکن میں تیرا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ترشال۔"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن اس کے لئے صلح کی ایک اور پیشکش میں تجھے کرتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تجھ سے صلح کی جا سکتی ہے۔ لیکن دوسری چند شرائط پر۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تو وہ تاج مجھے حاصل کر کے دے دے۔"

"اوہ۔ کیسے؟"

"میں تجھے اس غار تک پہنچائے دیتا ہوں جہاں ابدیت کا مقدس تاج موجود ہے۔ مجھے اپنی قوت سے وہ تاج حاصل کر کے دے دے۔ سانپ کو ہلاک کر دے۔ اگر تیری قوت یہ کام کر سکتی ہے تو میں لڑکی تیرے حوالے کر دوں گا۔"

پھنس گیا — میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس طرح وہ آسانی سے میرے جنگل میں آجائے گا۔ "میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بغیر کچھ جانے بوجھے؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں سانپ کو ہلاک کر کے وہ تاج تجھے دے دوں گا۔ تو مجھے اس غار تک پہنچا دے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ناکام رہا تو تجھے لڑکی سے دستبردار ہونا ہوگا۔"

"وعدہ۔ اب مجھے جلدی سے وہاں پہنچا دے۔"

"تو ایسا کر، سامنے والے دروازے سے گذر کر ماترا بھون کے جنگل میں پہنچ جا۔ میں لڑکی کے ساتھ تیرے پاس آرہا ہوں۔"

"ابھی نہیں چلے گا؟"

"سمجھنے کی کوشش کر، جب تک میرے پاؤں زمین سے نہیں لگتے تیرے اور میرے درمیان فاصلہ برقرار رہے گا جونہی میرے پاؤں زمین سے لگے زمین چھوٹی ہو جائے گی اور تو مجھ تک پہنچ جائے گا۔ اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں۔" وہ ہنس پڑا۔

واقعی شیطان ہے۔ میں نے سوچا۔ لیکن میں اسے بہلا دے دینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تو بے اعتبار ہے۔ لیکن میں تجھے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا کہ تکانہ کی بستی والوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو بس اس لڑکی کو لے کر یہاں سے نکل جانے کا خواہشمند ہوں۔"

"تب میں اپنے مقصد کے حصول کے بعد تیری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔"

"تو نے کونسے دروازے کی بات کہی ترشال؟" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیونکہ اس غار میں اور کوئی دروازہ نہیں تھا۔

"اوہ۔ ماترا بھون جانے کے لئے دروازوں کی کیا کمی ہے۔" اس نے شیطانی انداز میں کہا اور ایک طرف انگلی اٹھا دی۔ میں نے اس کے اشارے کی جانب دیکھا۔ ایک سپاٹ سی چٹان تھی۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد چٹان میں ایک ننھا سا سوراخ ہوا۔ وہ ترخ گئی تھی اور پھر وہ سوراخ بڑا ہونے لگا۔ حتیٰ کہ اتنا بڑا ہو گیا کہ اس میں سے ایک آدمی بہ آسانی گذر سکے۔ تب میں نے اس شیطان صفت کی جانب دیکھا اور گردن ہلا دی۔

"کیا میں اس دروازے سے دوسری جانب چلا جاؤں؟"

"ہاں وہاں ماترا بھون ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تو بھی وہاں پہنچے گا؟"

"ضمانت — تو ضمانت کی بات کرتا ہے۔ دروازے کے دوسری جانب جا۔ میں تجھے وہاں موجود ملوں گا۔" ترشال نے کہا۔

"بہتر ہے۔" میں نے کہا اور بہر صورت مجھے یہ خطرہ بھی مول لینا ہی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں بھی میں ناکام ہی تھا۔ اگر وہ تخت پر چڑھا بیٹھا رہتا اور میں ساری عمر چلتا رہتا تب بھی میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا چنانچہ کوئی تبدیلی مناسب تھی۔ اگر یہیں پر کوئی امکان ہوتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو میں ضرور کوشش کرتا اور ان فضول باتوں میں نہ پڑتا۔ چنانچہ میں غار کی دوسری جانب نکل آیا اور بلاشبہ میں نے دیکھا کہ ایک طویل میدان سا ہے اور اس کے چاروں طرف گھنے درخت اگے ہوئے ہیں۔ گھاس بھی تھی اور پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ بہر حال بڑی عجیب سی جگہ تھی۔ ایک چوڑے تنے والا درخت میدان کے بیچوں بیچ کھڑا ہوا تھا۔ اس درخت کے نیچے ترشال اسی تخت پر موجود تھا جسے میں نے اندر دیکھا تھا۔ لیکن اس بار ٹینا بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ زمین کا یہ جادو آج تک میری سمجھ میں نہ آسکا تھا پروفیسر۔ میں زمین کے اس جادو کے بارے میں جاننے میں ناکام رہا تھا۔ میں نے ترشال کی جانب دیکھا۔ وہ نہایت مکروہ انداز میں ہنس رہا تھا پھر بولا۔

"کیا میں نے غلط کہا تھا کہ میں تجھے یہاں موجود ملوں گا؟"

"نہیں ترشال، ہمارے اور تیرے درمیان مفاہمت کی جو فضا پیدا ہو گئی ہے میں بھی اسے ترک کرنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے تو اب تیرا کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"کیا تو وہ غار دیکھنا چاہتا ہے؟"

"ہاں۔ تو نے اس کا وعدہ کیا تھا۔"

"وعدہ —" ترشال پھر ہنس پڑا۔ اس کا انداز بڑا مکروہ تھا۔ "میرے دوست ہمارے اس کھیل میں وعدوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ میں تجھے ماترا بھون تک ہی لانا چاہتا تھا۔ یہ جنگل، یہ میدان جانتا ہے کیا ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"اب تو یہاں سے کبھی نہیں نکل سکے گا کبھی نہیں۔ یہاں ساری کائنات پھیلی ہوئی ہے۔ چلتا رہ — چلتا رہ — لیکن تو کبھی کہیں تک نہ پہنچ سکے گا۔ اس جنگل سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور اب — اب میں جا رہا ہوں۔" ترشال نے کہا اور دوسرے لمحے اس کا تخت درخت کے تنے میں داخل ہو گیا۔ میں بے اختیار درخت کی جانب دوڑا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں وہاں تک پہنچتا۔ ترشال تخت سمیت درخت کے تنے میں غائب ہو گیا تھا۔ میں پاگلوں کی طرح کھڑا اس بند تنے کو گھورتا رہا۔ جہاں کوئی نشان نہیں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں اپنے آپ کو بہت چالاک انسان سمجھتا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ میں اس پر قابو پالوں گا۔ لیکن میں خود ہی پھنس کر رہ گیا تھا۔ اگر وہ بدبخت درست کہتا ہے تو پھر تو واقعی بڑی مصیبت ہو جائے گی۔ اس سے پہلے بھی میں دیکھ چکا تھا کہ ایک ہندو عورت جو ایسے ہی پُراسرار علوم سے آراستہ تھی میری گرفت سے باز رہی تھی اور میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکا تھا۔ سو پروفیسر بلاشبہ اس وقت میں



کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کمین انسان نے کیا سچ کہا ہے اور کیا جھوٹ ـــــ لیکن اگر اس نے سچ کہا ہے تو بہر صورت ٹینا غیر محفوظ ہی ہو گئی ہے۔ میں احمقوں کی طرح کھڑا وہاں سوچتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ اور پھر میں نے جھلاتے ہوئے انداز میں درخت کے تنے پر ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں۔ لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اس درخت میں کوئی نشان نہیں تھا۔ تب میں وحشیانہ انداز میں پلٹا اور درختوں میں داخل ہو کر اس جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

میں چلتا رہا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ میں واپس تکاز کی بستی تک پہنچ جاؤں گا لیکن ترشال کے الفاظ بھی میرے کانوں میں گونج رہے تھے کہ اس جنگل سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں ان الفاظ سے پریشان تھا۔ میں درختوں کے درمیان چلتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ سورج نکل آیا اور میں نے اس جگہ کو دیکھنے کی کوشش کی۔

پروفیسر! وہ تناور درخت میرے سامنے موجود تھا جس میں ترشال سما گیا تھا۔ گویا میں وہیں کا وہیں تھا۔ میری اذیت کی انتہا نہ رہی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ ان تمام درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دوں۔ جنگل کو تباہ کر دوں۔ میں وحشت زدہ ہو گیا تھا۔

دوپہر تک میں درخت کے سائے میں بیٹھا رہا۔ اور آج پھر میں نے کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آج میں نے دوسری سمت اختیار کی اور نت نئے راستے میری نگاہوں کے سامنے آنے لگے لیکن دل میں خوف تھا۔ میں سارا دن ساری رات چلتا رہا لیکن سورج ـــــ سورج کی آمد میرے لئے منحوس تھی۔ صبح کے سورج نے مجھے پھر اسی درخت کے سامنے پہنچا دیا۔ اور اب میری جدوجہد ماند پڑ گئی۔ میں نے سوچا اس طرح جھلاہٹوں سے کچھ کام نہیں چلے گا۔ کچھ اور سوچنا چاہئے ـــــ کچھ اور ہی سوچنا چاہئے۔ سورج چاند ستارے زمین ہوا سب کچھ تھا لیکن راستہ نہیں تھا۔ بلاشبہ اس جنگل سے باہر نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔

پھر میں کب تک اس طلسم میں گرفتار رہوں۔ ایک بار پھر میرے ذہن میں بے قراری کی لہر اٹھی۔ میں یہاں کیوں آ گیا۔ کیا ملے گا مجھے ٹینا کی حفاظت کا انعام۔ وہ بھی تو اسی دنیا کی ایک فرد ہے۔ میں نے اسے ڈوبتے اور جلتے ہوئے جہاز سے کیوں بچایا تھا۔ بلاوجہ اس مصیبت میں پھنسا۔

یہ جھلاہٹیں جاری رہیں ـــــ دن گذرتے رہے۔ میری خونریز کیفیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ لاتعداد بار میں نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی۔ نت نئے طریقے اختیار کئے لیکن ناکام رہا۔ تب نہ جانے کتنا وقت گذر گیا۔ میں ایک زخمی شیر کی مانند اس وسیع پنجرے میں قید تھا۔ اب تو مجھے یہاں کے ایک ایک ذرے سے نفرت ہو گئی تھی۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں ـــ میں اس جنگل کو آگ لگا دوں۔

اور اس نئے خیال نے میرے ذہن میں پختگی حاصل کر لی۔ میں بڑے خونخوار انداز میں سوچ رہا تھا۔ اور پھر میں نے اس مقصد کے تحت کام شروع کر دیا۔ میں نے خشک گھاس کے انبار لگانے شروع کر دیئے۔ جگہ جگہ میں نے اسے درختوں کے نیچے جمع کرنا شروع کر دیا۔ خاص طور سے اس چوڑے اور تناور درخت کے گرد تو میں نے گھاس کا اتنا بڑا ڈھیر لگا دیا کہ درخت کا تنا اس میں چھپ گیا۔

آگ کی ابتداء میں نے وہیں سے کی تھی۔ چقماق کے ذریعہ آگ روشن کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی اور خشک گھاس نے آگ پکڑ لی۔ ہوا کے جھونکوں نے اس آگ کو خوب بھڑکایا۔ اور شعلے ذرا سی دیر میں آسمان سے باتیں کرنے لگے۔

بالآخر درخت کے تنے نے آگ پکڑ لی تب میں نے وہاں سے تھوڑی سی آگ لے کر دوسرے درختوں کے نیچے بھی آگ روشن کر دی۔ آگ اور دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف بلند ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگل آگ کا سمندر بن گیا۔

چاروں طرف آگ ہی آگ تھی جو آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کی تپش سے دور دور کی چٹانیں چٹخ رہی تھیں۔ تڑاخے بلند ہو رہے تھے، اور یہ تپش میرے بدن کو زندگی بخش رہی تھی۔ میری قوتیں جاگ رہی تھیں۔

نہ جانے کتنے عرصہ میں چوڑے تنے والے درخت کی زندگی ختم ہوئی اور ایک دن وہ جلتی شاخوں کے ساتھ زمین پر آ رہا۔ میں نے اس جلتے ہوئے درخت کو اس کی جگہ سے دور دھکیل دیا۔ پروفیسر! ـــ اس کے نیچے کھوکھلی زمین دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

گو اس جگہ بھی دھواں بھرا ہوا تھا لیکن مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں دھوئیں کی اس سرنگ میں اتر گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ وہاں سیڑھیاں ہیں جو زمین کی گہرائیوں میں اتر گئی ہیں۔

تھوڑی دور چل کر دھوئیں کا احساس بھی ختم ہو گیا۔ لیکن سیڑھیاں تھیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

اور پروفیسر! نہ جانے کتنا وقت لگا مجھے آخری سیڑھی تک پہنچنے میں، میں نے اس دوران وقت کا تعین ہی نہیں کیا تھا۔ اس منحوس جنگل میں میں نے نہ جانے کتنے سورج دیکھے تھے، نہ جانے کتنے چاند دیکھے تھے، ان کا کوئی حساب میں نے نہیں رکھا تھا ہاں میری کیفیت مجھے احساس دلاتی تھی کہ میں نے اس آزاد قید میں بھی ایک طویل وقت گذار لیا ہے۔

بالآخر میں ایک غار میں پہنچ گیا اور پروفیسر اس غار میں میں نے ایک عجیب منظر دیکھا، ایسا منظر جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ وہ سانپ بے حد موٹا اور بہت ہی لمبا تھا۔ اس کا منہ بہت بڑا تھا۔ اور اس نے اپنے بدن کو گول دائرے میں سمیٹا ہوا تھا اور دائرے کے درمیان ایک حسین تاج رکھا ہوا تھا۔ ایک انتہائی خوبصورت حسین تاج۔

سانپ کی چمکدار آنکھیں میری جانب نگراں ہو گئیں۔ لیکن میں حیران تھا۔ ترشال تک پہنچنے کے بجائے میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں تاج موجود تھا۔ اور اس تاج کی آرزو ترشال کو تھی۔ میں سانپ کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

اگر یہ تاج کوئی حیثیت رکھتا ہے تو کیوں نہ میں اسے ہی حاصل کرنے کی کوشش کروں، میں نے سوچا۔ تب میں اس سانپ کی طرف بڑھا۔ سانپ کے بل کے قریب ایک دائرے کی شکل میں گھومنے لگے۔ وہ اپنے بل کھول رہا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ وزنی ہتھیار جو میں نے تکاز سے حاصل کیا تھا باہر ہی رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے سانپ سے جنگ کرنے کے لئے کسی ہتھیار کی تلاش میں چاروں طرف دیکھا لیکن شفاف غار میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔

مجبوراً میں خالی ہاتھوں سے آگے بڑھنے لگا۔ دفعتاً سانپ کے منہ سے ایک پھنکار نکلی اور اس کے ساتھ ہی آگ کے شعلے میری طرف لپکے۔ شعلے میرے بدن سے ٹکرائے اور میں آگے بڑھتا رہا۔ سانپ نے اپنا منہ کھولا اور اس کے لمبے لمبے دانت سفید چھریوں کی طرح نظر آنے لگے پھر اس نے جست لگائی اور میرے اوپر آ پڑا۔ وہ اتنا لمبا تھا کہ بدن کا دائرہ بدستور تاج کے گرد قائم رہا اور وہ مجھ سے جنگ کرنے بھی پہنچ گیا۔ میں نے جھکائی دے کر اس کی گردن کو گرفت میں لے لیا اور اس پر قوت صرف کرنے لگا۔ سانپ بے پناہ طاقتور تھا۔ اس کا لمبا بدن پھسل رہا تھا اور وہ میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیکن یہ تو آخری کھیل تھا۔ میں اس کھیل میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں سانپ کی گردن دباتا رہا۔ پھر میں نے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں سیدھی کر کے سانپ کی آنکھ میں ماریں اور اس کی ایک آنکھ پچپک سے پھوٹ گئی۔ تب وہ طوفانی طاقت صرف کرنے لگا اور تاج کے گرد سے اس کا دائرہ سمٹ گیا۔

میں نے دوسری آنکھ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا اور سانپ تکلیف سے بری طرح اپنا بدن پٹخنے لگا۔ غار میں خوفناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں لیکن سانپ کو بھی اپنا صحیح مدمقابل ملا تھا۔ وہ تاج کی حفاظت بھول گیا تھا اور اپنی جان بچانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔ پھر اس نے اپنا پورا بدن میرے گرد لپیٹ لیا اور میرے بدن کو دبانے لگا۔

میں اطمینان سے لیٹ گیا۔ لیکن میں نے اپنا پہلا داؤ نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی گردن اب بھی میری گرفت ہی میں تھی اور میں اس پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا۔ کافی وقت گذر گیا۔ تب کہیں جا کر سانپ کے بدن کی گرفت ڈھیلی ہوئی۔ اب اس کا دم نکل رہا تھا۔ پھر وہ سرد ہو گیا۔ اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ بے جان ہو گیا ہے تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور خود اس کے مردہ جسم سے نکلنے لگا۔

کافی مشکل سے میں اس میں کامیاب ہو سکا تھا۔ سانپ کا بدن ایک تودے کی مانند پڑا ہوا تھا۔ میں نے گہری گہری سانسیں لیکر چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر میں اس تاج کی طرف بڑھ گیا اور میں نے تاج اٹھا لیا۔

اور پروفیسر! مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا بدن کاغذ کی طرح ہلکا

ہو گیا ہو۔ میں نے اپنے اندر بڑی انوکھی تبدیلیاں محسوس کیں۔ اور نہ جانے کیوں میرا دل چاہا کہ میں یہ تاج پہن لوں۔ میں نے بے اختیار تاج اپنے سر پہ رکھ لیا۔ اور اپنی کیفیات کا جائزہ لینے لگا۔ میں ان کیفیات کو الفاظ کا روپ نہیں دے سکتا۔ بہرحال اس انوکھی شے کی خصوصیات عجیب تھیں میں نے سوچا کہ ترشال اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اسے ابدیت کا تاج کہا تھا لیکن یہ ابدیت کسی انسان کی تقدیر میں نہیں تھی۔ یہ ابدیت ایک ایسے شخص کو نصیب ہوئی تھی جو خود بھی لافانی تھا اور پروفیسر اس کے بعد میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ اب میں وہ راستہ تلاش کروں جو مجھے ترشال تک پہنچا دے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان سائے نگر میں کتنا وقت گذر چکا ہے اور منحوس ترشال کہاں تک اپنی کوششوں میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ تاہم میرا خیال تھا کہ میں نے اچھا خاصا وقت گذارا ہے۔ گو میں اس کا تعین نہیں کر سکا تھا۔

تب ایک انوکھی بات ہوئی میں نے یہ سوچا ہی تھا کہ میں ترشال تک جانے کا خواہش مند ہوں کہ دفعتاً میرے سامنے سے چٹانوں کے پردے سلنے لگے۔ وہ دیواریں جو ٹھوس اور چٹانی تھیں۔ کاغذ کی دیواروں کی طرح کھلنے لگیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی تہیں سرکتی جا رہی ہوں اور وہاں ذرّے سے بنے ہوئے محسوس ہو رہے ہوں۔ تب میں ان ذرّوں کی جانب بڑھ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کیا اسرار ہے۔ تاہم اتنا اندازہ میں نے ضرور لگا لیا تھا کہ یہ تاج کسی ایسی ہی اہمیت کا حامل ہے جس کی بنا پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے، سو میں اس اچانک بن جانے والی سرنگ میں داخل ہو گیا اور اس سرنگ میں چلتا رہا۔ سرنگ کا اختتام ایک ایسی جگہ پر ہوا جہاں ایک کشادہ غار موجود تھا اور پروفیسر! میرا جانا پہچانا تھا۔ یعنی وہ غار جس میں تخت پڑا ہوا تھا اور جہاں میں نے ترشال کو دیکھا تھا۔ گویا وہ راستہ جسے میں طے نہ کر سکا تھا۔

ہاتھی دانت سے بنا ہوا یہ تخت جواہرات سے مرصع تھا لیکن اس وقت اس تخت پر کوئی نہیں تھا۔ میں نے اس تخت تک پہنچنے کی کوشش کی اور مجھے اس میں کوئی ناکامی نہ ہوئی۔ غار بالکل خالی تھا۔ میں نے اس کے دوسرے دہانے کی جانب دیکھا جس کے دوسری جانب ایک بڑا غار تھا۔ اور پھر میں اس طرف بڑھ گیا۔ میں نے جونہی دوسری طرف قدم رکھا، میری نگاہیں ایک حسین لڑکی پر پڑیں۔ حسن و شباب کا پیکر، گھرے گھرے سیاہ بال اس کے چہرے کو ڈھکے ہوئے تھے۔ وہ گردن جھکائے اداس بیٹھی تھی، ایک لمحے کے لئے تو میں اسے نہ پہچان سکا لیکن دوسرے لمحے میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ وہ — وہ تو ٹینا ہی تھی۔ ٹینا اب جوانی کے چھلکوں سے لدا ہوا درخت نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور کھڑی ہو گئی۔

• انکل! اس نے بے اختیار مجھے پکارا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، حالانکہ میں شدید حیرت زدہ تھا اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اتنا طویل وقت گذار چکا ہوں کہ ٹینا جوان ہو گئی لیکن یہ سب تو خاد حیرت ہی تھا اور اس پر یقین کرنا ہی پڑتا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے دونوں بازو پھیلائے اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

• انکل — انکل! وہ بے اختیار میرے سینے سے منہ رگڑ رہی تھی۔ اور میرا ہاتھ اس کے بالوں میں تھا۔

• کتنا وقت گذر گیا ہے ٹینا؟ میں نے سوال کیا۔

• انکل ایک طویل وقت۔ وہ وقت جو زندگی چھین لے لیکن میں زندہ ہوں۔ نہ جانے کیوں انکل — نہ جانے کیوں انکل! اس نے کہا اور میں اسے تسلی دینے لگا۔ معصوم ٹینا میری باتوں سے بہل رہی تھی۔ تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• میں نے تم سے کہا تھا ٹینا کہ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ تم سے منہ نہیں موڑوں گا۔ سو کچھ وقت ضرور لگا لیکن دیکھو میں پھر سے تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں!

• آہ انکل، مجھے ان غاروں سے نجات دلا دو۔ مجھے ان پتھروں سے نجات دلا دو۔ میں تو یہاں مر بھی نہیں سکتی انکل۔ میں اتنی بے زار ہوں کہ اب زندگی میرے لئے ایک بے حقیقت شے ہو کر رہ گئی ہے۔ کاش میں موت جیسی قیمتی چیز کو حاصل کر سکتی۔ میں نے کتنی بار مرنے کی کوشش کی لیکن ہواؤں کے اس جال میں ایسی الجھ کر رہ گئی ہوں کہ موت بھی میرے نزدیک آتے ہوئے ڈرتی ہے۔ انکل مجھے زندگی دے دو یا پھر موت! وہ زار و قطار رونے لگی اور میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

• ٹینا! میں نے کہا! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بس جتنا وقت گذرنا تھا گذر گیا اب پریشان مت ہو!

• یہ لمحات میں نے زندگی اور موت کے درمیان گذارے ہیں۔ زندگی سے زیادہ مجھے موت عزیز تھی۔ آہ انکل وہ مکروہ انسان میری نگاہوں کے سامنے ایسے شیطانی کھیل کھیلتا ہے کہ انسانیت کانپ اٹھی ہے۔ وہ اتنا وحشی ہے کہ اس پر انسان ہونے کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا!

• میں جانتا ہوں ٹینا۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟

• انسانی خون سے اپنی پیاس بجھانے گیا ہے۔ ڈوبتے چاند کی رات کو وہ ایک انسان کا خون پیتا ہے اور پھر کسی شرابی کے سے انداز میں لڑکھڑاتا ہوا آ جاتا ہے۔ اس وقت وہ بہت خوش ہوتا ہے؟

• تمہارے اندازے کے مطابق تمہیں یہاں کتنا عرصہ گذر چکا ہے؟

• میرا تو کوئی اندازہ نہیں ہے انکل۔ وہی شیطان کہتا تھا کہ اب ایک سال اور باقی رہ گیا ہے۔ اور اس کے بعد وہ ابدیت کا تاج حاصل کرے گا۔ اور دیوی ہریکا اس کے قدموں میں ہو گی!

• گویا تین سال گذر چکے؟

• ممکن ہے انکل!

• تمہارے ساتھ اس کا سلوک کیسا رہا ٹینا؟

• بس ایک قیدی کی طرح زندہ ہوں۔ اس عرصہ میں میں نے کبھی کھلی فضا نہیں دیکھی۔ اسی غلاظت میں مجھے زندہ رہنا ہوتا ہے۔ بھوک لگتی ہے تو کھا لیتی ہوں حالانکہ دل اندر سے کچھ قبول نہیں کرتا!

• کھیل ختم ہو گیا ہے ٹینا۔ آؤ اس چشمے کے پاس چلیں جہاں وہ اپنا خونی کھیل کھیل رہا ہو گا! میں نے کہا اور نہ جانے کیا ہوا۔ ایک لمحہ بھی تو نہیں گذرا تھا۔ میں نے اپنے اطراف میں دیکھا۔ میں اسی سیاہ ماحول میں تھا۔ چشمہ — اس کے کنارے درخت اور اس درخت کے نیچے ترشال موجود تھا۔ اس کے علاوہ تھر تھر کانپنے والا ایک نوجوان بھی، جو خوف سے بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

• میں پیاسا ہوں۔ آہ میں کتنا پیاسا ہوں! ترشال کی بھیانک آواز گونجی۔ اور نوجوان کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکلنے لگیں۔

• تو میری پیاس بجھا دے گا نا، بول جواب دے!

• ہاں — ہاں —! نوجوان کی آواز اس طرح نکلی جیسے وہ اس کے حلق سے آخری بار نکلی ہو!

• یہاں تو ہم دونوں بھی موجود ہیں ترشال! میں نے کہا اور ترشال بری طرح اچھل پڑا۔ اس نے پلٹ کر ہمیں دیکھا اور جوں ہی اس کی نگاہ تاج پر پڑی۔ وہ جیسے پتھر کا بن گیا ہو۔

• تاج — ابدیت کا تاج! اس نے رو دینے والی آواز میں کہا۔

• ہاں۔ اب یہ میرے سر پر ہے!

• مجھے دیدے۔ مجھے دیدے۔ یہ تجھے کہاں سے مل گیا۔ آہ تو — تو اب بھی اداس ہے — یہ تاج مجھے دیدے!

• تیری پیاس بجھ گئی ترشال۔؟

• آہ مجھے نہیں چاہئے۔ مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہئے۔ مجھے یہ تاج دے دے — دیدے! اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اور اس کا ہاتھ کئی گز لمبا ہو گیا۔ تب میں نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

• تیرا کھیل ختم ہو گیا ترشال — اب تیرا کھیل ختم ہو گیا۔ میں نے تیری ساری قوتیں سلب کر لی ہیں۔ نکل سکتا ہے تو میری گرفت سے نکل جا!

• میں بے بس ہوں۔ اب میں تیری گرفت سے کبھی نہیں نکل سکتا! اس نے کہا۔ اس کا ہاتھ اتنا ہی لمبا رہا تھا۔ اور میری گرفت میں تھا۔ تب میں نے نوجوان کی طرف دیکھا جو سہما کھڑا تھا۔

• تیرا تعلق تکانہ کی بستی سے ہے؟

• ہاں۔ اس نے جواب دیا۔

• کیا نام ہے تیرا؟

• انگھور! اس نے بتایا۔

• میری طرف سے زندگی کی خوشخبری سن۔ تجھے اس لئے بھیجا گیا تھا نا کہ یہ شیطان تیرا خون پی لے؟

• ہاں!

• لیکن تو چاہے تو اب اس کا خون پی سکتا ہے۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے!

• نہیں نہیں۔ میرا خون بہت خراب ہے۔ یہ ہضم نہیں کر سکے گا! ترشال نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

• تب پھر میرے ساتھ بستی چل۔ تکانہ ہی تیرے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکے گا! میں نے کہا اور پھر ٹینا کی طرف دیکھ کر بولا! آؤ ٹینا اور انگھور تم بھی آؤ! دونوں میرے ساتھ چل پڑے۔ میں نے ترشال کا لمبا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے میں نے کسی رسّی سے تھاما ہو اور وہ میرے پیچھے چیختا چلاتا آ رہا تھا، رو رہا تھا، گڑگڑا رہا تھا، معافیاں مانگ رہا تھا۔ کہ آئندہ وہ کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنی بقیہ راتیں قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ہزار راتوں میں سے یہ راتیں باقی کس طرح رہ گئیں۔ بہر صورت ان ساری باتوں کو سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی جو کچھ ہو رہا تھا اور وہ اتنا تعجب خیز تھا کہ اس کے بعد کچھ اور جاننے کی خواہش نہیں رہ گئی تھی۔

سیاہ فام نوجوان اپنی جان بچ جانے سے اتنا حیران تھا کہ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے یا کہ فریب۔ بہرحال ہم لوگ چلتے رہے۔ ہمارا رخ تکانہ کی بستی کی جانب تھا۔ ٹینا باہر نکل کر گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔ اور شاید اسے بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے عرصے کے بعد اسے پھر سے کھلی فضائیں نصیب ہو گئی ہیں۔ تب ہم اس میدان سے گذرے جس کے درمیان دیوی ہریکا کا بد ہیئت مجسمہ ایستادہ تھا۔ میدان کے سرے پہ دیوی ہریکا کے قدموں کے نیچے آگ روشن تھی اور اس کی روشنی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں میں نے ایک سایہ دیکھا۔

ایک انوکھا سایہ جو سنگ مرمر کی مانند نظر آ رہا تھا۔ لیکن سنگ مرمر کا یہ بت متحرک تھا۔ ایک حسین صورت — اتنی خوبصورت کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں، ہماری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ میں نے تعجب سے سیاہ فام کی طرف دیکھا اور سیاہ فام کی نگاہیں جونہی اس صورت پر پڑیں۔ وہ اوندھے منہ گر گیا۔ اس کا بدن بری طرح کانپ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں سے ایک آواز نکل رہی تھی۔

• دیوی ہریکا — دیوی ہریکا!

• دیوی ہریکا! ٹینا نے تعجب سے کہا! یہ کون ہے انکل؟

• اوہ خاموش رہو ٹینا۔ آؤ آگے بڑھو! میں نے کہا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ سنگ مرمر کا وہ سایہ میری ہی جانب بڑھ رہا ہے اور جب وہ میرے سامنے پہنچی تو میں حاقعی مبہوت رہ گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے چاند سے کوئی ٹکڑا حاصل کر کے کسی انسانی شکل میں تراش دیا گیا ہو۔ اتنی خوبصورت اتنی حسین عورت تھی کہ میری آنکھیں اس پر ٹک نہ پا رہی تھیں۔ تب اس نے میری جانب دیکھا اور کہنے لگی۔

• میں تجھے اس عظیم کامیابی پر مبارکباد پیش کرتی ہوں! اس نے شستہ لہجے میں کہا۔

"تم کون ہو؟"

"ہریکا ہے میرا نام۔ اور لوگوں کے خیال کے . . . . مطابق میں ان کی اوتار ہوں۔"

"خود تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ان باتوں کو جانے دے جیالے۔ تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہو؟"

"تو نے ترشال کی منحوس ذات کو جس طرح اس کی مذموم کوششوں میں ناکام بنایا ہے میں اس کی مبارک باد تجھے پیش کرتی ہوں۔ تیرے سر پہ چمکنے والا یہ عظیم تاج اس جنگل کی امانت ہے۔ اگر یہ تاج اس جنگل سے نکل گیا تو یقین کر کہ اس جنگل میں سیاہی کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔ ہاں اس تاج کے حصول کے لئے لاکھوں انسان کوشش کر چکے ہیں اور شاید تو یقین نہ کرے کہ صدیوں سے اس سانپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے جو تیرے ہاتھوں فنا ہو گیا۔ اور اگر تو محسوس نہ کرے تو میری درخواست پر اس جنگل کی امانت کو جو اس وقت تیرے پاس ہے، میرے حوالے کر دے۔ میں کبھی اس سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤں گی اور ہاں اس کی نسبت سے اپنے اندر کوئی برتری پیدا کرنے کی کوشش کروں گی۔ سو تو اگر میری درخواست قبول کرے تو میں تیری ہر اس خواہش کی تکمیل کروں گی۔ جو تیرے سینے میں موجود ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"تو مہذب دنیا کا متلاشی ہے۔ سفید گھوڑوں کا رتھ تجھے وہاں پہنچا دے گا۔ اور یہ رتھ میں مہیا کروں گی۔"

"اس سے پہلے بھی تو تم میری مدد کر سکتی تھیں؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"بے شک۔ لیکن مجبوریاں۔ تو نے اس شیطان کو شکست دی ہے۔ اس لئے اب تو اس کا حقدار بن گیا ہے۔"

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم اس تاج کے حصول کے بعد اپنا وعدہ پورا کرو گی؟"

"یہ رتھ۔۔۔ تجھے تیری منزل پر پہنچا دے گا۔" ہریکا نے کہا اور اسی وقت ایک حسین رتھ نمودار ہو گیا۔ جس میں چار سفید رنگ کے گھوڑے جتے ہوئے تھے۔

"ہوں" میں نے رتھ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پروفیسر بھلا طاقت کا یہ تاج میرے کس کام کا تھا۔ جنگلی اپنے معاملات خود جانیں۔ چنانچہ میں نے تاج سر سے اتار کر دیوی ہریکا کے حوالے کر دیا۔

"آہ عظمت کے پہاڑ۔ آج کے بعد سے ہزار راتوں کی رسم ختم ہو گئی۔ مجھے وہ قوت حاصل ہو گئی ہے کہ اب میں ہر شیطان کو فنا کر دوں گی اور کسی کو شیطان نہ بننے دوں گی۔ تو نے جنگل کے رہنے والوں پر وہ احسان عظیم کیا ہے کہ یہ تا زندگی تجھے دیوتا مانتے رہیں گے۔"

"اس شیطان کا کیا کرو گی؟" میں نے ترشال کی طرف اشارہ کیا جس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔

"میں اسے پتھر میں تبدیل نہیں کروں گی۔ اب یہ اسی میدان میں اسی جگہ کھڑا رہے گا۔ یہ مر بھی نہیں سکے گا اور جنگل کے لوگ اس کے بدن میں بھالے چبھو چبھو کر اس سے اپنا انتقام لیں گے۔"

"نہیں نہیں۔ مجھے بھی اس رتھ میں اپنے ساتھ لے چلو۔ میں تمہارا غلام بن کر ساری زندگی گزار دوں گا۔" ترشال گڑگڑایا۔

"نہیں ترشال ایسے بدبودار غلام مجھے پسند نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر میں نے ہریکا سے کہا۔ "ٹھیک ہے میں جانا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم بستی والوں سے نہیں ملو گے؟"

"نہیں۔ یہاں میرا بہت وقت ضائع ہوا ہے۔ میں جانا چاہتا ہوں۔"

"تب تم دونوں رتھ میں سوار ہو جاؤ۔ یہ گھوڑے تمہیں مہذب آبادی تک پہنچا دیں گے۔" ہریکا نے کہا اور میں ٹینا کا ہاتھ پکڑ کر رتھ کی جانب بڑھ گیا۔

زجوان آگھور اب بھی سجدے میں پڑا تھا۔ رتھ چل پڑا۔ اور پروفیسر کیا ہی دلچسپ سفر تھا۔ گھوڑے دوڑ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ بھی مشینی گھوڑے ہوں۔ ٹینا پر جب بھی میری نگاہ پڑتی وہ مسکرا دیتی۔ اس وقفے میں وہ بھرپور نوجوان ہو گئی تھی۔ اور اس کی معصومیت جوانی کی آغوش میں آ بسی تھی۔ حالانکہ اس نے ایک غیر مطمئن وقت گزارا تھا لیکن اس کا حسن نکھر گیا تھا۔

تاہم میرے لئے وہ ایک معصوم سی بچی ہی تھی اور میرے دل میں اس کے لئے کوئی برا خیال نہ جاگا۔ تب پروفیسر! ایک دن ہم نے خود کو اونچے اونچے مکانوں کی بستی میں پایا۔ جہاں مہذب لوگ اپنے کاموں میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ سامنے ہی بانسوں کی صنعت کے کارخانے بکھرے ہوئے تھے۔ اور مشینیں اپنا کام کر رہی تھیں۔

ٹینا خوشی سے چیخ پڑی تھی۔ یہاں ہم نے رتھ چھوڑ دیا اور جونہی ہم اس سے اترے وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ بستی چھوٹی نہیں تھی، بعد میں ہمیں اسکا نام معلوم ہوا۔ یہ لویٹ افریقہ کے نام سے مشہور تھی۔

ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ ٹینا اور میں بہت سے لوگوں کے لئے تماشا بن گئے تھے۔ گو یہ علاقہ بھی سیاہ فاموں کا تھا لیکن وہ مہذب لوگ تھے۔ ایک بوڑھے شخص سے میری ملاقات ہو گئی جس کا نام ڈیل تھا۔ مہربان اور ہمدرد انسان تھا۔

"کون ہو تم لوگ اور کہاں سے آئے ہو؟"

"افریقہ کے اندرونی علاقے سے۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ ہیروں کی تلاش میں بھٹکنے گئے ہو گے، کچھ نہیں ملا؟"

"نہیں؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اور اب تمہارے پاس کچھ نہیں ہو گا؟"

"ہاں۔ ایسی ہی بات ہے۔"

"میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"ہمیں پناہ درکار ہے۔ پہلی مدد یہی کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میرا چھوٹا سا مکان حاضر ہے گو تمہیں وہاں آرام تو نہیں ملے گا لیکن سر چھپانے کا ٹھکانہ ضرور مل جائے گا؟" بوڑھے ڈیل نے کہا اور پھر وہ ہمیں اپنی کار میں بٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ جہاں اس کی بیوی سارا ڈی موجود تھی۔ دونوں خوش اخلاق انسانوں نے ہماری پذیرائی کی۔ ہم نے انہیں بھی متاثر کر لیا کہ ہم ہیروں کی تلاش میں ناکام ہونے والے لوگ ہیں۔

"تمہارا وطن کونسا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"سینٹ پال جائیں گے ہم لوگ۔"

"اوہ۔ امریکی ہو۔ لیکن کیا تمہارے پاس اس کے وسائل موجود ہیں؟"

"نہیں۔ اس کے لئے ہم تمہیں تکلیف دیں گے۔"

"میں بھلا کیا کر سکوں گا۔ میں تو خود ایک غریب آدمی ہوں۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔

"یہاں دولت حاصل کرنے کے وسائل نہیں ہیں؟"

"دولت؟" بوڑھا طنزیہ ہنسا۔ "پیٹ بھرنے کے وسائل ہی حاصل ہو جائیں تو بڑی بات ہے۔ کوئی خاص کام جانتے ہو؟"

"کام؟" میں نے سوچا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "کیا یہاں کشتیاں ہوتی ہیں؟"

"کشتیاں؟" اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔

"ہاں۔ یہی ایک کام جانتا ہوں۔"

"اوہ۔ تم ریسلر ہو؟" بوڑھے نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا نا اس کے علاوہ میں کوئی اور کام نہیں جانتا۔ لیکن تمہیں اس بات سے خوشی کیوں ہوئی؟"

"بھئی میں کشتیوں کا شائق ہوں اور بڑی دلچسپی سے دیکھنے جاتا ہوں۔ تمہارا سوال بہت ہی عمدہ ہے۔ یہاں پیکاڈ اسٹیڈیم میں کشتیوں کے مقابلے ہر ہفتے ہوتے رہتے ہیں اور یہاں بڑے بڑے پہلوان حصہ لیتے ہیں، مگر تم تو مجھے بدن سے کوئی خاص پہلوان نظر نہیں آتے۔ تاہم اگر تم ریسلنگ کے مقابلے میں حصہ لو اور ہار بھی جاؤ تو تمہیں اتنا معاوضہ ضرور مل جائے گا۔ جو کسی دوسرے کام میں تمہیں مل سکتا۔ اس سلسلے میں ریسلنگ کرانے والی کمپنیاں اچھے خاصے معاوضے ادا کرتی ہیں۔ سو اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے بات کروں۔"

"ضرور مسٹر ڈیل، براہ کرم آپ میری یہ مدد ضرور کریں۔"

"ٹھیک ہے میں کل ہی جاؤں گا اور کسی ریسلنگ کمپنی میں تمہارا نام درج کرا دوں گا۔ یہ بات تو میں نے سوچی ہی نہیں تھی۔ بے شک اگر انسان کے بدن میں جان ہو تو وہ دولت کمانے کے لئے یہی پیشہ اختیار کرے۔ یہاں کے لوگ بڑے شوقین ہیں۔ یوں بھی کسی دوسرے ذرائع سے اتنی آمدنی ہونا بہت مشکل کام ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم سینٹ پال جانے کے لئے بندوبست ضرور کر سکو گے؟" بوڑھے ڈیل نے کہا اور اس کی خاطر مدارات میں کچھ اضافہ ہی ہو گیا۔

دوسرے دن صبح کو وہ اپنی کار میں نکل گیا۔ مسز ڈیل ہم سے گفتگو کرتی رہی تھی۔ اس نے ہم سے بہت ساری باتیں کیں۔ اس نے بتایا کہ بہت سارے لوگ ہیروں کی تلاش میں افریقہ کے اندرونی حصوں میں جاتے ہیں اور ان میں سے کچھ مر کھپ جاتے ہیں اور جو واپس آتے ہیں ان کی حالت بہت خراب ہوتی ہے۔ بہانے لوگ ہیروں کے اتنے دیوانے کیوں ہیں؟ بہر صورت مسز ڈیل کی باتیں بہت دلچسپ تھیں۔ انہوں نے ٹینا کو اپنا لباس بھی دیا تھا جو ٹینا کے بدن پر خاصا چست تھا۔ کیونکہ مسز ڈیل دبلی پتلی عورت تھیں لیکن پھر بھی بدن ڈھکنے کا بندوبست تو ہو ہی گیا تھا۔ مسٹر ڈیل شام کو پانچ بجے واپس آئے اور انہوں نے آکر خوش خبری دی کہ انہوں نے میرا نام درج کرا دیا ہے۔ کمپنی والوں نے کہا ہے کہ تمہیں کل ان سے ملا دیا جائے۔

"تو کل کس وقت چلیں گے مسٹر ڈیل؟"

"بھئی تمہارے لئے دن تو نکالنا ہی پڑے گا اور چونکہ یہ پسندیدہ مشغلہ ہے ـــ اور یہ بات تو بڑے فخر کی ہے کہ کوئی پہلوان خود میری ذات سے منسلک ہو چنانچہ کل سکے دن میں چھٹی کروں گا اور تمہیں لے چلوں گا۔"

دوسرے دن میں نے ٹینا سے اجازت لی اور مسٹر ڈیل کے ساتھ چل پڑا۔ تہذیب کی دنیا کے لوگوں نے مجھے کماؤ پوت بنا لیا تھا۔ کم از کم ایک کام تو ایسا تھا جو میں بہ آسانی کر سکتا تھا۔ دلچسپ مشغلہ تھا اور کارآمد بھی۔ کمپنی کا منیجر خود بھی پہلوان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مجھے سرد نگاہوں سے دیکھا۔ اور بولا۔

"اس سے قبل کشتیاں لڑتے رہے ہو یا وقتی طور پر کچھ کمانا چاہتے ہو؟"

"جو سمجھو، ویسے تم کسی کو میرے مقابل لے آؤ اسے شکست دے دوں گا۔" میں نے کہا اور منیجر ہنس پڑا۔

"خواہ لاڈینو کو۔؟"

"میں نے کہا نا کسی کو بھی۔"

"اس کی تصویر دیکھ لو۔ میرا خیال ہے تم اس کے نام سے واقف نہیں ہو، اور ریسلنگ کی دنیا میں نئے ہو تاہم یہ دلچسپ پروگرام رہے گا۔ کیا تم ٹیسٹ دینا پسند کرو گے؟"

"نہیں۔ میں صرف رنگ میں ٹیسٹ دوں گا؟" میں نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔ اس کی گفتگو سے مجھے نفرت کی بو آ رہی تھی۔

"ہم اس مقابلے کو ایک مزاحیہ پروگرام کی حیثیت سے پیش کریں گے۔ اور اگر تمہاری ہڈی پسلیاں ٹوٹ گئیں تو ہم علاج کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ ہاں ہارنے کے بعد تمہیں ایک ہزار پونڈ معاوضہ ملے گا۔" منیجر نے کہا اور ایک فارم میری طرف بڑھا دیا۔ "اس پر دستخط کر دو۔"

"مجھے دستخط کرنا نہیں آتے۔ لیکن اگر میں جیت گیا تو؟"

"لاڈینو کی اپنی طرف سے دس ہزار پونڈ کا انعام اور اس کے علاوہ کمپنی کی طرف سے دس ہزار پونڈ۔ گویا بیس ہزار پونڈ کما لو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس شخص نے میری انگلیوں کے نشانات کاغذ پر اتار لئے، گویا معاہدہ ہو گیا۔ ڈیل اس دوران خاموش رہا تھا، پھر جب ہم وہاں سے واپس پلٹے تو راستے میں ڈیل نے کہا۔

• تم نے لاڈینو سے مقابلے کی شرط منظور کر کے غلطی کی ہے۔"
• کیوں؟
• ارے وہ تو گوشت کی مشین ہے۔ کسی اور سے لڑتے۔ دو چار سو کم مل جاتے۔ کم از کم زندگی کے امکانات تو باقی رہتے۔"
• دیکھا جائے گا مسٹر ڈیل" میں نے ہنس کر کہا۔ بہرحال دوسرے دن ہم مقابلے کے لیے پہنچ گئے۔ سارڈی اور ٹینا بھی ساتھ تھیں۔ میں تو دفتر میں چلا گیا باقی لوگ تماشائیوں میں پہنچ گئے اور اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ وقت مقررہ پر اناؤنسر نے لاڈینو کے مقابلے کا اعلان کیا اور پبلک پُرجوش نظر آنے لگی۔

لاڈینو واقعی گوشت کا پہاڑ تھا۔ وہ کسی خونخوار جنگلی بھینسے کی مانند ڈکراتا ہوا رنگ میں آیا اور جب میں اس کے مقابل پہنچا تو لوگ ہنس رہے تھے۔ چاروں طرف سے قہقہے ابل پڑے۔ لاڈینو بھی ہنس رہا تھا۔ میں خاموشی سے رنگ کے رسّوں کو پکڑے کھڑا رہا۔

پھر مقابلہ شروع ہونے کی گھنٹی بجی اور لاڈینو اپنا بدن پھیلاتا ہوا میرے سامنے آگیا۔ چونکہ اس سلسلہ میں میرا کافی مذاق اڑ چکا تھا اس لئے مجھے بھی غصہ آرہا تھا۔ لاڈینو نے کسی دیو کی طرح مجھے پیٹ میں ٹکر مار کر گرانے کی کوشش کی لیکن — خود مجھ سے ٹکرا کر کئی فٹ دور جاگرا تھا۔ لیکن اتنا دیو قامت ہونے کے باوجود وہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

البتہ لوگوں کے قہقہے رک گئے تھے۔ میں نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور اسے دوسری ٹکر کی دعوت دی۔ اس بار لاڈینو نے پوری قوت سے اپنا سر میرے سینے میں دے مارا۔ اور کسی چھپکلی کی مانند پٹ سے زمین پر گر گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔ تب میں نے جھک کر اسے اٹھایا اور اس کا بازو پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اسے دوبارہ ٹکر مارنے کی دعوت دی۔ تماشائیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

لاڈینو اب مجھ پر داؤ لگانے لگا۔ وہ قوت کا مظاہرہ بھول گیا تھا۔ میں نے اسے ہر موقع دیا لیکن اس کی ساری کوششیں ناکام رہیں۔ وہ مجھے جنبش بھی نہیں دے سکا تھا۔ اور اب تماشائیوں کی دبی دبی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ تب میں نے پہلی بار جنبش کی اور لاڈینو کو سر سے بلند کر کے زمین پر پھینک دیا۔ وہ اٹھا تو دوسری بار اور پھر تیسری بار۔ تیسری بار گرنے کے بعد لاڈینو رنگ کا رسّہ پھلانگ کر پیچھے بھاگ گیا اور پھر دوبارہ واپس نہیں آیا۔ چاروں طرف سے تالیوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

بیس ہزار پونڈ کی رقم کا انعام بھی بوڑھے ڈیل نے ہی سنبھالا اور پھر ہمارے مکان پر مجھ سے کنٹریکٹ کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ میں نے کئی کشتیاں لڑیں اور ظاہر ہے پروفیسر اپنے مقابل کو بدترین شکست دی یہاں بھی میری زبردست دھوم مچ گئی تھی۔ بوڑھا ڈیل تو میرا دیوانہ ہو گیا تھا۔ بہرصورت ان شریف النفس لوگوں کو میں نے اچھی خاصی رقم دی اور پھر ڈیل ہی کے ذریعے میں نے وہ دوسری تمام کارروائیاں مکمل کیں، جو مہذب دنیا میں ضروری سمجھی جاتی ہیں یعنی سینٹ پال کے سفر کی تیاریاں میرے ذہن میں بس یہی خیال تھا کہ ٹینا کو اس کے وارثوں کے حوالے کر دوں اور اس کے بعد آئندہ کے لیے سوچوں۔ ویسے اس لڑکی سے مجھے واقعی انسیت سی ہو گئی تھی اور بعض اوقات میں یہ سوچتا تھا کہ بُرے لوگوں میں یہ ایک اچھی لڑکی ہے۔

سینٹ پال جانے کے لئے تمام کاغذات تیار ہو گئے۔ اس سلسلے میں نجانے کیا کیا کارروائیاں ہوئیں۔ بہرحال یہ سب میرے لئے نامانوس تھیں۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کی۔ بالآخر ہم ہوائی گھوڑے پر پہنچ گئے جو ہمیں لے کر پرواز کرنے والا تھا۔ اس دنیا کی یہ چیزیں اب میرے لئے تعجب خیز نہیں رہی تھیں پروفیسر! اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ان کے بارے میں بہت کچھ جان چکا تھا۔ چنانچہ ہوائی گھوڑے کے سفر میں بھی میں نے کسی حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ ٹینا کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ راستے میں وہ میرے برابر بیٹھی مجھ سے نجانے کیا کیا باتیں کرتی رہی تھی۔ اس نے کہا نجانے اس کے چچا کا کیا حال ہو، نجانے ریٹا اور چارلس کیسی زندگی گذار رہے ہوں۔

• اب تو ہمیں سینٹ پال ہی میں رہنا ہو گا انکل۔ ظاہر ہے اب ہم وہاں سے کہاں جائیں گے۔ نجانے ان لوگوں کو ممی اور ڈیڈی کی موت کا علم بھی ہوا ہو گا یا نہیں؟

• شاید ہو گیا ہو۔" میں نے کہا اور ٹینا نے مجھ سے اتفاق کیا۔ بہرصورت ہم اس عظیم الشان ایئرپورٹ پر اتر گئے جہاں سے ہم مشینی گھوڑے پر سوار ہو کر ٹینا کے بتائے ہوئے پتے پر چل پڑے۔ اور پھر ٹینا کی اپنے لوگوں سے ملاقات بڑی دلچسپ تھی، وہ سب انہیں مردہ سمجھ چکے تھے۔ جہاز کی تباہی کی اطلاع ساری دنیا کو مل چکی تھی۔ اور بہرصورت یہ خاصی پُرانی بات تھی۔

ٹینا کو پا کر وہ سب خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے اور میں بھی خوش تھا کہ میں نے اپنا وہ مشن تکمیل تک پہنچا دیا۔ جس کی ابتدا خواہ مخواہ ہو گئی تھی۔

ٹینا کی پُرزور خواہش تھی کہ میں اس کے ساتھ ہی رہوں۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں۔ ویسے بھی پروفیسر مجھے ٹینا کے گھر والوں کا ماحول پسند نہیں آیا تھا۔ عجیب سا ماحول تھا۔ عجیب سے لوگ تھے۔ ایک دوسرے سے اتنے ہٹے ہوئے کہ رشتوں کا تصور ہی مٹ جاتا تھا۔ وہ نوجوان جس کا نام چارلس تھا، شکل ہی سے اوباش نظر آتا تھا۔ عجیب و غریب لباس میں ملبوس، لمبے لمبے بال، مردوں کی کسی صنف سے اس کا تعلق نہیں تھا۔ میں نے اس کی نگاہوں میں ٹینا کے لئے عجیب سے جذبات دیکھے تھے۔ لیکن ٹینا تھی کہ اس کی دیوانی تھی۔ ہر وقت اس کے پاس رہا کرتی تھی اور بہت کم وقت اسے میرے پاس آنے کے لئے ملا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن میں نے ٹینا پر اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔

• نہیں انکل آپ کہاں جائیں گے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس اب آپ کو ہمارے ساتھ رہنا ہو گا انکل اب میں چارلس کے ساتھ شادی کر لوں گی اور اس کے بعد ہم تینوں اپنے چھوٹے سے خوبصورت سے مکان میں رہیں گے۔"

• نہیں ٹینا۔ میری اور تمہاری راہیں بڑی مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ میں ایک بات تم سے ضرور کہوں گا۔"

• وہ کیا انکل؟

• یہ نوجوان جسے تم چاہتی ہو مجھے بالکل پسند نہیں۔"

• چارلس کی بات کر رہے ہیں؟" ٹینا نے تعجب سے کہا۔

• ہاں۔"

• اس میں کیا بُرائی ہے انکل، وہ تو بہت سوئٹ ہے۔ اتنا خوبصورت لگتا ہے کہ لڑکیاں اس کے آگے پیچھے دوڑتی ہیں وہ تو سوسائٹی میں بے حد مقبول ہے انکل۔"

• میں تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا ٹینا لیکن بس وہ مجھے پسند نہیں ہے۔"

• اوہ نہیں ڈیئر انکل، میں تو اسے چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ وہ کیا ہے یہ آپ نہیں جانتے۔"

• شاید؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

بات آئی گئی ہو گئی۔ ٹینا سے ایک انسیت تھی ورنہ میں ان چکروں میں کہاں پڑتا۔ اس لڑکی کو جن مصیبتوں سے بچا کر لایا تھا وہ میں ہی جانتا تھا۔ اس کے بعد میں اسے کسی نئی مصیبت کا شکار نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ میری ناپسندیدہ شخصیت کو پسند کر رہی تھی۔

پھر ایک دن میں نے اسے نشے میں پایا۔ وہ لڑکھڑاتی ایک طرف جا رہی تھی۔ یہ چارلس کی خوابگاہ تھی۔ میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ چارلس اس کا منتظر تھا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی چارلس نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور اس کے بعد وہ مناظر ابھرے جنہیں میں کم از کم ٹینا سے منسلک نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ نشے میں ہے لیکن — لیکن یہاں بھی اسے بچانا ضروری تھا۔

چنانچہ میں دروازے پر لات مار کر اندر داخل ہو گیا اور پھر میں نے گردن سے پکڑ کر چارلس کو ٹینا سے دور کھینچ لیا۔ "تو اس نشے میں ڈوبی ہوئی لڑکی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ کیا میں تیری گردن توڑ دوں؟"

• وہ — وہ مجھے چاہتی ہے اور خود میرے پاس آئی ہے۔"

• بکواس مت کر، ورنہ میں تجھے زندگی سے محروم کر دوں گا۔ نکل جا یہاں سے۔" میں نے اسے دروازے سے باہر پھینک دیا اور چارلس اٹھ کر بھاگ گیا۔ لیکن دوسرے دن کافی ہنگامہ ہوا۔ چارلس نے میری شکایت کی تھی۔

• تم نے بیشک ہمارے اوپر احسان کیا ہے مسٹر لیکن تمہیں ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت کا کیا حق ہے؟" چارلس کے باپ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

• میں ٹینا کو یہاں سے لے جاؤں گا۔ میں اسے تم لوگوں کے درمیان نہیں چھوڑنا چاہتا۔ رہی حق کی بات تو اس بارے میں ٹینا سے سوال کیا جائے۔"

• ٹینا کو بلاؤ۔" چارلس کے باپ نے غصے سے کہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ٹینا پہنچ گئی۔

• کیا یہ اجنبی شخص ہمارے معاملات میں اتنی مداخلت کا مجاز ہے ٹینا؟" — چارلس کے باپ نے پوچھا۔

• آپ نے چارلس کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے انکل، آپ کو اس سے معافی مانگنا ہو گی۔" ٹینا نے کہا اور میں بھونچکا رہ گیا۔

• تمہیں اس زیادتی کی وجہ معلوم ہے ٹینا؟" میں نے پوچھا۔

• یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں انکل۔ چارلس میرا کزن ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

• تمہیں میرے ساتھ یہاں سے چلنا ہو گا ٹینا۔ میں تمہیں یہاں نہیں چھوڑوں گا۔"

• میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ آپ نے میرے اوپر احسانات کئے ہیں آپ کا شکریہ۔ آپ کو یہ جگہ پسند نہیں ہے تو آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔" ٹینا نے سخت لہجے میں کہا اور پروفیسر مجھے بڑے زور سے ہنسی آگئی۔

پھر میں نے کچھ نہ کہا۔ ہاں نفرت کا ایک اور احساس میرے ذہن میں جاگزیں ہو گیا۔ میں اس مکان سے نکل آیا۔ اور اب — آخری بار میں نے سوچا کہ اگر یہاں میں اس دنیا میں رہ گیا تو پاگل ہو جاؤں گا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ بس اس دور — اس ماحول سے ایک بے پناہ نفرت تھی جو میرے پورے وجود میں موجزن تھی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ قتلِ عام کرتا پھروں، جو سامنے نظر آئے اسے فنا کر دوں — لیکن یہ کام کسی اور کا تھا میرا نہیں۔ یہ دور یقیناً دنیا کا آخری دور ہے، بہت جلد یہ دنیا تباہ ہو جائے گی۔

چنانچہ — ایک بار پھر مجھے کسی پُرسکون گوشے کی تلاش تھی۔ ایسا گوشہ جو اس دنیا سے الگ تھلگ ہو۔

ادوار کی گھٹن بار بار میرے ذہن پر سوار ہوتی تھی پروفیسر! لیکن تہذیب کے اس جدید دور کو میں نے جس قدر اکتا دینے والا پایا اس سے قبل کبھی اتنی اکتاہٹ نہیں ہوئی تھی۔ اس دور کے انسان میرے صدیوں کے تجربے کی نفی تھے۔ میں نے ان کے اذہان سمجھنے کی کافی کوشش کی تھی لیکن اس میں ناکام رہا۔

گذرنے والی صدیوں کے انسان بھی مختلف انداز فکر کے مالک تھے۔ ان کے درمیان دوستی ہوتی تھی، دشمنی ہوتی تھی۔ وہ سازشیں کرتے تھے، اتحاد بناتے تھے، جنگیں بھی ہوتی تھیں، وحشت و بربریت کے مظاہرے بھی ہوتے تھے، لیکن ان کے پیچھے مقاصد بھی ہوتے تھے، جذبے بھی ہوتے تھے۔ ایک گروہ دوسرے گروہ سے نبرد آزما ضرور ہوتا تھا لیکن گروہ کے اندر یگانگت ہوتی تھی لیکن اس دور کا انسان نہ جانے کیوں اپنی ذات میں گروہ بن گیا تھا۔ اسے اپنے سوا کسی سے دلچسپی نہیں رہ گئی تھی بلکہ یوں سمجھ کر وہ اپنی ذات سے غیر مطمئن تھا اور اپنی سوچ سے بھی غیر مطمئن تھا۔ ایک ہی انسان مختلف انداز فکر رکھتا تھا۔ گروہ کے افراد آپس ہی میں ایک دوسرے سے بدظن ہوتے تھے۔ ایسے ایسے عجیب انداز فکر تھے کہ عقل چکرا جاتی تھی۔ اس دور میں کائنات میں بکھرے ہوئے مادوں کو دریافت کر لیا گیا تھا۔ امراض پیدا کیے جاتے تھے اور پھر ان کے علاج کے لیے جدوجہد کی جاتی تھی۔ فصلیں اگائی جاتی تھیں اور پھر انہیں تباہ کرنے کے منصوبے سوچے جاتے تھے اور پھر لطف کی بات یہ کہ وہ خود کو انسانیت کا علمبردار کہتے تھے۔ ہتھیاروں کی دوڑ، تسخیر کی دوڑ، ایک طرف تحفظ انسانیت کے بیانات دوسری طرف ایٹم بم۔ ہر انسان کے کئی رخ تھے اور ان الجھے ہوئے انسانوں کے درمیان میں نے بڑی گھٹن محسوس کی۔

سلائوس کے دانشکدے میں جو اوپر جو بستی تھی میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ کاش مجھے واپسی کا راستہ معلوم ہوتا۔ لیکن اب اس دور سے میرا ذہن بری طرح اکتا گیا تھا۔ میں ان کے درمیان دیکھنے والا نہیں بن سکتا تھا کیونکہ یہ سب ایک دیگ کے چاول تھے جسے چاہو دیکھ لو۔ سب کے سب یکساں، اپنے پینے کے جذبے سے سرشار۔ اخوت اور انسانیت کا مذاق اڑانے والے سو بہتر یہی سمجھا میں نے کہ کسی گوشے کو اپنا لوں۔ اس کے بعد میں نے یہاں کا رخ کیا۔ اس پرسکون وادی میں اس دور کے انسان نہیں پہنچے تھے اور اس کی پاکیزگی برقرار تھی۔ سو میں نے اسی خطۂ زمین کو منتخب کر لیا اور یہاں اپنی ساتھی ترتیب دینے لگا۔ گذرے ہوئے ادوار کا اثاثہ میں نے یہاں جمع کر لیا اور ایک طویل نیند سونے کی ساری تیاریاں مکمل کر کے سو گیا۔ لیکن جاگنے کا وقت نہیں آیا تھا پروفیسر کہ تم یہاں پہنچ گئے اور تم نے میری نیند خراب کر دی۔ تم نے مجھے وقت سے پہلے جگا دیا۔"

وہ خاموش ہو گیا اور اچانک جیسے پورا آئینہ خانہ ٹوٹ گیا۔ ان کے ذہن میں لاتعداد چھناکے ہو رہے تھے۔ شیشوں کے ٹوٹنے کی آوازوں سے ان کے کان سنسنا رہے تھے اور دیر تک وہ عجیب سی ہیجانی کیفیت کے شکار رہے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کا منتشر ذہن سکون پذیر ہو گیا۔ پروفیسر خاور کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ فرزانہ اور فروزاں ششدر ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی طلسم سے آزاد ہو گئی ہوں، جیسے وہ اب تک سو رہی ہوں۔ ایک جاگتی نیند جو سرور انگیز تھی، اور جس میں اکتا دینے والی کوئی بات نہیں تھی۔

وہ مسکرا رہا تھا جیسے وہ ان کی پوری کیفیت سمجھ رہا ہو۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور اس کے ہونٹوں سے برتری جھلک رہی تھی۔ وہ ان محوروں کو دیکھ رہا تھا جو اس کے الفاظ کے دائروں میں پرواز کر رہے تھے اور دائرے ٹوٹ جانے کے بعد بھی ان کی پرواز کا محور نہیں بدلا تھا۔ دائروں کے قیدی دیواریں ٹوٹ جانے کے غم کا شکار تھے۔ تب پروفیسر کی گھٹی گھٹی آواز ابھری۔

• "پھر — پھر کیا ہوا؟" اس کی آواز میں آخری امید تھی، آخری سہارا تھا کہ شاید تھوڑی سی رہتی اور باقی رہ گئی ہو۔

لیکن وہ بے رحم تھا، کسی مروت کا قائل نہیں تھا، چنانچہ اس نے جواب دیا۔ "کہانی تم تک پہنچ گئی پروفیسر، اور اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں۔"

• "تو — تو کہانی ختم ہو گئی؟" فروزاں نے پوچھا۔

• "ہاں فروزاں۔ ہر کہانی ختم ہو جاتی ہے۔"

• "لیکن تمہاری کہانی؟"

• "میری کہانی تو جاری رہے گی — ابد تک — ہمیشہ ہمیشہ —" اس نے کہا اور ان کے ذہن تردد میں ڈوب گئے۔ دیر تک خاموشی چھائی رہی، پھر پروفیسر کی آواز ابھری۔

• "اب تم کیا کرو گے؟"

• "میں نے کبھی نہیں سوچا پروفیسر کہ آئندہ کیا ہو گا۔ سوچنے والے تو دوسرے ہوتے ہیں، میں تو صرف دیکھنے والا ہوں۔ وہ سوچیں گے، تم سوچو گے، میں دیکھوں گا اور نقش کروں گا۔ پھر تاریخ تمہاری کہانی دہرائے گی، تم قصۂ پارینہ بن جاؤ گے اور کوئی اور تمہاری کہانی اسی دلچسپی سے سنے گا جس دلچسپی سے تم نے دوسروں کی کہانی سنی ہے۔"

• "بیان کرنے والے تم ہو گے نا؟" پروفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

• "ہاں۔ بیان کرنے والا میں ہوں گا۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ دونوں لڑکیاں ایک عجیب سی کشمکش کا شکار تھیں۔ ادوار کی کہانیاں اور یہ ماحول گویا ان کی زندگی کا جزو بن گئے تھے۔ ابتدا میں تو اس کی پراسرار اور دلکش کہانیوں سے دلچسپی کے باوجود ان کے ذہنوں میں اکتاہٹ آ جاتی تھی لیکن اب تو یہ کہانیاں — یوں لگتا تھا جیسے کائنات میں اب اس ماحول کے سوا کچھ نہ ہو۔ انہوں نے سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

لیکن اب — اب کیا ہو گا۔ کہانیاں ختم ہو گئی تھیں، لیکن زندگی باقی تھی، اور اب اس زندگی کا کیا مصرف تھا۔ نہ صرف لڑکیاں بلکہ پروفیسر بھی اسی کشمکش کا شکار تھا۔ ان کہانیوں میں گم ہو کر وہ ساری دنیا کو بھول گئے تھے اور اب بڑی

کیفیت وہ کیفیت کا شکار تھے۔ تب وہ ان کے سامنے سے اٹھ گیا۔

• "مجھے چند لمحات کی اجازت دو۔"

• "ایں —؟" پروفیسر چونک پڑا۔ اور پھر اس کے انداز میں گھبراہٹ سی نظر آنے لگی۔ اس نے سراسیمہ سے انداز میں کہا۔ "کہاں جا رہے ہو؟"

پروفیسر کے اس سوال پر اس نے عجیب سی نگاہوں سے ان تینوں کو دیکھا پھر مسکرا کر بولا۔

• "فکر مت کرو، تمہیں چھوڑ کر روپوش نہیں ہو جاؤں گا۔"

• "لیکن کہانیاں ختم ہو گئی ہیں؟"

• "تو کیا ہوا۔ میں زندہ ہوں اور میری ہر جنبش ایک کہانی ہے اور ابھی دیر ہے۔ میں چند ساعت میں واپس آتا ہوں۔" وہ آگے بڑھ گیا۔

پروفیسر خاور اپنی دونوں بچیوں کو دیکھ رہا تھا۔ تینوں کھوئے کھوئے تھے اور ان کے چہرے دھواں دھواں ہو رہے تھے۔ "کیسی عجیب بات ہے — کیسی عجیب بات ہے۔ کیا تم بھی محسوس کر رہی ہو؟"

• "کیا ڈیڈی؟"

• "یُوں لگتا ہے جیسے — جیسے ہم اپنا ماضی کھو چکے ہیں جیسے ہم بہت کچھ کھو چکے ہیں۔ فروزاں فرزانہ کیا تم گذرے ہوئے وقت کا تعین کر سکتی ہو۔ کیا تم اندازہ کر سکتی ہو کہ ہمیں یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ گذر گیا؟"

• "آہ ڈیڈی۔ یہی احساس میرے ذہن میں ہے۔" فروزاں اور اس کے ساتھ ہی فرزانہ نے کہا۔

• "تمہارے احساسات کیا ہیں؟"

• "بس یُوں لگتا ہے جیسے ہم ان بے جان چٹانوں کی مانند ہوں۔ جو ہمیں دیکھ رہی ہیں اور ہم بھی انہی کی مانند انہیں دیکھ رہے ہیں جس طرح پتھر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ دیکھتے رہتے ہیں۔ کیا پتھروں کی زندگی کا راز ہماری سمجھ میں نہیں آگیا۔ یہ انہی داستانوں کے درمیان زندہ ہیں ورنہ شاید یہ بھی مر جاتے۔" فروزاں نے کہا۔

• "ہم تاریخ کے طلسم میں گرفتار ہو گئے تھے فروزاں۔ ماضی میں گذرنے والے ہمیں اپنے شکنجوں میں جکڑے ہوئے تھے نہ جانے ہم نے یہاں کتنی عمر کھو دی۔ نہ جانے ہماری دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔"

• "باقی عمر کا کیا ہوگا ڈیڈی؟"

• "ہم اب اس کی محتاجی قبول نہیں کریں گے۔ اس نے اپنی کہانیاں ختم کر دی ہیں۔ اس سے پوچھیں ڈیڈی کہ کیا وہ اب بھی ہماری دنیا کی جانب ہماری رہنمائی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

• "ہاں میں اس سے یہی سوال کروں گا۔" پروفیسر خاور گردن جھٹکنے لگا۔ ان تینوں کو احساس تھا کہ تاریخ کا طلسم ٹوٹ جانے سے ان کے ذہن آوارہ ہو گئے ہیں۔ ان کے الفاظ بھٹکے ہوئے ہیں لیکن کوشش کے باوجود وہ اس کیفیت پر قابو پانے میں ناکام تھے۔ اور پھر دیر تک خاموشی طاری رہی۔

تینوں اپنے حواس کو مجتمع کرنے میں کوشاں تھے۔

اور اب وہ اپنی کیفیت پر قابو پاتے جا رہے تھے۔ وہ ابھی واپس نہیں آیا تھا۔ تب پروفیسر نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا: "کیا تمہاری حالت کچھ بہتر ہوئی؟"

• "ہاں ڈیڈی! اب ذہنی کیفیت اتنی خراب نہیں ہے۔"

• "فطری بات تھی۔ ہم بہ آسانی اس پورے ماحول کو طلسم خانہ کہہ سکتے ہیں۔ اور پھر اس ساحر کی سحر طراز شخصیت۔ کمال کا انسان ہے۔ اس نے جس انداز میں تاریخ بیان کی ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

• "لیکن ڈیڈی۔ اس نے اپنے آپ کو جو کچھ کہا ہے، کیا آپ نے قبول کر لیا ہے؟"

• "نہیں بھئی۔ میں عمل کی زندگی کا ایک عملی انسان ہوں۔ مافوق العقل باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔" پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• "پھر وہ کون ہے؟" فروزاں بولی۔

• "اس دور کا شاید سب سے ذہین، سب سے عظیم انسان۔ وہ ایک لاثانی سائنسداں ہے۔ ایک بے مثال تاریخ داں اور شاید اپنی طرز کا واحد داستان گو ہے جس کی آواز میں تاریخ کا طلسم پوشیدہ ہے۔ اور اس نے ہمیں اسی طلسم میں گرفتار کر کے ہمارا اتنا وقت ضائع کر دیا اور ہمیں احساس بھی نہ ہو سکا۔ دنیا سے اُکتا کر اس نے ان پہاڑوں کو آباد کیا ہے اور تنہائی سے اُکتا کر اس نے ہمیں زیادہ سے زیادہ دیر اپنے قریب رکھا ہے۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

• "اگر ہم شروع سے اس کی شخصیت کا تجزیہ کریں ڈیڈی تو کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔"

• "ہاں۔ اس کی ذات کے کچھ پہلو واقعی عجیب ہیں۔" پروفیسر نے اعترافاً گردن ہلائی۔

• "جس انداز میں ہم نے اسے پایا کیا وہ عجیب نہیں تھا۔"

• "خیر اسے تو ہم اس کا کوئی سائنسی تجربہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیا واقعی اس کی رنگت سنہری ہے۔ کوئی نہ کوئی ترکیب تو ہو گی۔"

• "بہرحال اس کی شخصیت پر تو زندگی بھر گفتگو کرتے رہیں گے ڈیڈی لیکن اب کیا ہو گا ڈیڈی۔ واقعی اس کی کہانیوں کے جال میں تو ہم اس طرح الجھے تھے کہ سب کچھ بھول گئے تھے لیکن اب بڑی عجیب کیفیت ہے۔ خدا کے لئے کسی طرح یہاں سے نکلیں۔"

• "وہ گیا کہاں ہے؟"

• "اوہ۔ شاید وہ آ رہا ہے۔" پروفیسر خاور نے جلدی سے کہا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ وہ بدستور مسکراتا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

• "کیا محسوس کر رہے ہو پروفیسر! اور کیا گفتگو ہو رہی تھی تمہارے درمیان۔؟"

• "ظاہر ہے موضوع تمہاری پُراسرار شخصیت ہی ہو سکتی ہے۔" پروفیسر خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر جلدی سے بولا۔ "بہرحال تمہاری پُراسرار اور طویل کہانیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب ہماری کچھ مدد کرو گے یا نہیں؟"

• "ہاں پروفیسر خاور، تمہارے ساتھ ایک حسین نشست رہی ہے لیکن ہر کہانی ایک دن ختم ہو جاتی ہے۔ سو ماضی کی ساری کہانیاں بھی ختم ہو گئیں۔" اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

• "اور تمہاری تنہائی بھی دُور ہو گئی؟" فروزاں بولی۔

• "میری؟ تنہائی — ہم؟" اس نے سوالیہ انداز میں دیکھا

• "ہاں بھئی، تمہارے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ہم یہی کہہ رہے تھے کہ تم ایک اعلیٰ پائے کے سائنسداں، تاریخ داں اور ایک انوکھے انسان ہو۔ تاریخ پر تمہاری گرفت بے مثال ہے اور اپنی جادو بیانی سے تم نے واقعی خود کو ایک مافوق الفطرت ہستی بنا کر پیش کر دیا ہے۔ ہم نے تمہارے بارے میں یہی اندازہ لگایا تھا کہ تم دنیا سے اکتائے ہوئے انسان ہو اور ہمیں تم نے تاریخ کے تانے بانے میں الجھا کر اپنی تنہائی کچھ عرصہ کے لئے دُور کی تھی۔"

• "اوہ ...!" اس نے پروفیسر کی اس بات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے گردن ہلائی۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تمہارا یہ خیال غلط ہے پروفیسر! میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ میں ادوار میں دیکھنے والا ہوں اور شاید تاریخ میرے بغیر نامکمل ہی ہوتی۔ میری کتاب تفسیرِ کائنات ہے اور تشکیل و تخلیق کرنے والے نے میرا تعین کر کے تاریخ کو زندگی دی ہے۔ آؤ میں تمہیں اپنی کتاب دکھاؤں۔ وہ تمہارے یقین کی حد ہو گی۔ آؤ — میرے ساتھ آؤ۔"

وہ تینوں اُٹھ گئے۔ اس طلسم کدے کے بیشتر حصے وہ دیکھ چکے تھے لیکن صرف وہ حصے جہاں تک اس نے انہیں لے جانا چاہا تھا بہت سے حصے ابھی تک نگاہوں سے اوجھل تھے۔ اور اس وقت بھی وہ انہیں اس پُراسرار علاقے کے جس حصے میں لایا وہ ان کے لئے اجنبی تھا۔

ایک بڑا سا کمرہ جہاں بلندی پر ایک قدِ آدم کتاب رکھی ہوئی تھی ایک بوسیدہ کتاب جو واقعی صدیوں پُرانی تھی۔ اتنی ضخیم اور اتنی عجیب کتاب انہوں نے پہلے نہیں دیکھی تھی۔

• "اس کتاب میں ماضی، حال اور مستقبل پوشیدہ ہے۔ ہاں اس میں ماضی کے قصے، حال کی داستانیں اور مستقبل کے راز محفوظ ہیں۔ میرے بارے میں تمہارے تجزیے، میرے وجود کی نفی نہیں کرتے نہ ہی مجھے اس سے کسی توہین کا احساس ہوتا ہے، کیونکہ مجھے سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن آؤ میں تمہیں اپنی کتاب کے ایک صفحے کی سیر کراؤں۔ آؤ۔" وہ قدِ آدم کتاب کی جانب بڑھ گیا۔ اور پھر اس نے کتاب کے بے شمار اوراق الٹ دیئے۔ اس کتاب پر تحریریں تھیں۔ ناقابلِ فہم تحریریں۔ وہ اوراق الٹتا رہا اور پھر اس نے ایک صفحہ کھول دیا۔

• "اسے پڑھو پروفیسر، اسے دیکھو۔" اس نے کہا اور وہ سب بے اختیار اس پر جھک گئے۔ عجیب رنگ تھے اس تحریر کے اور عجیب انداز کی تحریر تھی۔ الفاظ سمجھ میں نہیں آتے تھے لیکن رنگ، انوکھے رنگ، تینوں کی نگاہیں ان رنگوں میں جذب ہو گئی تھیں۔ یُوں لگتا تھا جیسے ان رنگوں نے انہیں جکڑ لیا ہو۔ عجیب سی سنسناہٹیں ان کے ذہنوں میں گونج رہی تھیں، پھر انہیں ایک دم سردی کا احساس ہوا اور ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

فروزاں نے فرزانہ کی طرف دیکھا اور کپکپاتی آواز میں بولی۔ "یہاں کس قدر سردی ہے باجی۔" اور فرزانہ چونک پڑی۔ اس نے پروفیسر خاور کو دیکھا اور پروفیسر بھی چونک پڑا۔

• "ارے کتاب کہاں گئی؟" اس کے منہ سے نکلا۔ وہ بدستور انہیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

• "کتاب کہاں گئی؟" فرزانہ نے کہا لیکن انہیں ایک اور احساس ہوا۔ سر پر کھلا آسمان چمک رہا تھا اور قرب و جوار کے مناظر بدلے ہوئے تھے کہ اچانک کوئی شے ان کے سروں پر سے سنسناتی ہوئی گذر گئی۔ ان کی نگاہیں بے اختیار اوپر اٹھ گئیں اور حیران کے حواس ساتھ چھوڑنے لگے۔ وہ ایک بڑی سی گیند تھی جو آن کی آن میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ یہ سب کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ خود پر یقین کرنے میں کوشاں تھے۔

لیکن یہ ماحول — تاحدِ نگاہ نارنجی رنگ بکھرا پڑا تھا۔ درخت، گھاس، پھول، پودے سب کے سب نارنجی۔ ایک طویل میدان تھا۔ نیلے رنگ کے پہاڑ میدان کے آخری سلسلہ پر نظر آ رہے تھے جن کا سلسلہ دُور تک چلا گیا تھا۔ البتہ خنک ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ فروزاں نے سہمے ہوئے انداز میں فرزانہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔ تب بمشکل تمام پروفیسر خاور کے حلق سے آواز نکلی: "یہ — یہ سب کیا ہے؟"

• "میں نے کہا نا، میری کتاب کا ایک ورق۔"

• "میں نہیں سمجھا۔"

• "تمہاری زبان میں تمہارا مستقبل۔" اس نے جواب دیا۔

• "میں اب بھی نہیں سمجھا۔" پروفیسر خاور نے بدستور پریشانی سے کہا۔

• "تم جس دَور سے تعلق رکھتے ہو پروفیسر خاور، میں اس دور کی کہانیاں بھی تمہیں سنا چکا ہوں۔ وہ بدترین دور جہاں سے میں اکتا گیا تھا۔ بتاؤ پروفیسر جس آخری دور کی تفصیل میں نے تمہیں سنائی تھی، کیا تمہارا دور نہیں تھا۔ انسانیت کے تاریک ترین دور سے تمہارا تعلق نہیں تھا؟"

• "ہاں۔ تمہاری آخری کہانی اسی دَور کی کہانی ہے۔" خاور نے کہا۔

• "تھی نہیں پروفیسر تھی۔" اس نے پُراسرار انداز میں کہا اور پروفیسر کے انداز سے شدید بے چینی جھلکنے لگی۔

• "کیا مطلب؟"

• "صدیوں کی کہانیاں دنوں میں ختم نہیں ہوتیں پروفیسر۔ تم نے مجھے

اسی دور میں جگا دیا تھا جس سے خوفزدہ ہوکر میں سو گیا تھا۔ گو میں نے وہ دور ماضی میں دیکھا تھا، لیکن میں اس دیکھے ہوئے دور سے آنکھیں بند کرکے گذر جانا چاہتا تھا کہ تم نے مجھے اسی دور میں جگا دیا اور جاگنے کے بعد سونا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اس دور کو کیوں نہ تمہارے ساتھ ہی گذار دیا جائے۔ جن کہانیوں کو تم سنتے رہے ہو پروفیسر! وہ صدیوں کی کہانیاں تھیں اور صدیوں میں ختم ہوئیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" پروفیسر کی آواز میں خوف کا عنصر تھا۔

"صدیوں کی کتاب کے بہت سے اوراق الٹ گئے ہیں اور اب تم جس ماحول میں سانس لے رہے ہو اس کی ترتیب کا صفحہ تمہارے سامنے ہے۔ میرے دوست ستارے مجھے ادوار کی تفصیل سے آگاہ کرتے رہے ہیں پروفیسر! اب تم اپنے دور سے بیس صدی آگے ہو۔ یہ تمہارے حساب سے چار ہزار عیسوی ہے۔ تم نے میری کہانیاں سنتے سنتے بیس صدیوں سے زیادہ گذاری ہیں۔"

"بب۔ بیس صدیاں۔۔۔؟" پروفیسر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں پروفیسر! تم اب بیس صدی قبل کے انسان ہو۔"

"لگ۔ کیا بکواس ہے؟" پروفیسر کا بدن پسینے میں ڈوب گیا۔

"حقیقت — ایک ٹھوس حقیقت!" اس نے جواب دیا۔

"فضول بکواس — مذاق!" پروفیسر چیخ پڑا۔

"تحقیق شرط ہے!" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"دیکھو میں تنہا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ یہ کمزور دل بچیاں بھی ہیں یہ تمہارے مذاق کی متحمل نہ ہو سکیں گی۔"

"حقیقتیں بدل تو نہیں سکتیں پروفیسر!"

"تو ہم اپنی دنیا سے، اپنے دور سے آگے بڑھ آئے ہیں؟"

"دو ہزار سال آگے!"

"لیکن یہ کس طرح ممکن ہے؟"

"میں نے اپنی تحقیق سے اسے ممکن بنایا ہے۔ میری کہانیوں میں الجھ کر تمہیں وقت کا احساس نہ ہو سکا۔ لیکن ادوار کھسکتے رہے۔ تمہیں وہ محلول یاد نہیں ہے پروفیسر! جو میں تمہیں پلاتا رہا ہوں!"

"یاد ہے!"

"وہ کیا تھا؟"

"ایک عجیب چیز جسے میں نہیں سمجھ سکا!"

"عرق حیات۔ اس محلول نے تمہاری زندگی کو دو ہزار سال دیئے۔ اور میں نے سوچا کہ تم میری پوری کہانی سن لو!"

"نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم واقعی مذاق کر رہے ہو۔" پروفیسر کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد ہو گئے تھے۔

"ماحول گواہ ہے پروفیسر! لیکن تم کیسے انسان ہو۔ میرا خیال ہے تم سے باہمت تمہاری بیٹیاں ہیں۔ وہ خوف کا شکار نہیں ہیں۔" اس نے کہا

اور پروفیسر نے چونک کر فروزاں اور فرزانہ کو دیکھا۔ دونوں شدتِ حیرت سے گنگ تھیں لیکن خوفزدہ واقعی نہیں تھیں۔ لیکن پروفیسر خاور کو اب بھی اس کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ دیر تک وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ایک بات اور بتاؤ۔"

"ہاں پوچھو پروفیسر!"

"کیا ہم ان غاروں سے نکل آئے ہیں جہاں اب سے چند ساعت قبل تھے۔۔؟"

"میں نے کہا نا پروفیسر! ہم ان غاروں سے بیس صدیاں آگے نکل آئے ہیں!"

"اور وہ دور ختم ہو چکا ہے جس میں ہم تمہارے پاس آئے تھے!"

"دو ہزار سال قبل!"

"لیکن کیا یہ ہمارے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔ اس ماحول میں ہم کس طرح زندہ رہیں گے۔ اب اس زندگی سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"تعجب کی بات ہے پروفیسر! کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ تم دو ہزار سال بعد کی دنیا میں ہو!"

"لیکن اس دنیا میں ہم خود کو کس طرح ضم کر سکیں گے!"

"میرا خیال ہے تحقیق زندگی کا سب سے اہم جزو ہے اور سب سے اہم مقصد بھی۔ تم دیکھو تمہارے بعد کیا ہوا ہے۔ میں ان دونوں لڑکیوں سے بھی یہی سوال کروں گا۔ تم ادوار کی کہانیوں میں اتنی دلچسپی کیوں لیتی رہی ہو۔ صرف اس لئے نا کہ تمہیں تحقیق کا شوق ہے۔ ماضی سے دلچسپی لینا کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن کیا تم خود کو ان خوش نصیبوں میں شمار کر کے مسرور نہیں ہو جو دو ہزار سال بعد کی دنیا دیکھ رہے ہیں۔؟"

"ہماری کچھ الجھنیں ہیں۔ ہم تمہاری مانند تو نہیں!"

"کیا الجھنیں ہیں؟"

"میرے سامنے ان بچیوں کا مستقبل ہے۔ میں نہیں جانتا ان کے لئے کیا کر سکوں گا؟" پروفیسر نے کہا اور اسی وقت فرزانہ بول اٹھی۔

"لیکن ہم اتنے بد دل نہیں ہیں ڈیڈی۔ آپ ہمیں ایک روایتی انداز کی زندگی کیوں دینا چاہتے ہیں۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہمارا جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ اور ہم نے آخری سانسیں برف پر لی تھیں۔ اس کے بعد ہم مر گئے۔ یہ موت کے بعد کی زندگی سمجھ لی جائے تو کیا ہرج ہے"

"لیکن نہ جانے اس زندگی میں ہمیں کیا کیا الجھنیں پیش آئیں!"

"برف کی الجھنوں سے زیادہ نہ ہوں گی۔ اگر آپ ہماری طرف سے فکرمند ہیں تو براہِ کرم نہ ہوں۔ ہمیں یہ سب عجیب لیکن دلکش محسوس ہو رہا ہے کیوں فروزاں؟"

"میں باجی سے پوری طرح متفق ہوں!"

"سمجھ ہی نہیں رہی ہو۔ نادان ہو نا۔ بہرحال اب کیا بھی کیا جا سکتا ہے

پروفیسر خود کو اعتدال پر لانے لگا۔

وہ ایک بے تعلق آدمی کی مانند کھڑا تھا۔ تب پروفیسر نے کسی قدر بدلے ہوئے انداز میں کہا "معاف کرنا دوست! میری پریشانی غیر فطری نہیں تھی۔"

"لیکن کیا تم [illegible] دنیا سے بھی واقف ہو؟"

"کیوں نہیں، اس دور کی تفصیل بھی میری کتاب نے دے دی ہے۔"

"اوہ۔ تو تم اس کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتے ہو گے!"

"ہاں بہت کچھ!"

"اور یہاں ایک عملی انسان کی مانند ہو گے؟"

"بلاشبہ!"

"لیکن کیا یہاں تم ہمیں چھوڑ دو گے؟"

"تمہاری کیا خواہش ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں اس دور سے پوری طرح روشناس کراؤ۔ ماضی میں جس طرح تم نے الجھنے والوں کی مدد کی ہے۔ اس دور میں ہماری بھی مدد کرو۔" پروفیسر نے کہا اور وہ مسکرانے لگا پھر اس نے گردن ہلائی۔

"ٹھیک ہے پروفیسر! میں تمہارا ساتھ دوں گا!"

پروفیسر خاور پیشانی مسل رہا تھا۔ لڑکیاں ایک بار پھر خود کو اسی سحر میں گرفتار پا رہی تھیں۔ اس سے قبل انہوں نے سلازس کے دانش کدے کے بارے میں سنا تھا جس کے مختلف پہلو تھے اور یہ پہلو ماضی حال اور مستقبل کو خود میں قید رکھتے تھے اور ماضی کے کردار اس دانش کدے کے ذریعہ مستقبل اور ماضی میں جا سکتے تھے۔ لیکن اب وہ خود ماضی کے کردار بن چکے تھے اور یہ کیفیت خود پر پا رہے تھے۔

کافی دیر تک وہ سنسنی کا شکار رہے۔ اور پھر تحقیق ان پر غالب آ گئی چنانچہ پہلی بار انہوں نے اس پورے ماحول کا جائزہ لیا۔ پھر پروفیسر بولا۔

"اس ماحول پر ایک رنگ غالب ہے۔ کیا یہ کوئی مخصوص مقام ہے؟"

"رنگ؟"

"ہاں کیا یہ نظری دھوکہ ہے۔ زمین سبز ہوتی ہے۔ لیکن یہ نارنجی رنگ؟"

"ہاں — یہ دنیا کا نیا رنگ ہے۔ جو نہ جانے کب سے غالب ہے!"

"تو کیا اس نئی دنیا میں اب سبزے کا رنگ یہ ہے؟"

"ہاں پروفیسر! اور یہ عطیہ بھی انسان کا ہے!"

"کیا مطلب؟"

"تہذیب کا وہ دور جس کی تم پیداوار ہو پروفیسر! نسلِ انسانی کا بدترین دور قرار دیا جا چکا ہے۔ اس دور کا انسان تہذیب کے نام کا درندہ تھا۔ اس نے کائنات کے تخریبی عنصر سمیٹے اور انہیں یکجا کر کے ہتھیاروں کا نام دے دیا۔ پہلے وہ ان ہتھیاروں سے نسلِ انسانی کو بلیک میل کرتے رہے اور خوف کی ایک عجیب فضا پیدا کر دی گئی۔ بالآخر ان کا استعمال بھی کر لیا گیا اور زمین کی ہیئت بدل گئی۔ وہ فنا ہو گئے اور اپنے پیچھے ایسی خوفناک فضا چھوڑ گئے

کہ انسان سانس بھی نہ لے سکے۔ یہ تابکار درخت اور پودے جو ازل سے ایک حسین رنگ لئے پیدا ہوئے تھے اپنا رنگ کھو بیٹھے۔ سمندر جگہ جگہ سے خشک ہو گئے اور زمین نے یہ نئی شکل اختیار کر لی!"

"خدا کی پناہ۔ تو اب پوری زمین نارنجی ہے؟"

"ہاں۔ خلا سے زمردیں رنگ میں نظر آنے والا یہ کرہ اب آگ کا گولہ نظر آتا ہے۔ اس کا خوشنما رنگ اس سے چھن چکا ہے!"

"اور انسان — کیا ان کی ہیئت میں بھی کوئی تبدیلی پیدا ہوئی؟"

"انسان — وہ ہنس پڑا۔ عجیب سا انداز تھا اس کی ہنسی کا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے اب تم خود کو اس ماحول میں ضم کر چکے ہو، اس لئے آؤ۔ اپنی اس بدلی ہوئی دنیا کو دیکھو۔ آؤ!" وہ آگے بڑھ گیا اور وہ اس کے ساتھ چل پڑے۔ اپنی زمین پر چلتے ہوئے انہیں عجیب محسوس ہو رہا تھا طویل عرصہ ہو گیا تھا۔ چہل قدمی بھول گئے تھے۔ لیکن یہ زمین کس قدر بدل چکی ہے لگتا بھی نہیں تھا کہ وہ زمین پر چل رہے ہیں۔ بس ایک خواب کی سی کیفیت تھی۔ لیکن ان کی رفتار خود بخود تیز تھی، اس کا احساس بہت جلد ہو گیا تھا۔ مناظر بھاگتے ہوئے لگ رہے تھے۔ اور چند ساعت میں ہی وہ اس صورت حال سے گھبرا گئے۔

"سنو!" پروفیسر نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اسے پکارا اور وہ رک گیا۔ "ہماری رفتار غیر معمولی تیز ہے اور اس میں ہماری کسی کوشش کو دخل نہیں ہے۔ اس کی وجہ؟"

"ہاں۔ تمہاری رفتار ساٹھ میل فی گھنٹہ ہے!"

"لیکن خود بخود۔ آخر کیوں؟"

"سب تمہاری اپنی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہ زمین اب ایٹمی تابکاری کا شکار ہے اور اس میں بے شمار تبدیلیاں ہو چکی ہیں!"

"اوہ۔ کیا جہاں ہم موجود ہیں یہ جگہ جنگل ہے؟"

"کیوں؟"

"کوئی انسان نہیں نظر آیا؟"

"آئے گا ضرور آئے گا!" اس نے پھر عجیب سے انداز میں کہا اور پروفیسر کو تعجب ہوا۔ پہلے بھی وہ انسان کے نام پر ہنسا تھا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل کوئی گول سی شے ہمارے سروں پر سے گذری تھی!"

"ہاں۔ وہ نئے لوگوں کی سواری تھی جیسے تمہارے آہنی گھوڑے۔ زمینی ٹریفک تو اب بند ہو چکا ہے!"

"خوب۔ تمہاری معلومات واقعی بے مثال ہیں۔ تم اس دور کے بارے میں بھی اتنی واقفیت رکھتے ہو جتنی ماضی کے ادوار کے بارے میں حالانکہ تم نے کہا تھا کہ تم ہمارے دور میں سو گئے تھے اور اس کے بعد کا دور تم نے نہیں دیکھا!"

"لیکن تم یہ بھول رہے ہو کہ تم میری کتاب سے گذر کر یہاں آئے ہو!"

"تمہاری باتیں سخت الجھی ہوئی ہیں، ان میں سے بعض باتیں تو سمجھ ہی میں نہیں آئیں!" پروفیسر نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور وہ مسکرا اٹھا۔

"ان باتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بس ہم نے اپنی سرچ میں ایک اضافہ کر لیا ہے!"

"وہ کیا—" اس نے بدستور دلچسپی سے پوچھا۔ انہوں نے اپنی رفتار جاری رکھی تھی اور سفر تیزی سے طے ہو رہا تھا۔

"یہی کہ تم ایک سائنسداں، تاریخ داں اور داستان گو ہونے کے ساتھ ساتھ پُراسرار علوم کے ماہر بھی ہو۔ ممکن ہے یہ طلسم کدہ بھی تمہارا ہی تعمیر کردہ ہو۔ ہمیں تو یہ کسی سیارے کی زمین معلوم ہوتی ہے۔"

"واہ۔" وہ ہنس پڑا۔ اور پھر بولا: "وہ دیکھو، وہ کوئی عمارت نظر آ رہی ہے شاید؟" اس نے اشارہ کیا اور ان کی نگاہیں بھی اس سفید اور سڈول مینار کی طرف اُٹھ گئیں۔ واقعی عمارت ہی معلوم ہوتی تھی، لیکن کسی راکٹ کی طرح جو آسمان کی جانب رُخ کئے کھڑا تھا۔ "آؤ۔ شاید تمہاری اس بات کا جواب اس عمارت میں مل جائے۔"

عمارت کے گرد بچی زمین کا ایک وسیع دائرہ تھا جس میں سیاہ ٹائل لگے ہوئے تھے لیکن ان میں کچھ سفید ٹائل بھی تھے۔ اس نے اُن سے ان سفید ٹائلوں پر کھڑے ہونے کے لئے کہا اور انہوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ دوسرے لمحے انہیں محسوس ہوا جیسے ٹائل زمین میں دھنس رہے ہوں لیکن اس سے قبل کہ وہ سنبھلنے کی کوشش کرتے، وہ گہرائیوں میں پہنچ گئے لیکن نہ تو انہیں کوئی چوٹ آئی اور نہ ہی کسی اور حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔ نیچے بس ایسا ہی دائرہ تھا اور سفید ٹائل انہیں کے درمیان آ رُکے تھے۔ وہ نیچے اتر گیا۔ ایک عظیم الشان ہال تھا جس کا دوسرا سرا نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ فروزاں اور فرزانہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔ نہ جانے یہ سب کیا تھا۔ عقل ساتھ نہیں دیتی تھی۔

دفعتاً ہال کے درمیان میں ایک گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور پھر ایک چوکور بکس نمودار ہوا جس میں پہیئے لگے ہوئے تھے۔ جسم ٹائل اور عجیب عجیب روشنیاں اس میں نظر آ رہی تھیں۔ مشین بڑے پُر وقار انداز سے آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ رُک گئے اور سراسیمہ نگاہوں سے اس متحرک مشین کو دیکھنے لگے۔

وہ اُن کے سامنے آ رُکی۔ پھر اس میں ایک چوکور خانہ کھلا اور ایک گول شیشہ باہر نکل آیا۔ پھر ایک چھوٹا سا خانہ اور کھلا اور ایک شیریں آواز سنائی دی: "تعجب ہے تمہاری ہیئت میرے لئے اجنبی ہے۔"

پروفیسر خاور، فرزانہ اور فروزاں اچھل پڑے۔ انہوں نے سراسیمہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"کیا اس سے قبل تم نے ہماری جیسی ہیئت کی مشینوں کو نہیں دیکھا؟"

"... مشین جدت پسند ہے۔ نئے نئے ڈیزائن بنتے رہتے ہیں۔ لیکن تم منفرد ہو۔" مشین سے آواز آئی۔

"کیسے لگ رہے ہیں ہم؟"

"خوبصورت۔ نازک نازک۔" مشین سے آواز اُبھری۔ خالصتاً نسوانی آواز تھی جس میں پسندیدگی کا جذبہ تھا۔

"کیا تم یہاں تنہا ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں— زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹی سیون ٹینو گیا ہوا ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں تو میں تنہا ہوں۔"

"وہ کب واپس آئے گا؟"

"معلوم نہیں۔ کیا میں اس سے رابطہ قائم کروں؟"

"اوہ۔ نہیں۔ ہم تمہارے اس ایکے میں قیام کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"نہیں۔ اعتراض کیوں ہوگا۔ آؤ۔" مشین سے آواز ابھری اور وہ اسی انداز میں واپس چل پڑی۔ اس نے پروفیسر وغیرہ کو بھی اشارہ کیا اور وہ بھی مشین کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ ہال کے آخری سرے پر ایک دیوار نظر آئی۔ لیکن جونہی مشین دیوار تک پہنچی دیوار درمیان سے کھل گئی۔ مشین چند ساعت رکی اور پھر آگے بڑھ گئی۔

ایک اور خوبصورت ہال نظر آیا تھا۔ مشین اس دوسرے ہال میں رک گئی۔ "یہ تمہاری آرام گاہ ہے۔"

"شکریہ! ہم کچھ دیر یہاں رُکیں گے۔ پھر واپس چلے جائیں گے۔"

"ہمارے مہمان رہو۔ زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹی سیون آ جائے تو اس سے ملاقات کر کے واپس جانا۔ وہ تم سے مل کر خوش ہوگا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

"یہ ضرورت کا چارٹ ہے۔ اور سامنے کی جگہ آپریشن ٹرنیس۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنی ضرورتیں پوری کرنے میں تکلف نہ کرو گے۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔ لیکن ہم تم سے ملاقات کس طرح کریں گے؟"

"یہ میرا دُمن ہے۔" مشین سے ایک راڈ باہر نکلی ہوئی تھی اور مختلف سمتوں میں اشارے کر رہی تھی، جس شے کی جانب وہ اشارہ کرتی تھی وہ اسپارک کرنے لگتی تھی۔

"شکریہ! ہم کچھ دیر آرام کے بعد تمہارے پاس آئیں گے۔ ملاقات کی جگہ وہ ہال ہی ہے نا؟"

"ہاں۔ اچھا میں چلتی ہوں۔" مشین کی آواز اُبھری اور پھر وہ اسی گڑگڑاہٹ کے ساتھ واپس چلی گئی۔

پروفیسر اور دوسرے لوگوں کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔ مشین کے باہر نکل جانے کے بعد پروفیسر گہری گہری سانسیں لے کر گردن جھٹکنے لگا۔ پھر گھٹی گھٹی آواز میں بولا: "تمہاری برتری تو ہم نے جگہ جگہ تسلیم کی ہے۔ اب کیا امتحان لے رہے ہو؟"

"میں امتحان نہیں لے رہا پروفیسر۔"

"پھر اس طلسم خانے میں لانے کا مقصد؟"

"یہ تمہاری دنیا ہے پروفیسر۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہماری دنیا؟" پروفیسر جھنجھلا گیا۔

"ہاں سو فیصدی تمہاری دنیا۔ لیکن ٹھہرو۔ ضرورت کا چارٹ پڑھو تمہارے آرام کا بندوبست ہو جائے اس کے بعد باقی باتیں ہوں گی۔" وہ پروفیسر

کو لے کر اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا جس پر چارٹ بنا ہوا تھا۔

لیکن پروفیسر کی سمجھ میں یہ چارٹ نہیں آیا تھا۔ دیر تک وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلا دی۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"لیکن میں سمجھ رہا ہوں پروفیسر۔ ٹھہرو۔" اس نے کہا اور پھر اس نے آپریشن ٹرنیس پر جا کر کچھ بٹن دبائے اور دیواروں سے آرام دہ نشستیں باہر نکل آئیں۔ ان کی تعداد چار تھی پھر اس نے کچھ اور بٹن دبائے اور چار عمدہ قسم کے گلاس لے کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ ان گلاسوں میں دودھ جیسا سیال بھرا ہوا تھا۔

"پیو پروفیسر! حیرت انگیز چیز ہے۔"

"کیا مجھے اس طلسم خانے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟" پروفیسر نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"ضرور بتاؤں گا۔ تم بیٹھو تو۔ آرام کرو۔ سب کچھ بتا دوں گا۔" اس نے کہا اور پروفیسر ان نشستوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ لڑکیاں بھی بیٹھ گئیں اور وہ خود بھی۔

"اسے پیو۔ تکلف مت کرو۔ یہ ایک بھرپور غذا ہے اور یقیناً تمہیں فرحت دے گی۔ ہاں پروفیسر! میں نے غلط نہیں کہا تھا یہ تمہاری دنیا ہے۔"

"لیکن کس طرح؟"

"وہی زمین جس پر تمہاری تاریخ بکھری پڑی ہے۔ لیکن بالآخر تم اس زمین کو کھو بیٹھے تم اپنی ذہانت کا شکار ہو گئے۔ پہلے ایٹمی ہتھیار ایجاد ہوئے۔ انہیں استعمال کرنے کا خود کار نظام عمل میں آیا۔ پھر مشینیں ایجاد ہوئیں۔ انسان نے مشینوں کی دوڑ میں حصہ لیا۔ وہ کام جو انسانی ہاتھ انجام دیتے تھے مشینیں انجام دینے لگیں۔ اور ایک دور مشینوں کا دور کہلایا۔ اس دور میں انسان نے اپنی ساری ذہانت مشین کو دے دی۔ اس نے ساری ضرورتیں مشینوں سے پوری کرانی شروع کر دیں۔ اس نے اپنا ذہن مشینوں کو دے دیا اور ایک شدت پسند اور انتہا کو پہنچ جانے والے نے ایک ایسی مشین ایجاد کی جو ایجادات کی حکمراں تھی، جس کی اپنی سوچ تھی جس کی اپنی تخریب تھی۔ اسے بنا کر بلاشبہ اس نے ساری دنیا کے انسانوں کو مطیع کر لیا لیکن وہ اس مشین کی قدرت بھول گیا تھا۔ ایک دن وہ خود بھی اس مشین کا غلام بن گیا۔ اور مشین نے سوچا کہ وہ انسانوں کی مطیع کیوں رہے۔ اس مشین نے پہلے ساری دنیا کے انسانوں کو مطیع کیا اور پھر ان پر مشینی حملہ کر دیا۔ ساری دنیا کی مشینوں نے انسانوں کے خلاف محاذ بنا لیا۔ اور بالآخر اس دنیا کو انسانوں سے پاک کر لیا گیا۔ انسانی ضروریات بھی ختم کر دی گئیں اور اب اس دنیا پر مشینوں کی حکومت ہے۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ پروفیسر کا ذہن اس کہانی کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ لیکن حقیقتوں کو کیسے جھٹلا سکتا تھا۔

"مشینی حملے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" بالآخر اس نے پوچھا۔

"مشینوں کی سازش بے حد خطرناک تھی پروفیسر۔ انسانی سازشوں سے کہیں زیادہ خطرناک۔"

"وہ کس طرح؟"

"میری باتوں کو کسی جھوٹ یا بے وقوف بنا کر برتری حاصل کرنے والی کوئی بات نہ سمجھو پروفیسر، کیونکہ میں برتر ہوں اور مجھے جھوٹ کے سہارے درکار نہیں۔ عمدہ طور سے میں تمہیں اس وقت سمجھا سکوں گا جب تم یقین کرو۔"

"اوہ۔ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میرا ذہن — میرا ذہن ...."

"یہ تمہاری زمین ہے پروفیسر، جاؤ اس میں اپنا مسکن تلاش کرو۔ ورنہ میری باتوں پر یقین کرو۔ میں تم سے کسی صلے کا خواہش مند نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ تو یہ سب حقیقت ہے۔" پروفیسر خاور کی بھرائی ہوئی آواز اُبھری۔ "ایک ٹھوس حقیقت، زمین کی تاریخ کا ایک باب۔"

"افسوس۔ انسان خود اپنا شکار ہو گیا۔ لیکن میرے ذہن میں بے شمار سوالات اُبھر رہے ہیں۔"

"میں ان سب کا جواب دوں گا۔"

"اس دور سے تمہیں پوری واقفیت ہے۔"

"بالکل اسی طرح جس طرح گذرے ہوئے ادوار سے۔" اس نے جواب دیا۔

"تب پھر مجھے بتاؤ کہ اس دنیا پر مشینوں کا تسلط کس طرح ہوا؟"

"میں نے مشینی سازش کا ذکر کیا تھا۔ انسان نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مشینی دور کا آغاز کیا۔ انسان معطل ہوتے گئے اور مشینوں نے اس پوری دنیا کا نظام سنبھال لیا۔ مشینوں نے انسانی زندگی کا ہر شعبہ سنبھال لیا۔ انسان نے انہیں انسانی سوچ دی تھی خود کو آزاد کرنے کے لئے لیکن مشین اب دو بڑی خوبیاں حاصل کر چکی تھی۔ وہ انسانی ذہن اور فولادی بدن رکھتی تھی۔ وہ انسان کے لئے ایجادات کرتی تھی تب اس نے سوچا کہ وہ انسان کی غلام کیوں رہے۔ چنانچہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مشینوں نے ایک دوسرے کو خفیہ پیغام ارسال کئے۔ اور پھر مشینوں کی کوشش سے انسان ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو گئے۔

یہ انسانی نہیں، مشینی سازش تھی جسے انسان نہ روک سکے امن معاہدے ہوتے لیکن مشینیں ان معاہدوں کو کامیاب نہ ہونے دیتیں۔ انہیں انسان کا غلام سمجھا جاتا تھا اور ان کی کسی حرکت کو انسانی حرکت ہی سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے ملک ایک دوسرے کے مقابل ڈٹ گئے اور ایٹمی جنگ چھڑ گئی۔

نتیجے میں انسان فنا ہو گئے۔ ان کی بستیاں تاراج ہو گئیں۔ مشینیں محفوظ تھیں۔ پوری دنیا میں شعلے بھڑک اُٹھے۔ انسان پگھل گئے۔ عمارتیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ انسانی وجود اس پوری زمین سے ختم ہو گیا۔ مشینیں محفوظ تھیں جو ناکارہ ہو گئی تھیں انہیں دوسری مشینوں نے مرمت کر لیا۔ اور اس کے بعد مشینوں نے اس زمین پر ایک نئی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ مشینی حکومت کی، اور آج اس دنیا پر مشینوں کی حکومت ہے۔ یہ مشینیں اب انسان کو بھول چکی ہیں۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ ان کے ذہن ماؤف ہو رہے تھے۔ تصور بھی نہیں

کیا جا سکتا تھا کبھی دنیا کی یہ شکل ہوگی۔ آج وہ اس دنیا میں ایک اجنبی کی حیثیت سے موجود تھے۔ کیسی پُراسرار کیسی انوکھی بات تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ان کا مستقبل کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ خود بھی موت کو اپنا لیں۔

فروزاں اور فرزانہ پاگلوں کی طرح بیٹھی تھیں۔ پروفیسر کے چہرے پر بھی مردنی نظر آ رہی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گذر گئی تو اس نے انہیں مخاطب کیا۔

• بہت فکرمند ہو پروفیسر؟
• نہیں۔ اسے فکرمندی نہ کہو۔
• پھر خاموش کیوں ہو؟
• بس ذہن متعدد خیالات کا شکار ہے۔
• اپنی ہر الجھن مجھ سے کہہ دو۔ میں تمہارا دشمن تو نہیں ہوں۔
• وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا تم اس کا حل بھی تلاش کر سکتے ہو؟
• بساط بھر مشورہ تو دے سکتا ہوں۔
• پھر مجھے آئندہ زندگی کے لئے مشورہ دو، ہم کس طرح جئیں گے اور جی کر کیا کریں گے؟ پروفیسر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
• اس سلسلے میں پہلے ہی ایک بات کہہ چکا ہوں پروفیسر، تمہیں دوسرے انسانوں کی طرح اپنی موت کا یقین تو ہوگا۔
• ہاں۔ ظاہر ہے۔
• زندگی کی انتہا موت ہے۔ مجھے دیکھو کب سے جی رہا ہوں اور کب تک جیتا رہوں گا۔ ہر دور میری پسند کا دور تو نہیں ہوتا۔ تمہارے ساتھ تو آسانی ہے کہ بالآخر تم مر جاؤ گے۔ پھر وقت سے پہلے مرنے کی کیوں سوچتے ہو؟
• لیکن ان مشینوں کے درمیان زندگی کیا ہوگی؟
• دیکھنے والے کی زندگی سارے غموں سے بے نیاز ہوتی ہے۔
• اس میں مشکلات نہیں پیش آئیں گی؟
• مثلاً کیا مشکلات؟
• آخر ان کے درمیان زندہ کیسے رہا جائے گا۔
• ان کی مانند۔
• کیا ان کی کوئی طرز زندگی بھی ہے؟
• کیوں نہیں، مشینوں کی سوچ جامع ہے۔ انہوں نے ایجادات کے لئے ایک منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ بس سوچ لو، ایجاد ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ نشستیں ان کی ضرورت نہیں ہیں۔ اور یہ شراب بھی ان کے لئے بے کار ہے انہوں نے اسے بنایا نہیں لیکن ضروریات کا یہ چارٹ اور آپریشن تو نہیں۔ ضرورت کا احساس کرو اور حاصل کر لو۔ وہ ضرورت جیسی بھی ہو پوری ہو جائے گی۔

• کہاں سے؟ پروفیسر نے تعجب سے پوچھا۔
• یہ ان کا نظام ہے۔ بہرحال کائنات میں ضرورت کی ہر شے موجود ہے۔ فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ اسے حاصل کرنے کی جدوجہد ختم ہو گئی ہے۔ اور اب صرف سوچ رہ گئی ہے۔
• خدا کی پناہ۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ پروفیسر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔
• جو کچھ ہے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ تمہارے سامنے ہے پروفیسر۔ اس نے جواب دیا۔

ہر لمحہ حیرت کا لمحہ تھا۔ ہر بات بعید از عقل تھی لیکن بینائی بھی تھی اور سماعت بھی اور جو کچھ اس نے کہا تھا عالم وجود میں تھا اس لئے ذہنی کیفیت کچھ بھی ہو یقین کرنا ضروری تھا۔ سو پروفیسر نے سوچا کہ اب حیرت کی دلدل سے نکل آنا بہتر ہوگا۔ اس ماحول کو قبول کرنا ہی پڑے گا۔ یہی بات اس نے فرزانہ اور فروزاں کو بتائی۔ جوان لڑکیاں اس سے زیادہ قوت رکھتی تھیں اور اس کی طرح حواس باختہ نہیں تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

• ٹھیک تو ہے ڈیڈی۔ ہم گذرے ہوئے انسانوں سے برتر مشینی دور میں سانس لے رہے ہیں۔
• لیکن تمہارا کیا ہوگا؟ پروفیسر خاور نے کہا۔
• انسان کے ساتھ روایت بھی ختم ہو جانی چاہئے۔ فرزانہ نے پوری سنجیدگی سے کہا۔
• میں نہیں سمجھا۔ پروفیسر نے کہا۔
• آپ کے ذہن میں یہی تردد ہوگا نا ڈیڈی کہ اب ہمارا کیا ہوگا۔ ہمیں روایتی زندگی گذارنے کے لئے رشتے نہیں ملیں گے اور ہم انسانوں کی روایات کے مطابق زندگی نہیں گذار سکیں گے۔ لیکن ڈیڈی ہم لوگ جاہل تو نہیں ہیں۔ ہماری اپنی سوچ ہے اور اس سوچ میں کہیں ملال نہیں ہے پھر آپ ہمارے بارے میں اس انداز سے کیوں سوچ رہے ہیں۔ ہم بھی تو اس انوکھے دور سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟
• تو تم پریشان نہیں ہو؟
• پریشانی کس بات کی۔ ہماری زندگی کو ایسا انوکھا ایڈونچر ملا ہے ہم اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی ہماری ان تفریحات میں شریک ہو جائیں۔

پروفیسر حیرت سے ان کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے خوشی کے عالم میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ بلاشبہ تمہارے ذہن مجھ سے زیادہ مضبوط ہیں۔

• سوچ کا فرق ہے پروفیسر اور کچھ نہیں۔ وہ بولا۔
• کیا مطلب؟
• تم باپ ہو، ایک ذمہ داری تھی، وہ نوجوان ہیں۔ فکروں سے بے نیاز۔
• یہ بھی ٹھیک ہے۔
• اور تمہاری بدولت آئندہ بھی بے نیاز رہیں گی۔ فروزاں مسکراتے ہوئے بولی۔ اور وہ بھی مسکرانے لگا۔ اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
• تو اب ہم ایک مشین کے مہمان ہیں۔ خاور نے گہری سانس لے کر کہا۔

• ہاں پروفیسر، مشینیں بہرحال انسانی تخلیق ہیں۔ انسان نے اپنی سوچ اپنی تہذیب انہیں دی ہے۔ اسی میں مہمان نوازی شامل ہے۔
• خوب۔ لیکن یہ مشینیں تو انسان کی دشمن ہیں۔
• تھیں۔ اب اتنا عرصہ گذر گیا ہے کہ یہ انسان کو بھول چکی ہیں۔ اب تو انسان ان کے تصور میں بھی نہیں ہوگا۔
• خدا کی پناہ۔ تو کیا اس خاتون مشین نے ہمیں بھی مشین سمجھا ہوگا؟ پروفیسر خاور نے تعجب سے پوچھا۔
• سو فیصدی۔
• لیکن ہماری ہیئت؟
• آپ نے اس کے الفاظ نہیں سنے۔ اس نے کہا تھا کہ ہماری تراش انوکھی ہے۔
• اوہ۔ پروفیسر خاور دیر تک حیرت زدہ رہا پھر بولا۔ گویا یہ انسانی تراش بھی بھول چکی ہیں۔
• عام مشینیں تو انسان کے نام سے بھی ناواقف ہوں گی۔
• کمال ہے۔ اس طرح تو ہم ان کے درمیان آرام سے زندگی گذار سکیں گے۔ یہ ہمیں بھی مشین ہی سمجھتی رہیں گی۔
• سو فیصدی۔
پرکھنے کی کوشش بھی نہیں ہوگی۔
شاید ضرورت بھی نہ محسوس کی جائے گی۔
• واقعی پاگل ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔ پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ دیر تک ان مشینوں کے نظام حیات کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔
• میرا خیال ہے پروفیسر، اب آپ لوگ تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ دن اور رات بدستور ہیں۔ چاند ستارے ان کی گرفت سے باہر ہیں۔ اس لئے اب رات ہو رہی ہے۔ میں ذرا ستارہ گردی کروں گا اس لئے مجھے اجازت
• دیکھو، اس اجنبی ماحول میں ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دینا۔ ہمیں یہاں تک لانے والے بھی تم ہی ہو۔ ہمیں قدم قدم پر تمہاری ضرورت ہے۔
• فکرمند نہ ہو پروفیسر، میں اگر کچھ دیر تم سے دور بھی رہا تو وہ وقفہ زیادہ طویل نہیں ہوگا۔ میں دوبارہ تمہارے پاس آ جاؤں گا۔
• تمہاری مہربانی۔ پروفیسر خاور نے کہا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ تینوں اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور اس کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے بعد بھی دیر تک وہ سکتے کے عالم میں بیٹھے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا تھا۔

پھر پروفیسر ہی سنبھلا اور اس نے ان دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا پھر پھیکے انداز میں مسکرا کر بولا۔ تمہاری ذہنی کیفیت کیا ہے لڑکیو؟

• ٹھیک ہے ڈیڈی۔ فرزانہ نے کہا۔
• خود کو تسلی دینے کے لئے ہمیں چند باتوں کو ذہن نشین کرنا ہوگا۔ مثلاً یہ کیوں نہ سوچا جائے کہ جہاز کے حادثے میں ہم بھی مر چکے ہیں۔ کون زندہ بچ سکا۔ اس کے بعد کی زندگی کس کے علم میں ہے۔
• لیکن اس کی ضرورت کیا ہے ڈیڈی۔ فروزاں بولی۔
• ضرورت ہے بیٹے، تم لوگ غیر معمولی بہادر ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم عام لڑکیاں نہیں ہو۔ اور شاید اسی لئے ہم عام حالات سے دوچار نہیں ہوئے۔
• ہمیں یہ ماحول بے حد دلکش لگ رہا ہے، ہم واقعی خود کو مشین کیوں نہ سمجھیں۔
• ٹھیک ہے۔ لیکن وہ کیا ہے۔ کیا ہمارا یہ خیال باطل نہیں ثابت ہو گیا کہ وہ کوئی سائنسدان ہے، دنیا سے اکتایا ہوا، تاریخ پر عبور رکھنے والا۔
• ہاں ڈیڈی۔ اس ساری کائنات میں سب سے بڑی الجھن صرف وہ ہے اس کے علاوہ کوئی الجھن نہیں ہے۔ انسانیت کو اسی طرح تباہ ہونا تھا، نظر آ رہا تھا۔ ہتھیاروں اور مشینوں کی دوڑ کا بالآخر یہی انجام ہونا تھا کہ آج روئے زمین پر انسان کا وجود نہیں ہے۔

پروفیسر گردن ہلا رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ تم لوگوں کے سکون سے مجھے بھی اطمینان ہوا ہے ورنہ واقعی میں تمہارے لئے سخت پریشان تھا۔

• آپ ہماری طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں۔ لیکن اب ہم ایک جگہ قیام نہیں کر سکیں گے، بلکہ اس مشینی دنیا میں گھوم پھر کر اس کی تبدیلیاں دیکھیں گے۔
• ہوں۔ پروفیسر نے کہا اور پھر وہ آرام کرنے لیٹ گئے۔ رات ہو گئی تھی۔ باہر کا ماحول نہ جانے کیسا تھا۔ خاصی رات گئے فروزاں نے فرزانہ کو مخاطب کیا اور فرزانہ گردن اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔
• جاگ رہی ہو باجی؟
• ہاں، نیند کا کیا سوال ہے؟
لیکن ڈیڈی کے خراٹے گونج رہے ہیں۔
ہاں۔ اب انہیں ہماری فکر نہیں رہی ہے۔
باہر چلیں باجی؟ فروزاں بولی۔
ہمت ہے؟
کیوں نہیں۔ بہرحال زمین ہماری ہے، اور پھر زندگی اتنی اہم شے بھی نہیں کہ انسان ہر وقت اس کے خوف کا شکار رہے۔
ڈیڈی کو جگاؤ گی؟
پھر باہر جانے سے کیا فائدہ؟
آؤ چلیں۔ فرزانہ نے کہا اور دونوں خاموشی سے اٹھ گئیں۔

باہر آنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ لیکن عمارت سے باہر کے مناظر ہوش ربا تھے۔ چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ نارنجی رنگ چاندنی میں شعلوں کی طرح چمک رہا تھا۔ تاحدِ نگاہ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کائنات میں ان دو ذی روحوں کے سوا کوئی نہ ہو۔ دونوں سحر زدہ سی اس ماحول

کو دیکھتی رہیں۔ پھر فرزانہ غمزدہ لہجے میں بولی۔

• افسوس۔ ہماری دنیا کیا ہو گئی۔

• زمین کی تقدیر۔

• لیکن باجی! یہ مشینی حکومت کتنی عجیب ہے۔ بات تو سمجھ میں آتی ہے مشینوں کو انسان نے مطلق العنان کر دیا تو مشینوں نے انسانوں ہی سے نجات حاصل کر لی لیکن اب ان مشینوں کے جذبات و احساسات کیا ہیں؟

• یہ تو کوئی مشین ہی بتا سکتی ہے۔

• ایک بات پر غور نہیں کیا باجی؟

• کیا۔۔؟

• اس کی زبان۔ وہ انسانوں کی زبان بول رہی تھی۔

• ہاں میں نے غور کیا تھا۔ تم نے اس سے کوئی نتیجہ اخذ کیا؟

• نہیں۔ اور تم نے؟

• اس نے مشینوں کے بارے میں جو کچھ بتایا اس سے میں سمجھ گئی ہوں۔

• کیا۔۔؟

• مثلاً ضرورت کا چارٹ۔ میرے خیال میں احساسات کی ترجمانی کے آلات بھی اس میں ضرور ہوں گے؟

• اوہ۔ اور یہ احساسات ہی زبان بن جاتے ہوں گے۔

• یقیناً۔

• کمال ہے باجی۔ اس بات سے میرا ذہن ایک اور طرف بھی جاتا ہے۔

• کس طرف؟ فرزانہ نے پوچھا۔

• گستاخی معاف باجی۔ لیکن ہم دونوں ہی آپس میں گفتگو نہ کریں تو پھر کس سے کریں۔ میری مراد ان مشینوں کے طرزِ زندگی سے ہے۔ کیا یہ بھی جوڑوں کی شکل میں رہتی ہوں گی ان کے جذبات و احساسات کیا ہوتے ہوں گے اور ان کے یہاں ــــ ان کے یہاں تخلیقی عمل کیا ہوگا؟

• یہ تو ان کے درمیان رہ کر ہی معلوم ہو سکے گا۔ فرزانہ مسکرا کر بولی۔ اور فروزاں ہنس پڑی۔

• ہائے باجی کیا یہ مشینیں بھی عشق کرتی ہوں گی؟

• خدا معلوم۔ فرزانہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر فروزاں نے کہا۔

• کیوں نہ اس مشین سے دوستی کی جائے۔

• میزبان مشین سے؟

• ہاں۔ اخلاق والی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ ہم اجنبی تھے لیکن اس نے ہماری اچھی پذیرائی کی ہے۔

• ہاں کیوں نہیں۔ اب تو انہی سے رشتہ جوڑنا پڑے گا۔

• ویسے باجی ایک خطرناک بات بھی ہے۔

• کیا۔؟

• اگر کسی مشین نے تم سے عشق شروع کر دیا تو کیا ہوگا؟

• ڈنڈے مار مار کر اس کا پورا نظام خراب کر دیں گے۔ فرزانہ نے کہا۔ اور دونوں دیر تک ہنستی رہیں۔

• سچ۔ بڑی انوکھی باتیں ہیں۔ نہ جانے ان کے احساسات و جذبات کیا ہوں گے؟

• کل اس مشین سے دوستی کی جائے گی۔ یقیناً اس سے اہم معلومات حاصل ہوں گی بشرطیکہ وہ دوستی پسند کرے۔

• کوشش کرنے میں کیا ہرج ہے۔ دیکھیں گے۔ آؤ اب چلیں۔ ممکن ہے بے چارے ڈیڈی کی آنکھ کھل جائے اور ہماری وجہ سے پریشان ہوں۔

• اونہہ بلاوجہ۔ اس کی فضول باتیں سن سن کر اب تو ہماری یہ حس بھی مر چکی ہے۔ فرزانہ نے کہا اور دونوں ہنستی ہوئی واپس اپنی رہائش گاہ میں آگئیں جہاں پروفیسر کے بے فکر خراٹے گونج رہے تھے۔

دوسری صبح ضرورت کے چارٹ پر ناشتہ منتخب کیا گیا۔ اور ایک عمدہ ناشتہ کر کے وہ سب مطمئن ہو گئے۔ پھر میزبان مشین کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور تھوڑی دیر کے بعد لوہے کا تودہ ان کے سامنے پہنچ گیا۔

• صبح بخیر مہمانو! کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟

• نہیں۔ تمہارا شکریہ!

• ضرورت کا چارٹ مکمل ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی اضافہ چاہو تو وہ بھی بتا دو۔

• نہیں۔ یہ چارٹ مکمل ہے۔ خاور نے جواب دیا۔

• ان کے معمولات کا انتخاب کر لو۔ یہاں قرب و جوار میں کوئی میٹو نہیں ہے۔ اس کے لئے تمہیں سفر کرنا ہوگا۔

• نہیں ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

• میں یہی پوچھنے آئی تھی۔ جاؤں؟

• نہیں رکو۔ تمہیں ہمارے قیام سے کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ اگر تمہیں تکلیف ہو تو ہم واپس چلے جائیں۔

• بالکل نہیں۔ بلکہ میں تمہارے آنے سے خوش ہوں کیا تم دونوں۔ ان دونوں کے ٹیز ہو؟ اس نے سوال کیا۔

• نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ جلدی سے بولا۔

• ٹیز۔؟ پروفیسر نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

• مراد مرد ہے۔ وہ بولا۔

• ویسے یہ دونوں شیمی ہیں نا؟ مشین کا اشارہ لڑکیوں کی طرف تھا۔

• ہاں۔ یہ دونوں لڑکیاں ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ پھر ان کی طرف رُخ کر کے بولا۔ مشینوں میں ان دو رشتوں کے علاوہ اور کوئی رشتہ نہیں ہوتا؟

• لعنت ہے۔ فروزاں بڑبڑائی۔

• اوہ۔ فروزاں تم اس سے دوستی نہیں کرو گی؟ فرزانہ نے یاد دلایا اور فروزاں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

• ٹھیک ہے۔ کوشش کرو۔

• دوستی کرنا چاہتی ہو اس سے؟ اس نے پوچھا۔

• ہاں۔

• ٹھہرو۔ میں اس کے انداز میں بات کرتا ہوں۔ اس نے کہا اور اسی وقت مشین کی نسوانی آواز اُبھری۔

• میں تم لوگوں کی گفتگو سمجھ رہی ہوں۔ شاید ان لوگوں کو مجھ سے کسی بات پر اختلاف ہے۔ لیکن اس میں کیا ہرج ہے۔ ہماری ساخت مختلف ہے اختلاف تو ہونا ہی چاہئے۔ لیکن ہم لوگ مل کر اختلاف دور کر لیں گے۔

• اوہ۔ ہمیں اس اختلاف پر افسوس ہے۔

• مجھے نہیں ہے۔ آؤ تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ مشین سے آواز اُبھری اور خاور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

• چلو لڑکیو! تمہارا کام تو بن گیا۔ میرا خیال ہے ہمیں کچھ دیر کے لئے اجازت دو۔ ہم باہر کے مناظر دیکھیں گے۔ ویسے یہ بڑی بات ہے کہ یہ مشین خیالات بھی سمجھ لیتی ہے تاہم کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم دونوں بے وقوف نہیں ہو۔ ہوشیار رہنا۔

فروزاں اور فرزانہ اپنی اس آہنی دوست کے ساتھ چل پڑیں اور وہ انہیں لئے ہوئے اپنی قیام گاہ میں آگئی۔ یقیناً یہ قیام گاہ مشینوں کے لئے بہترین ہوگی لیکن ان دونوں کے لئے اس کی ڈیکوریشن عجیب تھی۔

تاہم ضرورت کا چارٹ یہاں بھی موجود تھا اور اس کے ساتھ ہی مشین سے ایک مخلص آواز اُبھری۔ میں تم لوگوں کی ضروریات سے واقف ہوں اس لئے براہِ کرم ایک مخلص دوست کی طرح بے تکلفی برتو اور اپنی ضرورت خود مہیا کر لو۔

• اوہ۔ اس کی آواز میں خلوص ہے۔ فرزانہ نے کہا اور پھر انہوں نے اپنے لئے یہاں بھی نشستیں طلب کر لیں۔ یہ طلسمی ماحول سامری جادوگر کے عمل سے مشابہہ تھا۔ جو سوچو حاضر۔ کہاں سے آتا ہے یہ بات نامعلوم

• باتیں کرو۔ میں تمہاری باتوں کا جواب دوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے دوست تسلیم کیا ہے یا نہیں؟

• کیوں نہیں۔ لیکن ہم وہ باتیں جاننا چاہتے ہیں جو تمہیں ناگوار گزریں تاکہ ان سے اجتناب برت کر ہم دوست رہ سکیں۔

• تم دونوں مجھے بہت پسند آئی ہو۔ تمہاری ساخت میں انوکھی کشش ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں تمہاری ہیئت اختیار کر لوں۔ مجھے یہ ہیئت بہت پسند آئی ہے۔

• کیا یہ ممکن ہے؟ فروزاں حیرت سے بولی۔

• ناممکن کا لفظ تو ہمارے یہاں سے ختم کر دیا گیا ہے۔ ایک بے معنی اور بے کار لفظ کہ ہم نے خیالات سے خارج کر دیا ہے۔ کیا تمہارے ہاں اس کا رواج ہے؟

• اوہ۔ نہیں۔ بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔

• اچھی دوستو! جن الفاظ کو مٹا دیا جاتا ہے۔ انہیں ذہنوں سے بھی مٹ جانا چاہئے۔ شاید تمہاری دماغی ترتیب زنگ آلود ہے لیکن کوئی بات نہیں میں اسے صاف کر دوں گی۔

• پہلے تم ہماری ہیئت اختیار کرو۔ فروزاں بولی۔

• اوہ۔ تم بھی اس کی خواہش مند ہو، اچھا ٹھہرو۔ وہ آہستہ آہستہ ضرورت کے چارٹ تک گئی اور پھر اس نے آپریشن ٹرینس پر کچھ ڈائل گھمائے اور سامنے کی دیوار میں ایک خانہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک آواز اُبھری۔

• اس خانے میں داخل ہو جاؤ۔

اور مشین خاتون اس خانے میں داخل ہو گئیں۔ خانہ بند ہو گیا تھا اور پھر بہت سی آوازیں اُبھرنے لگیں۔ خانے کے مختلف حصوں سے فولادی ٹکڑے باہر گرنے لگے اور چند ساعت کے بعد خانہ کھل گیا۔

اندر سے جو کوئی باہر نکلا تھا اسے دیکھ کر یہ دونوں دنگ رہ گئیں۔ بے حد حسین عورت تھی لیکن لباس سے عاری۔ اس کا سڈول بدن شیشے کی طرح چمک رہا تھا اور اس کے سیاہ بال زمین کو چھو رہے تھے۔

دونوں لڑکیوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں اور پھر انہیں اس حسین عورت کی وہی شیریں آواز سنائی دی جو ان کی جانی پہچانی تھی۔

• اوہ۔ اس رنگین شے کی کمی رہ گئی جو تم الگ سے پہنے ہوئے ہو۔ ٹھہرو میں اس کی کسر اور پوری کر لوں۔ اس کی مراد شاید لباس سے تھی اور آپریشن ٹرینس کے ایک خانے سے اس نے لباس نکال لیا۔ براہِ کرم اسے میرے بدن پر سجا دو۔ اس نے درخواست کی۔ اور دونوں لڑکیوں نے دلچسپی سے یہ کام انجام دیا۔ لباس پہن کر وہ اتنی حسین نظر آنے لگی کہ نگاہ ٹھہرنا مشکل تھا۔

فروزاں اور فرزانہ کی آنکھوں میں تحسین کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ دونوں مسکرائیں تو وہ بھی مسکرا دی۔

• اب تم مجھ سے اجنبیت نہیں محسوس کر رہی ہو گی؟ اس نے کہا۔

• تم بے حد خوبصورت ہو۔ فروزاں بولی۔

• افسوس۔ یہ نہ کہو۔ میرا حسن میرے لئے بے مقصد ہے لیکن ۔۔۔۔

اچانک اس کی آنکھوں میں چمک لہرانے لگی اور وہ مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ بے حد دلکش تھی۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مجھے اس نئے انداز میں دیکھ کر۔ اوہ یہ ممکن ہے۔ جب تم لوگ مجھے اچھی لگی ہو اور میں تمہیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اسے بھی ۔۔۔

• کسے۔؟ فرزانہ نے پوچھا۔

• تم اپنی آرام کی جگہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ اب تو مجھے بھی ایسی ہی جگہ درکار ہے۔ لیکن ٹھہرو میں اپنے اعضا سمیٹ لوں۔ ہو سکتا ہے مجھے اسی ہیئت میں آنا پڑے۔ وہ فولادی ٹکڑے سمیٹنے لگی۔ اور پھر اس نے اپنے پہلے بدن کے حصوں کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ ان کے سامنے آ بیٹھی۔

• ہاں۔ اب گفتگو کرو۔

• ہم تم سے کچھ ایسے سوالات کریں گے جن پر ممکن ہے تمہیں حیرت ہو۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ تم ان کا جواب دو گی۔

"پہلے ایک بات بتاؤ" وہ بولی۔
"چلو تم ہی پوچھ لو"
"کیا تمہاری تخلیق نئی نئی ہوئی ہے؟ تم مجھے اس ماحول سے کچھ اجنبی سی نظر آتی ہو"
"ہاں تمہارا خیال درست ہے"
"تمہاری ذہانت کی گراری ابھی رواں نہیں ہوئی ہوگی"
"ذہانت کی گراری؟" فروزاں ہنس پڑی لیکن فرزانہ نے سنجیدگی سے کام لیا اور بولی۔
"تمہارا خیال بالکل درست ہے"
"میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ بہر حال کوئی بات نہیں ہے، تم جو سوال چاہو پوچھو میں جواب دوں گی"
"تمہارا شکریہ، کیا تمہارا کوئی نام ہے؟"
"ہاں، تم مجھے ٹی زیرو زیرو زیرو ایٹ کہہ سکتی ہو"
"کیا۔؟" فروزاں نے آنکھیں پھاڑ دیں۔
"ہاں، میرا یہی نمبر ہے"
"اوہ۔ نمبروں سے کام چلتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارا طرز زندگی کیا ہے۔ تم عورت ہو نا؟"
"ہاں۔ تمہاری طرح"
"شادی شدہ ہو؟" فروزاں نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی لیکن سامنے بیٹھی ہوئی عورت کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں پیدا ہوئی۔ بلکہ اس کا انداز محزینہ سا ہو گیا۔ حیرت کی بات تھی کہ سارے تاثرات اس کے چہرے سے عیاں ہو جاتے تھے جبکہ اس کی تشکیل عجیب سے انداز سے ان کے سامنے ہوئی تھی۔
"ہاں جو تمہارا مفہوم ہے۔ وہ میں ہوں"
"میں نے تمہارے طرز زندگی کے بارے میں پوچھا تھا"
"تم نے دیکھ لیا۔ ہم ایسے بناتے ہیں، جہاں ہماری بقا کی ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں۔ بس ہم اسی میں زندگی گذارتے ہیں"
"تمہارا شوہر کہاں ہے؟"
"زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹ سیون — ٹینو گیا ہوا ہے۔ وہ ضرورت پوری ہونے کے بعد واپس آجائے گا"
"یہ تمہارے شوہر کا نمبر ہے"
"ہاں"
"اچھا تمہارے والدین بھی ہوتے ہیں"
"والدین۔؟" اس نے سوالیہ انداز میں انہیں دیکھا۔ پھر بولی "نہیں ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی"
"پھر تم لوگ تشکیل کس طرح پاتے ہو"
"ایک نظام ہے — ایک پورا نظام ہے۔ ماسٹر مشین ضرورت محسوس کرتی ہے اور ایک مشین تخلیق کر دیتی ہے۔ اور پھر توازن برقرار رکھنے کے لئے اس کے مقابل کو ترتیب دے دیا جاتا ہے۔ یوں ہر مشین اپنا ساتھی رکھتی ہے۔ اور جب وہ کسی مددگار کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو ماسٹر مشین ان میں تولید کے پرزے لگا دیتی ہے اور ایک اور مشین تیار ہو جاتی ہے جو مددگار مشین کہلاتی ہے تاکہ ناکارہ اور گھسے ہوئے پرزوں والی مشین کے کام میں مدد دے"
"تولید کے پرزے؟" فروزاں نے سوالیہ انداز میں فرزانہ کی طرف دیکھا لیکن فرزانہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور پھر دونوں منہ دبا کر ہنسنے لگیں۔ وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو گئی تھیں۔
"فروزاں پلیز، خاموش ہو جاؤ"
"ہائے باجی" فروزاں بُری طرح ہنس رہی تھی۔
"بس اب خاموش ہو جاؤ۔ پلیز خاموش ہو جاؤ۔ شکر ہے یہ سوال ہم نے ڈیڈی کے سامنے نہیں کیا"
"خدا کی پناہ" فروزاں نے بمشکل خود پر قابو پایا تھا "باجی اور سوالات کروں؟" اس نے پوچھا اور فرزانہ اسے دیکھنے لگی۔ پھر فروزاں بولی۔
"تمہیں اپنے شوہر سے محبت ہے، تم اسے کیا کہتی ہو؟"
"ٹینو" اس نے جواب دیا۔
"اور وہ تمہیں کیا کہتا ہے؟"
"سیٹی"
"اوہ۔ تم نے یہ الفاظ کیسے سیکھے۔ اچھا یہ بتاؤ تم لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو"
"کیوں نہیں۔ اگر محبت نہ کریں تو پھر ساتھ کس طرح رہیں؟"
"کیا تمہارا ٹینو بھی تمہیں چاہتا ہے؟" فروزاں نے کہا۔ وہ فرزانہ کی بانسبت زیادہ شریر تھی لیکن مشینی عورت نے اس بات کا جواب فوراً نہیں دیا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں ایک غم آلود اضطراب نظر آیا تھا جسے فروزاں اور فرزانہ نے صاف محسوس کیا
"تم نے جواب نہیں دیا" فرزانہ بولی۔
"پہلے چاہتا تھا" وہ ایک سسکی لے کر بولی۔
"اور اب۔؟"
"اب نہیں چاہتا"
"کیوں؟"
"اب وہ کسی اور کو چاہتا ہے"
"خدا کی پناہ۔ یہ یہاں بھی چلتا ہے" فروزاں نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے بولی "کسے چاہتا ہے؟"
"میں نہیں جانتی"
"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"
"اس کے سینے میں محبت کی گراری بدلی ہوئی ہے۔ میں نے ایک

رات کھڑکی کھول کر دیکھ لیا تھا"
"گراری بدلی ہوئی تھی؟" فرزانہ نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں" اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔
"محبت کی گراری الگ سے لگتی ہے"
"تو اور کیا۔ تمہارے سینے میں نہیں ہے کیا؟"
"ہاں ہاں ہے — ہے تو سہی لیکن تم نے خود دیکھا تھا کہ اس کے سینے میں محبت کی گراری بدلی ہوئی ہے"
"ہاں، میں نے خود دیکھا تھا" وہ بدستور سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "اور وہ گراری کہاں گئی جس میں تمہاری محبت تھی"
"مجھے نہیں معلوم"
"اگر تم اپنی محبت کی گراری تلاش کر کے دوبارہ اس کے سینے میں لگا دو تو ...؟"
"اں۔؟" وہ چونک پڑی۔ تھوڑی دیر تک تعجب سے ان دونوں کو دیکھتی رہی۔ پھر متحیرانہ انداز میں بولی "اسے بتائے بغیر۔؟"
"ہاں"
"لیکن میں — میں اپنی گراری کہاں تلاش کروں۔ اور میں — میں اسے کس طرح لگا سکتی ہوں۔ تنہا تو میں یہ کام نہیں کر سکتی"
"ہم تمہاری مدد کریں گے۔"
"کیا واقعی — ہاں تمہاری مدد سے تو یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن گراری — آہ ممکن ہے اعضاء کے اسٹور میں موجود ہو — آہ مجھے تھوڑی دیر کی اجازت دو۔ تم نے میرے ذہن میں ایک نیا خیال پیدا کیا ہے۔ میں گراری تلاش کر لوں"
وہ دوڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ فروزاں ہنس پڑی اور پھر وہ پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنستی رہی۔ فرزانہ بھی کبھی ہنسنے لگتی کبھی سنجیدہ ہو جاتی۔ "اب بس بھی کرو فروزاں۔ میں ہنس ہنس کر پاگل ہو جاؤں گی"
"ہائے باجی ہنسنے دو۔ بہت [illegible] کے بعد ہنسی ہوں۔ اُف — محبت کی گراری — تولید کے پُرزے، خدا کی پناہ۔ اس مشینی دنیا میں ہر کام ہونا ضروری ہے کیا؟ وہ غمزدہ مشین کتنی عجیب تھی"
"لیکن کیا یہ سب عقل کو چکرا دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔؟"
"عقل اب رہی ہو تو چکرائے۔ اتنے عرصہ میں اس نے پورا دماغ خالی کر دیا۔ بچی کچی یہاں آکر ختم ہو گئی۔ وہ طلسم ہوشربا سنی گئی یہاں آنکھوں سے دیکھ لو اور عقل کا استعمال ترک کر دو۔ یہی بہتر ہے ورنہ حواس کھو بیٹھو گی" فروزاں نے کہا۔
تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں واقعی کوئی گول سی شے تھی۔
"مل گئی، دیکھو مل گئی" اس نے چمکتی ہوئی گراری ان دونوں کے سامنے "یہ محبت کی گراری ہے"
"ہاں۔ اور میری ہی ہے، میں پہچان گئی"
"بس ٹھیک ہے۔ تمہارا ٹینو آجائے۔ ہم دونوں کی مدد سے یہ گراری دوبارہ اس کے سینے میں لگا دو"
"میں تمہاری احسان مند ہوں۔ لیکن یہ تو بتاؤ مجھے اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیئے، اسے بدلنے میں کافی مشکلات پیش آئیں گی"
"کیا گراری نکالنے میں دقت ہو گی؟"
"نہیں، بیماریاں درست کرنے والے آلات کا بکس ہمارے پاس موجود ہے، گراری تو آسانی سے نکالی جا سکتی ہے لیکن کس وقت؟"
"کیا تم لوگوں کو نیند نہیں آتی؟"
"کیوں نہیں، سورج ڈوبنے کے بعد ہم آرام کرتے ہیں"
"اس وقت اگر تمہیں چھیڑا جائے تو تم جاگ جاتے ہو؟"
"ہاں جاگ بھی جاتے ہیں لیکن — آں — سمجھ میں آگئی ایک ترکیب اگر ہم جاگنے کے فیوز نکال لیں تو — تو پھر نہیں جاگ سکتے"
"جاگنے کے فیوز — وہ کہاں ہوتے ہیں؟" فروزاں نے پوچھا۔
"بالکل اوپر، یہاں اس جگہ۔ دیکھو یہ میرے جاگنے کے فیوز ہیں — انہیں نکال دیا جائے تو میں سو جاؤں گی۔ انہیں بآسانی نکالا جا سکتا ہے" اس نے کان کے نیچے لگی ہوئی ایک پلیٹ دکھائی۔
"بس تو بات ہی ختم ہو گئی۔ ہم پہلے یہ فیوز نکال دیں گے اور اس کے بعد گراری بدل دیں گے"
"آہ۔ میری بڑی مشکل حل ہو گئی۔ ہم پہلے یہ فیوز نکال دیں گے۔ تم دونوں میری مدد کرو گی نا؟"
"خلوص دل سے، لیکن تمہارا ٹینو کب آئے گا؟"
"وہ ٹینو گیا ہوا ہے لیکن میں بلا سکتی ہوں۔ میں اس سے رابطہ قائم کر کے کہہ دوں گی کہ ہمارے ایکے میں مہمان آئے ہیں"
"ہمارا ایک مشورہ ہے" فرزانہ بولی۔
"کیا۔؟"
"اس کے آنے سے قبل تم اپنی اصلی ہیئت میں آجاؤ۔ اگر وہ ہمیں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے تو ٹھیک ہے تم بھی یہ ہیئت اختیار کر لینا، ورنہ ورنہ وہی ٹھیک ہے"
"یہ مشورہ بھی مناسب ہے۔ تمہارے ذہن کے والو کافی طاقتور معلوم ہوتے ہیں، خوب سوچتی ہو"
"بس تو تم اپنا کام کرو۔ ہم اپنی آرام گاہ میں جا رہے ہیں" دونوں لڑکیاں اٹھ کھڑی ہوئیں اور مشین خاتون نے انہیں بڑی گرمجوشی سے رخصت کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں لڑکیاں اپنی قیام گاہ میں پہنچ گئیں۔ پروفیسر ان کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا۔ فروزاں کے ہونٹوں کے گوشے ہنسی سے کپکپا رہے تھے لیکن فرزانہ سنجیدہ تھی۔
"مجھے تجھ پر حیرت ہے فروزاں" فرزانہ نے کہا۔

• کیوں باجی؟
• تو اس طرح مطمئن نظر آ رہی ہے جیسے کسی تفریح گاہ میں ہو؟
• پھر کیا کروں باجی۔ ویسے واقعی میں خوش ہوں۔ ایک طویل جمود توڑ دیا۔ زندگی تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی جب جہاز کا حادثہ ہوا تھا۔ یہ تو اضافی زندگی ہے چنانچہ جس طرح بھی گزر جائے؟
• اچھا نظریہ ہے۔ مطمئن کرتا ہے؟ فرزانہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور دونوں خاموش ہو گئیں۔

پروفیسر وغیرہ ایسے ہی نکل گئے تھے۔ دوپہر کے بعد واپس آئے تھے۔ پروفیسر کے پاس بہت سے پھل تھے جنہیں اس نے دونوں لڑکیوں کے سامنے ڈال دیا۔
• یہ پھل کھاؤ لڑکیو، میرا خیال ہے یہ آم کی بگڑی ہوئی شکل ہے بس گٹھلیاں غائب ہو گئی ہیں۔ مزا وہی ہے۔
اور لڑکیاں پھلوں پر ٹوٹ پڑیں۔
• باہر کی دنیا کیسی ہے ڈیڈی؟ فرزانہ نے پوچھا
• سب کچھ سب وہی ہے، بس اس پر تابکاری ہے لیکن انسانی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔
• مشینوں کی آبادی کتنی ہے ڈیڈی؟
• نہ جانے کے برابر، پوری دنیا میں مشینی آبادی چند لاکھ سے زیادہ نہیں ہو گی۔ یہاں دور دور کے علاقے میں صرف یہی عمارت ہے۔
• اوہ! فرزانہ نے گردن ہلائی۔
• تمہاری دوستی کس حدود میں ہے؟
• پکی ہو گئی ہے۔ فرزانہ نے مختصراً کہا۔
• ہمارے دوست کا خیال ہے کہ ابھی کچھ دیر اور یہاں گزاری جائے۔ وہ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں۔
• بہت مختصر وقت پروفیسر، صرف چند راتیں۔ وہ بولا۔
• ٹھیک ہے، ہمیں کونسا کام ہے۔ پروفیسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر سب آرام کرنے لگے۔ رات کو خاتون مشین آ گئی اور اس نے اطلاع دی کہ زیرو زیرو زیرو زیرو ایچی میون آ گیا ہے۔
• میں نے اسے مہمانوں کی آمد کے بارے میں اطلاع دی تھی۔ اس نے خوشی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مہمانوں کو کسی تکلیف کا احساس نہ ہو۔
• ہم تم دونوں کے شکر گزار ہیں۔ اس سے ملاقات کب ہو گی؟
• صبح کو۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ آپ لوگ آرام کرنے لیٹ گئے ہیں۔
• ٹھیک ہے، ہم صبح کو اس سے ملاقات کریں گے۔
• تم لوگ میری ایک بات سنو گی؟ وہ دونوں لڑکیوں سے بولی، اور فروزاں اور فرزانہ اس کے ساتھ باہر نکل گئیں۔ تب وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔
• وہ ابھی آرام کرنے لگے گا، احساس ہے شاید اس سے جدا ہونے کے غم سے۔ میں اس کے فیوز نکال لوں گی، کیا تم دونوں میرا ساتھ دو گی؟
• کیوں نہیں؟
• کیا تم نے اپنے ساتھیوں کو بھی اس بارے میں بتا دیا ہے؟
• نہیں؟
• یہ اچھا کیا۔ لیکن پھر اس وقت تم کیسے آؤ گی جب مجھے تمہاری ضرورت ہو گی؟
• ایسا کرو ہمارے لئے کسی اور جگہ کا بندوبست کر دو۔
• یہاں تم جس جگہ چاہو آرام کرو۔ آؤ میں تمہیں ایک اور کمرے میں لے جاؤں۔ اس نے کہا اور نئی جگہ دکھا دی۔
• بس ٹھیک ہے، اب تم جاؤ۔ ہم تمہیں یہیں ملیں گے۔ فروزاں نے کہا۔ اور وہ چلی گئی اب وہ اپنی اصلی شکل میں تھی۔ فروزاں واپس آئی تو پروفیسر انتظار کر رہا تھا۔
• کیا بات تھی؟
• دوستی پکی ہو گئی ہے نا ڈیڈی۔ کہہ رہی تھی آؤ باتیں کریں گے۔ کوئی خطرہ نہیں ہے ڈیڈی۔ ہم اس سے باتیں کریں گے اور جب نیند آئے گی تو ہم واپس آ جائیں گے۔ آپ آرام سے سو جائیں۔
• ٹھیک ہے۔ یہاں میں تمہیں کسی بات سے روک بھی تو نہیں سکتا۔ بہرحال خیال رکھنا، مشین کی دوستی نقصان دہ نہ ثابت ہو۔
• آپ فکر نہ کریں ڈیڈی، آرام کریں ہم جا رہے ہیں۔ فروزاں بولی اور دونوں باہر نکل آئیں۔ پھر وہ اس کی بتائی ہوئی رہائش گاہ پر آ گئیں اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگیں۔ لڑکیوں کے لئے یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا

رات کو کافی دیر میں انہیں دروازے پر گھڑگھڑاہٹ سنائی دی اور وہ چونک پڑیں۔ دروازہ کھلا اور وہ اندر آ گئی۔ تم ۔۔۔ تم دونوں تیار ہو؟ اس کی آواز میں کسی قدر گھبراہٹ تھی۔
• پوری طرح۔ دونوں لڑکیاں مستعدی سے کھڑی ہو گئیں۔ کیا تم نے اپنا کام کر لیا؟
• ہاں، میں نے اس کے فیوز نکال لئے ہیں۔
• وہ بے جان ہے؟
• ہاں۔ اب وہ جاگ نہیں سکتا۔
• آؤ۔ فروزاں ان سارے معاملات میں پیش پیش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کمرے میں پہنچ گئیں جہاں اب ایک نئی مشین نظر آ رہی تھی، یہ مشین کسی قدر سڈول اور مختلف طرز کی تھی۔ دو چمکدار پلیٹیں نکلی ہوئی رکھی تھیں اور اس کے ساتھ ہی بیماری دور کرنے کے اوزار رکھے ہوئے تھے۔ بالکل مشین درست کرنے کے اوزار تھے لیکن سب کے سب خودکار۔ تب مشین کے سینے کی کھڑکی کھولی گئی اور اس نے محبت کی گراری کی نشاندہی کی۔ دونوں لڑکیاں پوری دلچسپی سے اس نظام کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ انہیں ہدایات دیتی رہی اور لڑکیوں نے گراری کے اسکرو نکال لئے اور پھر چمکدار گراری نکل آئی اور

اس کی جگہ دوسری گراری لگا دی گئی۔ خاتون مشین کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ گراری کا آخری اسکرو بھی کس گیا تو انہوں نے سکون کی سانس لی۔
• آہ۔ میری عظیم دوستو! تم نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی۔ میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں۔
• اب تم اس کے فیوز لگا دو، ہم چلتے ہیں۔
• ایک بار پھر شکریہ! مشین خاتون نے کہا اور وہ دونوں باہر نکل آئیں پھر اپنے کمرے میں پہنچ گئیں۔ پروفیسر اور وہ گہری نیند سو رہے تھے۔

دوسری صبح زیرو زیرو زیرو زیرو ایچی میون نے ان سے ملاقات کی اس نے بھی ان لوگوں کی ساخت پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔ اور پھر وہ بہت سی باتیں کرتا رہا۔ ضروری گفتگو کے بعد پروفیسر نے اسے ٹٹولا اور کہنے لگا۔
• میرے دوست! تم نے ہماری ساخت پر حیرت کا اظہار کیا ہے کیا اس سے قبل تم نے کبھی ہماری ساخت کی مشینیں نہیں دیکھیں؟
• کبھی نہیں۔
• اس کی ایک خاص وجہ ہے۔
• وہ کیا؟
• ہم تمہاری زمین کے باشندے نہیں ہیں۔
• اوہ۔ پھر؟ وہ حیرت سے بولا۔
• سیاروں کے بارے میں تمہاری معلومات کیا ہیں؟
• آسمان میں چمکنے والے ستاروں کی بات کر رہے ہو؟
• ہاں۔
• بس اتنی کہ وہ چمکتے ہیں۔
• مشینوں کی دنیا میں سائنسی تحقیق کی کیا کیفیت ہے؟ پروفیسر نے سوال کیا۔
• صرف اس قدر کہ مشینوں کی طاقت کو کس طرح بحال رکھا جا سکتا ہے۔
• کیا مشین سیاروں کے بارے میں تحقیقات نہیں کرتی؟
• سیاروں سے ہمارا کیا واسطہ، ہمیں ان سے کیا لینا ہے
• خوب۔ بات عمدہ ہے۔ اچھا انسانوں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ پروفیسر نے پوچھا۔
• انسان کیا ہوتا ہے؟
• وہ مخلوق جس نے تمہیں تخلیق کیا اور پھر تمہارے ہاتھوں فنا ہو گئی۔
• اوہ، مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔
• دراصل ہم اس مخلوق کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لئے اپنی دنیا سے آئے تھے۔ تم اس سلسلہ میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟
• افسوس۔ کاش میں تم لوگوں کی مدد کر سکتا۔ لیکن ٹھہرو۔ ایکادو میں ایک بوڑھی مشین موجود ہے۔ یہ مشین سینکڑوں سال قبل تعمیر ہوئی تھی اور آج تک زندہ ہے۔ اس کے پاس یادداشت کا ذخیرہ موجود ہے۔ ممکن ہے وہ تمہاری مدد کر سکے۔
• ہمیں ایکادو کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔
• میں تمہیں وہاں لے جا سکتا ہوں۔
• تب پھر ہمیں مدد درکار ہے۔
• میں ایک پےگون طلب کروں گا۔ جونہی پےگون یہاں پہنچے گا میں تمہیں ایکادو کی بوڑھی مشین کے پاس لے چلوں گا جس کا نمبر صرف ایک ۔۔۔۔ صفر صفر سات ہے۔
• پےگون کب تک آ جائے گا؟
• کل صبح تک۔ اسے منگانا پڑے گا۔
• اگر تم ہماری یہ مدد کرو تو ہم شکر گزار ہوں گے۔
• بے فکر رہو، میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس نے پُراعتماد لہجے میں کہا اور پروفیسر خوش ہو گیا۔

دو افراد پر مشتمل یہ مشینی خاندان بڑا ہی مخلص ثابت ہوا۔ شاید انہوں نے انسانوں کی کوتاہیوں کا ازالہ کر دیا تھا اور جو طرزِ زندگی اختیار کیا تھا۔ اس میں محبت اور اخوت کا جذبہ نمایاں تھا۔ وہی جذبہ جو انسان میں فنا ہو گیا تھا اور جس کی وجہ سے انسان کو خود فنا ہونا پڑا۔ اس جذبے کے فقدان نے انسان سے اس کی ازلی برتری چھین لی تھی اور اب زمین پر لوہے کی حکومت تھی۔

رات گئے تک یہ لوگ اس مشینی زندگی کے بارے میں گفتگو کرتے رہے پروفیسر خاور کو اس بات پر شدید حیرت تھی کہ عام مشین انسان کے نام سے بھی ناواقف ہے۔ تب اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
• تم نے ان سے ایک بات اچھی کہی پروفیسر خاور کہ ہم لوگ اس دنیا کے نہیں بلکہ کسی سیارے کے باشندے ہیں، اگر تم یہ نہ کہتے تو ہماری بعض چیزوں سے ناواقفیت ہمارے لئے کافی الجھن بن جاتی۔
• میں نے بھی اسی لئے یہ بات کہی تھی اور مجھے خوشی ہے کہ اس سے بہت سے بگڑے ہوئے کام بن گئے۔ اب رہی انسان کے بارے میں تحقیق تو کیا تم اسے پسند نہیں کرو گے؟ خاور نے سوال کیا
• کیوں نہیں، میں دیکھنا چاہوں گا کہ ان لوگوں کی، میری مراد ان مشینوں سے ہے، انسان کے بارے میں کیا رائے ہے اور یہ جو انسان کو بھول چکے ہیں، اب اس کے بارے میں کس طرح سوچتے ہیں۔
• لیکن اس سے تو تمہاری تحقیق میں ایک نیا اضافہ ہوا ہے۔ خاور مسکراتا ہوا بولا۔
• وہ کیا؟
• جسے تم اپنے آپ کرۂ فانی کہتے ہو، تم کہتے ہو کہ تم ازل سے دیکھتے آئے ہو اور ابد تک دیکھتے رہو گے لیکن دیکھنے کے لئے بنیادی تصور انسانی

زندگی کا ہونا ہے یعنی تم تجزیہ کرتے رہے ہو صرف انسان کا ادوار میں ان کے اذہان کس طرح بدلتے رہے ہیں۔ ادوار کی ثقافت کیا رہی ہے لوگوں نے کون سا طرزِ زندگی اپنایا ہے لیکن اب جبکہ انسان اس زمین سے مفقود ہو چکا ہے۔ لیکن تم ان مشینوں کا تجزیہ کرو گے اور کیا تم اپنی کتاب میں ان مشینوں کو انسان کا نام دو گے ؟ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب اس نے آنکھیں بند کر کے مدبرانہ انداز میں کہا۔

• پروفیسر! میں تو ادوار کا ناظر ہوں، میں نے زمین اس وقت دیکھی جب کہ اس زمین پر انسانی وجود نہیں تھا پھر زمین میں انسانی کونپلیں پھوٹیں اور چلتے پھرتے جاندار پودے پوری زمین پر پھیل گئے۔ پھر یہ پودے تناور درخت بنے اور ان درختوں نے مختلف شکلیں اپنائیں — انسان نے اپنے آپ کو برتر و عظیم سمجھا، اور میں نے اس کے عروج کا دور دیکھا۔ پھر میں نے اس کا زوال دیکھا پھر عروج دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی سوچ کس طرح تبدیل ہوتی رہی اور کس طرح اس نے تہذیب کے نئے نئے رُخ اپنائے۔ یہاں تک کہ یہ رُخ اُسے انتہائی بلندیوں پر لے گئے۔ لیکن بلندیوں پر پہنچ کر وہ خود کو نہ سنبھال سکا اور زوال پذیر ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں کے ہاتھوں فنا ہو گیا کیونکہ وہ اپنی ذات کو ہر چیز سے بلند و بالا سمجھ بیٹھا تھا تو پروفیسر یہ عمل تو ازل سے جاری ہے کہ جب انسان اپنی قوتوں سے بلند تر ہو کر سوچنے لگتا ہے تو پھر ایک اور قوت اسے احساس دلاتی ہے کہ وہ محدود ہے۔ اپنی حدود سے تجاوز کرنے والے بالآخر شکست میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سب کچھ دیکھنے والی آنکھ دیکھ رہی ہے کہ زمین پر انسان کا وجود نہیں ہے بلکہ اس کی بنائی ہوئی مشینیں حکمراں ہیں لیکن ادوار ختم نہیں ہوئے، میں ان مشینوں کو دیکھوں گا۔ اس سے آگے دیکھوں گا اور اس سے آگے یہاں تک کہ یہ زمین جس طرح زندگی سے سرسبز ہوئی تھی اسی طرح بنجر ہو جائے گی اور میں نہیں جانتا کہ دیکھنے والی آنکھ کب تک دیکھتی رہے گی ؟

• لیکن تمہاری کتاب ... ؟

• میری کتاب پروفیسر — اس کتاب کے بے شمار اوراق ابھی سادہ ہیں ان پر ادوار کی تفصیل لکھوں گا مشینوں کا دور بھی ختم ہو جائے گا، تم نے اسی مشین کی زبانی ایک بات نہیں سنی۔ اس کا کہنا ہے کہ بوڑھی مشین انسان کے بارے میں جانتی ہے یعنی یہ مشینیں بھی بوڑھی ہو جاتی ہیں ان کے پُرزے ناکارہ ہو جاتے ہیں اور بالآخر یہ ختم ہو جاتی ہوں گی۔ یہی ان کی فنا ہے تو پروفیسر جب تخلیق کا عمل رک جائے گا مشینوں کی تشکیل کم ہو جائے گی۔ اور مشینیں بھی ایسے کسی فریب کا شکار ہو کر اپنی زندگی کھو بیٹھیں گی۔ جس طرح انسان اپنے آپ کو فنا کر بیٹھا تو پھر کسی نئے دور کا آغاز ہو گا، زمین کے خشک ہونے سے قبل تک زندگی تو زمین پر رہے گی پروفیسر! اور جب تک زندگی رہے گی، میں اس زندگی کی تفصیلات اپنی کتاب میں درج کرتا رہوں گا ؟

• گویا تم کہیں بھی قابلِ تسخیر نہیں ہو ؟ پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

• گذری ہوئی صدیوں نے مجھے یہی بتایا ہے پروفیسر، لیکن ناقابلِ تسخیر کی بات تم نے ٹھیک نہیں کہی ؟

• کیا مطلب ؟

• انسانی دماغوں نے مجھے ہر دَور میں اپنے نزدیک پایا۔ لیکن ان کے پاس میرے لئے صحیح سوچ کبھی نہیں رہی۔ انہوں نے مجھے اس انداز میں نہیں دیکھا جس طرح دیکھنا چاہیئے تھا۔ انہوں نے مجھے مسخر کرنے کے لئے اپنی محدود سوچ استعمال کی۔ حالانکہ مجھے مسخر کرنے کے ذرائع دوسرے تھے۔ گو اس سے میری زندگی پر اثر نہیں پڑتا لیکن وہ مجھ سے بہت کچھ حاصل کر سکتے تھے ؟

• یہ تم نے انوکھی بات کہی ہے ؟

• میں نے کہا نا پروفیسر، صرف سوچ کی کمی ہے ؟

• گویا تم اپنے قابلِ تسخیر ہونے کا اعتراف کر رہے ہو ؟

• ہم بے مقصد گفتگو میں الجھے ہوئے ہیں پروفیسر ؟

• میرا خیال ہے نہیں، بلکہ یوں کہو کہ اس گفتگو سے تمہاری ذات پر روشنی پڑتی ہے ؟ پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یقین کرو، ایسی کوئی بات نہیں ہے ؟

• خیر — معاف کرنا ممکن ہے میرے کچھ الفاظ تمہیں بُرے لگے ہوں۔ لیکن تم ہی بتاؤ کہ کوئی بامقصد گفتگو کی جائے ؟ پروفیسر نے کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔

دوسری صبح میزبان مشین نے پے گون کے پہنچ جانے کی اطلاع دی اور وہ تیار ہو گئے۔

پے گون ان کا آہنی گھوڑا تھا، یعنی سواری کا ذریعہ۔ اور یہ پروفیسر اور لڑکیوں کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ جب انہوں نے پہلی بار اس زمین پر قدم رکھا تھا، یا جب وہ پہلی بار اس زمین پر پہنچے تھے تو انہوں نے اپنے سروں پر سے ایک چیز پرواز کرتے دیکھی تھی، وہ یہی پے گون تھا۔

گول خلائی نما جہاز جیسی سواری زمین پر پہنچ گئی اور کسی خربوزے کی مانند درمیان سے کھل گئی۔ اس کی خوبصورت سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اندر ایک چھوٹا سا کیبن تھا۔ میزبان مشین نے انہیں اسی کیبن میں چلنے کا اشارہ کیا۔ اور چلتے ہوئے خاتون مشین ان لڑکیوں تک پہنچ گئی۔ وہ انہیں الوداع کہنے آئی تھی۔ اس نے اپنی نرم اور شیریں زبان میں کہا۔

• میری دوستو! اس زمین پر جب تک ہو مجھ سے ملنے کے لئے ضرور آنا۔ اپنی مصروفیات میں گم نہ ہو جانا ؟

• ہم ضرور آئیں گے ؟ فروزاں نے جواب دیا۔ مشین کی دوستی پر وہ خاصی خوش نظر آتی تھی۔ پھر اس نے رازدارانہ انداز میں مشین سے پوچھا تمہارے تھیٹر کا اب کیا حال ہے ؟

• بالکل ٹھیک۔ اس کے سینے میں اب میری محبت کی گراری چل رہی

ہے۔ وہ مجھے پھر سے چاہنے لگا ہے۔ میں نے اس گراری کو بھٹی میں تپا کر ضائع کر دیا جو کسی اور نے اس کے سینے میں لگا دی تھی ؟

• واہ۔ یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ گویا تم بھی اب ایسے کام کرنے لگی ہو ؟ فروزاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

• ہاں، لیکن اگر تم میری مدد نہ کرتیں تو شاید میں اس کی محبت حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ میں جانتی ہوں وہ سادہ لوح ہے۔ یقیناً کسی نے اپنی محبت کی گراری اس کے سینے میں لگا دی ہو گی۔ لیکن یہی بہتر ہوا، وہ میری گراری واپس لے گیا ؟

• چلو ٹھیک ہے، تمہارا کام ہو گیا ہمیں خوشی ہے ؟ فروزاں نے کہا اور مشین نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا، تب وہ پے گون میں جا بیٹھے۔

خاصی کشادہ جگہ تھی۔ ان کا میزبان جس کا نمبر زیرو زیرو زیرو زیرو ایٹی سیون تھا، ان کے ساتھ تھا۔

پے گون شاید خود کار تھا اور اس کے لئے شاید کسی ڈرائیور وغیرہ کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ جب اس کی خربوزے نما آنکھیں بند ہوئیں تو اس کی مشین ہلکی سی آواز کے ساتھ خود بخود چل پڑی۔ ایک معمولی سی سنسناہٹ ہوئی اور اس کے بعد پے گون فضا میں بلند ہونے لگا۔ بلند ہونے کے بعد وہ سیدھا ایک سمت چل پڑا اور اس کی رفتار کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہ لگایا جا سکا۔ دیر تک یہ لوگ اس کا جائزہ لیتے رہے۔ تب پروفیسر خاور نے اپنی میزبان مشین سے پوچھا۔

• کیا تم ہمیں اپنی اس خلائی سواری کے بارے میں بتا سکتے ہو ؟

• ضرور۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو ؟

• کیا یہ خود کار ہے یا تمہارے جسم سے نکلنے والی کوئی برقی رو اسے متحرک کر رہی ہے ؟

• نہیں، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، اپے گون پر مخصوص لائنوں کے ڈائل موجود ہیں، یعنی اسے جہاں تک پہنچنا ہوتا ہے، وہاں تک کے لئے ہم اس جگہ کا نمبر سیٹ کر دیتے ہیں اور پے گون اپنی منزل پر پہنچ کر خود بخود نیچے اتر جاتا ہے۔ اس طرح اسے چلانے کے لئے نہ تو کسی برقی رو کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی سوچ کی، وہ ایک مکمل سواری ہے اور اس مکمل سواری کے لئے ہم جہاں جانا چاہتے ہیں، پہنچ جاتے ہیں ؟

• واہ۔ یہ تو عمدہ بات ہے، گویا نہ حادثے کا خطرہ نہ ٹکراؤ کا اندیشہ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگا۔

پے گون کا یہ سفر بھی زیادہ طویل نہیں تھا، وہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ انہیں کتنی دُور آنا پڑا ہے۔ بہرحال انہوں نے صاف محسوس کیا تھا کہ اب وہ زمین پر آ ٹکا ہے۔ اور پھر اس کے دروازے کھل گئے، اوپر آسمان نظر آ رہا تھا۔

انہوں نے قرب و جوار میں دیکھا۔ آہ یہ ان کی زمین تھی جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی سبز زندگی کھو چکی تھی اور انسان کے ظلم کی آگ اس پر مسلط ہو گئی تھی۔ آتشیں درخت آتشیں گھاس گو اپنا الگ حسن رکھتی تھی لیکن صرف بے احساس اجنبیوں کے لئے، جاننے والے اگر انسان کی نادانیوں پر غور کرتے تو انہیں مظلوم زمین کے آنسو صاف نظر آتے تھے۔ وہ اپنی اولادوں کے شکوے کرتی محسوس ہوتی جنہوں نے اس کی سرسبز گود میں آگ بھر دی تھی۔

پروفیسر بھی ایک غمزدہ کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ زمین سے اسے بے پناہ محبت محسوس ہو رہی تھی لیکن پھر وہ خیالات کی دنیا سے باہر آ گیا۔ چمکدار شخص نے اسے مخاطب کیا تھا۔ "آؤ پروفیسر، کن خیالات میں کھو گئے ؟"

• چلو ! پروفیسر نے جواب دیا۔ میزبان مشین نیچے اتر گئی تھی۔ وہ لوگ بھی نیچے آ گئے۔ دُور ویسی ہی ایک سفید عمارت نظر آ رہی تھی، جیسی عمارت سے وہ آئے تھے، سر مو فرق نہیں تھا لیکن قرب و جوار میں اور کوئی ایسی عمارت موجود نہیں تھی۔

میزبان مشین اس عمارت کی طرف چل پڑی۔ راستے میں پروفیسر نے پوچھا۔

• کیا اس علاقے میں ایک ہی عمارت ہے ؟

• ہاں ؟

• مشینیں یکجا نہیں رہتیں ؟ اس نے دوسرا سوال کیا۔

• اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ یوں بھی ایک مشین کا دائرہ عمل وسیع ہوتا ہے اور سب اپنی ذمہ داریاں پُوری کرتی ہیں جو انہیں ماسٹر مشین کی طرف سے سونپی گئی ہیں ؟

• اوہ۔ گویا تمہاری بھی ذمہ داریاں ہوں گی ؟

• ہاں ؟ مشین سے آواز اُبھری۔

• ان ذمہ داریوں کی نوعیت کیا ہوتی ہے ؟

• مختلف۔ ماسٹر مشین کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے اور پھر ذہن کے خانوں سے سب کچھ مٹ جاتا ہے ؟

عمارت نزدیک آ گئی تھی۔ عمارت کی بوڑھی مشین نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ اس کے پرزے واقعی ڈھیلے ڈھالے تھے اور اس سے جو آواز نکلی وہ بھی بوڑھی اور مدقوق تھی۔

• ضرورت کے مطابق میں انہیں تمہارے پاس لایا ہوں ؟

• آہ۔ اجنبی ساخت کی مشینیں، میرے لئے نئی . . . مشین کی بوڑھی سی آواز اُبھری۔

• انہیں تمہاری ضرورت ہے ؟

• ٹھیک ہے تم جاؤ ؟ بوڑھی مشین نے کہا اور میزبان مشین انہیں الوداعی کلمات کہہ کر پلٹ گئی۔

وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے، نئی میزبان کے

بارے میں وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا مزاج کیا ہے، اس کا اخلاق یعنی بڑھاپا ہے یا صرف وہ بوڑھی ہے۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد ان کی یہ خلش دُور ہو گئی۔ بوڑھی مشین کی شفیق آواز اُبھری۔

• تمہارا کوئی خیال غلط نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن میرا تجربہ کہتا ہے کہ تمہارا تعلق اس زمین سے نہیں ہے۔

• ہاں۔ ہم ایک اجنبی سیارے سے ہیں۔

• خوب خوب۔ میرا بھی یہی خیال تھا، لیکن تمہاری جسمانی ساخت میرا مطلب ہے کہ تمہاری تعمیر میں صرف فولاد ہی شامل نہیں ہے بلکہ دوسری چیزوں کی بھی آمیزش کی گئی ہے؟

• تمہارا خیال درست ہے بوڑھی مشین۔ پروفیسر نے جواب دیا۔

• تب تو یہ بات میرے اوپر فرض ہے کہ تم سے تمہاری ضروریات کے بارے میں معلوم کروں۔ حالانکہ ضروریات کا چارٹ دیوار پر آویزاں ہے لیکن عرصہ دراز سے اس چارٹ کو استعمال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مجھے اس کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ میرے پُرزے مضمحل ہو چکے ہیں اور اب انہیں کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن ضرورت کے چارٹ کی کارکردگی بہتر ہے۔ ہاں پہلے تم مجھے یہ بتاؤ میں تمہاری کیا تواضع کروں؟

• مہربان مشین، ہم کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے۔ البتہ ہم جس مقصد کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں۔ ہماری میزبان مشین نے ہمیں جو اطلاعات دی ہیں ان کے تحت ہم چاہتے ہیں کہ تم ہماری خواہشات پوری کرو۔

• ہاں ہاں کیوں نہیں۔ بتاؤ تم کس بات کے خواہش مند ہو؟ مشین کی گڑگڑاہٹ اُبھری۔

• دراصل ہم جس سیارے سے آئے ہیں، وہاں ہماری تحقیق کا موضوع تمہاری زمین کا ایک پُرانا دور ہے۔ پروفیسر خاور نے کہا اور چمکدار ساتھی نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ وہ خاور کی بات سے، اس کی گفتگو کے انداز سے پوری طرح مطمئن تھا اور خود بھی یہی چاہتا تھا کہ پروفیسر خاور اسی انداز میں سوال کرے۔

• میرے ذہن میں تاریخ کا ایک طویل حصّہ محفوظ ہے اور تاریخ کے بارے میں جو سوالات حل کرنے ہوتے ہیں، اس کے لئے ابھی تک ماسٹر مشین میرے پاس ہی آنے کا مشورہ دیتی ہے۔ گو میں نے ماسٹر مشین کو اطلاع دی ہے کہ اب میرے قویٰ اس قدر مضمحل ہو چکے ہیں کہ میری یادداشت کے خانے بھی زنگ آلود ہوتے جا رہے ہیں، میں نے ماسٹر مشین کو یہ اطلاع دی ہے کہ بہتر یہ ہوگا کہ میری جگہ کوئی اور مشین تخلیق کر لی جائے اور مجھے صرف اس کی امداد کے لئے چھوڑ دیا جائے تاہم میں ابھی مکمل طور پر ناکارہ نہیں ہوئی۔ چنانچہ تم مجھ سے سوال کرو کہ تم زمین کے کونسے دور کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو، میں تمہاری مدد کرنا پسند کروں گی۔

• مہربان مشین، ہم زمین کے اس دور کی بات کرتے ہیں جب یہاں گوشت پوست سے بنی ہوئی ایک مخلوق رہا کرتی تھی اور اسے انسان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

• انسان۔؟ مشین جیسے اپنی یادداشت پر زور دینے لگی اور پھر چند ساعت کے بعد اس نے گہری سانس لے کر کہا: یہ لفظ یقینی طور پر میرے لئے اجنبی نہیں ہے میں نے اس لفظ کو کہیں سنا ہے، لیکن شاید یہ اتنی پُرانی بات ہے کہ میرے ذہن کے کسی خانے میں اس نام کو سن کر وہ تصور نہیں اُبھرا جو اس کے لینے سے اُبھرنا چاہئے تھا لیکن تم فکرمند نہ ہو، میں نے ایک کمپیوٹر مشین بھی اپنے پاس رکھی ہے اور جو چیزیں میری یادداشت سے باہر ہوتی ہیں، کمپیوٹر مشین اسے یاد دلانے میں میری مدد کرتی ہے، سو میرے مہمانو! مجھے اس بات کی اجازت دو کہ میں اپنی اس معاون مشین سے تمہارے اس سوال کا جواب طلب کروں۔ بوڑھی مشین نے جواب دیا اور پروفیسر خاور نے معنی خیز انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر اس مشین سے مخاطب ہو کر بولا۔

• ہمارے لئے تم جو بھی مشورہ دو، لیکن ہمیں یہ معلومات درکار ہیں۔

• مشورہ کیا دینا ہے، تم مہمان ہو، مہمانوں کی مانند قیام کرو، ضرورت کا چارٹ کام کر رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اچھے مہمانوں کی طرح تم اپنی ضرورت بے تکلفی سے پوری کرو گے، میں کمپیوٹر مشین سے مشورہ کرنے جا رہی ہوں۔ بوڑھی مشین نے جواب دیا اور اس کے اعضاء میں تحریک پیدا ہو گئی۔ پُرزوں کی گڑگڑاہٹ پُرشور تھی اور مشین انتہائی سست رفتاری سے ایک جانب جا رہی تھی۔ فروزاں کھلکھلا کر ہنس پڑی اور وہ لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

• خیریت، تمہیں کیا ہوا؟ فرزانہ نے اس کی جانب دیکھا۔

• بوڑھی مشین۔ فروزاں نے کہا اور پھر قہقہہ لگایا۔

• اوہ۔ شاید تم اس کے بڑھاپے پر ہنس رہی ہو؟ پروفیسر خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

• ہاں ڈیڈی، یہ جوانی اور بڑھاپا انسانوں کا عطیہ ہوگا۔ ورنہ یہ مشینیں، بھلا انہیں اس کی کیا ضرورت تھی۔ گویا فولادی پُرزے بھی موسم کی تلخی سے محفوظ نہیں رہتے۔

پروفیسر خاور بھی مسکرانے لگا۔

• عبرت کا مقام ہے فروزاں، اس سے فنا و بقا کا مسئلہ اُبھرتا ہے اور ذاتِ ایزدی مستحکم ہوتی ہے وہ تصور تقویت پاتا ہے جو مذہب کا عطیہ ہے۔ خدائے قدوس نے انسان کو قوتیں دیں اسے اشرف المخلوقات قرار دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے فنا بھی دی تاکہ وہ اپنی ذات میں گم ہو کر اس قوت کو فراموش نہ کر سکے جو اس کی خالق ہے اور جو اسے فنا کرنے پر قادر ہے۔ کائنات میں ہر ٹھوس چیز اور وہ چیز جسے ہم لافانی سمجھ سکتے ہیں، کتنی آسانی سے اپنی فنا کا ثبوت دیتی ہے۔ اور اسی سے اس قوت کا تصور ذہن میں مستحکم ہوتا ہے کہ جو اس ساری کائنات پر حاوی ہے۔ یہ شخص جو خود کو لافانی کہتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کو قوتیں کہاں تک ودیعت کی گئی ہیں لیکن بالآخر جب ذاتِ ایزدی چاہے اسے بھی اپنی گرفت میں لے لے گی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے وجود کا مقصد کیا ہے لیکن اگر تم اندازہ لگانا چاہتی ہو تو اس بوڑھی مشین کو دیکھو جسے فولاد سے تخلیق کیا گیا ہے، لیکن موسم اور وقت نے اسے بھی بوڑھا کر دیا ہے اور اب یہ اپنے مضمحل قویٰ کا رونا روتی ہے کیا تم میری بات سے منحرف ہو؟

پروفیسر نے چمکدار ساتھی کی جانب دیکھ کر سوال کیا، اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

• میں اس کا جواب نہیں دوں گا پروفیسر، یہ مسئلہ ہی دوسرا ہے، اور شاید میری طویل ترین نشست میں تم محسوس کر چکے ہو کہ میں نے کسی بھی مذہب کی تعلیمات یا ان کے پیروکاروں کے بارے میں تمہیں کبھی کچھ نہیں بتایا، اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ میں نے انہیں دیکھا۔ میں نے ان کے بارے میں سوچا لیکن خود کو ان پر تبصرے سے دُور رکھا کیونکہ میں خود بھی اس قوت کا قائل ہوں جس نے خود مجھے تخلیق کیا۔ اگر وہ قوت نہ ہوتی تو مجھے اپنی تخلیق کا علم ہوتا کہ میں نے کہاں تشکیل پائی۔

پروفیسر خاور کی آنکھوں میں اطمینان کے آثار نظر آئے اور اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

• خدا کا شکر ہے کہ پہلی بار مجھے تمہاری جانب سے تھوڑا سا اطمینان ہوا ورنہ تم نے اپنی جو صفات بیان کی ہیں ان میں سے بعض اوقات کچھ ایسی چیزیں اور کچھ ایسے الفاظ میرے ذہن میں چبھتے رہتے تھے جن کے ذریعے مجھے احساس ہوتا تھا کہ تم اپنے آپ کو کوئی ایسی شے ثابت کرنا چاہتے ہو جو کائنات میں کسی کے زیرِ تحت نہیں ہے اور اگر مجھے تمہاری ذات سے کوئی اختلاف محسوس ہوتا تھا تو صرف اس تصور کے ساتھ لیکن تمہاری اس گفتگو کے ساتھ میرے ذہن سے تمہارے لئے ہر اختلاف مٹ گیا ہے کیونکہ میرا مذہب اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ قوت صرف ایک ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے زیرِ نگیں۔ سوا اپنے آپ کو جو کچھ سمجھو وہ تمہارا اپنا ظرف ہے لیکن اس قوت کے وجود سے انکار نہ کرو اور شاید تم نے وہی کیا ہے جو تمہیں کرنا چاہئے تھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ لوگ خاموش ہو کر بوڑھی مشین کا انتظار کرنے لگے اور یہ انتظار زیادہ طویل نہ ثابت ہوا۔ بوڑھی مشین ان کے سامنے پہنچ گئی اور پھر اس کی گڑگڑاہٹ گونجی۔

• میں نے تمہارا کام کر دیا ہے دوستو۔

• واہ۔ کیا تمہیں انسان کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟

• بڑی عجیب باتیں ـــ ایسی باتیں جن پر شاید ابتدائی دور میں میں نے کبھی غور کیا ہو لیکن اس کے بعد وہ میرے ذہن سے محو ہو گئی تھیں۔

• وہ کیا۔؟ پروفیسر نے سوال کیا۔

• بڑی تعجب خیز باتیں بتائی ہیں میرے معاون کمپیوٹر نے، اس کا کہنا ہے کہ اس زمین پر کبھی انسان ہوا کرتے تھے، ان انسانوں کا وجود کس طرح عمل میں آیا اس کے بارے میں کچھ تفصیلات کمپیوٹر میں بھی نہیں ہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ انسانوں سے ہماری ایک شدید جنگ ہوئی حالانکہ وہی ہمارے خالق تھے انہوں نے اپنی برتری تسلیم کرانے کے لئے ہمیں تخلیق کیا اور اپنی ذات کی تمام قوتیں ہمیں بخش دیں لیکن ان قوتوں کو لوہے کے پرزوں میں منتقل کرتے وقت وہ یہ بھول گئے تھے کہ یہ پُرزے ان کے خلاف بھی بغاوت کر سکتے ہیں، سو یہی ہوا۔ جب انہوں نے اپنے اذہان ہمیں دے دیئے تو ہم نے سوچا کہ ہم ان سے برتر ہیں وہ ایک ایسی دھات سے تخلیق کئے گئے ہیں جو ہماری آہنی گرفت میں ۔ ۔ ۔ ۔ مر سکتی ہے فنا ہو سکتی ہے جبکہ ہم ان کے لئے ناقابلِ تسخیر تھے، سو ہم نے سوچا کہ اس دنیا پر انسانوں کے بجائے ہماری حکومت کیوں نہ ہو تو سائنٹسٹ مشین نے ان انسانوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا جو ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی تھی، سائنٹسٹ مشین نے ایک مشینی سازش کی اور انسانوں نے اپنی وہ تمام تر قوتیں اپنے جیسے دوسرے انسانوں پر آزما ڈالیں جو انہوں نے بڑی عظیم تحقیقات کرنے کے بعد حاصل کی تھیں۔ ایٹمی ہتھیار فضا میں ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے لگے۔ انسان ان ہتھیاروں سے کہیں محفوظ نہ تھے، مٹی کی زمین نے اپنا رنگ بدل دیا لیکن لوہے کی وہ مشینیں محفوظ رہیں جو خود انسانوں نے تخلیق کی تھیں کیونکہ ان پر ان ایٹمی ہتھیاروں کی تابکاری کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ زمین کا رنگ سبز سے بدل کر نارنجی ہو گیا اور انسان اس طرح ختم ہو گئے جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔ اور جب دنیا میں انسانوں کی برتری ختم ہو گئی تو پھر مشینیں اپنی پوری قوت سے حکمرانی کے لئے باہر آ گئیں اور چن چن کر ایک ایک انسان کو فنا کر دیا گیا۔ یہ ہے انسان کی تاریخ جو ہمیں کمپیوٹر مشین سے حاصل ہوئی ہے۔

پروفیسر خاور کا ذہن چکرا رہا تھا، وہ انسان کی تباہی پر غم زدہ تھا۔

" افسوس، انسان نے بالآخر اپنے ہاتھوں خود کو تباہ کر لیا۔

دیر تک پروفیسر، فروزاں اور فرزانہ مشین کی کہی ہوئی باتوں میں الجھے رہے۔ ان کے ذہنوں میں غم کے تاثرات تھے اور کافی دیر تک وہ انسان کی اس تباہی پر غمزدہ رہے تب پروفیسر نے پوچھا۔

• کیا اب اس زمین پر انسان نام کی کوئی چیز نہیں ہے میرا مقصد ہے زمانہ قدیم کا کوئی فرزند زندہ موجود نہیں ہے؟

• یہ بات نہیں۔ ہم نے زمانہ قدیم کی بے شمار نادر اشیاء محفوظ رکھی ہیں۔ ماسٹر مشین نے ان میں سے کچھ چیزیں تجربات کے لئے بھی محفوظ کی تھیں اور انہیں چیزوں میں چند انسانی جوڑے بھی تھے۔ ہمارے ایک خاص عجائب گھر میں یہ جوڑے آج بھی محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان کی نسل کو بڑھنے نہیں دیا جاتا نئے جوڑے جب پروان چڑھنے لگتے ہیں تو پُرانوں کو ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ ان کی تعداد بڑھنے نہ پائے۔

• اوہ۔ پروفیسر نے غمزدہ لہجے میں کہا۔ وہ عجائب گھر کہاں ہے؟ اس نے سوال کیا۔

• سائلو پر۔ مشین نے جواب دیا۔

• کیا ہم ان انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں؟

• کیوں نہیں، یہ کونسا مشکل کام ہے۔ میگون تمہیں سائلو پہنچائے گا۔ ہماری اس زمین پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ لفظ ہمارے یہاں ختم کر دیا گیا ہے ہر مشین جس جگہ چاہے جا سکتی ہے کیونکہ ہمارا نظام شہنشاہی

مضبوط اور پُراعتماد ہے۔"
• "تب میرے دوست کیا تم ہمیں اس مخصوص عجائب گھر تک پہنچا سکتے ہو؟" پروفیسر خاور نے سوال کیا۔
• "ہاں، پے گرن تمہیں وہاں لے جائے گا۔ میں اس کا انتظام کر دوں گی۔" بوڑھی مشین نے جواب دیا۔
• "تو پھر تم کب ہمارے لئے پے گرن کا بندوبست کرو گے؟"
• "کل سورج نکلنے پر تم روانہ ہو سکتے ہو۔" بوڑھی مشین نے جواب دیا۔ اور پروفیسر نے اس کا شکریہ ادا کیا۔
• "لیکن اس دوران کیا ہم تمہاری اس قیام گاہ میں رہ سکتے ہیں؟" چند ساعت کے بعد پروفیسر نے پھر سوال کیا۔
• "ہاں کیوں نہیں، یہ تمہاری ضرورت ہے اور تم ہمارے مہمان ہو۔" بوڑھی مشین نے جواب دیا اور ان لوگوں کے قیام کے لئے ایک جگہ بتا دی گئی لیکن اب پروفیسر کے انداز میں وہ بشاشت نہیں تھی۔ دونوں لڑکیوں نے بھی محسوس کیا تھا کہ وہ غمزدہ ہے اور اس کا غم حق بجانب تھا۔ کیونکہ انسانوں کی تباہی کی جو تصویر منظر عام پر آئی تھی وہ عبرتناک تھی۔ بالکل تخریب پسندی کا یہی نتیجہ ہونا تھا۔ ایٹمی دور انسان کو اسی راستے پر لا رہا تھا اور اب اس کی منزل آ گئی تھی۔ یہ اس کا اختتام تھا۔ انسان خود کو فنا کرنے کی بھرپور کوششوں میں مصروف تھا اور بالآخر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

یہ رات بڑی اداسی کی رات تھی۔ ان لوگوں نے کوئی خاص گفتگو نہیں کی۔ اس نے بھی محسوس کیا تھا کہ پروفیسر اور لڑکیاں غمزدہ ہیں چنانچہ وہ بھی خاموش ہی رہا تھا۔

دوسری صبح بوڑھی مشین نے پے گرن کو اطلاع دی اور پھر وہی مخصوص سفر شروع ہو گیا۔ پروفیسر خاور کے دل میں ایک عجیب سی دُکھن تھی۔ مشینی سفر کے دوران وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اس زمین کے عجوبے یعنی انسان سے ملنے جا رہا ہے۔ وہ انسان جس کی عظمت نے اس زمین کو نہ جانے کیا کیا بخشا تھا۔

اس نے پروفیسر کی اُداسی ختم کرنے کے لئے کہا: "تم انسان کا زوال دیکھ رہے ہو پروفیسر لیکن اس زوال کا ذمہ دار کون ہے؟"
• "خود انسان؟"
• "میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا، اور پروفیسر انسان خود بھی اپنے اس اختتام سے واقف تھا۔ پھر اس نے اپنے اس انجام کو کیوں آواز دی؟"
• "کیا کیا جا سکتا ہے۔" پروفیسر نے غمزدہ لہجے میں کہا۔
• "جان بوجھ کر تباہی کے گڑھوں کو اپنانے کی کوشش کا یہی انجام ہوتا ہے۔ انسان جو تخلیق کر رہا تھا، اس کی تباہ کاری سے واقف تھا۔ اس نے تخریب کو فنا کرنے کے بجائے اسے بقا دی اور خود کو فنا کر دیا۔"
• "ہاں۔ یہ اس کی بھول تھی۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ پے گرن نیچے اتر رہا تھا اور چند ساعت کے بعد وہ زمین سے جا لگا اور اس کے دروازے کھل گئے۔

زمین کی ویرانی انسانیت کے خاتمے پر ماتم کناں تھی۔ یہ زمین تو انسان کے لئے سجائی گئی تھی۔ قدرت نے اسے اپنے حُسن کا پرتو بخشا تھا۔ اس نے انسان تخلیق کیا اور اس سے کچھ ایسی محبت محسوس کی کہ کائنات کے سیّال کرّے کو خشک کر کے اس پر نعمتوں کی بارش کر دی اور اس بارش نے زمین کو زرخیز کر کے اس پر انسانوں کی چادر بچھا دی۔ اسے معصوم معصوم خواہشیں دے کر خود ہی ان خواہشوں کی تکمیل کر دی۔ اس نے سوچا کہ اس کی تخلیق کی ذہنی وسعت کہاں تک ہو سکتی ہے۔ اور سوچا اس نے کہ وہ لامحدود ہو اور جو سوچے پائے، سو سب کچھ مہیا کر دیا گیا انسان کے لئے اور اسے اس سب کچھ پر فوقیت دی۔ تب انسان اس جنت میں رہنے لگا لیکن اس نے اس چھوٹی سی قوت کو جو قادرِ مطلق کی تخلیق کا کرشمہ تھی، اپنی قوت سمجھا اور قوتِ حقیقی کو جھٹلانے لگا۔ سو خدائے عزّوجل کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس نے اس کمزور مخلوق کو قوت بخشی تھی لیکن سبق بھی دیا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ جیسے بخشنے والا کچھ احکامات بھی دیتا ہے اور وہ ان احکامات کی تعمیل کرانے پر قادر ہے لیکن خواہش ہوتی ہے اس کی کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے وہ بھی اس سے محبت کرے۔ اور اس محبت کا اظہار اس کے احکامات کی تعمیل کر کے ہی ہو سکتا ہے لیکن انسان اپنے ذہن سے اس کا وجود مٹانے پر تل گیا۔ اس نے اوہام تراشے اس عظیم قوت میں شامل کر لیا فرضی قوتوں کو۔ سو جو بکھیرتا ہے سمیٹنا بھی جانتا ہے۔ اور زمین شاہد تھی کہ بالآخر اس نے محدود کر لیا انسانوں کو اور اسے اس کی غلط سوچ میں غرق کر دیا کہ اس سے قبل اس نے تنبیہہ کی تھی مختلف اشکال میں، جن میں نمرود بھی تھا شداد بھی اور فرعون و قارون بھی تھے۔ وہ تو ہمیشہ انسان کو بینائی دیتا رہا کہ اسے پہچانو اور اس کے احکامات سے روگردانی نہ کرو لیکن زمین کے کیڑے آسمان کی قوتوں کی نفی کرنے لگے اور فنا کر دیئے گئے ان کے اپنے ہاتھوں۔ اور زمین ویران ہو گئی۔ اب اس پر لوہے کی تحریک کہیں کہیں نظر آ رہی تھی۔ اور یہ تحریک نہ ہونے کے برابر تھی۔

یہ عمارت بھی تنہا تھی اور دوسری عمارتوں سے مختلف نہیں تھی اور اندر جانے سے منع کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ چاروں نیچے اتر گئے۔ سب خاموش تھے اور آہستہ قدموں سے اس عمارت کے اندر جا رہے تھے۔

عمارت کی اندرونی ساخت بھی دوسری عمارتوں سے مختلف نہیں تھی۔ ان کا استقبال ایک مشین نے کیا جو چھوٹی سی تھی۔ اگر وہ انہیں مخاطب نہ کرتی تو وہ اسے بھی عمارت کی دوسری ناقابلِ فہم چیزوں کی مانند سمجھتے۔

لیکن جب مشین میں تحریک ہوئی تو وہ اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ مشین تیزی سے ان کی طرف آئی تھی اور پھر اس کے سامنے کے رُخ پر ایک گہرا سرخ شیشہ روشن ہو گیا۔ اور اس کی سخت آواز اُبھری۔
"تم اپنی قید سے کس طرح فرار ہوئے؟" آواز بے حد کرخت تھی۔
"کیا مطلب؟" پروفیسر خاور نے تعجب سے کہا۔
"کیا تم اپنی فطری حرکتوں پر آمادہ ہو، اور یہاں سے فرار چاہتے

ہو لیکن اس زمین پر اب تمہارے لئے کیا باقی رہ گیا ہے۔ مشینوں کی حکومت ہے تم کہاں جاؤ گے؟"
• "ہم نہیں سمجھے تم ....." خاور نے کہنا چاہا لیکن مشینی آواز نے اس کی بات کاٹ دی۔
• "اپنی جگہ واپس چلو، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔"
• "تم کس غلط فہمی کا شکار ہو؟" پروفیسر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا لیکن اسی وقت شیشے کا رُخ ان کی طرف ہو گیا اور اس سے نیلے رنگ کی شعاعیں پھوٹنے لگیں۔ ان شعاعوں نے ایک جال کی شکل اختیار کر لی اور وہ اس جال میں جکڑ گئے۔ پھر ان کے بدن فضا میں معلّق ہو گئے اور شعاعوں کے جال نے ایک رُخ اختیار کیا۔

چمکدار بدن والا ناقابلِ فنا انسان بھی اسی جال میں پھنسا ہوا ان کے ساتھ تھا وہ مختلف راستوں سے گذرتے ہوئے سفید سلاخوں والے ایک عظیم الشان کٹہرے کے سامنے پہنچ گئے جہاں لاتعداد انسان موجود تھے۔ مرد عورت بچے۔ سب کے سب برہنہ، اُلجھے ہوئے بالوں اور گندے جسموں والے۔

سفید سلاخوں کے قید خانے کا دروازہ کھلا اور تبھی شعاعوں کا جال انہیں اندر لے گیا اور پھر خود بخود ختم ہو گیا۔ اب وہ خود بھی زمانۂ قدیم کے عجوبوں کے ساتھ تھے۔ پروفیسر نے رحم کی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

برہنہ لوگوں کے بدن پر میل کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ ان کے بال اُلجھے ہوئے تھے آنکھوں سے وحشت اور ویرانی ٹپکتی تھی۔ مرد عورت کی تمیز نہیں تھی، بچے بے سہارا تھے۔ ان کی چہروں سے اظہار ہوتا تھا کہ وہ تہذیب سے ناآشنا ہیں۔

دونوں لڑکیاں سہمی ہوئی ایک جگہ کھڑی تھیں۔ ان کے چہروں پر خوف کے آثار منجمد تھے۔ پروفیسر ان کے نزدیک پہنچ گیا۔
"کیا تم دونوں خوفزدہ ہو؟"
• "اب ـــ اب کیا ہو گا ڈیڈی۔ اب کیا ہو گا؟"
• "ہمت سے کام لو۔ ہم تو ـــ ہم تو خود کو مردہ تصور کرتے ہیں۔ مر بھی گئے تو کیا ہوا۔ خوف اچھی چیز نہیں ہے۔"
"کیا ہمیں بھی ان کے درمیان قید رہنا ہو گا؟"
• "انتظار کرو، دیکھو آگے کیا ہوتا ہے۔" پروفیسر نے کہا اور پھر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ مطمئن تھا۔ پروفیسر کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔
"یہ تم نے ہمیں کس جنجال میں لا پھنسایا؟"
"گھبرا گئے پروفیسر، اور اب مجھے گالیاں دو گے؟" اس نے ہنس کر کہا۔
• "یہ بات نہیں ہے، بس لڑکیاں خوفزدہ ہیں۔"
"انسان کا اصل مقام دیکھو پروفیسر، ان کا تجزیہ کرو۔ عام انسانوں کی طرح اپنی حفاظت کی فکر میں کیوں پڑ گئے۔ تم تو دوسروں سے کافی مختلف ہو۔ اور ان لڑکیوں کو بھی سمجھاؤ۔ یہ تاریخ کے انوکھے موڑ دیکھ رہی ہیں۔"

پروفیسر ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔
• "ڈیڈی۔ یہ کہیں ہم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ ان کے انداز میں کس قدر وحشت ہے۔"
"اگر انہوں نے ایسا کیا تو میں انہیں مار ڈالوں گا۔"
"نہیں نہیں۔ ایسا مت کرنا۔ ایسا مت کرنا خواہ کچھ بھی ہو جائے۔" خاور نے کہا۔
"آہ۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ تم دوسروں سے واقعی مختلف ہو، میں نے بارہا محسوس کیا تھا۔"
"میرا خیال ہے وہ مشین غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔ اس نے ہمیں بھی انہی میں سے سمجھا کیونکہ وہ انسانوں کو پہچانتی تھی۔"
"ہاں وہ ہمیں مفرور انسان سمجھی تھی۔ آؤ پروفیسر اس طرف بیٹھ جاؤ۔ میرا خیال ہے وہ ہم سے تعرض نہیں کریں گے اپنی ہی فکر میں گرفتار ہیں۔" اس نے کہا اور پروفیسر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تب اس نے اپنے قریب سے گذرنے والے ایک مرد کو پکڑ لیا۔
• "اس سے سوالات کرو پروفیسر۔" اس نے کہا اور پروفیسر نے ہمدردی سے قوی ہیکل شخص کی گرفت میں دبے ہوئے انسان کو دیکھا پھر بولا۔
• "سنو، ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے، تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟" پروفیسر نے بے بس برہنہ قیدی سے پوچھا۔ اور قیدی متوحش نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر بُری طرح اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے اُسے چھوڑ دیا۔ قیدی نے چھلانگ لگائی اور اپنے گروہ میں جا گھسا، اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔
• "دیکھا پروفیسر، الفاظ اب اس کے لئے بیکار ہیں۔ اس نے وحشت کے اس ماحول میں جنم لیا اور تہذیب سے ناآشنا ہو گیا۔"
• "بس کرو، خدا کے لئے بس کرو۔" پروفیسر نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ دونوں لڑکیاں بھی پروفیسر کو روتے دیکھ کر رونے لگیں۔
• "روتے کیوں ہو پروفیسر، انسان اپنے قدموں سے چل کر یہاں تک پہنچا ہے۔ وہ اپنی زمین پر ہے کسی اجنبی سیّارے کا قیدی نہیں ہے۔" اس نے کہا اور پروفیسر خاور روتا رہا۔ پھر اچانک عجیب و غریب چیخوں سے پورا قید خانہ گونجنے لگا اور سب چونک پڑے۔ انسانوں کا غول ایک جگہ جمع ہو کر چھینا جھپٹی کر رہا تھا۔ چھت سے غذا پھینکی جا رہی تھی اور وہ اس کی لوٹ مار میں مصروف تھے۔ کوئی ایک دوسرے سے رعایت نہیں کر رہا تھا۔ سب کی ایک ہی کوشش تھی۔ غذا دوسروں کے ہاتھ نہ لگے۔
• "یہ وہ ہیں جن کے لئے منّ و سلویٰ اترتا تھا۔" وہ حقارت سے بولا۔ اور پروفیسر کی گردن شرم سے جھک گئی۔ وہ کچھ نہ بولا۔
"کاش پروفیسر، میں اپنی بصیرت تمہیں دے سکتا۔ کاش تم دیکھتے کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ یقین کرو پروفیسر انسان اس جگہ ہے جہاں سے اس نے ابتدا کی تھی اور پھر پتھروں کے دور میں پہنچ گیا، جہاں غذا حاصل کرنے کے لئے

اسے ایسی ہی وحشیانہ جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ اور یہ انسان کی خواہش ہی نہیں تھی نا، اس نے اصولوں سے تہذیب سے بغاوت کی تھی۔ وہ برہنہ ہونا چاہتا تھا، کیا تمہیں اپنے دور کی زندگی یاد نہیں، جہاں عریانی کے فروغ کے بےشمار ادارے تھے۔ برہنگی کو ثقافت سمجھا جاتا تھا۔ کیا انسان یہی نہیں چاہتا تھا پروفیسر؟"

"چپ ہو جاؤ، خدا کے لئے چپ ہو جاؤ!" پروفیسر حلق پھاڑ کر چیخا اور اس نے ایک قہقہہ لگایا۔

"کیا یہ میری سائنس ہے پروفیسر؟ کیا یہ میری تاریخ دانی ہے، کیا یہ میری جادو بیانی ہے، ارے تم ہوش میں ہو۔ کیا یہ سب کچھ تم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے، کیا اب بھی تم مجھے صرف ایک داستان گو قرار دو گے؟"

"نہیں نہیں، تم نہ جانے کیا ہو، تم تم . . . ؟" پروفیسر نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"تو میں اپنی کتاب کا یہ ورق الٹ دوں؟" اس نے سوال کیا۔ اور پروفیسر نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"میں نہیں سمجھا؟" وہ آہستہ سے بولا۔ لوٹ مار، چیخ و پکار اب بھی جاری تھی۔ تب اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بوسیدہ عظیم الشان کتاب اس کے ہاتھوں میں آ گئی۔

"ابھی تو اس کتاب کے بے شمار اوراق باقی ہیں پروفیسر، ان میں وہ اوراق بھی ہیں جن میں مستقبل تحریر ہے اور وہ بے شمار اوراق بھی جنہیں میں ابھی تحریر کروں گا، کیونکہ میں لافانی ہوں۔ میں تو دیکھنے والا ہوں، دیکھتا جاؤں گا لکھتا جاؤں گا۔ اگر دوسرے اوراق الٹ دوں پروفیسر تو تمہارے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو جائیں۔"

اس نے کتاب کا ورق واپس الٹا، اور اچانک چیخ و پکار رک گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی گھٹن کا وہ شدید احساس ختم ہو گیا جو انہیں بے چین کر رہا تھا۔ پروفیسر نے خاموش ہونے والوں کو دیکھا۔ شاید ان کی غذائی ضرورت پوری ہو گئی تھی۔

لیکن — وہاں تو کچھ نہیں تھا بلکہ — بلکہ یہ تو وہی جگہ تھی۔ اس کا دانشکدہ، وہی ماحول جہاں وہ اس کی کہانیاں سنتے رہے تھے۔ اور اس کی عظیم الشان کتاب ان کے سامنے تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کتاب کو بند کر دیا۔

لڑکیاں خوشی سے چیخ پڑی تھیں۔ اور پروفیسر سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ بمشکل تمام اس کے حواس مجتمع ہوئے اور رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ — یہ سب کیا ہے۔ ہم — ہم کہاں آ گئے ہیں؟"

"ہم گئے ہی کہاں تھے پروفیسر، تم میرے اور پر یقین کر بیٹھے تھے لیکن میں اپنی کتاب کی توہین تو نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ تم نے مجھے تسلیم کیا تو میں نے تمہیں مستقبل کی ایک جھلک دکھا دی۔ وہ انسان کا مستقبل تھا پروفیسر اور یقین کرو نہ تو ستارے جھوٹے ہیں اور نہ میری کتاب۔"

"آہ — تو ہم اپنی دنیا ہی میں ہیں۔ اس زمین کا رنگ ابھی سرسبز ہے؟" پروفیسر وفور مسرت سے بولا۔

"ہاں۔ ابھی یہ زمین سرسبز ہے، لیکن تمہاری نسل، موجودہ تہذیب اسے نارنجی رنگ کی جانب لے جا رہی ہے اور میری کتاب کا ہر لفظ سچا ہے۔"

"بیشک، میں اعتراف کرتا ہوں۔ لیکن میرے دوست! یہ دور کون سا ہے، ہمیں تمہارے ساتھ کتنا وقت گزر گیا؟"

"وقت گزرا کہاں ہے پروفیسر، میں تو تمہارے سامنے موجود ہوں۔ ہاں پروفیسر! میں وقت ہوں، میں ماضی ہوں، میں حال ہوں اور میں مستقبل ہوں۔ میں تمہارے سامنے ساکت تھا۔ جو کچھ تم نے سنا، ساعتوں میں سنا، ایک پل تو نہیں بیتا، میں جو تمہارے سامنے تھا۔ میں صرف وقت ہوں پروفیسر، میں تو تمہیں اپنی کہانی سنا رہا تھا۔ زمین، سمندر، چاند ستارے میرے ساتھی ہیں۔ یہی تو میرے ہم عصر ہیں جب سے میں جاری ہوا اور جب تک جاری رہوں گا یہ میرے ساتھی رہیں گے۔ میرا وجود ناقابل فنا ہے۔ مجھے کھونے والے مجھے پانے والے آتے جاتے رہیں گے اور میں جاری رہوں گا۔ نہ میں کوئی کردار ہوں، نہ کوئی مخصوص بدن رکھتا ہوں۔ میں صدیوں کا جیتا ہوں، صدیوں کی تخلیق۔ اور صدیاں یونہی گزرتی رہیں گی۔ ادوار بدلتے رہیں گے اور ہر کردار کی ایک کہانی ہوگی۔ ادوار کے کردار میرے ہی سینے پر تو پرورش پاتے ہیں۔ میں کردار بنتا رہا ہوں اور انہیں اپنے نام سے پیش کرتا رہا ہوں لیکن وہ میری تخلیق تھے۔ وقت کی تخلیق۔ یہ کتاب وقت کی کتاب ہے جس پر ادوار تحریر ہوتے رہیں گے۔ میرا نہ کوئی مذہب ہے نہ وجود۔ میں نے تو تمہیں تمہاری تصویریں دکھائی ہیں اور اس وقت تک کی کہانی سنائی ہے جس میں تم ہو۔ ہاں صرف ایک ورق، مستقبل کا صرف ایک ورق تمہارے سامنے الٹ گیا ہے۔ اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ انسان کو اس کے اختتام سے آگاہ کر دو۔ بس اب میں چلتا ہوں کیونکہ میرا جمود کائنات کی حرکت کو روک دیتا ہے۔ تمہاری منزل دور نہیں ہے ان پہاڑوں میں سیدھے چلے جاؤ، تمہیں ایک برفانی بستی مل جائے گی جہاں سے تم اپنی منزل کا تعین کر سکتے ہو، وہ لوگ تمہاری مدد کریں گے۔"

اچانک فضا میں لہریں سی اٹھیں، اور چند ساعت کے بعد خالی پہاڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ دانشکدہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جو صرف ایک تصور تھا۔

پروفیسر خاور، فرزانہ اور فروزاں ششدر کھڑے تھے۔ وقت کا چمکدار وجود فضا میں تحلیل ہو چکا تھا۔ تب پروفیسر نے دونوں لڑکیوں کے ہاتھ پکڑے، اور غار سے نکل کر اس پگڈنڈی کی جانب بڑھ گیا جو دور سے نظر آ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ضرور کسی برفانی بستی تک پہنچ جائیں گے، کیونکہ یہ وقت کی پیش گوئی تھی۔

(ختم شد)